مطلعِ نورِ مصطفیٰ ﷺ سے طلوعِ نورِ قدس تک
معارج النبوت
جلد اوّل
حضرت مولانا مُلّا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ
مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ - لاہور

مطلعِ نورِ مصطفیٰ ﷺ سے طلوعِ نورِ قدس تک
معارج النبوۃ و مدارج الفتوۃ
مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور
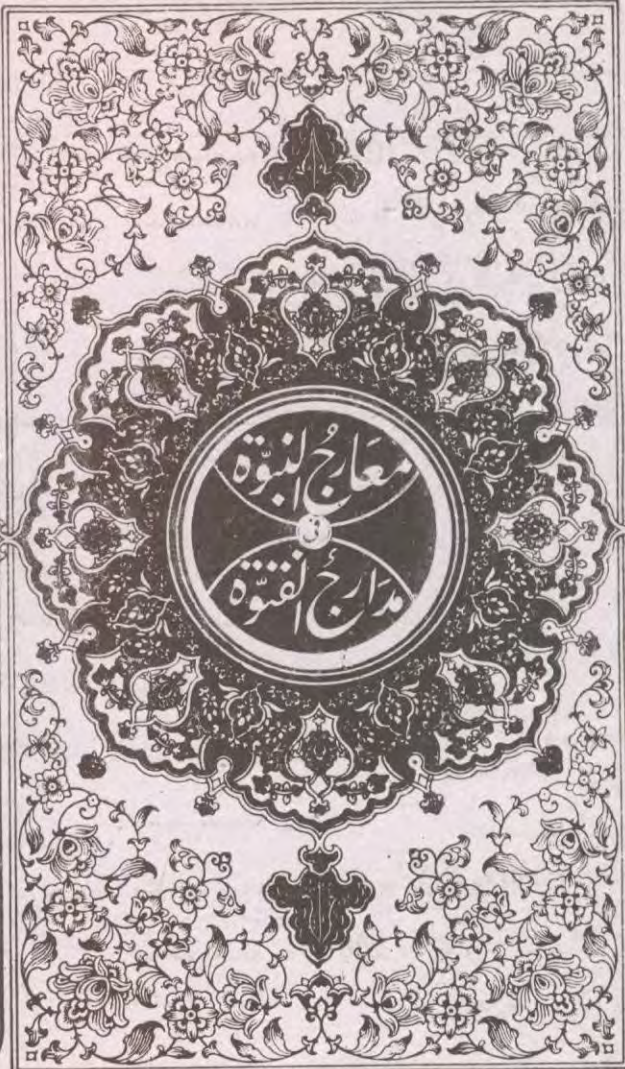
نام کتاب	....	"معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ"
مصنف	....	حضرت ملا معین الواعظ الہروی الفراہی
موضوع	....	سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
جلد اول	....	مطلع نور مصطفیٰ سے طلوع نور قدس تک
ترجمہ مقدمہ	....	پیر زادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی
ترجمہ رکن اول	....	مولانا محمد اطہر نعیمی، کراچی
سال تصنیف	....	۸۹۹ ہجری
سال طباعت فارسی	....	۱۸۹۲ ہجری
سال طباعت اردو	....	۱۹۸۱ ہجری
سال طباعت نو	....	۱۴۲۲ ہجری - مطابق ۲۰۰۲ء
صفحات	....	۷۵۲
ناشر	....	مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور -
قیمت مجلد	....	200 روپے

مکتبہ نبویہ : گنج بخش روڈ، لاہور

عنوانات و مضامین کتاب

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسوۂ حسنہ کی اہمیت

حضرت پیر محمد کرم شاہ ایم اے۔ آنرز (الازہر) مدیرِ اعلیٰ ضیائے حرم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین۔ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے جن برگزیدہ بندوں کو شرفِ نبوت سے سرفراز فرماتا ہے انہیں یہ مقدس اور اہم ذمہ داری سونپتا ہے کہ وہ انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں فلاحِ دارین کی سعادت سے بہرہ ور کریں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اصلاح سے کیا مراد ہے؟

ایک مفلوک الحال انسان کی خالی جھولی کو اگر آپ لعل و گہر سے بھر دیتے ہیں تو آپ نے اس کی مفلوک الحالی کا ازالہ کر دیا لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ آپ نے اس کی اصلاح کر دی ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جو غربت کی حالت میں بے ضرر مرنجاں مرنج قسم کا تھا اب وہ دولت کے نشہ سے مخمور ہو کر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے لگے۔ ایک شخص جس کے پاس سر چھپانے کے لیے جھونپڑا تک نہیں، فٹ پاتھ پر پڑا ہو سم کی چیرہ دستیوں کا ہدف بنا رہا ہے اگر آپ اس کی باعزت رہائش کا اہتمام فرما دیتے ہیں اور باد و باراں کی بے رحمیوں سے اس کو نجات مل جاتی ہے تو اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ نے اس کی اصلاح بھی کر دی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں عیش و طرب کی بزم آراستہ کرے اور فسق و فجور کے اندھیروں میں اپنے ساتھیوں سمیت غرق ہو جائے۔

اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان کے پہلو میں دھڑکنے والا دل سنور جائے، جس شخص کا دل سنور جاتا ہے، غربت و فاقہ کشی اس کے شرفِ انسانیت کو داغدار نہیں کر سکتی اور

.دلت کی فراوانی اسے مغرور و متکبر نہیں بنا سکتی اگر وہ بوریا نشین درویش ہے تب بھی کوئی سلطانِ وقت اس کی عزتِ نفس کو خرید نہیں سکتا اور اگر وہ سر برآرائے سلطنت ہے تب بھی اس سے کوئی ایسی نازیبا حرکت سرزد نہیں ہو سکتی جس کے باعث جبینِ حیا پر شکن پڑے یا عدل واحسان کی نازک اقدار کو کوئی ٹھیس پہنچے۔ ایسے شخص کا علم جہالت کی تاریکیوں سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ اس کی دولت مایوسیوں اور محرومیوں کے گھپ اندھیروں میں خوشی و شادمانی کا چراغ روشن کرنے میں صرف ہوتی ہے اس کا جاہ وجلال ضعیفوں کی پناہ اور زیر دستوں کی دستگیری کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اصلاح یافتہ انسان کو آپ کسی قسم کے حالات سے دوچار کر دیں، اختیار واقتدار کے اعلیٰ ترین منصب پر آپ اسے فائز کر دیں وہ سراپا خیر ہوگا وہ پیکرِ نور ہوگا اس کے ظلِ عاطفت میں جو آئے گا اسے سکون وقرار نصیب ہوگا۔ وہ جدھر جائے گا فرحت وانبساط کے خزانے لٹاتا چلا جائے گا۔

اقلیم علم وحکمت کے تاجدار، نفسیاتِ انسانی کے رازدان سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

ان فی الجسد لمضغة ان صلحت صلح الجسد کله وان فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔

ترجمہ:۔ بے شک جسم میں ایک پارۂ گوشت ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بگڑ جاتا ہے کان کھول کر سن لو کہ وہ پارۂ گوشت "دل" ہے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اصلاح قلب کا عمل کیسے پایاں پذیر ہو۔ دل کے نگر میں اصلاح کا نور کیسے فروزاں ہو۔ دل کا قلعہ بڑا مستحکم ہے اس کی فصیل بڑی مضبوط اور اونچی ہے کوئی منجنیق ابھی تک ایسی نہیں جو اپنی سنگباری سے اس دیوار میں شگاف ڈال سکے کوئی سکندر، کوئی سیزر، کوئی نپولین، کوئی ہٹلر اب تک ایسا پیدا نہیں ہوا جو دل کی دنیا میں اپنی فتح یابی کا ڈنکا بجا سکے۔

صرف باتیں خواہ وہ کتنی سچی ہوں ان کی فصاحت وبلاغت کا معیار خواہ کتنا بلند ہو باتیں کرنے والے کا لہجہ کتنا سلجھا ہوا ہو یہ باتیں کانوں سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہیں دل کے کان ایسی باتوں کو سننا اور قبول کرنا گوارا نہیں کرتے جب تک قائل کے قول کی تصدیق اس کا عمل نہ کرے۔

عمل میں جتنا حسن وجمال ہوگا، جتنا سوز وگداز ہوگا اور جتنی للہیت ہوگی کنور دل میں اس کی فتوحات

کا دائرہ اسی قدر وسیع ہو گا۔

جب دنیائے انسانیت میں ہر سو گمراہی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا، ظلمات بعضہا فوق بعض کا دلخراش منظر قیامت ڈھا رہا تھا اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش آیا اور اس نے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے قرآن حکیم جیسا صحیفہ رشد وہدایت نازل فرمایا لیکن یوں نہیں ہوا کہ جبرائیل اس کتاب مبین کو بارگاہ ایزدی سے لے آیا اور جبل ابی قبیس کی کسی چوٹی پر رکھ دیا ہو تاکہ اہل مکہ اس کو پڑھ کر گمراہی کی دلدل سے باہر نکل آئیں اور شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو جائیں بلکہ اس دعوت حق کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس دعوت کے داعی کا اہتمام فرمایا گیا، من کی دنیا میں دین حق کا پرچم لہرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آغوش لطف وکرم میں لے کر پروان چڑھایا، ان کی تادیب وتربیت کا اہتمام کیا ارشاد ربانی ہے "الم یجدک یتیماً فاٰوٰی" اے حبیب، تیرے رب نے تجھے یتیم پایا تو اس نے تجھے اپنے آغوش کرم میں لے لیا اس جگہ ارشاد ہے "فانک باعیننا" تو ہماری آنکھوں میں بستا ہے" تو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے تیری جلوتیں اور خلوتیں، تیرے نالہ ہائے شب کا گداز، تیری دعاؤں کا سوز تیرے دل دردمند کی بیقراریاں، تیرے دن بھر کی مصروفیتیں، سبھی کا ہم مشاہدہ بھی کر رہے ہیں اور نگرانی بھی فرما رہے ہیں اور کبھی اسی حقیقت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا "ادبنی ربی فاحسن تادیبی" میرے پروردگار نے مجھے ادب سکھایا اور ادب سکھانے میں کمال کر دیا۔ اس خصوصی تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتجلیہ کے بعد بنی ہاشم کے اس یتیم کو صاحب کتاب بنا کر سارے عالم کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا ارشاد ربانی ہے:۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

یعنی پیغام حق جاننا چاہو تو قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرو اور ان تعلیمات کی دلربائیوں کو محسوس پیکر میں جلوہ فگن دیکھنے کی آرزو ہو تو میرے محبوب کی زندگی کے شب وروز میں مشاہدہ کرو، جس سچائی کا بیان فرقان حمید کی آیات وکلمات کر رہے ہیں تم اس کا زندہ نمونہ ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں ملاحظہ کرو گے کتاب میں جو کچھ پڑھو گے یہاں ہو بہو اس کو دیکھ لو گے سر مو بھی تفاوت نہیں پاؤ گے۔

فارجع البصر هل ترى من فطور : غور سے دیکھو کیا یہاں تمہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے
ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئًا وھو حسیر ۔
ترجمہ : ایک بار نہیں بار بار دیکھو تمہاری نگاہیں تکتے تکتے درماندہ ہو کر لوٹ جائیں گی لیکن تمہیں وہاں کوئی نقص یا خامی دکھائی نہیں دے گی ۔

اسی لیے جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے حضور کے خلق کے بارے میں استفسار کیا تو حضرت صدیقہ نے فرمایا کان خلقہ القران یعنی حضور کا خلق قرآن تھا اتنا جامع اور مختصر جواب حضرت صدیق اکبر کی لختِ جگر جنابہ صدیقہ ہی دے سکتی ہیں ۔

گذشتہ آیات پہ ایک بار پھر غور فرمایئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اس کا لفظی ترجمہ ہے "بیشک تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے "

اسوہ کا معنی ہے نمونہ ۔ یہاں صرف اسوہ نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کو ایک صفت سے موصوف کیا ۔ عربی لغت میں متعدد الفاظ ہیں جو اسوہ کی صفت بن سکتے ہیں مثلاً اسوہ کاملہ اسوہ سامیہ بھی کہا جا سکتا تھا لیکن علیم و حکیم خدا نے اپنے رسول کے اسوہ کی توصیف کے لیے جو وصف منتخب فرمائی وہ حسنہ ہے اور حسنہ کا معنی ہے " ذاتِ حسن" یعنی حسن و جمال والا ۔ اس طرح اس حقیقت کو واضح کیا کہ میرے حبیب کا عمل عام نوعیت کا نمونہ نہیں بلکہ ایسا نمونہ ہے جس میں حسن ہے جس میں جمال ہے جس کی رعنائیوں اور زیبائیوں کے سامنے دلوں کے قفل ٹوٹ کر گرتے چلے جاتے ہیں جس کی اداؤں کے تاؤ سے مخالفت کی چٹانیں پگھل جاتی ہیں ۔

اس تعبیر میں حکمت یہ ہے کہ دل صرف سلطانِ حسن کا حلقہ بگوش اور باجگزار ہوتا ہے اس کا سرِ پندار، فقط محبوب کی دلفریب اداؤں کے سامنے جھکنا جانتا ہے اور سیرتِ مصطفوی میں حسن اپنی تمام جلوہ سامانیوں، اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ سمٹ کر آگیا ہے ہاننے والے جانتے ہیں کہ حسن کے انگنت روپ ہیں، رُخ، زیبا، قامت بالا، چشم غزالیں کے علاوہ راست بازی، ثابت قدمی، شجاعت، سخاوت یہ سب حسن کے جلوے ہیں جو یہاں اپنے پورے شباب کے ساتھ

دکھائی دیتے ہیں۔ حسن کی کسی ادا کا کوئی دلدادہ ہو اور اس کے کسی روپ کا کوئی قدر دان ہو جب بارگاہِ جمالِ مصطفوی میں باریاب ہوتا ہے تو از خود رفتہ ہو کر یہ نعرہ بلند کرتا ہے۔

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

اسی کوچہ میں آکر دل کی دنیا بدل جاتی ہے خوب و زشت کا معیار بدل جاتا ہے۔ سود و زیان کا تصور بدل جاتا ہے پھر وہ دعوتِ حق نہان خانہ دل میں جاگزین ہو جاتی ہے اور انسان بڑے ذوق و شوق سے یوں گنگنانے لگتا ہے۔

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوی فصادف قلبا غالباً فتمکنا

ترجمہ: اس کی محبت آئی اور اس وقت آئی جب مجھے محبت کا مفہوم ہی معلوم نہ تھا اس نے میرے دل کو خالی پایا اور اس پر اپنا تسلط جما لیا۔

یہی وجہ ہے کہ بارگاہِ مصطفیٰ سے فیضیاب ہونے والوں میں ہمیں عربی بھی ملتے ہیں اور عجمی بھی کریم اور نجاح بھی ملتے ہیں اور ضعیف و ناتوان بھی، دولتمند بھی ملتے ہیں اور فقیر و نادار بھی۔ جس کسی میں حسن کے کسی پہلو کے لیے کمی ہوتی ہے وہ یہاں آکر سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ حقیقت شناس، حضور کے صحابہ کرام کی سیرت کے آئینوں میں جمالِ یار کا عکسِ جمیل عیاں دیکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے میں نبوت کا رتبہ جھلکتا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمونہ جتنا خوبصورت اور دلکش ہے اسی قدر وسیع اور کشادہ بھی ہے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے اس میں پروگرام نہ ہو۔ انسانیت کا کوئی روگ ایسا نہیں جس کے لیے اس میں تریاق نہ ہو۔ نہ در تہ ظلمتوں کو کافور کرنا اس کا خلاصہ ہے اس کی برکت سے الائشیں دور ہوتی ہیں، روح کو پاکیزگی اور دل کو طہارت نصیب ہوتی ہے۔ سیرت و کردار میں وہ استواری اور کیبات نمایاں ہوتا ہے جسے پھر کوئی زلزلہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں دے سکتا۔

عبادات، معاملات، تہذیب و تمدن، معاشیات و معاشرت الغرض کوئی میدان ہو اسوۂ حسنہ کا ابرِ رحمت ان پر سایہ فگن ہوتا ہے اور اپنی رم جھم سے موت کی نیند سوئی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار کرتا ہے ان کی نشو و نما کرتا ہے اور زندگی کے دامن کو سوز و نشاط سے لبریز کر دیتا ہے۔

میرے لیے یہ تو ممکن نہیں کہ اس مختصر صحبت میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے

تمام پہلوؤں کا اختصار کے ساتھ ہی تذکرہ کرسکوں۔ البتہ اس گلشنِ حکمت کے ایک دو گلہائے رنگین پیشِ خدمت کرنے کی سعادت ضرور حاصل کروں گا۔ یہ واقعات ہیں جو بالکل سادہ لیکن ان کی تائید سے عرب کے گنوار، صحرا نشینوں کے دل کی دنیا میں ایک تلاطم برپا ہوگیا اور ان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روزہ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں پڑاؤ ہوا مختلف حضرات کو مختلف ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ کوئی خیمے نصب کر رہا ہے، کوئی سواریوں کے جانوروں کے چارہ کا انتظام کر رہا ہے کوئی پانی بھر کر لا رہا ہے کوئی آٹا گوندھ رہا ہے سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے وہاں سے اٹھ کر کہیں چلے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام کچھ دیر بعد حضور کو اپنے میں نہ پاکر بے چین ہو جاتے ہیں متجسس نگاہیں چارسُو تلاشِ حبیب میں سرگرداں ہیں جیسے جیسے تاخیر ہوتی جاتی ہے بے چینی اور اضطراب بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ صحابہ کو دور سے ایک نورانی پیکر نظر آتا ہے اور جب قریب ہوتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران و ششدر ہو جاتے ہیں کہ ان کا آقا و مولا جنگل سے لکڑیاں جن کو ان کا گٹھہ بنا کر اپنے سر پر اٹھائے ہوئے لا رہا ہے صحابہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ حضور نے یہ زحمت کیوں گوارا کی ہم غلام اس خدمت کے لیے کیا کافی نہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سادگی سے فرماتے ہیں تم سب کام کر رہے تھے میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ خود معتبر بن کر بیٹھا رہوں۔ صحابہ کرام جو اس نورانی منظر کو دیکھ کر پہلے ہی مسحور ہو چکے تھے یہ بے تکلفانہ جواب سن کر ان کے ایمان و یقین کو نئے بال و پر نصیب ہو گئے۔

میدانِ خندق کا یہ واقعہ کسے معلوم نہیں کہ اگر صحابہ خندق کھودنے میں مصروف ہیں تو ان کا نبی مکرم بھی ہاتھ میں کدال لیے کبھی پتھریلی زمین کو کھود رہا ہے اور کبھی مٹی سے بھری ہوئی ٹوکری اپنے سراپا یمن و سعادت سر پر اٹھائے باہر پھینک رہا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کی یہی دلفریبیاں تھیں جنہوں نے عرب کے بدوؤں کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا تھا آج بھی اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کی دعوت کو پذیرائی نصیب ہو اور یہ پیغامِ حق دلوں کی دنیا میں ہلچل پیدا کر دے تو اس کی صرف یہی صورت ہے کہ قرآن کی تعلیمات کے حسین خدوخال کو سیرتِ مصطفوی کے شفاف آئینہ میں دکھایا جائے تاکہ جمالِ حق کو وہ اپنی آنکھوں

سے دیکھ لیں اور اس کی فطرت کے آگے سرِ تسلیم خم کر لیں۔ جب تک ہم حضور کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو لوگوں کے سامنے اجاگر نہیں کریں گے ہم نہ اپنے فریضۂ تبلیغ سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور نہ اپنی بات کو لوگوں سے منوا سکتے ہیں۔ نوعِ انسانی کو دینِ اسلام کی جس قدر آج ضرورت ہے اتنی شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ ترقی یافتہ قومیں اپنے تمدن اور ثقافت سے مایوس ہو چکی ہیں انہیں ضرورت ہے کہ وہ اسلام کے چشمۂ شیریں سے اپنی پیاس بجھائیں۔ اس لیے ہر وہ شخص جس کے دل میں انسانیت کے لیے درد ہے جو اپنے بھائیوں کی ضلالت پر گمراہی پر پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے، جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دعوت کے کامل و مکمل ہونے کا یقین محکم ہے اس کا یہ خوش گوار فریضہ ہے کہ اندھیروں میں بھٹکنے والی مخلوق کی رہنمائی کے لیے حضور کی سیرت کو بڑے مدلل اور دلکش انداز میں پیش کرے۔

اس سلسلہ میں **مکتبہ نبویہ** لاہور کے اراکین نے حضرت مولانا جامی کی شواہد النبوت کے بعد ملا معین واعظ الہروی کی معروف کتاب **معارج النبوت** کا خوبصورت اردو ترجمہ قارئین کے لیے طبع کرایا اور ان کے مخلص رفقائے کار تمام خدامِ اسلام کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس عظیم کام کی عظمت اور اہمیت کا احساس کیا اور سیرت کو عام کرنے کا فریضہ ادا کیا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم انہیں اپنی خصوصی توفیقات سے نوازے۔ ان کا ہر قدم منزل کی طرف اٹھے، ان کی کوششیں بار آور ہوں اور نہ صرف امتِ مسلمہ بلکہ اغیار بھی خاتم النبیین کے چشمۂ فیض سے فیضیاب ہو سکیں۔

آمین ثم آمین۔ یارب العالمین بجاہٖ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتاب اور صاحبِ کتاب

اس کتاب نے ادب فارسی میں معارج النبوت فی مدارج الفتوت کے نام سے شہرت پائی۔ مؤلف کا اسم گرامی ملا معین واعظ الہروی تھا۔ سالِ تالیف ۸۹۱ھ سے ۹۰۱ھ تک بیان کیا جاتا ہے موضوع سرکارِ دوعالم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے شب و روز ہیں۔ اندازِ بیان ادیبانہ اور مرصع فارسی کا شاہکار مانا گیا ہے۔ فارسی میں ہزاروں خطی نسخے دنیا بھر کی لائبریریوں کی زینت ہیں اور ایک صدی سے کئی ایڈیشن زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہلِ ذوق کے مطالعہ میں آچکے ہیں۔

فاضل مصنف نے اس گراں قدر اور مفصل کتاب، کو مقدمہ۔ چار ارکین اور پھر تتمہ میں تقسیم کر کے اپنے قلم گوہر بار کے جوہر دکھائے ہیں۔ مقدمہ میں ایک طرف مؤلف کے قلم نے زورِ بیان کے ساتھ فارسی ادب میں الفاظ و معانی کے گلہائے رنگا رنگ بکھیرے ہیں۔ دوسری طرف اپنی محبت و عقیدت کے گلدستے بارگاہِ رسالت میں پیش کر کے اہلِ دل کے لیے فیضان و وجدان کے دریچے وا کر دیئے ہیں۔ ۱۲ تحمیدات۔ ۱۲ مناجات۔ ۱۲ نعتیں۔ ۱۱ خصوصیات۔ ۲۰ فضیلتیں۔ ۲۰ وجوہات امتیاز۔ ۱۰ خصوصیات۔ ۴۰ احادیث اور فضائل درود پاک پر ۱۰ واقعات کے علاوہ ہزاروں اشارات و لطائف بیان کیے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا عنوانات کے تحت فاضل مصنف نے سینکڑوں لطائف، ہزاروں اشارات اور بے شمار اشعارِ نعتیہ کو زیبِ تالیف بنا کر قارئین کے ایمان و ایقان کو مزین کیا ہے۔

رکنِ اوّل:۔ مطلع نورِ مصطفیٰ سے طلوع نور قدس تک کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے نورِ مصطفیٰ کی اوّلین کرن۔ مختلف مدارج اور حجابات کی نشاندہی

جبینِ آدم سے نورِ سید اولادِ آدم کی ضیا ریاریاں صلبِ آدم سے پیشانی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے مختلف مراحل اور مدارج کو بڑے محبت بھرے انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ تاریخ نبوت کے مختلف ابواب پر نورِ مصطفیٰ کی تابانیوں کی کیفیت کو بڑے ہی فاضلانہ اسلوب نگارش سے پیش کیا گیا ہے صبح ازل کی جلوہ فرمائیاں، میثاقِ انبیاء کی پاکیزہ داستان۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اور قَالُوْا بَلٰی کے عہد و پیمان ملائکہ وارواح کی پیدائش، لوح و قلم کی تخلیق، زمین و آسمان کا ظہور، مکان و زمان کے حدود، لیل و نہار کی گردشیں، غرضیکہ جہاں جہاں نورِ مصطفوی کی جھلکیاں دکھائی دی ہیں مصنف کا قلم رنگ بھرتا چلا آیا ہے۔ مسجود ملائکہ سیدنا آدم علیہ السلام کے قالبِ خاکی کی تخلیق، قیامِ جنت، کائناتِ ارضی پر نزولِ آدم، نسلِ آدم کی افزائش، تاریخ انسانی میں مختلف انبیاء کرام کا کردار، طوفانِ نوح کی تباہ کاریاں، خلیل و ذبیح کی قربانیاں، بنائے کعبہ کی داستان، حسنِ یوسف، ید بیضا اور دمِ عیسیٰ کے معجزانہ کمالات۔ غرضیکہ صبحِ اَلَسْتُ سے ظہورِ قدسی تک کے سارے پاکیزہ واقعات اسی رکنِ اوّل کی جان ہیں۔

رکنِ دوم:- کتاب کا یہ حصہ صبحِ ولادت سے غارِ حرا تک کی ضیا پاشیوں پر مشتمل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن، حضرت سعدیہ حلیمہ کی گود، حضرت عبدالمطلب کی شفقتیں، حضرت ابو طالب کی نگاہ تربیت، شہر مکہ کے شب و روز، شام کا سفر، آثارِ نبوت کا ظہور، علماء اہلِ کتاب کی تصدیقات، کائناتِ ارضی پر رحمت کی بارشیں، امین مکہ سے اہلِ مکہ کے تعلقات، تعمیرِ کعبہ میں معیارِ عدالت، خدیجۃ الکبریٰ کی نگاہِ انتخاب، سفرِ تجارت کی برکات غرضیکہ نزولِ وحی تک کے تمام واقعات و کوائف اسی رکن کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

رکنِ سوم:- نزولِ وحی سے لے کر ہجرت کی زندگی عہدِ رسالت کا وہ صبر آزما دور ہے جس کا ایک ایک لمحہ کوہِ استقلال کا مظہر نظر آتا ہے۔ پیغامِ توحید و رسالت کے انوار نے ساری کائناتِ ارضی کو چکا چوند کر دیا۔ حرا کی بلندیوں سے نورِ رسالت کی جو کرنیں پھوٹیں انہوں نے زمین و آسمان کے تاریک گوشوں کو روشن کر دیا۔ سعادت مند دل

دولتِ ایمان سے منوّر ہونے لگے۔ بدبخت روحیں مخالفت کا طوفان بن کر ٹکرانے لگیں۔ یہی وہ دَور ہے جب ابوجہل اور ابولہب کی شقاوتیں عریاں ہو کر سامنے آئیں اور یہی وہ زمانہ ہے جب صدیق و عمر کی صدائیں قدموں پر نثار ہونے کو لپٹیں۔ مشرکین نے ظلم و ستم کے سارے تیر برسائے۔ مگر اہلِ ایمان نے صبر و استقامت کی ساری مثالیں تازہ کر دیں۔ مکی زندگی کے یہ تیرہ سال رکن سوم میں بیان کیے گئے ہیں۔ پھر انسانی عروج کا انتہائی اہم واقعہ معراجِ مصطفوی تھا جسے فاضل مصنف نے بڑی تفصیلی نکتہ آفرینیوں سے پیش کیا ہے۔

رکنِ چہارم:- مدنی زندگی کا زمانہ عہدِ رحمت کہلاتا ہے۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا کے دلنواز نغمے اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کی جاں بخش بشارتیں اسی عہد کی یادیں ہیں۔ بدر و حنین کے معرکے۔ احد و خیبر کی آویزشیں، حدیبیہ کی فتح مندیاں اور فتح مکہ کی عظمتیں اسی رکن کے صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ کعبۃ اللہ میں جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کی گونج اور حجۃ الوداع کے خطبہ میں عربی و عجمی امتیاز کے خاتمہ کا اعلان اسی رکن میں ملے گا۔

خاتمہ:- کتاب کا یہ حصہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات خلاصۂ آدمیاں خاصۂ پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات پر مشتمل ہے جو ظاہری، باطنی، حسّی اور روحانی کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ معجزات کے علاوہ خصوصیاتِ نبوّت، فضائل درود و سلام، فوائد محبت و ایمان اور عشق و جاں نثاری کے مراحل کو فاضل مصنف نے نہایت ایمان افروز انداز سے بیان کیا ہے۔ یہ خاتمہ دراصل کتاب کا لب لباب، اور بارگاہِ رسالت میں ہدیہ عقیدت و تحسین ہے۔

کتاب کی مندرجہ بالا خصوصیات کی بنا پر اسے شہرتِ عامہ ملی۔ زمانہ تالیف سے لے کر ہزاروں خطی نسخے تیار کیے گئے اور دنیا کے مختلف کتاب خانوں کی زینت بنے۔ اہلِ علم کے مطالعہ میں رہے اور پھر اس کتاب کی تحریر دلپذیر اہلِ نظر کی نورِ نظر بنی۔ اور

اہلِ ذوق کی حرزِ جاں بنی۔ اہلِ ایمان نے اسے دل کی غذا بنایا اور اصحاب وجدان نے اسے دل وجان سے خریدا۔ دنیائے علم میں جب سے چھاپے خانوں نے رواج پایا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت نے اپنا مقام حاصل کیا اور سینکڑوں ایڈیشن فارسی زبان میں چھپ کر علمی دنیا میں پھیلے آج تک اس کا اردو ترجمہ زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا تھا۔ مکتبہ نبویہ کے معاونین نے سال ہا سال کی کاوش سے اسے اردو لباس بخشا اور حقیقت یہ ہے کہ جب ترجمہ سامنے آیا تو لوگوں کو یہ گمان بھی نہ ہوا کہ یہ فارسی زبان سے منتقل ہو کر ان کے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔ مترجمین کی قابلیت اور ہنرکاری کی یہ ایک منہ بولتی علامت ہے کہ ترجمہ کو رواں اردو اور سلاست کا رنگ دے کر پیش کیا ہے۔

اس کتاب کے ترجمہ میں علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے (مقدمہ اور تتمہ) مولانا محمد اطہر نعیمی اعزازی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی۔ (رکن اوّل) اور مولانا حکیم محمد اصغر صاحب فاروقی دامت برکاتہم العالیہ (رکن دوم سوم اور چہارم) نے بڑی کاوش کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان حضرات کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے کہ سرکارِ دوعالم کی حیات طیبہ پر ایک معروف فارسی مرقع اردو لباس میں جلوہ گر ہوا ہے۔

صاحبِ کتاب :- حضرت مولانا ملا معین الدین بن مولانا شرف الدین حاجی محمد الفراہی الہروی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ ملا معین الواعظ الہروی (المتوفی ۹۰۷ھ) کتاب "معارج النبوت فی مدارج الفتوت" کے مؤلف ہیں۔ آپ مجالسِ وعظ میں اپنے اثر انگیز مواعظ کی وجہ سے "واعظ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ نثر میں اپنے آپ کو مسکین معین[1] کے نام سے تعارف کراتے ہیں مگر شعری کلام میں صرف "معین" کے تخلص سے مشہور ہیں آپ سلطان ابوالغازی حسین کے عہد کے زبردست فاضل، بلند پایہ مفسرِ قرآن اور نادر الکلام واعظ مانے جاتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ آپکے ہمعصر اور اپنے عہد کے نامور شاعر اور شعلہ بیان شاعر تھے آپ کے بھائی مولانا نظام الدین قاضی ہرات تھے۔ ان کی رحلت پر سلطان حسین نے آپ کو ہرات کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ آپ چونکہ منصب شاہی اور دنیاوی

---

[1] تذکرہ میخانہ باہتمام گلچینِ معانی۔ حاشیہ صفحہ ۷۷،۔

جاہ و جلال کو پسند نہیں کرتے تھے ایک سال کے بعد منصب قضا سے مستعفی ہو گئے۔

آپ کا درجہ علم و فضل اور زہد و تورع میں نہایت ممتاز تھا۔ طبیعت میں بلندی اور دنیا کے علائق سے بے نیازی فطرت میں رچی بسی تھی۔ جامع مسجد ہرات میں مسلمانوں کے کثیر مجمع میں ہر جمعہ کو وعظ فرماتے۔ آپ کا بیان پُر اثر تقریر میں تاثیر اور بیان میں بے پناہ دلکشی تھی جن مجالس میں آپ وعظ فرماتے ان میں وقت کے بڑے بڑے جلیل القدر علماء، فضلاء اور امراء بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ امراء سلطنت کے منصب و مراتب کی پرواہ نہ کرتے۔ بعض اوقات انہیں افعال قبیحہ پر برملا سرزنش کرتے تھے۔ صاحب تاریخ حبیب السیر نے ملا معین کو ان الفاظ میں ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے۔

"مولٰنا معین الدین الفراہی برادر ارشد قاضی نظام الدین بود۔ بسیارے از فضائل و کمالات اظہار وقوف می نمود۔ در زہد و تقویٰ درجہ علیا داشت۔ اکثر خطوط را در غایت جودت بر صحیفۂ تحریر می نگاشت۔ در ایام جمعہ بعد از نماز در مقصورۂ مسجد جامع ہرات وعظ در کمال تاثیر می گفت۔ با عاظم امرا کہ در مجلس وعظ می نشستند۔ ملتفت نمی گشت۔ در وقت نصیحت آں طائفہ سخناں درشت۔ بر زبانش می گذشت و آں جناب بعد از فوت برادر بموجب تکلیف خاقان والا گہر مدت یک سال صاحب قضا بود۔ آں گاہ ترک آں امر داده۔ ہر چند مبالغہ نمودند قبول نفر مود۔ از آثار قلم لطافت نگار مولٰنا معین الدین "معارج النبوت" در میاں مردم مشہور است۔ و اکثر وقائع و حالات سیّد کائنات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات بروایات مختلفہ دراں مسطور و مولٰنا معین الدین از شہور سبع و تسعمائۃ مریض شده در گذشت و در مزار مقرب حضرت باری خواجہ عبداللہ انصاری ہیلوی برادر خود قاضی نظام الدین مدفون گشت۔"[1]

ملا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے پورے چالیس سال وعظ و تذکیر میں گزرے اس طویل عرصہ میں انہوں نے اپنے سامعین کے دامن کو علوم و معانی کے گلہائے رنگا رنگ سے مالا مال کر دیا۔ کلام میں عشق و تصوّف کا رنگ غالب تھا۔ آپ کا مرتبہ شعرائے متصوفین میں عراقی اور مغربی کے مساوی مانا جاتا ہے۔ شعر کا مذاق خاندانی ہے۔ آپ کے والد مولانا

---

[1] تاریخ حبیب السیر جلد سوم صفحہ ۳۳۸

شرف الدین حاجی محمد بھی شاعر تھے اور ان کے اکثر شعر کتاب معارج النبوت اور آپ کی دوسری تصانیف میں ملتے ہیں۔

تذکرہ "مخزن الغرائب" میں ملاّ معین واعظ کی شاعری اور نثری خوبیوں کو سراہتے ہوئے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

"مولانا معین الدین ہروی فاضل تحریر و دانش مند کامل بودہ۔ کتاب "معارج النبوت" و معجزات موسوی (اعجازِ موسوی) و تفسیر قرآن از و در عالم مشہور است۔ در تفسیر آں قدر نکات و عجائبات بیان کردہ کہ در ہیچ تفسیر دیدہ نشد۔ در نظم و نثر کمال مہارت داشتہ۔"

آپ کے شعر کی شگفتگی اور کلام میں رنگ تصوّف کے غلبہ کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم نے آپ کے "دیوانِ معین" کو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا دیوان سمجھ کر اشاعتِ عامہ سے نوازا۔ اور آج تک "دیوان خواجہ معین الدین اجمیری" کے نام سے چھپ رہا ہے[1]

صاحب معارج النبوت ملاّ معین واعظ الہروی رحمۃ اللہ علیہ تصانیفِ کثیرہ کے مالک ہیں۔ انہوں نے جہاں مساجد کے محراب و منبر کی شان کو اپنے زورِ بیاں سے برقرار رکھا۔ وہاں انہوں نے قلم کی رفتار سے اپنی تصانیف، کثیرہ کو مقبولِ عام و خواص بنا دیا۔ ان کی کتابیں اور رسالے بے شمار ہیں لیکن ہماری نگاہ نے صرف ذیل تصانیف کے ناموں تک رسائی حاصل کی ہے۔

۱۔ تفسیر بحر الدّرر۔
۲۔ تفسیر حدائق الحقائق فی کشف الاسرار الدقائق۔
۳۔ واضحہ فی اسرار الفاتحہ۔ (سورہ فاتحہ کی تفسیر)
۴ روضۃ الواعظین فی احادیث سیّد المرسلین (چار جلد)

---

[1] دیکھیے: (۱) مقالات حافظ محمود شیرانی، جلد ششم صفحہ ۱۷۱ — ۱۹۴۔
(۲) رسالہ اردو۔ ماہ جولائی ۱۹۲۴ء۔ (۳) رسالہ اردو ماہ جولائی ۱۹۵۰ء از پروفیسر محمد ابراہیم ڈار یوسف، اسماعیل کالج بعنوان۔ "دیوان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری"۔

۵ - تفسیر سورۂ یوسف -
۶ - اعجاز موسوی (معجزات موسوی)
۷ - دیوان معین -
۸ - معارج النبوت فی مدارج الفتوت -

ملاّ معین الہروی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ (نویں صدی ہجری) نظریاتی اور اعتقادی کشمکش کا زمانہ گردانا جاتا ہے۔ ایران طالع آزما بادشاہوں کی ہوس ملک گیری کا شکار ہو چکا تھا۔ ہرات پایۂ تخت تھا۔ اور ایشیا کا عروس البلاد مانا جاتا ہے۔ مشرقی ایران تیموری سلاطین کے زیر نگین تھا۔ وہ ہرات و سمرقند کے فرمانروا تھے۔ تیموری خاندان کے حکمران شاہ رخ (۸۰۷ - ۸۵۵ھ) میرزا ابوالقاسم بابر (۸۵۶ - ۸۶۱ھ) میرزا ابوالسعید گورگانی (۸۶۱ - ۸۷۳ھ) اور سلطان حسین (۸۷۵ - ۸۹۹ھ) یکے بعد دیگرے تخت ایران پر براجمان رہے۔ دوسری طرف ایران کا مغربی اور جنوبی حصہ ترکمان بادشاہوں کے زیر اثر رہا۔ ان کا پایۂ تخت تبریز تھا۔ شاہ قراقوئنیلو (۸۴۱ - ۸۷۳ھ) حسن بیگ (۸۷۱ - ۸۸۳ھ) اور یعقوب بیگ (۸۸۴ - ۸۹۶ھ) اس علاقہ کے فرمان روا تھے۔ یہ فرمانروا اپنے تاج و تخت کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے سے نبرد آزما رہے۔ ہمارے فاضل مصنف ملاّ معین ہرات کے شہر میں سلطان حسین کے عہدِ ہمایوں میں شہرہ آفاق ہوئے اور یہی وہ دور تھا جو سیاسی قوتوں کی کشمکش کے باوجود علم و فضل کی سرپرستی کے لیے مشہور تھا۔ ملاّ معین کے معاصرین علماء میں سے حضرت مولٰنا جامی۔ مولانا سعد الدین کاشغری (م ۸۶۰ھ) خواجہ عبید اللہ احرار۔ (م ۸۹۵ھ) قاضی عند الحی، سعد الدین تفتازانی۔ سید جرجانی جیسے جلیل القدر علماء اپنے اپنے انداز پہ کام کر رہے تھے۔ علمائے اہلسنت والجماعت) (اشاعرہ) ایک طرف معتزلہ کے ذہین اور طباع علماء کرام کے مقابلہ میں کھڑے تھے۔ دوسری طرف جنوبی ایران کے شیعی مجتہدین جن میں فرقہ امامیہ کے خواجہ طوسی۔ علامہ حلی اور شہیدِ اول جیسے متبحر موجود تھے۔ نظریاتی اور اعتقادی میدان میں نبرد آزما تھے۔ تبریز و عراق میں شیعہ حکمرانوں کی سرپرستی نے شیعہ معاشرت کو فروغ دیا تھا۔ مغربی ایران کے بڑے

بڑے شہر مشہد۔ سبزوار۔ خورستان شیعوں کے بلاشرکت غیرے مراکز مانے جاتے تھے۔ شاہ اسمٰعیل اوّل کے غلبہ کے ساتھ ساتھ شیعہ نظریات سارے ایران کو متاثر کر رہے تھے۔

اس فضا میں مولٰنا معین الہروی کو دینی فرائض کی بجا آوری کا موقع ملا۔ وہ محبتِ رسول کے نقش کو مسلمانوں کے دلوں میں مرتسم کرنے میں کوشاں تھے۔ وہ صحابہ کرام کی عظمت کو تبرہ بازان ایران سے محفوظ کرنے کے لیے تیغ بکف تھے۔ وہ چادرِ عصمت اہلبیت کو خوارج کے نشترِ طعن سے بچانے کے لیے سینہ سپر تھے۔ وہ صوفی تھے۔ اس لیے روحانی اقدار کی حفاظت کے لیے شب و روز کوشاں تھے۔ وہ عظمتِ مصطفٰے کو زندگی کا حاصل خیال کرتے تھے۔ اسی لیے وہ جب حضور کا نامِ نامی زبان پہ لاتے تو ہمہ تن عقیدت و احترام بن جاتے۔ ان کا کلام محبتِ رسول کا ترجمان ہے۔ ان کے الفاظ بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتوں کے موتی۔ صلوٰۃ وسلام کی لڑیوں اور درود و ثنا، کے گلدستوں کو بکھیرتے۔ پروتے اور نچھاور کرتے جاتے ہیں۔ شیعہ ان کی مجالس میں آکر اہلبیت کی محبت پاتے۔ معتزلہ اپنی عقل اور استدلالی تلواروں کو ان کی مجالسِ تصوّف میں سرنگوں کر دیتے اور اہلِ دل ان کی مجالسِ وعظ میں پہنچ کر بے خود ہو جاتے۔

ملّا معین الہروی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے تصوّف میں جس منفرد مقام کے مالک تھے وہ ان کے اشعار اور دوسری تصانیف سے جا بجا نمایاں نظر آتا ہے۔ ایران اور دنیائے اسلام کے بعض دوسرے حصوں میں ابنِ عربی کا فلسفۂ تصوّف اور نظریہ وحدت الوجود خاص طور پر مقبول ہو رہا تھا۔ اکثر صوفیہ اسی اندازِ فکر کے خوگر ہو چکے تھے۔ عطار۔ رومی۔ سنائی۔ مغربی۔ اوحدی اور عراقی کے ہاں جو رنگ پایا جاتا ہے۔ اس سے ملّا معین واعظ کی شاعری بڑی حد تک متاثر ہوئی۔ ان کے معاصرین میں سے جامی اور مغربی وحدت الوجود کے نظریہ کے ترجمان تھے۔ ہمارے فاضل مؤلف کی شاعری بھی یہی رنگ لے کر ابھری۔ وہ اپنے کلام میں جا بجا اسی نظریہ کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔

جمالِ یار می خواہی بذراتِ جہاں بنگر
کہ ہر ذرّہ است مرآتی کزو دیدار می تابد

صفات و ذات چو از ہم جدا نمی بینم
بہر چہ می نگرم۔ جز خدا نمی بینم

ہمہ اوست کے فلسفہ نے ایرانی شاعری اور خاص کر صوفیانہ شاعری کو ایک منفرد رنگ دیا تھا۔ ملا معین واعظ بھی اسی فلسفۂ ہمہ اوست کی ترجمانی بڑے زور سے کرتے ہیں۔

کسے کہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست
حریف خلوت و ساقیٔ خویشتن ہمہ اوست
اگر تو خرقۂ ہستی خویش پارہ کنی
نظر کنی کہ دیدہ زیر پیراہن ہمہ اوست
چہ جائے بادہ و جام و کدام ساقی مست
خموش باش معینی و دم مزن ہمہ اوست

اس فلسفہ تصوف کے بیانِ و اظہار کے باوجود ملاّ معین ایک مقرّر۔ واعظ اور خطیب کی حیثیت سے محراب و منبر کی للکار اور مجالسِ وعظ کا نقطۂ پرکار رہے ہیں۔ وہ اپنے اس کمال کا اظہار اپنے کلام میں بجا طور پر کرتے ہیں۔

گرچہ شاہاں را بہ تخت و تاج زینت می دہند
جلوۂ مسکین معین بر تاج و منبر کردہ اند

بیا بہ وعظ معینؔ رموز عشق شنو
کہ از حکایت او بوئے دوست می آید

خلق گو نبیدم معین این رمز بر منبر مگو!
آہ کیں آتش ہزاراں واعظ د منبر بسوخت

وہ مجالس بیان میں سٹیج (منبر) کے مقام کو خوب جانتے ہیں اور خوب نبھاتے ہیں۔
بایں ہمہ ان کے ہاں تختۂ دار اور منبر کا امتیاز برقرار ہے۔

معینی گر ہمی خواہی کہ سر کش بر زباں رانی
مقامِ آں سر دارست بر منبر نمی گنجد

ان کی مجلسِ وعظ علم و فضل کا اُبلتا ہوا چشمہ تھا جس میں لوگ کثیر تعداد میں آتے۔ اور الفاظ و معانی کے موتیوں سے دامنِ دل و دماغ بھرتے۔ ایسی مجالس کی معنوی افادیت کا حضرت معین کو خود بھی پورا پورا احساس تھا وہ لکھتے ہیں:

خزینیاست مرا پُر ز نقد علم و ادب
کجاست آہ سحر گاہ و نالۂ دلِ شب
بیا بہ وعظ معینی رموزِ عشق شنو
کہ از حکایتِ او بوئے دوست می آید

در مجلسِ مسکین معین یکدم نشیں صد دُر بچیں
بنگر چہ دُر ہائے ثمیں دادہ است دریائے دلم

وہ صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے اور اپنے سامعین کے دل و دماغ پر چھا جانے کا ملکہ رکھتے تھے اور اہلِ علم و فضل کے علاوہ حاضرینِ مجالس آپ کو آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اس کے باوجود ان کے کلام میں انکساری۔ عاجزی اور کسرِ نفسی بہت حد تک پائی جاتی ہے۔ وہ اپنی نگارشات اور اشعار میں اپنے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
"للفقیر معین المسکین" "قال العبد الضعیف مؤلف ہذا الکتاب" "کما قلت فی شعرلی" عربی انداز میں لکھتے جاتے ہیں۔ فارسی زبان میں وہ "چنانچہ فقیر حقیر گوید" "چنانچہ فقیر تو گوید"

چنانچہ فقیر تراسرے درین معنی بخاطرے می گذشت "معین دیوانہ گفتہ است"
اس علم و فضل کے دریا کی زبان سے اس انکساری کا اظہار فاضل مصنف کی عظمت کی بڑی دلیل ہے۔

حضرت ملا معین واعظ الہروی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو سامنے رکھا جائے تو ایک چیز بڑی واضح اور امتیازی نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ عظمتِ مصطفیٰ اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف اظہار کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے قارئین کو اس کی تربیت دیتے ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔ کمالات۔ خصوصیات۔ اور فضائل و شمائل کو بڑی تفصیل سے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس بیان میں وہ عاشقانہ زبان اور ادیبانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے اظہار میں احادیث کے ذخیرہ میں جہاں سے بھی کوئی روایت ملے اسے نہایت عمدہ انداز میں بیان کرتے جاتے ہیں وہ اس سلسلہ میں مستند یا غیر مستند ضعیف یا غریب احادیث کی بحث میں نہیں پڑتے۔ وہ کوچہ حبیب میں پہنچ کر تحقیق و تنقید کا پیمانہ توڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محققین نے ملا معین واعظ کی تحریروں کو عاشقانہ قرار دیا ہے محققانہ کہنے سے اجتناب کیا ہے۔ اور بعض اوقات یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ ملا معین واعظ روایات کے بیان میں تحقیق سے کام نہیں لیتے۔ بایں ہمہ ان کے طرز بیان اور شگفتگی تحریر کے ساتھ ساتھ وہ اس کے اخلاص اور محبت رسول کی بے حد تعریف کرتے ہیں۔

فارسی اور عربی ادب میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر بے پناہ ذخیرہ کتب موجود ہے۔ اہلِ قلم اور اہلِ محبت نے اپنے آقا و مولا کے شب و روز کو بیان کرنے میں بڑی دریا دلی سے کام لیا ہے اور ان تصانیف کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیا ہے جن میں خواجۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بیان ہو۔ عربی میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی الشفاء۔ خصائص کبریٰ۔ زرقانی۔ مواہب المدنیہ۔ جواہر البحار اور فارسی میں مدارج النبوت شواہد النبوت۔ نادر المعراج اور دوسری ہزاروں کتابیں سرکارِ دو عالم کی زندگی کے حالات سے لبریز ہیں۔ مگر معارج النبوت فی مدارج الفتوت اپنے اندر جو سامانِ محبت لیے ہوئے ہے

وہ ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ واقعاتِ معراجیہ کا پورا باب ہے۔ درودِ پاک کے فضائل پر سینکڑوں روایات اور حکایات موجود ہیں۔ خصائص نبوی پر ہزاروں اشارات ہیں۔ فضائل مصطفوی پر سینکڑوں لطائف ہیں۔ کتاب کی ان تمام خصوصیات کو سامنے رکھا جائے۔ تو معارج النبوت کا ایک منفرد مقام تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

عصر حاضرہ میں تصنیف و تالیف کی دنیا میں مغربی ممالک کے اتباع میں ایک روش چل پڑی ہے کہ سیرتِ پاک پر لکھنے والے صرف واقعاتِ زندگی اور ان واقعات کے شب و روز کی تاریخیں بیان کرنے میں بڑا زورِ قلم دکھاتے ہیں مختلف سنین کی نمبر شماری کا نام تحقیق و تفحص رکھ لیا گیا ہے۔ پھر بادشاہانِ جہان کے ماہ و سال بیان کرنے کا نام سیرت و سوانح قرار دیا جانے لگا ہے۔ بہر حال یہ عصرِ نو کا طرزِ بیان ہے اور مستشرقین کا طرزِ نگارش ہے۔ اس اسلوبِ تحریر کی پیروی میں ہمارے بڑے بڑے اردو شاہکار ابھرے دکھائی دیتے ہیں۔ اس اندازِ بیان کا تتبع اپنی جگہ اپنا مقام ضرور حاصل کر چکا ہے۔ مگر متقدمین کے سامنے سیرت نگاری اور خاص کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے حالات لکھتے وقت جو بات سامنے تھی وہ آپ کی خصوصیات، کمالات۔ فضائل۔ محاسن۔ اسوۂ حسنہ۔ اخلاقِ عالیہ۔ عادات حمیدہ۔ اور پھر ان قلبی تاثرات کا اظہار تھا جو بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر مصنف کے قلب و جگر اور نوکِ قلم پر وارد ہوتے ہیں۔ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک ہمارے سیرت نگار ایسے ہی مقاصد کو سامنے رکھتے آئے ہیں۔ ابنِ ہشام۔ ابو اسحٰق مولانا جلال الدین سیوطی۔ علامہ زرقانی۔ علامہ نبہانی۔ جامی۔ رومی اور پھر ہمارے فاضل مصنف ملا معین واعظ الہروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے سامنے یہی اندازِ تحریر تھا۔ انہوں نے سرکارِ مدینہ کی نورانی زندگی کے شب و روز بڑے عشق و محبت سے بیان کیے ہیں۔ واقعات کی وہ چاشنی جو ان عاشقانِ رسول کی نگارشات میں ملتی ہے وہ وقت کے پروفیسروں۔ سوانح نگاروں اور سیرت نویسوں کے ہاں بہت کم پائی جاتی ہے۔

سابقہ نصف صدی کے دوران اردو ادب میں سیرت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد کتابوں کا اضافہ ہوا ہے۔ اہلِ قلم نے اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں اپنے اپنے قلم اور اپنے اپنے

ظرف کے مطابق ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی کی جلدیں لکھ کر ادبی دنیا میں بڑا نام پایا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ اللعالمین اپنے انداز میں بڑی جاندار کتاب ہے۔ ابو الکلام آزاد کی زبان دانی سے حضور کی زندگی پر بہت کچھ سامنے آیا ہے جسے بعد میں غلام رسول مہر نے کتابی شکل میں ترتیب دیا اور اب مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی سیرت رسول پر کتاب کی شہرت طباعت سے پہلے ہی جماعت اسلامی کے حلقوں سے نکل کر قارئین کے ذہن و فکر کو مطالعہ کے لیے تیار کر رہی ہیں۔ یہ ساری کوششیں اردو زبان میں بڑی خوبصورتی اور دلکشی لے کر سامنے آئی ہیں لیکن ایک بات جسے تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں وہ یہ ہے کہ ان حضرات نے حضور کی ذات مقدسہ کو بڑے عامیانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ وہی واقعات کی صحت۔ روایات کی سند سنین کا تانا بانا پھر فضائل مصطفےٰ بیان کرتے وقت پھونک پھونک کر قدم رکھنا۔ عظمت و رفعت مصطفےٰ بیان کرتے وقت حدود کا تعین۔ شمال و جنوب اور تحت و فوق کی حد بندیاں۔ غرضیکہ محبوب خدا کے شب و روز بیان کرتے وقت بھی یہ لوگ دنیائے دوں کے انسانوں کے اخلاقی اقدار کی رفعتوں کا پیمانہ سامنے رکھ کر فخر دو جہاں شہنشاہ کون و مکان کی رفعتوں کو بیان کرتے رہے۔ ان کے ہاں نہ جامی کا سوز۔ نہ رومی کا گداز۔ نہ سعدی کی والہیت۔ نہ نظامی کی حلاوت۔ یہ واقعات لکھنے بیٹھے تو مغربی ادیبوں کا انداز بیان لے کر بیٹھے۔ طرز نگارش پر آئے تو یورپین سوانح نگاروں کا اسلوب نگارش آڑے آیا۔ اور وہ اسی میں کھوئے رہے۔

ان حضرات کی نازش قلم کے ساتھ ساتھ کچھ اہل دل بھی بارگاہ رسالت میں اردو زبان کے بکھرے ہوئے پھول لے کر آگے بڑھے۔ سیرت رسول عربی۔ شان حبیب الرحمٰن۔ ذکر حبیب۔ ذکر الحسین کی ساتھ ساتھ اسلاف کی کتابوں کے اردو تراجم سامنے آئے۔ جامی کی شواہد النبوت، شیخ محدث دہلوی کی مدارج النبوت۔ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ۔ نبہانی کی جواہر البحار۔ قاضی عیاض کی الشفاء اور پھر آپ کے ہاتھوں ملا معین کی معارج النبوت اپنے مخصوص انداز لے کر اہل نظر کے سامنے آئیں۔ دیوبندی مکتبۂ فکر نے اردو ادب میں سیرت رسول پر خاص کام کیا مگر وہ شان مصطفیٰ بیان کرنے میں شکستہ قلم رہے۔ جو انداز محبت بزرگان اہلسنت کے

ہاں پایا جاتا ہے۔ وہ دل میں اترتا جاتا ہے۔ اہل دل اسے حرزِ جان بنا لیتے ہیں اور اہل نظر ان نگارشات کو سرمہ نگاہ جانتے ہیں۔

معارج النبوت اردو کی تسوید و ترتیب میں جس ژرف نگاری اور جان کاہی کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی اس کتاب کی اشاعت کی راہ میں یہ ایک باعظمت چیز تھی۔ ترجمے کرنے والوں نے اپنی مصروفیتوں کے کوہ گراں کو ایک طرف کیا۔ اور شبانہ روز ترجمے کے مختلف مراحل طے کیے ان مراحل کے طے کرنے میں انہیں شبہائے دراز کی خاموشیوں کو اپنے قلم سے آباد کرنا پڑا فارسی زبان کی مخصوص حلاوت کو اردو لباس میں منتقل کرنا پڑا۔ یہ قلم کئی بار رکا۔ اور بار ہا آگے بڑھا۔ الحمد للہ۔ یہ ایک مفصل اور خوشگوار کام حبیبِ کبریا کی نگاہ فیض کے صدقے مکمل ہوا۔

اس زمانے میں کاتب، کا قلم ہیرے کا قلم بن گیا ہے۔ گراں باری کے باوجود صاحبِ قلم کی بے اعتنائی سے کتابوں پر جو کچھ گذرتی ہے وہ ناشرانِ کتاب ہی جانتے ہیں۔ کاتب کا قلم ٹی بی کے بوڑھے مریض کی طرح ~ ہر قدم پر ہے گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا! سالہا سال کے وعدوں کے بعد یہ ایک کتاب مختلف موقلموں کی زد میں رہ کر تیار ہوئی ہے۔ پھر طباعت کے کارخانے اپنے مزاج سے چلتے ہیں۔ تیز رفتاری کے باوجود سست روی کا یہ عالم ہے کہ کئی کئی ماہ گذر جاتے ہیں پھر پریس سے کتاب بازار تک پہنچتی ہے۔

بایں ہمہ یہ ضخیم کتاب آپ تک پہنچی۔ اور الحمد للہ بصد انداز زیبائی آئی۔ اہل دل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تشنہ کام قارئین نے اسے ہاتھوں ہاتھ اٹھایا اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری امیدوں سے کہیں زیادہ اس کی پذیرائی ہوئی۔

اہل علم بہر حال اہلِ علم ہوتے ہیں اور اہلِ نظر کی نظر سے کوئی سقم بچنے نہیں پاتا۔ ہم اپنے اسقام قلم کو حضور سرورِ عفو و رحمت کے دامن میں چھپا کر آپ تک پہنچ رہے ہیں۔ آپ بھی اسقام ترجمہ کو نظر انداز فرمائیں۔ اگر کوئی چیز اچھی لگے تو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

۱۳ را پریل ۱۹۷۸ء
۱۸۱ ریواز گارڈن لاہور

اظہارِ تشکّر

● ۔ شکر ہے ۔ اس ربِّ کریم کا جس نے اپنے فضل عمیم سے یہ کتاب شائع کرنے کی توفیق بخشی ۔

● ۔ رحمت ہے اس نبی رحمت کی جس کی نگاہِ کرم کا صدقہ کتاب معارج النبوت کی اشاعت ہمارے حصّہ آئی ۔

● ۔ فاتحۂ تشکر ہو اس قابلِ قدر مؤلف (ملّا معین واعظ رحمۃ اللہ) کی روح پر جس کے پاکیزہ قلم نے بارگاہِ رسالت پر یہ گہر ہائے تابعدار فارسی زبان میں نچھاور کیے ۔

● ۔ سپاس گذاری ہے ۔ حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے کے لیے جنہوں نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے فارسی معارج النبوت، کا ایک نادر مطبوعہ خوبصورت نسخہ پیش کیا ۔ تاکہ ہم اسے اردو کا رنگ دے سکیں ۔

● ۔ تشکریہ ادا کرتے ہیں ۔ حضرت مولٰنا محمد اطہر صاحب نعیمی اعزازی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی کا جنہوں نے رکنِ اوّل کے ترجمہ کیلئے اپنی مصروف زندگی کے شب و روز کو ہمارے لیے وقف کر دیا ۔

● ۔ سپاس گذار ہیں ۔ ہم جناب حکیم محمد اصغر صاحب فاروقی ۔ مدرس ہارون آباد کے جنہوں نے رکن دوم ۔ سوم اور چہارم کے ترجمہ کے لیے بڑی دیدہ ریزی سے کام لیا ۔

● ۔ ممنونِ احسان ہیں ہم پیرزادہ علاّمہ اقبال احمد فاروقی کے جنہوں نے مقدمہ اور تتمّہ کے تراجم کے لیے شب و روز کے آرام کو اردو ترجمہ کی نذر کر دیا ۔

● ۔ تہہ دل سے قدر شناس ہیں ۔ حضرت صاحبزادہ پیر سیّد کرم شاہ ازہری صاحب شیخ الجامعہ محمدیہ بھیرہ شریف کے جنہوں نے سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر

مقالہ لکھ کر شریکِ اشاعت کرنے کی اجازت دی۔

● ۔ از سرِ نو شکر گذار ہیں پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے لیے جنہوں نے "کتاب اور صاحبِ کتاب" پر ایک مبسوط مقالہ قلمبند کیا اور اسے معارج النبوت کے آغاز میں شائع کرنے کی اجازت دی۔

● ۔ پھر شکریہ ادا کرتے ہیں ان خوش نویسوں کا جن کی قلمیں۔ ان پریس والوں کا جن کی مشینیں۔ ان جلد سازوں کا جن کی فنی صلاحیتیں۔ ان آرٹسوں کا جن کی نقش کاریاں۔ ان تقسیم کاروں کا جن کی اشاعتی دکانیں اور پھر ان قارئین کا جن کی نگاہیں کتاب معارج النبوت کی تکمیل و اشاعت کے لیے وقف رہیں۔

بعون صناع بیچون و مکان فضل خلاق زمین و آسمان

درین زمان برکت اقتران نسخهٔ دین و ایمان گنجینهٔ جواهر ایقان خزینهٔ لآلی اخلاق سید الانس والجان آئینهٔ مکارم حالات خاتم پیغمبران صحیفهٔ محاسن عادات سرور عالمیان علیه و علی آله افضل الصلوٰة والتحیة یعنی

معارج النبوة

في

مدارج الفتوة

مصنفهٔ علامهٔ جلیل فهامهٔ نبیل قدوة المحققین زبدة المدققین محدث کامل مفسر واصل صاحب حالات معنوی مولانا ملا معین کاشفی قدس سره بالحسن الاخروی باهتمام قاضی عبدالکریم ابن المرحوم قاضی نور محمد صاحب

در مطبع نامی گرامی کریمی واقع بمبئی مطبوع گردید

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔

وہ حمد جو آسمانوں کے مختلف طبقات سے لطائف کے صحائف اس کی تقریر کے نقوش سے منقش ہیں، وہ ثنا جو ملکوت کے اوراق کے مدحت وصفات کی تحریر سے مزین ہے

حمدے کہ بر صحائف اطباق نہ فلک — توقیع بر کشیدہ کہ الکبریا لک
حمدے کہ خود رقم زدہ بر صفحہ قدم — کاں را بہیچ حادثہ ممکن نہ گشتہ حک
حمدے کہ جوہریش زند سکۂ قبول — روزے کہ امتحانش دہد جلوہ بر محک

لیکن وہ حمد جسے نبوّت کی بلندیوں کے مدارج پر ترقی پانے والے مختلف اسالیب سے مکمل صناعت کے ساتھ بھی بیان کرنے میں قاصر رہے ہیں اس حمد کی شانِ جلال اور اوصافِ کمال کی بلندیوں تک پہنچنے میں عاجز ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ثنا، کو کماحقہٗ بیان کرنے میں رسالت کے مقامات پر متمکن ہونے والے اپنے جوامع الکلم عبارتوں کے مالک، مجامع الفہم اشارات کے نشانوں کے باوجود میدان ثنا و حمد کے اعجاز تک نہیں پہنچ سکے۔

حمدیکہ صباح ازلش بود طلوع — تا شام ابد نمودہ القاد شموع
حمدیکہ زتقسیم جہاں یافت شیوع — کان شامل نعمت اصول ست و فروع

ایسی تمام حمد و ثنا، بارگاہِ احدیت کے نثار ہے اور اس کی درگاہِ حمدیت کے قربان!

اوّل و آخر بوجود و حیات — ہست کن و نیست کن کائنات

کیست دریں دمیت کہ دیر پائی کوس لمن الملک زند جز خدائی

تعالیٰ شانہٗ و تعظّم برہانہٗ۔ وہ اپنی ذاتِ صمدیت میں مقدس ہے۔ وہ احاطہ نگاہ سے برتر ہے اور اپنی سرمدیت کی بلندیوں میں عقل و فکر کے ادراک سے ماوریٰ ہے۔ وہ اپنی عظمت و جلال میں ہر قسم کے اعراض و جواہر کی تعریف سے منزّہ ہے۔ وہ اپنی قدرت و کمال میں ہر قسم کے اوہام و خطرات کی مناسبتوں سے مبرّا ہے۔

تعالی اللہ عن صنعۃ الرّجال وعن وصف التفرق الوصال
متی ما حل شیٔ فی خیال تقدس ربنا عن ذی الخیال

وہ ایسا واجب الوجود ہے کہ اس کی کبریائی کا سی مرغ، حدوث کے آشیانہ میں نہیں سما سکتا۔ وہ ایسا باسط الوجود ہے کہ اس کے جلال و صفات کی تعریفیں، میزانِ علم اور معیارِ عقل میں نہیں آسکتیں۔

آنجا کہ سراپردۂ اجلال و جمال جانہا ہم دوالہ و زبانہا ہمہ لال
ادراک حقیقتش تعقل کردن زین عقل عقیلہ چوں خیالست محال

معارف کے لطائف کے دبیران باتدبیر جود و کرم کے مدح و ثنا کے نقشبند ان باتقدیر قدسی ارواح کی تختیوں اور اشراق الہٰی کے اوراق پر رشد و ہدایت کی قلموں سے اس کی حمد و ثنا کی تحریریں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس کی جود و سخا کی صنعتوں کے کاریگر اور اس کے کرم و بخشش کے کمالات کے ہوشمند آسمانوں کے نونیلگوں پردوں اور ان سات زمینوں کی وسعتوں اور اس کے رتبہ کے ابتدائی قواعد اور اس کے کمالات کی اساس کی تمہید کے عقدے لکھتے رہتے ہیں۔ مگر حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

ذرات کائنات زبان برکشادہ اند اندر ادائی نکتۂ توحید یک بیک
برذات و بر کمال تو دارد دلالتے آیات کن فکاں ز سما گیر تا سمک

آسمانوں کے صومعوں میں تسبیح گذار اور عالم ملکوت کے گوشوں میں حمد گو۔ اس نیلے آسمان کی معیت میں اور اس زنگار رنگ ایوان کی وسعتوں میں اپنی زبان معجز بیان کو ثنائے کبریائی میں مترنم رکھتے ہیں۔ کائنات کے تمام فصحاء اور ممکنات کے بلغاء اس کی نعت و ثنا میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

زکتم عدم تا فضائے وجود بہستی ہر انکو ترقی نمود!
زتحت الثریٰ تا باوج عُلیٰ بابلاغ حمدش نمود اعتلاء

وہ آفریدگار جس نے اپنی قدرت کی قلم کی نوک سے اور فطرت کے خامہ کی زبان سے علویات و سفلیات پر اپنی ہستی کی تحریریں ثبت کر دی ہیں۔ اس زمین کے گران مہرے کو افلاک مینا رنگ کے مرکز میں متمکن و مزین بنا دیا ہے۔

این طرفہ کہ بر بساط فرمان ہر زمن ست حقہ گرداں

ممکنات کی طرح طرح کی اشیار اور موجودات کے قسما قسم کے حالات کو اپنی حکمت کے تقاضے کے پیش نظر ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت اور شراکت کا رابطہ دے دیا اور اس طرح ان کے ربط و ضبط سے امکان کے رنگوں سے کئی قسم کے نتائج برآمد کیے اور صحرائے شہود اور فضائے وجود سے کئی طرح کے اثرات سامنے آئے۔

ارد و رقم ہفت و چہار آفرین	یک رقمش راحت ہزار آفرین
نہ تتق از روح ہوا کردہ نشر	دامن شاں بستہ بداماں حشر
از پے کار دگر گرے خواستہ	وین گہرین خانہ مہیا نمائے
کردہ بصنع از پئے مردم بپائے	تختہ خاکی بکنارش نہاد !
زاحسن تقویم شمارش نہاد	کوکبۂ چرخ بر انجم نگاشت
انجمن خاک بہ مردم گذاشت	کوکبۂ چرخ بر انجم نگاشت
ساخت زیک قطرہ ز آدم گہر	طرفہ کہ نہ بحر بیک قطرہ در

اس کے وجود کے آفتاب کی تجلیوں کی شعاعیں اور اس کے شہود کے انوار کے شعلے آدم مسجود کی خاک پاک پر جلوہ ریز ہوئیں اور اس کے بحر جود و سخا کے قطرات نے انسانی ارواح کو جسمانی دنیا کے گوشے گوشے میں بار آور کر دیا۔ سلسلۂ عالم کے نظام اور بنی آدم کے امور کے انتظام کو اپنے انبیاء کرام کے وجودِ مسعود اور صوفیائے عظام کے معدلت پرور افکار سے سرافراز فرما دیا۔ اور اس طرح مدارج فتوت کی بلندیوں اور معارج نبوت کی سرفرازیوں پر پہنچا دیا۔

بہ تشریف عزت چو نبواخت شاں	بچرخ بریں جایگہ ساخت شاں
بجذب محبت ازیں سطح فرش	بر آورد شاں پایہ پایۂ بعرش
ز قید طبیعت چو بکشاد شاں	بہ تخت شریعت فرستاد شاں

بیاری ایشاں چو بندی کمر | بود یا ورت داور داد گر
کسے کو کمر بست در کار دیں | کمر بست ہشش سپہر بریں!

ان برگذیدہ انبیاء کے گروہِ عالیہ میں سے ہی سید الانبیاء، سند الاصفیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص الخاص خلعت سے نوازا۔ شریعت کے قواعد کو آپ کی پاکیزہ سیرت سے متصف فرما دیا اور پھر حقیقت و معانی کی ساری باریکیوں کو آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور عاداتِ عالیہ سے وابستہ فرما دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی اعانت اور کرم سے دنیا کے پُرجلال بادشاہوں کی گردنوں کو جھکا کر رکھ دیا۔ کائناتِ ارضی کے فاتحین اور زور آزماؤں کی تلواروں کو سرنگوں کر دیا۔ اور چار دانگ عالم میں "انا نبی السیف" (میں صاحبِ شمشیر نبی ہوں) کا اعلان کیا۔ ابدی شہنشاہی کے جھنڈے اور سرمدی عزت کے عَلَم "آدم و من دونہ تحت لوائی" کا نشان لے کر بلند ہوئے۔ یہ نشان ان رنگین آسمانوں اور عالی بنیاد لاجوردی ایوانوں پر لہراتے رہے۔

محمد شہ لاجوردسریر | کز و گشت ہستی عمارت پذیر
ز دروازۂ شرع رایت فراز | ز گنج فلک گوہر آمائے راز
محیطے چگویم چو بارنج میخ! | بیکدست گوہر بیکدست تیغ
بگوہر جہاں را بیا راستہ | بہ تیغ از جہاں داد دین خواستہ
کلید کرم بود در روزگار | کشادہ بدو قفل چندین حصار
فراخی بدو دعوت تنگ را | گواہی بر اعجاز او سنگ را

حقیقت یہ ہے کہ صلوات طیبات کی خوشبوئیں جو روضۂ رضوان کے پُرفضا تختوں سے ہو کر جان و دماغ کو معطر کرتی ہیں اور صلوٰۃ و سلام کی وہ شعاعیں جو اربابِ وفاق کی دستوں کو چھو کر آتی ہیں وہ کائنات ارضی کے آفاق اور ستاروں کو روشنی بخشتی رہتی ہے۔

سلامے چو نسیم گل بہاراں | کہ آید از گلستاں مشک باراں
درودِ روح پرور چوں گل تر | کہ گرداند دماغ جاں معطر

دل و جاں کی گہرائیوں اور روح و رواں کی عقیدتوں سے اس سلطان دار الملک نبوت و رسالت اور شہنشاہ عالی تختِ فتوت و بسالت کے روضۂ منور اور تربتِ معطر پر تحفۂ درود و سلام حاضر ہے۔

اس بارگاہ دین پناہ اور محرم خلوت کدہ، لی مع اللہ شہسوار میدانِ افلاک اور زیب بخشندہ تاج لولاک
یں ہدیہ سلام پیش ہے۔

سلیماں قدر دارالملک لولاک — جنیت راں تہ میداں افلاک
فراز ہفت مسند چار طاقش — حریم حضرت عزت و تاقش

آپ آسمانِ رسالت کے خورشید ہیں ایوانِ جلالت کے جمشید جاہد الکفار کے میدان کے
سپہ سالار ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار کے فرماں فرما ہیں۔ دنیٰ فتدلّٰی کی وسعتوں کے
بلند پرواز شہباز ہیں فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مکانِ عالی شان کے صدر نشین ہیں۔
فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کے باوقار راز دار ہیں۔ ولقد رأی نزلۃ اخریٰ کے صاحب یقیں
ہیں اور وما ینطق عن الھویٰ کے طوطی شکر لب ہیں۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ کے عندلیب
خوش نوا ہیں صلّی اللہ علیہ وسلم۔

زدہ ز کونین — بر درگاہِ خاص قاب وقوسین
ہم حضرت ذوالجلال دیدہ — ہم سرِّ کلام حق شنیدہ
از قربتِ حضرت الٰہی — باز آمدہ آنچناں کہ خواہی
آوردہ برات رُستگاراں — از بہر چو ما گنہگاراں!
مارا چہ محل کہ چوں توشاہے — در سایۂ خود دہد پناہے

اور اس ذات والاصفات کی نعت بیان کر رہا ہوں کہ جس کے بلند و بالا جھنڈے
کسریٰ کے ایوان کی بلندیوں کو شرما رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ان جھنڈیوں کی سربلندیوں نے قیصر و
کسریٰ کے محلات رفعت کو خاک نگوں کر دیا ہے۔

افتادہ ز رفعتِ تو کسریٰ بر کنگرہ ہائے طاق کسریٰ
در دور تو مہ بہ چرخ اخضر بشکست چہ جائے قصر قیصر

اتنے فصیح زبان کہ معرکۂ فصاحت میں اَنَا اَفْصَحَ (میں دنیا بھر سے زیادہ فصیح اللسان ہوں) کا اعلان کیا۔ فصاحت و بلاغت کے جنگل کے شیر لرزہ براندام ہو گئے۔ آپ نے اپنے اعجاز و اقتدار کی انگلیوں سے ان فصیح انسانوں کے ناموں پر عجز و اضطرار کی مُہریں ثبت کر دیں۔ وہ شیریں بیان کہ صباحت و ملاحت کی جلوہ گاہ میں جب اَنَا اَملح (میں سب سے زیادہ شیریں سخن ہوں) کا دعویٰ کیا تو یوسف کنعانی کے حسن و جمال کے سارے افسانے بھُول گئے ؎

زنورِ حسنِ رُخش پرتوے بہ یوسف تافت بمصر خوبی ازاں منصبِ عزیزی یافت
چو شد مسخر صیت جمال او آفاق حدیث یوسف و حسنش بچاہ غرب نتافت

اتنے مبارک قدم کہ آپ کی آمد کی وُہ خبریں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی زبان سے بطور بشارت و تکریم سُنی جا رہی تھیں اور وہ اذکار جو توریت و انجیل اور زبور میں پاتے جاتے ہیں ایک ایک کر کے صحیح ثابت ہُوئے ؎

وھو الذی ببیانہ ولسانہ ھدی الانام تنزل التنزیل
عن فضلہ نطق الکتاب وبشرت بقدومہ التوراۃ والانجیل

بلکہ ابھی تک ابدالآباد کے منشی قدرت نے اختراعِ عالم کے اوراق پر "اول ماخلق اللہ تعالیٰ القلم"، لکھا ہی نہیں تھا اور ابھی تک حواشیِ وجود و عدم پر موت و حیات کے حروف بھی نہ لکھے گئے تھے نقشبند قدرت نے حکمت کے صفحہ لوح پر سب سے پہلا نقطہ اس ذات قدسی مآب کے اسمِ گرامی کا نقش کیا جو "اوّل ماخلق اللہ تعالیٰ نوری" (سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا) کا مستحق ہے۔ عاطفت و محبت کے ساقی نے جو بیابانِ محبت کا بادہ پیماہے وجود کے نورِ مطہر کو ابھی تک وہانِ جود میں رکھا بھی نہ تھا اور میثاق کے شراب ناب کے ساقی نے ابھی تک الست کا پیالہ حریفانِ سرمست کی مجلس میں اور عاشقانِ جاں برکف کی محفل میں پیش بھی نہیں کیا تھا کہ سرکارِ مدینہ کی شفاعت کے

تشنہ لبوں اور آپ کے ہجر و فراق کے سوختہ لبوں کو آپ کی رحمت و شفقت کے چند قطرے عطا فرما دیے گئے تھے اور بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (وہ مومنوں پر رؤف رحیم ہیں) کا اعلان فرما دیا گیا تھا۔

محمد چو شاہ ست و عالم چو خیل | کہ مقصود او بود و جملہ طفیل
صلاتے کرم چونکہ در دادہ شد | جہاں جملہ از نور او زادہ شد
بمہانیِ پیش گاہِ اَلَست | طفیلی خورِ خوان او ہر کہ ہست
خدائے کہ ہستی نمودار کرد | ز بہر وے ایں سکہ برکار کرد
سپہرے بیاراست مانند باغ | ز نور وے افروخت درو ے چراغ
ز باغِ رخش ہست بستان گلے | دراں باغ روح الامین بلبلے
زمین تا فلک یک غبارِ رہش | ازل تا ابد یک تماشا گہش

لاتعداد درود و سلام آپ کی آل، اصحاب، خیل و احباب اور آپ کے متابعان و احباب پر ہو۔ جن کے وجود اور نور شہود سے اس ملت اسلامیہ کا ایوان اور شریعت بیضاء کا محل روشن اور درخشاں ہے انہی کی مساعی جمیلہ اور خدمات عالیہ کی وجہ سے بدعت و جہالت کے کانٹے اور شرک و ضلالت کا غبار دین مبین کے میدان سے دور ہو گئے ہیں۔

علی اٰلہٖ واصحٰبہم تحف التحایا | من اللہ الذی خلق البرایا
ما طلع النجم من السماء | ونجم اطلع من بسیط الغبرا

اما بعد جب قادر مطلق اور خداوند اعلیٰ جلّ ذکرہ وعمّ برّہ

کہ او بود با او نبود ہیچ چیز
ہمانا کہ اکنوں ہمانست نیز

ابھی تک اپنے تختِ غیب و عزّت پر جلوہ فرما تھا۔ اپنی عظمت و جلال کے کبریائی پردوں کے پیچھے ہی تھا ابھی تک حجاب و اخفا کے نقابوں میں ہی تھا اور کنتُ کنزاً مخفیاً (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا) حضرت رومی فرماتے ہیں: ؎

نبود ہیچ کسے غیر او بملکِ وجود | زچشم غیر ازاں روئے گنج پنہاں بود

ہی تھا تو اُس نے چاہا کہ اپنے انوارِ مقدس جو چون وچرا کی کیفیت سے معرّا تھے ۔ خفا و مکنون کے باطنوں سے اٹھا کر ظہور و جلوہ کے افلاک پر نمایاں کرے اپنے فضل و الوہیت کے افق اور اپنی رحمت و ربوبیت کے مطلع پر اپنے جلال و جمال کی صفات کی چند شعاعیں ظاہر فرمائیں فاحببتُ اَن اُعرفَ (میں نے چاہا کہ اپنا تعارف کراؤں) کی توضیح کرنا چاہی تو اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے موجودات کے ابتدائی آثار ظاہر کرنے شروع کیے فخلقت الخلق لِاُعرفَ (میں نے خلق کو پیدا کیا کہ مجھے پہچانا جائے) اپنے صفات اعلیٰ اور اسماءِ حسنیٰ کو کون و مکان کے مظاہر میں جلوہ گر فرما دیا ؎

اے پرتوِ جمال تو ذرات کائنات ہر ذرّہ راز نور تو آیات بیّنات
بر صفحۂ وجود بجز نقش تو نبود ذات تو مینمود ز آئینہ صفات

اس کے بعد موجودات کی ہر جنس کو پیدا فرمایا جانے لگا ۔ ہر چیز کے اسماء اور ان کی صفات نمودار ہونے لگیں ۔ دائرۂ ایجاد کی تکمیل ہونے لگی ۔ انسان کی زندگی کے آغاز کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات و موجودات کے دائرہ کا نقطۂ کمال اور اُس کے فضل و افضال کے محیط کا مرکز تو حضرت انسان ہی تھا اس کے وجود کا غنچہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی نسیم جانفزا سے گلستانِ فطرت میں کھلنے لگا ۔ اس کے قصرِ وجود میں اس کے فضل و کرم کی پرورش سے وخمّرت طینۃ آدم بیدی (میں نے حضرت انسان کے خمیر کو اپنے دست قدرت سے تیار کیا گیا) پھلنے پھولنے لگا ؎

تیغ قضا خامۂ فطرت شگاف بر ورق صنع بسرعت شتافت
صورت ہر نیک و بدی در کشید بار خطے در ہمہ اندر کشید
راتبہ چوں نوبت آدم رسید صورت خود بر ورقش برکشید
ساخت برائے رُخِ زیبائے خویش آئینہ بہر تماشائے خویش
عشق چو شد صیقل و جان آینہ نورِ خدا تافت ازاں آینہ
آینۂ کان شدہ منظور او گم شدہ آئینۂ در نور او

مخلوقات کی ان تمام اقسام و انواع کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و

رُسل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اربابِ بصیرت کی عالمگیر رائے اور اصحاب اسرار کے عقدہ کشا ذہنوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صحیح استفاضہ کی بنیاد تو انبیاء کرام کا وجود ہے۔ فائدہ رساں اور فائدہ حاصل کرنے والے کے درمیان جو واسطہ ہوتا ہے وہ اللہ کے اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہونا ضروری ہوتا ہے اور انبیاء کرام کے وجود میں تقدیس و تنزیہہ کی جو فطرت ہوتی ہے وہ علائق بدنیہ اور قیود بشریہ کے باوجود مبداء فیاض سے روحانی تعلیمات کا ذریعہ بنی رہتی ہے وہ اپنے جسمانی تعلق کی بنا پر روحانی تعلیمات کو بنی نوع انسان تک پہنچاتے رہتے ہیں ؎

پس فرود آیم من از چرخ بلند
تا شکستہ پائیگاں بر من تنند

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام اللہ اور مخلوق کے درمیان خط وسط اور حدِ مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے دلوں کی حرارتوں کو غیب الغیب کے انوار کے مطلع سے غیر اللہ کے تعلقات کی کدورتوں سے محفوظ رکھتے ہوئے انس و محبت کے اسرار سے مامور کرتے رہتے ہیں دینِ قیم کے متابعان کو اور راہِ مستقیم کے راہ رؤوں کو جہالت کے اندھیروں سے آبِ حیاتِ معرفت کے سرچشموں تک لے جاتے ہیں اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ط

یوں معلوم ہوتا ہے کہ مدارج جلال اور مدارج اقبال اہلِ فضل و کمال کی متابعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے اور اللہ کے برگزیدہ حضرات کے اخلاقِ حسنہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے اخلاق عالیہ کا حصول ناممکن ہے۔ حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے: ؎

اگر با خویشتن عمرے بسر در راہ او پوئی
نہ از مقصد نشاں یابی نہ ایں رہ را کراں یابی
زخاکِ دامن مردے بچشم جاں کشش گردے
کہ تا زیں چشم نورانی نشان بے نشاں یابی

چونکہ انبیاء کے اخلاق کریمہ کے حاصل کرنے کے لیے صوفیاء کرام سے راہنمائی ضروری ہے

یہ لوگ کمالِ الٰہی کا مظہر اور جمالِ خداوندی کا مطلع ہوتے ہیں۔ یہ بات ممکن نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطفِ عام سے طریقِ نجات کے مقتدیوں کے درمیان اور وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اصحابِ علم) کے قافلہ سالاروں سے حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین، قرۃ العین آدم و آدمیاں، درۃ التاج عالم و عالمیان درگاہِ حبیب کے ادب آموختہ کے امام الادب اور لی مع اللہ کے مقربین کے معلّم کو فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تعلیم سے مکرم نہ کرے اور کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا کی عزت نہ دے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ جمیع الانبیاء، وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ ہداۃ الطریق الاہتداء کو اپنی تمام ہدایات کی خصوصیات سے نوازا اور اپنی خاص محبت سے مخصوص فرمایا۔ پھر آپ کی ذاتِ جلیلہ کو کمال صفات اور بے پناہ تعریفوں سے مزیّن فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع کو ہی اللہ تعالیٰ کے قُرب اور وصال کا ذریعہ بنایا۔ حضور کی خدمت کے ابتدائی قواعد اور آپ کی اتباع کے اصولوں میں ہی اپنا محبوب اور مطلوب ہونے کی بشارت دی اور اعلان فرمایا: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (آپ کہہ دیجیے اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرنے کے خواہاں ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمھیں محبوب بنالے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دیگا) چنانچہ نجات کے راستے پر چلنے والوں اور ذاتِ الٰہی کے انوار یافتگاں کے لیے سید السادات وسند السعادات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی صفات کی اتباع ہی معیار ہے۔ ؎

راہ روے کو بطریق صفا — رفتہ قدم بر قدم مصطفیٰ
ہر قدمش بر سر گنج قدم — بستہ بران گنج نہانی علم
بر در او ہر کہ ارادت نمود — زندۂ جاوید شد ار مردہ بود
در بن ہر کس تن او جاں شدہ — نفس کہ دیوست مسلمان شدہ

چونکہ اِس سلطانِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آپ کے اخلاق و شمائل، آداب و فضائل، صفات احوال کے بغیر تصوّر نہیں کی جا سکتی تھی چنانچہ سیرت نگاران اسلام، تذکرہ نگارانِ محبوبِ خدا نے صحاح میں سے صحیح احادیث جمع کیں۔ اخبار و آثار کو ایک ایک کرکے تلاش کیا اور اس بے بہا خفیہ خزانے کا ایک ایک موتی جمع کیا اور اپنی تمام توجہات کو

اس عظیم کام پر لگا دیا گیا کہ دین کے مراسم کو زندہ کیا جائے اور یقینی واقعات کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے اور اس طرح مستند اور جامع کتابیں ترتیب دی جانے لگیں۔ ان کتابوں میں تحقیق کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، احوال، صفات و شمائل، خصائل اور خصوصیات کو جمع کیا گیا۔ چنانچہ آپ کی پسندیدہ عادات اور اخلاقِ حسنہ اور سنّت نبویہ کو خواص و عوام کی ہدایت وارشاد کے لیے یکجا کر دیا گیا۔ شریعت عالیہ کے راستوں پر چلنے والوں اور ملت بیضائے اسلامیہ کے مسالک پر چلنے والوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت اور محبت کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے آپ کے اخلاقِ حسنہ کی مختلف طریقہ سے درجہ بندی کر دی اور نشان دہی کر دی کہ فلاں فلاں عادات کی اتباع واجبات میں سے ہے فلاں فلاں خصائل کی اتباع فرض کفایہ ہے فلاں کی اتباع اعمال حسنہ میں اضافہ کا موجب ہے۔ ہزاروں آفرین اور سینکڑوں مبارک کے مستحق ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے ایسی نفیس عادات کو زمانہ کے لیے مشعلِ راہ بنایا اور ایسے ایسے عمدہ اخلاق کو انسانی زندگی کی رہنمائی کے لیے ہماری عملی زندگی کے سامنے لا رکھا۔ ؎

نشاند ازاں مرد دہقاں درخت ۔۔۔ کہ تا بہرہ یابد از و نیک بخت
ازاں سازد آئینہ صاحبِ نظر ۔۔۔ کہ تا حسن خوباں شود جلوہ گر
شہے کو ہمہ بر سرِ زر رود ۔۔۔ نہد گنج و مفلس توانگر شود

ز گنج تو سرمایہ برداشتند
ز جود تو رایت برافراشتند

ایسے ہی تبعین میں سے ایک یہ فقیر بے بضاعت اور بندۂ بے استطاعت المعتصم بحبل اللہ المتین العبد الضعیف المستکین معین المسکین بلغ اللہ مناہ وجعل اخراہ خیرا من اولاہ ہے۔

میں نے ایک عرصہ تک احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ تاریخ کی کتابوں کو دیکھا۔ مستند روایات و اسانید کو جانچا اور پرکھا اور عوام الناس کے وعظ کے لیے میں نے

شہر ہرات (اللہ اسے آفات زمانہ سے محفوظ رکھے) میں لبساطِ انبساط کی بنیاد رکھی - میرا یہ معمول تھا کہ ہر نماز جمعہ کے وقت ہرات کی عظیم الشان جامع مسجد میں اپنے آباء و اجداد کے منبر پر بیٹھ جایا کرتا - اگرچہ مجھے وعظ و ارشاد کی وُہ قابلیت اور اہلیت حاصل نہیں تھی جو میرے آباء و اجداد کے ہاں پائی جاتی تھی تاہم صاحب بصیرت کے دلوں کے صفحات پر اپنے بیان اور تقریر سے تفسیر قرآن کے نقوش نقش کرتا گیا - اوامر و نہی کے وُہ احکامات جو وحی اور الہام نے ہماری جانوں کے پیالوں اور روحوں کے جام میں ڈالے تھے - پند و نصائح کے معجون کے ساتھ دوائی کی حیثیت سے عوام کے ذہنوں میں انڈیلتا گیا - اس طرح غفلت کی بیماری کے سرد مزاج صحت یاب ہوتے گئے - اس دنیا کے اندھیروں کے پردوں میں بھٹکنے والوں کو اس وعظ و تقریر سے روشنی ملتی گئی - اس طرح رشد و ارشاد کے دروازے کھلتے گئے اور وُہ مقاصد حاصل ہوتے گئے جن کے لیے ہم لوگ آگے بڑھے تھے ؎

چو مستانہ در بزم مستاں شدم — بجاں ساقی مے پرستاں شدم
بہ پیمودم از جام گفت و شنید — شرابے بمستان هل من مزید
ازاں مے کہ جانہا طرب می کند — ز خمخانۂ من طلب مے کند
کسے کوز جامم شرابے چشید — ز مستی چناں شد کہ خود را ندید
برقع کشائی بہ ہنگام بار — بود عاشقاں را بمشاطہ کار
ز معشوق برقع بر انداختن
ز عاشق بپایش سر انداختن

اس مجلس عام اور اجلاس وعظ سے فارغ ہوتا اور اپنے خلوت کدہ میں مطالعہ کے لیے بیٹھتا تو سارا وقت نفیس کلام اور اعلیٰ علمی نکات لکھتا جاتا - اس طرح میرے پاس مسودات کے چند ایسے نسخے جمع ہو گئے جن میں لطیف ادبی عبارتیں اور بڑے بڑے عالمانہ نکات تھے ایسے مسودات میں سے ایک تفسیر قرآن کے موتیوں کا خزینہ تھا - ایک اربعین مسمی بہ روضۃ الواعظین فی احادیث سید المرسلین کی چار جلدیں تھیں - ان دو عظیم کتابوں کے علاوہ چند اور مسودات بھی تیار ہو گئے جن میں اچھی اچھی حکایات، مجالس میں سنانے والے قصے،

ذکر و اذکار کے مجموعے تھے۔ انہی حالات میں ایک عظیم عالمِ دین نے جو علم و کمال اور عزّ و جلال میں حسباً نسباً اپنے زمانہ کے شہرہ آفاق تھے اور عوام و خواص کے مرجع تھے۔ اس فقیر کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو ترتیب دینے کے لیے تیار کیا۔ اگرچہ میں اس عظیم کام کے اہل نہیں تھا اور اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے معذرت کرتا رہا مگر وہ مجھے بار بار اس کام کو مکمل کرنے پر زور دیتے رہے حتیٰ کہ آپ کے اصرار پر اس عظیم کام کے لیے آغازِ ماہِ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ میں آمادہ ہو گیا اور ان تقاریر و بیانات کو بنیاد بنا کر جو میں مجالس ذکر اور اجلاس عام میں بیان کیا کرتا تھا تحریر کرتا رہا۔ چنانچہ میں نے چند مجالس صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ہی لکھیں اور مجالس ذکر میں عوام و خواص کے سامنے بیان کیں۔ اس طرح پچاس مجالس کے اذکار و بیان کو روز بروز جمع کرتا گیا۔ میں وقت کے متبحر علماء کرام کی خدمت میں پیش بھی کرتا رہا اور اُن کے مطالعہ میں لاکر اپنے احساسات اور خیالات کو اُن کی تائید و توفیق سے موید کراتا رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی امداد اور توفیق سے اور حضرت رسالت پناہی کی نگاہِ کرم سے یہ کام آگے بڑھتا رہا۔ چونکہ یہ تحریریں قرآن پاک کی آیات اور الکلام یجری الکلام (افسانہ از افسانہ می خیزد) بات سے بات بنتی رہی، نکتہ سے نکتہ نکلتا چلا گیا۔ تفسیر قرآن کے اشارات، سیرتِ رسول کے واقعات، قرآن پاک کی حکمتیں، لطیف عبارتیں، نفیس اشارات جمع ہوتے گئے۔ تحقیق و تفحص کا کام ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ مستند کتابوں اور جامع نگارشات کے حوالے ملتے گئے۔ دلائل و حقائق کو جمع کرتا گیا۔ وہ مردم شناس ناقدین اور وہ گوہر شناس ادیب جن کی عمریں تنقید و تبصرہ میں گزری تھیں اُنھوں نے تسلیم کیا کہ اس قسم کی لطیف حکایات اور پسندیدہ کلمات بہت کم سننے میں آئے ہیں۔ ان کی دلچسپی بڑھی اور وہ میری تحریروں کو بغور سننے لگے۔ اطراف و اکناف سے طالب علم آنے لگے وہ ان واقعات کی تحقیق کے لئے دُور دُور سے آتے اور نہایت ذوق و شوق سے حضور پاکؐ کے اخلاقِ حسنہ اور حیاتِ طیبہ کے واقعات و مشاہدات کو سنتے اس طرح زمین کے کونے کونے سے اہلِ علم جن کے علمی رشتے افلاک کی بلندیوں تک پہنچے ہوئے تھے جمع ہونے لگے بایں ہمہ انہیں حضور خاتم النبیین کی نبوت کی بلندیوں کے مدارج اور رسالت کی رفعت کے مقامات سے ابھی ناواقف تھے۔ انہوں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوضاع پسندیدہ اور اطوارِ حمیدہ کو اس انداز میں مرتب پایا تو ان کے مقاصد پُورے ہوتے نظر آئے چنانچہ ان حضرات نے اس مسکین کی مجلس کو رونق بخشی اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، شمائل، اطوار بیان ہوتے۔ حضور سیّد انس وجاں کی نعت وثنا اور آپ کے کمالات وفضائل کا ذکر ہوتا۔ اس طرح وہ اس مجلس کو نہایت شوق و ذوق سے سُنتے۔ بعض اوقات تو اُن کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوتا اور بعض اوقات نادرہ نکات اور واقعات کو سُن کر انگشت بدنداں ہو جاتے اور داد تحسین نچھاور کرتے ؎

مجلس آراستہ چوں بزم قدس | مست حریفاں ہمہ از جام انس
بزم نشاطے کہ فلک رشک برد | نقل ز دل داد و مے از اشک برد
نغمہ مستاں بصبوح الست | معرکہ بزم ملائک شکست
غلغل تسبیح و خروش درود | اہل دلاں پردہ نوازیں سرود
بزم بقا بود و مے باقیش | درخور رنداں و معین ساقیش

بادہ بد انساں بقدح ریختم
کز دل مستاں فرح انگیختم

ایک عرصہ کے بعد یہ نورانی مجالس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت سے مکمل ہوئیں اور وہ چند فقرے جو برسم ذکر بیان احاطۂ تحریر میں آتے گئے ایک دفتر بن گیا اور منتشر اوراق ایک جامع تصنیف بن گئی۔ ذوق و شوق کے اشعار جمع ہو کر تالیف وتصنیف کا ایک حصّہ بن گئے۔ میرے بعض عزیز جو زمرہ اہل قلوب سے تعلق رکھتے تھے جو غیوب کے انکشافات پہ دسترس رکھتے تھے جنہیں صوفیہ کی عقیدت کی شراب کی لذت سے حصّہ ملا تھا جن کے مذاق میں روحانی بالیدگی موجود تھی جن کے دماغ عالم قدس کی خوشبوؤں سے معطّر تھے جنھیں محبتِ الٰہی کی خوشبو حاصل تھی، اُنھوں نے از روئے ارادت ان مجالس سے بعض نکتے اخذ کیے تھے جو ذکرِ حبیب کبریا اور سیرتِ مصطفیٰ سے معمور ہُوا کرتی تھیں۔ انھوں نے میلاد النبی کی ان پاکیزہ مجالس کے اذکار سے متاثر ہو کر کہا: اے معین! اگر یہ اوراق

منشورہ اور بہ بکھرے ہُوئے موتی جو بڑی محنت سے جمع کیے گئے ہیں اور بڑی ادق کتابوں اور مشکل مضامین سے اخذ کیے گئے ہیں اگر انھیں یکجا جمع کر کے مبسوط و مربوط نہ کیا گیا اور مسودات سے کتابی صورت میں ترتیب نہ دیئے گئے ان الفاظ، کلمات اور علیحدہ علیحدہ جملوں اور عبارتوں کو خلعتِ ترتیب و ترصیع نہ پہنایا گیا، فصحاء کے طریقہ پر اور بلغاء کے انداز پر اگر ان مطالب ومعانی کو نظم و نثر، لف ونشر کا لباس نہ ملا اور لطائف کے زیور اشارات کی خوب صورتی، نکات کی خوب صورتی، تحقیقات و تمثیلات کی زیبائش، تخیلات و تدقیقات کی ترتیب میسر نہ ہوئی تو عوام و خواص اس نعمت سے محروم رہ جائیں گے۔ چنانچہ ضرورت اِس امر کی ہے کہ اسے ہر صورت میں مقبول انام اور مطبوع طباع خواص بنا کر پیش کیا جائے۔ بایں ہمہ فقیر کو بعض اوقات اپنی کم علمی سے خوف اور ناقابلیت سے خدشہ تھا۔ بعض اوقات کثرتِ کار حائل ہوتی بعض اوقات ہجوم مشاغل مانع ہوتا، کبھی علماء کا یہ جملہ سامنے آتا خلف المنسل من التف۔ کبھی مشہور مثال من صنّف قد استهدف کے پیشِ نظر شرم آتی۔ تاہم اس ذہنی کشمکش کے دوران اپنے رب کریم سے استخارہ لیا۔ اپنے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی۔ اس منظوری کے بعد دوستوں اور عزیزوں کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ؎

بطالعے کہ تفاخر کند بر آں انجم
بساعتے کہ تقاضا کند بدان تقویم

چنانچہ میں نے قلم اٹھایا اور صفحۂ روزگار کو خامۂ مشکیں سے مزین کرنے لگا۔ لہٰذا دوستوں کی موانست کے لیے بہت سے حقائق کو صفحۂ قرطاس پر لانے لگا ؎

ان اثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا الی الاثار

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس نسخہ محررہ اور سیرت طیبہ کے مجموعہ کو بہ نظرِ تحقیق دیکھا گیا اور عبارتوں کو غور سے دیکھا گیا تو اس کے الفاظ سحری کے کھلے گلاب کے پھولوں کی خوشبو ثابت ہوں گے۔ اگر اس کے اشارات پر نگاہ کی گئی تو بھیگی ہوئی کلیوں کی

بھینی بھینی خوشبو سے زیادہ معطر پائیں گے۔ اس کے آغاز و اختتام فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ کی نسیم جانفزا ملے گی۔ اِس کے مطلع اور مقطع سے بلند بنیادوں کے بینار نظر آئیں گے۔ اس کے الفاظ کے ضمیر کے آسمان کے افق سے معانی کے آفتاب اُبھرتے دکھائی دیں گے۔ ؎

معاينه ضوء الصبح اما سوادة — قليل مغشيًا بالنجوم الزواهر
معاينه قد اسكرن كالراح محجتي — واطربن روحي كاصطفان المزاهر

سخنہا کہ چوں گنج آگندہ بود — بہر نسختے در پراگندہ بود
زہر نسخہ برداشتم مایہا — بروبستم از نظم پیرایہا
گزیدم ز ہر نامۂ نغز او
زہر پوست برداشتم مغز او

وجہ تسمیہ کتاب روشن ضمیر حضرات پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ دل وجان کی بلندیاں عالی قدر درجات اور رُوح وروان کی ترقیاں، بلند محلات اور وصل کے ایوان تک اس وقت ہوتی ہیں جب حضرت سیّد الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات اور آثار کی جستجو اور تلاش کی جائے۔ کامیابی کے مدارج پر ترقی اور نبوّت کی بلندیوں پر رہنمائی اس کتاب کے مطالعہ کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس کا نام "معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ" رکھا ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، چار ارکان اور ایک تتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں حمد وثناءِ خداوندی، نعتِ رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم، حضور کے خصائص، درودِ پاک کے فضائل۔ اس ضمن میں لطائف واشارات جن میں لبشارتیں درج ہیں، پائی جائیں گی۔

رکن اوّل: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پر ہے۔ آپ کا اصلابِ طیبہ سے منتقل ہو کر آنا اور ارحامِ طاہرہ سے گزرنا پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم میں پہنچنے کے حالات وکوائف درج ہیں۔ اسی رکن میں سات انبیاءِ کرام کے

حالاتِ زندگی درج ہیں۔ خصوصیت سے حضرت آدم، حضرت شیث، ادریس، نوح، ہُود، ابراہیم، اسمٰعیل علیہم السلام کے حالات پائے جاتے ہیں۔ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباءِ کرام میں سے تھے اور حضور کا سلسلۂ نسب انہی کی بدولت حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اس رکن میں ایسے بہت سے لطائف، نکات، حقائق و اسرار بیان کیے گئے ہیں جو متقدمین علماء کرام نے بیان فرمائے تھے، مشاہیر اہل قلم نے لکھے تھے۔ بعض ایسے موضوعات بھی آ گئے ہیں جو اس سے پہلے میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں میں نہیں ملتے اور ابھی تک پہلے بزرگوں کے ذہن اور تلم کی رسائی وہاں تک نہیں ہُوئی تھی۔

رکنِ دوم: یہ رکن ایک بلند و بالا علمی عبارت ہے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ایّام سے لے کر بعثت تک، اُس زمانہ کے حالات جن کا ذکر قرآن و احادیث میں پایا جاتا ہے، بیان کر دیتے گئے ہیں۔ اس چالیس سالہ دورِ حیات کے تمام واقعات، حالات و کوائف تفصیلی طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

رکنِ سوم: نزولِ وحی سے لے کر امر و نواہی کے ابلاغ کی کیفیت، بعثت سے شبِ ہجرت کے واقعات اور ذکرِ معراج بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ مصنّف نے معراج کے واقعات کو خصوصیت کے ساتھ نہایت رنگینی، ادبی اور شعری حلاوت اور شیرینی کے ساتھ پیش کیا ہے اور اپنے قلمِ مشکبار کو اس گلستانِ معانی میں پُوری جامعیت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب کا نام معارج النبوۃ رکھا گیا کیونکہ اس کتاب میں واقعۂ معراج پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔

رکنِ چہارم: شبِ ہجرت سے لے کر وقتِ رحلت تک کے سارے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایجاب و ایجاز کی صنعت کو بروئے کار لاتے ہُوئے اخلاقیات کو بیان کرنے میں بھی تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔

خاتمۃ الکتاب: اس حصّہ میں حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور معجزات

بیان کیے گئے ہیں اس میں عقلیہ، نقلیہ، حسیہ، ذاتیہ، خارجیہ معجزات کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے اور اس خزانۂ عالیہ میں تابدار موتیوں کی طرح خوب صورت ڈبوں میں بند کر کے کمال و اجلال کی مُہروں سے مزیّن کر دیا گیا ہے چوں کہ اربابِ قلم اور صاحبِ تصنیف حضرات کی بہ قدیم روایت ہے کہ وُہ جونہی اپنے ضمیر سے کوئی اعلیٰ نسخہ تصنیف کرتے ہیں یا اپنے رشحاتِ قلم باطن کی دنیا سے ظاہری دنیا میں جلوہ گر کرتے ہیں اور اپنی کتاب کو حجلۂ عروسی سے نکال کر جلوہ گری کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اپنی تحریر کے گیسو تابدار کو قلم کے شانہ سے مشاطگی کا رنگ دیتے ہیں اور اپنی روشنائی قلم سے چہرۂ تالیف کو سنوار کر کاغذ کے سفید تخت پر بٹھاتے ہیں تو اس عروسِ دلربا کو کسی نہ کسی شہنشاہ کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں تاکہ وُہ اہلِ علم تک پہنچانے اور اس کی اشاعت کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ اس معین مسکین (مؤلفِ کتاب) کے سامنے چونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضرت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے بغیر کوئی دربار شاہی نہیں ہے۔ اندریں حالات اپنے مقاصد کی انتہا اور اپنے مطالب کی بلندی اسی میں محسوس کرتا ہے کہ عالم ظاہری کی تمام آرائشوں اور خواہشوں کو ترک کے دنیاوی اعزاز، اکرام اور دنیوی احسان و انعام کو یہاں کے خاص و عوام سے دُور رکھتے ہُوئے اِس آستانِ بے کس پناہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرے۔ چنانچہ اپنی تمام تالیفات و تصنیفات میں سے دُو نسخے جو اپنی قلم گوہر بار کا ثمرہ ہے (ایک اذکار محمدیہ میں اور دوسرا سیرتِ طیبہ میں ہے) نہایت خوبصورت انداز میں تیار کرے۔ حقیقت میں یہ دونوں روشن چراغ ہیں اور سیاہ راتوں میں چمکتے ہُوئے ستارے ہیں۔ یہ دونوں آنکھوں کا نور ہیں اور رُوح کی روشنی ہیں۔ فوز و فلاح کے فانوس میں رکھ کر ایسا مزیّن بنا دیا ہے جیسے ایک سر میں دو روشن آنکھیں ہوں۔ ایک تو روضۃ الواعظین ہے جو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی شرح پر مشتمل ہے اور دوسرا معارج النبوت سیرت طیبہ، اخلاق عالیہ حضرت خاتم النبیّن صلی اللہ علیہ وسلم زاد اللہ تحیتہ وکرامتہ لدیہ کا خزینہ ہے۔ نسخہ اوّل (یعنی روضۃ الواعظین) کو بارگاہِ عالی مقام حضرت رب العالمین جلّ ذکرہٗ میں پیش کرتا ہوں۔ اس کتاب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی مُہر

لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطفِ عمیم جو اپنی عطایات وفتوحات کے خزانوں کے دروازے کھولنے والا ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم جو دلوں کے زنگ دور کرنے والا ہے، سے امید ہے کہ ان حقیر تحریروں کو نہایت کرم سے قبول فرمائیں گے اور اپنی رحمت اور شفاعت وسعادت کے دروازے کھول دیں گے۔ گناہ ہائے صغیرہ و کبیرہ کے بوجھ کو یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ میں معاف فرمائیں گے اور وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ کے انعام سے ممنون فرمائیں گے اور اس عاجز مسکین کو اپنی رضا و لقا کا مستحق بنائیں گے۔

رب ارباب طبع سلیم اور اصحاب ذہانتِ مستقیم سے گزارش ہے کہ جونہی وُہ اس سربستہ معانی اور خوب صورت دُلہن کی نقاب کشائی فرمائیں اور ان عبارات انیقہ اور استعارات رشیقہ کا دروازہ کھولیں اور اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات حیات کے جام جہاں نما جو چراغ بصیرت اور باغ سریرت کو روشنی بخشنے والا ہے پر نگاہ ڈالیں اور اپنے شوق وذوق کی نقدی کو اس عروسِ معانی کے دیدار پُر انوار کے معیار پر لائیں اور اپنے لطف وکرم کے الفاظ سے اس تالیف کو نوازیں تو اس فقیر پُر تقصیر کے لیے فاتحہ پڑھ کر اپنی مہربانی سے نوازیں تاکہ یہ خاکسار آتشِ حسرت و ندامت سے بچ کر جناب قدس الٰہی جل وعلاہ اور آستانۂ نبوت پناہی میں قبولیت حاصل کر سکے اور اس کی یہ کوشش مقبول ہو اس کے گناہ بخش دیے جائیں اور قبر کے ایک کونے میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مسرور ہو جائے انہ غفور رحیم شکور۔

مقدمہ کتاب یاد رہے کہ منبروں کی بلندیوں پر بیٹھنے والے بصیرت کے فنون کے ماہرین جو شرح وبیان کے مقامات کو جانتے ہیں اور کشف وعیاں کے سمندروں کے تیراک ہیں جنھوں نے مختلف قسم کے فضائل حاصل کیے اور مسند ارشاد افادہ پر بیٹھے فرمایا ہے کہ:

تکیہ بر جائے بزرگان نتوان زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

چونکہ اس فن جو ذکرِ خداوندی اور علومِ الٰہی کے اصول و فروع پر مشتمل ہے کا بیان کرنا ایک بہت پُرخطر کام ہے اس لیے میں نے اپنی مجالس کو مقدمات، فصول، ابواب و اصول و فروع پر تقسیم کر لیا ہے چنانچہ مقدمہ تسکہ خداوندی پر مشتمل ہوگا اور اس میں مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات ہوگی۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور مناقب بیان کیے جائیں گے پھر فضائل و خصائص بیان ہوں گے اور اس ترتیب سے بیان کیے جائیں گے جن میں مختلف ابواب اور فصلیں تقسیم ہوتی جائیں چنانچہ اس مجلس کو ہم نے چار فصلوں پر تقسیم کیا ہے، ایک فصل میں قرآنی الفاظ کے حل اور اُن کے مشکل معانی کی تشریح ہے ایک فصل میں احادیث کی شرح، بشارتیں، مواعظ و نصائح مقتضائے حال کے مطابق ترتیب دی ہیں۔ ایک اور فصل اشارات لطائف، نکات و معارف پر مشتمل ہے اس میں رنگا رنگ کی عبارتیں، پُرلطف جملے اور شاندار تحریریں دی گئی ہیں۔ فصل چہارم پر مجلس کو ختم کیا گیا ہے اس میں بھی ہم نے صوفیانہ حقائق، توحید کی باریکیاں، عارفانہ نکتے اور خمخانۂ عشق و محبت کی جام پیمائیاں ان بادہ کشانِ شرابِ وحدت اور حریفان بزم قرب کیلیے مہیا کر دی ہیں جو انھیں خلوت کدہ راز میں سرمست اور سرانداز کر دیں گی تاکہ یہ زمزمہ حرم الانس کی بارگاہ میں شیخ جلال الدین رومیؒ کی نواسنجی کا ہمنوا ہو جائے۔ ؎

چنداں بریخت بادہ برخاک ما زبالا — ہر ذرّہ خاک ما را آوردہ در علالا
سینہ شگاف گشتہ چوں چشمہ صاف گشتہ — دل در طواف گشتہ از جام حق تعالیٰ
اے عشق با تو ہستم وز بادۂ تو مستم — وز تو بلند و پستم یعنی دنیٰ تدلّٰی

اے جاں چو رخ نمودی جان و دلم ربودی
چوں مشتری تو بودی قیمت گرفت کالا

حاصل کلام اور مقصد گزارش یہ ہے کہ اگر مجالس میلاد یہ کے لیے مختلف فصلیں مناسب نہیں ہیں جن میں پیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ لکھنے کی ایک قدیم اور رفرسودہ روایت قائم ہے لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی حمد، منقبت، نعت، ذات و صفات کے خصائص یا فضائل کمالات کا تذکرہ جو فقیر (مولّف) اکثر اپنی مجالس میں بیان کرتا رہا ہے

اسے پانچ حصّوں یعنی پانچ فصلوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ فصل اوّل تحمیدات ۔ فصل دوم مناجات، فصل سوم مناقبِ ذات وصفات ، فصل چہارم فضائل وخصائص پیغمبر بابرکات اور فصل پنجم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وصلوٰۃ ، نعت ومناجات کے ثواب پر تقسیم کر دی گئی ہیں چنانچہ ہر ایک فصل میں بارہ بارہ پیرے رکھے گئے ہیں۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار سے سرشار بزرگانِ دین نے بارہ عدد کو بڑی اہمیت دی ہے اور وہ اکثر وبیشتر اس ذکرِ خیر کو بارہ مجالس میں تقسیم کرتے رہے ہیں تاکہ ربیع الاوّل کی یکم تاریخ سے لے کر بارہ تاریخ تک جس میں ذکر رحلتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا جاتا ہے مکمل سیرتِ طیّبہ بیان کر دیں چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ، فضائل اور شمائل وصفات حد وحساب ، حصر واحصا سے باہر ہیں اور اُن کا ذکر کسی عدد یا حساب کے پیمانے میں نہیں سما سکتا ۔ اندریں حالات ایک اختیار کردہ طریقے اور جاری کردہ روایات کے پیشِ نظر میں نے بھی اِن بارہ موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے وباللہ التوفیق والھدایۃ۔

فصل اوّل

تحمیدات

التحمید اوّل: وہ حمد جو صانع قدرت کے نقاش نے اپنے فضل سبحانی کی کارگاہ میں وجود انسانی کے در و دیوار پر اسرار ومعانی کے نقوش بنا کر نقش کی ہے وہ شکر خداوندی کہ لطفِ الٰہی کے فراش اور نعمتِ لاتتناہی کے شمع افروز نے آہ سحرگاہی کی شمع کے شعلوں کے ساتھ طالبان ارنا الاشیا کماھی کے باطنی مساکن کو نورِ حضور سے درخشاں کر دیا ہے۔ ~

حمدے کہ چو از سینہ صعودش بینی	در بارگہ قدس ورودش بینی
شکرے کہ چو در سرِ وجودش بینی	مستغرق انوار شہودش بینی

لیکن وہ حمد جو جمال مقصود کی تجلّیوں کے لمعات کو لے کر وجود کے جھلملاتے ہوئے فانوس اور شہود کے جام گیتی نما کی روشنی سے فروزاں ہے ۔ وہ شکر خداوندی جو قدسی انفاس کے

نفائس۔ کے ساتھ انسانی حرم سرا کی جلوہ گاہ ہیں انوار ابلاغ کے زیور اور انسانی عقل کے نور سے مزیّن ہے۔ ؎

حمدے کہ ظہور نورش از مکمن غیب | سر بر زدہ از مطلع تحقیق زجیب
بزدودہ ز آئینہ دل ظلمت عیب | بنمودہ در و نور یقین بی‌شک و ریب

اس بادشاہ کی بارگاہ ہیں نثار ہو جس کے ہاں بیان و کلام کے سارے نغمات زبانوں کی شاخوں پر حمد و ثنا کی نواؤں سے ادا کرنے اس کے انعام و اکرام کی علامت مانی گئی ہے وہ شکر گزاروں کی آنکھوں کی پتلیوں کا نور ہے جو جانوں کے فانوسوں کی روشنیوں کے ساتھ جھلملا رہا ہے۔ یہ سارے نور اُسی ذات کے الہام کے شعلہ کی کرنیں ہیں۔ عقلمندوں کی عقلیں اور اولوالالباب کی آتش بیانیاں اس کی حمدیت کی حقیقت کے احاطہ کرنے میں نہ صرف ناکام ہیں بلکہ حیران و سرگردان ہیں۔ انسانی اندیشہ کی بصیرتِ نگاہ اس کی ذات احدیت کے نظارہ سے قاصر و عاجز ہے۔ ؎

در بادیۂ عشق تو سرگردانم | در وادی جستجوئے تو حیرانم
از عشق تو تا بجان من فرقے نیست | جانم ہمہ عشق نست و عشقت جانم

ہم اس معبود کا نام لیتے ہیں جس کے بیان کے لیے سورۂ فاتحہ کا صحیفۂ لطیفہ شاہد ہے جس کی توحید کے لیے سورۂ اخلاص ایک معیار ہے۔ یہی دو مقامات سخنورانِ جہان کے سینہ کے زرِ خالص ایمان کے لیے دار الضرب ہیں اور ایمان خالص کا سونا اور عرفانِ الٰہی کا موتی اسی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور تحمید و تمجید کے سارے سکّے یہاں ہی اپنا معیار قائم کرتے ہیں۔ منقولات اور معقولات کے سارے جواہر اسی دار الضرب سے الوہیت کے اسرار کی سند حاصل کرتے ہیں۔ ؎

ہر قطرہ بکنہ در دریا نرسد | ہر ذرّہ بآفتاب والا نرسد
در راہ تو جملہ قدمہا گم شد | تا ہیچکس در تو رسد یا نرسد

ہمارے ظاہری دلوں کے تمام ظاہری معقولات ربوبیت کے اقرار کی تصدیق یہاں ہی پاتے ہیں۔ ؎

ما را خواہی جملہ حدیث ما کن — خو با ما کن و زہمہ رو با ما کن
ما زیبایم حدیث ما زیبا کن — با ما بدل مباش دل یکتا کن

اس کے جمال کے عشق نے طلب کی کمندیں ارباب وجد وطرب کی گردنوں میں ڈالی ہوئی ہیں اس کے شوقِ حاصل نے اربابِ شہود کے باطنی زاویوں کو وجود کی متاع سے روک دیا ہے اس کے جلال کی تجلیات کی مشاطہ نے اصحابِ ایقان کے دلوں میں اُس کے جمال کے انوار کے عکس نمایاں کر دیے ہیں، اس کی لایزال توجہ کے صیقل نے اُس کے وصال کے اشتیاق کے مصقلہ سے ارباب عرفان کے جامِ جہاں نما کو حدوث و وجود کی کدورتوں کے تمام زنگ اور آلائشوں سے صاف کر دیا ہے۔ ؎

آئینۂ وجودم چوں گشت منظر تو — گرچہ نبود قابل شد خوب در برِ تو
خورشید بودی و من آئینۂ ز آہن — گشتم چو ماہ روشن اندر برابر تو
ہر جا کہ رُخ کشودم حُسن تو می نمودم — ہر ذرہ از وجودم چوں گشت مظہر تو
گفتم زخود خبر کن گفتا زخود گزر کن — وانگہ بخود نظر کن تا کیست در برِ تو

اے درویش! اپنے خیالات کی باگ ڈور حالات کے ہاتھوں کیوں دے رہے ہو اور دنیا کے لہو ولعب پر کیوں اعتماد کرتے رہتے ہو، یہ ساری فانی چیزیں ہیں ان سے دل اٹھالے اور خدا پر اعتماد و بھروسہ کر، تمام سے ٹوٹ کر اللہ سے مل جا، وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، وہ بقا کا چہرہ کسی وقتی حادثہ سے زخمی نہیں کرتا۔ ؎

ہر صورت دلکش کہ ترا روئے نمود — خواہد فلکش زود زدست تو ربود
رو دل بکسے دہ کہ در اطوار وجود — بودست ہمیشہ با تو و خواہد بود

چیزے کہ نہ روئے در بقا باشی ازو — آخر ہدف تیر بلا باشی ازو
از ہر چہ بمردگی جدا خواہی شد — آں بہ کہ بزندگی جدا باشی ازو

قوت القلوب کے مصنف لکھتے ہیں ہر روز قضا وقدر کے فرشتے ستاروں کے بادشاہ کے زرّیں جھنڈے بلند کرتے ہیں اور آفتاب کی زرّیں طنابوں کو نور کے خیمہ گاہ اور ظہور کی فضاؤں

نصب کرتے ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک جتنے انسان ہوئے ہیں اُتنے ہی فرشتے، کروبیاں، روحانی اور مقرب نوری حضرت جلال سرمدی کی انوار تجلی اور شعاعِ جلال کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور اللہ کے نور کے دبدبے اور ہیبت کے سامنے جل جاتے ہیں اور خاکستر ہوجاتے ہیں۔ ابھی یہ فرشتے پوری طرح انوارِ الٰہیہ میں فنا نہیں ہوتے تو ایک اور اتنی ہی بڑی جماعت اسی مقام پر چلی آتی ہے اور ہتھیلی پر جان رکھے قربانی کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ ؎

اے بہ تیغ ابتلا خون محباں ریختہ آبروئے عاشقان خود فراواں ریختہ
دلبراں ہرگز نریزند آبروئے عاشقاں دلبر ما خون عاشق صد ہزاراں ریختہ
طرفہ تر کز بہر قتلش منتظر صد جاں فشاں جاں بکف بنہادہ اشک از چشم گریاں ریختہ
ظن مبر اے دل کہ جانِ عاشقاں فانی شود بلکہ صد جان بقا بر جان ایشاں ریختہ

اے درویش! دنیا کی انجمن اور آسمان کی بزم میں ابھی نہ عشق کا نام تھا، نہ محبت کا نشان لیکن جس دن حضرت آدم نے تختِ شہود پر قدم رکھا اور فرشتے اُس کے سجدے پر مامور ہوئے، وجودِ آدم کے آئینے میں ان پر ایک نور ظاہر ہوا۔ ؎

دنیا فغفور و قیصر و خاقان را دوزخ بد را بہشت مر نیکاں را
تسبیح فرشتہ را صفا رضوان را جاناں مارا و جانِ ما جاناں را

اس نور کی آب و تاب سے ان فرشتوں کے درمیان محبت کی گفتگو ہونے لگی۔ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

تا ملک کردند آدم را سجود عشقِ شاں یک ذرہ آمد در وجود
رہ بحق از صحبتش چوں یافتند تا ابد در خدمتش بشتافتند
تا نیامد جان آدمؑ آشکار رہ نداشتند سوئے کردگار
رہ پدید آمد چو آدمؑ شد پدید زو کلید ہر دو عالم شد شدید
آنچہ جملہ عرش مے پنداشتند تا بتوفیق خدا برداشتند
آں دل پُر نور آدمؑ بود بس زانکہ آدمؑ ہر دو عالم بود بس

تم جس اللہ کا نام سُن رہے ہو یہ سارے فرشتے اور یہ سارا عالمِ ملکوت اسی ذات کی الہیات کی حمد و ثنا میں مستغرق ہے۔ عالمِ جبروت کے تمام جمگھٹے اُس کے اسمائے حسنہ کے وِرد میں مشغول ہیں اور اسی کی تجلیات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ صبح شادمانی کی روشنی فضل ربّانی کے مطلع کے بغیر نمودار نہیں ہوتی۔ امن وامان کی دولت کی نشریات لطف سبحانی کے آثار کے بغیر ظاہر نہیں ہوتیں۔ ؎

گر چشم من از عجز طلبگار تو نیست — تا ظن نبری کہ جان گرفتار تو نیست
نے زانانم کہ دل خریدار تو نیست — خود دیدۂ نامحرم دیدار تو نیست

اے اللہ! تیرے جمال کے آفتاب سے اشراقات کے سارے افق درخشاں ہیں اور قصرِ وجود کے در و دیوار روشن ہیں۔ تیرے ہی حسن و جمال کے فضائل کے چمن کی جانفزا خوشبوؤں سے عارفوں کے دلوں کے میدان باغ باغ ہیں۔ ؎

اے گم شدہ دیوانہ و عاقل در تو — سررشتۂ ذرہ ذرہ حاصل از تو
تا در دل من صبح وصال تو دمید — گم شد دو جہاں در دلم و دل در تو

حکایت ایک دن مجنوں عشق و محبت کے جوش میں کوچۂ لیلیٰ میں جا پہنچا اس وقت اس کے سینے میں آتشِ عشق کے شُعلے بھڑک رہے تھے اور دماغ میں محبوب کے مشاہدہ کا شوق سمایا ہُوا تھا مستانہ وار ہر در و دیوار پر بوسہ دیتا جاتا، ہر سنگ وخشت پر سجدہ کرتا جاتا، اس کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہہ رہے تھے اور سینہ سوزاں سے آہِ سرد نکل رہی تھی۔ لوگوں نے پُوچھا، مجنوں! یہ کام در و دیوار سے نہیں ہوسکتا اور زنگ آلود آئینہ میں چہرہ نہیں دیکھا جا سکتا، در و دیوار کو چُومنا، درد سے رونا، زمین پر مُنہ رکھنا، خاکِ راہ کو چہرے پر ملنا آخر کس لیے ہے؟ مجنوں نے قسم کھا کر کہا: لوگو! میں نے جب سے کوئے لیلیٰ میں قدم رکھا ہے مجھے یہاں لیلیٰ کے سوا کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ ؎

من نہ دیدم درمیان کوئے او — در در و دیوار الا روئے او
بوسہ گر بر در نہم لیلیٰ بود — خاک اگر بر سر کنم لیلیٰ بود
کوئے لیلیٰ نبودم جز روئے او — چوں ہمہ لیلیٰ بود در کوئے او

ہر زمانے صد بصر می بایدت — ہر بصر را صد نظر می بایدت
تا بداں ہر یک نگاہے می کنی — چوں گدا آہنگ شاہے می کنی

اے درویش! میں ما رایت الا شیئا الا ورایت اللہ فیہ کی حقیقت بیان کر رہا ہوں سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ کی آیت کی تحقیق عیاں کر رہا ہوں تم جانتے ہو اس وقت میں کیا کہتا ہوں جب قضا کے فرشتوں نے وجود کے گریبان کو حضرت آدمؑ کے قد سے ہم آہنگ کیا تو مشرق عنایت سے ہدایت کے نقیب نے نور ذات کے خورشید نے صفات کے دریچہ سے سر باہر نکالا اور بتایا کہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ کا مطلب یہ ہے۔ اور جب اس کے دلربا جمال باکمال کے ساقی نے دلوں کی زندگی بخش شراب کے چند قطرے عاشقوں کے منہ میں ٹپکائے تو لاکھوں مست لایعقل زاویۂ دل سے بلبل کی طرح اسرار کے گلزار کے مشاہدہ کے لیے باہر نکل آئے اور لیس فی الوجود سوی اللہ کا ولولہ بلند ہوا۔ مشتاقانِ دید کی مجروح روحیں اور تشنہ جانیں عشق و محبت کی شراب کی مستی سے جھومنے لگے اور وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کی ساری عکاسی کو وجود کے جام جہاں نما میں دیکھنے لگے۔ ؎

چو من ز بادۂ عشق تو مست بیخبرم — ہمہ جمال تو بینم بہر چہ در نگرم
تو ہر حجاب کہ خواہی فرو گذار کہ من — بہ نعرۂ کہ زنم صد حجاب را بدرم
چو در میانہ نماند حجاب مانع چیست — کہ پر بر آرم و از ہفت چرخ در گزرم
چہ جائے ہفت فلک گر فراز طارم عرش — ہزار منزل دیگر بیک قدم سپرم
چو ار زمیست برم ہفت چرخ و ہشت بہشت — سزاست گرد جہاں را بہ نیم جو نخرم
درخت عمر مرا برامید دیدن تست — اگر بغیر تو بینم ز عمر بر نخورم

معین نظر ز خدا یافتہ است اے واللہ
کہ عرش و فرش ندارند تاب یک نظرم

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

التحمید الثانی وُہ جسے اُنس کی خوشبُودار ہوائیں بہارستان قدس سے آتش عشق کے سوختہ جان حضرات کو تازہ دم کر دیتی ہے وُہ شُکر جوشہود کے انگاروں کے شعلوں سے جو وجود کی خاکستر میں چھپے ہوئے ہیں وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ بیدار ہوتا ہے ؎

نورے کہ زخورشید قدم می تابد　　از مطلع احسان و کرم می تابد

چون صبح طلب میداز مطلع صدق　　خورشید وصال دمبدم می تابد

ہاں ہاں وُہ حمد جو انسانی قندیلوں کو انوار قدسی کے چراغوں سے روشن کرتی ہے وُہ شکر جو مشتاقانِ دید کی جان کے دماغوں کو میثاق کی صبح کیطرح نورِ ایمان کے سُورج سے روشن کرتا ہے اور عرفان کی خوشبوُوں کے جھونکے معطّر بناتے ہیں۔ ؎

حمدیکہ چراغ دل منور سازد　　شکرے کہ دماغ جان معطر سازد

حمدیکہ جمال شاہد حجلۂ غیب　　در دیدۂ جان و دل مصوّر سازد

آستانۂ کبریا اور حرم سرائے جناب خدا واجب الوجود میں معروض ہوں اللہ تعالےٰ کا جلال دنیا بھر کے عقلاء کی عقل کو ایک نگاہِ غضب سے ما عرفناك کی خاک پر بٹھا دیتا ہے اس کے جمال کے مکاشفات کے نور کی تجلیات خستہ دلوں کو نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کی شراب طرب پلاتی ہیں۔ اس کی الوہیت کی عظمت انسانی شعر کو ما للتراب ورب الارباب کے خطاب سے سرنگوں کر دیتی ہے۔ اس کی رحمت بے پایاں غیب کے پردوں کے پیچھے سے شکستہ دلوں کو انا عند المنكسرة قلوبهم کی بشارت دیتی ہے۔ ؎

برما در وصل بستہ میدارد دوست　　دل را بفراق خستہ میدارد دوست

من بعد من وشکستگی در دوست　　چون دوست دل شکستہ میدارد دوست

اس کا دریائے جلال اتنا ناپیدا کنار ہے کہ انسانی عقل کے قافلے اُس کے کناروں تک پہنچنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا اس کی عظمت کا میدان اتنا وسیع ہے کہ فضائے ملکوت کے ساکنین کے نوافل و فرائض کے کاروان اور جبروت کے حجروں کے معتکف اس کے زاویوں کا ایک زاویہ بھی عبور نہیں کر سکتے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ

اس کی عنایت بے نہایت اور رایت باد رایت نے حضرت آدم صفی اللہ کو تختِ سروری پر بٹھایا اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ اس کی جباری کی انتقامی شمشیر سرکش لعینوں کے سر قلم کرتی ہے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کے بلند محل سے خواری کی نچلی زمین پر پھینک دیتی ہے اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ۔

اے گل آدم بخمر جانِ مخمّر ساختہ	خاک رہ را کیمیائے مہر تو زر ساختہ
ساقی فیضت کز و شد خاک آدم لالہ زار	یک کف گل را ہزاراں جام و ساغر ساختہ
در ہوائے بادۂ مہر تو چرخِ لالہ رنگ	گشتہ رقاص و قدح از کاسۂ سر ساختہ
عطر سوز آسا نہال سدرہ را در سوق شوق	دست جود ت چوب ایں کردند مجمر ساختہ
صد ہزاراں جان بر آتش سوختہ عشقت چو عود	تا مشام یک تن از بویت معطر ساختہ
منشی دیوانِ حکمت مصحف از داد را	جلد زر کار از ادیم چرخ اخضر ساختہ
دستِ تقدیرت کشیدہ خوانے از ایمان و کفر	زان نصیب مومن و کافر مقدر ساختہ
خواہ مومن خواہ کافر جملہ راہستی زتست	قہر و لطف کارسازت باہمہ در ساختہ
گر نہ گشتے آب لطفت نار ابراہیم را	گلشنش چوں گلخنے بودے ز اخگر ساختہ
ور نخوردے تیشۂ آزر زجوئے حکمت آب	بت پرستم گر شدے تنہائے آزر ساختہ
اے خداوندے کہ ذاتت باطن ہر ظاہرے	ظاہرا ہر ظہور خویش مظہر ساختہ
مفلسان عشق را در وادی فقر و فنا	گنج وصلت بے زر و گوہر توانگر ساختہ

دارم امیدے بلطف کارسازت تا شود
کاروبار دینی و عقبیٰ سراسر ساختہ

اے درویش! حقیقی عارف وُہ ہوتا ہے جو بارگاہِ صمدیت کے دوستوں میں سے ہو جو خلوص نیت اور صفائی عقیدت سے دل کے پیالے وساوس شیطانی اور خواہشات شیطانی کی میل سے خالی کر دے اور اُسے توحید و معرفت کی خالص شراب سے بھر لے۔ سینے کے موتی کو عشق و محبت کے سیپ میں محفوظ کر لے۔ دل کی آنکھوں کو بصیرت کے کحل الجواہر سے مزیّن کرے۔ آئینۂ وجود پر راست نگاہ ڈالے اور ربوبیت کی سطرِ تجلی کا

ایک حرف ازبر کرلے۔ وہ حرف جسے حکمت کی قلم نے لوحِ عبودیت پر لکھا تھا اور نَحْوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ کے معانی کی حقیقت کو پالے وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کے رازِ پنہاں کو پہچان لے۔ ؎

کو چشم کہ ذرۂ جمالت بیند — کو عقل کہ سدرۂ کمالت بیند

گر جملۂ ذرات جہان دیدہ شود — ممکن نبود کہ در خیالت بیند

ہاں اے درویش! اہلِ تحقیق نے کہا ہے کہ جب عاشق کو معشوق کے دیکھنے کا اشتیاق ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ آئینۂ عشق میں نظر آتا ہے۔ اگر دل کو اسرارِ خداوندی کا شکار بنانیکی خواہش ہوتی ہے تو پھر میدانِ یقین میں سیر کرنے نکلنا پڑتا ہے۔ اس جان کا شیر شکارِ عشق کو دیکھ سکتا ہے جو قہر کی کمین میں بیٹھا ہوا ہو پھر وُہ اشارہ کرتا ہے کہ آ، تو اپنا شکار اپنے ہی وجود کے جنگل میں پائے گا بلکہ یقین کی آنکھ سے دیکھ سکے گا اور اسے اپنی بجائے مشاہدہ کرے گا۔ اس حالت میں اپنی حالت پر نگاہ ڈالے گا تو میرے پنجۂ سیاست کا شکار ہو جائے گا۔ ؎

چو اندر آید یارم چہ خوش بود بخدا — چو گیر داو بکنارم چہ خوش بود بخدا

چو شیر پنجہ نہد بر شکستہ آہوے خود — کہ اے ضعیف شکارم چہ خوش بود بخدا

چو جان زار بلا دیدہ با خدا گوید — کہ جز تو ہیچ ندارم چہ خوش بود بخدا

جو آتش آید از اں سو کہ من نزازیں بس — بہ ہیچکس نگذارم چہ خوش بود بخدا

ہم اس خدا کے نام لیوا ہیں کہ جس وقت اس کے فضل و کمال کے امیدوار اس کے جود و افضال کے دفتر میں عقل کے ساتھ فکر کے قلم کی اصلاح کرتے ہیں دل کے خون سے آب و گل کے اس دفتر پر انفاس و بیاض کے کاغذوں پر یہ لکھتے ہیں وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تو اس وقت اس کے جلال کے زخم کے مجروح اس کے جمال کی تمنا میں غم کے زانو پر سر رکھ کر شوقِ وصال میں زرد چہرے اور غمزدہ رخساروں پر آنسو کے قطرے بہاتے ہیں تو اس وقت اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کا سُرمہ آنکھوں سے غفلت کی دھول اور سیاہی کو دُور کر دیتا ہے وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؎

از مطلع دل زد علم یک لمعۂ رخسار او
شد ذرہ ذرہ ہستیم در پرتو دیدار او

با آنکہ ذرات تنم ہر یک ہزاراں دیدہ شد
یک قطرہ ہم دیدہ نشد از پرتو رخسار او

حسنش چو آید جلوہ گر طاقت ندارد چشم سر
از دیدۂ دل کن نظر تا بنگری دیدار او

بگذر ز کوئے آب و گل در رہ بقصد جان و دل
با سر خود بین متصل سرے ہم از اسرار او

اظہار حسن و دلبرے می بین ز ہر مہ پیکرے
پیداست در ہر مظہرے آں حسن و آں اظہار او

خواہد کند در خود نظر آئینہ سازد از بشر
با زش کند زیر و زبر حیرانم اندر کار او

پر شد جہان یکسر از و شد یک بیک مظہر درو
مومن از و کافر از و در قید نور و نار او

در پردۂ آتش نگر حسن وے آمد جلوہ گر
پیر مغاں کرد آں نظر کس چوں کند انکار او

ترسا سویت بشتافتہ بوے از چلیپا یافتہ
زلف تو برہم تافتہ آں حلقہ از زنار او

مسکین معین در یک غزل بنمود اسرار ازل

بشنو کلام لم یزل در کسوت گفتار او

التحمید الثالث وُہ حمد خداوندی جس کی رسائی کے خوشبوناک باغوں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ کی نسیم جانفزا چلنا شروع ہوتی ہے
شکر خداوندی کہ اس کے بلند برجوں کے مطالعہ سے اُس کے لطف و کرم کے انوار کی شعاعیں آسمانِ جود و کرم پر نمودار ہونا شروع ہوتی ہیں۔ ؎

حمدے کہ بداں حسن قدم آرایند
ز آئینۂ جاں زنگ عدم بزدایند

حمدے کہ بداں درے نعم بکشایند
باخستہ دلاں جود و کرم بنمایند

اس بادشاہ کی بارگاہ پر قربان جس کی قدرت کی بنیادیں عالم فلکی کے وسیع میدان میں اور ملکی جہاں کی فضا میں آسمان کی بلندیوں والے محل کے لیے بے واسطہ کھڑی ہیں وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اس کی صنعت کے کاریگر نے تانے بانے پر رنگا رنگ نقش و نگار بنائے ہیں اور دُنیا کے اس وسیع میدان کو گونا گوں نقوش سے سنوارا ہے اور پھر فَانْظُرُوْا اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کا رنگین دامن بچھا دیا۔ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا فَنِعْمَ الْمٰھِدُوْنَ کے تحت اس مشیت کے فراش نے

آفتاب کے سنہری گیند کو تقدیر کے تسخیر کرنے کے لیے منور اور سرگرداں بنا دیا اور آسمان کے میدان میں کن و فکان کے چوگان کے حوالے کر دیا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ کے خیاط نے ماہِ سیمیں کے ٹکڑے کو آسمان کے نیلے رنگ کے دامن میں چٹکا دیا تو خیاطِ قدرت نے نہایت احتیاط سے گریبان پر اس تکمۂ زریں کو ٹانکا۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ اس کی حکمت کے زنگریز نے اس ہفت طبقات آسمان کے لطیف صحائف کو ہفت سبع مثانی کی آیات سے خماس و اعشار کے زرّیں ستاروں سے مزیّن فرمایا اور اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ اس کی تربیت کی مشاطہ نے دنیا کے بساط کی دُلہن کے رخساروں کو ریاحین کی سیاہ زلفوں سے ایسا درخشاں اور آراستہ کیا کہ انھیں ہزار ہا تحسین و آمین کے ساتھ جلوہ گر کیا کہ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا اور پھر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی خوبصورت شکل کو آب و گل کی وادی سے عالمِ جان و دل کا نظارہ کرنے والوں کے لیے جلوہ نما کر دیا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کا اعلان فرماتے ہوئے معارف کے چمکدار موتیوں کو جس سے مراد اسرارِ صفات کا مکاشفہ ہے اور لطائف کے رموز کے خزانوں کو جس سے مشاہدہ انوارِ ذات مراد ہے انسان کے سینہ بے کینہ کے خزانہ میں امانت رکھا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم اس چیز کو جو اس کے دل میں گزرتی ہے جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) ؎

بوئے زلفش میدمد اے عقل شیدا شوروان | باد بہاری مے وزد چوں گل بصحرا شوروان
زاں اقرب از حبل الورید یعقوب جاں بوئے شنید | پیراہن یوسف رسید اے دیدہ بینا شوروان
زو آتش عشقش الم زاں جانب لوح و قلم | زیں فرش برتر نہ قدم بر عرش بالا شوروان
سوئے نگار جلوہ گر گر اتفاق افتد سفر | از عقل و دانش درگذر سرمست و شیدا شوروان
آمد جمالش جلوہ گر بگرفت نورش بحر و بر | چوں یافتی نور بصر سوئے تماشا شوروان
از خویش و بیگانہ بجہ دستے بہ یارے مدہ | با رخودی از خود بنہ از خویش تنہا شوروان

از خویشتن چون تنهاروی از لاسوے الا روی | گر بایدت کانجاروی بیدست و بے پا شوروان
چون تو زخود پنہاں شوی ہر چیز خواہی آں شوی | خواہی کہ تا جاناں شوی از غیر یکتا شوروان
درگوش جان آمد ندا از بارگاہ کبریا | کاے قطرہ از ماٹی بیایم سوے دریا شوروان

در روے دریا چوں خسے گشتی تو سرگرداں بسے
خواہی معین گردی کسے زنہار باما شوروان

التحمید الرابع وہ حمد جس کے اخلاص شعار نغمے مخصوص مقامات سے مشک اذفر کی خوشبو کی طرح نسیم سحری سے پیراستہ ہوکر آتے ہیں۔ وہ شکر خداوندی جس سے اصحاب حال کے باطنی باغ فضل و کمال کے صحائف کے رشحات سے جنت کے باغوں کی طرح لازوال نعمتوں سے آراستہ ہیں۔ ؎

حمدے کہ چو باغ خلدش آراستہ اند | شکرے کہ چو شاخ سدرہ پیراستہ اند
حمدے کہ بداں حمد تقرب جویند | آنہا از ہر دو کون برخاستہ اند

وہ شکر جو قبولیت کے دامن اور حصولِ مراد سے وابستہ ہے، وُہ شکر جسے خداوندِ زمین و آسمان اور پروردگارِ مکین و مکاں اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشتا ہے ؎

بر ذاتِ مقدسش کسے را راہ نیست | وز عز و جلال او کسے آگاہ نیست
سرمایۂ راہرواں کہ راہش طلبند | جز معنی لا الٰہ الا اللہ نیست

جس اللہ کا ہم نام لیتے ہیں جس کے فراش قدرت نے اس مضبوط زمین کے وسیع فرش کو آراستہ فرمایا اور اس عالی کیوان آسمان کے ایوان کو اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا کے خوب صورت نقوش سے مزیّن فرمایا۔ اس عالمِ اسرار کے گلزار کے وسیع قطعوں کو اپنی قدرت اور مشیّت کی ہزاروں پُرانوار شاخوں اور لاکھوں پُر بہار پتّوں سے پُررونق بنادیا۔ گلاب کے سُرخ پھولوں کی طرح لاکھوں روشن ستاروں کو اس نیلگوں باغیچے کے برگ و شاخ بنادیا۔ صحرائے آسمان کی فضا میں روشن چاند کو خیمۂ سرور و نور میں آراستہ کردیا۔ عطار کی طرح عطارد عطرِ حکمت آسمان کی دکان میں سجائے بیٹھا ہے۔ وہ زہرہ جو اپنے حسن و جمال میں مشہور ہے انبساط کی بساط پر اشتیاق کی مجلس میں مسرت و جمال کے

ساز بجا رہا ہے۔ آفتاب اپنی گلعذاری کے ساتھ ہر صباح کو نسیم سحر کی مسکراہٹوں کے ساتھ نازپرور پھولوں کی طرح اس نیلے باغیچے میں آتشیں رنگ کے پھول بن کر خوش منظر بنتا ہے اور الماس نور سے اس کارگہِ ظہور پر نگاہ بینا کے لیے جواہر زواہر پیش کرتا رہتا ہے جبروت کے انوار سے نور بِخشتا رہتا ہے۔ اس ہفت ورق صحیفہ لطیفہ پر مریخ صفحۂ تاریخ کی طرح اپنے زرنگار نقوش منقش کرتا رہتا ہے اور اس کی آیات بینات کے عشرے اور خمسے لکھتا رہتا ہے۔ وہ مشتری جو اس کی برتری کی انگشتری کا نگینہ ہے۔ اس کے کمال کی بلندیوں اور جمال کی رعنائیوں کے ساتھ جلال و جمال کی تجلی کے انوار کی کرنیں نمودار کرتا ہے۔ زحل شقاوتوں کے حل کرنے اور اہلِ عبادت کے رخسار سے گناہوں کی دھول صاف کرنے اور اصحاب قساوت عام توہمات کی ذلتیں مٹانے کے لیے اس کی جناب کے احکام جاری کرتا رہتا ہے سُہیل مینی ختن کی حسین خاتون کی طرح اپنے کھلے دامن کو پھیلاتے ہُوئے اس کے اسرار و انوار کے حجلوں میں نازخرامی کرتا رہتا ہے۔ جوزا اس گنبدِ گردان میں ایک زرنگار حمائل پہنے (وہ گنبد جو دار الحفاظ وَ حِفْظاً مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ کی خانقاہ ہے) سرور کی آیات اور نور کے وقوف پر ہاتھ رکھے تقدیر کے منشی کی طرح املا لکھ رہا ہے۔ بنات النعش سولہ سنگار والی دُلہنوں کی طرح آسمان کے لاجوردی تخت پر امن و امان کے دامن میں پاؤں پھیلائے بیٹھی ہیں۔ قطب بڑے وقار اور سکون سے تختِ آسمان پر بلند رتبہ ملائکہ کے انوار کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور نہایت ثابت قدمی سے میدان اقامتِ قدس میں خدمت گزاری کرتا ہے۔ پروین احسان و تحسین کے مقام پر نجات و ثبات کی بشارتوں کے ساتھ شب برات کے چراغوں کو جلائے اللہ تعالیٰ کی آتشِ عشق و محبت کو روشن کیے ہُوئے ہیں۔ ؎

در بحر فنا گداختم ہمچو نمک — نے کفر و نہ ایمان نہ یقین ماند و نہ شک
آمد ز دل من ستارۂ شد پیدا — گم گشت درو ستارۂ ہفت فلک

شیخ حسین منصور حلاج قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو نورِ ایمان سے تلاش کرنا ایسے ہی ہے جیسے ستاروں کی روشنی سے آفتاب کو تلاش کیا جائے۔ وہ اپنی قدرت

میں قائم ہے۔ اپنے اعزاز میں قیوم ہے، اپنی عزت میں بعید ہے، اپنی شفقت میں قریب ہے،
اپنی رضا میں مونس ہے، اپنی تکلیفات سے ممتنع ہے، مسافات سے بلندتر، حدود سے
بے نیاز، وُہ جانوں کے اندر رہتا ہے اسے ڈھونڈنا ہو تو جان میں ڈھونڈو۔ اس کی
یافت (پالینے) اور خبر کی باتیں نہ کرو۔ اس کی تو یافت کو کسی نے نہیں پایا۔ خبر میں کیا
ملے گا۔ عبارت حیران ہے کیونکہ اس کی قدر بہت بلند ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس
کا معلوم ہونا عیاں ہوگیا ہے۔ اذا بلغوا الغایة من معرفته وھو فی عظمة عاشقوں کی
تشنہ جانیں اس کے جلال کے سمندروں میں غرق ہیں۔ ہجرزدہ طالبوں کے سینے اس کے
شوقِ وصال سے جل رہے ہیں۔ ؎

اے سوختۂ سطوت جلالت دل ما — وافروختۂ لذّت وصالت دل ما
چوں ذرّہ بروزن خیالت دل ما — سرگشتۂ خورشید جمالت دل ما

اس کی معرفت کے باغوں کی طوطیاں من عرف کل لسانه کے باغوں کے گوشوں
میں خوش کن چہچہے کرنے سے قاصر ہوگئی ہیں اس کی حمد کے ایوان کی خوشنوا بلبلیں اُس کی
محبت کے اسرار کے گلزار میں لا احصی ثناء علیك کے ترانے الاپ رہی ہیں۔ ؎

جانا دل عاشقاں بجوئی بہتر — وز ہرچہ توانگر و نکوئی بہتر
لال ست زبان مادراں حسن وجمال — ہم خود تو ثنائے خود بگوئی بہتر

اس کے شوق کے سمندروں کے غوطہ زن تامل کی کشتی اور تدبر کے جہاز کے بغیر
تحیّر کے گرداب سے وجود کی کشتی شہود کے ساحل تک لے گئے ہیں۔ اس کی رحمت عامہ کے
حرم کے طواف کرنے والوں نے اس کے بے پناہ لطف وکرم سے وادیِ نیاز اور کعبۂ راز
میں قدم رکھا ہے ؎

غواص در اوّل قدم از فرق کند — تا در دریا سلوک چوں برق کند
دریا چو نہاد روئے در باطن مرد — تا چشم زنی ہردو جہاں غرق کند

پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کوئی ہے جو یافت رکھتا ہو؟ مگر
اسے علمِ یافت نہ ہو۔ کوئی ہے جو علمِ یافت تو رکھتا ہو مگر اسے یافت میسر نہ ہو۔ اور

کوئی شخص ایسا بھی ہے جسے یافت تو ہو مگر علم یافت سے محروم ہو، اس کی مثال آفتاب کی اس شعاع کی سی ہے جو اس کے ادراک سے قاصر ہے اور اسے یہ طاقت نہیں کہ اسے حاصل کرسکے اور اسے اپنا بنالے۔ اس میں بیٹھے اور اس میں سو سکے۔ اس سے نفع اندوز ہو۔ مگر جو شخص یافت کا علم تو رکھتا ہے اور اسے یافت حاصل نہیں۔ اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جسے اس کا ادراک نہیں اور اسے طاقت نہیں کہ اسے اپنے حکم سے چلا سکے یا روک سکے۔ اسے اس سے بڑھ کر کچھ بھی اختیار نہیں کہ وہ دیکھ سکتا ہے کہ ہوا چل رہی ہے یا نہیں، جس شخص کو یافت بھی ہے اور اس کا علم بھی ہے، اس کی مثال اس روح کی طرح ہے جس کے ساتھ وہ زندہ ہے۔ اگرچہ اسے اس کا ادراک نہیں کہ یہ کس چیز سے بنا ہے اس کی زبان نہیں کہ بات کر سکے اگر بات کرتا بھی ہے تو صرف اشاروں اور کنایوں سے۔ ۵

در آنحضرت عبارت در نگنجد
بجز رمز و اشارت در نگنجد

حضرت پیر ہرات نے ایک اور مقام پر کہا ہے کہ شناخت یافت سے بہتر ہے اس دلہن کو دیکھو جو از سرتاپا زیور سے آراستہ ہوتی ہے، گوناگوں لباس اور زیورات سے لدی پھندی ہوتی ہے لیکن ان تمام زیورات کے متعلق اسے ذرّہ بھر علم نہیں ہوتا کہ یہ کیسے بنائے گئے ہیں، کس کس جزو سے تیار کیے گئے ہیں مگر یہی زیور کسی سنار کے سامنے رکھے جائیں جس کی ملکیت تو ایک ماشہ سونا بھی نہیں لیکن زیور کی ساخت اس کے سونے کی اہمیت کو ذرہ ذرہ جانتا ہے۔ یافت کی نشانی بھی یافت ہی سے حاصل ہوتی ہے اس کی نشانی بھی اسی سے ملتی ہے اور اس کی دلیل بھی وہی ہے اس کی یافت یا پا یا بندگی (پالینے کی صلاحیت) اس حد تک تھی کہ تلاش کرنے والا پالیتا ہے۔ پالینے کی علامت یہ ہے کہ انسان جس قدر اپنے آپ کو تلاش کرے گا اسے پالے گا۔

حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا: ایک زمانہ میں اس کی دید کا مشتاق رہا تو میں نے اپنے آپ کو پا لیا۔ اب اپنے آپ کو تلاش کرتا ہوں تو اس کو پا لیتا ہوں۔ ۵

عشقت دل و جانم را تا کرد جدا از من | جان و دل من دیگر نشناخت مرا از من
بر شمع جمال او پروانہ صفت گشتم | یک شعلہ پدید آمد بستاند مرا از من
تا از کف آں ساقی یک جام بقا خوردم | بزدود مے وحدت زنگار فنا از من
منصور صفت گرچہ زیں دار فنا رفتم | صد نور ہمیگیرد آں دار بقا از من
خواہی کہ رخش بینی در چہرۂ من بنگر | من آینۂ اویم او نیست جدا از من
دل ویس قرن آمد اندر قفس قالب | بشنو ز مشام جان آں بوے خدا از من
گفتیم معین از مے صد جام اگر نوشم | دم در کشم و ناید چوں کوہ صدا از من

گفتا کہ چو بر گیرم برقع ز جمال خود
دانی کہ ز مے باشد مستی تو یا از من

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ اجمعین -

التحمید الخامس وُہ حمد جو افضال کے بادلوں کی طرح وصال کے میٹھے میٹھے قطرے ہجر و فراق کے بیابان کے تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکاتی ہے۔ وہ شکر خداوندی جو ابدی سعادت کے تاج اور سرمدی دولت کی خلعت اللہ تعالےٰ کی رحمت کے خزانے سے گدایانِ ملتِ احمدی کے عریاں تنوں پر پہناتا ہے ؎

حمدیکہ بجاں خلعت جانان پوشد | در بزم قدم جرعۂ عرفان نوشد
دل را کند آشنائے بحرے کہ از ان | یک قطرہ بصد ہزار جاں نفروشد

اس بادشاہ کے دربار کا تحفہ جس کی معرفت کے میدان کا ساقی اس کی محبت کی نہر سے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً کا شیریں شربت اس کی حیرت کے بیابان کے تشنہ لبوں کو اس کے حلق میں ٹپکاتا ہے۔ اس کے ازلی فضل کی ماشطہ اس کے لم یزل مثال کے موتیوں کی لڑیوں کو قبولیت کی جلوہ گاہ میں دستِ وصال سے اربابِ عرفان کی گردن میں ڈالتی ہے۔ ؎

زاں لب کہ چو گل بباغ جان میخندد | چوں غنچہ دلم بخوں ہمے پیوندد
آں رشتۂ لعل و گوہر دندان چیست | عقد لیست کہ بر گردنِ جاں می بندد

حکایت ایک عبادت گزار کسی نیک و بد سے گفتگو نہ کیا کرتا تھا اور ہمیشہ جنگل بیابانوں میں پھرتا رہتا۔ کسی عارف نے اس سے پوچھا کہ حقیقت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: بھائی! یہ کون و مکاں تو صرف وہمی حقیقت کے پیچھے رہے۔ وہم کے بارے میں میری رائے کیا ہوسکتی ہے جو خود حقیقت ہے اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے؟ ؎

دریں اندیشہ سرگرداں چگویم — چگویم چوں نمیدانم چہ گویم
ازاں ساعت کہ برکف دارم ایں جام — تحیر بینم از آغاز و انجام
زبانِ من چو محرم نیست بالب — فرو ماندم میان قلب و قالب
ز دل آگہ نیم از تن چہ پرسی — در وگم شدہ ام از من چہ پرسی

میں اس اللہ کا نام لیتا ہوں جس نے صدیقوں کے وجود کی عود کو اپنی وحدانیت کے جمال کے عشق میں جلا دیا ہے وصال کے چراغ روشن دلوں کے بواطن کے زاویوں میں اس کے صمدی آفتابوں کی شعاعوں سے روشن ہیں۔ قدرت کے نقوش اس کے کمال کے ترجمان ہیں۔ اس کے جمال کے انوار اس کے صفوۂ آفرینش کے صفحہ پر نمایاں ہیں۔ اس نے وجود کی قلم سے شہود کی تحریریں نصب کی ہیں۔ اس کے حسن و جمال کے عشق کی بنیادیں اور اس کے دصال کے محل کی اساس اربابِ سکینہ کی فضا میں بلند کی ہیں۔ اس کی عزت کے بادشاہ نے اپنی کمال شفقت سے عاشقانِ دردمند کے گرد آلود رخساروں کو زاری کے وقت خاکِ خواری سے اٹھا کر دستِ شفقت سے نوازا ہے۔ اس کی محبت کے باغبان نے عارفوں کی جاں کے باغوں میں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ کی نہروں کے کنارے اور هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کی پُربہار نہروں کے دامن میں عرفان کے بیج اور ایمان کے درخت کاشت کیے ہیں۔ چنانچہ عارفِ رومیؒ نے اپنے الفاظ میں فرمایا ہے: ؎

سوے باغ من گزر کن بنگر بہار یارے — سوے یار من سفر کن بنگر نگار یارے
نرسی بباز و پراں بر سایہ اش ہمہ دو — بشکارگاہ غیب آ بنگر شکار یارے
پے نظارۂ تماشا بخرام سوئے دریا — بستان ز اوج موجش در شاہوار بارے

پے خسروان شیریں نہ لبیست شور کردن　　　　بلب حیات بخشش دل وجان سپار بارے

من ازاں محل گزشتم کہ مرا تو چارہ سازی

دل وجان فدات کردم تو نگاہ دار بارے

حکایت حضرت شیخ حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ قید خانے میں بند تھے۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنے گئے اور سوال کیا: ما المحبۃ؟ (محبت کسے کہتے ہیں؟) آپ نے فرمایا: آج مجھ سے نہ پوچھو، کل مجھے تختۂ دار پر لایا جائے گا، وہ وقتِ امتحان ہوگا، میں وہاں جواب دوں گا۔ دُوسرے دن آپ کو تختۂ دار پر کھڑا کیا گیا۔ حضرت شبلیؒ آگے بڑھے تاکہ اپنے سوال کا جواب حاصل کرسکیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: اے شبلی! المحبۃ اولہا قتل وآخرہا حرق۔ (شبلی! محبت کا آغاز شہادت ہے اور اختتام جل جانا ہے) ؎

عشاقِ تو ز اغیار نمے اندیشند　　　　بر دل بجز از یار نمے اندیشند

در دار وجود خود زنند آتشِ عشق　　　　وز سوختن و دار نمے اندیشند

اے درویش! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خلوت سرائے عشق میں قدم رکھے اسے چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے اہل وعیال اور روح وجان سے دل ہٹالے۔ اس کے بعد ہی وہ محبت کا جھنڈا بامِ معرفت پر بلند کرسکے گا۔

داناؤں نے کہا ہے اگر تم غلام ہو تو بوجھ اٹھاتے جاؤ۔ اگر عارفِ الٰہی ہو تو ہزار انسانوں کی جگہ ایک ہو۔ اگر تم محب ہو تو حضرت محبوبی کی طرف بڑھو۔ اگر موحد ہو تو تمام غیر اللہ سے دست بردار ہوجاؤ اور ہر چیز سے پاؤں سمیٹ لو۔ ہاں ہاں! محبوب کے حسن وجمال کا پرتو ایک شمع ہے اور عاشق اس کے پروانے ہیں۔ اس کے دوست عاقل ہیں، دُوسرے سب دیوانے! ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم　　　　مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

تا خیال دوست در اسرار ماست　　　　چاکری وجانسپاری کار ماست

ہر کجا شمع جمال افروختند　　　　صدہزاراں جان عاشق سوختند

عاشقانے کہ درون خانہ اند
شمع روئے یار را پروانہ اند

اگر ان رحمتوں کا ایک ذرہ جو اللہ کے خزانے میں ہیں مشرکوں کے شرک اور کافروں کے کفر پر پھینک دے تو ہر ایک توحید پرست ہی ہوجاتے ۔ اور اگر اس شراب جاں پرور سے جو اس کے پیالۂ غیب میں ہے ایک قطرہ بھی حلق میں ٹپکا دیا جائے تو کسی مخالف میں مجالِ مخالفت نہیں رہتی ۔ ۔؎

گر در رہ تو کعبۂ و خمار نماند ۔۔۔ یک کس ز مئے عشق تو ہشیار نماند
وریک سر مواز رخ تو رُوئے نماید ۔۔۔ برروے زمین خرقہ و زنار نماند
آنراکہ دمے رُوے نمائی زدو عالم ۔۔۔ آں سوختہ را جز غم تو کار نماند
گر برفگنی پردہ از اں چہرۂ زیبا ۔۔۔ از لمعۂ خورشید و مہ آثار نماند

درخواب کن ایں بیخبراں را زمے عشق
تا جز تو کسے محرم اسرار نماند

اے درویش! میں اس اللہ کا نام لے رہا ہوں کہ دوستوں کے سینۂ دل کے باغ میں عاشقوں کے دل کی کلی کو اپنے لطفِ عمیم کی نسیمِ جانفزا سے کھلاتا ہے اور نیاز مندوں کے دل کے درد اور عاشقوں کے سینے کی آہوں میں وصال کے عشق و جمال و شوق کو اپنے علم قدیم سے جانتا ہے ۔ ان دلوں میں نیاز مندی اور طلب کے سلسلہ کو "یارب یارب" کے نعروں کو اربابِ وجد و طرب میں جوش دیتا ہے اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے پودے کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی باغبانی ہیں آگاہ دلوں کے باغوں میں آہِ سحر گاہی کے ساتھ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ کے پانی سے پالتا ہے ۔ ۔؎

اے آنکہ نداریم بجز تو دگرے ۔۔۔ درحالِ خراب بندگان کن نظرے
نے روز بروزہ ایم و نے شب بہ نماز ۔۔۔ بخشائے گناہ ما باہ سحرے

جب طبیعتوں کے دریچوں سے اس کی قدرت کی رنگا رنگ تصویروں نے دیکھا اور حقائق کے زواہر جواہر نے خلائق کے ظواہر کا مظاہرہ کیا اور وجود کے روشن آفتاب اور شہود کے

نیر اعظم نے جہاں تابی کے لیے سر باہر نکالا تو ؎

چشم بکشائے کہ دیدار خدا جلوہ نمود — دیدہ شو یکسر و بر بند در گفت و شنود
عکس رخسارۂ ساقی بنمود از رخ جام — ہوش و آرام زمستان مئے عشق ربود
ساقیِ عشق مرا روزِ ازل بادہ چشاند — تا ابد ہر نفسم مستیِ دیگر افزود
یارب ایں مستیِ من زاں مے بزمِ ازل ست — یا نہ ہر لحظہ بہ من بادۂ دیگر بیمود
دل چو آئینۂ حق آمد و صیقل غمِ عشق — اے خوشا آں دل کہ مئے عشق غبارش بزدود
آں دلے کز ظلمات بشری گشت خلاص — عکس انوار خدا بود در و ہر چہ نمود
بادہ صاف ست مپندار کہ رنگین شدہ است — آں ز ہمرنگی جام ست کہ شد سرخ و کبود
عشق در دارِ بقا زد ز دلم روزنۂ — تا کہ در تافت بقصر عدمم نور وجود
ذرۂ ہستیِ من از پئے خورشید ازل — کرد از روزنۂ کن فیکون میل صعود
موج دریائے قدم شبنم امکان برداشت — شد نہاں غیب و شہادت ہمہ در بحر شہود
در پس پردہ ہمے داد خبر از من و ما — ما و من رفت ہمو ماند چو برقع بکشود
عشق بے پردہ ہمی باخت معینؔ با رخِ دوست — پیش زاں کز من و ما نام و نشاں ہیچ نبود

اوّل و آخر و ظاہر و باطن ہمہ اوست
کہ ہمو بود و ہمو ہست و ہمو خواہد بود

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

التحمید السادس وہ حمد کہ جس کے طلوع کی تجلیوں کے شعلے وجدان کے مطلع سے نمودار ہونے والے نورِ عرفان کی طرح مصئون ہیں اور جو تمام شک و شبہ کے زنگ سے پاک اور محفوظ ہیں ۔ وہ شکرِ خداوندی جو اس کے ظہور کے خوارق کے راستوں سے درخشاں اور جو وجود کی جبلّت اور شہود کی خاصیت کے باطن سے اس طرح پیدا ہوا ہے جو ندا سے خالی صدا اور جو انعکاس سے خالی مثال کی طرح خالص ہو۔ ؎

حمدے کہ چوں نور قدس بے رین بود — در ذمۂ اہلِ معرفت دین بود

حمدے کہ چو آئینہ بود عکس پذیر　　عکسے کہ چو در وے نگری عین بود

اس خدا کے آستانۂ کبریا اور ایوانِ جلال و عظمت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جس نے اپنی قدرت کے بلند آفتاب کو اس پست طبع کائناتِ ارضی پر روشن فرمایا۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے کہ اس نے اس وسیع صحرا کے سات طبقوں کو خوشنما پیکر فرش اور جواہرات سے مرصع چادر کی طرح بچھا دیا ہے۔ یہ اس کی حکمتِ بالغہ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اس کی قدرت کے نقاش نے اپنی رحمت کے نقوش اس نیلے گنبد کی لاجوردی چھت پر منقش کر دیے اور اس زرّیں پرچم کے نیلے کناروں کو اپنی جناب کے نام لکھے۔ اس کی قدرت کے فراش نے اس کی حکمت کا فرش سبز رنگ کی جڑی بُوٹیوں سے بڑے خوب صورت انداز میں سجایا ہے۔ اس لبساط پر بنفشہ، گل و ریحان، سنبل و نرگس، سوسن اور چنبیلی جیسے پھولوں سے اپنے پیغام کو عام کر دیا ہے۔ ؎

ہر بوے کہ از مشک و قرنفل شنوی　　زاں سلسلۂ جعد چوں سنبل شنوی

گر نالۂ بلبل زپے گل شنوی　　گل گفتہ بود گرچہ زبلبل شنوی

میں اس بادشاہ کے نام کا ذکر کر رہا ہُوں جس کی بزرگی کے دربار کے ملازمین نے عدم کے حجرے کے ایک گوشہ سے لطف و کرم کی نسیم کی طرح عالمِ وجود کے باغِ ارم میں قدم رکھا تو گلستانِ ہستی اور باغستانِ حق پرستی میں عشق و محبت کے لاکھوں خود رو پھولوں اور علم و معرفت کی ہزاروں کلیوں نے کِھلنا شروع کیا۔ اس کے وصال کے مشتاق قدم کے نہاں خانہ کے کونے سے نکل کر عزمِ قبولیت اور بزمِ وصال میں آئے تو کروڑوں نفاستوں کی دُلہنوں نے جمالِ قدسی کے چُھپے ہُوئے اسرار کو حرمِ انسانیت کے محرمانِ راز پر افشا کرنا شروع کیا۔ ؎

اے ہمہ ہستی زتو پیدا شدہ　　خاکِ ضعیف از تو توانا شدہ

زیرِ نشیں علمت کائنات　　ما بتو قائم چو تو قائم بذات

ہستی تو صورت و پیوند نے　　تو بکس و کس بتو مانند نے

ما ہمہ فانی و بقا بس تراست　　ملک تعالیٰ و تقدس تراست

آنچہ یقین و نیذیر و توئی ۔ وانکہ غیر دست و غیر و توئی
چو قدمت بانگ با بلق زند جز تو کہ آرد کہ انا الحق زند

شیخ ابوالحسن الخرقانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب میں نے اپنی ہستی کو غور سے دیکھا تو میری نیستی مجھے دکھائی گئی۔ میں اسی غم میں ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ تم نے اپنی ہستی کا اقرار کر لیا ہے؛ میں نے کہا: مجھے میری ہستی تو دکھائی جائے تاکہ اقرار کروں۔ فرمایا میرا ہستی کا اقرار کرو۔ میں نے کہا تیرے بغیر دوسرا کون ہے کیا تُو نے خود نہیں کہا شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو۔ ؎

ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
اینست و جز این نیست کہ در جملہ جہاں باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

ایک واصل باللہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا ابا القاسم! اس کا کیا مطلب ہے کہ مباینت مشاکلت کی ضد ہے اور اس کی خبر دینا عین اتحاد سمجھا جاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ غیرت سے جوش میں آئے اور نعرہ مارتے ہوئے کہا: ھُوَ لَا وَ لَا ھُوَ اِلَّا ھو۔ ؎

شرطیست کہ در بساط عشقش آں پائے نہد کہ سر ندارد
رسمیست کہ در ہوائے وصلش آں مرغ پرد کہ پر ندارد

اب یہ سُن کر اس واصل باشد نے نعرہ مارا اور اس کی رُوح بدن سے پرواز کر گئی۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا: لو اظہرت ھذا انسان لم یبق فی مجلس محقق الآیات۔ ؎

گر آہ آتش بار من یک شعلہ بر بیروں زند این آتش پنہاں علم بر گنبد گر دوں زند
سرِ نہاں پیدا شود کون و مکاں یکتا شود دل غرق آں دریا شود کو موجہائے خوں زند
اے دل تو مشکوٰۃ دلی طغرٰی آیات دلی آئینۂ ذات دلی کس پیش تو دم چوں زند
عشق از ورائے لامکاں زد خیمہ اندر باغ جہاں از خلوت خاص جناں کے تخت خود بیروں زند
واللہ کہ در رگہائے جاں چو شہد و شیر آمد رواں لیلیٰ چو تیر امتحاں بر سینۂ مجنوں زند

میں اس کریم کا نام لیتا ہوں جس کے بازارِ شوق کے عطار نے وجود کے غیر کو شہود کے آتش دان میں رکھ کر عیان کے چولہے میں رای قلبی ربی کو جلا دیا۔ اس کے وصل کے لباس کے خیاط نے ابدی بقا کی قبا اور سرمدی لقا کی پیشانی پر اولیائی تخت قبائی کے قد پر سپلز۔

چوں ہنر ہن ہستی خود شق بینم — در نور ظہور لعقف مطلق بینم
چوں دیدۂ سر بہ بندم از رویت غیر — از دیدۂ سر نظر کنم حق بینم

اس کی بارگاہ جلال کے کارخانہ کی بنیاد رکھنے والے نے اس کے خلوت کدہ خیال کو وصال کی بلندیوں اور اتصال کی وسعتوں کی میخوں پر استوار کیا اور اسکی کمال قدرت کو بلند کیا۔ اس کے جمال کے آثار سے آفرینش کے ارواح کی تختیوں پر سجا کر اہلِ دانش و بینش کی تماشاگاہ بنا دیا وجود کے صورت خانہ میں اپنے احسان کی رقسم سے لکھ دیا۔ (در نظم صفحہ، اسے درج کریں)۔

ہستی طلیعہ ایست ز نور وجود او — کونین شبنمے ست ز دریائے جود او
در جنب آفتاب کجا ذرہ رابقاست — اندر جوار سایہ نماید وجود او
نادر دچوں صدف گہر معرفت بکف — تا دل نگشت غرقۂ بحرِ شہود او
ز آئینۂ دل ست نمودار حسن دوست — رنگِ وجود تست حجابِ وجودِ او
گو شعلۂ ز عشق کہ در جان خود زنم — تا وارہم ز ظلمت ہستی ودود او
باشد جہاں و مایۂ غم خویش خود معین — تا چند غم خوریم ز بود و نبود او

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین الطیبین الطاہرین۔

التحمید السابع — وہ حمد جسے ماشطۂ ناشطہ نے نفوس ناطقہ کے چمکدار موتیوں کو غیب الغیب کے معانی کی چمکتی ہوئی لڑیوں میں پرو دیا۔ اور پاکیزہ عقل کو اپنی ثنا کے دھاگوں میں منظم کر دیا۔ شبستان انقباض کے خفتگان ادراک کو اپنی خوشی کے جھونکوں کی تحریک سے مسرت و شادمانی کے خوشبودار جھونکوں کو مہکا دیا۔

حمد یکہ ز فیض منبسط گرداند — دل را بوصال مرتبط گرداند
حمد یکہ لآلی معانی وجود — در عقد شہود منخرط گرداند

اس بادشاہ کی بارگاہ کے قربان جس کے سرمایۂ سودائے خیال ہی سے عاشقوں کے بازار بازار کی رونقیں ہیں اور اسی کے تمنائے وصال انوار سے مشتاقانِ دید کے اسرار کو زینت میسر آتی ہے۔

در بتکدۂ تا خیالِ معشوقۂ ماست | رفتن بطریق کعبہ از عین خطاست
گر کعبہ از و بوئے ندارد کنش است | با بوئے وصالِ او کنش کعبۂ ماست

دانستہ بمیخانہ روی روکہ رواست | وز جہل بصومعہ شدن عین خطاست
از روئے خرد مسجد و بت خانہ یکیست | گر ہست تضادے میانِ من و ماست

ہم اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں تو اس کے شوق لقا کی گلبن کی خوشبو سونگھتے ہیں اس کی توحید کے ترنم آمیز نغمے اور اس کی عندلیبوں کی دلنواز آوازیں منبر و محراب میں خطبا کی زبانی سنی جا سکتی ہیں باغوں اور نہروں کے کناروں پر کھڑے درخت اپنی شاخوں کی ٹہنیوں کی قلموں سے اس کی حمد و ثنا کی تحریریں ثبت کرتے رہتے ہیں۔ اس نیلے گنبد کا حمد درخشاں قندیل اور اس زبرجد چھت کا حسین فانوس اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔ یہ چرخِ دولابی اور گردوں سیمابی ستاروں کے زریں کوزوں کو اور کواکب کے روشن پیالوں کو اسی کی حمد میں گھماتا رہتا ہے۔ ہر رات اس کے نور کا شفاف پانی۔ دریاؤں کی موجوں کے اضطراب میں پھیل جاتا ہے اور اس کے کمال قدرت سے منور رہتا ہے۔ سیاہ رات کے حبشی زادگان کی جیب اسما کی مشکِ تاتاری سے بھری پڑی ہے اور اس ماتم سرا کا سنہری شامیانہ اپنے تمام پردوں میں اسی کے خلوت گاہ راز اور اسی کی حرم سرائے وصال کے مرہون احسان ہیں۔ ان نو آسمانوں کے مکانوں کے مکین اور ان سات زمینوں کے قطار در قطار نظارے جو وجود کے دلہن خانہ میں رہ کر دریچہ شہود سے سر باہر نکالتے رہتے ہیں یہ اسما کے حسن و جمال کے جام گیتی کا عکس ہیں اور اسی کے جلال و جمال کے انوار کا آئینہ ہیں۔

مؤلف کے والد نے کیا خوب کہا:

ہر دل کہ مظہرِ لمعات جمال اوست | مستغرق فیوض نعوت جلال اوست
حد کمال معرفت از شانِ عقل نیست | اظہار عجز معرفت آنجا کمال اوست
بر قصر قرب او نرسد روح را کمند | دل را کجا مجال خیال وصال اوست
در جنب آفتاب عنایت زوال نیست | جائے کہ آفتاب نتابد زوال اوست
شد مبدء نفائس انفاس قدسیاں | گنجینۂ دلم کہ محل خیال اوست

جاری ایست بر زباں رمنابیع حکمتش
از دل کہ عین منبعِ آبِ زلال اوست

حضرت خراز قدس سرہٗ نے فرمایا مَنْ ظن انہٗ ببذل المجھود یصل فتمتعن و من ظن انہ بغیر بذل المجھود یصل فتمن حضرت پیر ہرات قدس سرہٗ کے مطابق اطلب کرنے سے نہیں پایا جاسکتا۔ لیکن طالب اسے پالیتا ہے جو نہیں پاتا وہ طلب میں ناکام اور سست ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز نے ایک اور مقام پر بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ۔ تجھے میں کس چیز سے تلاش کروں۔ تو تو اپنی ذات میں ہی ہے نہ میرے پاس کوئی چیز ہے اور نہ تیرے بغیر کوئی دوسری ذات ہے۔ تیرے لئے نہ تو کوئی وقت ہے اور نہ سبب۔ محجوب وہ ہے جو اس کی ذات کی تلاش میں وقف ہو جاتا ہے جو موجود ہے۔ جو جستن جو اور جو بندگی اٹھ جاتی ہے تو حجاب اٹھ جاتا ہے اور حق ظاہر ہو جاتا ہے۔

چشم بکشا کہ آفاق پر از نور خدا است   خالی از نور خدا در ہمہ آفاق کجاست
آں جالے کہ نظر نیز درو محرم نیست   ہمچو خورشید دریں آئینہ ناپیدا است

گفتمش چند بود حسن تو پنہاں گفتہ
حسن پیدا است ولے دیدہ بینندہ کجاست

اس کی زلف نے شوریدہ حالوں کے مقبول اعمال کو سیاہ کر دیا ہے۔ اس کی مہربانی کی مشاطہ نے اپنی ترتیب کی کنگھی اور اپنی رعایت کے دندانوں کے مطرا و مزین بنا دیا ہے۔ ہر منحنی کے قد کو درد کے زعفران سے زرد پتوں کی طرح کی کپکپی طاری کر دی ہے۔ اس کے وصل کی بنی ٹھنی دلہن حسن و جمال کے غازہ سے موسم بہار کے گلنار کے پتوں کی طرح درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اس کے آسمان کے کلید بردار سحری کے وقت تمام جانوں کے قفل حواس کے دروازوں سے کھول دیتے ہیں۔ اس کے راز کے پردہ دار اس کے نقاب کے اعجاز کے اظہار کے لئے عالم غیب کے حسین و جمیل دروازے اس کے حکم سے کھلتے ہیں۔

چو از جمال نقاب البطون براندازی   دراں ظہور وجود مرا عدم سازی
زنور حسن چو رخسار شمع آرائی   مکن ملامت پروانہ راز جانبازی

نقوش مہر تو از مہر دل نخواہد رفت — اگر در آتش عشقم چو موم بگذاری
چو چنگ میکشم از زخم گوشال فراق — مرادم اینکہ ببزم وصال بنوازی
سپاہ درد و بلا صف کشیدہ از چپ و راست — بقلب با علم عشق چوں برافرازی
ہمیں دل ست کہ آئینہ است در دستت — گہے چو گوئے بہر جا نبے کہ میتازی
ولے مظاہر داعیان چو رخت بربستند — تو خواہ آینہ سازی وخواہ گو بازی
ہر آینہ کہ زعکس جمال خود بینی — اگر در آینۂ دل تجلی اندازی
رموز عشق و لم از تو باز میگوید — چراکہ ہمچو نیش ہمدم و ہم آوازی
بغیر راز دل خود نمیتوانم گفت — تو راز من شنوی بہ کہ محرم رازی

معین بیک نظر از خاک برگرفتہ تست
بداں امید کہ باز از نظر نیندازی
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

التحمید الثامن: وہ حمد جو ناقد بصیرت مبصروں کو بے کدورت نگاہ بخشتی ہے۔ ان مبصروں کو قضا و قدر کے سبق کے ورقوں میں نگاہ تعمق میسّر ہوتی ہے وہ شکر کہ اس کی نعمتوں کے اصناف کے متقررین اور اس کے اوصاف کرم کے تعبیر کرنے والوں کو غیب کے اسرار کی اطلاع ملتی رہتی ہے۔ وہ غیب الغیب کے شواہد کے ساتھ تحقیق و تجسس پر متقرر ہوتے ہیں۔

حمد یکہ بنور قدسش آراستہ اند — شکر یکہ چو بزم انس پیراستہ اند
حمد یکہ بداں حمد تقرب جویند — آہن کہ زہر دو کون برخاستہ اند

اس بادشاہ کی بارگاہ پر قربان جس کے معارف کے لطایف کے صحائف کے دبیر اور اس کے جود و کرم کے نقش بندوں قدسی ارواح کی تختیوں اور اسی شوق کے ورقوں پر رشد و ارشاد کی قلم سے اس کی حمد و ثنا لکھتے رہتے ہیں، اس کی بخشش کی صنعت کے کاریگراہ رعالم وجود کے عجیب و غریب بانی ان نونیلگوں آسمانوں کے اوراق پر اور زمین کے طبقوں کے صفحات پر اس کے سپاس بے قیاس کے مرتبہ و مقام کے قواعد و تمہید قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ اسکی ذات کی تجلیات کے آفتاب کے انوار کی شعاعیں اور اس کی صفات کے چاند کی کرنوں کی روشنیاں

ارباب شہود کے وجود کے ایک ایک ذرہ کو مزین کرتی رہتی ہیں۔ اس کے شہود کی بزم عشق نے جو نقاب وجود کی برقع کشا ہے اور وجود کے زنگ دور کرنے والی ہے۔ انکار کے زنگار اور نافرمانی کے غبار کو ختم کرنے والی ہے۔ اس نے اپنا جمال احدیت کو بشریت کے مظاہرے اپنے ازلی عاشقوں اور لم یزلی مشتاقوں کو دکھایا ہے۔

اگر ز چہرہ مہ من نقاب بردارد　　فروغ طلعت او آفتاب بردارد
بسوزد از لمعاتِ جمال جز و وجود　　کہ از سرادق عزت نقاب بردارد
کشیدہ بر ورق دلبری ز دفتر ناز　　نشان فذلک را تا حساب بردارد
خیال غیر بخون ناب دل ز دیدہ بشوے　　کہ آن حدث نتواند کہ آب بردارد

نصیب عمر گرانمایہ را دہد زکات
دل از خزانۂ وصل از نصاب بردارد

اے درویش! جب عالم حدوث کی وادی کا مسافر ازل کے محل کے کنگرے پر اپنی طلب کی کمندیں پھینکتا ہے اور ہستی مطلق کی قوت کے ساتھ اپنے قدم جماتا ہے تو اس کی ولایت کے دامان تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا اور اس کے پاؤں اس کی طواف گاہ تک نہیں جاتے لیس عند ربک صباحٌ ومساءٌ جہاں شام و سحر ہی نہ ہوں وہاں مشرق و مغرب کس کام آئیں گے لا شرقیۃ ولا غربیۃ اس مقام کا آفتاب دل پسند ہوتا ہے، اس آفتاب کے ذرے اس کے سرافگندہ عاشق کی دل و جان ہیں۔ ہاں! وہ ذرہ جب تک کن فیکون کے غار میں تھا تو عالم حدوث کے سایہ میں نظر آتا تھا۔ جب کاف اور نون (کن) کی تنگ وادی سے نکلا تو مِنَ القلب الیٰ الرّب کے روشندان سے پرواز کرنے لگا۔ عدم نے بھی اس کے دامن سے ہاتھ اٹھا لیا۔ بقائے طلب کا پنجہ اس کی جان کے گریبان میں مضبوط کر لیا۔ ازل نازل ہوئی۔ قدم بھی اس کے ساتھ ہوئی۔ بے پناہ مسافت طے کرنے کے بعد عبودیت اپنے ربوبیت کی محبت میں تبدیل ہو گئی تو مسافر کو اپنی منزل مل گئی اور کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کا نقاب وَیَبْقیٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام کے جمال کے سامنے سے اٹھ گیا۔ محبوب کے حسن و جمال دل و جان کے حجرے کو منور کر دیا۔

صفات کے نورانی شعلے ذات کے انوار میں داخل ہوئے تو تمام در تمام نور ازل میں مندرج ہوگیا یہ مقام اپنے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کا۔ اب وجود حق کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہی لَیْسَ فِی الْوُجُوْدِ سِوَی اللّٰهِ

کسیکہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست ۔۔۔ حریف خلوت و ساقی انجمن ہمہ اوست

اگر بدیدۂ تحقیق بنگری بینی ۔۔۔ کہ ناظر دل و منظورِ جان و تن ہمہ اوست

چو اندر آئینہ دل فتاد عکس رخش ۔۔۔ چناں نمود کہ در جسم و جان من ہمہ اوست

کہ برد بوے قریں ساخت با اویس قرن ۔۔۔ سوئے مدینہ کہ آورد از کرن ہمہ اوست

رموز عشق کسند آشکارو نند لیشد ۔۔۔ چو دل بدیدہ کہ در سرو در علن ہمہ اوست

بگو کہ کثرت اشیا نقیض وحدت گشت ۔۔۔ تو در حقیقت اشیا نظر فگن ہمہ اوست

تعینے ست کثرت اعتبار ما و من ست ۔۔۔ ز اعتبار گذر کن کہ ما و من ہمہ اوست

چو نائیے کہ نہد بر دہان نے لب خویش ۔۔۔ نہادہ بر دہن عاشقاں دہن ہمہ اوست

چہ جائے بادہ و جام کدام ساقی و مست

خموش باش معینے و دم مزن ہمہ اوست

التحمید التاسع وہ حمد جو نامرادی کی وادی کے حیرت زدہ مسافروں کو ابدی عزت اور سرمدی دولت کے تاج و تخت سے نوازتی ہے۔ وہ شکر جو گناہوں کے پنگوڑوں کے بچوں کو اس کی بشارتوں کے چھاتیوں کے شیریں دودھ سے خوش کام کیا جاتا ہے

حمد یکہ بدل خلعت جان پوشاند ۔۔۔ شکرے کہ بجان جام طرب نوشاند

حمدے کہ رہ وصال جاناں داند ۔۔۔ تا کام دل و مراد جان بستاند

حضرت کبریا کی بارگاہ عَلِیّہ جس کی ہر کار حکمت کے نتیجہ میں آفتاب جہاں تاب اپنے روشن دائرہ میں گردش کرتا ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وہ قادر مطلق جس کی قدرت کے تابدار انوار وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے دائروں کے چاندوں کے چہرہ مصور کو منور رکھتے ہیں۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وہ منور جس کی مشیت کی مشاطہ نے زر بفت کے نقش و نگاروں کے صبح و چاشت کے چہرہ کو روشن بنا دیا ہے وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وہ مدبر جس نے سیاہ رات کے

زنگی زادوں کو اپنے سیاہ نہال کی مشک تاتاری دکھا کر ہیبت کے آثار پیدا کردیئے۔ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ۝ وہ صانع جس کے لاجوردی دسترخوان کو سیمابی کرہ پر بچھا دیا گیا اور لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کی صنعت کا نمونہ بنا دیا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وہ کریم جس کے لئے زمین کا یہ وسیع دسترخوان اسی کی حفظ و امان میں کھلا ہے وَ الْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا وہ حکیم جس نے نفس ناطقہ انسانی کو بارقہ ربانی کی خلعت سے مشرف فرمایا۔ یہ ساری بزم اسی کی جاہ و جلال کی سلطنت سے سجی ہے وَ نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ وہ علیم جس کی محبت کے جھنڈے اہل معرفت کے سینوں میں نصب ہیں اور اس کی حمد و ثنا اور مدحت کے انعام کا اعلان کرتے ہیں:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝

حضرت عراقی فرماتے ہیں:-

برتر ز چند و چون جبروت و جلال او ۔۔۔ بیرون ز گفت و گو صفت لایزال او
گر نیستے شعاع جمالش ہمہ جہان ۔۔۔ ناچیز بودے از سطوت جلال او
ور نہ نقاب روئے جمالش شدے جلال ۔۔۔ عالم بسوختے ز فروغ جمال او

ہر دم ہزار عاشق مسکین بدادہ جان
در حسرتِ خیال رخ بمیثال او

اے درویش! ربوبیت کی عزت کی بساط وہ بساط ہے کہ جو شخص اس بساط کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے اس کے تمام دعوے باطل ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس کی عقل و خرد کا سارا سرمایہ ہیچ نظر آتا ہے۔ اس کی نیکیاں برائی اور گناہ نظر آنے لگتی ہیں۔ اگر وہ زمانے بھر کا فصیح ہے تو گونگا دکھائی دیتا ہے اور دنیا بھر کا عالم ہے تو جاہل مطلق نظر آنے لگتا ہے۔

از عشق اگر نیست شوی ہست شوی ۔۔۔ وز عقل اگر ہست شوی پست شوی
دیں بوالعجبی نگر کہ از بادۂ عشق ۔۔۔ ہشیار گہے شوی کہ سرمست شوی

ایک دن لوگوں نے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی مجلس میں ذکر کیا کہ سہیل بن عبداللہ تستری قدس سرہٗ معرفت کے بیان میں بہت گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سہیل ابھی دریائے معرفت کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ تھوڑا عرصہ انتظار کریں کہ وہ اس دریا میں اتر پڑیں۔ لوگوں نے ذرا

یاحضرت دریائے معرفت کے غسریق کی کیا نشانی ہے ۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں جہاں سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور گفت وکلام سے خاموش ہوجاتا ہے وَمَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی) وہ دُور کی بات نہیں کرسکتا کہ اسے طاقت نہیں رہتی ، وہ نزدیک کی بات نہیں کرسکتا کہ اسے ہمت نہیں رہتی ۔اس کی صفت صُمٌّ بُکْمٌ ہے ۔ اور مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ کی تصویر بن جاتا ہے ۔ البتہ متوسط اس لئے گفتگو کرتا رہتا ہے کہ ابھی تک وہ جستجو میں ہوتا ہے ؎

تو گمان می بری کہ یافت
تو بخود این دروغ بافتہ
یافتش نہ بجستجوئے کس ست
کہ خود از بہر وصل خویش بس ست
ہر کہ گوید کہ یافتم مپسند
کہ باو اہل گفتگو نرسند
دم زدن مانع وصال بود
وصل را گفتگو محال بود
گر دمے میزنند اہل وصول
آن دم از دیگرے کنند قبول
آن نفس کیں نفس نمونہ اوست
شعلۂ ز آتش درونہ اوست
سر توحید زاں ظہور کند
ظلمتت را بتمام نور کند
لمعات تجلّی ذاتے
بنماید زعکس مرآتے
ہر کہ او را بیافت خود گم گشت
قطرۂ محو بحر قلزم گشت
چون نماند وجود قطرۂ کیش
لاف محوے زند زحیرۃ خویش

اے اللہ ! دنیا بھر کے میدان فصاحت کے شاہسوار تیرے وصفِ جمال بیان کرنے سے عاجز ہیں ۔میدان معرفت کے بہادر تیرے جلال کی تعریف سے شکستہ پا ہیں ۔عقل کی ساری کوششیں تیری عظمت کے انوار کی شعاعوں کے سامنے خیرہ چشم ہوکر رہ گئی ہیں ۔اصحاب بصیرت کی ساری دانائیاں تیری معرفت کے دروازے پر انگشت بدنداں ہیں ۔

کو عقل کہ در رہِ تو پوید آخر
کو جان زعزت تو گوید آخر
پندار نگر کہ ماترا می جوئیم
چون جملہ توئی ترا کہ جوید آخر

اے عین بقا درچہ بقائی کہ نہ — درجائے نہ کدام جائی کہ نہ
اے ذات تو از جائے وجہت مستغنی — آخر تو کجائی و کجائی کہ نہ

تمام دوست اپنے تڑپتے ہوئے دل کے ساتھ اس حجاب کے دور کرنے میں کوشاں رہتے ہیں مگر انہیں حرمان ومایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام عاشق اس کے حسن وجمال کی شعاعوں کے دیدار کی تمنا رکھتے ہیں۔ لیکن ناامیدی کے بغیر انہیں کچھ میسر نہیں آتا۔

در راہ تو فکر من بجائے رسید — کانجا ز من و فکر نشان نیست پدید
من کیستم و فکر من و گفت و شنید — الا کہ خیالے ز خیالات بعید

شیخ یحییٰ معاذ رازی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ صاحب حال کی آبادی کی علامت تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ خوف۔ رجا اور محبت۔ خوف اللہ سے اس قدر چاہیئے کہ تمام گناہوں سے دست بردار ہوجائے رجا امید رحمت خداوندی اس درجہ ہو کہ ہر قسم کی مالی اور بدنی عبادات کو اختیار کرتا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا یہ مقام ہونا چاہیئے کہ مَنْ احب شَیْئًا اکثر مِن ذِکْرِہٖ (جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر اکثر زبان پر ہوتا ہے) کی روشنی میں ایک لمحہ بھی اس کی یاد اور ذکر سے غافل نہ رہے۔

نہ بے یادت برآید یکدم از من — نہ بے رویت جدا گردد غم از من
بزن برجانم آں زخمے کہ خواہی — بشرط آنکہ گوئی مرہم از من
دلم را خوں تو می ریزی و ترسم — کہ جوئی خونبہائے دل ہم از من
اگر آہے برارم از دلِ تنگ
بہ تنگ آیند خلقِ عالمِ از من

اے درویش! ہزارہا ہزار ملکوتی جواہر تھے جو تسبیح و تحمید کے صدف میں محفوظ تھے۔ اور اس کی مقدس بہاریں چمکنے لگے۔ لاکھوں حضرات عالم جبروت کی نشستگاہوں میں معتکف تھے اور اس بلند قبہ آسمان کی پہنائیوں میں کروڑوں ملکوت تھے جو ہر وقت وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کے دعویٰ کے ساتھ معروف تسبیح رہتے اور وَنُقَدِّسُ لَكَ کے قدسی ہر وقت اسی کی حمد میں سرشار رہتے، مگر باین ہمہ اللہ کی محبت کے راز نے خاکدانِ عالم

درد مندوں کے دلوں کو ہی اپنا مسکن بنایا اور پھر اَنَا لَکُمْ اَنْتُمْ لِی (میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو) کا مژدہ سنا کر دنیا کو محوِ حیرت کر دیا۔

تو خاصہ زما باش کہ مانیز ترائیم — وز ہر دو جہاں مقصد و مقصود توائیم
گر یکدم از روئے طلب سوئے من آئی — ما صد قدم از راہ کرم پیش تو آئیم
ما گنج نہانیم و تو مفتاح فتوحی — ہم از تو در گنج بروئے تو کشائیم
ما بر صفت خویش ترا جلوہ نمودیم — تا ز آئینہ ذات تو خود را بنمائیم
تو آئینہ صافی و مانیز چو خورشید — در آئینہ تابیم و حرارت بفزائیم
چون زنگ گل از آینۂ دل بزدودند — جان نعرۂ برآورد کہ ما نور خدائیم
جز نور جمالِ تو در آینہ چہ تابد — آندم کہ غبار از رخ آئینہ زدائیم
تو بحرِ قدم بودی ما شبنم امکان — ما با تو چنانیم کہ گوئی ہمہ مائیم
در عالم توحید نہ یاریم نہ اغیار — آن لحظہ کہ از پردۂ ہستی بدر آئیم

از شش جہت کون گذشت ست معینے
از جا چو بروئیم چہ گوئیم کجائیم

وصلے اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ اجمعین

التحمید العاشر [۱۰] وہ حمد جس سے مہجور مشتاقانِ دید کے سینوں کے شہرستان میں اس کی عظمت و ہیبت کا ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔ شکر خداوندی جس سے پاک طینت حضرات کے ضمیر کی پیشانی پر اس کے ظہور کے نور کی شعاعوں کی روشنیاں چمک رہی تھیں۔ ؎

حمد یکہ از و در دل و جان مشعلہاست — شکر یکہ از و در دو جہاں ولولہاست
حمد یکہ چو از درون جاں شعلہ زند — در بزم قدم ز نور او مشعلہاست

حضرت کردگار کے بلند ایوان کے آستان کے سامنے اور اس پروردگار کی بارگاہ عالیہ کے سامنے سر بسجود ہوتے ہوئے معروض ہو کہ اس کے بلند آسمان کے باغوں میں کسی ستارے کا پھول اس کے حکم کے بغیر کھلتا ہی نہیں۔ وہ ایسا کاریگر ہے جس نے آفتاب کی سنہری قندیل کو

اس زرنگار آسمان کے ایوان میں جہان داری کی زنجیروں سے لٹکا دیا ہے تاکہ عالم ظاہر کے تمام زاویوں کو اس کے نور کے پرتو سے روشن رکھ سکے۔ وہ ایسا پروردگار ہے کہ ایمان کے چراغ کو اس کے نور کے پرتو سے روشن رکھ سکے وہ ایسا پروردگار ہے کہ ایمان کے چراغ کو مومنوں کے دلوں کے فانوس میں اپنی معرفت کے نور سے روشن فرمایا ہے۔ عالم باطن کے تمام کناروں کو اس کے انوار کے آثار سے منور فرمایا ہے۔

این چہ نوریست کہ برکون و مکان تافتہ است — نور عشقیت از مطلع جان تافتہ است
عشق مانند ہمائیست کہ از اوج شرف — سایۂ دولتِ او بر دو جہان تافتہ است
تو درون دل و بوئے تو ز خود میشنوم — نگہت عطر تو با غالیہ دان تافتہ است
بہر نادیدن خفاش نگردد پنہاں — آفتابے کہ ز ہر ذرہ عیاں تافتہ است
خواست خیاط قضا خلعت عاصی دوزد — رشتۂ مادُ ترا برہم ازاں تافتہ است
عکس رخسار تو در دیدہ گریاں من ست — ہمچو خورشید کہ بر آب روان تافتہ است

بر سرِ راہ طلب عاقبت آریم بکف
دولتِ راکہ زعشاق عنان تافتہ است

میں اس اللہ کا نام لیتا ہوں کہ جو درویش کے دردمندوں کی توجہ کو اور زخمی دل اور مایوس انسانوں کی آرزوؤں کو اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ تلقین کرتے وقت اپنی ذات میں مصروف رکھتا ہے۔ اس کے حجلۂ غیب کے شاہدانِ جمال زیور وجود سے مزین ہوتے ہیں اور زینت شہود سے معمور رہتے ہیں۔ اہل حقائق کے دلوں کے باغیچے دقائق کے واکرنے والی روشنی میں خوشگوار رہتے ہیں۔ اس کے منظر کے گل لالہ ایمان اور معرفت کی طراوت سے سرسبز رہتے ہیں۔ غم والم کے گوشہ نشین اور بشریت کے قیدخانہ کے بیت الاحزان کے قیدی اس کے ذکر کی آسائش سے آراستہ اور اس کے فکر کی آرائش سے پیراستہ رہتے ہیں۔

مؤلف غفرلہٗ کے والد نے کیا خوب کہا:۔

بیا کہ مجلس ما منظرِ عنایت اوست — حریم خلوت دل محرم حمایت اوست
بیا بحلقۂ رنداں و کارہا بگذار — کہ کارہا ہمہ در قبضۂ کفایت اوست

نشان طالب او بے نشانی طلب ست — نہایت قدم سالکان ہدایت اوست
قدم براہ طلب بے ہدایتش نتوان — کہ رہنمائے باوّل قدم ہدایت اوست
دگر نزدِ دل من مکن حکایت غیر
کہ در درون و برون دلم حکایت اوست

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آج ہمارا نام لو تاکہ میری محبت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں کل جب تم ہمارے وصال کی خوشبو سونگھو گے تو قربت کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ آج ہمارے نام کی گفتار سے سعادت حاصل کرو تاکہ کل ہمارے حسن و جمال کے مشاہدے سے خوش کام ہو جاؤ۔

یاد تو کنم دلم بہ پرواز آید — نام تو برم عمر شدہ باز آید
روزیکہ حدیث عشقت آغاز کنم — با من در و دیوار باآواز آید

حکایت : ایک دن حضرت نسّاج کے مرید گرجے میں چلے گئے جب واپس آئے تو شیخ نے پوچھا تم لوگ کہاں تھے ؟ کہنے لگے۔ آج ہم گرجے کا نظارہ کرنے گئے تھے شیخ نے کہا۔ وہاں سے کیا لائے ہو۔ انہوں نے کہا حضرت گرجا سے کیا لایا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اب میرے ساتھ آؤ تاکہ میں تمہیں گرجے جانے اور وہاں سے کچھ لانے کا طریقہ سکھاؤں۔ مرید ساتھ ہو لئے۔ گرجے میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر دیوار پر نقش کی ہوئی تھی اور اسے سجدہ کر رہے تھے۔ حضرت نسّاج نے تصویر کو مخاطب کیا چلا کر کہا۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا سجدہ کرو۔ یہ ہیبت ناک خطاب سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر زمین پر گر پڑی اور دیوار کے ذرہ ذرہ سے فریاد برپا ہوئی کہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ۔ جب عیسائیوں نے یہ کرامت دیکھی تو کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے زمرۂ اہل اسلام میں داخل ہو گئے

تا قبلۂ عشاق جہاں روئے تو شد — روئے بت و بتگراں ہمہ سوئے تو شد
رہبان چو سر زلف چو زنجیر تو دیدند — انگشت بر آورد یکے گوئے تو شد

اے درویش تمہیں معلوم ہے کہ حضرت احدیت کا نام کیا نام ہے۔ یہ ایک روح پرور نام ہے ہر ایک روح گستر جام ہے۔ ہر دل کو اسی نام سے نور حاصل ہوتا ہے اور ہر جان کو اسی نام سے سرور

سرور نصیب ہوتا ہے۔ اسی کا حلقۂ وفا ہر ایک مرید کے کانوں میں پڑا ہوا ہے۔ اسی کی جود و ثنا ہے کہ بوستان کے سر سبز ہے، یہ کیسی شمع کرامت ہے جو مجلس انس میں جل رہی ہے، یہ کیسی آتش محبت ہے جس سے دل و جان عاشقاں تڑپ رہے ہیں۔

آتشے افروخت عشق و جسم و جان من بسوخت — گفتم آہے بر کشم کام و زبان من بسوخت
آتشِ دوزخ ندارد تابش سوز فراق — آہ ازین آتش کہ پیدا و نہان من بسوخت
دینے و عقبے برفت و عشق مولے ماند و بس — سطوت، نور تجلی این و آن من بسوخت
اہل عقبے سود برد و طالب دنیا زیان — گرمی بازار او سود و زیاں من بسوخت
تشنۂ دیدار یارم در بیابان طلب — کاتش این تشنگی روح و روان من بسوخت
چون نشان بے نشانی در رہ گمنامی ست — برق استغنا از ان نام و نشان من بسوخت
چونکہ در مراتِ جان دیدار جاناں شد عیاں — ظلمت تن در ظہور نور جان من بسوخت
صد ہزاراں پردہ بود اندر میانِ ما و دوست — جملہ از یک شعلۂ آہ و فغان من بسوخت

گر معینے پیش ازیں گفتے ز حسنش شمۂ
این زمان نور رخش شرح و بیان من بسوخت

التحمید اللہ دیتہ العشر وہ حمد خدا وندی جسے عرفان کے بحر زخار کے غوطہ خور ظاہر کے دریا کی گہرائیوں سے موتیوں کی طرح بیان کے ساحل پر نمایاں کرتے ہیں وہ تعریف جسے دیوان غیب کے نقاش نے اس کے بے عیب وظیفہ کو دل و جان کے صحیفہ پر زبان و بیان کے قلم سے نقش کرتے ہیں۔

حمدے کہ سزاوار جلالش باشد — در خور صفات لایزالش باشد
شکرے کہ مکمل بجمالش باشد — بل آینہ حسن و جمالش باشد

ہر کہ متعطش زلالش باشد — مستغرق دریائے وصالش باشد
ہر دیدہ کہ مشتاق جمالش باشد — در آینہ مے بیند و لالش باشد

جب سورج کی شعاعیں کسی آئینہ میں چمکتی ہیں تو آئینہ اپنے آپ کو سورج سے اعلیٰ محسوس کرتا ہے

اور اپنے آپ پر فخر کرنے لگتا ہے اور یہ نعرہ بلند کرتا ہے ؎

صد مرحلہ زاں سوئے خرد خواہم شد   فارغ وجود نیک و بد خواہم شد
از زیبائی کہ در پس پردہ منم   اے بے خبران عاشق خود خواہم شد

لیکن حقیقت میں سورج اپنے آپ کو اعلیٰ خیال کرتا ہے اور اسے اپنے آپ پر فخر آتا ہے کیونکہ یہ سارا عکس تو آفتاب کا ہے، آئینہ تو محض ایک قالب ہے۔ لایحب اللہ غیر اللہ ولا یری اللہ غیر اللہ ولا یذکر اللہ الا اللہ۔

آن کز دل خستہ خانہ برساختہ است   از سینۂ ما نشانہ برساختہ است
خود گوید را ز خود ز خود میشنود   از ما و شما بہانہ برساختہ است

لیکن وہ حمد اوندی جسے خلد بریں کے بستان کے حجلہ نشینوں اور علیین کے مناظر کے گوشہ اعزاز کے پردہ نشینوں نے عزت و جبروت کے مقام کے نغمات اور عالم ناسوت کے سرمستوں کی آہ و فغاں سے ادا کیا تھا۔ وہ شکر خداوندی جو نامرادی کے زاویوں کے خاک نشینوں کو وَ لَدَیْنَا مَزِیْد کی بشارت کے ساتھ وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کے مائدہ اخلاص اختصاص کے خوان پر بٹھا دیتا ہے۔

ہر حمد و ثنا را نہ سزامندی اوست   دل را سخنے ز بہر خورسندی اوست
کس را چہ محل کہ لہم خود گوید   حمدیکہ سزاوار خداوندی اوست

میں اس بادشاہ کی درگاہ کے قربان اور اس شہنشاہ کے دربار پر نثار ہوں، جہاں بخشش کے صحیفوں کے منشی اس خوش رنگ لہروں کی بلندیوں پر اور لاجوردی لوح پر اس کی حمد و ثنا کے خطبہ کو لکھتے رہتے ہیں۔ اس کی سخاوت کے نقاش وجود کے قلم کے ساتھ اس نیلگوں اوراق والے نہ طبقہ طاق (آسمان) پر اور اس سبز رنگ والے سات طبقوں کی دستوں (زمین) پر اس کے سپاس بے قیاس کو لکھتے اور اس کے انس و محبت کے پوشیدہ رازوں کو انشاد کرتے جاتے ہیں۔ اس کے حسن و جمال کے عشق کے فراش اس کے حرم وصال کے محرمان راز کے دلوں کو دع نفسک و تعال کے جھاڑو والے حس و خیال کے خس و خاشاک سے صاف کرتے رہتے ہیں الا طال شوق الابرار الی لقائی کے نوبت بجانیوالوں نے اولیائی تحت قبائی

کے گنبد پر انا الیھم لا شد ن شوق کے نقاروں کو نہایت طمطراق سے بجایا ہے۔

ایکہ اندر بام دل طبل حقایق کوفتی　　خانۂ دل را ز خاشاک طبائع روفتی
دوش آوازے ز خواب غفلتم بیدار کرد　　آں تو بودی حلقۂ بر سنداں دل می کوفتی

اس کی قدرت کے کاریگروں نے اس شش روزہ فلک کے فیروزی محراب کے طاق کو اہل صفا کی سجدہ گاہ اور قبلہ والوں کی جامع بنا دیا ہے۔ اس کی رحمت کی نوبت بجانے والے ہر روز پانچ بار اس کی ربوبیت کا بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں اور اپنی عبودیت کے چوک میں انین المذنبین احب الی من تسبیح المسبحین کا ترانہ الاپا کرتے ہیں۔

گر با تو سخن از دل و جان میگویم　　کہ درد دل خویش نہاں می گویم
چوں میدانم کہ از غمم شاد شوی　　چندیں غم دل با تو ازاں می گویم

اس کی بخشش کا مالا مال سمندر ارباب غم کے بادلوں کے قطروں سے اور ارباب ندم کی آنکھوں کے آنسو سے اپنی نعمتوں کے سیپوں کے سینوں میں رکھنے کے بعد تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ کے آبدار گوہر بنا کر دنیا کے بازار میں عام کر دیا۔ اس کی مہربانیوں کے دریا کی موجوں نے اس کی بے انتہا رحمت کے آثار کو اس کی قبولیت کے طبقوں پر رکھ کر ارباب دعا و التجا کے لئے عام کر دیا ہے۔

ہر گہ نظرے بروئے یار کنم　　افشائے رموز و کشف اسرار کنم
یک غوص دراں بحر گہر بار کنم　　صد در بکنار آرم و ایثار کنم

اے درویش! جو شخص یہ چاہتا ہے مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ کے خلوت خانہ میں باریاب ہو۔ اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ کہاں تک تحقیق سے تصدیق کرے اور حقایق پر ایمان لائے اور نہایت صدق و ایقان سے اس وادی میں قدم رکھے اور اسی صراط مستقیم پر گامزن رہے اور توبہ کا سرمہ دین کی آنکھوں میں ڈالے اور خشوع و خضوع کی ہیبت کانوں میں رکھے توحید کا ٹیکا تجرید کے گلے میں ڈالے اور تعزیر کا کمر بند خدمت کی میان میں باندھے۔ ساقی وحدت کے ہاتھ سے جام شراب محبت پیئے، نیام تہمت سے تیغ ہمت باہر نکالے، لطایف کے باغ سے معارف کے پھول چنے اس کے بساط قرب میں زانوئے ادب تہہ کرے، قضا کے چوگان میں

گیند کی طرح تگ دپو کے لئے تیار رہے۔ مقام رضا پر کوہ ساکن کی طرح ڈٹا رہے۔ مقام صفا میں ہمت کی صفا و مردہ پر سعی کرے۔ فقر کی خلعت نقطۂ دل کو پہنائے۔ گلِ توکل کی خوشبو دماغ تک پہنچائے۔ مقام عذر خواہی میں حضرت خداوندی کی ثنا و حمد اس انداز سے کرے جیسے میرے والد فراہی نے بارگاہ الہٰی میں بیان کی تھی۔

اے کردہ لطفت ہر نفس برجانم احسان دگر	منت نہم یکبارگی بستان بدہ جان دگر
زین آب و خاکم وارہاں و درحضرتِ پاکم رسان	تا دل کند در ملک جان یکبار جولان دگر
من عاشق زار توام و زجان طلبگار توام	مشتاق دیدارِ توام چوں من ہزاراں دگر
آن برقع اندرخ برفگن و زجان وارستہ زتن	بین صد ہزاراں ہمچو من سرمست و حیران دگر
دررتبۂ تقلیدیاں ایمان بغیب آور جان	خواہم رُخت بینم عیان تا آرم ایمان دگر
درظلمت امارگی پیمان شکستہ نفس من	یا زار سرِ بیچارگی بست ست پیمان دگر
اے عقل و نقل محتشم بیرون بر ید از دل حشم	چون سایہ بر ملک دلم انداخت سلطان دگر
از ماجدا تنہا مکن ما را از خود تنہا مکن	جانا قیاس ما مکن بر دو ستداران دگر

ہجرت فراہی میکشد چندانکہ خواہی میکشد
دردت کماہی میکشد وصل تو درمان دگر

حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ کعبۃ اللہ میں میں نے ایک رات طواف گاہ کو دیکھا کہ خالی پڑی ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھ کر طواف کرنے لگا۔ میں نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ رکن یمانی کے پاس کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے یارب لا ابرح من مکانی ھذا حتی تعرفنی بانک ھل تحبنی کما احبک اے اللہ میں بہت دفعہ آیا ہوں اور ناامید واپس جاتا رہا ہوں۔ اس دفعہ یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا تاوقتیکہ مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آیا تو بھی مجھے اتنی محبت سے دیکھتا ہے۔ جتنی مجھے تیرے ساتھ ہے۔ شبلی روح اللہ روحہٗ مزید بتاتے ہیں کہ میرے دیکھتے ہی رکن یمانی سے ایک ہاتھ نکلا جس پر یہ لکھا ہوا تھا ماھ دناک بالمحبۃ فی الازل وکرمناک بتجدید المحبۃ الان تیرے ساتھ تو روز ازل کو ہی میں نے عہد محبت استوار کیا تھا۔ اب اس کی تجدید سے تمہیں مکرم و مشرف کر رہا ہوں۔ یہ دیکھتے ہی اعرابی نے ہاتھ بڑھا کر اس ہاتھ

ہیں دے دیا اور خاموش ہو کر کھڑا۔ میں آگے بڑھا۔ اس کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا منہ رکن یمانی پر پڑا تھا اور جان پرواز کر چکی تھی۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا۔ قد اختونالک واجیناک وانا معاک علی العہد الاولی یحبہم ویحبونہ

شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

دلا در بزم عشق یار ہاں تا جان برافشانی ۔۔۔ کہ با خود در جہاں خلوت نہ گنجی در ہمہ جانی

چو گشتی سرگراں زاں مے سبک جان بر فشاں بودے ۔۔۔ کہ در بزم سبک روحان نکو نبود گراں جانی

تو آنگہ زو خبر یابی کہ از خود بے خبر گردی ۔۔۔ تو آندم روئے او بینی کہ از خود رخ بگردانی

مشو چوں گوئے سرگرداں فگن خود را دریں میداں ۔۔۔ رساند خود ترا چوگان بجولانگاہ سلطانی

دلت آئینۂ عیب است بزدا تا در و بینی ۔۔۔ طلسم عالم جسمی زقوم عالم جانی

وگر از عکس نور قدس آئینت شود رخشاں ۔۔۔ نہ روئے این و آن بینی نہ نقش این و آن خوانی

ہمائے عشق گر یک دم ترا در زیر پر گیرد ۔۔۔ نہ سدرہ آشیاں سازی نہ با فردوس و آمانی

بہ شب در آب بتواں دید عکس انجم گردوں ۔۔۔ ولے در روز ننماید ز تاب مہر نورانی

ازین معنی حقیقت بین نظر در ہر چہ اندازد
ہمہ نور خدا بیند نہ بیند صورت فانی

وَصَلَّے اللّٰہُ عَلٰے خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

تحمید الثانیہ العشر وہ حمد جس کی اخلاص شعار خوشبوؤں کے جھونکے قدس کی خوشبوؤں کو سونگھنے والے دماغوں کو محبت کے جھونکوں سے معطر کرتے ہیں۔ شکر خداوندی کہ اس کے انوار نثار کے مشاغل کے مشغلے وصال کے آفتابوں کی شعاعوں سے نور حاصل کرنے والے باطنی گوشوں کو انوار جمال کی بجلیوں کی چمک سے منور کرتے رہتے ہیں۔

حمد یکہ چو در بزم قدم ساز کنند ۔۔۔ جان و دل از آشیانہ پرواز کنند

شکر یکہ بدان درِ کرم باز کنند ۔۔۔ ہر جا کہ گدائے بود آواز کنند

آنہا کہ گذر در حرم راز کنند ۔۔۔ جان و دل شان ز ذوق پرواز کنند

ہر گرِ کہ در لطف و کرم گردد باز　　مفلس طلبند و مفلسان ناز کنند

نہیں نہیں بلکہ وہ حمد جس کی ازلی مہربانیوں کے لطائف اس کی تحریر کے ضمن میں لکھے جاتے ہیں۔ وہ حمد جس کے ابدی معارف کے دقیق حقائق اس کے ایمان ہیں اس کی نورانیات کے ساتھ روشن ہوتے ہیں۔

حمد یکہ ز آب و گل معرا باشد　　شکر یکہ بجان و دل مطرا باشد
حمد یکہ بود در خور آن ذات و صفات　　وز عیب و خلل پاک و مبرا باشد

از مؤلف کتاب ختم اللہ تعالیٰ بالرشد و الصواب۔

حمد یکہ ہمچو بحرِ کرم بیکراں بود　　حمد یکہ شکر نعمت ہر دو جہاں بود
حمد یکہ در تضاعف ذرات کائنات　　چندانکہ مستزاد کنی بیش زاں بود
حمدے بداں مشابہ کہ ادراک کنہ آن　　برتر ز پایہ خرد نکتہ داں بود
حمدے کہ چوں عماری عزت کند رواں　　بر موکب ملایکہ حکمش رواں بود
حمدے کہ در ہوائے ہویت ہمائے وار　　بر تخت گاہ ملک قدم سائباں بود
حمدے کہ ظل رافتش از بر کسے فتد　　بر مسندِ مقاصد خود کامراں بود
حمدے کہ چوں ز جیطۂ جاں سر برون کشد　　ہر تار موئے بر تن ازاں صد زباں بود
حمدے کہ چوں قدم کشد از ضیق کن فکان　　جولاں گہش بناحیت لامکاں بود
حمدے کہ چون زبان دہدش جوہر بیان　　تحسین قدسیاں ہمہ نعم البیان بود
حمدے کہ در ہواش ملایک فگندہ پر　　تا خود و را چہ حوصلۂ انس و جان بود
حمدے کہ نہ ملک کند انشا نہ انس و جان　　بل خود بذاتِ خود متصدی آن بود
با دانشار بارگہ قدس کبریا　　کان مستنعد محامد قدوسیاں بود
آن حمد نا کسے کہ بگویند بندگان　　کے در خور خدائے حق عز و شان بود
لا احصی است تحفۂ خاصان در آنجناب　　این گفتگو چہ لائق آں آستاں بود
در اوج کبریاش فگندہ ست بال عجز　　آن شاہباز قدس کہ عرش آشیاں بود
او بے نشان محض چہ جوئی از نشان　　ہر ذرہ بر خدائی او صد نشان بود

چشمت چو نیست پردهٔ رخ کے برافگند
صاحب نظر کجاست که او خود عیان بود

آنها که پردها ز نظر برگرفته اند
در صد هزار پردهٔ دیگر نهان بود

حقا که کوشش تو بجائے نمیرسد
گر نه کشش ز جانب او هر زمان بود

سدّ وجود بشکن اگر مرد این رہی
ور نه هزار ساله ره اندر میان بود

او بود در ازل متوحد که در وجود
جز وے نبود تا باید همچنان بود

از مطلع وجود تو نورِ قدم بتافت
از ظلمت حدوث چه نام و نشان بود

تا حسنش از دریچهٔ هستی نمود رخ
زین گفتگو بهر سر کو داستان بود

ز آئینهٔ وجود نماید بآب خاک
آن صورتے که معنی روح و روان بود

در نقطه گاه خاک مبین جز باعتبار
کان مرکز مجاور هفت آسمان بود

اندر دهان خاک بود نفس ناطقه
تا از زبان غیر ترا ترجمان بود

گنجے که شاه عشق نهد در دل خراب
نقد دو کون در عوضش رایگان بود

هر هفت دوزخ از تف دل یک شراره است
هر هشت خلد یک گل ازین بوستان بود

دیو و ملک بنقطهٔ دل در تنازعند
چون سعد و نحس کش بفلک اقتران بود

عقل و هوا فرشته و دیوند در نهاد
باجسم و جان شان مثل تو امان بود

جانرا مدد ز حکمت و تن را ز شهوت ست
نقصان این مقوی رجحان آن بود

کم خوردن ست مایهٔ حکمت دران فضا
سود دل ست گرچه تن را زیان بود

تن مرکبیست بسته در آخور بهر رزم
آن به که روز معرکه لاغر میان بود

دل چیست در بحر صفا آن کرا سزد
که چون صدف همه تن استخوان بود

جان مسیح گر رهد از مهد مریمے
با روح قدس تا بفلک همعنان بود

هر کس که پا بدامن همت کشد چو کوه
از تند باد حادثه اندر امان بود

وانرا که دیده تر بود از آتش درون
چون ابر بر بساط جهان در فشان بود

وانرا که دل بکف بود از بهر دوست
دل همچو بحر باشد و کف همچو کان بود

در محنتِ فراق چو دل میرود ز دست
در لذتِ وصال ببین تا چه سان بود

از ذرّہ ذرّہ اش بچکد قطرہ قطرہ خون — با ہر دلے کہ عشق تو در امتحان بود

ہر مرہمے ز غیر تو بر دل جراحت ست — زخمے کہ از تو میرسد آرام جان بود

یارب بحق سیّدِ کونین مصطفےٰ

کش جسم و جان خلاصۂ کون و مکان بود

شاہے کہ تخت سلطنتش گر بر دوان زنند — قدرش فراز مملکت کن فکان بود

آن خواجہ کز حریم حرم تا فضائے قدس — گاہے عروج نہ فلکش نردبان بود

آن خرقہ پوش فقر کہ بر دوش عرشیان — از گرد دامن کرمش طیلسان بود

یک شمہ از خصائص ذاتش بیان نمود — کلک سخن طراز کہ اندر بنان بود

یاران اہل بیت کہ دردار ضرب عشق — بر نقد دوستی رقم نام شان بود

ز ایشان شنیدہ ام کہ ز لطف تو بندگان — ہر چہ گمان برند یقین آنچنان بود

دارد معین برحمت بے منتہائے تو — امید زان زیادہ کہ اندر گمان بود

نومید چون شود دل و جانِ امیدوار

جائے کہ رحمت و کرمت بیکراں بود

اللھم صل علی النبی الرحمۃ و شفیع الامۃ و علی آلہ وصحبہ وسلم

فصل دوم

مناجات بدرگاہ باری عزّ اسمہٗ

دُعائے اوّل:

اے احد کریم، اے صمد واجب التعظیم، اے دنیا کے بلا شرکتِ غیر بادشاہ اور اے مالکِ یومِ جزا! تیری کرامت ہر درد مند اور شکستہ دل کے لیے مرہم ہے۔ تیری عنایت ہر فقیر اور درویش کی دستگیر ہے۔ تیری رحمت ہر غم زدہ دل اور سوختہ جان کے زخموں کی مرہم ہے ؎

بے تو چہ کنم من ایں دلِ سوختہ را　　　ویں جان بہ تیرِ ہجر بر دوختہ را

انصاف بدہ کہ نیک مشکل باشد　　　بے تو دل و جان با تو آموختہ را

اے اللہ! تو تمام فضل و کمال کے آفتابوں کو روشن کرنے والا ہے۔ اے اللہ! تو اربابِ اشتیاق کی روحوں کو راحت بخشنے والا ہے۔ اے اللہ! تو حسن و جمال کے اوراق کو نقش کمال بخشنے والا ہے۔ اے اللہ! تو اپنی توفیق کے ستاروں کی روشنیوں سے اصحابِ انتباہ کے باطن کو منور کرنے والا ہے۔ تیری محبت کے انوار کی کرنیں اہلِ شوق کے دل و جان کو ضیاء بخشنے والی ہیں ؎

مایم براہِ عشق پویاں ہمہ عمر　　　وصل تو بجد و جہد جویاں ہمہ عمر

یک چشم زدن خیال تو پیش نظر　　　بہتر کہ جمال خوبرویاں ہمہ عمر

اے اللہ! تو تمام علائق ٹوٹ جانے کے بعد بھی عالمِ ناسوت کے برزخوں سے دُعائیں قبول کرنے والا ہے۔ تیری ذات تنہا رہ جانے کے وقت طالبانِ لاہوت کا سہارا ہے ؎

اے سایۂ تو خورِ صحبت نور نہ　　　رو ماتم خود دار کزیں سور نہ

اندیشہ بوصل آفتابت نرسد　　　می ساز بدیں قدر کزو دور نہ

اے اللہ! تیرے عاشقوں کے روشن سینے تیرے ہی نور سے روشن ہیں، تیری معرفت کے نور کے آفتابوں کی جہاں تاب شعاعوں سے روشن ہیں۔ تیرے مشتاقانِ دید کے باطن تیری عنایات کی جانفزا نسیم سے گلشن گلشن بن گئے ہیں۔ اے اللہ! تیری الوہیت کے لشکر اندیشوں کے خطرات سے بے خطر ہو چکے ہیں، تیری محبت کے بید بادِ خزاں کے جھونکوں سے

آزاد ہو چکے ہیں ؂

اے آنکہ نداریم بجز تو دگرے ‌ ‌ در حال خراب بندگان کن نظرے
نے روزہ بروزہ ایم نشب بنماز ‌ ‌ بخشائے گناہ ما باہ سحرے

اے اللہ! اپنی الوہیت کی بلندیوں کی منزلوں کے سایوں کے انوار باطن کی طفیل اور تیری وحدانیت کے جنگل کے پیالوں کے دلوں کے اسرار کی بدولت، تیرے مشتاق عاشقوں کی عزت کے صدقے جنھوں نے یوم میثاق کے پیالوں میں شرابِ الست پی ہے اور جن مجردوں کی عریانی نے صرف تیرے عرفان کے خلعت خانہ ہی سے لباسِ ایقان پہنا ہے — ان ہستیوں نے اپنی محبت کے درختوں کو ہمارے دلوں کے خمیروں کی زمین میں بویا ہے۔ انھیں ہمیشہ تازہ رہنے والے عرفان کے پانی سے اور اپنے احسان کی تسنیم نسیم سے تروتازہ اور نوبہار رکھ۔ اور ہمارے کلی اور جزئی امور کو اپنے کرم سے پورا فرما۔ ان لوگوں کو ہماری آخرت کا سامان بنا۔ ہماری برائی کو بخش دے اور ہمارے بدکردار جسموں کو ان نیک انسانوں کے طفیل گناہوں سے پاک فرما ؂

بے نیاز ابر نیاز ما بہ بخش ‌ ‌ گرچہ غفلت کردہ ایم اما بہ بخش
پائے در گلِ ماندگاں را دستگیر ‌ ‌ عذر ناہموار ما را در پذیر
از دروں سر گشتگاں را رہنما ‌ ‌ وز بروں افتادگاں را در کشا

اے کریم! تیرے احسانِ عمیم کی نسیم جاں بخش سے پھول خوشی سے غنچہ کے تنگ دامن میں نہیں سماتا۔ اے رحیم! تیرے بندوں کے گناہوں کے گراں بار پہاڑ توبہ کے پلڑے میں پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ ہم مفلس بے شک عاصی اور گنہگار ہیں تاہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اپنے کمالِ کرم سے اپنے مقبول بندوں کی صف میں رکھ۔

اے اللہ! ہم وہی کہتے ہیں جو شیخ یحییٰ معاذ رازی نے کہا تھا کہ میری تمام مالی اور بدنی عبادتیں لے لے، اس کے بدلے مجھے کوئی ثواب نہ دے، میں اپنی نیازمندی کے باوجود تیرے دربار عالیہ میں کوئی مضائقہ نہیں کروں گا لیکن تو چونکہ اکرم الاکرمین ہے میرے گناہوں پر قلمِ رحمت سے معافی لکھ دے۔ ع

ازاں کرم کہ تو داری امیدواری ہست

اے اللہ! اگرچہ میرے گناہ تیری نہی کے مقابلہ میں بے شمار ہیں لیکن تیرے کرم اور رحمت کے سامنے وُہ ہیچ ہیں۔ میں جب گناہوں کو دیکھتا ہُوں تو کانپ جاتا ہُوں لیکن جب تیرے کرم وعنایت کو دیکھتا ہُوں تو خوش ہوجاتا ہُوں۔ اے اللہ! اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کے متعلق سوال ہوگا تو میں برملا کہہ دوں گا تیری رحمت کے خزانے کہاں ہیں؟ کیا مجھے ان سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ اگر بیگانوں کے ساتھ مجھے آتشِ دوزخ کی نظر کریگا تو میں تمام دوزخیوں کو تیری رحمت اور محبت سے خبردار کر دوں گا۔

کہتے ہیں جب یحییٰ معاذ رازی اس دعا سے فارغ ہُوتے اُن کے حجرے کے ایک کونے سے آواز آئی "یحییٰ! خدا تو مومنوں کو دوست رکھتا ہے اور اپنے دوستوں سے دشمنوں کا سا سلوک نہیں کرتا اور نہ ہی دشمنوں کے ساتھ دوزخ میں ڈالتا ہے، وُہ دوستوں کو مسندِ عزت واقبال پر بٹھاتا ہے تاکہ وہ ملک ذوالجلال کا مشاہدہ کرسکیں ؎

رفتم بہ گلستان و گلے می چیدم وز دیدن باغباں ہمے ترسیدم
ناگاہ سخنے ز باغباں بشنیدم گل راچہ محل باغ بتو بخشیدم

یحییٰ معاذ نے جونہی یہ بشارت سنی، اپنے حجرے سے باہر نکل آئے اور دوڑتے دوڑتے شہر کے اردگرد چکر لگانے لگے اور کہتے تھے: اگرچہ میں سخت عاصی اور گنہگار ہُوں لیکن میرا اللہ مجھے دوست رکھتا ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہُوں ؎

گنجینۂ اسرارِ الٰہی مائیم بحر دُرِ ناتناہی مائیم
بگرفتہ ز ماہ تا بہ ماہی مائیم بنشستہ بہ تختِ بادشاہی مائیم

کہتے ہیں ایک بدکردار فاسق وفاجر بیمار ہوگیا، وہ قریب المرگ تھا، اسے اپنی گزشتہ زندگی کے واقعات یاد آنے لگے مگر ساری عمر میں اُسے ایک بھی عبادت یا نیکی یاد نہ آئی، اس کے دل سے ایک سرد آہ نکلی اور کہنے لگا: "اے دنیا وآخرت کے مالک! اس گنہگار بندے پر رحم کر جس کی نہ دنیا ہے نہ آخرت۔" اسی وقت جان دے دی اور رحمتِ خداوندی کی گود میں جا پہنچا ؎

نے دربدی و نے در بہی مے میرم　　نے بیتدی و نے منتہی مے میرم
در من نگر دو جہاں خاک درت　　کز ہر دو جہاں دست تہی می میرم

موت کی پہلی رات بصرے کے لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا کہ فلاں محلے میں اللہ کا ایک بندہ فوت ہوگیا ہے جو بھی اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوگا اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ علی الصبح بصرے کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی، اُسے دفن کیا، رات ہُوئی تو بصرے کے ایک زاہد نے اسے صدرِ جنت میں دیکھا اور پُوچھا کہ اے شوریدہ حال! تجھے یہ مقام کس طرح حاصل ہو گیا؟ اس نے کہا: میری عمر ختم ہُوئی، دمِ آخرین آ پہنچا، میں نے اپنے نامۂ زندگی پر نگاہ ڈالی تو ایک بھی نیکی نظر نہ آئی مگر اس کی رحمت کے خزانے پر نگاہ ڈالی تو بخشش سے بھرا پایا اور میں نے کہا ؎

باز آمدم و غم تو باز آوردم　　صد واقعۂ دور و دراز آوردم
گفتی کہ راہ آورد چہا آوردی　　دست تہی و سوز و نیاز آوردم

مجھے دفن کیا گیا تو حکم ہوا اس گنہگار بندے کو بخش دیا گیا ہے، مجھے طاعت گزاروں کے سجدوں کی پروا نہیں ہے، گنہگاروں کے گناہوں سے میرا نقصان نہیں ہوتا۔ میری رحمت کے خزانے گنہگاروں کے لیے کھلے پڑے ہیں تم خوش ہو جاؤ میں نے تمھیں بخش لیا ہے۔ اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے بخش لے۔ ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　شیئاً للہ از جمال روئے تو
از عطش ابریقہا آوردہ ایم　　آب جوئے نیست جز در جوئے تو
ہاں بدہ نقدے بدرویشانِ خود　　اے ہمیشہ لطف و رحمت خوئے تو
حسن یوسف قوت جاں شد سال قحط　　آمدیم از قحط ما ہم سوئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
کافری بر دست و بر بازوئے تو

دعائے دوم: اے خداوندِ ذوالجلال، اے صمدِ پُرکمال، اے پروردگارِ لازوال، اے کردگارِ بے مثال! اے اپنے بندوں کے اعمال کی ٹہنیوں پر اپنی

عنایت کی ہوائیں چلانے والے! تیری تربیت بے نہایت، تیری عاطفت بے غایت ہے، تُو محنت کرنے والوں کا مربّی ہے، تو غیب کی کنجیوں سے اربابِ مجاہدہ کے دلوں کو کھولنے والا ہے، تو شک وریب کے پردوں کو اٹھا کر اہل مشاہدہ کے سینوں کو روشن کرنیوالا ہے، تُو زوال کے وہم اور نقصان کے تصوّر سے پاک ہے تو فیض واحسان کے انوار سے بارگاہِ احدیت پر حاضر ہونے والوں کے باطن کو منوّر کرنے والا ہے ؎

ہر دل کہ زلطف تونشاں یابد باز　　سر رشتہ خود درجہاں یابد باز
در راہ تو ہر کہ نیم جانے بدہد　　از لطف تو صد ہزار جاں یابد باز

اے اللہ! ہمارے گناہوں کا سیاہ نامہ، ہماری سرکشی کے قلم کی سیاہی، ہمارے احوال کے صفحات سے تیرے فضل وکرم کے قطرات اور عدل واحسان کے رشحات سے دھوئی جا سکتی ہے۔ نفس امّارہ کی شہوت کے بیابانوں کے گمراہ لوگ سیاہ کاریوں کی سیاہ راتوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اگرچہ وُہ ایسی حالت میں ایک بار، صد بار بلکہ ہزار بار بھی ایسے حالات میں گزر رہے ہیں تاہم تیری سخاوت ولطف وکرم سے ہمارے گناہوں کے انبار ایک آہ سحرگاہی سے نیست ونابود ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اعمال کے انگاروں کے خرمن ایک آہِ نارسا سے بجھ سکتے ہیں۔ ہماری پشیمانی کے ماتھے سے ایک قطرہ اور غمناک آنکھوں سے ایک آنسو آتشِ غضب کے دریاؤں کو بجھانے کے لیے کافی ہیں۔ ہمارے سینۂ پُرغم کی آہیں جب تیرے لطف وکرم کا مشاہدہ کرتی ہیں تو ظلم وستم کی موجیں ساکن ہو کر رہ جاتی ہیں ؎

یک ذرّہ ہدایت تو می باید وبس　　یک لحظہ حمایت تو می باید وبس
تر دامن ایں ہمہ سرگرداں را　　بارانِ عنایت تو می باید وبس

اے اللہ! ان وجد کرنے والے بزرگانِ دین کے صدقے جنھوں نے خرقۂ انانیت کو تیرے عرفان میں کنت کنزاً کے قول کے زمزمہ سے چاک کیا ہے۔ اے الٰہی! ان عابدوں کی عزّت کے صدقے جنھوں نے ما للتراب ورب الارباب کے نیاز آگیں حجروں میں نہایت تضرع وزاری سے سرِ نیاز خم کیا ہوا ہے۔ اے اللہ! کوئے ملامت کے ان قلاشوں کے طفیل جو سلامت کے لباس سے عاری ہیں۔ شرابِ معرفت کے اُن دُردکشوں کے طفیل جو نہایت

وقار کے ساتھ تیری بارگاہ میں بصد خواری پڑے ہوئے ہیں۔ ان فقراء کی خاک نشینی کا صدقہ جنھوں نے افلاس و فقر کو اپنا لیا ہے۔ ہمارے لباس تقوی کو ذلت کی دھول اور شہوت کی آلائش سے پاک رکھ۔ وادیٔ حیرت کے لوگوں کو اور بادیۂ ضلالت کے سرگشتہ انسانوں کو ایمان کی راہوں اور عرفان کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ شرابِ الست کے مخموروں کو ربی اللہ کے خمار شکن سے سرمست بنا دے بلیٰ کے عشاق کو وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ کے خوش کن پیالوں کے گھونٹ سے کونین کے ملاحظہ سے تہی دست کر دے۔ اے اللہ! ہم جب تک زندہ ہیں تیری ہی جستجو کے میدان میں اپنی کوشش کے گھوڑے دوڑاتے رہیں گے اور تیری نظر رحمت اور نسیم عنایت کے طلب گار رہیں گے۔ جب تک ہم تختِ حیات اور مسندِ زندگی پر قائم رہیں ہمیں دولتِ ایمان سے مالا مال رکھ۔ اے اللہ! ہم تیرے دیدار پر آنکھیں جمائے ہوئے ہیں تاکہ تیرے فضل کی برکات سے کچھ حصہ مل جائے ہم اس انتظار میں ہیں۔ ہمیں تیرے کرم کے طور سے نوائے رحمت آئے اور جہالت کے ظلمت کدہ کے سرگردانوں کے سامنے تیری عنایت کی شمع جلتی رہے۔ وفا کے مکتب کے تلامذہ کو یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کے ابجدِ عشق سے واقف فرما۔ ؎

ابجدِ عشقت چو در آموختم — پیرہن محنت و غم دوختم
ہرچہ مرا خوشدلیٔ بود پاک — در رہِ اندوہ تو بفروختم
حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست — سوختم و سوختم و سوختم

اے اللہ! مخلوق کے حجابات، تعلقات، تملقات اور دوسری آلائشوں کو اپنے جمالِ احدیت کے شعلہ عشق کی شعاعوں سے جلا دے اور اپنی ذات اور صفات کے انوار کی نورانی کرنوں سے ہمارے باطن کو منور فرما۔ تیری جلالی و جمالی تجلیات کے لمعات ہمیشہ ہمیں نور بخشتے رہیں۔ نجات کے راستوں کے موانعات اور درجات کی تحقیق کے حصول کے راستوں کی تمام رکاوٹیں ہمارے راستوں سے ہٹا دے۔ ہم ضعیف انسانوں کو نفسِ امارہ کی کشاکش اور سرکشی میں مبتلا نہ کر۔ تمام کو جہالت و ضلالت سے ہٹا کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں یقین کی راہوں اور تحقیق کے راستوں پر اپنی توفیق و تلقین سے گامزن فرما۔ ؎

راہ گم کردم چہ باشد گر براہ آری مرا | رحمتے بر من کنی اندر پناہ آری مرا
می نہد ہر ساعتے بر خاطرم بارے چو کوہ | خوف آں ساعت کہ بارے چو کاہ آری مرا
ہر زماں از شرمِ تقصیرے کہ کردم در عمل | ہمچو کشتی زآب چشم اندر شنا آری مرا

خاطرم تیرہ است و تدبیرم بد و کارم تباہ
باچنیں سرمایہ گی در پیشگاہ آری مرا

ایک دن حضرت مالک دینار قدس سرّہٗ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک مُردے کو دفن کر رہے ہیں۔ آپ قبر پر کھڑے ہو گئے اور زار زار رونے لگے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: مالک! عنقریب یہ وقت تم پر بھی آنے والا ہے ؎

تفرج کناں از ہوا و ہوس | گزشتیم بر خاک بسیار کس
کسانیکہ از ما بغیب اندر اند | بیایند و بر خاک ما بگذرند

مالک گھر آئے تو اسی غم سے بیمار ہو گئے، آپ کے مرید بیمار پرسی کے لیے گئے ؎

چو رنج بر نتوانی گرفتن از بیمار | قدم ز رفتن و پرسیدنش دریغ مدار
ہزار شربت شیریں و میوۂ مشموم | چناں مفید نافتد کہ بوئے صحبت یار

مالک کی صحت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے ان درویشوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: دوستو! مجھے آپ لوگوں کو ایک وصیت کرنا ہے کہ جب میری رُوح قالب عنصری سے پرواز کرے یاد رکھو مجھے تختۂ جنازہ پر نہ لے جانا بلکہ میرے پاؤں میں رسیاں ڈال دینا اور گھسیٹتے گھسیٹتے قبرستان تک لے جانا ؎

مرا کشید و طنابے بگردن اندازید
کشاں کشاں چو سگانم بکوئے یار برید

مجھے قبر میں پھینکنے لگو تو کہنا اس مغرور مالک دینار کو ہم لے آئے ہیں قیامت کے دن جب جب میں قبر سے اُٹھوں تو مجھے دیکھتے رہنا کہ میں سیاہ رو ہوں یا سُرخ رو۔ جب لوگوں کے نام پکارے جائیں گے تو مجھے دیکھنا کہ مجھے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں میں۔ جب میزانِ عدل کے سامنے لے جائیں تو دیکھنا کہ میری معصیت کا پلہ بھاری ہے

یا طاعت کا ۔ جب مجھے پُل صراط کی طرف لے جائیں تو دیکھنا کہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ کہتے ہُوئے جب بُروں کو نیکوں سے علیحدہ کر دیا جائے گا تو میں دوزخ میں پھینکا جاتا ہُوں یا بہشت کی طرف بلایا جاتا ہوں ۔

مالکؒ نے وصیت پُوری کی ہی تھی کہ ایک ٹھنڈی آہ بھری اور جان جانِ آفریں کے سپُرد کر دی ۔ لوگوں نے ایک آواز سُنی اِنّ مالکًا نجی من المھالك (مالک دینار کو آگ کی ہلاکتوں سے نجات دے دی گئی ہے) وُہ اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے ہیں ۔

اے اللہ ! ہمیں بھی وقت نزاع اپنے لطفِ عمیم اور کرمِ خصوصی سے نوازنا اور اپنے پیارے خطاب ارجعی الیٰ ربّك کی بشارت دینا ۔ ہماری روح کے پرندے کو عالمِ ملکوت کی فضا میں پرواز کی توفیق دینا ۔

تمثیل : جب کوئی بادشاہ شکار گاہ میں جاتا ہے تو اپنے باز کو شکار پر چھوڑ دیتا ہے ، کُتّے بھی اس شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں تاکہ اس باز کی امداد کر سکیں اگر باز اپنا راستہ بھُول جائے اور کتّے مردار کھانے میں مشغول ہو جائیں تو بادشاہ ہا ہو کر کے باز کو واپس بلاتا ہے حتّٰی کہ شاہباز واپس آجاتا ہے ۔ یہی کیفیت عالمِ معنیٰ میں ہے بادشاہ حقیقی نے ہمارے رُوح کو عالمِ اجسام میں پرواز کرنے کو چھوڑا ہے تاکہ ہم اس کی معرفت کا شکار کر سکیں ہمارے نفس کتّے کو بھی ہمارے رُوح کی امداد کو چھوڑا تھا مگر ہماری رُوح حبِّ الدنیا میں پڑ گئی ۔ نفس کتّا امداد کرنے کی بجائے دنیائے مردار سے پیٹ بھرنے لگا ۔ اے اللہ ! ہماری رُوح کو انّا للّٰهِ وانّا الیه راجعون کے آوازۂ رحمت سے واپس بلا لے اور ارجعی الیٰ ربّك کی آوازِ دلنواز سے اپنے قریب رکھ اور ہمارے نفس کے کتّے کو دنیا کے مردار سے باز رکھ تاکہ ہماری جان کا باز جنت کے آشیانہ میں چلا جائے اور نفس آستانۂ سلطان کا ملازم بن جائے ۔ حضرت رومیؒ قدس سرہٗ نے کیا خوب کہا ہے : ؎

چگونہ بر نپرد جان چو از جناب جلال ۔۔۔ ندائے لطف چو شکر بجان رسد کہ تعال

درآب چوں نجہد زود ماہی از خشکی ۔۔۔ چو بانگ آب بگوشش رسد ز بحر زلال

چرا چو صید نپر دلبسوئے سلطان باز | چو بشنو و خبر ارجعی ز طبل و دوال
برو برو تو کہ ما نیز میرویم ایجان | ازیں جہانِ جدائی بداں جہانِ وصال
بپر بپر ہلہ اے مرغ سوئے مسکن خویش | چو از قفس برہیدی تو باز کن پر و بال
چو کودکاں ہلہ تا چند ما ز عالم خاک | کنیم دامن خود پر ز خاک و سنگ و سفال

زخاک دست بداریم و در سما بپریم
زکودکے بگریزیم سوئے بزم وصال

دعائے سوم اے بے مثل و مثال! اے مالکِ روزِ جزا! اے شاہِ سزا و عطاء، تیری ذات جہات اور ارکان سے پاک ہے۔ تیری صفات تمام آفات و نقصان سے منزّہ ہیں۔ تیری ذات لوگوں کو آثام و معاصی سے پاک کرنے والی ہے۔ تیرے التفات سے نیکوں کے دل طاہر و مطہر ہو جاتے ہیں ۔

آنہا کہ مقیم آستان تو زیند | کے مردہ شوند چوں بجان تو زیند
از آبحیات آنچناں نتواں زلیست | کز آتش عشق دوستان تو زیند

تیری ذات والاصفات ذاکروں کی ارواح کا سرمایۂ راحت ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کا القا تیری ذات سے وابستہ ہے تُو عارفانِ جہان کے دلوں کو وُسعت بخشنے والا ہے اور تُو ہی اپنے بندوں کو ولکن یسعنی قلب عبدی کا پیغامِ ایمان دے کر مشکلکشائی کرتا ہے ۔

اے آنکہ بجز تو نیست فریاد رسے | غیر از کرمت ندادہ کس داد کسے
کار من مستمند درویش بر آر | کاں بر تو بہیچ آید و بر ما بہ بسے

ہجرت زدہ انسانوں کے سینے تیری ہی امیدِ وصال سے روشن ہیں۔ عاشقوں کے غمزدہ اور خستہ دلوں کی تمام روشنیاں تیرے ہی جمال باکمال کی شعاعوں سے درخشاں ہیں ۔

عشقے بکمال و دلربائی بجمال | دل پر سخن و زبان زگفتن شدہ لال
من تشنہ و پیش من رواں آبِ زلال | زیں نادرہ تر نگر کجا باشد حال

تُو ایسا مدبر ہے کہ قلم کی تدبیر کے کمال سے اہل تقدیر کی زبان کو قلم کی زبان کی طرح اپنی

نعمتوں کی تقدیر سے شق کر دیتا ہے۔ تُو ایسا مقدر ہے کہ تقدیر کے کمال سے تصویر کے نگارخانہ میں انسانی قندیلوں کو انوار قدسی کی روشنی سے منور کر دیتا ہے۔ محبت کی گردن کو اپنی معرفت کی زنجیر سے جھکا لیتا ہے ؎

کے باشد وکے بلباس ہستی شدہ شق ۔۔۔ تا باں گشتہ جمال وجہ مطلق

دل در سطوت نور او مستہلک ۔۔۔ جاں در غلبات شوق او مستغرق

مشتاقانِ دید کی فلک دوز آہیں تیری ہی عزت وجبروت کی سطوت سے سرگرم ہیں۔ دردمندوں کی دل گداز اور جاں نواز آہ و فغاں تیرے ناسوت کے اسرار و رموز کو معلوم کرنے میں وقف ہیں ؎

باگلرخ خویش گفتم اے غنچہ دہان ۔۔۔ ہر لحظہ مپوش چہرہ چوں عشوہ گران

زوخندہ کہ من بعکس خوبان جہان ۔۔۔ در پردہ عیاں باشم وبے پردہ عیان

تیری تماشا گاہ کا دلفریب منظر سوختہ دلوں کے کرب ناک دلوں کا زاویہ ہے۔ تیری بزم گاہ کا عنبر سوز شمعدان محبت کے مارے ہوؤں کے سوختہ جگر کا مقام ہے ؎

تا آتش عشق در دل افروختۂ ۔۔۔ عود دل و جان بنارِ غم سوختۂ

تا صید دلم بغمزہ آموختۂ ۔۔۔ صد تیر بلا بر جگرم دوختۂ

تیرے جمال کے انوار کی تجلیات کا مظہر اربابِ حال کے دلوں کا سکون ہے۔ تیرے فضل وکرم کے سورج کے مطلع کائنات کے ذرات کا مسکن ہیں ؎

اگر بے پردہ نتوانی کہ بینی پرتوِ ذاتش ۔۔۔ بہ ذراتِ جہاں بنگر کہ ہر ذرہ است مرآتش

جمالِ حق ز مرآت صفاتش میکند جلوہ ۔۔۔ صفت درکسوتِ افعال و فعل از عین آیاتش

چو حسمت مظہر جانست و جانت مظہر اعیان ۔۔۔ چو اعیان مظہر اسماء و اسما مظہر ذاتش

تجلی طور را اگرچہ زہیبت ساخت صد پارہ

ولیکن تا ابد تابد جمال حق ز ذر آتش

اے اللہ! ان عاشقان باصفا کے صدقے جو رُوحانی آگ کے جلے ہُوئے ہیں، جو صرف دلبری کے اسرار سے زندہ ہیں نہ کہ حیوانی زندگی کے آسُودہ حال۔ اے اللہ! ان سرمستوں

کے صدقے جو اسرارِ وجود کی مجلس میں انوار شہود کے جام نوش کرتے ہیں ۔ان شب زندہ دار دل کی عزت کا صدقہ جنھوں نے شبستانِ طلب میں زحل کے گیسو کے کمند کے بغیر ہی علم و عمل کی چوٹی پر قدم رکھے ہیں جو عالمِ ارواح کے دریا سے اشباح کی کشتی کے بغیر ہی ہستی کے مراحل اور خود پرستی کے منازل کو عبور کر رہے ہیں۔ جنھوں نے حریم کعبۂ وصال کے لیے احرام باندھے ہوئے ہیں اور وادیِ نامرادی میں عشق کے لبیک کی آوازیں لگا رہے ہیں ۔ انھوں نے اپنی جانوں اور تمام مخلوق پر فنا کی چار تکبیریں کہہ دی ہیں وہ وادیِ نیاز سے گزر کر کعبۂ راز میں پہنچ چکے ہیں ۔ اے اللہ! آخرالزماں کی خونخوار وادی میں جہاں شہوات کے ڈاکو کمین گاہوں میں بیٹھے خدمت کے راستے پر چلنے والوں پر حملے کرتے رہتے ہیں ۔ اپنی عنایت و شفقت کی راہبری سے ہمیں رہنمائی فرما ۔ ضلالت کے شبستان اور ظلمت آباد جہالت میں اپنی ہدایت کا چراغ دکھا ۔ ہمیں قولی اور فعلی توفیق عطا فرما تاکہ ہم تیری جناب میں پہنچ سکیں ۔ اے اللہ! ہمیں عملی تلقین عطا فرما تاکہ ہم کونین کی کشاکش سے اٹھ کر تیری جنابِ قدس میں پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں ۔ اے اللہ! تیری ذات ہمارے گناہوں سے بے زیاں ہے ۔ ہماری طاعت گزاری سے بے نیاز ہے ۔اس بے زیانی کی وجہ سے ہمیں معاف فرما اور بخش دے اور اپنی بے نیازی کی وجہ سے ہم پر گرفت نہ فرما ۔ ہمارے گناہوں کی زیادتی اور عبادت میں کوتاہی کو درگزر فرما اور آخر کار ایمان کے زوال سے محفوظ رکھ ۔

نقل ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بکریوں کی شبانی سپرد کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کی ضرورت پیش آئی ۔حضرت شعیب کے گھر کئی عصا تھے ان میں سے ایک عصا وہ تھا جو حضرت آدم علیہ السلام سے ورثہ میں چلا آ رہا تھا آدم علیہ السلام یہ عصا جنت سے لائے تھے ۔حضرت شعیب علیہ السلام اللہ کے حکم سے اس امانت کو حضرت موسیٰ کے لیے محفوظ رکھتے تھے ۔حضرت شعیب اس تاریخی اور مقدس عصا کو نہایت قدر و منزلت سے رکھے ہوئے تھے اور اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ یہ عصا لوگوں کے استعمال میں آئے نہ ان کے قبضہ میں جائے ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کو

حکم دیا کہ اندر جا کر ایک عصا تو اٹھا لاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پڑے ہوئے عصاؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا عصا، جس کا نام زایدہ تھا دوسرے عصاؤں سے اچھل کر باہر آ گیا اور زبانِ حال سے گویا ہُوا : خُذنی یا مُوسیٰ فانی لک۔ موسیٰ! مجھے لے لو، میں ہی تمہارے کام کی چیز ہُوں۔ حضرت موسیٰؑ نے اس عصا کو اٹھا لیا۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت شعیب فرمانے لگے : موسیٰ! اس عصا کا رتبہ بہت بلند ہے۔ یہ عصا تو صرف کلیم اللہ ہی اٹھا سکتا ہے، اسے اپنی جگہ رکھ آؤ اور تم کوئی اور عصا لے آؤ۔ حضرت موسیٰؑ نے دل میں سوچا کہ اس عصا کو رکھ دیں اور کوئی دوسرا منتخب کر لیں۔ لیکن عصا نے کہا : خُذ نی فانی لک۔ آپ مجھے اٹھا لیں میں ہی آپ کے لیے ہُوں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے دوسری بار روکا مگر حضرت موسیٰ اور عصا کے مابین چار بار یہی گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ میں نے جب بھی اس عصا کو رکھنے کی کوشش کی اس نے مجھے برملا اٹھانے کے لیے کہا۔ حضرت شعیب علیہ السلام حیران و ششدر رہ گئے۔ آپؑ کو غالباً اس وقت یہ گمان نہ تھا کہ آپ ہی ایک دن کلیم اللہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک بار عصائے موسوی کے محاکمہ کے لیے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے عصا کو پکڑ کر زمین میں گاڑ دیا۔ اب حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا گیا کہ آپ اسے زمین سے باہر نکالیں اور پھر یہ بھی کہا گیا کہ آپ دونوں میں سے جو بھی اسے نکال لے، عصا اُسی کا ہو گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پُورا زور لگایا مگر عصا زمین سے اکھاڑا نہ جا سکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی باری پر عصا زمین سے اکھاڑ لیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس واقعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہی ہے۔

اے اللہ! ہم اوپر کے واقعہ سے تیرے حضور میں دو چیزوں کے امیدوار ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کے عصا نے کہا تھا : انا لک کہ میں تیرا ہوں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بار بار کوشش کی کہ اس اضافت کو ختم کر دیں مگر عصا اپنے اعلان کو دُہراتا رہا۔ اے اللہ! تُو نے قرآن حکیم میں تقریباً بائیس مقامات پر اپنے بندوں کو کہا ہے یٰا عِبَادِی۔ اور اپنی خدائی کی نسبت ہم بندوں سے قائم کی ہے اور ذٰلِکُمُ اللہ کہا ہے۔ اے اللہ!

اب اس نسبت اور اضافت کو قطع کرنے کی کسی کو جرأت نہ دے جو ہمیں تیرے آستان سے علیحدہ کرسکے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ فرشتے نے عصائے موسوی کو زمین میں نصب کر دیا تو حضرت شعیب علیہ السلام قوتِ نبوت کے باوجود اُسے اکھاڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب باغبانِ قدرت نے ایمان کا درخت اہلِ ایمان کے دلوں کے باغوں اور مومنوں کی حریمِ جان میں لگایا ہے اسے تیری شفقت اور عنایت کے پانی سے سیراب کیا ہے۔ آفتابِ ہدایت سے تربیت دی ہے۔ جس کی جڑیں زمینِ یقین تک اور جس کی شاخیں آسمانِ یقین تک پھیل گئی ہیں۔ اسے شیطان لعین کے مکر و فریب سے اکھڑنے کی اجازت نہ دے حالانکہ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطَانِ کَانَ ضَعِیۡفاً شیطان کے مکر و فریب تو کمزور ہیں۔ اے اللہ! اب اسے اتنی قوت نہ دے کہ اس نہال باجلال کو ہمارے دلوں سے اکھاڑ پھینکے اور ہمیں لباسِ ایمان اور خلعتِ عرفان سے عریاں کر دے۔ آمین یارب العالمین۔

دعائے چہارم اے احد کریم اور اے صمد واجب التعظیم! تیری ذات طالبانِ درگاہ کی مطلوب ہے، تیرا جمال سحر بیداروں کو محبوب ہے۔ تیری رحمت کے چشمے صاف و شفاف ہیں۔ تیری نعمتوں کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔ ہماری آنکھیں اور کان تیرے اسرارِ حکمت کی فضا کے دو روشندان ہیں۔ یہ شمس و قمر تیری قدرت کے انوار کی ضیاء پاشیوں کے مظہر ہیں ؎

خورشید کہ در زیر و زبر مے گردد — از تو بامید یک نظر مے گردد
ذوقِ شکرِ شکر تو طوطیِ سپہر — تا یافت ازاں روز بسر می گردد

اے اللہ! تیرے دیدار کی تمنا کے عنقا کا آشیانہ عاشقوں کے دلوں کے کوہ قاف کی چوٹیاں ہیں اور تیری محبت کے تیروں کا نشانہ تیرے مشتاقانِ دید کے دل ہیں۔ اوحدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے: ؎

اے دل مکن بہرسمتے ایں نفیر ازو — چوں جانت اوست تن زن و دل برمگیر ازو
او دست اگر بہ تیر کند بہر کشتنت — سرپیش دار و روے مگردان بہ تیر ازو
از یار ناگزیر نشاید گریختن — زانکس گریز جوے کہ داری گریز ازو

چوں جان طلب کند ز تو جاناں بدیں قدر — منت مکن فدا کن و منت پذیر ازو
جانے کہ داغ عشق ندارد کجا برند
گر بایدت کہ زندہ بمانی بمیر ازو

اے بادشاہ! تیری قدرت کا درزی آفتاب کے زریں تکمہ کو مشرق کے گریبان کے دامن میں پروتا ہے۔ تیری حکمت کا فراش چاند کی کافوری شمع کو اس نیلگوں آسمان پر سجاتا رہتا ہے۔ تو اپنی قدرتِ کاملہ سے آفتاب کے ٹکڑے کو سیماب کی طرح آسمان کے سبز شیشے میں لگا دیتا ہے اپنی صناعی سے چاندی کے چاند کو زمرد آسمان کے دامن میں لٹکا دیتا ہے۔ تُو نے جسے بھی اپنی نگاہِ جمال سے نوازا فاماله انس فی انس بنا دیا اور جسے میدانِ جلال میں پھینک دیا۔ فاحواله طمسٌ فی طمس بنا دیا۔ ؎

تا چند سرادق جمالت بینم — لب تشنہ سُوئے آب زلالت بینم
بردار حجاب کون کز دیدۂ جان — در ہر چہ نظر کنم جمالت بینم

تیرے جلال کی عظمت نے عارفانِ جہاں کی جانوں کو اپنی بے نیازی کی آگ میں ابتلاء کی کٹھالی میں پگھلا دیا ہے۔ تیرے جمال کی تجلیات نے سوختہ دلوں کو اپنی محبت کی رُوح پرور خوشبوؤں سے زندہ کر دیا ہے ؎

دل را کہ بنار ہجر بگداختۂ — آخر بنوائے وصل بنواختۂ
کونین مرا از نظر انداختہ شد — زاں یک نظرے کہ بر من انداختۂ

اے اللہ! زمانہ کے شاہبازوں کے طفیل (جنھوں نے اپنی باطنی آنکھوں پر غیرت کا پردہ چڑھا لیا ہے) غیر پر نگاہ ڈالنے سے اجتناب کر لیا ہے۔ اے اللہ! گلزارِ وحدت کی عندلیبوں کی طفیل جو تیری غیب کی فضا میں حمد و ثنا کے نغمے گا رہی ہیں اور تیرے شکر و احسان کے ترانے الاپ رہی ہیں۔ اے اللہ! ان شہبازوں کے صدقے جن کے حاشیۂ دل میں بادشاہی کے تخت و تاج کی خواہش بھی نہیں پہنچتی اور جن کے دلوں کے کناروں تک جنت کی لذت کے تصورات بھی نہیں پہنچتے۔ اے اللہ! ان قبا پوشوں کے صدقے جن کی ہمت کے قد و قامت پر لباسِ سروری اور قبائے شاہی کوتاہ رہتی ہے، جو توحید کے کمال کی دلیل اور تجرید کی

علامت قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ قرار دیتے ہیں۔ ہر لحظہ ہمارے قدموں کو استقامت کی دولت بخش دے ہمارے راست بازوں کو اپنے راستگاروں کی لڑی میں منسلک کر دے۔ ہمارے گناہوں کے جریدوں کو ہفوات کی گرد و غبار سے اپنی رحمت کے قطروں سے صاف کر دے۔ ہمارے دلوں کو سرائے کے صحن کو پریشان خیالوں سے محفوظ رکھ۔ ہمارے اسرار کی نفیس گردنوں کو اپنے اخلاص کے زیوروں سے مزیّن فرما۔ ہماری قاصر زبانوں کو اپنی حمد و ثنا بیان کرنے میں فصیح کر دے۔ ہمارے کند ذہنوں کو اپنی معرفت کے حقائق اور عشق کے دقائق سمجھنے کیلئے تیز کر دے ورنہ اپنی خودی میں تیری ثنا کو ادا کرنے کے کسطرح لائق ہو سکیں گے۔

خداوندا ثنائے چوں تو پاکی ۔۔۔ کے آید از زبان آب و خاکی

بدیں الکن کہ عقل آنرا زباں گفت ۔۔۔ ثنائے چوں تو پاکی کے تواں گفت

ہے از ہر چہ گویم ماورائی

ورائے ماورائی ور خدائی

اے اللہ! اگرچہ ہم گناہوں سے بھرے ہوئے عاصی ہیں لیکن پھر بھی ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے والے ہیں۔ ہمارے بُرے کاموں کو ہماری نیک گفتار کی بدولت بخش دے۔ اے اللہ! مجھے بزرگانِ دین کا ایک قول یاد ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو کہا کہ اگر تم نے گھر سے باہر قدم رکھا تو تمھیں طلاق ہے ۔ اس ضعیفہ نے گھر سے صرف ایک قدم باہر رکھا اور دوسرا قدم ابھی گھر کی دہلیز پر ہی تھا کہ خاوند کی قسم کا واقعہ یاد آگیا، رُک گئی، اندر آگئی۔ صاحبِ شریعت حضرات کا فتویٰ کیا ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ طلاق کس قدم پر واقع ہوتی ہے؟ اگر ایک قدم کو اندرونِ مکان دیکھا جائے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر باہر کے قدم کو دیکھا جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اس بندۂ گنہگار کے دو قدم ہیں، ایک تو توحید و معرفت میں ہے اور دوسرا فسق و فجور میں۔ اگر کوئی گناہ صادر ہو جاتا ہے تو تُو خود جانتا ہے کہ اصل اور اچھا قدم تو وُہ ہے جو توحید و معرفتِ ازلی پر قائم ہے، دُوسرا قدم تو عارضی اور ناپائیدار ہے۔ اے اللہ! ہمارے توحید و عرفانی قدم کو سامنے رکھتے ہُوئے اپنے کمالِ کرم سے نگاہ میں رکھ۔

ایک دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بستی میں گئے، ایک غلام دکھائی دیا جو بیل

سے زمین میں ہل چلا رہا ہے۔ چاشت کا وقت ہوا تو کھانا آیا اور وہ کھانے لگا، ناگاہ ایک کُتّا آیا، غلام کے پاس کھڑا ہو گیا۔ غلام کے پاس تین روٹیاں تھیں، ایک کتّے کے آگے ڈال دی، کُتّے نے کھا لی، اس نے دُوسری بھی پھینک دی، وُہ دوسری بھی کھا گیا اور پھر تیسری بھی۔ حضرت امام حسین رضؓ نے اس غلام سے پُوچھا کہ تمہارا روزانہ وظیفہ کیا ہے؟ اس نے بتایا بس تین ہی روٹیاں۔ حضرت امام حسین رضؓ نے پُوچھا کہ تینوں روٹیاں تو تم کُتّے کو کھلا گئے خود کیا کھاؤ گے؟ غلام نے بتایا: یا حضرت! میں اس کتّے کو جانتا ہُوں، یہ بہت دُور سے آیا۔ اب سخاوت کے اصول کے خلاف ہے کہ میں اسے محروم کر دوں اور بھُوکا لوٹا دوں۔

اے اللہ! وُہ کتّا تو ایک مخلوق اور غلام کے سامنے ایک امید لے کر چند قدموں سے اسکے پاس آ گیا اُس نے اُسے ناامید واپس نہیں کیا بلکہ اپنا کھانا اُسے بخش دیا اور خود بھُوک اور پیاس پر صبر کیا۔ ہم بیچارے تیرے فضل و کرم کی اُمید لے کر عدم کے شہر سے ولایتِ وجود میں آ پہنچے ہیں۔ اے اللہ! اپنی بے نہایت عنایت اور بے پناہ کرم کے صدقے ہمیں اپنی درگاہ سے محروم نہ فرمانا۔ جب ہم دمِ واپسیں اور وقتِ نزع کو پہنچیں تو ہمارے کانوں میں اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی آواز آئے۔

کہتے ہیں ایک بزرگ نزع کے عالم میں تھے ان کے مرید ان کے بستر کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: یا حضرت! ہمیں کوئی وصیت فرمائیں جو آپ کے بعد ہمارے کام آ سکے۔ آپ نے فرمایا: درویشو! آج تک جو کچھ مَیں نے کیا ہے وہی نصیحت ہے اس وقت مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ وقت بڑا سخت ہے۔ انھوں نے کہا: اے ہمارے پیر و مرشد! وہ کونسا سخت وقت ہے؟ کہنے لگے: میں ستّر سال اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہا ہُوں، کبھی نہیں چاہتا کہ مجھے لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ کا مایوس کن جواب آئے، بلکہ میں چاہتا ہُوں کہ مجھے اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی بشارت ملے۔ اے اللہ! آج میں تیرے دروازے سے وُہ سُننا چاہتا ہُوں جو پیرِ ہرات خواجہ عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ نے سُنا تھا:

اے بیدار چشم اور بے یار و مددگار! اور اے امیدوارِ مغفرت! تین چیزیں ہمارے دروازے سے کبھی نہ پاؤ گے۔ دعا کے وقت محرومی، میدانِ عدالت میں رُسوائی اور دیدار کے وقت نامرادی۔

توئی کا دل ز خاکم آفریدی ‏ بفضلم ز آفرینش برگزیدی

بعزم حضرتت برداشتم پائے ‏ اگر رہ یا وہ کردم راہ بنماتے

یکے را پائے بشکستی و خواندی ‏ یکے را بال و پر دادی و راندی

ندانم تا من مسکین چہ نامم ‏ ز مقبولان و مردودان کدامم

اگر دیندارم و گر بُت پرستم ‏ بیامرزم بہر نوعے کہ ہستم

توئی کز فعل من فضل تو بیش ست ‏ اگر رحمت کنی بر جائے خویش ست

منہ پیش از کشش تیمار بر من ‏ بقدر زور من نہ بار بر من

شناسا کن بحکمتہائے خویشم ‏ بر افگن برقع ظلمت ز خویشم

چراغم را ز فیض خویش دہ نور ‏ سرم را ز آستاں خود مکن دور

دل مست مرا ہُشیار گرداں ‏ ز خوابِ غفلتم بیدار گرداں

چناں دارم کہ در نابود و در بود ‏ چناں باشم کزاں باشی تو خوشنود

چناں خسپاں چو آید وقت خوابم ‏ کہ گر ریزد گلم مانند گلابم

زبانم را چناں راں بہ شہادت ‏ کہ باشد ختم کارم بر سعادت

گناہم از کرم مغفور گرداں

بدیدار خودم مسرور گرداں

دُعائے پنجم اے دلوں کو روشن کرنے والے اور مصائب کو دُور کرنے والے، اے اپنے بندوں کے دلوں کو امیدوں کے دلائل سے مطمئن کرنے والے اور اے اپنی کبریائی کے خوف سے بندوں کے ارواح قبض کرنے والے! ٥

دلتنگم و دیدار تو درمان من است ‏ بے روے تو ہر دو کون زندان من است

برہیچ دلے مباد و بر ہیچ تنے ‏ آنچہ از غم ہجراں تو بر جان من است

اے اللہ! تیرے دریائے معرفت کے لاکھوں شناور ہیں پھر تیرے وصال بحر ناپیدا کنار کے ایک قطرہ کے لاکھوں غریق ہیں۔ تیرے عشق و محبت کی وادی کے کروڑوں مسافر ہیں۔ اور تیرے حسن و جمال کے پرتو کے کروڑوں ہی سوختہ جان ہیں ٥

از ہیبت تو این دل غمخوارہ بسوخت دل خود کہ بود کہ جان بیچارہ بسوخت
یارب تو مسوز این تن سرداں را کز آتش و سوز عشق صد بارہ بسوخت

اے مظہرِ انوارِ لاہوتی ، اے مظاہر آثارِ ملکوتی ، اے عالمِ ناسُوت کے رازوں کو کھولنے والے ، اے عزت وجبروت کے انوار کی تجلیات سے اپنے جمال لاہُوتی کو آشکارا کرنے والے ! ؎

رخسار تو بے نقاب دیدن نتواں دیدار تو بے حجاب دیدن نتواں
مادام کہ در کمال اشراق بود سرچشمۂ آفتاب دیدن نتواں

تیری معرفت کا آفتاب جہانتاب جب حقیقت کے بُرج سے طلوع ہوتا ہے تو طبیعت کے شبکوروں کے سیاہ گوشوں کے چراغ کیا حیثیت رکھتے ہیں، جب تیرے حسن وجمال کے مطلع سے تیرے جلال کے انوار کی شعاعیں نمودار ہوتی ہیں تو نقال عقل کی ٹمٹماتی ہوئی روشنیوں کی کیا قدر ومنزلت ہوتی ہے ؎

خورشید کہ باشد کہ بروئے تو رسد یا باد سبک سر گر ببوئے تو رسد
عقلے کہ کند خواجگیٔ شہر وجود دیوانہ شود چونکہ بکوئے تو رسد

اے اللہ! تیری نگاہیں درویشوں کے مصیبت زدہ دلوں پر متوجہ ہیں۔ تیری مہربانیوں کے جھونکے ہجرت زدہ اور زخم خوردہ دلوں کے منتظر ہیں۔ تیری ہیبت وجلالت کے غضبناک اشاروں نے عارفوں کے ارواح پر خاموشی کے تالے لگا دیے ہیں، تیرے جمال کی محبت کے بادشاہوں نے عاشقوں کے دل وجان کے لشکروں کو تاراج کر دیا ہے ؎

در بند خیال غیر یک ذرہ مباش در بحر ز خویش گم شو و قطرہ مباش
عالم ہمہ آئینہ و حق ناظر او تو روئے نگر بآئینہ غرہ مباش

اے میرے کریم ! ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس میں کبر و ریا، نہ پایا جاتا ہو۔ ہمارے پاس وُہ الفاظ نہیں ہیں جو تیری بارگاہ کے لائق ہوں۔ ہم نے اپنی زندگیاں تباہ کر لی ہیں اور ہمارے دل حسرت وندامت سے بھرے پڑے ہیں۔ جنّت کی خریداری کے لیے ہم نے کوئی عبادت نہیں کی۔ ہماری سلامتی کے کوئی آثار نہیں۔ اب تیری ذات ہی

ہماری نجات کی ضامن ہوسکتی ہے۔ تُو ہی ہماری کوشش اور ہمت کے بغیر اپنی رحمت اور بخشش کے بادل برسا سکتا ہے۔

جب شبلی علیہ الرحمہ نے اس محنت آباد دنیا سے کنارہ کشی کی اور دنیائے آخرت کی طرف روانہ ہُوئے تو ان کے ایک عزیز دوست نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: شبلی! اپنا حال تو سُناؤ۔ آپ نے بتایا کہ جب میں نے دنیا چھوڑی، مجھے مقام حساب و کتاب میں لایا گیا، میرے ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑا دیا گیا اور ایک خطاب ہُوا: شبلی! اپنا نامۂ اعمال پڑھو اور خود ہی فیصلہ کرو کہ تم کس لائق ہو۔ میں نے اپنا نامۂ اعمال دیکھا تو بداعمالیوں سے بھرا پایا۔ میں نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنا نامۂ اعمال پڑھتے شرم و ندامت محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو پڑھنا پڑے گا۔ شبلی کہنے لگے: بشرطیکہ مجھے رُسوائی اور ندامت سے بچا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شبلی! جس دن تم گناہ کرتے تھے، میں نے تمھیں رُسوا نہیں کیا تھا۔ آج میری رحمت کا دن ہے تمھیں رُسوا نہیں کیا جائے گا۔ اے اللہ! شیخ شبلی کا صدقہ ہمیں اس دنیا سے باایمان لے جانا اور اس دن کی رسوائی سے محفوظ رکھنا۔

بادشاہا چوں ہمہ ہیچیم ما — سر ز فرمان تو چوں پیچیم ما
گرچہ کردم جرم بسیار اے خدا — قادری ناکردہ انگار اے خدا
بادشاہا بادم سرد آمدیم — بادل پر غصہ و درد آمدیم
گر عذابِ تو بصد ردیم بود — در خور یکتارۂ مویم بود

آمد از من آنچہ آید از کہ ہیم
تو بکن نیز آنچہ آید از کریم

کہتے ہیں جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بہشت سے ایک پیراہن لے کر آئے اور حضرت ابراہیمؑ کے سامنے پیش کیا جس سے آتشِ نمرود آپ پر سلامت اور خوشگوار ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہی پیراہن حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا گیا جنھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا۔ جس روز حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے ساتھ صحرا میں گئے تھے، وُہی

پیراہن آپ کے زیبِ تن تھا۔ کہتے ہیں یہ وہی پیراہن تھا جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور نشانی حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیجا اور حضرت یعقوب کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۔ اے اللہ! یہ پیراہن بہشت سے لایا گیا تھا جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام آتشِ نمرود سے محفوظ رہے، حضرت یعقوب آتشِ ہجر و فراق سے محفوظ ہوگئے۔ ہمارا خوف بھی آتشِ نمرود کی تمازت اور حضرت یعقوب کے فراق کی سوزش سے کم نہیں ہے۔ ہمیں بھی تیری طرف سے خلعتِ ایمان و توحید تیری جناب سے ملی ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ تو نے اس کلمہ کو لباسِ تقویٰ فرمایا ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ اے اللہ! اس پیراہن کی برکت سے جس نے تیرے دو نیک بندوں کو آتش اور فرقت سے نجات دلائی۔ ہم فقیروں کو بھی ایمان کے پیراہن کی عزت کے صدقے عذاب کی سوزش اور حجاب کی فرقت سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! عاشقانِ ربانی کے باطنی انوار کے طفیل اور مشتاقانِ سبحانی کے دلوں کے اسرار کے صدقے، تیری جناب کے مقیم حضرات جنھوں نے دیوانہ وار دیدۂ دل کو صرف تیری قدرت پر جمایا ہوا ہے کی برکت سے، تیری شرابِ اَلست کے سرمستوں کی طفیل جنھوں نے زندگی کے پر و بال کو شمعِ جمال کی شعاعوں کی نذر کر دیا ہے ؎

قصۂ شمع از دلِ پروانہ پرس — بوئے گل از بلبلِ دیوانہ پرس
عندلیب مست داند قدرِ گل — جغد را از گوشۂ ویرانہ پرس
زاہدانرا از نماز و روزہ گوے — عاشقانرا از درِ میخانہ پرس

اے اللہ! ان عارفوں کی طفیل جنھوں نے آئینۂ دل کو دنیا کی کدورت سے صاف کر لیا ہے اور انی انا اللہ کی صداؤں کو شجرِ وجود سے انوارِ شہود کے کشف کے وقت اپنے کانوں سے سنتے ہیں انھوں نے یہ بات کہی ہے ؎

گر تو دلِ خویش بے سیاہی یابی — یک قطرہ ز دریائے الٰہی یابی
آں نقطۂ توحید کہ در جاں داری — چوں دائرۂ نامتناہی یابی

اے اللہ! ہمیں حقائقِ اشیاء سے واقف فرما۔ ہماری نگاہِ بصیرت سے غفلت کا

پردہ دُور فرما، ہر چیز اپنی اصلی حالت میں دکھا دے۔ نیستی کو ہماری نگاہوں میں ہستی کی صورت دے۔ نیستی کا پردہ ہمارے جمال پر نہ پڑے۔ اس خیالی صورت کو اپنے جمال کی تجلیات کا آئینہ بنا دے اسے علت حجاب و دُوری نہ بنا۔ اے اللہ! ان وہمی نقوش کو ہماری دانائی کا سرمایہ بنا۔ اسے جہالت، نابینائی، محرومی اور مہجوری کا ذریعہ نہ بنا۔ اے اللہ! یہ ساری کوتاہیاں ہماری طرف سے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں "میں" سے رہائی دے اور اپنی آشنائی عطا فرما ؎

یارب برہانیم ز حرماں چہ شود　　راہے دہیم بکوئے عرفاں چہ شود
بس گبر کہ از کرم مسلماں کردی　　یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود

پیرِ ہرات قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اے اللہ! جب حال تیرے علم میں ہے تو ہمارا دانائی کا کیا مقام ہے۔ ہر کام تو تیری قدرت سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ہماری طاقت کی کیا حیثیت ہے ہمارا ہر معاملہ تیری ہی رضا پر ہے۔ پھر ہماری رضا کیا معنیٰ رکھتی ہے۔ یہ ساری چیز تو تیرے حسنِ عمل کے ساتھ طے ہونا ہیں۔ یہ حُسنِ صورت سے نہیں بلکہ حُسنِ سیرت ازل سے حل ہونا ہیں تو اپنی عنایت کی نظر فرما۔ ہم تو راستہ میں تھک کر چُور ہو گئے ہیں۔ نجات کے دروازے ہمارے کھول دے کہ ہم بے آسرا ہو گئے ہیں۔ تو اپنے شفاخانے سے اپنے احسان کا شربت عنایت فرما کیونکہ ہم بیمار ہیں۔ شرابِ شوق سے ایک جام عنایت فرما۔ ہم خمار کے گرفتار ہیں۔ ہماری زبان کو غلط اور نقصان دہ الفاظ سے محفوظ رکھ۔ ہمارے دلوں سے ہماری برائیوں کو دُور رکھ۔ وُہ نور جس سے دنیا کی تاریکیوں سے مخلصی پائیں، عطا فرما۔ وہ حضوری عنایت فرما جو دل وجان کی مراد کا سبب بنے ؎

اے کار ہمہ ز تو فراہم　　چوں مرہم جملہ مراھم
زاں پیش کہ بیند آرزویم　　از راہ کرم دہ آبرویم

اے اللہ! ہم عاجزوں کو اپنی مجلس انس میں جگہ دے، انوار کشف کے مقام پر ذوق وانبساط کی دولت دے اور اپنی محبت کا ذوق اور شوق عطا فرما۔ ہم اپنے ماضی کے غموں کو بھول جائیں اور مستقبل کے مصائب کی پروا نہ کریں۔ ہمارے راستہ

شیطان کی رُکاوٹوں کو دُور فرما اور وہ راستہ عطا فرما جس پر ہماری رُوح چل کر تیری محبت حاصل کر سکے ؎

اے خالقِ خلق و عالمِ غیب　　　ما ئیم و دمے و عالمِ غیب
اے از نظرِ تو کار ما راست　　　آراستہ تو ہر چہ ما راست
عذرے ہمہ لطف تو پذیرد　　　کس را بکنی تو از بدی رد
رحم آر کہ جملہ بے مداریم
سرمایۂ امید و بیم داریم

دُعائے ششم اے دلوں کے دروازے کھولنے والے، اور مصیبت زدہ دوستوں کو راحت بخشنے والے! تیرے انوار سے عاشقوں کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ تیرے اسرار کے اظہار سے عارفوں کے سینے باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ تو اپنی قدیم ذات کی بدولت مخلوق کے طور طریقوں سے بے نیاز ہے۔ تو اسمائے الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے اور تیری ربوبیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کے شیشے میں جھلکتی ہے ؎

اے باعث شوق و طلبم خوبیِ تو　　　بہرِ طلب من ست مطلوبیِ تو
گر آئینۂ محبت من نبود　　　ظاہر نشود جمال محبوبیِ تو

نہیں نہیں بلکہ تو ہی محب ہے اور تو ہی محبوب ہے۔ تو ہی طالب ہے اور تو ہی مطلوب ہے۔ تو مقامِ احدیّت میں مطلوب و محبوب ہے ؎

اے غیر ترا بسوئے تو سیرے نے　　　خالی ز تو مسجدے و دیرے نے
دیدیم ہمہ طالبان و محبوباں را　　　آں جملہ توئی و درمیان غیرے نے

اے اللہ! تیرے خمخانۂ جلال کے سرمستوں کی جانیں تیرے شوقِ جلال اور ذوقِ وصال میں سرگرداں ہیں اور عقل کے اندیشہ کے ہاتھ تیری ذات و صفات کے کمال کے دامن تک پہنچنے سے قاصر ہیں ؎

ہر چند کہ جانِ عارف آگاہ بود　　　کے در حرم قدس تواش راہ بود
دستِ ہمہ اہلِ کشف و اربابِ شہود　　　از دامن ادراک تو کوتاہ بود

اے اللہ! اپنے ان عاشقوں کے دلوں کے انوار کی بدولت جن کے سینوں میں ہر وقت تیری تجلیات کے جذبات کے غلبے شور انگیز رہتے ہیں۔ اُن مشتاقانِ دید کے دلوں کے اسرار کے صدقے، جن کے دلوں میں تیری محبت کی آگ بھڑک رہی ہے اور اُن صاف دل موحدوں کی طفیل جنھوں نے اپنے باطن کے صفحات کو غیروں کے غبار سے محفوظ رکھا اور انکار کے زنگار سے صاف رکھا ہے اور جو وادی عشق میں توحید کی صدائیں سُنتے رہتے ہیں ؎

مطرب عشق مینوازد ساز — عاشقے کو کہ بشنود آواز
ہر نفس نغمۂ دگر سازد — ہر زمان لحبۂ کند آغاز
ہمہ عالم صدائے نغمہ اوست — کہ شنید ایں چنیں صدائے دراز
خود سخن گفت خود شنود از خود — گردم اینک برت سخن ایجاز
نہ باندازۂ من ست سخن — عشق می گوید ایں سخن را باز
کہ ہمہ اوست ہر چہ ہست یقین
جان وجاناں و دلبر و دل باز

اے اللہ! لاہوتی تجلیوں کی شعاعوں کی بدولت اور جبروتی آفتابوں کی کرنوں کے صدقے اپنے عشق کے خرابات کے اُن رندوں کے طفیل جنھوں نے تیری محبت کے محل کے کنگرے کے بغیر شبانگاہ خلوت میں کمندِ شوق کہیں پر نہیں پھینکا۔ تیری درگاہ کے پاکباز خانقاہ نشینوں کی عزت کا صدقہ جنھوں نے صرف تیری ہی محبت کے قمار خانہ میں دوجہانوں کی نقدی کو ایک داؤ پر ہرا دیا ہے ؎

اے ببازار غم عشق تو صد جان بجوے — خود ترا نیست غم حال اسیران بجوے
جام جمشید بمن دہ کہ نیرزد بر من — گنج قارون بدو جو ملکت خاقان بجوے
پیش من جز سخن بادہ و پیمانہ مگوے — کہ نیرزد ہمہ عالم برِ رنداں بجوے
اے فلک گرمی بازار بیک نان چہ کنی — ہست در ملک دل من صد از یناں بجوے
تا کہ دلال غمت حلقۂ جانبازاں دید — میزند نعرہ و فریاد کہ صد جان بجوے
کار عالم ہمہ گر بے سر و سامان گردد — بر من دل شدہ بے سر و سامان بجوے

اے اللہ! ہمارے دین کے راستے شمع بصیرت کی روشنیوں سے درخشاں کر دے۔ ہمارے خستہ دلوں کے باغیچوں کو حقائق کے شگوفوں سے پُربہار بنا دے۔ جس ٹہنی کی ضرورت نہیں وہ ہماری ہمت کے درخت سے علیحدہ کر دے جس بیج میں رونق نہیں اسے ہمارے دل کی کھیتی سے اکھاڑ دے۔ اے اللہ! اگرچہ ہم ہزاروں گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن تیرا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والے ہیں۔ ہمارے گناہوں کو اس کلمۂ طیبہ کی طفیل بخش دے۔

حکایت ایک دن ایک غلام کو منڈی میں فروخت کرنے کے لیے لایا گیا۔ ایک گاہک نے غلام کو دیکھا تو خریدنے کے لیے آگے بڑھا۔ لیکن جب غور سے دیکھا تو غلام یک چشم گُل تھا، ایک ہاتھ شل تھا، پاؤں سے عاجز اور قد میں ٹھنگنا تھا۔ اس قدر عیبی غلام کو دیکھا تو گاہک نے اس کی زبان کے بارے میں سوال کیا کہ درست ہے یا گنگ ہے۔ مالک نے بتایا کہ اس کے بدن کا ہر عضو عیبی اور ناقص ہے مگر زبان سے فصاحت و بلاغت ٹپکتی ہے۔ گاہک نے جب غلام سے بات کی تو اس کی زبان سے کوثر و تسنیم کی لہریں پھوٹنے لگیں۔ گاہک نے کہا اس ناقص اور بیمار غلام کو اس کی فصاحت و بلاغت کے پیشِ نظر خرید رہا ہوں۔

اے اللہ! جس دن تیری ارادت کے دلال ہمارے اعمال کی تحقیق و تفتیش کریں گے اور تیری جناب میں کہیں گے اے اللہ! تیرا یہ بندہ آنکھ سے بھینگا، ہاتھ سے لنجا، جام اور پیالہ پکڑنے سے قاصر ہے، گناہوں سے پاؤں بوجھل اور شل ہیں۔ ہزاروں عیوب و عصیاں کے باوجود اس کی زبان سے تیری توحید کے نغمات اور دل میں تیری محبت کا جذبہ رکھتا ہے۔ اے اللہ! تجھے اپنی عزت کی قسم ہے ہمیں گناہوں کی وجہ سے نہ ٹھکرا دینا صرف توحید و جذبۂ عشق کی بدولت قبول کر لینا اور اپنی رحمت سے اپنے دامن میں جگہ دینا۔

زاد المعاد میں مجھے یہ واقعہ نظر آیا ہے، ایک بادشاہ نہایت ہی عادل تھا لیکن اس کا وزیر بے حد ظالم اور بے رحم تھا، رعایا کو تنگ کرتا، عوام ہمیشہ اُس کی شکایات بادشاہ کے حضور پیش کرتے۔ ایک دن بادشاہ نے کہا مجھے معلوم ہے کہ یہ وزیر قابلیت اور لیاقت کی

بنا پر وزارت کے قابل نہیں ہے۔لیکن مجھے اس کی ایک بات پسند ہے جس کی وجہ سے میں اسے معزول نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اپنے ایک خاص الخاص آدمی کو بتایا کہ میری حکومت کے ابتدائی دور میں مجھے ایک ایسا سیاسی سانحہ پیش آیا کہ میں عراق سے بھاگ کر شام کی سرحدوں کے اندر جا پہنچا۔ شام میں ایک سبزی فروش کی دکان تھی میں بعض اوقات دل بہلانے کے لیے اس کی دکان پر جا بیٹھتا۔ ایک دن سبزی فروش نے مجھے نہایت غمزدہ اور اندوہناک دیکھ کر پُوچھا کہ اس غم کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنے بعض حالات اسے بتا دیئے اور حالات کی ناسازگاری کے جتنے مراحل تھے اس کے سامنے بیان کرتا گیا۔ غریب الوطنی، پردیس، وطن کی مفارقت، عزیزوں کی جدائی غرضیکہ ان تمام تکالیف کو بیان کر دیا جن سے میں گزر رہا تھا۔ اُس نے پوچھا اب وطن عزیز کو واپس جانے میں کون سی چیز مانع ہے؟ میں نے اسے بتایا اگر میرے پاس تیز رفتار گھوڑا اور اسلحہ ہوتا تو شاید میں اپنے وطن پہنچ جاتا۔ دُوسرے دن میں نے دیکھا کہ سبزی فروش نے اپنی دکان نیلام کر دی، اپنی زندگی کی ساری کمائی فروخت کر دی اور ساری دولت میرے حوالے کر کے کہنے لگا: اس سے گھوڑا اور اسلحہ خرید لو اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں اپنے وطن واپس پہنچ گیا اور مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ مَیں اللہ کی مہربانی سے ایک بہت بڑی سلطنت کا مالک بن گیا۔ میرے دل میں اپنے اس محسن کی یاد آئی میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ میرے سامنے اس کی شکل وصورت پھرتی رہتی۔ ایک دن میرا موجودہ وزیر اعظم مجھے ملا تو مجھے اسکی صورت ہو بہو اس سے ملتی جلتی دکھائی دی۔ اس کے ہم شکل ہونے کی وجہ سے مجھے اس سے محبت ہو گئی، چنانچہ مَیں نے اسے قلمدانِ وزارت دیدیا۔ جب تک مَیں زندہ ہوں اس سے وزارت نہیں چھین سکتا۔

اے اللہ! ایک مجازی بادشاہ نے اپنے ایک دوست کے ہم شکل انسان کو وزارت کا عہدہ دے دیا اور پھر اسے واپس لینے کو تیار نہیں ہے۔ ہم فقیر تیرے ہی بندے ہیں اگرچہ ہم اپنی سیاہ کاری اور بداعمالی کی وجہ سے کسی لائق نہیں تاہم تیرے انبیاء و اولیاء اور محبوبوں کی شکل لیے پھرتے ہیں ہمارے گناہ نہ دیکھ اور اپنی رحمت سے مسندِ جنت پر بٹھا دے اور اپنی رحمت کے دامن میں جگہ دے، اپنی زیارت سے مشرف فرما۔ آمین یارب العالمین۔

دعائے ہفتم اے حیّ دانا ، اے قیوم توانا ، اے معبود حقیقی اور مقصود روحی ! تو لطف وکرم میں معروف ہے ، اپنی نعمتوں اور رحمتوں میں موصوف ہے ۔ تیرے احسان اپنے بندوں پر بے اندازہ ہیں ۔ تو اپنے مشتاقانِ دید کا رُوح و رواں ہے اور تیری رُوح پرور یاد سے رُوحوں کو تازگی میسر ہے ؎

اے جان و دل از یاد تو خرم شب و روز　　وے درد و غمت مونس و ہمدم شب و روز
اے زلف ورخت شادی باغم شب و روز　　چوں ظلمت و نور بستہ باہم شب و روز

اے اللہ ! تیرے مشتاقوں کے باغ وگلزار تیری یادوں کے قطروں سے منقش ہیں ۔ تیرے عاشقوں کے زرنگار رخسار آہ ونالہ کے راستوں میں فرشِ راہ بنے ہوئے ہیں ؎

رخسارہ بخون دل منقش تا کے　　چوں زلف تو جان و دل مشوش تا کے
گوئی کہ بہر دم آہ سوزاں چہ زنی　　در سینہ نہاں شعلۂ آتش تا کے

آہ ونالہ کے لشکروں کو تیرے عاشقوں کے سینے کے میدانوں میں ہی جگہ ملتی ہے ۔ درد وبلا کو تیرے دردمندوں کی جانوں کی خانقاہوں میں ہی پناہ حاصل ہے ؎

تا کردہ غم عشق تو در دل منزل　　مرغیست بہ تیغ ہجر قاتل بسمل
در کوے تو پائے دل فرورفتہ بگل　　تا خاک لحد خلاص زیں گل مشکل

اے اللہ ! تیرے جلال کے صدمات سے ہر درویش کی جان کی فضا میں جوش پیدا ہو گیا ہے تیرے جمال کی تجلیات کے شراب ناب کے نشے سے ہر دل کے زاویہ باطن میں زخم بن گئے ہیں تیرے جلال کی تجلیات سے ہر زاہد کے گوشۂ جگر میں داغ نمودار ہیں اور ہر عارف کے حجرۂ جان میں تیرے جمال کے شعلوں سے چراغ روشن ہیں ۔ اے اللہ ! تیری غیرت کے کوتوال نے منصور جیسے لاکھوں کو انا الحق کہنے پر تختۂ دار پر لٹکا دیا ہے ۔ تیرے عشق کے جلاد نے ہزاروں عاشقوں کی گردنوں کے خون کو اپنے شوق کی تیغ بے دریغ کے طشت میں جمع کر دیا ہے ؎

ایں عشق جملہ عاشق بیدار مے کُشد　　بے تیغ می برد سر و بے دار می کُشد
مہمان او شدیم کہ مہمان ہمی خورد　　بارکسے شدیم کہ او یار میکشد
چوں یوسفے بیافت چو گرگان ہمیدرد　　چوں مومنے بدید چو کفار مے کشد

نے نے کہ کشتہ را دم او جان ہمیدہد　　گرچہ بغمزہ عاشق بسیار می کشد

ہمت بلند دار کہ ایں عشق ہمتے
شاہان برگزیدۂ اخیار مے کشد

حکایت ایک عاشق اپنے محبوب کے دروازے پر پڑا روتا رہتا تھا۔ لیکن محبوب گوشۂ نگاہ سے بھی اس کو نہ دیکھتا۔ اس کی آہ وزاری کو پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہ دیتا۔ شہر کا کوتوال دُور سے اس عاشقِ زار کی حالت کو دیکھتا رہتا اور بڑا تعجب کرتا۔ ایک دن صبح ہوتے ہی بیچارہ عاشق بڑی مایوسی کے عالم میں کوچۂ محبوب سے لوٹ رہا تھا تو کوتوال نے اسے بڑھ کر روک لیا۔ اس کی خیریت دریافت کی اور اس حالتِ زار کے بارے میں گفتگو کی۔ عاشق نے بتایا کہ وُہ مجھ سے بے نیاز ہے اور میں اس کا محتاج ہوں۔ میں مقامِ ذلت پر ہوں اور وہ مقامِ عزت پر۔ میرا حق یہ تھا کہ وُہ مجھے دیکھتا مگر اس کا حق یہ تھا کہ وُہ مشاہدہ کرتا ؎

ہر غم کہ بنامِ من کند شاد شوم　　بیداد کند بندۂ بیداد شوم

من بندہ چناں نیم کہ آزاد شوم　　گوید کہ برو ز مالِ من آزادی

اے اللہ! اگر تیری بے بہا رحمتیں اور بے پناہ بخششیں اپنے دروازے پر بلالیں تو ہم حقیقت وما فیہا کو نگاہ میں بھی نہیں لائیں گے۔ اگر تیرے قہر کی نگاہیں اپنے دروازے سے دُور پھینک دیں تو یہ سات دوزخ تو ہمارے سینہ سوزاں کا ایک شرارہ ہیں۔ اگر قیامت کے دن تیرے وصل کے خیمے اور محبت کے قبے دوزخ کے کنارے نصب کر دیے جائیں تیرے ازلی دوست جو تیرے زمزمۂ توحید کے مست ہیں۔ آتشِ دوزخ کو ہی سرمۂ چشم بنالیں گے ایک دہ جنت الفردوس میں رہتے ہُوئے تیرے جمالِ جہاں آرا سے ایک لمحہ کے لیے حجاب میں آجائیں تو وہ اس قدر آہ وفغاں کریں گے کہ اہلِ دوزخ بھی ان پر رحم کرنے لگیں ؎

ز دوزخ باز نشناسد کسے فردوسِ اعلیٰ را　　اگر از روضہ ننمائی بما نورِ تجلّی را

برائے ہیمۂ دوزخ برند از روضہ طوبیٰ را　　اگر دیدار ننمائی و جنت را بیارائی

مجھے تیری عزت کی قسم ہے کہ اگر تو ان آٹھ بہشتوں کو اٹھارہ ہزار جنت بھی بنا دے اور اپنے عاشقوں میں سے ایک کے حوالے کر دے تو اس کے جذبۂ عشق سے انصاف نہ ہوگا۔ جب

تک تیرے دیدار سے پردہ نہ اُٹھے اور اپنے جمال سے اسے نہ نوازے ؎

نہ جنت جویم و نہ حور و نہ انہار می خواہم بتوارزانی اے زاہد ہمہ من یار می خواہم
بہ شاہان مملکت فردوس رایایے بدست آرید کہ من درویش عالی ہمتم دیدار مے خواہم

اے اللہ! ان عارفوں کی طفیل جو صبوحی کے گھونٹ بزم سبُوحی میں بیٹھ کر وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ کے ساقی کے ہاتھوں وَلَقّٰھُمْ کے دیدار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جو تیری رضا کے طلبگار ہیں اور تیرے دیدار کے مشتاق ہیں اور اس رضا اور دیدار کی امید میں نعرہ ہائے مشتاقانہ اور آہِ عاشقانہ بھرتے رہتے ہیں۔ ہمیں ان دوستوں کی محبت میں اپنے مشاہدۂ جمال سے محروم نہ کر دینا ؎

درآں ساعت کہ بنمائی جمال خود بمشتاقاں معین را سوز و چوں سرمہ بچشم عاشقاں درکش

اے اللہ! ہمیں ایسا دل عطا فرما جو تیرے کمال کو معلوم کرلے۔ ایسی آنکھیں عطا فرما دے جو تیرے جمال کی توفیق رکھتی ہوں۔ ہمیں ایسے کاموں کی توفیق دے جو تیرے ہاں مقبول ہوں ایسا دل دے جو تیرے اسرار کی تحقیق کر سکے۔ تیری وہ مہربانیاں جو تُو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں اُنھیں ضائع ہونے سے محفوظ فرما۔ جو ہدیے تو نے ہمیں انعام فرمائے ہیں ہماری گستاخی اور بے ادبی کی وجہ سے ہم سے واپس نہ لے لے۔

میں نے سُنا ہے کہ نوشیرواں نے اپنے کُتّے کو اطلس کا لباس پہنا دیا۔ جب اس کتّے کو شکار گاہ میں چھوڑا گیا تو اس نے سُستی کی۔ ایک اور کتا آگے بڑھا اور شکار کو دبوچنے میں کامیاب ہوگیا۔ کتّے کے رکھوالوں نے کہا کہ کتّے سے اطلس کا لباس اتار کر اُس کتّے کو پہنانا چاہیے جس نے شکار کو پکڑا ہے۔ نوشیرواں نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا کہ کتّے کو ریشمی لباس پہنا کر اس سے اتار لوں۔

اے میرے کریم! ایک کافر نے اپنے کتّے کو جو لباس عطا فرمایا وہ اس بات پر بھی اس سے نہیں اتارا کہ اس سے تقصیر ہوئی تھی۔ تُو کریموں کا کریم ہے، تُو نے اپنی خلعتِ عرفان اور لباسِ ایمان ہمیں عطا کیا ہے ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں اس لباس سے محروم نہ فرما دے۔

ایک دن حاتم طائی نے دعوت پکائی۔ عرب کے بڑے بڑے رؤسا اور اغنیاء مدعو تھے۔

ایک نیم عریاں فقیر بھی اس مجلس میں آگیا۔ حاتم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تمام مہمانوں سے اعلیٰ جگہ پر بٹھا دیا۔ سب نے اعتراض کیا کہ حاتم! تم کیا کر رہے ہو؟ حاتم نے کہا: آپ سب لوگوں کو تو تمھاری عز و شان نے اعلیٰ مقام پر بٹھایا ہے مگر اس عریاں فقیر کو میری سخاوت اور بخشش اس مقام پر بٹھا رہی ہے۔ اے اللہ! حاتم تیرا بندہ تھا اس کی سخاوت نے پسند نہ کیا کہ ایک نیم برہنہ اُس کے دروازے سے بھوکا پیاسا چلا جائے بلکہ ارباب کرم سے بھی اسے اعلیٰ جگہ پر بٹھایا۔ قیامت کے دن جن معززین کو وَيَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا کی زیر نظر فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ کا مقام بخشے گا۔ ہم بے نوایان حشر کو ان کی محبت اور دیدار سے محروم نہ کرنا۔ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے ہم جیسے مفلسوں کے لیے کتنے اچھے الفاظ میں التجا کی ہے: ؎

ترا گر از عمل پیرایہ نیست	بجز بیچارگی سرمایہ نیست
تو در بیچارگی اول قدم نہ	پس آنگہ سر سوئے خوانِ کرم نہ
چو آں خوانِ کرم را بر کشیدند	گنہگاران عاصی در رسیدند
اگر تو بے گناہی ور گنہ گار	بخوان بنشین کہ سلطان میدہد بار
چو آں خوان کرم گستردہ آمد	ہمہ کردار بد ما کردہ آمد
مشو اے عاصی بیچارہ نومید	کہ چوں پیدا شود اشراق خورشید
اگر افتد بقصر پادشا ہے	ہم افتد نیز بر گنج گدائے
کسے کو برہنہ است امروز در راہ	برو بر تابد ایں خورشید درگاہ
چو کار عارفاں آمد خطرناک	گنہگاران برند ایں گوئے چالاک
نہ زیبد مرد خود بیں پادشا را	انین و مذنبین باید خدا را

دریں رہ نیست خود بینی خجستہ
تنے لاغر دلے باید شکستہ

دعائے ہشتم اے اپنے فضل میں معروف، اے تمام صفتوں سے موصوف، اے کُنْ فَيَكُونُ سے کائنات کو پیدا کرنے والے، اے گوناگوں نقوش میں رنگ بھرنے والے، اے اللہ! اہل توحید کے قلوب میں نورِ وحدت کو

ظاہر کرنے والے، اے ظن وتقلید کے معائب کے شک وشبہ سے مبرّا! تیرے جمال وجلال کے انوار کا پرتو اہلِ ایمان کی جان کے طور پر درخشاں رہتا ہے۔ تیرے وصال کی خوشبودار ہوائیں اپنے خوشگوار جھونکے اہلِ ایمان کی جان ہیں اور اربابِ عرفان کے مشام پر جلوہ فرما ہیں ؎

اے گشتہ دماغ جان معطر از تو　　در دیدۂ دل صور مصور از تو
ذرات جہاں بظلمت آباد عدم　　ز انوار وجود شد منور از تو

اے چاند سے زمین کی گہرائیوں تک شاہی مناصب عطا کرنے والے، اے اپنے شاہانہ انعامات سے اپنی عالم پناہ درگاہ کے خاک نشینوں کو اعزاز بخشنے والے، اے گنہگاروں کے مختلف گناہوں کو بخشنے والے، اپنی رحمت ولطف کے کمالات سے آہِ سحرگاہی اور نیازِ شب نگاہی کے بدلے مغفرت کرنے والے! ؎

خزینہاست مرا پُر ز نقد علم وادب　　کجاست آہ سحرگاہ و نالۂ دل شب
مباش تشنہ لب اندر بوادی عصیاں　　کہ بحر رحمت ما جوش میزند بر لب
ظہور نور ربوبیت از برائے تو شد　　دراں زمان کہ ترا گفتہ ام الستُ بِربّ
ہزار بار جواب تو گفتہ ام لبیک　　بداں امید کہ یکبار گوئیم یا رب
ہزار دام کشادم کہ کردہ ام صیدت　　گرت کنوں نر مانم ز دام خود چہ عجب
مرا مجو کہ نیابی بباغ عالم قدس　　درون سینۂ سوزان عاصیاں بطلب

معینؔ ز نام و نشان درگذر کہ در رہِ عشق
غلامئ سگ کویش ترا بس ست لقب

اے تقدیر کو بنانے والے! تُو اپنی قلمِ قدرت سے موجودات کے نقوش لوحِ فطرت پر نقش کرتا ہے۔ اے تدبیروں کے بنانیوالے! تو صحیفۂ ایجاد پر آفرینش کی بہترین اور رنگارنگ تصویر بناتا ہے۔ عرش کے کنگروں پر تیرے ہی جبروت وجلال کے نقوش نمایاں ہیں کرسی کی گردن پر تیری ہی کبریائی اور کمال کے نشان ہیں۔ قلم تیرے دیوانِ تقدیر کا ترجمان ہے۔ لوحِ محفوظ کا خزانہ تیری ہی قدرت کے اسرار کا خزانہ ہے۔ آسمان تیری عزت وجبروت کا آئینہ دار ہے۔ زمین تیرے ملکوت کے اسرار کی امین ہے۔ جنت الفردوس کی پیشانی پر تیری ہی قدرت کے نوشتے ہیں۔

دوزخ کے آتشیں غاروں میں تیرے ہی قہر کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ ملائکہ کی آستین پر تیری عبودیت کے اعزاز ملتے ہیں اور عزت وجبروت کے ایوان پر تیری ربوبیت کے آثار ہویدا ہیں۔ آسمان کی بلندیوں پر تیری قدرت کی موجیں ہیں۔ فرشتوں کے جھگھٹوں میں تیرے اسرارِ حکمت کا چرچا ہے۔ زحل ومریخ کی نحوست تیرے عدل کے آثار کا نتیجہ ہے اور زہرہ ومشتری کی سعادتیں تیرے فضل وکرم کے انوار کے دریچے ہیں۔ آفتاب و ماہتاب تیرے نور کا پرتو ہے۔ شب وروز تیری عطاءِ نور وظلمت کے منتظر ہیں۔ کاف اور نون تیرے اسرارِ قدرت کا خزانہ ہیں۔ جابروں کی پیشانی پر تیری عظمت وحشمت کے داغ نظر آتے ہیں۔ جابروں کی گردنیں اور ظالموں کی گردنیں تیرے انتقام کے حلقہ میں ہیں۔ سماعت کے جاسوس تیرے ہی خبر وپیغام کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ گفتگو کا خطیب تیرے ہی ذکر میں سرشار ہے ؎

اے نام تو بہترین سر آغاز	بے نام تو نامہ کے کنم باز
اے کارکشائے ہرچہ ہستند	نام تو کلید ہر چہ بستند
اے ہست کنِ اساسِ ہستی	کوتہ ز درت دراز دستی
اے ہست نہ بر طریقِ چونی	دانائے درونی و برونی
اے ہرچہ رمیدہ و آرمیدہ	در کن فیکون تو آفریدہ
اے محرمِ عالمِ تحیّر	عالم ز تو ہم تہی و ہم پُر
اے مقصد ہمت بلنداں	مقصود دل نیاز منداں
راہ تو بہ نور لایزالی	از شرک شریک ہر دو خالی
در صنع تو کامداز عدد بیش	حیران شدہ عقل علت اندیش
در عالم عالم آفریدن	بہ زیں نتواں رقم کشیدن
از قسمت بندگی و شاہی	دولت تو دہی بہر کہ خواہی
گر لطف کنی و گر کنی قہر	پیش تو یکے ست نوش با زہر
گر زہر سزائے ماست آخر	ہم لطف برائے ماست آخر
تا در نفسم عنایتے ہست	فتراک تو کے گذارم از دست

وانگہ کہ نفس بآخر آید ہم خطبۂ نام تو سرابد
احرام بگرفتہ ام بجویت لبیک زناں بجست و جویت
من بیکس و فتنہائے بانی ہاں اے کس بیکساں تو دانی
بیش تو نہ دین و طاعت آرم افلاس تہی شفاعت آرم
از ظلمت خود رہائیم دہ با نور خود آشنائیم دہ
از خوان تو با نعیم تر چیست وز حضرت تو کریم تر کیست
از خرمن خویش دہ زکوٰتم منویس برین برآن براتم
روزیکہ مرا ز من ستانی ضائع مکن از من آنچہ دانی

وانگہ کہ مرا بمن دہی باز
یک سایۂ لطف بر من انداز

اے الٰہی! ان عارفوں کے نورِ نگاہ کا صدقہ جو مقامِ عبدیت کے معتکف ہیں۔ اُن مجذوبوں کے جذب وجنوں کے طفیل جو جنابِ ربوبیت کے مجاور ہیں۔ اُن درد و غم کے بادہ گساروں کے نالہ و فریاد کے صدقے جو خمخانۂ الست کے مخمور ہیں۔ وہ بازاری سودائی جو اللہ کی محبت میں سرمایۂ کونین سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ غم کے قمار خانہ کے پاکبازوں کے طفیل جنھوں نے آزادی کی خوشیاں بندگی کے تختے پر قربان کر دی ہیں۔ سامانِ ہستی اور خیالِ ہوا پرستی وجود سے باہر نکال دیا ہے۔ ان لوگوں سے ہمارے دلوں کے نقطہ کو اپنی پُرکارِ معرفت کا محور بنا دے اور ہمیں وہ ثمرہ و شگوفہ عطا فرما۔ ہمیں اتنی توفیق عطا فرما کہ دوسروں کے لیے باعثِ رشک ہو۔ اے اللہ! اپنی نظرِ عنایت ہم سے دُور نہ کر۔ اپنی وفاداری کا بیج ہمارے دل کی مٹی میں پیدا کر دے۔ اپنے نام نامی کو ہم جیسے فقیروں کی زبان پر جاری فرما۔ دمِ آخر میں ہماری جان کو نورِ ایمان اور سرورِ عرفان دے اور ہمیں اپنی رحمت کے فرشتوں کے حوالے فرما۔ آمین ثم آمین۔

کہتے ہیں ایک بزرگ اپنی زندگی کے آخرین لمحات تک پہنچے تو اُن کے مرید اُن کے

بستر کے پاس جمع ہو کر انھیں کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے لگے۔ بزرگ نے کہا: میں تو کلمہ نہیں پڑھوں گا۔ سب مرید رونے دھونے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس بزرگ نے آنکھیں کھولیں تو مریدوں کو روتے پایا، حیران رہ گئے۔ پوچھا تو انھوں نے بتایا: حضرت! ہم لوگ آپ کو بار بار کلمہ اور ایمان کی تلقین کر رہے تھے مگر آپ ہر بار انکار کرتے تھے۔ اس بزرگ نے بتایا: معاذ اللہ، شاید میں نے تمھارے سامنے انکار کیا ہو مگر حقیقت یہ ہے مجھ پر ضعف اور کمزوری وارد ہو گئی تھی۔ پیاس کی شدت نے مجھے جاں بلب کر دیا تھا، میں نے دیکھا شیطان ابلیس فرصت غنیمت شمار کرتے ہوئے میرے سرہانے پانی کا ایک پیالہ لیے کھڑا ہے اور پانی کو چھلکا رہا ہے، مجھے کہنے لگا: تم پانی پینا چاہتے ہو تو کہو "دنیا میں کوئی معبود نہیں ہے" میں اس کی بات سے انکار کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ نہیں کہوں گا۔ اسی طرح اس نے مجھے دائیں بائیں آگے پیچھے ہوتے ہوئے بار بار یہی کہا تو میں کہتا گیا میں یہ کلمہ ہرگز نہیں کہوں گا۔ پھر اس نے کہا: اچھا یہی کہہ دو کہ دنیا میں تین خدا ہیں۔ میں نے پھر کہا کہ میں ایسا نہیں کہوں گا، میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ غصہ میں آکر اس نے پیالہ زمین پر دے مارا اور بھاگ گیا۔ وہ روئے سخن ابلیس کی طرف تھا، میں آپ لوگوں کو مخاطب نہیں تھا۔ اب تم گواہ رہنا، میں مومن ہوں، ایمان کی دولت سے جا رہا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے کلمۂ شہادت پڑھا اور جان سپردِ خدا کر دی۔ اللھم افتح لنا واختم لنا بالخیر واجعل عاقبۃ امورنا الی خیر یا دائم المعروف۔

دعائے نہم

اے احد کریم اور اے حمدِ قدیم۔ اے موجودِ بے علت اور اے معبودِ بے آلت۔ اے دلوں کی سیاہیوں کو روشن کرنے والے! اور مطالب کی صورتوں کو صورت دینے والے! اے اللہ۔ گلستانِ بیان کی بلبلوں کی خوش نوائی تیرے ہی شیریں نغمہ حمد اور رنگین نوائے ثنا سے معمور ہے۔ اے اللہ! عارفانِ شاخسارِ گلزار کے اسرار تیرے ہی شوقِ القا کے انوار کے منتظر ہیں۔ تیرے عشق و محبت کے قلوب کے صدف اور تیری رؤیت کے شرابِ ناب کے پیالے دلوں کے خزانوں میں تیری حفظ و حمایت کے قوالب میں محفوظ ہیں۔

اے رحمت جودِ بے نہایت از تو ۔۔۔ وے جاذبہ لطف و عنایت از تو

گر جملہ آفاق ضلالت گیرد ۔۔۔ ممکن بنود بجز ہدایت از تو

اے اللہ! بازارِ غنا کے ان صرافوں کے صدقے جنھوں نے اپنے دلوں کی نقدی کو نامرادی کی کسوٹی پر

پڑھا ہے۔ ان خانہ برانداز وں کی طفیل کہ جنّت کے باغوں کی محلات ان کی ہمت عالی کے ایوانوں کی بلندیوں کے سامنے ایک کنگرہ دکھائی دیتے ہیں۔ یا اللہ! ان کامل معماروں کی ہمت کے صدقے جن کی یقین کی دیواروں میں کبھی دراڑ نہیں آئی۔ ان روشن دل ناموروں کی عزت کا صدقہ جن کے روشن ضمیری کے آئینوں کے سامنے نورانی منازل فلک کے چمکدار موتی ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت امام حسن بصریؒ ایک جنازے کے ساتھ ساتھ قبرستان میں پہنچے۔ جو مردے کو دفنا کر فارغ ہوئے تو امام حسن بصری قبرستان کے ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا۔ آپ مراقبے میں تھے کہ اس زمانے کے فاسق و فاجر شخص فرزدق نامی آپ کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ اور اپنی حالت پر رو رہا تھا۔ حضرت امام نے محسوس کیا تو اسے اپنے پاس بلایا اور صورتِ حال دریافت فرمائی۔ اس نے کہا اے امام المسلمین! مَیں اپنے حالِ زار پر رو رہا ہوں۔ لوگ مجھے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ کس قدر بدکردار اور بد اطوار آدمی ہے دوسری طرف یہ لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں، کسقدر نیک سیرت اور نیک کردار انسان ہیں اے امام! اگر یہی معاملہ اللہ کے حضور بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ مخلوق کے سامنے ہے تو میرا کیا حشر ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ فرزدق! تمہارے پاس کوئی عمل ہے جس کی روشنی میں نجات کی امید کی جاسکے۔ وہ کہنے لگا یا حضرت تین چیزیں میرے پاس ہیں۔ ایک تو اسلام پر ہی بوڑھا ہوا ہوں دوسرے ستّر سال سے توحید پر قائم ہوں۔ تیسرے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہتے ہیں فرزدق جب فوت ہوا حضرت امام نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیسے بخشا۔ کہنے لگا۔ یا حضرت! میرے سفید بال اور ستّر سالہ توحید پر قیام کی وجہ سے بخش دیا۔

چوں عود نبود چوب بید آوردم	با نامہ سیہ موئے سفید آوردم
گفتی چہ وسیلہ است دست آویزت	بر رحمتِ عام تو امید آوردم

دعائے دہم

اے قادرِ بے آلت! اے ناظرِ بے مقالت! تو وہ مدبّر ہے کہ تیری شکر گذاری کی بادِ سموم سے تیری طاعت کے سبزہ زار عصیاں کے خارزار پیدا ہوتے ہیں۔ تیرے دربار کی صرصر قہاری نے فرعون بے عون کے دعویٰ علم کو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ کے بام کی بلندیوں سے نیچے گرادیا۔ تیرے دریائے عظمت کی موجوں نے قارون کی کشتی الٹ دی۔ اگر تیری سطوت کی آگ کا اپنا شعلۂ غیرت عالمِ جبروت کی فضا پر مارے تمام اطاعت گذاروں کی عبادتوں کے خرمن جلا کر خاکستر کردے۔ اگر تیرے کرم و بخشش کے باغوں سے نسیم لطف و کرم چلے تو مُردہ جانوں کو تازہ زندگی مل جائے۔

عشق شورے در نہادِ ما نہاد — جان ما در بوتۂ سودا نہاد
چوں نبود اورا معین خانۂ — ہر کجا جا یافت رخت آنجا نہاد
بر مثال خویشتن حرفے نوشت — نام آن حرف آدم و حوا نہاد
حسن را بر دیدۂ خود جلوہ کرد — منتے بر عاشق شیدا نہاد
ہم بچشم خود جمال خود بدید — تہمتے بر چشم نابینا نہاد
تا تماشائے جمال خود کند — نور خود در دیدۂ بینا نہاد
تا کمال علم خود ظاہر کند
از ہمہ اسرار در صحرا نہاد

اے اللہ ان وجد کرنے والوں کی حرمت سے جنہوں نے انانیت کے خرقہ کو عرفان کے رنگ میں رنگ لیا اور کنت کنزاً کے دامن کو چاک چاک کر دیا۔ ان عابدوں کی عزت کا صدقہ جنہوں نے فقر و نیاز کے حجروں میں ما للتراب و رب الارباب کے ماتحت نہایت تضرع و زاری سے زمین خاکساری پر سر نیاز تسلیم خم کیا۔ اے اللہ! کوئے ملامت کے ان قلاشوں کے طفیل جو لباس سلامتی سے عاری ہو گئے ان دردکشان محبت کے طفیل جنہوں نے ساقی کے پیالوں کو خالی کر دیا یا اللہ ان بے نیازوں کے طفیل ہمیں جو لشکر شہوات کے قیدی ہیں اپنے نور ہدایت سے ان ظلمت کدوں سے نجات بخش۔ اے اللہ! وادی نامرادی کے تشنہ لبوں کو اپنے کرم و لطف کے شراب خانہ سے چند گھونٹ عطا فرما۔ اے اللہ ان جان بر لب رسیدہ کو اپنے بحر عنایت سے ایک قطرہ عطا فرما۔ اے اللہ! اس بادیہ گناہ کے تشنہ لبوں کو اپنی مغفرت کے چشمۂ شیریں سے ایک قطرہ عنایت فرما۔ اے اللہ! اگر تو دلسوزی اور جانگدازی کو ہی بہتر جانتا ہے تو لَكَ الحكم (تجھے اختیار ہے) اگر بندہ نوازی اور معافی سے کام لے تو تجھ پر پوشیدہ نہیں کہ ہمارے اعمال کی برائیاں۔ تیرے ہی دامن عفو سے چھپ سکتی ہیں تیری ذات کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ہمارے اعمال کی لغزشوں کو معاف فرما۔ ہم نے امید کے تمام دروازے ناامیدی کے تالوں سے بند کر دیئے ہیں۔ اپنی رحمت کی کنجیوں سے کھول۔ اور ہمارے جان و دل کو اپنا مطیع بنا۔ اور اپنی رحمت و مغفرت کے سمندروں میں غرق فرما۔

یا الٰہ العالمین درماندہ ایم — غرقِ خوں بر خشک کشتی راندہ ایم

دست من گیرو مرا فریاد رس　　دست بر سر چند دارم چوں مگس :
اے گناہ آمرز عذر آموز من　　سوختم صد رہ چہ خواہی سوز من
چون ندانستم خطا کردہ بہ بخش
بر دل و بر جان پُر دردم بہ بخش

اے اللہ! اس دنیائے مجازی کے سخیوں کی یہ عادت ہے کہ فقیروں پر نظر عنایت رکھتے ہیں اور جن پر ان کی نظر عنایت ہوتی ہے انہیں امراء سے آگے بٹھاتے ہیں۔ پیر ھرات قدس سرہٗ اپنی ایک مناجات میں کہتے ہیں۔ اے اللہ! اپنے فقیروں کو تو کہتا ہے کہ جس نگاہ سے امراء کو دیکھا جائے اسی نگاہ سے فقیروں کو بھی دیکھا جائے۔ اے اللہ ہمیں ان نگاہوں سے شفقت فرما جن سے اپنے مطیعوں کو دیکھا جاتا ہے جن سے مفلسوں پر کرم فرمائی کی جاتی ہے پیرِ ھرات نے ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ الہیٰ! اگر تو میرے جرم پر پکڑے گا تو میرا ہاتھ تیرے دامن کرم کو پکڑے گا۔ اگر تیرا دامن کرم میرے جرم سے بڑا ہے تو اے اللہ تو جانتا ہے کہ ضعیفوں کو جھڑکنا سخیوں کا شیوہ نہیں و مفلسوں کے عیب شمار کرنے بے نیازوں کا کام نہیں۔ اے کریم۔ اے بے نیاز۔ تیری بادشاہی سب پر ہے۔ ہماری ضعیفی اور مفلسی پر رحم فرما۔

مشت گدائیم بامید جود　　آمدہ پیشت بہ رکوع و سجود
ہمچو گدایان کہ بہ بادشاہ　　دست برآرند زبہر عطا
لطف تو چون با ہمہ پرداختست　　سفرۂ انعام بیند اختست
قسمت ہر کس کہ مقرر شدہ است　　مفلس و دارندہ برابر شدہ است
لطف تو آنز کہ خوان مے نہاد　　صیت کرم در ہمہ عالم فتاد
نزد تو ما از رہ دور آمدیم　　در ظلمات از پے نور آمدیم
مے شنوی بانگ علالائے ما　　در گذر از جملہ خطا ہائے ما
ما ہمہ اینجا بسوال آمدیم　　وز تو طلب گار نوال آمدیم
چوں بتو حاجات بسی داشتیم　　دستِ دعا نزد تو برداشتیم
دارم امید سے کہ بخود خوانیم　　دست تہی باز نگر دانیم

بدرقهٔ راہ یقینی مرا　　اے کہ بہ ازو نیاز دینی مرا

جز غم تو باتو چہ گوید کسے

از تو بغیر از تو چہ جوید کسے

گیارہویں مناجات

اے آگ اور نور کو پیدا کرنے والے! اے مار ومگس کو رزق دینے والے! اے رحمت کے دروازے کھولنے والے! اور روحوں کو نورانیت بخشنے والے!

در ہر دو جہاں بمن توئی ہمرہ و بس　　وز سر و نہاں من تو آگہ و بس

غیر از تو کسے در دل وجانم چہ کند　　اندر دل وجان من توئی واللہ و بس

اے بادشاہ تیرا لطف وکرم جب سیپ کے پیٹ میں ایک قطرۂ آب دیتا ہے تو وہ درِ ثمین بن جاتا ہے۔ تیری قدرت خون کے لوتھڑے کو جان بخشتی ہے تو وہ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ کی تفسیر بن جاتا ہے۔ یہ بلند آسمان اور پھر یہ وسیع دنیا تیری ہی حکمت کے نور سے معمور ہے۔ تیری ہی رحمت کے آثار سے اس زمین کے باغ میں گلہائے رنگارنگ پیدا ہوتے ہیں۔

اے دیدۂ عاشقان زرویت روشن　　وے سینۂ عارفان بہ بویت گلشن

من در طلب تو روز و شب سرگرداں　　افتادہ زتو دور و تو نزدیک بمن

اے اللہ! معرفت پیشہ عقلیں اور انتہائی قوی رائیں تیری صفات کے دقائق معلوم کرنے میں حیران ہیں اور مصلحت پیشہ فہم وفکر کی تمام کوششیں تیری ذات کی معرفت کے حقایق سے نادان ہیں

ہم گوہر قعر بحر بے پایانی　　ہم گنج طلسم پردۂ انسانی

بس پیدائی اناں کہ بس پنہائی　　بیرون زجہان در اندرون جانی

تیری وحدانیت کی حقیقت دنیا بھر کے دانشمندوں کو ما عرفناک کی خاک پر لا بٹھاتی ہے۔ تیرے نور جمال کی تجلیات خستہ دلوں کو هَلْ مِنْ مَزِيْد کا جذبہ عطا کرتی ہیں۔ تیری شراب طرب وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد کا نشہ عطا کرتی ہے تیری الوہیت کی عظمت انسان کو ما للتراب ورب الارباب کے خطاب سے پکارتی ہے۔

تیری بے پناہ رحمت غیب کے پردوں کے پیچھے سے خستہ دلوں اور شکستہ دلوں کو انا عند المنکسرۃ قلوبھم کی خوشخبری دیتی ہے۔

اے کہ دلم شکستہ قیمت دل چہ میدہی — گر ندہی مراد جان زحمت دل چہ میدہی

از سر خوان و آب و نان دست طمع بشستہ دل — تا ز مواید کرم دعوت دل چہ میدہی

دل ز سماع نام تو خرقہ تن ہمے درد — در حرم حریم جان خلعت دل چہ میدہی

چوں تن و مال بندہ را جنت و خلد شد بہا — غیر جمال خود دگر قیمت دل چہ میدہی

دیدن حسن روئے تو در تتق مظاہر ست — رویت چشم ایں بود رویت دل چہ میدہی

اے کہ بپردہ رفتہ عشوہ مکن دلم مبر — ورنہ نقاب برکشا حسرت دل چہ میدہی

دل کہ زحسرت لبت برسر وادی طلب
تشنہ فتادہ جاں بلب شربت دل چہ میدہی

اے اللہ ان سرمستوں کے طفیل جنہوں نے سکر کے مقام میں ساقی محبت کے ہاتھ سے تیری قربت کی مجلس میں تیری وحدت کا شراب طہور پیا ہے۔ اور جنہوں نے خلقی اور جبلی تکبر کو تیری عین حقیقت کے سامنے فنا کر دیا ہے۔ وہ وجود مجازی کی ساری علتوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اے اللہ ان مغلوب الحال بزرگوں کے صدقے جنہوں نے عشق کے غلبہ میں معذوری کے مقام پر نعرہ ہائے منصوری بلند کئے ہیں۔ ان کے وجود کا شجرہ وجود کی مقدس وادی میں شہود کے نور میں جل گیا ہے جنہوں نے انی انا اللہ کی صدائیں عالم توحید میں سنی ہیں اور جن کی زبان سے منصور کی سے انا الحق کے اسرار برآمد ہوتے رہے ہیں۔

امروز من در عشق او بنار ہجران سوختم — در آتش سوزان غم چندانکہ بتوان سوختم

انوار ذات مولوی یک شعلہ برزد قوی — تا چوں درخت موسوی در نار ہجران سوختم

اے واعظ از دوزخ مرا دیگر مترسان زانکہ من — چوں شمع ہر شب تا سحر با چشم گریاں سوختم

از ہفت دوزخ برشدم در ہشت جنت در شدم — از سوز دل آہے زدم من ایں و ہم آں سوختم

میشد حجابم جسم و جان آتش زدم در این و آن
حق دیدم از عین عیان چوں جملہ اعیاں سوختم

حکایت: حضرت شیخ شبلی کہا کرتے تھے۔ اگر مجھے اللہ تعالیٰ پوری طرح با اختیار بناتا تو دوزخ اور بہشت میں سے صرف دوزخ کو اختیار کرتا۔ لوگوں نے حضرت شبلی کی بات حضرت جنیدؒ کی مجلس میں بیان کی۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے فرمایا: شبلی میں ابھی تک بچپنا ہے۔ بندے کو اختیار سے کیا غرض ہے۔ جہاں اسے بھیجا جائے چلا جائے اور جہاں بٹھایا جائے پڑا رہے۔

اے بردہ اختیارم تو اختیار مائی — من شاخ زعفرانم تو لالہ زار مائی

گفتم غمت مرا کشت گفتا چہ زہر دارد — غم ایں قدر ندانند کاخر تو یار مائی

گفتم چو چرخ گردان واللہ کہ بیقرارم

گفت از چہ بے قراری نے بے قرار مائی

حضرت شیخ جنید فرمایا کرتے تھے اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے کہ جنید ہمارے مشاہدے کے لئے اپنی آنکھیں کھولو۔ میں آنکھیں نہیں کھولوں گا اور کہوں گا۔ اللہ! آنکھ تو محبت کی دنیا میں "غیر" چیز ہے اور غیر اور بیگانہ چیز مجھے تیرے دیدار کے راہ میں حائل ہے کیونکہ دنیا میں تو دیدار آنکھ کے بغیر کیا کرتا تھا۔ آج یوم قیامت کو بھی آنکھوں کی وساطت کے بغیر براہِ راست ہی تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔

چشم غیرست، دریں پردہ چسانش بینم — بہتر آنست کہ از دیدہ جانش بینم

از خود از دیدۂ بے دیدہ کیم مے بینذ — چارہ آنست کہ من نیز چنانش بینم

خواہم اول کہ ز سر تا بقدم جان گردم — تا چو جان در ہمہ پیدا و نہانش بینم

پردہ گو بر فگن امروز ز رخ ور نہ مرا — صبر آن نیست کہ فردا بجنانش بینم

رفت آں وقت کہ بروے نگراں میبودم — وقت آن ست کہ برخود نگرانش بینم

حسنش از پردۂ ہستی معین مے نابد

باشد این پردہ بیفتد کہ عیانش بینم

اے اللہ! مجلس انس کے حریفوں کی طفیل جنہوں نے شراب قدس کے پیالے ساقی عشق کے ہاتھ سے نوش جاں کئے ہیں تیرے وصال کی بارگاہ کے ندیم جنہوں نے تیرے حسن و وصال کے اسرار پر غور کرنا چاہا تو اپنی ہوش و عقل سے عاری ہو گئے۔ ان روح پرور خوشبوؤں کے

سونگھنے والوں کی عزت کا صدقہ یحبہم کے مجرہین یحبونہ' کی آگ میں جلتے ہیں خمخانہ الست کے سرمستوں کے صدقہ جنہوں نے وکان سعیہم مشکورا کی مجلس خاص میں وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کے خوش کن پیالے میں اپنے راز دار چہرے کو ناز کے مقام پر روشن کیا ہے۔ یہ لوگ شربت عشق کے مخمور ہیں انہیں اپنے وصال کے میٹھے شربت سے حصہ عطا فرما۔ گناہوں کے اندھیری رات کے قیدیوں کو صبح توبہ کی روشنی سے خوش فرما اپنی قبولیت کے نور سے بہرہ ور فرما۔

حضرت شیخ یحییٰ معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے اللہ میری گناہوں کی امید تیرے سامنے بہت زیادہ ہے اور تیری اطاعت کی امید کم ہے۔ کیونکہ طاعت کے لئے اخلاص کی ضرورت ہے تاکہ اعتماد پیدا ہو سکے۔ میں اخلاص کیسے اختیار کروں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں مختلف مصائب میں گھرا ہوا ہوں۔ گناہوں کے باوجود تیری رحمت پر ہی اعتماد کرتا ہوں۔ تو کیونکر اپنی رحمت سے نہیں نوازے گا کیونکر تیری خاصیت میں جود و کرم ہے۔

از من گناہ و من اینم — وز تو کرم آید و تو آئی

اے اللہ بادشاہان روزگار کی آبرو دریا کے پانی کی موجوں پر ہے۔ بادیہ نشین یہاں سے تیرے ہی فضل کے بادلوں کے فیض کے طالب ہیں۔ آسمان کا نومنزلہ قبہ تیری تقدیر کے بادشاہ کی چوگان کی زد میں ہے۔ کائنات کے تمام ذرّے مقام سکر میں تیری ہی ذات کی وحدانیت کا راز تلاش کرتے ہیں۔

تا قبلۂ عشاق جہاں روئے تو شد — روئے بت بنگراں ہمہ سوئے تو شد

رہبان چو سر زلف چو چوگان تو دید — انگشت برآورد دیکی گوئے تو شد

اے اللہ بعض حکماء کی کتابوں میں مجھے یوں نظر آیا ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سات کلمے ہیں۔ ایک اس لئے ہے کہ انسان کو موت کی راہ میں سات خطرے لاحق ہوتے ہیں خطرۂ قبر قبر یا روشن ہو گی یا اندھیری۔ خطرہ منکر و نکیر۔ ان کے سوالات کا جواب یا صحیح زبان پر کرے گا یا غلط۔ خطرہ بعث۔ میدان حشر میں اٹھتے وقت یا چہرہ روشن ہو گا یا سیاہ۔ خطرۂ حساب۔ یا مشکل سے ہو گا یا آسانی سے۔ خطرۂ میزان۔ عبادت کا پلڑا بھاری ہو گا یا ہلکا۔ خطرہ دوراہی۔ انسان جنت کی طرف راہنمائی حاصل کرے گا یا جہنم کی طرف۔ میرا ایمان ہے کہ اگر یہ مبارک کلمہ زبان پر ہو گا تو

تیری مہربانی ان ساتوں خطرات سے محفوظ رکھے گی۔ اے اللہ اپنی توفیق طاعت و عنایت سے یہ کلمہ
مبارک پڑھنے کی سعادت دے اور ہمیں ان سات طوفان سے محفوظ و سلامت رکھ اور آخریں
دم کے وقت اس کی بشارت عطا فرما۔

لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ کی برکت سے قبر میں راحت و
آسائش عطا فرما فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ کے طفیل منکر نکیر کے سوالات کی سختی
سے محفوظ رکھ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ سے اپنی رحمت کی محبت عطا
فرما دے۔ يَا عِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کی بشارت سے مقام حساب میں سہولت
دے۔ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا کی برکت سے میزان نیکی کا پلہ گراں کر دے۔
فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ کی طفیل میزان کے مقام پر سرخرو فرما۔ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا کی روشنی میں پل صراط سے سلامتی سے گذار۔ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِيْنَ اتَّقَوْا کی برکت
سے ان ساتوں مشکلات اور خطرات سے سلامتی سے گذار اور اس کے علاوہ ہماری سات مرادیں بھی
پوری فرما۔ جب پل صراط سے گذار دے تو جنت میں جگہ دے۔ فاثابھم اللہ بما قالوا جَنّٰتٍ
کی طفیل جنت میں راحت و نعمت عطا فرما۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْ اَنْفُسُكُمْ کے وعدے
سے اپنے انبیا کی قربت نصیب کر۔ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا حوران جنت کی موافقت دینے
کے لئے وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ کے اعلان پر فائز فرما۔ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ
مُّخَلَّدُوْنَ کے حکم کے تحت بہشتی حور و غلمان کو ہمارے تابع فرمان بنا۔ وَسَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ
سے ملائکہ کے سلام و تحیت سے بہرہ ور فرما۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ
اپنی جناب سے اپنی رویت سے اور زیارت سے مشرف فرما۔

یارب بجناب ذوالجلالم برسان — لب تشنہ ز دریائے زلالم برسان
از ہجر وصال میکشم زحمت ہجر — زین ہجر بدولت وصالم برسان

۱۲ بارویں مناجات

اے خدائے دانا اور پروردگار توانا۔ اے رازوں کو جاننے والے۔
اے دردمند فقیروں کی فریاد سننے والے۔ اے نیازمند محتاجوں کے شکوہ و
شکرانہ کو سننے والے۔ اے بشریت کے شبستان میں سونے والوں کو اپنی ربوبیت کی تحریک سے خواب عدم

سے جگانے والے ۔ اے غفلت کے پُرخمار نشہ کے مخموروں کو اپنے ذکر کے پیالے کے گھونٹ سے ہشیار کرنے والے اور اے ضلالت کے شراب مستی سے دور رکھنے والے ۔

ما تا زہ زجان ز آب عشقیم ہمہ　　　در تابش آفتاب زعشقیم ہمہ
مستان شدہ از شراب عشقیم ہمہ　　　بے خویشتن شراب و زعشقیم ہمہ

اے بادشاہ تو اپنے آشناؤں پہ بیگانگی کے دروازے کھول دیتا ہے تاکہ وہ تیرے بغیر کسی دوسرے کو نہ پکاریں تو عقیدت خواص کے دھاگے کی تمام شک وشبہ کی گرہیں کھول دیتا ہے تاکہ تمام تجھے جان لیں ۔ اے بادشاہ تیرے عدل نے ہر دادخواہ کو اس کے چاہنے سے پہلے انصاف دیا ہے ۔ یا الہٰی تیرے فضل نے ہر محتاج کو اس کی التجا سے پہلے ہی حوصلہ دیا ہے ۔ یا علیم ! تیرا علم تمام پردوں کے پیچھے کے خفیہ رازوں کو جاننے والا ہے ۔ یا کریم ! تیرا کرم فاجر اور فاسق تاجروں کو بھی نفع بخشتا ہے ۔ تو اپنی حمدیت میں حدِ نگاہ سے بھی زیادہ مقدس ہے ۔ تیری ذات کی بلندی ادراک عقل کی پرواز سے بھی بلند تر ہے ۔

دل در طلب وصل تو رنجور خوش ست　　　جاں در رہ سودائے تو مہجور خوش ست
گیرم تو بدرگاہ تو یارم ندہند　　　ہم دیدن درگاہ تو از دور خوش ست

اے اللہ ! ان ہدایت یافتگان کی حرمت سے جو انس و محبت کی بنیادیں رکھنے والے ہیں ۔ اے اللہ ! ان خاک نشینوں کی عزت کا صدقہ جو گوشہ فقر کے معتکف ہیں اور حجرہ افلاس کے حجرہ نشین ہیں ۔ اپنی لاہوتی نفوس کی مقدس تجلیوں کے انوار کی حرمت سے اور اپنی جبروتی انوار کے آفتابوں کی شعاعوں کی عزت کے واسطے سے ان عارفوں کی حرمت سے جو قدرت خداوندی کے نقش مند ہیں اور جو اس خدائی کارخانہ میں روحانی صورتوں کی نقش و نگاری کرتے ہوئے عالمِ وجود کی درودیوار کو منقش بنانے میں مصروف ہیں ۔ ان کے عالمِ شہود کے جہاں نما اسرار کی تحریریں نمایاں ہو رہی ہیں ۔ ان کے ذاتی وحدت کے جمال کے جلوے اور صفاتی حیثیت کے آثار ہستی کے ذرات اور حق پرستی کے مظاہر کو ان کے وجود سے ضیاء مل رہی ہے ۔ اے اللہ ! ان نورانی ہستیوں کی طفیل ہمارے سینوں میں نور اور روشنی عطا فرما تاکہ اس روشنی سے ہم غیبوں کی حقیقتوں کو پا سکیں ہمارے دلوں کو وہ سرور عطا فرما کہ اس سرور سے مکاشفات کے سارے دروازے کھل جائیں ۔

وہ راز بخش کہ تیری خدمت کے میدان میں یک زبانی حاصل ہو جائے، وہ زبان عطا فرما کہ تیری وحدت کے بیابان میں یک گوئی نصیب ہو۔ اے اللہ تو نے خود فرمایا ہے کَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا یعنی حساب کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ اے اللہ حساب کرنے کے لئے وہ دل چاہیئے جو فکر کر سکے۔ وہ زبان چاہیئے جو شمار کر سکے۔ وہ ہاتھ چاہیئے کہ گرہ لگا سکے۔ ہمارے دل، ہاتھ اور زبان کو اسی سیاست نے بے کار کر دیا ہے۔ اب اپنے کمال کرم سے ہمارے حساب کو در گزر فرما۔ اے اللہ حساب میں دہائیاں، سیکڑے اور ہزار ہوتے ہیں۔ ہمیں تو ایک کے بغیر کچھ بھی نہیں آتا۔ اے اللہ! کلمۂ توحید کے طفیل ہمیں دوئی سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! حضرت یوسف علیہ السلام کو تین قیدیں ہوئی تھیں ایک کنوئیں کی قید، ایک زلیخا کی قید۔ اور بادشاہ مصر کی قید۔ تیری جناب نے حضرت یوسف کو ان تین قیدوں میں نظر انداز نہیں کیا تھا کنوئیں کی قید میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تسلی دی وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ زلیخا کی قید میں عصمت نے سہارا دیا۔ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ بادشاہ کی قید میں آپ کو مملکت مل گئی۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ، اے اللہ ہم بیچارے بھی تین قید خانوں میں پھنسے رہے شکم مادر، حبس گہوارہ اور حبس قبر۔ جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے تو تیرے دربار سے ہمیں حسین صورت عطا ہوئی وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ گہوارہ کی قید میں تھے تو تیری جناب سے ہمیں غذا اور تربیت ملی۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ اب اگر قبر کی قید میں تیری رحمت و بخشش سے ہمیں فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ کی آسائش اور راحت مل جائے تو تیرے کمال کرم سے بعید نہیں۔ اے اللہ، سخیوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ فقیروں کو نوازتے ہیں۔ محتاج کے کام آتے ہیں۔ ان کی مجلس میں تنگدست آتے ہیں تو غنی ہو کر لوٹتے ہیں۔ گدا اگر آتے ہیں تو بادشاہ بن کر واپس آتے ہیں۔

حکایت: ایک دن ایک درویش بڑے رنگین اور شوخ لباس میں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ بادشاہ کے ایک وزیر نے کہا۔ اے بے ادب! تمہیں معلوم نہیں کہ شوخ رنگ لباس پہن کر بادشاہ کے سامنے آنا بے ادبی ہے۔ درویش عارف مرد تھا۔ کہنے لگا شوخ لباس میں بادشاہ کے حضور پیش ہونا تو بے ادبی نہیں۔ ہاں شوخ لباس میں دربار سے واپس جانا بڑی بے ادبی ہے،

بادشاہ کو اس درویش کی بات بڑی پسند آئی۔ درویش کو نہایت قیمتی خلعت عنایت کی۔ اے اللہ! درویش بادشاہ مجازی کے دربار میں شوخ لباس میں جائے تو اسے خلعت بخش کر واپس بھیجا جاتا ہے۔ میری عمر پچاس سال ہوگئی ہے۔ ظاہری لباس میں آلودہ ہوں جس پر گناہوں اور لغزشوں کے شوخ رنگ لگائے رہتے ہیں اور تیرے دربار میں ہر روز پانچ بار حاضری دیتے ہیں۔ اپنے کرم سے ہمیں اپنی رحمت کی خلعت سے ملبوس فرما دے۔ اے اللہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گھر میں ایک کمرہ گندم کا بھرا ہوا تھا مگر اس نے قحط کے زمانہ میں سارے شہر کا ایک آدمی بھی بھوکا نہیں مرنے دیا۔ اے اللہ دونوں جہاں تیرا مہمان خانہ ہیں جس میں تیری رزاقی کے انبار بھرے پڑے ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم تیرے ہی دستر خوان سے پیٹ بھرتے ہیں۔ اگر ہم محتاج فقیروں اور بھوکے مسافروں کو ترے خوان احسان سے چند لقمے مل جائیں اور تیرے مائدہ جود و کرم سے ہمیں بھی تیرا مخصوص انعام مل جائے تو کیا عجب ہے! اے اللہ۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے پانچ التجائیں کیں۔ حضرت یوسف کو انہوں نے عزیز کہا یَآ اَیُّھَا الْعَزِیْزُ اس طرح اپنی مصیبت اور پریشانی کا حال سنانے لگے اور کہنے لگے مَسَّنَا وَ اَھْلَنَا الضُّرُّ اپنی متاع کو حقیر تصور کرنے لگے۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ اپنی حاجت بیان کرتے گئے فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ صدقہ طلب کرتے گئے۔ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی انہیں پانچ چیزیں جتلا دیں۔ انہیں یہ کہہ کر ڈانٹا۔ وَھَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ پھر انہیں معذرت پیش کرنے کی تلقین کی وَاِذْ اَنْتُمْ جَاھِلُوْنَ پھر انہیں معاف کر دیا وَلَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگی یَغْفِرُ لَکُمْ اور ان کے دلوں کو مضبوط بنا دیا وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ اے اللہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا۔ یوسف تم جو کچھ بھی تھے۔ ہم نے تیری تعریف کی یَآ اَیُّھَا الْعَزِیْزُ ہم جو کچھ بھی تھے تیرے سامنے حاضر ہو گئے وَمَسَّنَا وَ اَھْلَنَا الضُّرُّ ہمارے پاس جو کچھ بھی تھا تیرے پاس لے آئے وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ جس چیز کی ہمیں ضرورت یا محتاجی تھی طلب کرنے حاضر ہو گئے فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ہماری طرف نہ دیکھ کہ ہم کیا ہیں بلکہ اپنے کرم پر نگاہ کر اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ اے ہمارے پروردگار! ہم ہر حالت میں تری ثنا کرتے رہے ہیں ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

جیسے بھی تھے ہم تیرے تھے۔ وَآخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ جو کچھ تھا تیرے حضور لے آئے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ آخَرُ سَيِّئًا۔ جو کچھ نہیں تھا وہ تیری سرکار سے مانگتے رہے فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اے اللہ ہمارے برے کاموں پر نہ جا بلکہ اپنی رحمت بے غایت سے لطف فرما اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کہا ہمارے پاس جو سامان ہے اسے کوئی بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں لیکن تم اسے قبول کر لو۔ حضرت یوسفؑ نے کہا۔ کیا میں ان سب سے کم تر ہوں، وہ کہنے لگے۔ نہیں تو ان سب سے سخی ہے، سخی ہی ہر قسم کا مال قبول کرتے ہیں۔

سوئیت آیم کہ مرا یار وفادار توئی ۔۔۔ ہرچہ دارم بتو آرم کہ خریدار توئی
راز دل باد گرے غیر تو گفتن نہ سزد ۔۔۔ کہ بخلوت گہ جان محرم اسرار توئی

پھر کہنے لگے۔ ہم اپنے ناقص مال کے بدلے زیادہ قیمت لینا چاہتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے کہا۔ عجب لوگ ہو، ناقص مال کی قیمت زیادہ طلب کرتے ہو۔ کہنے لگے۔ ہاں۔ آپ غنی ہیں، ہم فقیر۔ آپ محتشم ہیں اور ہم حقیر!

من بندہ حقیر تو سلطان محتشم ۔۔۔ گر در غم تو زار بمیرم ترا چہ غم

آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کی عادت کریمانہ نے ان کی تمام مرادوں کو پورا کر دیا۔ اے اللہ۔ تو کریم ہے، ہمارے پاس ناقص مال ہے اَعْدٰى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِىْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ اور تیری کریمی کا یہ اعلان ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ اور اس سودے میں اپنی بہشت کو بخش دیا ہے بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ لیکن اے الہٰی۔ ہم گستاخ اور گناہگار اپنے حصے سے زیادہ اس لئے طلب کرتے ہیں کہ تو کریم ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى

اے سر تو بر سینۂ ہر صاحب راز ۔۔۔ پیوستہ در رحمت تو بر ہمہ باز
ہر کس کہ بدرگاہ تو آید بہ نیاز ۔۔۔ محروم ز درگاہ تو کے گردد باز

مناجات خاص

اے کریم کارساز! اے رحیم بندہ نواز! اے احد کریم! اے صمد قدیم اے اپنے غیب کی کنجیوں سے صوفیا کے دلوں پر مکاشفات کے دروازے

کھولنے والے! اے شک و شبہ کے زنگار کو مشاہدات کے طفیل سے ارباب مجاہدہ کے دلوں سے پاک کرنے والے! اے کہ تیرا جلال صمدیت نقص اور عیب کے تصوّر سے مبرّا اور پاک ہے۔ اے کہ تیرا کمال احدیت حدث و امکان کے تعلق سے منزہ ہے۔ اے کہ تیرا جمال عاشقوں کے عشق کی جان سے محترم ہے۔ اے کہ اپنے وصال کے مشتاقان شوق کے روح و رواں کا ہمدم ہے۔

در دل ہم آرزوئے مشکل دارم — درجان ہمہ دردو رنج حاصل دارم

دلہا ہمہ جہانبان خون گردد — گر شرح دہم من آنچہ در دل دارم

اے اللہ! تیری قدرت کے فراشوں نے اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا کے فرمان سے اس طارم بالا اور عالم والا کے نیلگوں خیمہ کو ہر شام کے وقت ستاروں کے شب چراغوں سے روشن کیا ہے اور اس عالی قدر صندوقچہ کو ستاروں کے آبدار موتیوں سے بھر دیتے ہیں۔ ہر روز رومی زادگان سپاہ کے ہراول دستے صبح کو آراستہ کرتے رہتے ہیں۔ پھر سحری کا مرصّع تاج سیاہ رات کے سر سے اتار کر جلوہ گری کے لئے تیار کر دیتے ہیں۔ چاند کی بالیاں رات کے زنگی محبوب کے ناگوش سے اتار دیتے ہیں۔ تیری رحمت کی عروسی سرا کی مشاطائیں تیرے عرفان کے خوشبو آلود قطروں کو یقین کے ڈبہ سے نکال کر اہل ایمان کی جبین مبین پر لگاتی ہیں۔ عالم جبروت کے لباس تراش تیرے لطف و کرم کی خلعت کو بڑی شان و شوکت سے اصحاب عشق اور اربابِ محبت کے وجود پر پہناتے رہتے ہیں۔

تعالیٰ اللہ توئی بے مثل و مانند — کہ خوانندت خداوندان خداوند

فلک برپائے دار و انجم افروز — خرد را بے میانجی حکمت آموز

جواہر بخش حکمت ہائے باریک — بروز آرندہ شبہائے تاریک

نگہدارندہ بالا و پستی — گواہ بر ہستئ تو جملہ ہستی

وجودت برہمہ موجود قادر — نشانت برہمہ بینندہ ظاہر

بجست وجوئے تو بربام افلاک — دریدہ وہم را نعلین ادراک

شناسائیت برکس نیست دشوار

ولیکن ہم بحیرت میکشد کار

اے اللہ اپنی محبت کے میدان کے مردانِ حق کی طفیل جنہوں نے دنیا و آخرت کو ہدایت کی وادی میں سمو دیا ہے۔ اے اللہ! ان قلاشوں کے صدقے جنہوں نے دنیا کے صحرا کی ہر آفت مسافت کے دوران کبھی بھی اقامت اختیار کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اس مکار دنیا کی فریب کاری کی طرف کبھی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اے اللہ۔ ان فقرا کا صدقہ جنہوں نے روٹی کی خاطر دنیا کے کمینوں کے سامنے کبھی دست سوال دراز نہیں کیا۔ انہوں نے صبر و عنایت کے نیزے کی انیوں سے اپنے پیٹ کی حرص اور لالچ کو چیر دیا ہے۔ اے اللہ! ان ہشیار بندوں کی سحر گاہی اور صبحگاہی کا صدقہ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کی روشنی میں گناہ کے بستر کے بیماروں کو خواب غفلت سے بیدار فرما۔ اے اللہ نالہ و آہ کے درماندگان کو صبح ندامت اور نور توبہ و انابت کے طلوع و ظہور سے بیدار فرما۔ شیطان کے غرور کے سرمستوں اور عناد و بغاوت کے نشے کے مخموروں کو اپنی مستی اور نشہ سے سرشار کر دے۔ اے اللہ۔ ہماری ندامتِ گناہ کو ہمارے ہی گناہوں کی بخشش کے لیے گواہ بنا دے۔ اے اللہ تو نے اپنی انتہائی مہربانی سے ہمارے دلوں کی زمین میں ہدایت کا بیج بو دیا ہے۔ انبیا کی شریعتوں اور صوفیا کی نصیحتوں سے اس کی آبیاری کی ہے اور اپنے لطف و احسان سے پالا ہے اور اپنے فضل و کمال سے اسے بارآور فرمایا ہے۔ اے اللہ۔ اپنے خود کاشتہ پودے کو اپنے قہر کی گرم ہوا سے پژمردہ مت کرنا۔ اپنی عنایت کے دلدادگان کو اپنی ابدی رعایت اور مہربانی سے مدد فرما اور ہماری جانوں کی واپسی کو بہترین راہ دکھا اور اپنی ملاقات کا مبارک ترین دن نصیب کر۔ میں نے یوں سنا ہے کہ جس دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے باہر لایا گیا اور ایک مرصع تاج پہنایا گیا اور آپ کو سنہری قمر بند باندھا گیا تو انہیں ایک عماری میں بٹھا دیا گیا بادشاہ کے تمام وزراء امراء حاجب و اعیان آپ کی سواری کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ یہ ایسے دکھائی دیتے تھے جیسے چاند کے ارد گرد ستارے جمع ہوں۔ مصر کی ساری مخلوق آپ کے نظارۂ جمال کے لئے ٹوٹی پڑی تھی اور ارد گرد کے بلند و بالا مکان اٹے پڑے تھے۔ بادشاہ وقت بھی اپنے محل پر بیٹھا آپ کی آمد کا منتظر تھا۔ اور ایک ایک لمحہ آپ کی تشریف آوری پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا ہودج دور سے دکھائی دیا اور بادشاہ کی نگاہیں اس پر پڑیں تو بیخود ہو گیا۔ بادشاہِ عشق نے عنانِ صبر کو چھین لیا اور بام محل سے اتر کر دوڑے دوڑے حضرت یوسف علیہ السلام

کی سواری کے سامنے آگیا اور مبارک پیش کرنے لگا اور بے پناہ تعظیم و تکریم بجالاتا رہا۔ اگرچہ یہ ساری باتیں اس کے رتبہ اور مقام کے خلاف تھیں۔ مگر اے اللہ! ایک دن ایسا آنے والا ہے جب ہمیں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تیری رحمت سے دنیا کے بندی خانے الدنیا سجن المؤمن سے باہر لایا جائے گا۔ عصرِ آخرت کی طرف بلایا جائے گا۔ تیرے دربار کے فرشتے بلند مقامات پر نظارے کے لئے صف آراستہ ہوں گے۔ اے اللہ! اس دن ہمیں بھی اپنی محبت اور رحمت سے ایمان کے مرصع تاج سے سرفراز کرنا، اپنی اطاعت کا پٹکا عطا فرمانا۔ اپنی مغفرت کی سواری دینا اور جنت کے دارالسلطنت کی طرف ہمارا جلوس لے جانا۔ اپنی رحمت کے سایہ اور مغفرت کی پناہ میں تخت وکرامت کا تخت عطا فرمانا اور اپنے جمال و وصال کے انوار کے مشاہدہ سے سرفراز فرمانا۔ آمین یا رب العالمین۔

قال العبد الضعیف معین المسکین فی المناجات

خدایا بسوئے تو رو کردہ ایم — بانعامِ عام تو خو کردہ ایم

در آندم کہ از مانشاں ہم نبود — در وجود و فضل تو برما کشود

نہ جاں را بہ تن بود ایں اختصاص — کہ بایا تو بودیم در بزمِ خاص

وجود و عدم را نبود امتیاز — حقیقت عیاں بود پنہاں مجاز

وجود و قدم بود دیگر عدم — عدم راچہ مکنت بہ پیش قدم

نہ کنج عدم تا ببزمِ وجود — دلیلم بجز لطف و عامت نبود

تو دانی کہ اگر اختیارم بدے — بدان نیستی افتخارم بُدے

ولے چوں تو خواندی ازاں آمدم — زگلشن سوئے خاکدان آمدم

چو دل با تو منت بجائے نکرد — ازین آمدن ہم زیانے نکرد

چو از نیستی سوئے ہستی شدیم — ہمہ مست جام الستی شدیم

نہ مخموریم گر فتورے رسید — ہماندم شراب طہورے رسید

بہر چیز محتاج شد جان من — یکے صد فرستاد سلطان من

مرا کار ہر دم بجائے رسید — کز انعام عامش صلائے رسید

مرا اندرین ظلمت آباد تن
که زندان جان ست و جان محن

به آلاء نعما چنان داشتی
که دنیا بهشت است پیداشتی

بایمان و عرفان و علم و عمل
مشبّد شده ارکان قصر امل

هزاران فیوض از ازل تا ابد
تو کردی بنام منش نامزد

گدایم ولیکن ز احسان تو
زدم کوس شاهی بر ایوان تو

ولیکن من از بیوفائی خویش
مکافات نیکی بدی برده پیش

خدایا ز لطف تو شرمنده ام
تو با آنکه سلطان و من بنده ام

تو آن میکنی و من این میکنم
از آنت هزار آفرین میکنم

که من هر زمان صد جفا کرده بیش
تو با هر جفا صد وفا برده بیش

هر آن عهد و پیمان که من بسته ام
هنوزش نه بسته که بشکسته ام

ترا مهر با من چنان استوار
مرا عهد با تو چنین بے مدار

خدایا گنهگارم و تیره رائے
مرا اندرین گمرهی ره نمائے

در اوّل چو با من کرم کردهٔ
کرم بیش ز اندازه ام کردهٔ

در آخر که عزم بیابان رسد
کند قصد پرواز روح از جسد

خدایا اگر چند بد کرده ام
چگویم ز غفلت چها کرده ام

اگر هست جرمم برون از شمار
چه غم چون ترا دارم آمرزگار

ز آلایش مسرفانت چه باک
که دریا نشد تیره از مشت خاک

دران صرصر مرگ کشتیٔ تن
در افتد بگرداب درد و محن

چو لطفت به بینم برون از عدد
دران ورطه جویم ز لطفت مدد

چو بسیار بخشی و اندک پذیر
بفریاد من رس مرا دستگیر

دران دم که گردد یقین رفتنم
نه بندی زبان از ثنا گفتنم

دران تلخی قبض جان از تنم
تو شهد شهادت بجان افگنم

که چون جان ز تن عزم رفتن کند
زبان ذکر توحید گفتن کند

چو بیرون رود جان پاک از جسد   بخوابم بآسایشان در لحد
چو بستر کنم خاک بالیں زخشت   دران حفر بکشا درے از بہشت
فرست اندران کنج بے حسرتم   تحف روح و ریحان آن حضرتم
چو گردد تنم در لحد چوں غبار   بہر ذرہ جرمے زمن درگذار
ہماں دم کہ از خاک سر بر کنم   زخاک درت افسرِ سر کنم
چو آرم بہ صحرائے محشر گداز   گناہان من سربسر درگذار
چو روہا سیہ گردد و ناامید   بر آب کرم روئے من کن سفید
مرا وقت نشرِ صحف در سوال   ز اہل یمین کن نہ اہل شمال
چو طاعت نہ بینی بدیوان من   گراں کن بتوحید میزان من
اگر طاعتم نیست زانم چہ خاک   چو از چرک شرکم بود نامہ پاک
اگرچند رفتم براہ زلال   یکے گفتمت قرب پنجاہ سال
مرا یاد و گویاں مکن ہمنشین   دران دوزخ اے ارحم الراحمین
چو آری مرا بر سر آن دو راہ   براہ بہشتم کنی رو براہ
بر آن پل کہ از تیغ بُرّان ترست   گذر دِہ چو مرغِ کہ پرّان ترست
ازان راہ باریک باسوز و حرق   سلامت مرا بگذران ہمچو برق
پس آنگہ بدارالسلامم درآر   مرادِ من و دوستانم برار
پس از نعمت و لذت جان و تن   حجابم ز پیش نظر برفگن
کہ تا بشنود گوش گفتار تو   کند چشم جولاں بدیدار تو
خدایا مراد معینؔ برآر   بسلک گدایان خویشم درآر
مرا دوستانند چندین ہزار   بلطف عمیم تو امیدوار
مرا مقتدائے خود انگاشتہ   زخیل سگان تو پنداشتہ
مراد ہمہ دوستانم برآر   مکن پیش ایشان مرا شرمسار
بود ہر کسے را بچیزے ہوس   تمنائے من از تو این ست و بس

فصل سوم

سیّد کائنات علیہ افضل الصّلوات واکمل التحیّات کی بارگاہ میں بارہ نعتوں کا مجموعہ

نعت اوّل : درود و سلام کے درخشندہ موتی ۔ ہزاروں تجلیات کے تحفے جو صفت کرنے والوں معجز بیان زبان نے اور زبان و ادب کے خالص صرافوں نے معجز نظام کلام کی لڑیوں میں پڑے ہیں ۔ اس حضرت سیّد بشر شفیع محشر کے روضہ منوّر اور مشہد مقطر پر نثار ہوں ۔ جس کے چہرے کے حسن کے سامنے خورشید جہاں تاب کی روشنیاں ماند ہیں اور جس کے رخ انوار کے سامنے حسن و جمال کے سارے کرشمے غلام ہیں ۔ آپؐ عہد نامۂ وفا کا عنوان ہیں ، آپؐ مہمان خانہ صفا کے میزبان ہیں ۔ آپؐ اصفیاؑ کی محفل کے چراغ ہیں ۔ آپؐ انبیا کی مجلس کا نور ہیں ، آپ گلبن طریقت کے نقشبند ہیں ۔ گلشن حقیقت کی نسیم جانفزا ہیں ۔ محبت کے شجر کا ثمرہ ہیں ، نور کی دولت کی نوبہار ہیں ، آپ ملت بیضا کی صبح ہیں ۔ روشنی کی حرمت کا باغ ہیں ۔ آپ آسمان کی محفل کا چراغ ہیں اور حسن کے دریا کے ملاح ہیں ۔ رسالت کے آسمان کے آفتاب اور جلالت کے باغ کے سرو ہیں ، آپؐ صفا کی محفل کے صدر نشین ہیں ، میدانِ وفا کے راہنما ہیں ، بزرگی کے خزانے کے موتی اور برج اصطفاد کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں ۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم ۔

اے دل طمع ملک مؤید داری ۔۔۔ در سر ہوسِ دولتِ سرمد داری

ہر چیز مراد تست باخود داری ۔۔۔ گر در دل و جان مہر محمد داری

وہ خواجۂ عالم جس کے لئے لعمرک کا لام تاج سر بنا ۔ اِنَّا فَتَحْنَا کی ف جس کے لشکر کا فتح نامہ ہیں ۔ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ کا الف فتح مندی کا جھنڈا بنا طٰہٰ کی ط جس کے منشور عالی کا طرۂ امتیاز بنی ۔ حٰمٓ کی ح جس کے فرمان کی حلقہ بگوش بنی یٰسٓ کی یا جس کے وصال شگفتہ منظر کی گلنار بنی ۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ جس کی برکت نظر پر دلالت کرتی ہے لَعَمْرُکَ آپ کی جان کی قسم ہے ، وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف ہے

تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی بزرگی کا اظہار ہے وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ آپ کے داماد اور بیٹی کی تعریف میں آئی ہے ۔ اِلاَّ الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ شبیر و شبر کی منقبت ہیں ہے وَلاَ تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ حضرت سلیمان و ابوذر رضی اللہ عنہما کی توصیف ہیں آئی ہے ۔ اِنَّا اَعْطَیْنَا الْکَوْثَرْ آپ کے حوض کوثر کی طرف اشارہ ہے وَلاَ تَعْدُ عَیْنَاکَ آپ کے غمزدہ درویشوں کی صورتِ حال کو ظاہر کرتی ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی آپ کے سفرِ شب کا حال بیان کرتی ہے ۔ فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ آپ کے ان سربمہر رازہائے سربستہ کی دلیل ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی آپ کی تقریر و پیغام کی علامت ہے ابیتُ عند ربی آپ کے دسترخوان کرم کے نوالے کی صورت کا اظہار ہے لا ینام قلبی آپ کے دل مطہر کے ساغر کا ایک جرعہ اور مجلس محبت کے پیالے کا شراب طہور ہے اَیُّکُمْ مِثْلِیْ آپ کی کرامات کا تاج ہے ۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی آپ کی محبت خلعت کا ترجمان ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کا تصور بارگاہ خداوندی ہیں ۔ آپ کی خلوت دل اور سکوتِ جان کا مظہر ہے اَنَّ لربکم فِی ایام دھرکم نفحات طیب آپ کی رُوح پرور خوشبو کا جھونکا ہیں لاتیاس من روح اللّٰہ سحر گاہی کی آہ سوزاں کی علامت ہے ۔ یہ آفتاب جہاں تاب آپ کی جبین انور کے انوار کی ایک شعاع ہے ۔ آسمان پر سیر کرنے والا چاند آپ ہی کی سیاست وانشق القمر کے طپانچے کا زخمی ہے عطارد آپ کے دفتر کا منشی ۔ زہرہ آپ کے جمال کا آئینہ دار ہے ۔ مریخ آپ کے ان لشکروں کا سپہ سالار ہے جو تقدیر کی سلطنت کو فتح کرتے ہیں ۔ مشتری آپ کے دربار کا ایک خوش لباس نقیب ہے ، ساتویں آسمان کا ستارہ ہے ، آپ کے دربار اعلیٰ کا پاسبان ہے ، آسمان آپ کے چوگان کی زد میں ہے ۔ ملاء اعلیٰ کے ملائکہ آپ کے فرمان کو پھیلانے پر مامور ہیں ، ناموس اکبر روحانی طاؤس اخضر کی طرح اسی کے تشہیر کی علامت ہے ۔ زمین اتنی وسعت اور خوبصورتی کے ساتھ آپ کے کف پا کا غبار ہے ، یہ آسمان عالی ارکان آپ کا رفیع الشان قبہ ہے ، جہاں افروز آفتاب آپ کے چہرۂ انور کے نور کے منشور کا دیباچہ ہے ۔ سیاہ شام آپ ہی کی زلف عنبریں کا آغاز ہے ، یہ آٹھوں بہشت آپ کے نام لیواؤں کی مہمان سرا ہے ، سات دوزخ اپنی قہرآلودگیوں کے ساتھ آپ کے دشمنوں اور بدخواہوں کی انتقام گاہ ہے ، یہ ساتوں زریں آسمان آپ کے فلک البروج کے جھنڈے

کے لہرانے کے مقامات ہیں یہ آسمان نہہ پایۂ آپ بلند منبر کا ایک پایۂ ہیں۔ دنیا و عقبیٰ۔ ملک و ملکوت۔ غیب و شہادت۔ تمام ممکنات اور مکونات کے باوجود آپ کے سامنے حقیر غلام کی حیثیت سے دست بستہ کھڑے ہیں۔ زمین و آسمان کے اٹھارہ ہزار عالم بہ تخصیص معین مسکین آپ کے ہی غلام درچاکر ہیں

اے با علو ہمت تو آسمان زمین — اے گام اوّلیں تو برچرخ ہفت مبین

روح اللہ راچہ از شکم مریم آمدہ — صد مریم ست روح ترا اندر آستین

تقدیر بر کشیدہ بمیزان ہمتت — از پر پشہ بود سبک پایہ تر زمین

محبوب حق شد انکہ ترا کرد پیروی — حق دادہ چاکران ترا منصب چنیں

اے تیر دیدہ دوز تو از کیش مارمیت — وے سنجق سیاہ تو خیل مسومین

از شرح لفظ تو دہن نقل پر شکر — وز یاد خلق تو نفس عقل عنبرین

پیروزۂ فلق بستودے کف وجود — نام محمد ار نہ بدے نقش آن نگیں

آدم کہ دانہ زبہشتش بدر فگند — از خرمن شفاعت تو ہست خوشہ چین

ظلمت زدائے عالم جانی ازانکہ ہست
لفظ تو آفتاب و نفس صبح راستین

اے دربار محمدی کے فقیر! تو اپنے آقا و مولیٰ کی نعت سننا چاہتا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کون تھے۔ وہ شاہ مکہ و بطحا۔ سلطان مشرق و مغرب۔ آپ کی دولت ابدی ہے اور سعادت سرمدی ہے۔ ظاہراً فرش پر چلنے والے۔ باطناً عرش کے صدر نشین۔ آپ کی اصالت آپ کا تاج ہے۔ رسالت آپ کا خزانہ۔ آپ کا وعدہ نجابت اور آپ کا جذبہ اجابت کا آئینہ دار ہے۔ آپ کا جذبہ ازلی ہے۔ آپ کا جرعہ ابدی ہے۔ آپ کا نور ایمان انوار الٰہی کی جھلک ہے۔ آپ کا آج قناعت ہے۔ آپ کا فردا شفاعت ہے۔ آپ کی صبح مخلوق کے لئے امداد ہے۔ اور آپ کی شام اللہ کے حضور میں اوراد ہے۔ آپ کے مجاہدات جوع الیومین اور آپ کے مشاہدات فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ آپ کی جان نالہ و آہ ہے اور آپ کا نام پاک محمد رسول اللہ ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه آپ کا معراج گلشن ہے اور آپ کا سراج وہاج ہے۔ آپ کا راستہ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ اور جَاءَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

رَؤُفٌ الرَّحِیْمٌ آپ کا کام طاعت خداوندی ہے اور آپ کا بازار شفاعتِ مخلوق ہے۔ دَنیٰ فَتَدَلّٰی آپ کے سر پر چمکتا ہوا تاج ہے اور سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی اس کا معراج ہے۔

اے بر سر تو ز نور حق تاج قبول ۔ بخشیدہ ترا خدائے معراجِ وصول

در گوش دلم گفت شبے ہاتف غیب ۔ اے روز قیامت ہمہ محتاج رسول

حکایت: سلطان العارفین ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سولہ سال تک جمال محمدی اور اتباع جمالِ ملت احمدی کے لئے اپنے نفس پر سختیاں کرتا رہا۔ میں نے نفس امارہ کو اس مجاہدہ کی وجہ سے اس طرح کر دیا جس طرح لوہے کی آتشیں بھٹی میں پارہ ہوتا ہے میں ریاضت کی آگ میں تپتا تھا۔ اس طرح میں نے روحانیت کی شمشیر ذوالفقار تیار کی اور جس سے ماسوی اللہ کے تمام رشتہ کاٹ کر رکھ دیئے انّمَا الکون خیال و موافق فِی الحقیقۃ کچھ عرصہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا ہوں۔ مجھے ایک خطاب سنائی دیا کہ اے پیر بسطامی۔ افسوس، تم تا ہنوز خام ہو۔ تم ابھی تک مقام امید و بیم میں کھڑے ہو۔ تم ابھی تک بزم مرتبہ عالیہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے لائق نہیں ہو۔ میں اسی خطاب کو سن ہی رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بحرِ بے کراں دکھائی دیا کہ اس کی موجوں سے آتشیں شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ ایک لمحہ میں ہزاروں جہانوں کو خاکستر بنا دیتے تھے، میں یہ نظارہ دیکھتے ہی دم بخود ہو گیا۔ میری جان پر حیرت طاری ہو گئی۔ میرے دل پر ایک الہام وارد ہوا کہ جب تک اس سمندر سے نہ گذرو گے، سرکار دوعالم کے دربار تک رسائی حاصل نہ کر سکو گے۔

تا از دل و جان پاک و مجرد نشوی ۔ در ہستی خود تمام بیخود نشوی

تا شاہ ممالکِ مؤبد نشوی ۔ واقف ز مراتب محمد نشوی

اسی طرح حضرت ابویزید قدس العزیز نے ایک اور مقام پر فرمایا الحق مِن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ذرۃ لم تقم لہا مادون العرش اگر مقاماتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک ذرہ اس ظاہری عالم میں ظاہر ہو جائے تو اس کے نور کے پرتو سے عرش اور ماسوٰی جل کر راکھ ہو جائیں۔

ثنائے سرورِ ریاض مدینہ گویم و بس — خوش است عمر کہ صرف چنیں کلام شود
مدینہ روضۂ قدس ست و خواجہ آن سروے — کزو استقامت او کار دیں تمام شود
روان کنم نفحات درود از دل پاک — چو باد صبح بدان سرو خوش خرام شود

پس از درود بران روضہ بہشت آسا
سلام گویم و جان ہمرہ سلام شود

سلطان العارفین کے اقوال میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ میں نے معارف کے سمندر میں جب غوطہ لگایا تو حضرت رسالت کے بحرِ معرفت میں جا پہنچا، آپ کے اور اپنے درمیان ہزار مقامات دکھائی دیئے، اگر ایک مقام کے نزدیک جاؤں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں۔

اے سوختہ سطوت جمالِ دلِ ما — وافروختہ دولت وصالتِ دلِ ما
در دفتر کن فکاں اگر در نگردد — یک حرف نخواہد از کمالتِ دلِ ما

(۲) دوسری نعت

درود پاک کے جھونکے اور صلوٰۃ رسول کی خوشبوئیں (جن سے روح اور دماغ معطّر ہو جاتا ہے اور جان و دل کو جنت کی بہاروں کی خوشبو ملتی ہے) اس روح پرفتوح اور سینہ شروع کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو خواجۂ کائنات اور سردفتر مخلوقات ہیں۔ وہ چودھویں کا چاند ہیں، شہنشاہ کون و مکان ہیں۔ باغِ امانی کا میوہ ہیں۔ سبع مثانی کے تلاوت کرنے والے ہیں۔ بوستانِ ایمان کی زینت ہیں۔ آشیان عرفان کے شہباز ہیں۔ مجمرِ رسالت کی عود ہیں۔ نافہ نبوت کی مشک روحانیت ہیں۔ وجود کی پیشانی کا نور ہیں۔ شہود کی جبین روشن ہیں۔ منبر سعادت کے خطیب اور لشکر سیادت کے نقیب ہیں۔ قدرت کے کارخانہ کی بہترین صنعت ہیں۔ صانع حقیقی کے نگار خانہ کی اعلیٰ تصویر ہیں۔ دیوانِ نبوت۔ سلطان بارگاہ لی مع اللہ وہ اللہ کی برہان ہیں۔ حضرت خداوندی کے مقبول و محبوب ہیں۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ؕ محمد رسول اللہ کے اعلیٰ خطاب سے مشرف ہیں۔

شاہے کہ زحالِ مفلسان آگاہ ہست — چندانکہ گنہ بود شفاعت خواہ ہست
توقیع شہادتش کفیٰ باللہ ست — یعنی کہ محمد رسول اللہ ہست

میں اس خواجہ عالم کی نعت پاک کیسے بیان کروں؟ کہ ابھی تک جود وکرم کے سرچشمہ نے اپنا

منہ کھولا ہی نہ تھا اور رحمت و فضل کے قطرات ابھی تک مہر و شفقت کے منہ میں ٹپکے بھی نہ تھے کہ آپ کو فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ کا تاج سر پر رکھ دیا گیا۔ ابھی مشاطۂ عشق اور دلالۂ محبت نے معشوقِ حقیقت کے چہرہ باجمال سے نقاب نہیں سرکایا تھا اور تجلی ذات کے انوار کی شعاعیں ابھی تک عالمِ وجود کے صفات پر جھلکی بھی نہ تھیں تو اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ کا خطاب مل گیا تھا۔

تو احمدی و مقام محمود تر است — تو آئینۂ جمال و معبود تراست
در بحر وجود غوص کردیم بسے — تو آن صدفی کہ در مقصود تراست

وہ سرو قامت اور قیامت نہاد گلبان کون و مکان میں ایک سرو کی طرح بلند ہوا۔ آپ کا قد شمشاد کے بلند و بالا درخت کی طرح نیک بختی کی نہر کے کنارے بلند ہوا۔ صنوبر کی طرح نبوت کا قد مقام اقصیٰ تک جا پہنچا اور شاخ سدرہ سے دَنٰی فَتَدَلّٰی کا میوہ حاصل کرنے لگا۔ اسرار فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی حاصل کرنے کے لئے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کے پروں سے اڑا اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی کی شاخسار پر حمد خداوند کا ترانہ الاپنے لگا۔

اے بلبل گلزار معانی کہ توئی — وے محرمِ اسرارِ نہانی کہ توئی
ہر کس کہ نشانِ دوست می جست نیافت — ہم از تو بیاید آن نشانی کہ توئی

اے کہ در باغ رسالت چو تو شمشاد نخاست — کار اسلام ز بالائے بلندت بالاست
شکل گیسوئے و دہان تو بصورت حامیم — حرف منشور جمال تو بمعنی طاہاست
زمزم از خجلت گفتارِ تو غرق عرق ست — مروہ از پرتوِ انوار تو در عین صفاست
پیش آں سنبل و مشکیں عبیر افشانت — سخن نافہ و تاتار نگویم کہ خطاست
از تو موئے بجہانے نتوان داد از انکہ — یک سر موئے ترا ہر دو جہان نیم بہاست
در تو بستیم بیک موئے دل از ہر دو جہاں — کہ بیک موئے تو کار دو جہان گرد راست
قطرۂ بخش ز دریائے شفاعت مارا — کاب سرچشمۂ مہرت سخن دلکش ماست

حکایت : لکھتے ہیں کسی عزیز نے اپنے ایک عزیز کو کچھ چیزیں دیں کہ مدرسے چلے جاؤ اور جو بچہ خوبصورت اور خوبرو نظر آئے اسے یہ تحفہ دیتے جانا۔ وہ شخص مدرسہ میں گیا تو سب سے پہلے اس نے اپنے بیٹے کو وہ تحفہ دے دیا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا بیٹا تو اتنا خوبصورت نہیں اسے یہ چیزیں کیوں پکڑا آئے ہو۔ وہ کہنے لگا میری نگاہ میں میرا بیٹا سب سے زیادہ خوبصورت ہے کل قیامت کے روز بھی ایسا ہی حال ہوگا — دربار خداوندی سے مختلف تحفہائے رحمت و بخشش سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ شفاعت میں دے دیئے جائیں گے اور حکم ہوگا کہ آپ مدرسہ عرفات (میدان قیامت) میں تشریف لے جائیں اور جسے حسن سیرت اور نیک اعمال پائیں یہ تحفے بخشتے جائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بخشش کے بے پروانے اور رحمت کے یہ خزانے اپنی امت کے گنہگاروں میں تقسیم کرتے جائیں گے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (یہ بخشش میری امت کے گنہگاروں کے لئے ہے) ارشاد ہوگا۔ یارسول اللہ کیا آپ نے میرے تحفے تقسیم کر دیئے۔ جواب ہوگا میری امت کے شکستہ خاطر اور مفلس لوگ ہی اس تحفے کے مستحق تھے۔ میں نے تقسیم کر دیئے۔ مجھے یہی لوگ محبوب ہیں۔ جب تک انہیں بخشش و مغفرت کی نعمت نہ ملے مجھے جنت کی رونقیں اور آسائشیں گوارا نہیں۔

حکایت : ایک عالم کسی سخی کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا۔ حد نگاہ تک مختلف کھانے اور رنگا رنگ کی مختلف چیزیں لگا دی گئیں۔ بایں ہمہ اس نے کھانے کے لئے کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ میزبان نے کہا۔ اے مخدوم من! یہ ساری چیزیں حلال اور طیب کمائی سے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کھاتے۔ عالم کہنے لگا میرے بچے کئی دنوں سے فاقہ میں ہیں۔ وہ روٹی کے ایک ٹکڑے تک کو ترس رہے ہیں۔ میں یہاں طرح طرح کے کھانے کھانا اچھا نہیں لگتا۔ کل قیامت کے دن جب سرکار دو عالم اللہ تعالی کی عنایتوں کے اس وسیع دسترخوان پر تشریف فرما ہوں گے جو اُکُلُهَا دَائِمٌ وَّظِلُّهَا کی تصویر ہوگا تو حضور فرمائیں گے۔ میرے امتی ابھی تک رحمت خداوندی کے منتظر ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محمد تو نعمت کے دسترخوان پر ہو اور امتی محنت اور تکلیف کی زندان میں ہوں یا مجھے وہ محنت دے دی جائے یا انہیں بخش کر اس دسترخوان سے حصہ دیا جائے۔ خطاب خداوندی ہوگا۔ اے محبوب! ہم آپ کو وہاں نہیں بھیج سکتے۔ ہاں انہیں یہاں لایا جائے گا تاکہ میرا کرم اور تیری محبت ان پر واضح ہو جائے۔

بے جام ازل مست مخلد نشوی — بے نفی امل روح مجرد نشوی

تا در رہِ عشق مست و بیخود نشوی — در خور شفاعتِ محمدؐ نشوی

*

تیسری نعت[۳]

سب سے بہترین نعتِ رسول جسے باغِ فصاحت کی بلبلیں اور بوستانِ بلاغت کی عندلیبیں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد بیان کرتی ہیں اور اس پر ناز و فخر کرتی ہیں۔ وہ درود بر سید السادات سند السعادات ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ صدر کائنات بدر موجودات۔ بلند رتبہ سلطان۔ صاحب برہان رسول۔ خواجۂ کونین۔ رسول الثقلین۔ ثمرۃ الفواد قرۃ العین قاب قوسین کے ندیم خاص۔ جہاں اور اہلِ جہاں کے وجود کا مقصود اصل۔ آدم اور آدمیوں کے محبوب قلوب۔ آب و گل کی آنکھوں کا نور۔ جان و دل کی پتلیوں کی ٹھنڈک۔ بلبل گلبن رسالت۔ عندلیب گلشنِ بسالت۔ ماہِ آسمان دلبری۔ آفتاب فلک پیغمبری۔ یوسف مصر رسالت۔ دُرِ دریائے جلالت۔ آسمان فصاحت کے درخشندہ آفتاب۔ دریائے حسن کے موتی جنہوں نے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کے ڈبے ہیں فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ کا موتی پایا إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ کے لشکر گاہ کا بادشاہ اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ کے سرے سے عالم آرائی کرنے والا۔ شہسوار میدان اجتبا۔ شہر بار ایوان اصطفا۔ صدر صفہ صفا۔ بدر قبۂ وفا۔ دُر دُرج بطحا۔ اختر برج طٰہٰ۔ ارض و سما کی آفرینش کا مرکزی نقطہ۔ تمام گنہگاروں کا شفیع مکرم۔ مجتبیٰ۔ معظم۔ معلم۔ مقدم۔ مرتجی۔ مؤید۔ مقتدا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ البررۃ الاتقیاء

ہر فتح و فتوحے کہ مرا در راہ ست — با عزت و دولتے گزین درگاہ ست

ایں جملہ و صد ہزار دیگر چندیں — از نور محمد رسول اللہ ست

وہ چاند کے چہرے والا۔ وہ آفتاب کی پیشانی والا۔ وَالضُّحَىٰ کی روشنی والا وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ کی سی سیاہ زلفوں والا مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ کے بخت والا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کی برہان عالی والا أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ کی آب و تاب والا دُرِ یتیم وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ والا ندیم مقیم وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ کا خطاب یافتہ

درویشی اتونگری فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ کے لطیف مزاج والا۔ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کی تربیت والا اور اما بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے نعمات وکلمات الاپنے والا۔

اے گشتہ رواقِ عرش منزل جا بیت — وے رایت اسلام بلند از رایت
اے حلقہ بگوش شرع زنجیر درت — وے سرمۂ چشم نجف خاکِ رہت

میں اس سید والا مرتبت کا نام لکھ رہا ہوں جو مقتدائے محقق اور دانائے مدقق ہے وہ حقیقت کے ادراک میں کامل تھا فعلمت علم الاولین والآخرین کے پیش نظر اسے طریقت کا مقتدا اور حقیقت کا راہنما ماننا پڑے گا۔ وہی طریقت میں صاحب ہمم عالیہ اور وہی پیشوائی اور مجتبائی میں مقدم ومکرم ہیں وکنت نبیًا وآدم بین الماء والطین یہ ساری مخلوقات گمراہی کے زندان خانہ سے نکل کر محبت الٰہی کے حقایق کی بلندیوں تک پہنچتی ہے تو یہ آپ کی ہدایت و وساطت سے پہنچی ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کی روشنی میں تمام دانا اور نادان نقائص کے گڑھوں سے ابھر کر توحید وایمان کی بلندیوں پر پہنچکر مقامات عرفان حاصل کرتے رہے ہیں تو آپ کی عنایت سے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ آپ کے محبوبانہ تیر کا نشانہ تھا۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ آپ کی ہی تقدیر کا قبلہ تھا۔ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ آپ کے اعزاز کا دیباچہ تھا۔

کلید کرم بود در روزگار — کشادہ بدو فضل چندیں حصار
فراخی بدو دعوتِ تنگ را — گواہی بر اعجاز او سنگ را
تہیدست سلطان دراعہ پوش — غلامی خسرو بادشاہی فروش
زہے پیشوائے فرستادگان — پذیرندہ عذر افتادگان
بہ آغاز ملک اولیں رایتے — بپایان دور آخریں رایتے
گزیں کردہ ہر دو عالم توئی — چو تو گر کسے باشد آن ہم توئی
توئی قفل گنجینہا را کلید — در نیک و بد کردہ بر ما پدید
من از امتاں کمترین خاک تو — بدیں لاغری صید فتراک تو

اشارات : دو چیزیں ایسی ہیں کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دونوں مہلک ہیں۔ پانی اور آگ۔ مچھلی پانی میں کبھی نہیں ڈوبتی اور سمندر آگ میں جلتا نہیں۔ عالم حقیقی میں ہم گنہگاران امت محمدیہ بھی ایسی مچھلیاں ہیں جو حضور سرور کائنات کے نور کی برکت سے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنیا کَمَاءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ کی روشنی میں کسی تلاطم و امواج میں غرق نہیں ہوں گے۔ قیامت میں ہم اس سمندر کی طرح ہوں گے جو دوزخ کی سرکش آگ سے جلنے نہیں پائیں گے جریا مومن فان نورک اطفاء لہبی

المنۃ للہ کہ محمد نور ست   وز نور محمدی دلم مسرورست

فردا بہزار سالہ راہِ امت   از شعلۂ آتش جہنم دورست۔

اشارت : ابرہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ عرصہ پہلے مکّہ کو تہہ و بالا کرنے آیا تھا۔ اس وقت نور محمدی آپ کے دادا عبدالمطلب کی جبیں میں جلوہ گر تھا۔ اس نور محمدی پر عبدالمطلب کو ایمان تھا اور اس کے دل کو یقین کامل حاصل تھا تو کسی سے نہ ڈرتے تھے اور نہ دہشت زدہ ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ایسے حادثے میں ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچی۔ کل دوزخ کے شعلے ہمارے کعبۂ وجود کو جلانے کے لئے اٹھیں گے۔ چونکہ ہمارے ظاہر و باطن میں نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا اثر ہوگا عذاب ٹل جائے گا اور ہماری حاجت پوری ہو جائے گی۔ ہمیں اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا۔ ہمیں دارالسلام کے مقام پر فائز المرام کیا جائے گا یہ سب کچھ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ظہور پذیر ہو جائے تو تعجب کی کونسی بات ہے۔

حکایت : (لنکا) سراندیپ میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے سرہانے ایک ایسا درخت ہے جو سال میں دو بار پھول اور پھل سے بھر جاتا ہے۔ ہر پھول کی سات سات پتیاں ہوتی ہیں اور ہر پتی پر لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا ہے۔ اس ملک کے بادشاہ کے کارندے (نویں صدی ہجری میں) ایسی تمام پتیوں کو توڑ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور شاہی خزانے میں بطور تبرک رکھ لیتے ہیں۔ انہیں پتیوں سے مختلف قسم کی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ اگر کوئی نابینا بھی آجائے تو پھولوں کی پتیوں کو گھوٹ کر آنکھوں پر لگا دیا جائے تو آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حضور پر نور کے اسم گرامی کی برکت سے ہوتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں — جس دل پر

نام مصطفیٰ قلمِ قدرت سے لکھ دیا ہو جس کی جان محبت خداوندی اور عشقِ رسول کا گھوارہ ہو۔ اس دل کی آنکھیں نورِ بصیرت سے کیونکر روشن نہ ہوں گی۔ اگر نام مصطفیٰ والی پتیاں کافروں اور مسلمانوں کی آنکھوں کو یکساں نورِ بصیرت بخشتی ہیں تو اپنے نام لیواؤں اور آشنا دلوں کو نورِ بصیرت سے کب محروم رکھا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس درخت کے پتے کو اگر انسان نہ اٹھاتا تو چند لمحوں بعد یا تو اسے زمین نگل جاتی ہے یا کوئی فرشتہ اٹھا لیتا ہے تاکہ نام مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔ اس طرف کوئی چارپایہ گذرکر ان پتوں کو کھانے کی جرأت نہیں کرتا۔ کوئی آگ ان پتوں کو نہیں جلا سکتی۔ جس پتے پر دوست کا اسم گرامی لکھا ہو دنیا کی آگ اسے جلا نہیں سکتی تو مومن کا دل جس پر ایمان کی قلم سے اسم خدا اور رسول لکھا ہوا ہو جس کے دل میں نورِ عرفان ہو جو عشق خداوندی سے آراستہ ہو۔ جو محبت رسول اللہ سے معمور ہو۔ اسے آتش دوزخ کیسے جلا سکتی ہے جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَأَ لَھَبِیْ (اے مومن تیرے نور کی کرنیں تو مرے شعلوں کو ٹھنڈا کر رہی ہیں)

در باغ دل و زمین جانہا	جز مہر محمدی نہ کشتیم
اسرار محبت محمد	بر صفحۂ جان و دل نوشتیم

با نور محمدی شکے نیست
گز اہل سعادت بہشتیم

چوتھی نعت: ہزاروں درود پاک کی لڑیاں اور لاکھوں صلوٰۃ و سلام کے تحفے اس مرقد منور اور روضۂ اطہر پر نثار ہوں جس میں حضرت رسل ہادی سبل نص ختم انبیاء ختم سورۂ اصفیاء گوہر معدن جلالت قیصر روم رسالت نوک قلم سعادت۔ ناوک جان اہل شقاوت۔ پنجۂ ہیبت الہٰی۔ ثمرہ شجرۂ اسرار بادشاہی قالب روح غیب الغیب قلب فتوح بے عیب و ریب صدف دُر دانش و بینش یاقوت خاتم آفرینش۔ بلبلِ گلشن عشق و محبت۔ گلبن چمن صدق و معرفت خطیب زمرۂ روحانیاں ستارۂ میارہ فلک کروبیاں شہر الطباقِ لطفِ الہٰی۔ جلاب اقداح عنایت بادشاہی۔ نورِ نقطۂ جان۔ مرکز دائرۂ ایمان۔ سلطان تخت احتباء بخت اصفاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

محمد کا فرینش سایۂ اوست	ز رتبت نہ فلک یک پایۂ اوست

فلک را خاک پا یش تاج زرّیں | ز عزت نعتِ او طٰہٰ و یٰسین
فرشتہ در رکابش راہ پوئے | فلک میدان او را نیم گوئے
گل خوشبوئے این فیروزہ گلشن | شبستانِ جہان را شمع روشن

طفیلش ہرچہ بود و ہرچہ باشد
کرامت بیش ازیں دیگر چہ باشد

میں اُس ہستی کی نعت بیان کر رہا ہوں جس کے حسن کے آفتاب کی ایک تاب آسمانوں کے تمام گوشوں کے روشن رو اپنی جانوں کے کانوں میں حلقۂ بندگی بنا کر پہنتے ہیں جس کی زلفِ عنبریں کا ایک طرّہ رات کی اندھیریوں کے منشور کو صبح کے گریبانوں کی طرح پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ جس کے ہلالی ابرو کے رشک سے آسمان کا چاند گھوڑے کی نعل کی طرح بے وقار ہو گیا ہے۔ آسمان کی کمان کے تیرِ مژگاں کی تاب نہ لا کر قوس قزح کی شکل میں آسمان کے ایک کنارے میں گوشہ نشین ہو گئی ہے جس کے رخسار کے گلشن بے خار کا ایک شگوفہ دنیا بھر کے باغوں کے پھولوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ جس کے لعل لب عقیق یمن کو بازار عالم میں بے وقار بنا رہے ہیں۔ جس کے عارض کی رعنائی نے بہاروں کی رونق کو درہم برہم کر دیا ہے۔ جس کے مروارید دانتوں نے (جو عاشقوں کی جان ہیں) درّ و مرجان کی آب و تاب کو ماند کر دیا ہے۔ جس کی پیشانی کے نور کے عکس جمیل نے زہرہ کے رخساروں کی چمک دمک کو خاک میں ملا دیا ہے جس کے منہ کا زلالِ لعاب عاشقوں کے زہر ہجر کو تریاق بن کر آیا ہے۔ جس کے پسینہ مشکین کے سامنے آبِ حیات اندھیرے خلوت کدوں میں جا چھپا ہے

عکسے ز نور روئے تو خورشید انور ست | رشحے ز قلزم کرمت حوض کوثر ست
نے عقل بر خصائص ذات تو واقف ست | بے طبع بر دقایق شرح تو رہبر ست
ہر کو ز سوز دل نفسے خوش ہمی زند | در زیر دامن کرمت ہمچو مجمر ست
آنرا کہ برکشیدہ قبول تو ہم چو تیغ | گرچہ برہنہ است زگوہر تونگر ست

وانرا کہ ہم چو تیر بینداخت روئے تو
خونین دہان و بے زدہ خاک بر سر است

میں اس سیدِ والا کا نام لے رہا ہوں کہ جب عُلِّمَ بِالقَلَم کے خطاط نے وَ عَلَّمَکَ مَا لَم

تَکُوْنُ تَعَلَمْ کے مدرسہ میں قلم قدرت اور خامہ حکمت سے لوح فطرت پر لکھا تھا کہ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ تو سب سے پہلے نقطہ جو نوک قلم سے نکلا وہ نور محمدی تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب یہ نور وجود کی شکل میں نمودار ہوا تو عالم وجود اور جہان شہود میں صلاۃ و سلام کی صدا بلند ہوئی اور اعلان ہوا اے شبستانِ عدم کے سونے والو! اے میکدۂ قدم کے زاویہ نشینو! خواب غفلت سے اٹھو! دنیا میں ایک ایسا نور ظاہر ہوا ہے جس سے سارے جہان میں غلغلہ برپا ہو گیا ہے کہ اس کا پیمانہ عشق ہمیشہ دور میں رہے گا اور اس کا نام پاک محمد رسول اللہ ہمیشہ تابان و زندہ رہے گا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا وجود دراثمین ہے۔ اس کا ظہور رحمۃ للعالمین اس کا کرم عمیم ہے اس کا خلق وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ہے۔ یہ تمام فرشتے یہ تمام آسمان اسی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ عالم وجود کی ہر چیز اور جہانِ شہود کا ہر ذرہ اسی کی نظرِ عنایت کا مرہون احسان ہے۔ اسی کی نگاہ حمایت کا محتاج ہے۔ تمام روشنیاں اسی کے نور کامل کی کرنیں ہیں۔ کرو بیان، روحانیاں اور نوریاں اسی نور سے استفاضہ کرتے ہیں۔ حور و قصور اسی کے نور سے حسن و جمال پاتے ہیں، رضوان و ولدان غلمانِ جناں اسی کے نور کے محتاج ہیں۔ ارواح قدسی اور انسی اسی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ انبیاء، مرسلین۔ اصفیاء، کاملین اسی کے نور کے دریوزہ گر ہیں۔ ثباتِ آدم، نجاتِ نوح اسی کے نور سے ہے، وفائے خلیل اور صفائے اسمٰعیل اسی کے نور سے ہے۔ دعوتِ یعقوب اور صحتِ ایوب اسی کے نور کا صدقہ ہے۔ نجاتِ یوسف اور اجابت یونس اسی کے نور سے ہے۔ طورِ موسیٰ اور انجیل عیسیٰ اسی کے نور سے ہیں۔ شعلہ شعیا اور حیاتِ یحییٰ اسی کے نور کا پرتو ہے (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) شیخین کا ایمان۔ سیرین کا عرفان اسی کے نور کا صدقہ ہے۔ عرفا کی وجاہت، علماء کی فقاہت اسی کے نور کا ٹکڑا ہے۔ آسمان کا نیلا خیمہ، صحن زمین سکون اسی کے نور کا عکس ہے۔

چشم کشا نور محمد ببین　　قاعدۂ دولت سرمد ببین
ہر دو جہاں پرتو نور وے ست　　کون و مکان بہر ظہور وے ست
نور نبی لمعۂ نورِ خدا ست　　لمعۂ نور از وے کے جدا ست
نور خدا ظاہر ازیں نور شد　　ماتم ہر طالب ازیں سور شد

لیکن تم نور محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و قیمت کیا جانو اور اس دولت سرمدی کے جام جان بخش کا لطف کیا جانو۔

بزار تشنہ زشوق فرات جان داد ست
نشستہ قدر چہ دانی تو برکنار فرات

نیک بخت وہ ہے جو دل وجان سے چشم بصیرت کو اللہ تعالےٰ کے مکاشفات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات سے روشن رکھے۔ دل کی بنیادوں کو کونین کے تعلقات اور جان کی دنیا کو دنیا کے تعلقات سے خالی کرے، اسے صرف جلال ظہور احمدی اور کمال نور محمدی پر نگاہ ہو۔ پھر اسے جلال محمدی کی بارگاہ اور اصالت احمدی کے سراپردہ کا ایک گوشہ عالم ظہور میں نظر آئے گا۔ وہم بشریت کے عالی پرواز شہباز کو اس فضائے نوریں پرواز کرنے کی کب ہمت ہو سکتی ہے لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل حضرت جبرائیل (روح القدس) نے روحانی شعاعوں اور ملکوتی بازوؤں کے ساتھ ایک بار چاہا تھا عظمت محمدی کی فضا میں پرواز کرے، اس کے فہم وادراک کے پروبال آتش غیرت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں جلنے لگے۔ لودنوت انملۃ لاحترقت

آنجا کہ قدر تست فلک را مدار نیست	وآنجا کہ قہر تست زمین را قرار نیست
نے انبیائے مرسل و نے جبرئیل را	در پردہائے خلوت خاص تو بار نیست
آنجا کہ کرد شرع تو انتقاو تیغ حکم	عقل برہنہ را سپر اختیار نیست
تا تہمت جنوں ننہد کفر ہرزہ گو	انگشت خط نگار تو ہر نے سوار نیست
گرچہ شمار خلق جہاں از عطائے تست	در عالم عطائے تو رسم شمار نیست
ہرچہ آمدت بدست بدادی و بیش ازاں	دیں جود کاں کسے ست کش از فقر عار نیست
تو مفتخر بفقر ہمہ نسل آدمت	در سایۂ لوائے بدانت افتخار نیست
اے انبیاد بسایۂ تو کردہ التجا	آں کیست کش بسایۂ جاہ تو کار نیست

دریائے مدحت تو زپہنا وری کہ ہست
در وے شناوران سخن را گذار نیست

پانچویں نعت

بلند ہمتوں کے میدان کی رصدگاہیں اور ارباب مقاصد و مرام کی بلندیوں کے مقامات حمد و ثنا ملک علام خدائے ذوالجلال والاکرام جل ذکرہ و عم برہ کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ گرامی ہیں ہزاراں درود اور ہزاراں سلام پیش ہیں وہ ابدی اسرار کا بادشاہ ہے ۔ وہ ازلی انوار کا چاند ہے، وہ عرفان کے علوم کا لطیفہ اور احسان کی تحریروں کا صحیفہ ہے ۔ وہ افسردہ جانوں کا طبیب لبیب ہے ۔ وہ مردہ دلوں کے لئے قطرہ باران بہار ہے ۔ وہ گدایان امت کے غمکدہ کا چراغ ہے ۔ وہ درماندگانِ ملت کی محفل کی شمع ہے ۔ وہ تمام گناہگاروں کا شفیع ہے اور تباہ روزگاروں کا دستگیر ہے ۔

آں را کہ اطاعت محمد باشد گنجش ز قناعت محمد باشد

گر ہست امید رحمتے عاصی را آں ہم ز شفاعت محمد باشد

میں اس سید والاصفات کا نام لے رہا ہوں جسنے ازلی علوم کے اسرار و رموز کے خزانے یعنی علوم مکتوم وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ کے پارے اباق اِقْرَاْ، وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے مدرسہ میں ازبر کیے تھے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کا تاج معراج سر پر سجایا تھا فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ کی خلعت زیب جان و تن کی تھی جس نے صاف فکر کی اصطرلاب کو مکمل عقل کی روشنی میں نصب فرمایا، وجدان کی سعادت کی گھڑیوں اور حرمانِ شقاوت کے اوقات کو جانتے تھے ۔ جب آپ عرفان کے جام جہاں نما سے سَنُرِیْهِمْ کی روشنی میں اپنی نگاہ بصیرت سے دیکھتے ۔ الواح کی تمام شکلوں کے نقوش اور ارواح کے تمام احوال کی تحریریں آپ کے سامنے ہوتیں جب مجاہدات کے حجرہ سے مصمم ارادہ لے کر اٹھتے تو مشاہدات کے تمام برج نظر آتے ۔ عالمِ ملکوت کے گلشن سرا کی نغمہ نوایاں باغ جبروت کے درختوں کی شاخوں پر ایک سماں باندھ دیتیں اور آپ کے خلق عظیم کی مدحت سرائی کرتی سنائی دیتیں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا جب آپ کی جان کا شاہباز علیین کی بلندیوں پر پرواز کرتا تو حق الیقین کے اسرار کی ساری بلندیوں کا شکار اس کے پنجوں میں ہوتا ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ

اے رفتہ شبے بکام اسرائے از حجرۂ مکہ تا با قصے

از شوق ہوائے پائے بوست — رفتہ ز دل سنگ صخرہ از جا
بر بام سپہر راندہ واز شام — تا صبح براق سدرہ پیما
جبریل ز سرعت رکابت — وا ماندہ نشستہ پائے بر جا
تو تاج لقد رای نہادہ — بر تارک لامکان زبطحا
در بزم وصال دوست خوردہ — مے از قدحِ دنی فتدلّیٰ
از صحن فضائے قاب قوسین — رفتہ بحرم سرائے ادنیٰ
از شوق وصال و ذوق مستی — ہمدم شدہ با رفیقِ اعلےٰ
ہست آمدہ تا بروز محشر — از جام جمالِ حق تعالےٰ

دیدہ ہمہ راز ہائے پنہاں
در جام جہاں نمائے پیدا

اشارت : اے درویش دنیا والوں کا خوف و ہراس دو چیزوں کی وجہ سے ہے۔ ایک کثرتِ گناہ۔ اور دوسرے قلت طاعت خداوندی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ شفاعت فرمائیں گے تاکہ امت کے مسکین، غمگین ان دونوں غموں سے نجات پا سکیں۔ ان دو چیزوں کے لئے مندرجہ ذیل دو مثالیں سامنے رکھیں۔

کثرتِ گناہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلے کے دن فرعون کے ۷۱ جادوگر ستر ہزار جادو کی تمثیلات لائے تھے وہ چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے پر بالادستی قائم کر سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا تلقف مَا یَافِکُوْنَ کو اپنے ہاتھ سے پھینکا وَنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ھِیَ بَیْضَاءُ لِلنّٰظِرِیْنَ کا مظاہرہ کیا جب فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ کا شور و فغان اٹھا۔ تمام جادوگروں کے جادو نیست و نابود ہو گئے۔ اسی طرح قیامت کے دن دولتِ محمدی کی شفاعت ہزاروں گناہوں لاکھوں لغزشوں اور کروڑوں معاصی کو میدان عرصات میں نیست و نابود کر دیگی۔ ہمارے آقا و مولیٰ شفاعت کا ہاتھ بڑھائیں گے تو اس شفاعت کا اثر یہ ہوگا کہ امت کے معاصی ختم ہو جائیں گے حضرت موسیٰ کا اژدہا ستر ہزار جادو کی تمثیلات کو نیست و نابود کر سکتا ہے اور پھر یہ جادوگر بخشش کا قبالہ بھی حاصل کر سکتے ہیں تو کیا

ہمارے خواجۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ شفاعت اپنی امت کی سیاہ کاریوں کو بخشش کر عنایت خداوندی کا مستحق نہیں بنا سکتا۔

قلتِ طاعت خداوندی

شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر امت پر صرف پانچ وقت رہ گئیں (جس کی تفصیل واقعہ معراج میں آئے گی) تو حضور کے دل میں خیال آیا کہ میری امت اتنی نمازوں کے ثواب سے محروم ہوتی جا رہی ہے تو اسی وقت خطاب آیا اے میرے محبوب! مجھے اپنے جلال کی قسم ہے تیری امت کے شکستہ دل لوگ اگر پانچ وقت نماز ادا کر لیا کریں گے میں انہیں پچاس نمازوں کا ثواب دیا کروں گا۔ ان کے ثواب اور اجر کے متعلق اپنے دل سے خدشہ نکال دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک غریب صحابی کے گھر اپنے تمام صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ صاحب خانہ کے پاس صرف ایک ہی روٹی تھی جو خدمت اقدس میں پیش کردی۔ چونکہ کھانا تھوڑا اور کھانے والے بہت زیادہ تھے۔ حضور نے اس روٹی کو اپنے دستِ مبارک کے زیر سایہ کر لیا اور سب کو کھانا کھلاتے گئے۔ اس طرح آپ کے اسّی ساتھی ایک ہی روٹی سے سیر ہو گئے، پھر بھی کچھ بچ رہا۔ اے میرے عزیز! قیامت کے دن اگلوں پچھلوں کی عبادتیں اللہ تعالیٰ کی نگاہ بے نیاز میں نانِ جویں کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی امت کے قلیل اعمال بے اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اے دربار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے درویش! میں اپنے خواجہ دستگیر کی نعت بیان کر رہا ہوں اور اس کے باغِ گلستان عقیدت و احترام کی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر کر رہا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے، وہ اللہ کے مطلع اور مخلوق کے شفیع تھے۔ وہ مشتاقان دیدار کے حبیب اور درد مندانِ غفلت کے طبیب ہیں وہ شہر شریعت کے بادشاہ ہیں اور اوج طریقت کے آفتاب، وہ برج حقیقت کے درخشندہ ماہتاب ہیں۔ محمدؐ کون ہیں؟ امت کے کمزوروں کے غمخوار۔ عرصات قیامت کے شاہسوار محمد کون ہیں؟ نیک سرشت بندہ اور آدم صفت انسان ہیں۔ انجمن میں ہوں تو باغ بہشت ہیں۔ محمدؐ کون ہیں؟ از سر تا قدم دنیا کے قالب کی جان ہیں اور عاشقانِ امت کی کشتی کے کشتیبان ہیں محمد کون ہیں؟ وہ امت کے شکستہ دلوں کے حکیم اور نور قربت کے کوہ طور کے کلیم ہیں۔ محمدؐ کون ہیں؟

عالم روحانیت کے مسیح اور منبرِ رسالت و نبوت کے فصیح ہیں۔ محمدؐ کون ہیں؟ شب خیز، اشک ریز، شفیع امت بروز رستخیز، وہ مجتبیٰ ہیں، وہ مصطفیٰ[۱] ہیں صلے اللہ علیہ وسلم

اے صبح صادقان رخِ زیبائے مصطفیٰ	وے سرو راستان قد رعنائے مصطفیٰ
آئینۂ سکندر و آبِ حیات خضر	نور جبین و لعل شکر خائے مصطفیٰ
معراج انبیاؑ و شب قدر اصفیا	گیسوئے روز پوش قمر سائے مصطفیٰ
ادریس کو مدرس درس معارف ست	لب تشنہ پیش منطقِ گویائے مصطفیٰ
عیسیٰ کہ دیر دایر علوی مقام اوست	شد پردہ دار ذروۂ علیائے مصطفیٰ
بر ذروۂ دنیٰ فتدلیٰ کشیدہ است	ایوان بارگاہ معلائے مصطفیٰ
از جام روح پرور مازاغ گشتہ مست	آہوئے چشم دلکش شہلائے مصطفیٰ
خیاط کارخانۂ لولاک دوختہ	پیراہن اہل بیت بیالائے مصطفیٰ
شمس و قمر کہ لولوٴ دریائے اخضر اند	از روئے مہر آمدہ لالائے مصطفیٰ
قرص قمر شکستہ برین خوان لاجورد	وقت صلائے معجز ایمائے مصطفیٰ
کحل الجواہر ملک و طوطیائے روح	دانی کہ چیست خاک کفِ پائے مصطفیٰ
روح القدس کہ آیت قربت نشان اوست	قاصر ز درک پایۂ ادنائے مصطفیٰ

خواجہ گدائے درگہِ او شو کہ جبرئیل
شد باکمال مرتبہ مولائے مصطفیٰ

صلے اللہ علیہ و آلہ وزادہ شرفاً اکراماً لدیہ۔

بنی اسرائیل کے عروج کے زمانہ میں ایک ایسا فاجر فاسق آدمی تھا جس نے اپنی جوانی کے بائیس سال بڑے گھناؤنے فسق و فجور کی نذر کر دیئے لوگوں پر ظلم و ستم توڑتا رہا۔ لوگوں کے مال کو لوٹتا رہا۔ بہت سے لوگوں کا عرصہ حیات تنگ رکھتا تھا۔ اسی اثناء میں ملکوت الموت نے اسے دنیا کی زندگی سے علیحدہ کر دیا اور اس کے فسق و فجور کے سارے کارخانے دنیا میں دھرے رہ گئے۔ لوگوں کو اس کی موت سے دلی مسرت ہوئی اور خدا تعالیٰ کے حضور میں نماز شکرانہ ادا کی گئی۔ اور اسے گھسیٹتے گھسیٹتے بنی اسرائیل کے ایک اندھیرے قبرستان کے کونے میں جا پھینکا۔ اس طرح اسکی بداعمالیوں سے

[۱] محمد التجائیں سننے والے جاننے والے غریبوں کی صدائیں سننے والے ماننے والے

بے فکر ہوگئے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی آئی اور سلام پہنچانے کے بعد پیغام دیا ۔ اے میرے نبی ۔ میرے بندوں میں سے ایک بڑا پیارہ بندہ فوت ہوگیا ہے ۔ میرے دشمنوں نے اسے بنی اسرائیل کے قبرستان کے ایک کنارے پھینک دیا ہے ۔ آپ جائیں اور اسے اس نامناسب جگہ سے اٹھاکر تجہیز و تکفین کریں اور اپنی قوم کو اس کی نماز جنازہ پر جمع کریں تاکہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی برکت سے یہ لوگ بھی نجات حاصل کریں ______ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمان خداوندی کے ماتحت اس جگہ آئے ۔ دیکھا کہ ایک خستہ لاش منہ کے بل پڑی ہے ۔ غور سے دیکھا تو وہی فاسق و فاجر انسان تھا جو بائیس سال فسق و فجور میں رہا ۔ بڑے حیران ہوئے ۔ چونکہ حکم خداوندی تھا ۔ اسے اٹھایا ۔ بارگاہ خداوندی سے صورت حال دریافت کی تو جبرائیل نے بتایا ۔ اے موسیٰ ، میرے بندوں نے اس شخص کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے سینکڑوں واقعات دیکھے ہیں لیکن ایک دن یہ شخص توریت دیکھ رہا تھا ۔ اس میں نعت رسول لکھی دیکھی ۔ اس کے دل میں محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جوش مارا اور دیوانہ وار ان اوراق کو منہ سے ملنے لگا جن پر اسم محمد لکھا ہوا تھا میں نے اس کی یہ ادا دیکھتے ہوئے بائیس سالہ گناہ معاف کردیئے اور اسے اپنے مقربین کی صف میں جگہ دے دی ۔ اے گدائے کوچۂ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ! یہ ہے میرے آقا و مولیٰ کی صفت ۔ اب دلی مہر و محبت سے آنحضرت کے روحِ پرفتوح پر درود و سلام کا تحفہ پیش کرو اور خلوص زبان سے کہو صلے اللہ علیک یا رسول اللہ ؐ

چھٹی نعت

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَشَفِیْعِ الْاُمَّۃِ وَ کَاشِفِ الْغَمِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

لاکھوں درود پاک اور کروڑوں سلام و صلوٰۃ کے تحفے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین کے روح نازنین پر ہوں جو فلک سیادت کے چاند اور آسمانِ سعادت کے آفتاب ہیں ۔ وہ راحت کی خوشبوؤں کا ایک جھونکا اور امن کی عطر بندیوں کا ایک نمونہ ہیں ۔ وہ تحقیق کے عمان کے سیاح ہیں اور توفیق کے میدان کے سپہ سالار ۔ وہ قربت خداوندی کے قاف کے عنقا اور عزت الٰہیہ کے آشیاں کے شہباز ہیں ۔ ممالک ملکوت کے سفیر اور ممالک جبروت کے دبیر ہیں ۔ وہ وحدانیت کے آتش دان کے عنبر اور سرمدی معدن کے یاقوت ہیں ۔ وہ امانت کے سہیل یمنی ہیں اور دیانت کے چمن کی خوشبو ہیں ۔ ماہ رخ صنوبر قد ۔ عطارد فطنت ۔ خورشید رخسار ۔ کیوان مقدار ۔ مشتری پیکر ۔ زہرہ دیدار ۔ شوہر زہرا رضی اللہ عنہا

کے والد مکرم ہیں کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ کی مسند کے صدر نشین اور وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ کے خطاب سے متصف ہیں۔

اے رحمت عالمین کہ رحمت تست ۔۔۔ عصیاں از ماچنانکہ عصمتِ از تست
لطفِ بکن و روئے مگردان از ما ۔۔۔ چون پشتی عاصیاں امت از تست

وہ خواجۂ عالم کہ آفتاب آفرینش مشرق کے کنارے سے اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک آپ کے نازبا نہ جود کی تحریک نہیں ہوتی۔ اس نیلے آسمان کا زریں گنبد اس وقت میدان کن فیکون میں وارد نہیں ہوسکتا جب تک آپ کے رکوع و سجود کے چوگان کی زد میں نہیں آتا۔ یہ آسمان پر تیرنے والا روشن چاند اس دنیا کی فضا میں عالم آرا نہیں ہوسکتا جب تک آپ کے زمانہ کے اوقات کی رصد بانی نہیں کر لیتا۔ یہ جمشید کے جاہ و جلال والا خورشید اس وقت تک فلک پیمائی نہیں کرسکتا جب تک آپ کے نور اور ضیاء سے مستنیر نہ ہولے۔ سورج کی روشنی آپ کے محراب عبادت کی شعلہ داری کرتی ہے اور آپ کی مناجات کے حجرے کی چراغ بنتی ہے۔ یہ سات پایہ منبر وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا فلک اطلس کے قبہ اور آسمان کے برجوں کی قندیلیں اس وقت تک روشن نہیں کی گئی تھیں جب تک آپ کی شب معراج کی زیب و زینت کے لئے نقش و نگار اور چراغاں کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ اس وسیع بساط کو ان روشن ضیاؤں سے درخشاں کیا گیا اور رنگا رنگ نقوش سے سجایا گیا۔

اے تو سلطان دار ملک وجود ۔۔۔ ہمہ عالم طفیل تو مقصود
مرکز محور وجود توئی ۔۔۔ کہ بتو قایم ست ہر موجود
اول و آخری بجان و تن ۔۔۔ ظاہر و باطنی بحشمت وجود
مبدأت از کجاست منہ بدا ۔۔۔ منتہا از کجا بالیک یعود
زاولت نام زاں محمد شد ۔۔۔ کامنت راست عاقبت محمود
گر ملک سرکشد زخدمت تو ۔۔۔ ہم چو ابلیس میشود مردود
شد جام جہاں نمائے دلت ۔۔۔ مظہر اسم و شاہد و مشہود
جام جانت زدودہ صیقل عشق ۔۔۔ از برائے ظہور نور شہود
تا نمودہ زجام ہستی تو ۔۔۔ ہر چہ بودست و ہست خواہد بود

می فرستد معین بخدمت تو — صد ہزاران درود نامعدود
دارم امید کز شفاعت تو
حق تعالے زمن شود خوشنود

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی نبوت کے اولین ایام میں بارگاہ رب العزت میں لاکھوں التجاؤں سے کہا رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکاً پھر جاکر مملکت کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی آپ کو سخت محنت کرنا پڑی وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا کا مقام آیا تو پھر رحمت خداوندی سے اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ نعمت نصیب ہوئی۔ ہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نیازمند تھے، جب آپ نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی تو اتنی بار التجا، سننے کے بعد قبول فرمائی۔ لیکن ہمارے خواجہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ اَسْرَای بِعَبْدِہٖ لَیْلًا کے انعام یافتہ تھے، مقام سدرہ پر دونوں جہاں کی مملکت آپ کے سامنے پیش کی گئی لیکن آپ نے نگاہ غلط انداز سے بھی اس مملکت کو نہ دیکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقصود خاص اور دوجہاں کی بادشاہت قدموں میں ڈال دی گئی، پھر آپ کو لَقَدْ رَایٰ مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔

ایا خیر مبعوث الیٰ خیر عالم — واکرم موجود لحوّا و آدم
ویا خیر منسوب الیٰ خیر معشر — ویا خیر فرع من ذوابتہ ھاشم
ویا خیر من صلے وصام لربہٖ — ولم یخش للرّحمٰن لومۃ لائم
وجاھد فی الکفار حق جہادہٖ — بطعن وضرب بالسیوفِ الصوارم
فیکفیک رسول اللہ اکملت مدحتی — کنتظم من المرجان فی کف ناظم
وَاَنت الذی ترجوا شفاعۃ عندہٖ
ومثلک من یرجی لدفع العظائم

میں اس سیدِ گرامی کا نام لے رہا ہوں جو اٹھارہ ہزار عالم کے وجود کے مقصود نہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام سیدالانس تھے تو وہ آپ کے تابع تھے۔ اگر حضرت ادریسؑ تھے تو آپ کے لاونعم کی تدریس کے فیض یافتہ تھے۔ اگر حضرت نوح تھے اور ان کی کشتی تباہ کن موجوں کے بھنور میں پھنسی تو آپ کے ہی فیض سے ساحل نجات پر پہنچی تھی اگر حضرت ابراہیم تھے تو آپؐ کے دسترخوانِ کرم کے ہمنوا

کے مہمان تھے۔ اگر حضرت یوسفؑ تھے تو آپؐ تخت بخت اور قصرِ مصر میں جلوہ افروز تھے۔ اگر موسیٰ کلیم اللہ تھے تو آپ کے طورِ سینا کے ندیم حریم تھے۔ اگر حضرت داؤدؑ تھے تو آپ ہی کے نغمہ دلربا کے پردوں اور سروں سے بہرہ ور تھے۔ اگر حضرت سلیمان تھے تو آپؐ کے ہی تخت اور علم سے مستفیض تھے۔ اگر حضرت یونسؑ تھے تو آپؐ ہی کے بحرِ احسان و نعم کے غریق تھے۔ سکندر آپؐ ہی کے وصال میں وادیٔ انوار و ظلمت کے سرگرداں تھے۔ حضرت لقمان آپؐ ہی کے علوم و احکام کے دسترخوان کے لقمہ بردار تھے۔ حضرت یحییٰؑ آپؐ ہی کے ذوقِ وصال اور شوقِ جمال سے پُرغم اور پرنم آنکھوں میں مبتلا تھے۔ حضرت عیسیٰؑ آپ ہی کی آمد کی بشارت اور خوشخبری سناتے رہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپؐ کے ہی حریم حرم کے رازداں اور پیغام رساں تھے۔ حضرت مکائیل علیہ السلام آپؐ کے ہی مناجات و حاجات میں ہمدم تھے۔ اسرافیل علیہ السلام آپؐ کے ہی دبیرستان میں لوح درکنار تھے اور اسی مکتب میں قلم سے حروف لکھتے تھے۔ عزرائیل علیہ السلام آپؐ کے ہی ماتم و سوز کے رفیق شفیق تھے۔ فرشتے آپ کے عزیز و مکرم اور آسمان آپؐ کے محل کے نیلگوں سراپردہ تھے۔ لوح محفوظ آپ کے قلم کی نگارشات کے صحیفہ کا ایک صفحہ تھی۔ قلم آپ کے منشور کا طغرا نویس تھی۔ کرسی آپؐ کے عالی ہمم ضمیر منیر کا تکیہ تھی۔ عرش مجید آپؐ کے مہمان خانہ جود و کرم کا دسترخوان تھا۔ بہشت آپؐ کی تحریر کا ایک حرف تھا۔ رضوان آپؐ کی امت میں تقسیم شدہ خزانوں کا ایک سکہ تھا۔ دوزخ آپ کے دشمنوں کا زندان خانہ تھا۔ بوستانِ ارم آپ کے دوستوں کی سیرگاہ تھا۔ مالک آپؐ کے جہنم کا دربان تھا۔ دل آپ کا جامِ جم تھا۔ پھول آپؐ کے تبسم کا ایک کرشمہ تھا۔ سمندر آپ کے کرم و سخا کا قطرۂ شبنم تھا۔ یہ جنگلات آپؐ کی برکات کے خزانوں کا ایک ذرہ تھے۔ یہ زمان و زمین یہ مکان و مکین آپ کے غلام خادم اور خدمت گذار تھے۔ یہ معین آپؐ ہی کے کوچۂ محبت کا گدائے بے نوا تھے۔

عالم نمے از رشحۂ بحر کرم اوست	آدم کفِ خاکے ز غبار قدم اوست
عیسیٰ کہ چو خورشید زند خیمہ برا فلاک	در آرزوئے سایہ عالی علم اوست
دُرِ در شکم بحر نہان ست دل او	در لیست کہ صد بحر نہاں در شکم اوست
ہر بندہ کہ دارد خط آزادی دوزخ	آں بندۂ غلام وے و آں خط رقم اوست
شادی جہاں کرد فدائے غم امت	دانست کہ شادی جہانے بغم اوست

چوں دید کہ نیکی تو کم بود بدی بیش　　زیں واسطہ دانم کہ غم بیش و کم اوست
جانم کہ طپید ہر نفس از بہر وصالش　　موقوف برون آمدن دم بدم اوست

دایم امیدے کہ نپرسند بمحشر
تقصیر **معینے** کہ بنا بر کرم اوست

ساتویں نعت: درود پاک کے عنبریں جھونکے اور صلوٰۃ و سلام کے جانفزا نغمے جو باغ قدس سے چلتے ہیں۔ بوستان محبت سے اٹھتے ہیں اور دل و جان کو معطر کرتے جاتے ہیں اور دماغ و روح کو فرحت بخشتے جاتے ہیں۔ اس مرقد منور مشہد معطر پر نثار ہوں جس میں صدر بزرگوار بدر نامدار۔ قبلتین کا قبلہ۔ کونین کے کاف و نون کا پہلا خلاصہ۔ حرمین کے حریم کا ندیم۔ دو جہانوں کے علوم کا مرجع۔ دو جہانوں کے وجود کا مقصود اعلیٰ۔ بدر و حنین کے فاتح لشکر کا سپہ سالار۔ ایوانِ خداوندی کے اسرار کا مالک۔ میدان قاب قوسین کا شاہسوار قمرین کے باغ کا گل سر سبد۔ معلم مکمل رشاد ثقلین۔ جدِ عالی حسنین هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّاۤ اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ آرام فرما ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اے ختم رسل کہ شاہ کونین توئی　　سرور دو جہان و در بحرین توئی
ہر شب ملک از فلک زمیں بوس کند　　شاہنشہ تخت قاب قوسین توئی

میں اس سید عالی نسب کا نام لے رہا ہوں جن کے نور کی برکت سے دنیا کا شکوہ اور اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ کا دبدبہ قائم ہے۔ آپ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا کے رموز کا خزانہ ہیں۔ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا کی بشارت آپ ہی کی برکت سے ہے۔ حضرت نوح کی رسالت کی بساط آپ ہی کے دم قدم سے ہے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کے عجائب و غرائب آپ ہی کے فضائل کے انوار کا ایک کرشمہ ہیں۔ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا آپ ہی کی تسلیم یا تعظیم کا اثر ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا آپ ہی کے کلام کریم کا ایک جملہ ہیں۔ سنت نبوی فرائض اور معاملات کے سارے مسائل آپ ہی کے زبان معجز لسان کے حروف ہیں یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ آپ ہی کے گلزار کی خوشبوؤں کا ایک جھونکا ہے اور آپ ہی کے سفر کا توشہ نہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا وعدہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰی آپ کے

انعامات کا ایک حصہ ہے اور خطاب مستطاب یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ آپ ہی کے اکرام کے شجر کا ثمرہ ہے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ کے راز کا اظہار اور یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے اعجاز کے اسرار آپ ہی کی گلستان کا ایک پھول اور آپ ہی کے بوستان کی ایک کلی ہے وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین۔ ہر نبی و ولی کے سینہ کا سرور اور حضرات ابوبکر، عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ایمان کی ایک جھلک ہے۔

نعت

اے گہر تاج فرستادگان | تاج دہ گوہر آزادگان

ہر چہ ز بیگانہ و خیل تواند | جملہ درین خانہ طفیل تواند

اول بیت ارچہ بنام تو بست | نام تو چوں قافیہ آخر نشست

گوئے قبولے بازل ساختند | در صف میدان دل انداختند

آدمؑ تو عہد در آمد ز پیش | تا برد آن گوئے بچہ گان خویش

بار گیش چون ز بے خوشہ رفت | گوئے فرو ماند و فرا گوشہ رفت

نوحؑ کہ لب تشنہ بدریا رسید | چشمہ غلط کردہ بطوفان رسید

جہد براہیمؑ چو رائے او فتاد | نیم رہ آمد دو سہ جائے او فتاد

خود دل داؤدؑ نفس تنگ داشت | در خور این نغمہ کم آہنگ داشت

داشت سلیمانؑ ادب خود نگاہ | مملکت آلودہ نجست این کلاہ

موسیٰؑ ازیں جام تہی دید دست | شیشہ یکے پارۂ ازلی شکست

یوسف ازین چاہ عیانے ندید | جز رسن و بند نشانے ندید

عزم مسیحا چو فلک ساز گشت | بہر قدومت ز فلک باز گشت

ہم تو بنو طرح در انداختی | سایہ برین کار برانداختی

مہر شد این نامہ بعنوان تو
ختم شد این خطبہ بدوران تو

حکایت : حضرت یعقوب علیہ السلام کی مہلت فراق مکمل ہوئی اور لڑکے کے وصال کی نوبت پہنچی تو آپ نے اپنے تمام عزیزوں کو جمع کیا، کہتے ہیں اس مجلس میں ستر افراد موجود تھے (ایک روایت میں بائیس ۲۲ ایک میں چار سو) ان سب حضرات کو مصر کی طرف روانہ کر دیا جب مصر شہر ایک منزل رہ گیا تو یہودا کو آگے آگے مصر میں بھیجدیا تاکہ یوسف علیہ السلام کو ان کے والد مکرم اور بھائیوں کی آمد کی اطلاع دے دیں حضرت یوسف نے حکم دیا کہ شہر مصر کو سجایا جائے تمام لشکر آراستہ کر دیا جائے اور حضرت یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد کے استقبال کی تیاریاں کر کے باہر آئے جو سلطانِ آفتاب لاجوردی چادر پر نور تن کی سنہری طنابیں اٹھا کر فلک پر نمودار ہوا تو حضرت یوسف کی فوجوں کے ستر حصے کئے گئے تھے، ہر فوج میں دو ہزار سوار تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک ٹیلے پر کھڑے استقبال کے نظارہ کو دیکھ رہے تھے اس طرح حضرت یوسف کا لشکر جوق در جوق آپ کے بیٹے کے نزدیک سے گزرتا اور سلامی دیتا جاتا حضرت یوسف علیہ السلام دور سے نظر آئے۔ آپ ایک مرصع عماری پر تشریف فرما تھے۔ مصر کے علماء و حکماء دائیں بائیں چل رہے تھے۔ حضرت یوسف کی نگاہ حضرت یعقوب کے چہرے پر پڑی تو عماری سے ادباً نیچے اتر آئے تو زمین پر جھکتے جھکتے والدِ مکرم کے قدموں تک پہنچے، حضرت یعقوب کو ایک عرصہ کے بعد اپنے پیارے بیٹے سے ملاقات ہوئی تھی، آپ بھی زمین پر گر گئے۔ حتیٰ کہ دونوں بلندیوں کو چھوڑ کر پستیوں میں آگر ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے معانقہ کیا اور چند لمحے مدہوش رہے، کہتے ہیں کہ پانچ لمحے حضرت یعقوب علیہ السلام پر غنودگی طاری رہی۔ اس عالم مدہوشی میں عالم بالا کے ملائکہ عرش کے ملاء اعلیٰ اور کروبیان بلندیوں کے دریچوں سے نظارہ کر رہے تھے، ان دونوں ہجر زدہ ہستیوں کی ملاقات کا نظارہ دیکھ رہے تھے حضرت جبرائیل ستر ہزار فرشتوں کو لئے جنت کے خزانوں سے بھری ہوئی طشتریوں کو دونوں پر نثار کر رہے تھے مقرب فرشتوں کی صفوں میں ایک غلغلہ برپا ہو گیا اور فرشتوں میں ایک ولولہ پیدا ہو گیا۔ حوریں بہشت کی دیواروں پر صف بستہ کھڑی تھیں۔ رضوان جنت کے دروازے پر حیرت زدہ کھڑا تھا اور جناب خداوندی میں رو کر کہنے لگا اے اللہ کیا تیرے بندوں میں سے کسی دوسرے کو بھی ایسی محبت ہوگی جیسے حضرت یعقوب و یوسف کے درمیان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی سے ستر بار زیادہ محبت ہے جتنی ان باپ بیٹوں کو ہے۔

اس جاہ و جلال کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے حضرت یوسف نے مصر کے لوگوں کو مصر کی مرکزی عبادت گاہ میں جمع کیا۔ خود منبر پر کھڑے ہو کر بڑا فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور اس خطبہ میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا۔ پھر آپ نے حاضرین سے سوال کیا، لوگو تم کون ہو، میں کون ہوں؟ سب نے کہا ہم اللہ کے بندے ہیں اور آپ خدا کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا آپ سب لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ برگزیدہ نبی حضرت یعقوب علیہ السلام میرے والد مکرم ہیں۔ اور یہ حضرات میرے بھائی ہیں۔ میں نے اپنے والد مکرم اور برادران مکرم کی طفیل تم سب کو آزاد کر دیا ہے، یہ اعلان سنتے ہی اہل مصر میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ حاضرین سے ایک اٹھا اور انہوں نے سیدنا یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کا بے حد احترام کیا اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ حضرت یوسف کے دل میں اپنے والد اور بھائیوں کا کیا مقام ہے۔

اسی طرح کل صبح قیامت کو جب آفتاب کے ریشمی اور سنہری جھنڈے اصحاب انساب کی پگڑیوں کی طرح لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان نیلگوں آسمانوں کا گنبد میدان استغنا میں بے نیازی کے پتھر سے ٹھکرا دیا جائے گا اور اس خاکی کرہ کی تمام آب و تاب کو هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً کی سہمناک آواز سے پارہ پارہ کر دیا جائے گا۔ مخلوقات کے تمام گروہوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ کر میدان عرفات میں لایا جائے گا اس وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سرکارِ دو جہاں عالم علوم کون و مکان جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ پکڑے اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا بایاں ہاتھ پکڑے مقام محمود پر لائیں گے اور آپ نور کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے تو اس وقت خدائے ذوالجلال کی طرف سے ایک اعلان ہوگا يَا اَهْلَ الْعَرَصَاتِ مَنْ اَنْتُمْ اے میدان والو تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو، سب کہیں گے۔ ہم تیرے بندے ہیں اور تیری ہی مخلوق ہیں اور تیرے ہی مطیع فرمان ہیں۔ اس وقت اعلان ہوگا میں نے تمہیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے بخش دیا اور جنت کے سارے درجات تمہارے لئے کھول دیئے ہیں۔

روز قیامت چو لوا کردہ نشر — بہر شفاعت تو درآئی بحشر
از پے آمرزش یک مشت خاک — کف بکشا تا بتو بخشند پاک
چون بکشائی نظر مرحمت — لبستہ شود ریش دل از مرحمت

لب بکشا د ہمہ را شاد کن　　بندۂ خود خوان ولپس آزاد کن

چوں تو شفیعے کہ شفاعت کند　　حق چہ کند جز کہ اطاعت کند

از کرمت حاجت چندیں گدائے

ہم تو طلب تا بنو. بخشد خدائے

آٹھویں نعت سب سے بہترین الفاظ جن سے اعمال کے صحیفے آراستہ کئے جاسکتے ہیں۔ خوبصورت تریں زیور جن سے افعال کی دلہنیں سجائی جا سکتی ہیں حمد و ثنائے خداوندی اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کام ہے کہ ہر سانس کے ساتھ لاکھوں درود اور سلام کے تحفے اس روضۂ مبارک اور بارگاہ قدس پر نثار ہوں جو رسالت کے باغوں کا تحیتۂ گل اور رسالت کے باغوں کا گلدستہ ہے۔ تمکین کے نگینہ کا موتی، دین و ملت کے یقین کی اُمت محکم ہے۔ وہ بارگاہ الٰہی کی مشیت کے کمال کا صدف، مخزن خداوندی کی کان کا درخشندہ گوہر ہے۔ بحر یقین کا آب تاب ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ کے آسمان کا آفتاب جہاں تاب ہے۔ حضرت آدم کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دنیا کے تاج کا گوہر آبدار ہے، دائرہ کائنات کا مرکزی نقطہ اور اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ کے مرکز کا محور جہد و طلب کی وادی کا حوض تسکین اور وجد و طرب کے ہنگھوڑے کا مسند نشین، وہ عالم شہود کا نشان ہے اور عقل و خرد کے چراغ کا نور ہے آفرینش کے باغ کا نور اور سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ کے گلزار کا بلبل وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ کے درختوں کی رونق اور بارگاہ خداوندی کے مختار و مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ہر دل کہ ز سر معرفت آگاہ ست　　تا بدرقہ عنایتش ہمراہ ست

نورے کہ ز لا الٰہ الا اللہ ست　　تابان ز محمد رسول اللہ ست

وہ ایسا شاہسوار ہے جس کے دُلدل کے سموں کی دھول حُوْرُ الْعِیْنِ کی آنکھوں کا سرمہ بنا۔ اس کے بلالؓ کے گلے کا آواز کرام الکاتبین کے لئے حرز جان بنا، تبسم جانفزا کے وقت آپ کے دانتوں کے خوبصورت موتیوں کی چمک تنگ دل ایمان والوں کے غنچۂ دل کی فرحت کا سامان بنی، آپ کی زبان کا ترنم اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کی آواز د و ر رفتگان اسرار کے صفیر سفر بنی۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ کا سرمہ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کی سلائی سے ادب کی آنکھوں میں پہنایا گیا اور آپ کی

نرگسی آنکھوں کو مشاطہ عنایت نے کحل الجواہر پہنا کر حسن کامل سے نوازا۔ تائید کی دایہ نے خوشبو ناک زلفوں کو بنفشہ کی طرح وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ کے غالیہ سے آراستہ کر دیا۔ اقبال وسعادت کی خدمتگذار نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے گلاب سے آپ کے سینۂ باسکینہ کو فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی کا خزینہ بنا دیا اور کینہ و نفرت سے پاک و صاف کر دیا آپ کے سر مبارک کو لعمرک کے اعزاز سے نوازا اور آپ کی قد و قامت کو عنایت ازلی سے لَوْلَاكَ کی خلعت مرصع سے مزین و مشرف فرمایا۔

اے خلعت قامت تو لولاک — وے سدرۂ بارگاہت افلاک
گل را کہ بحسن ہست مشہود — از رشک رخ تو پیرہن چاک
در یک نفس از فلاک گذشتی — احسنت زہے سوار چالاک
خود رایت لشکرت فتحناک — گشت آیت نصرتت کفیناک

فردا لشنو و خلاص امروز
ہر کو بشفاعتت بود شاک

حکایت: حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی مدین میں ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے لگے پاس ہی آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ اپنی بکریوں کے لئے چاہ مدین میں سے پانی نکال رہے ہیں۔ آپ نے غور سے دیکھا تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں کھڑی تھیں اور اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں۔ یہ بڑی پریشان نظر آتی تھیں کیونکہ قبیلے کے دوسرے لوگ انہیں موقعہ ہی نہ دیتے تھے کہ وہ بھی اپنی بکریوں کو پانی پلا سکیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اٹھے اور آستین نبوت سے ہاتھ باہر نکالا اور کنویں سے چند ڈول نکالے اور ان کی بکریوں کو پانی پلایا۔ قیامت کے دن متقی اور نیک لوگ جوق در جوق نورانی براقوں پر سوار ہو کر بہشت کی طرف جا رہے ہوں گے اور يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا کے موقعہ پر إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا کا اعلان ہوگا۔ مقربین حضرت قدس طَرِّقُوْا (ہٹو بچو) کہتے ہوئے ان لوگوں کو باغ جنت کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت گنہگاران امت محمدیہ میدان قیامت میں بے سروسامانی کے عالم میں حیران و پریشان کھڑے ہوں گے۔ خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

کے درخت کے سایہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ اچانک ان گنہگاروں پر نگاہ پڑے گی حوض رحمت پر تشریف لائیں گے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی کی رسی سے شفاعتی لاھلِ الکبائرِ مِنْ اُمتی کے ڈول کو باندھ کر برکت و عنایت سے حوض میں ڈال دیں گے وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْم کی قوت سے اسے باہر کھینچیں گے اور امت کے گناہگاروں کو سیراب کرتے جائیں گے اور آپ مغفرت سے بخشوائے جائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِكَ

یارب چو ببالیں لحد خواب شوم ‏ ‏ ‏ ‏ بیدار برسول و اصحاب شوم

لب تشنہ بصحرائے قیامت آیم ‏ ‏ ‏ ‏ از برکت رحمت تو سیراب شوم

اے درویش! کیا تم جانتے ہو کہ محمد کون ہیں؟ محمد دونوں جہان کے بادشاہ ہیں ہر فقیر بے نوا کی پناہ ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم کا خلاصہ ہیں اولاد آدم کا انسانِ کامل ہیں بلکہ سعادتِ آدم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت شیث کی سیادت سرکار دو عالم کی نبوت کا وسیلہ تھا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نجاتِ محمد کا ایک نمونہ تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سکوت خلت محمد کا ایک قطرہ تھا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت سلمان علیہ السلام کا تخت سلطنت محمد کا ایک رکن تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام کا صدق صداقت محمد کا ایک لمحہ تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن جمال محمد کا ایک کرشمہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر محمد کے بے پناہ صبر کا ایک ذرہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ محمد کی نعت کا ایک مصرع تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم سکندر کا تخت محمد کی شوکت کا ایک ادنیٰ سا دبدبہ تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکالمات محمد کی قربت کا ایک حصہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ہارون کی وزارت محمد کے رتبہ کا ایک انعام تھا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ لقمان کی حکمت حکمت محمد کے دفاتر کی ایک سطر تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت عفت محمد کا ایک لمحہ تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت محمد کی منزلِ ارفع کا ایک پایہ تھی۔ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے دروازے کے خاک نشین تھے۔ حضرت عمر فاروق آپ کے خرمن ایمان کے خوشہ چین تھے۔ حضرت عثمان بن عفان آپ کے خوان احسان کے ریزہ چین تھے

حضرت علی آپ کے دریائے رحمت کے چھینٹے جمع کرنے والے تھے۔ حضرت فاطمہ بتول زہرا رضی اللہ عنہ بوستان مصطفوی کی ایک کلی تھی۔ حضرت حسن وحسین گلستان محمدی کے ایک گلدستہ تھے۔ ہر ایک مہاجر وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملازمین کے زمرے میں سے تھے۔ صلحا وابرار کا ہر ایک فرد حضور کے متابعین میں سے تھا۔ جبرائیل امین آپ کے قاصد اسرافیل آپ کے میخانے کے جرعہ کوش۔ میکائیل آپ کے غلاموں کے رزق تقسیم کرنے والے اور عزرائیل خیل محمدی کے جلاد تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن آپ کا منشور ہے۔ کلمۂ شہادت آپ کی تیغ ہے۔ طہارت آپ کی پاکیزگی ہے۔ نماز مقام نیاز میں ادا کی جائے تو حضور عمزہ ہے سحری کو ادا کی جائے تو بہتر ہے۔ گریہ وزاری سے ادا کی جائے تو صفیر ہے روزہ آپ کی ڈھال ہے۔ معراج آپ کا سفر ہے۔ ملاء اعلیٰ کے ملائکہ آپ کا لشکر ہے اللہ کی ذات والا صفات آپ کی پناہ گاہ اور ملجا وماویٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ جمیع الانبیاء وآلہ واصحابہ اجمعین۔

در دل چو کرد منزل جانان محمد ۔۔۔ صد در کشاد در دل از جان محمد

ما بلبلیم نالان در گلستان احمد ۔۔۔ ما لولوئیم و مرجان عمان ما محمد

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم ۔۔۔ پژمردہ چوں گناہیم باران ما محمد

از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سازد ۔۔۔ از مرہم شفاعت درمان ما محمد

ما طالب خدائیم بر دین مصطفےٰ ایم ۔۔۔ بر در گہش گدائیم سلطان ما محمد

از امتان دیگر ما آمدیم برسر ۔۔۔ و آنرا کہ نیست باور برہان ما محمد

اے آب وگل سرودے وائے جان و دل درودے ۔۔۔ تا بشنود بہ یثرب افغان ما محمد

در باغ و بوستانم دیگر مخواں معینے

باغم بس ست قرآن بستانِ ما محمد

حکایت: نظام الملک کا ایک محمد نامی ملازم تھا، وہ نظام الملک کے بہت قریب تھا دربار کے سارے ملازمین میں اسے ممتاز مقام حاصل تھا۔ خواجہ نظام الملک کی عادت تھی کہ جب وہ اس پر خوش ہوتا تو اسے اس کے نام سے بلاتا۔ جب قدرے ناراض ہوتا تو اسے ملازم کہہ کر

پکارتا۔ ایک عرصہ تک اس کا یہی معمول رہا۔ محمد بھی اپنے آقا کی دلدہی اور خاطرداری کیلئے بیحد کوشاں رہتا۔ ایک دن خواجہ گھر سے باہر آیا اور غلام کو غلام کہہ کر آواز دی۔ محمد کو بڑا فکر ہوا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے کہ خواجہ صاحب اسے نام کی بجائے غلام کہہ کر بلا رہے ہیں۔ جب دوبارہ دل خوش ہوا تو غلام نے نہایت انکساری اور ادب سے پوچھا کہ کیا تقصیر ہوئی تھی مجھے معاف کر دیا جائے۔ نظام الملک نے کہا۔ محمد دل سے یہ بات ہمیشہ کے لئے نکال دو کہ تم سے قصور سرزد ہوا تھا تو میں ناراض تھا۔ میں جب تمہیں غلام کہہ کر پکارتا ہوں تو مجھے کسی کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مجھے کچھ خدمت لینا مقصود ہوتا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ محمد کہہ کر تمہیں کوئی کام کہوں یا کام لوں میرا ضمیر نہیں چاہتا کہ حضور کا نام (محمد) زبان پر لاؤں اور کام کا حکم دوں۔ میرے نزدیک تو بے وضو نام محمد لینا بھی بے ادبی ہے۔

اے درویش! جب ایک عاجز انسان یہ گوارا نہیں کرتا کہ بے وضو حضور کا نام زبان پر لائے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کے امتیوں کو نجس اور غلیظ مشرکین کے ساتھ (انما المشرکین نجس) دوزخ میں رکھنا کب گوارا کرے گا۔ اے درویش سوختہ غم اندوختہ! تو نے ایمان و توحید کے موتی کو اخلاص کے سیا ہے۔ دل اور سینہ کے گھر کو لا الٰہ الا اللہ کے جاروب کے ساتھ شک و شبہ کے خس و خاشاک سے پاک اور صاف کر دیا ہے۔ کلام مجید اور فرقان حمید میں اسی موضوع کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا اگر قیامت کے دن رحمت خداوندی اور فضل الٰہی حضور کی شفاعت سے شامل حال ہو گیا تو اللہ کا بڑا کرم ہوگا اور عذاب دوزخ سے نجات حاصل ہو جائے گی تو کون سی تعجب کی بات ہے۔

حکایت: جس دن حضرت ابوطالب حضرت خدیجہ کا رشتہ مانگنے کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس گئے اور حضرت خدیجہ اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا عقد ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سے ملازم اور کنیزیں تھیں۔ تمام کو درہم و دینار کی طشتریاں دیں۔ تاکہ حضور خدیجہ کے گھر آئیں، تو آپ کے سر پہ نثار کر دی جائیں۔ جب ان ملازمین نے ایسا کیا تو سب کو دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آزاد کر دیا۔ اے درویش! ابوطالب کے عقد کرانے پر ایک بندی نے حضور کا احترام کرنے پر اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا اور حضور کی خدمت سے آزادی مل گئی۔

وہ عقد جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور خدائے قدوس کے درمیان ہے کیا اس کی برکت سے اور حضور کی محبت کے صلہ میں اپنے محبوب کی امت کو دوزخ کی آگ سے نجات نہیں دے گا؟ ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضرت خدیجہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باہمی عقد ہزاروں غلاموں کی آزادی کا سبب بنا تو اللہ تعالے کی محبت کا عقد یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَھُمْ کے تحت لاکھوں گناہگاروں کی خلاصی کا سبب ضرور بنے گا۔ ہم یہ کہتے ہیں حضرت خدیجہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی، انہوں نے حضور کی غربت اور بے سروسامانی پر نگاہ نہ کی۔ جو کچھ تھا آپ پر قربان کر دیا۔ کل حضرت خدائے قدوس جلّا وعلا ہماری غربت، بے سروسامانی اور بے مائیگی دیکھ کر اپنی رحمت ومغفرت کو کیسے دور رکھے گا جب ہم اس کے محبوب کے نام لینے والے امتی ہیں۔

نعت نہم ۹ بے حساب درود اور بے پناہ تحیات اس کے روضۂ منورہ اور مرقد معطر پر ہوں جو منبع جلالت وحشمت ہیں چشم وچراغ عاشقان الٰہی۔ شمع جمال عارفانِ خداوندی ہیں۔ قدسیوں کے جلیس اور کرّوبیاں کے انیس ہیں بحرِ رسالت کے درشہوار آسمانِ اصالت کے طوطی خوش مقال۔ ملاحت کے شکرستان۔ گلستانِ فصاحت کے عندلیب انجمن قدس کے طاؤسِ زریں۔ عالم انس کے عالی پرواز شہباز۔ بلبل چمن صدق وصفا صلصلِ گلشنِ صدق وصفا۔ صدرِ صفحۂ صفا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

اے دولتِ دوستان مخلد — فرد از میامن محمد
چوں مہر رسول در سرشت ست — منزل گہ عاصیاں بہشت ست

میں اس خواجہ گرامی کا نام لے رہا ہوں جس کی قدر ومنزلت کا حساب ہی نہیں۔ اس کے کمال اور جمال کی جس قدر تشریح کی جائے اس سے ہزاروں گنا زیادہ قابل تحسین ہے۔ وہ ایسا نازنین ہے کہ حجرۂ عصمت کی حور اس کا وجود ہے اور قبۂ دولت کا نور اس کا شہود ہے۔ نہیں نہیں، حور کون ہے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ لاکھوں حوریں اس کی نور جبیں پر نثار اور کروڑوں نور اس کے وجود پاک کی روشنیوں کے سامنے مدہم نظر آتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا قد سرو قد ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ کے رخسار نور کا ٹکڑا ہیں تو یہ بھی پوری تعریف نہیں۔ عالم معانی کے نکتہ بیں کہتے ہیں کہ آپ کے قد کو سرو سے کیا نسبت ہے اور آپ کے رخسار کو نور کا ٹکڑا کہنا کونسی تعریف ہے۔ ہزاروں

نوخاستہ سرو آپ کے قد کے ایک نظارے سے پست نظر آتے ہیں اور ہزاروں نور کے ٹکڑے آپ کے رخسار کی لطافت کے سامنے ماند ہیں، اگر میں یہ کہوں کہ آپ کی زبان کا ترنم بوستانِ ایمان کی بلبل کی طرح ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا غنچہ دہن گلستان قرآنی کی ایک مسکراہٹ ہے میدانِ عرفان کے شاہسوار کہتے ہیں کہ بوستانِ فصاحت کی صد ہزار بلبلیں آپ ہی کی نعت میں مصروف ہیں. گلستان فصاحت کے لاکھوں پھول آپ ہی کے قران خوان دہن کی نسیم جانفزا سے تر و تازہ ہیں:

محمد شہ لاجوردی سریر   کزو ہست ہستی عمارت پذیر
زمین و فلک یک غبار رہش   ازل تا ابد یک تماشا گہش
دم از راہِ درویش پرسی زدہ   قدم بر سر عرش و کرسی زدہ
بجائے کہ توسن برانگیختہ   جناح ملایک فرو ریختہ
ز بالش یکے تیغ عالم پناہ   کزو حک شدہ نامہائے سیاہ
زگیسوئے او نافہ بو یافتہ   گل از روئے او آبرو یافتہ
وجودش ز دریائے رحمت نشان   کہ رحمت بر آں ابر دریا فشان
بحضرت کمر بستہ بر عزم کار   میانجی بہ آمرزش کردگار

کرم بین کز احسان امت پناہ
گنہ ما کنیم او بود عذر خواہ

آپ گناہگاروں کے غمزدہ دلوں کو بشارت دینے والے ہیں آپ ہی کی شفاعت کی امید سے امت کے گناہگار زندہ ہیں۔ آتشِ فراق کے سوختہ دل آپ ہی کی شفقت سے تازہ ہیں، آپ ہی کی وجہ سے جنت کے درجات اور دیدار حضرتِ عزت جل و علا نصیب ہوگا. آپ ہی کی بشارت سے دل و جان کے زنگار دور ہوتے ہیں، آپ ہی کے گوشِ مبارک تک اہل حاجات کی التجائیں پہنچتی ہیں اور سنی جاتی ہیں۔

تا ہست شفیع چو تو صاحب کرمے   کس را نبود در ہمہ آفاق غمے
گر رنجہ کنی بہر شفاعت قدمے   کار ہم عاصیاں بسازی بدمے

کل قیامت کے دن حضرت خواجہ دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لئے آگے بڑھیں گے۔ تاج کرامت آپ کے سر ہوگا اور عرصات قیامت میں جلوہ فرما ہوں گے۔ آپ اس میدان میں اس ماں کی طرح پریشان دکھائی دیں گے۔ جس کا بیٹا گم ہوگیا ہو۔ آپ اسی پریشانی اور بے تابی سے اپنی گناہگار امت کے ایک ایک فرد کو تلاش کریں گے اور امتی امتی کہہ کر پکارتے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بشارت آئے گی یا محمد قدم امتک للحساب (اے محمد اپنی امت کو حساب کے لئے پہلے لے آیئے) آپ اپنی امت کے صحابہؓ خلفاءؓ، انصارؓ، مہاجرینؓ شہداءؓ، صدیقؓ، زہادؓ، صالحین اور اولیاء کو قطار در قطار بلاتے جائیں گے۔ فرمان خداوندی ہوگا اے محمد! مطیع لائے ہو۔ گناہگار کہاں ہیں، مخلص لائے ہو مفلس کہاں ہیں؟ نمازی لائے ہو! بے نماز کہاں ہیں؟ عالم لائے ہو جاہل کہاں ہیں؟ روزہ دار لائے ہو! حرام خور کہاں ہیں؟ غازیان کافر کش لائے ہو! ظالمان مسلم کش کہاں ہیں؟ ہمارے آقاؐ مولا اس فرمان پر بارگاہ خداوندی میں رونے لگیں گے اور کہیں گے الٰہی ماھذا ظنی بکرمک۔ اے اللہ مجھے تیرے کرم کی بارگاہ میں تو یہ گمان تک نہ تھا۔ فرمان ہوگا یا محمد لولا العتاب ماکان مع امتک الحساب میرا مقصد دوستوں کو عذاب دینا نہیں۔ میں تیری امت کے ہر چھوٹے بڑے کا حساب اس لئے چاہتا ہوں کہ آپ دیکھ لیں کہ یہ کیا کیا کرتے رہے ہیں! اگر اس کے گناہ پہاڑ کے برابر بھی ہوئے تو میں درگذر کروں گا۔ اس وقت دیکھنا کہ میں آپ کی امت سے کیا سلوک کرتا ہوں۔

اے روئے تو غمناک دل غمناکاں   وے دست تو سرمایۂ بر سر خاکان

روزیکہ روند سوئے جنت پاکان   جز تو کہ کند شفاعت بے باکان

ہاں اے گدائے محمدی اب تو اس بشارت سے خوش ہوگا۔

حکایت: امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ اللہ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ فرمانے لگے مجھے تو اللہ کی رحمت نے ایک چڑیا کے بدلے میں معاف کر دیا جسے میں نے اپنی ابتدائی زندگی میں ایک بچے کے ہاتھوں ظلم سے نجات دلائی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لوگوں نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ کی رحمت نے اس چیونٹی کے بدلے بخش دیا جسے

میں نے سیلاب میں بہتے ہوئے کنارہ پر رکھا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا۔ آپ نے بتایا مجھے اللہ نے اس مکھی کی جان بچانے کے بدلے بخش دیا جسے میں نے ایک دن دوات سے نکال کر مرنے سے بچایا تھا۔ جس وقت اللہ کی رحمت ایک چڑیا۔ ایک چیونٹی اور ایک مکھی کے بدلے اتنے بڑے بڑے بزرگوں کی بخشش کر سکتی ہے۔ اگر سرکار دو جہاں خواجہ لامکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہم جیسے گنہگار ان امت بخش دیئے جائیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔

اشارت: سابقہ انبیاء اور رسولوں کو جس قدر مدارج اور سعادت ملی ہے وہ سب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ملی ہے۔ یہی محبت اللہ تعالیٰ نے ہم امتیان مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا ہوئی ہے۔ اگر آدم علیہ السلام صبح اول کو فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى کے آفتاب کی روشنی سے حصہ پا سکتے ہیں۔ ہم بھی نور محمدی اور محبت مصطفوی کی برکت سے ایمان وعرفان کے آفتاب کی روشنی حاصل کر سکتے ہیں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔ اگر نوح علیہ السلام روح کی صفائی اور دل کی حرارت سے وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے طوفان سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر انہیں وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ کا مقام امن مل سکتا ہے وَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ میں پناہ لے سکتے ہیں تو ہم امت محمدی کے لوگ بھی نور نبوت کی طفیل ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ کے طوفان سے نجات پالیں گے۔ ہم شفاعت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے امیدوابستہ کئے ہوئے ہیں اور اَنَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَشَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ کے اعلان پر مطمئن ہیں۔ اگر حضرت خلیل اللہ صلوات اللہ وسلام علیہ ایک ظالم کے پنجہ ستم سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور ایک سرکش کی آتش غضب کو گل وریحان سے تبدیل کیا جا سکتا ہے تو ہم امت رسول اللہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی برکت سے شعلہ جہنم کی تکلیف سے نجات پالیں گے۔

نصیب اُمتی من نار جہنم کنصیبٌ ابراھیم من نار نمرود اگر حضرت موسےٰ علیہ السلام عصا اور ید بیضا کی طاقت سے فرعونیوں اور قبطیوں کو دریائے نیل کی موجوں میں جھونک دیا تھا فَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ تو ہم محمد رسول اللہ کے دامن کو

تھامنے والے بھی نور نبوت مصطفوی کی برکت سے وسوسوں کے قبطیوں اور توہمات کے فرعونیوں و جود کے مصر اور سجود کے شہر سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے ۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے قدسی نفس اور روحانی دم سے مُردوں کو جان بخش سکتے ہیں اور لوگوں نے ان سے جو کچھ طلب کیا پا لیا وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ تو ہم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے بھی نور نبوت کی برکت سے اپنے دلِ مردہ اور جان پژمردہ کو محبت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی طفیل زندگی بخشنے میں کامیاب ہوگئے ہیں ..... فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً اگر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم قرب و کرامت کی رات میں اپنی امامت و سیادت کا مصلیٰ عرش اعلیٰ پر بچھا سکتے ہیں۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی تو آپ کی امت بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ہر روز آدمی رات کو بارگاہ خداوندی میں مصلے بچھا کر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں ۔ ہماری یہ محبت لامکان رضا کی فضا میں لے جاتی ہے اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ

راہ بکشائے کہ دل میل بہ بالا دارد ۔۔۔ پردہ برگیر کہ جان عزم تماشا دارد

باز دل کز شرف قطر ازل کرد نزول ۔۔۔ باز پرواز کنان میل ہماجا دارد

دلم از عین عدم رفت سوئے قاف قدم ۔۔۔ صعوہ را بیں ہوس صحبت عنقا دارد

من اگر خود نروم او کشدم جانب خویش ۔۔۔ ہم انان سلسلہ عشق کہ با ما دارد

گر بخود خواند و گاہے زخود میراند ۔۔۔ آہ ازیں غمزہ کہ با عاشق شیدا دارد

حسنش اندر پس صد پردہ چنیں جلوہ گر ست ۔۔۔ وائے ازان روز کہ آں چہرہ ہویدا دارد

گرچہ از جلوئے برون ست و لیکن بخدا ۔۔۔ کہ شب و روز میان دل ما جا دارد

عاقبت چہرۂ دلدار عیاں خواہد دید ۔۔۔ ہر کہ آئینۂ زنگار مصفا دارد

حسن آں یار چو خورشید پدید ست معینؔ
محرم آنست کہ او دیدۂ بینا دارد

نعت دھم (۱۰)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَنْبِیَا وسند الاصفیا مُحَمَّدٍ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم ہیں اس سید عالم کا نام

لے رہا ہوں اور اس فخرِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کر رہا ہوں جو آسمان کے تاروں کی مجلس کو نور عطا کرنے والے ہیں اور حرم محترم کی حرمت کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ آپ کی بزرگی اس زمین میں شرع کی روشنی پھیلانے والی ہے۔ شہر شریعت کے شارع پیا ہیں سطر حقیقت کے شارح ہیں۔ زہد و فضائل کے نکتہ ہیں نورانی محافل کے صدر نشین ہیں۔ نبوت کے وفد کے مقتدیٰ ہیں وہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کے اسرار کے مہبط ہیں وہ دَنٰی فَتَدَلّٰی کے ایوان کے مسند نشین ہیں۔ آپ گناہ کے بیماروں کے طبیب ہیں۔ وہ سحر گاہ جاگنے والوں کے انیس ہیں۔ درگاہ حبیب کے ادیبوں کے ادیب ہیں — فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہ کی پیروی کرنے والوں کے امام ہیں۔ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تعلیم کے معلم ہیں وَکَفٰی بِاللہِ شَہِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی تکریم کے مکرم ہیں۔

از میم تو چل صباح آدم را نور — وز رائے تو ہشت خلد را مایۂ سور

وز میم دگر چہل ولی را دستور — وز دال تو چار رکن عالم معمور

وہ آقا جس کے آستان کی رفعت کے سامنے بلند قدر آسمان جبہ سائی کرتا ہے۔ زمین فرمان اپنی تمام وسعتوں کے باوجود آپ کے فاتح لشکروں کے سامنے تنگ ہوتی گئی۔ چاند آپ کی انگلی کے نیزے کی انی کے معجزاتی اشارے سے آسمان کے طبق میں ورق گلنار کی طرح دو ٹکڑے ہو کر باد شمالی کی طرح کانپنے لگا آفتاب جہاں تاب آپ کے حسن و جمال کے ہلال لو کے پرتو کے سامنے نرگس کی طرح فیروزی آسمان کے باغیچہ میں غنچہ کی طرح نقاب اوڑھ کر روپوش ہو گیا۔ آپ کی زلفِ عنبریں کی مشام دلنواز مشک و عنبر کو رشک بخشتی گئی۔ آپ کے دیدار پر انوار کے شعلہ کے سامنے شام کی شفق آسمان کے رخسار پر دلہن کے غازے کی طرح اڑتی گئی۔ صبح کا نام "صبح صادق" اس لئے مشہور ہوا کہ آپ کے نور کے قلم نے اس کے حق میں منشور طور لکھا دیا تھا۔ آسمانوں کو یہ بلندیاں اس لئے نصیب ہوئیں کہ اسے اس نے اپنی نورانی ستاروں کو حضور کے نور کے گرے ہوئے قطروں کو اٹھا کر اپنی پیشانی پر لگا لیا تھا۔ ستاروں کا یہ لشکر آسمان نبوت کے ماہ تاباں سے نور کی خیرات لیتا رہا۔ انبیاء مکرم آپ کے احسانِ کرم کے مہمان تھے اور آپ کے دستر خوان مائدہ سے مستفید و مستفیض تھے۔

از خلق جہاں ہزار خیل اند ہمہ — اندر پے آرزو و میل اند ہمہ

مقصود محمد است و باقی ہمہ خلق — برخوان محمدی طفیل اند ہمہ

آپ کے دوستوں کے اعزاز کا نسخہ اٰتٰـھُمْ تَقْوٰىھُمْ کی آیت کریمہ ہے آپ کے دشمنوں کی مہلت کا پروانہ ذَرْھُمْ کے عتاب میں ہے، آپ کی صورت مطلع انوار ہے۔ آپ کی لطیف گفت گو شائستگی کا ایک نمونہ تھی۔ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ آپ کا روز فراق آپ کے عاشقوں کے لئے شب قیامت سے بھی طویل ہوتا اور شام وصال آپ کے مشتاقان دید کی نظروں میں آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہوتی۔ آپ کے قدموں کی خاک تنہائیوں کے درۃ التاج کے لئے نگینہ تھی۔ آپ کی ذات بابرکات کی وعدہ گاہ جناب خداوند ذوالجلال میں خلوتخانہ لیلۃ المعراج تھی۔

فاقدامه فی حضرت القدس قد سعی — رسول له فوق المناصب منصب
باعلى السماء متى تكلم ربه — وجبريل ناد والحبيب مقرب
بعزة سيد ناعلى كل أمة — وملّتنا فيها النبيون ترغب

نظم

آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدۂ — و آنرا کہ کس ندیدہ تو آنرا بدیدۂ
بینائی از تو دارد ہر دیدہ ورکہ ہست — کز جملہ بر سر آمدہ چوں نور دیدۂ
خود محض رحمتی تو خطا باشد اینکہ من — گویم برائے رحمت خلق آفریدۂ

کس راز انبیا نرسد کآرزو کند
کانجا رسد کہ تو شب اسرائے رسیدہ

اے عاشق جمال محمدی اے طالب رضائے احمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ بات دل نشین کر لو کہ مقرب ملائکہ اور انبیاء مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال پر پروانہ وار عاشق رہے ہیں حضرت جبرائیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدر جانتے ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے آپ کی قدر و منزلت پوچھی جائے۔

حکایت: ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام کے ساتھ دربار خواجہ صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضرت میکائیل علیہ السلام پاس کھڑے رہے مگر حضرت جبرائیل حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو بوسہ دینے لگے اور اپنا چہرہ آپ کے رخ انوار سے ملتے جاتے تھے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرائیل آج کیا بات ہے۔ جبرائیل نے عرض کی یارسول اللہ یہ کیفیت میکائیل سے دریافت فرمائیں۔ حضرت میکائیل نے پوچھے پر بتایا یارسول اللہ آج حضرت جبرائیل نے بارگاہ الٰہی میں ستر بار التجا کی کہ مجھے دیدار مصطفےٰ کے لئے زمین پر جانے کی اجازت ہو۔ تمام ملائکہ کہہ رہے تھے کہ بلا وجہ جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جبرائیل نے سب کو بتایا مجھے معاف کرنا میں جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔

آنرا کہ چنیں جمال باشد گر دل ببرد حلال باشد
و آنکس کہ چنیں جمال بیند عاشق نشود وبال باشد

حکایت : قیامت کے دن میزان عدل کے محاسبین اَلْوَزْنُ یَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ کے حکم کے ماتحت اعمال انسانی کی ہر جنس تھوڑی ہو یا زیادہ کمتر ہو یا گراں تر۔ میزان عدل پر لا رکھیں گے۔ امت کا ایک گنہگار وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ کے فرمان کے تحت حکم ہوگا کہ اسے دوزخ کی آگ میں پھینک دیا جائے۔ دوزخ میں لے جاتے ہوئے قدرت خداوندی سے راستے میں ایک بہت بڑی چٹان دکھائی دے گی جس سے دوزخ کا راستہ بند ہوگا اور کسی طرح دوزخ میں داخل ہونا مشکل ہوگا چٹان سے آواز آئے گی یہ محمد کا امتی ہے میں اسے اندر ڈالنے کی اجازت نہیں دوں گی مجھے اللہ کی قسم ہے میں نے اسے ایک دفعہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھتے سنا تھا۔ مجھے محمد کی جان کی قسم ہے اس نے وحدانیت خداوندی کا اقرار کیا تھا۔ رسالت مصطفےٰ پر ایمان لایا تھا میں اس بات کی گواہ ہوں۔ اسی وقت بارگاہ رحمتِ الٰہی سے فرمان ہوگا۔ میں نے آج اس چٹان کی گواہی سے اس بندے کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ میرا محبوب مجھ پر راضی ہو اور میرا اعلان پورا ہو جائے

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی

اے محمد کے نام لینے والو! تمہیں خوشخبری ہو کہ جب ایک پتھر کی گواہی سے ایک گناہگار آتش دوزخ سے بچ سکتا ہے تو سید کائنات افضل الصلوٰۃ اکمل التحیات صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی اور شفاعت سے گناہگار امت کیونکر نہ بخشی جائے گی۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا

اشارت : جب بچے کو پہلی بار سکول لے جایا جاتا ہے تو استاد جو سبق سب سے پہلے اسکی

تختی پر لکھا کر دیتا ہے وہ صرف الف ہے۔ ہاں۔ جس دن عقل کے بچے کو عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکول میں بھیجا گیا تھا، سب سے پہلا حرف جو اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کے منشی نے لوح روح پر لکھا تھا وہ آمَنُوْا بِاللّٰہِ کا الف تھا حقیقت یہ ہے، ہم عشق محمدی کے مکتب کے بچے اور محبت رسول کے سکول کے شاگرد ہیں۔ استادوں کی یہ عادت ہے کہ شاگردوں کو بروز جمعہ چھٹی دی جاتی ہے۔ باطنی دنیا میں تمام دنیا کی عمر ایک ہفتے سے زیادہ نہیں۔ آخرت کے دنوں کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ دنیا کا ہفتہ تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا عہد اتوار تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور پیر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ منگل تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور بدھ کا دن تھا مگر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا دور جمعرات کے دن کے برابر تھا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ قیامت جمعہ کے روز برپا ہوگی۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا انا والساعۃ کھاتین و اشار بالسبابۃ والوسطی ذالک یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ ان مقدمات کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہم عرفان محمدی کے مکتب کے بچے ہیں وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اگر ہم لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور اور ظہور کی برکت سے جمعرات کے روز آزاد کر دیا جائے تاکہ ہم جمعہ قیامت فارغ البال اور مرفع الحال ہو کر نشاط ابدی اور عیش سرمدی کی دولت پا سکیں یہ بات حضور علیہ السلام کی عظمت اور عزت کے پیش نظر باعث تعجب نہیں ہے۔

اشارت: اے درویش۔ کافروں اور مشرکوں نے تکبر اور عناد سے کہا تھا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اے اللہ اگر تیرے نبی کا دین برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا خطاب ہوا وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ اے محمد! اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب کا نشانہ نہیں بنائے گا کیونکہ آپ کی ذات گرامی ان کے درمیان ہے۔ یہ عجیب و غریب معاملہ ہے کہ سرکار دو عالم کی ذات بابرکات کافروں کے آب و گل میں تھی تو ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ ان کافروں نے طلب عذاب کیا مگر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل نہ فرمایا۔ ہم رسول خدا کو ماننے والے۔ دلوں میں عشق مصطفٰے رکھنے والے۔ سینوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پالنے والے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لئے بیٹھے ہیں۔ اس کے

شفاعت کے دامن کے زیر سایہ ہیں۔ اگر ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھ لے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا کی بلاؤں اور خطرات سے بچالے تو یہ بات بعید از کرم خداوندی نہیں ہے،

صلوات اللہ و سلامہ بعدد اللیل والنہار وقطرات الامطار

نعت یازدہم (۱۱): واوراق الاشجار وذرات الغبار من سطح الارض القفار الیٰ مدار الفلک الدوار اس کے دربار پر نثار ہوں۔ آپ نیکوں کے زمرہ کے مقتدیٰ اور ابرار کے رہنما ہیں۔ وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ کے نغمہ سرا ہیں اور احبار اَلصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ کے پیشوا ہیں، مہاجر و انصار کے قافلہ سالار ہیں فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ کے خلیل جلیل ہیں۔ تمام گنہگاروں اور آشفتہ روزگاروں کے شفیع ہیں۔ فرش زمین اور گنبد نیلگوں کی آفرینش کا رابطہ واسطہ ہیں۔ حلم و صبر و وقار کے کوہ باشکوہ ہیں۔ بایں ہمہ آپ بخشش غار کے خلوت خانہ کے گوشہ نشین ہیں، جود و سخا کے دریائے بے کنار ہیں۔ بایں ہمہ اللہ کے حضور میں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کو نہایت تضرع و زاری سے پیش کرتے ہیں، آپ سید السادات سند السعادات محمد المختار ہیں۔ صلے اللہُ علیہ وسلم وعلے اصحابہ البررۃ الاخیار

اگر ابلیس بدیدے فروغ جوہر او	گہ سجود نگفتے خلقتنی من نار
وگر رسند بدریائے ہمتش مہ و مہر	نہ این ز قعر برآید نہ آن رسد بکنار
دگر شناہ کنند و بجہد غوطہ خورند	شوند ہر دو نہان درمیان موج بہار
تو نقطہ و مدار زمانہ پر کار ست	بنقطہ راست توان کرد گردش پرکار

خلاصہ عالمیاں، سلالہ آدمیاں، جرعہ نوش عالم سر خرقہ پوش وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ شہر یار میدان ضمایر شہر یار ایوان شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ ہیں۔ آپ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا کی سلطنت کے تخت نشین ہیں اور دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا کی وادی کے امیر ہیں آپ کے بداندیش دشمنوں کا مقام فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ آپ کے محبت کرنیوالوں کا

پایۂ تخت ہے اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِیْنَ آپ کے بوستان کا لالہ زار ہے حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ آپ کے غمگسار دوستوں کا وظیفہ ہے آپ کا امروز وَلَا اُشْرِكُ بِرَبِّیْ اَحَدًا ہے اور آپ کا فردا خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ہے۔ آپ کا اوّل رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور آخر اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ آپ کا دین مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا ہے۔ آپ کا یقین وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہے، آپ کی ثروت امت کا افلاس اور فقر و فاقہ ہے كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ آپ کا لبساط انبساط سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ہے اور آپ کا سفر بالظفر سُبْحَانَ الَّذِیْ بِعَبْدِهٖ لَیْلًا ہے۔

زہے نور جہان پرور کہ او داشت | کہ پیش ہر دو عالم را فرو داشت
چو او در بندگی داد قدم دام | خداوندش چنین کوس و علم داد
بر آخر نور آن حضرت علم زد | محمد محو شد آنگہ قدم زد
ز امت در سخن آمد زبانے | بدو بخشید از امت جہانے
چو کار امتش از پیش برخاست | بحق بخویش قرب خویش درخواست
میانِ این دو حضرت دو کمان بود | ز احمد تا احد میمے میان بود
چو در میمے کہ میگوئی دو میم ست | ز ہر یک میم دو عالم مقیم ست
چو این عالم دران عالم نہاں شد | دو میم آمد یکے وحدت عیاں شد

چو آن میم دگر برخاست از پیش
احد ماند و فنا شد احمدؐ از خویش

میں اس خواجہ عالم کا نام لے رہا ہوں جس کے جاہ و جلال کا تاج آسمان کی بلندیوں تک پہنچ رہا ہے، آپ کے حشمت و جلال کا ہودج قَابَ قَوْسَیْنِ کے قبہ پرشکوہ پر تک پہنچا ہوا ہو۔ آپ کی سیادت کا محمل آسمان کے بلند اونٹوں کی کہانیں اور بادیہ خاک کے سرمست شتروں کی پشتیں اٹھانے سے قاصر ہیں، آپ کا مسند جلال عالم ملکوت کے مقربین اور جبروت کے موذین اٹھانے میں ناکام ہیں آپ کی پیشانی کی بزرگی اور برتری لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے

نور سے درخشاں ہے اور آپ کے عہد کی آتیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اعزاز سے مزین ہے اس کی ولایت کے جھنڈے اس کی سلطنت کے خیمہ گاہوں پر اس تحریر سے لہراتے ہیں اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا آپ کے خلوت کدہ کی شمع کی ایک شعاع اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ سِرَاجًا مُّنِیْرًا

ضیاء شموس ام بدور بطیبہ ۔۔۔ ام النور من وجہ المشنع فی الارض

ظللنا فارشدنا بنور محمد ۔۔۔ وکنا غموضا فانتهمنا من الغمض

ضحیٰ من تتلی لہ سورۃ الضحیٰ ۔۔۔ والشمس الخفی الشمس تکسو علی الارض

نظم

زہے زمہر تو نور سپہر یک پرتو ۔۔۔ نشان مہر تو مہر نگین کیخسرو

قدر کتابت قدر تو بنوشت کہ بست ۔۔۔ درون قصر تو نہ طاق آسمان را جو

حدیث مہر تو گر بشنود فلک روزے ۔۔۔ چہ چرخہا کہ زند بر کمانچہ مہ نو

ہر آنکہ تخم جفائے تو کار اندر دل ۔۔۔ بکشت زار جہنم رود بوقت درو

بروملاحظہ سورہائے قرآن کن

زمن نمے شوی مدحش از خدا بشنو

اے درویش! دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ کے متعلق ایک تمثیل ہے جسے گوش ہوش سے سنو! باغ جنت ایک ایسا بوستان سرا ہے کہ جو لاکھوں نقش ونگار سے آراستہ ہے۔ بڑے ناز و نعمت سے پالا گیا ہے اور نوا و نعمات سے آباد و سرشار کیا گیا ہے۔ اس میں بادشاہانہ منازل ہیں جس میں محلات اور ایوان بنے ہوئے ہیں۔ اس کے منازل طاق و رواق سے زرق برق ہیں، دلفریب پھول، میوہ دار درخت بڑے سلیقہ سے ترتیب دیئے گئے ہیں اور ایک وسیع دستر خوان بچھا ہوا ہے جس پر بڑے لذیذ اور عمدہ کھانے چنے ہوئے ہیں۔ اسی بوستان سرا کے دروازے پر ایک فرشتہ صورت انسان کھڑا ہے، یہ عالم ہے کامل ہے۔ خوشخو، خوش رو، تمام صفات سے متصف جاہ و تمکنت کا مالک جلال و احتشام اس کے چہرے سے ٹپک رہے ہیں، بایں ہمہ اس بوستان سرا میں داخل ہونے کا دروازہ ایک مشکل گذار خارستان ہے لیکن دروازے پر کھڑے شخص لوگوں کو حوصلہ

دلا رہا ہے کہ خانستان کی پرواہ کئے بغیر بوستان سرا میں آتے جائیں۔ ان کانٹوں سے نہ الجھیں یہ آپ کا راستہ نہیں روک سکیں گے۔ آگے بڑھو اور بوستان سرا میں داخل ہو کر ابدی دولت اور سرمدی عزت حاصل کرلو۔ جو شخص بھی اس آواز پر لبیک کہتا ہے کہ وہ بوستان سرا میں داخل ہو کر بڑی عزت کی مسند حاصل کر لیتا ہے اور بڑے وقار میں رہنے لگتا ہے۔

بوستان سرا کے پہلو میں ایک زندان خانہ ہے۔ اس قید خانہ کے درودیوار پر بڑے خوبصورت نقش بنے ہوئے ہیں دیواریں دلکش تصویروں سے منقش ہیں۔ قید خانہ کو جانے والے راستہ پھولوں کی کیاریوں سے بھرا پڑا ہے۔ بڑے شوخ رنگ پھول اور بڑے دلکش پودے دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں۔ اس قید خانہ کے دروازے پر ایک زشت رو کریہہ منظر حبشی کھڑا نظر آتا ہے اور آوازے لگا رہا ہے کہ آؤ اور اس زندان خانہ میں پہنچکر آرام و آسائش کی نعمتوں سے مالا مال ہو جاؤ۔ جو بھی اس کی آواز پر کان رکھتا ہے۔ اسے کھینچ کر زندان خانہ میں پھینک دیا جاتا ہے اور مختلف زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور شدید قسم کا زدہ کوب ہوتا سنائی دیتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ بوستان سرا باغ بہشت ہے جو عنبریں خوشبوؤں سے معطر ہے اور قسم قسم کے نعمتوں سے مالا مال ہے۔ اس کے دروازے پر فقر و مسکنت دکھائی دیتی ہے حفت الجنۃ بالمکارہ بوستان سرا کے دروازے پر داعی کامل ہادی عاقل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور اپنی امت کو بہشت کی بشارت سے نواز رہے ہیں۔ دَاعِيًا اِلَى اللهِ بِاِذْنِهٖ جو شخص اس داعی کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللهِ پر عمل کرتا ہے اسے بے پناہ دولت اور کمال حاصل ہوتا ہے اور سعادت اجابت حاصل کر لیتا ہے۔ دوسری طرف زندان خانہ جس کے سامنے پھولوں کی کیاریاں ہیں دوزخ ہے۔ یہ پھول دنیا کے لذات اور تعیشات ہیں شہوات نفسانی اور تکلفات دنیوی پھولوں کی شکل میں زندان خانے کے دروازے کے سامنے پھیلے ہوئے ہیں حفت النار بالشہوات سیاہ رو اور زشت رو حبشی شیطان ہے جو دوزخ کی راہوں کو آنے جانے والوں کے لئے دلکش بنائے کھڑا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ جو شخص بھی اس کی پرفریب باتوں میں آجاتا ہے اسے زندان خانہ میں لے جا کر ان سیاہ کوٹھڑیوں میں مقید کر دیا جاتا ہے جن میں دھواں لپک رہا ہے

طرح طرح کے عذاب اور عقوبتیں مسلط کر دی جاتی ہیں اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان مصائب میں گذارنا ہوتا ہے۔ دوزخ کے ان درجات سے پھر بات مشکل ہوجاتی ہے۔ کمال اسمٰعیل قدس سرہٗ اس موضوع کو اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں۔

اے دل چو آگہی کہ فنا در پے بقا ست — آں آرزوئے دور و دراز تو از کجاست

بر ہم چہ بندی ایں ہمہ فانی بدست حرص — چیزے بدست گیر کہ نے در پیش فناست

دیدار دیدۂ تو نہ باغ و جود لبس — آگہ نۂ درو کہ چہ گلہائے خوش نفاست

سبز و خوش ست ظاہر دنیا بچشم تو — کز شہوت بہیمئی تو عقل در خطاست

تو فارغی ز رنگ گل و بوئے یاسمین — تا چون خرت نظر ہمہ بر سبزہ و گیاست

مشکوۃ نور حق ز تو کانون شہوتست — جام جم از خساست تو ظرف شورباست

از حور میگریزی و با خوک مے چری — اے خوئے تو درشت ندانی کہ ایں جفاست

خوباں معنوی بدلے آورند روے — کز روشنی چو آئینہ اش روئے در صفاست

ہر کو ز صدق دم زند از یک نفس بود — چوں صبح روشنی جہانیش در قفاست

گر ایمنی بطاعت امینت ست خوف — در خائفی ز معصیت آں منشا جاست

طاعت کہ با غرور بود بیخ لعنت ست
عصیاں کز دشکستہ شوی تخم اجتباست

اے درویش متابعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمر باندھ لے، عشق محمدی حاصل کر لے۔ محبت احمدی اپنا شعار بنالے جسے محبت رسول نصیب ہوگئی ہے اسے بشارت ہو کہ اس سے برائی دور ہوجائے گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شراب عشق میں سرمست ہوگیا اسے ابدی عیش اور ازلی دولت نصیب ہوگئی۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا راستہ ہے جو تمہیں عالم باقی کی طرف لے جائے گا۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا راز ہے جو راہِ خداوندی ہے محبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خزانہ ہے جس میں دولت ایمان بھری پڑی ہے۔ ملت احمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام متابعین اللہ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاسے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کے تحت ساقی کوثر سے شربت وصال پیتے ہیں

دوزخ کے شعلوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ شرارہ جہنم سے بچے رہتے ہیں۔ ان کے لئے لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کی بشارت ہر بار چلی آتی ہیں۔

اے دل چو محبت محمد داری — میدان کہ سعادت مؤبد داری

از آتش دوزخت گذشتن چہ غمست — چون مہر محمدی تو با خود داری

مسلمانوں اور عیسائیوں کا مناظرہ: کہتے ہیں ایک بار ایک مسلمان اور ایک عیسائی آپس میں بحث کرنے لگے۔ مسلمان نے مناظرہ کو ختم کرتے ہوئے عیسائی سے کہا آؤ ہم دونوں اپنا ایک ایک ہاتھ آگ میں رکھتے ہیں تاکہ خالص اور مخالص کا امتیاز ہو جائے۔ دونوں آگے بڑھے۔ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہاتھ رکھے مگر دونوں کے ہاتھ محفوظ رہے اور کسی کا ہاتھ نہ جلا مسلمان نے بارگاہ رب العزت میں چلاکر کہا۔ بار الٰہا میں تیری ذات پر ایمان رکھتا ہوں تیرے حبیب کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں۔ میرا ہاتھ محفوظ رہا مگر یہ عیسائی نصرانی کیسے بچ گیا؟ ندا آئی۔ اے میرے حبیب کے عاشق تمہارا ہاتھ تو میرے حبیب کی محبت کا صدقہ بچ گیا مگر عیسائی کا ہاتھ اس لئے محفوظ رہا کہ جس آگ میں تمہارا ہاتھ تھا اس آگ سے عیسائی کا ہاتھ بھی جلانا مناسب نہیں تھا۔

اے درویش سن رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں جہاں ایک محبت کرنے والے کے ہاتھ کی برکت سے ایک نصرانی کے ہاتھ کو نجات مل جاتی ہے اگر کل قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی شفاعت کے صدقے آتش دوزخ ہمیں نہ جلائے گی تو اللہ کے فضل وکرم سے کیا عجب ہے؟

نعت دوازدہم[۱۲]: بہترین نغمہ نوائے جسے بوستان فصاحت کی بلبلیں الاپتی ہیں خوب ترین زمزمہ دلکشائے جسے گلستانِ بلاغت کی عندلیبیں اپنی میٹھی زبان سے بیان کرتی ہیں، حمد و ثنا خداوندی کے بعد سید انبیاء وسند الاصفیا پر درود وسلام ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے الٰہی! صد ہزاراں درود پاک اور لاکھوں صلوٰۃ وسلام کے تحائف سید انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کی روح وروان اور جسم وجان پر ہوں وہ تخت سروری کے سلطان ہیں، وہ بخت پیغمبری کے برہان ہیں۔ وہ شریعت کی صبح کا نور ہیں، طریقت کی بہار کی خوشبو ہیں۔ دریائے حقیقت کے غواص ہیں۔ بوستانِ نبوت کے گل سر سبز ہیں۔ آسمانِ مروت کے سنبلہ ہیں، نافہ فتوت کی مشک ہیں، حکمت کی ولایت کے والی ہیں۔

آیت رحمت کے مہبط ہیں۔ بہترین امت کے مقتدا ہیں شفاعت کی بلندیوں کے ہما ہیں۔ کائنات کے گلستان کے شگوفہ ہیں، باغ ملت کے سیمرغ ہیں، محبت کے درخت کا ثمرہ ہیں۔ الفت کے باغ کی جان ہیں۔ فلک سیادت کے آفتاب ہیں اور ساحت کی وسعتوں کے برُج ہیں۔ دریائے حسن کی موج ہیں چمن فصاحت کی بلبل ہے۔ باغ بلاغت کی طوطیٔ شیریں مقال ہیں۔ چشم ہدایت کے منبع ہیں۔ حمایت کے قبلہ کے مرجع ہیں۔ شب کرامت کی شمع ہیں، روز قیامت کی صبح ہیں۔ دائرہ وفا کا مرکز۔ معدن صفا کے گوہر۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

ثنائے کان ورائے عقل وجان ست | چہ حد شرح وچہ جائے بیان ست
ثنائے مدح شاہے چون توان گفت | کہ مدح او خداوند جہان گفت
محمد کافرینش را غرض اوست | مراد از جوہر جسم و غرض اوست
سپہ سالار میدانِ رسالت | نبی مسند صدر جلالت
سپہر دانش وخورشید بینش | بزیر سایۂ او آفرینش
بہ اصل و فرع مالکِ جسم وجان را | بدین و دل ولی نعمت جہان را
تنش معیار دار الضرب اشباح | دلش طیار دار الملک ارواح
خلایق خوشہ چینِ خرمنِ او | ملایک خوشہ روب گلشنِ او
نیازش پیک راہ قاب قوسین | نمازش جلوہ گاہ قرۃ العین
خدا را در حقیقت اوست بندہ | بپاس اصطفا در بر فگندہ
زر خالص ز کانِ کبریا اوست | ہمہ عالم مس و کیمیا اوست
نہ عالم بود نہ آدم کہ او بود | کہ او بود خدا آندم کہ او بود
ز عالم تا بآدم پرتو اوست | ز مشرق تا بمغرب پیرو اوست
جہان تاریک بود از کفر کفار | ز نورِ او منور شد بیک بار
تنش از سایہ زان معنی جدا بود | کہ دایم سایۂ پرورد خدا بود
کجا خورشید باشد سایہ دارے | ندارد سایہ با خورشید کارے
چو گرد خاک پالیش آسمان یافت | کواکب پردۂ کحلی ازان یافت

فروغ صبح زان بر عالمے زد | کہ با او از سر صدق او دمے زد
چراغش کشت حق تا خواند از اخلاص | ہمہ قندیل ہائے عرش رقاص
باآخر نور آنحضرت علم زد | محمد محو شد انگہ قدم زد

سخن از امت خود گفت مطلق
بدو بخشید امت یک بیک حق

میں اس سید کا نام لے رہا ہوں جس کا جمال با کمال تخت بخت پر زیب دیتا ہے۔ جس کے جلال با استقلال کے سامنے ممالک دنیا کے بادشاہ لرزہ براندام رہتے ہیں۔ قضاؤ قدر کے مؤکل آپ کے فرمان کے بغیر اپنا طغریٰ نہیں لکھ سکتا۔ خیر و شر کا فرشتہ آپ کے احسان کے عنوان پر ظفر کی تحریر لکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جب آپ براقِ محبت پر سوار ہوتے ہیں تو فلک الطلسی آپ کی ادنیٰ اسی منزل ہوتی ہے۔ جب آپ کا قلم سخاوت ورق شفقت پر انعام و اکرام لکھنا شروع کرتا ہے تو ملائکہ مقدس حقیر سائلوں کی طرح جھولی پھیلائے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب آپ کی شہنشاہی کا تیز رو گھوڑا معجزاتِ خداوندی کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو سراپردہ فلک پاؤں کے نیچے سمٹتا جاتا ہے اور آسمان کا چاند گیند بن کر رحمت ابدی کے میدان سعادت میں ہلال کے چوگان کے سامنے لڑکھڑاتا نظر آتا ہے آپ کے جلالت کے دبدبہ کے لئے حکمت سرمدی نے آسمان سے بادل اور آفتاب سے روشنی مہیا کی ہے۔

پیش ازاں کا ستاد فطرت فرش و ایوان ساختہ | پایہ قدرت فراز کون و امکان ساختہ
قالب آدم چو از خواب عدم برداشت سر | خاک پایت توتیائے دیدۂ جان ساختہ
شہسوار دلدل شوقے کہ در میدان چرخ | عشق از بدر و ہلالت گوئے و چوگان ساختہ
خواجۂ عالم تو بودی لاجرم بنائے صنع | از برایت چار طاق و ہفت ایوان ساختہ
دُرِّ وحدت راکہ می جویند در بحر قدم | عشق اندر حقۂ جسم تو پنہان ساختہ
از برائے ماحضر پیش گدایانت خدا | ہشت جنت با ہزاراں حور و غلمان ساختہ
راہ جنت گرچہ دشوارست نزد دیگراں | برگنہگاران این امت چہ آسان ساختہ
یا رسول اللہ بحالِ عاصیاں کن یک نظر | تا شود زاں یک نظر کار فقیراں ساختہ
رحمۃ للعالمینی بر معینے رحم کن | کز جہالت خویش را محکوم شیطاں ساختہ

اشارت : اے افسردہ خاطر درویش یہ بات ذہن نشین کرلے کہ دین کی حقیقت روز ازل سے ہی رب العالمین نے انبیاء مرسلین کے حوالے کی کردی ہے ہر ایک نبی نے دین کی تکمیل و ترویج میں حصہ لیا حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک سے اس دین کی تکمیل ہوئی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ گندم کے دانے کتنے ہاتھوں سے گذر کر انسانی غذا کے قابل ہوتے ہیں۔ پہلے گندم کو بھوسے سے پاک و صاف کیا جاتا ہے پھر آٹا بنایا جاتا ہے پھر آٹا گوندھا جاتا ہے۔ روٹی تیار کی جاتی ہے۔ پھر جا کر ایک نوالہ بنتا ہے۔ اس نوالہ تیار کرنے میں بھی تنور والے کو روٹی تیار کرنے کے لئے کتنے کام کرنے پڑتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام دین کے اس خمیر کو تیار کرتے رہے اور اپنے مقامات نبوت اور مدارج رسالت سے اسے موزوں بناتے رہے۔ عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت خداوندی کا تنور گرم ہوا تو یہ لاکھوں انبیاء اور سینکڑوں رسولوں کا تیار کردہ خمیر جس میں نبوت کے ہزاروں نقطے محفوظ تھے، سرکار دو عالم کے دست حق پرست میں آیا جنہوں نے تنور محبت میں روٹی بنا کر لگا دیا۔ وہ ایمان کی روٹی آپ کی تیئس ۲۳ سالہ زندگی میں نہایت عمدگی سے پکی جب اسے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے اعلان کے ساتھ تنور سے باہر نکالا گیا اور بعثت الی الخلق کافۃ کی دکان میں سجایا گیا۔ دنیائے ارضی کے قحط زدہ اور فاقہ کش جاں نثاروں نے علیٰ فترة من الرسل اس روٹی کے بدلے مال و جان سب کچھ قربان کر دیا وجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی للکار کے ساتھ میدان جہاد میں نکل پڑے۔ جب دین کی روٹی پک گئی اتنے ہزار امتیں جس کی آرزو رکھتی تھیں مگر صرف امت محمدیہ جسے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کا خطاب ملا تھا۔ اس ایمانی غذا سے مکمل طور پر محفوظ ہوئی۔ اے درویش فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا لباس اعلیٰ اسی امت مغفورہ کے قامت پر موزوں آیا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کی شمع کی نور کی کرنیں انہیں پروانہ صفت سوختہ خرمن عاشقوں کے حصے میں آئیں۔

مائیم ز خود وجود پرداخت گان آتش بوجود خود در انداخت گان
پیش رخ چوں شمع تو شعلہ وصال پروانہ صفت وجود خود سوخت گان

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا شراب طہور اس کی بزم پر سرور میں وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا

کا ایک گھونٹ تھا۔ جوان سرشارِ عشق کے منہ میں انڈھیلا گیا۔ اسی امت کے بادۂ عشق کے سرمستوں نے سُبحَانیَ مَا اَعظَمَ شَانِی کا ولولہ انگیز نعرہ بلند کیا اور اسی امت کے جانبازوں نے اَنَا الحَقّ کے زمزمہ سے عاشقوں کے جسموں میں زندگی بخشی۔ فقیر مؤلف نے ان جانثاروں کی کیفیت سرمدی کو اپنے ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

انیچہ جام است اینکہ اندر کام مستان ریختی	بادۂ عشقت کاندر ساغر جان ریختی
آن نہ آن بادہ است کاندر ساغر و پیمانہ است	زان شراب ست اینکہ برموسیٰ عمران ریختی
چوں ملک را تاب مستی از مے عشقت نبود	لاجرم یک جرعۂ برخاک انسان ریختی
صد ہزاراں جرعہ خوردہ نعرہ زوہل من مزید	تا زخود چیزے میاں بادہ پنہاں ریختی
من نمی دانم چہ بود این مایہ اندر جام مے	عکس رویت بود یا خود آب حیواں ریختی
زاں مئے وحدت کہ شاہاں را ندادی جرعۂ	صد ہزاراں جام در کام گدایاں ریختی
زان مے کز بوئے او مستند و حیراں اہل عقل	جامہا در کام سرمستان حیران ریختی
از درونِ جان زند سر انا الحق سر برون	زان مے وحدت کہ برار باب عرفان ریختی
ہم بوئے جرعہ نوشان مست و فانی میشدند	خاصہ کاکنون جام و ساغر صد ہزاراں ریختی

ہرچہ اکنون بر صبغی میرود معذور دار
گز شرابِ عشق بر کامش فراواں ریختی

مکاتب : ایک شخص دیوار پر لیلےٰ و مجنوں کے نام لکھتا جا رہا تھا۔ مجنوں بھی اسی طرف گزرا تو اس نے اپنے ہاتھ سے لیلیٰ کا نام مٹانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے مجنوں کی اس حرکت کو دیکھ کر کہا مجنوں تم اپنی محبوبہ کا نام مٹاتے جا رہے ہو مجنوں نے کہا۔ وحدتِ عشق نے ہمارے درمیان سے دوئی کا تصور ختم کر دیا ہے اور مَن اور تُو کا امتیاز ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے۔

انا من لیلی و من لیلی انا	انا من اھوی و من اھوی انا
نحن روحان حللنا بدناً	فاذا ابصرتنی ابصرتنا

من کیم لیلی و لیلی کیست من	ما دو روحیم آمدہ دریک بدن

ثابت ہُوا کہ عشق ازلی اور محبت لم یزلی ندا کرتی ہے ۔ اے محمدؐ! میری غیرت دوئی کو پسند نہیں کرتی ۔ میں دو ناموں کو روا نہیں سمجھتا اگر اہل علم کو اس معنی پر دلیل کی ضرورت ہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھیں ۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ

پیوستہ حدیث احمدی باید گفت — وز صدق درود سرمدی باید گفت

خواہی کہ سعادت ابد دریابی — باحق سخن محمدی باید گفت

افسوس فطرت ابدی نے جمال و کمال مصطفوی کو گلیم بشریت میں لپیٹا ہے اور پھر محمدیت کی چادر اوڑھا دی ہے یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ غیرتِ خداوندی دوسرے غیر کو برداشت نہیں کرتی اور اَوْلِیَائِیْ تحت قبائی لا یعرفھم غیری اسی صاحب مزمل کا عکس جمیل ہے ایک عارف راہ حقیقت نے لیس فی الوجود سوی اللہ فرمایا تھا اور کہا کہ میں نے بے پناہ جوع و خشوع کے میدان عبور کئے ۔ وادی ریاضت و مجاہدت کو طے کرتا گیا ۔ وجود کے بیان سے گذر کر بحر شہود میں مستغرق ہوا ۔ براق عشق کے وسیلہ سے آسمانوں کے کئی طبقوں سے گذرا ۔ حتیٰ کہ عرش خداوندی کے ایوان تک جا بجا ۔ اس وقت ملائکہ کی صفیں اور ارواح کی کئی قسمیں مجھے دکھائی دیں ۔ میں نے کہا ۔ اے اللہ مجھے روح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دکھائی دے ۔ ورنہ حضور کی جدائی کی آگ اور فراق کی گرمی مجھے جلا کر خاکستر کر دے گی ۔ خطاب آیا اے عاشق جمال محمدی! ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روحانی جمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں عام کیا تھا ۔ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ کی روشنی نے اس جمال عیسوی کو دنیا نے ہماری طرف نسبت کر دی قَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ (عیسائی حضرت عیسےٰ کو ابن اللہ کہنے لگے) اگر جمال محمدی اور جمال مصطفوی کو بھی دنیا پر واضح کر دوں اور اہل دنیا پوری طرح دیکھ لیں تو ایک قیامت برپا ہو جائے اور مردوں میں زندگی آ جائے ، یہ شجر و حجر گفتگو کرنے لگیں ، آسمان اپنی جگہ سے ہل جائے ، ملائکہ اپنے سکوں سے محروم ہو جائیں ، دلوں میں محبت کی آگ بھڑک اٹھے ، روح خرقۂ تن کو پارہ پارہ کر کے پرواز کرنے لگیں ، مرغ جان فضائے لامکاں میں اڑنے لگیں ، تمام کائنات اور اس کائنات میں بسنے والے محمدؐ کی پرستش کرنے لگیں اور زبان حال یہ کہنے لگیں

صحن زمین فرش سرائے ولیست　　چرخ برین قبلہ نمائے ولیست

بحر فلک پر در و مرجان اوست　　نہ طبقش یک طبق خوان اوست

چیست قلم بندۂ فرمان او　　لوح یکے فرد لک دیوان او

عرش کہ بر فرق جہان تاج اوست　　منبر نہ پایہ معراج اوست

از چہ شد از نور قدم ملبسش　　تا قدم انداز کند اطلسش

کرسی قدسی چو بدید آتشبش　　بوسہ ہمیبد ادہم مرکبش

نعل براقش نگر آنجا گسیخت　　میخچہ چند ز نعلش بریخت

بر شرف غرفۂ ہشتم حصار　　انجم ازان ماند مگر یادگار

ثابت و سیار نثار دیند　　بر سر رہ مشعلہ دار دیند

اے گل و گلزار ہمہ بلبلاں　　قافلہ سالار سبک محملان

رہنمائے ہمہ سرگشتگان　　قفل کشائے ہمہ برگشتگان

آئینہ دار رخ شاہی توئی　　مطلع انوار الٰہی توئی

مایہ ہر مفلس مسکین تو بس　　مونس جان من غمگین تو بس

دست بفتراک تو خواہم زدن　　با تو بخلوت گہ وحدت شدن

در مرا مایۂ درمان تو باش　　بدرقہ خدمت سلطان تو باش

زنگ تن از آئینۂ جان زدائے　　بر دلم اسرار حقیقت کشائے

مصقلہ بردار و مرا جلوہ دہ　　در دل من نور خدا جلوہ دہ

برفگن این پردہ ز رخسار دوست　　ہاں کہ دلم عاشق دیدار اوست

جملۂ ذرات وجود مرا　　آئینۂ ساز حقیقت نما

یک شکن از نافۂ چین باز کن

صد گرہ از کار معین باز کن

اے شمع سراچۂ الٰہی — خورشید سپہر بادشاہی
بر ذروۂ تارک ملائک — قدرت زدہ پایۂ ارایک
ز آئینۂ ذات تو خداوند — بنمود چو برقعت برافگند
خورشید ظہور و نور مطلق — در برج دلت فزودہ رونق
در مظہر ہستی تو دیدم — آن حسن کہ ہم ز تو شنیدم
در عرصۂ انکشاف معنیٰ — نکشودہ لبت زبان بدعوائے
یک پردۂ عیسوی برافتاد — ترسا بخدائیش نشان داد
در پردہ بہفتہ بہ جمالے — کو را نبود جزا و مثالے
ہفتاد ہزار پردہ داری — ہر پردہ ہزار پردہ داری

بیچارہ **معین** کین غلامت
از دیدۂ دل کند سلامت

چنانچہ یہی بہتر ہے جمال مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور روحانیت و نورانیت محمدی کو بشریت کے دبیز پردوں میں لپیٹ کر قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى سے اس عالم سوز نورانیت کو مدہم کر دیا جائے تاکہ جب صبح قیامت نمودار ہو اور يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ کا منظر پیش ہو اور آفتابِ رسالت محمدی آسمان قبولیت اُبدی پر جلوہ گر ہو تو ساری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کون تھے اور وہ معلوم کر سکیں کہ وہ بشر تھے یا بشریت کے پردے میں تھے انہیں یقین سے معلوم ہو جائے۔ ان اٹھارہ ہزار عالم سے سرکار دو جہاں کی حقیقت کو مخفی رکھنے میں کیا حکمت تھی اور عدم سے عالم وجود کے ظہور میں کیا راز تھا۔ مؤلفہ

حکمت از ایجاد دو عالم چہ بود — تا بمحمد کند اظہار جود
گر نہ کرنورش ز قدم تافتے — ز آدم و عالم کہ نشان یافتے
قرص تب شیر صباح وجود — نور طلوع از افق او نمود
کون و مکان ہر دو زخیل وے اند — جان و جہان ہر دو طفیل وے اند
ہر دو جہاں فسحت میدان اوست — گوئے فلک در خم چوگان اوست

فصل چہارم[۴]

خصائص و فضائل حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) خصائص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان خصائص سے مراد وہ امور ہیں جو صرف سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہی مخصوص ہیں۔ کسی دوسرے کو اس میں مشارکت نہیں۔ ان خصوصیات میں نہ تو انبیاء کرام کو شرکت ہے نہ ملائکہ علیہم السلام کو حصہ ملا ہے کیونکہ بشریت کے نفوس کا کمال جودت ماہیت اور صفائی جوہریت کی مقدار پر منحصر ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کے نفوس قدسیہ۔ انسانی نفوس میں سے نہایت ہی صاف نفیس اور پاکیزہ تھے۔ ان کے ابدان شریفہ تمام عیوب سے پاک اور صاف تھے۔ ان انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ختمی پناہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا وجود پاک مزاج صحت اور کمال بدن، صفائی روح خلق عظیم کے لحاظ سے ممتاز تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسی وجہ سے آپ کو بے پناہ فضائل اور لاتعداد خصوصیات سے نوازا تھا۔ ہم اس مختصر سی کتاب میں ان کمالات و فضائل کو بیان کرنے سے قاصر ہیں لیکن بعض خصائص کو نہایت اختصار سے بیان کرنے میں سعادت سمجھتے ہیں۔

خصوصیت اوّل: حضور علیہ السلام کی روح پر فتوح تمام مخلوقات میں سے اوّل تھی۔ اس کے بعد آپ کا بدن مبارک تخلیق کیا گیا۔ بعثت میں بھی نحن الاخرون السابقون کے مظہر اتم تھے۔ آپ کے روح مبارکہ کی اولین ہونے کی کیفیت یہ تھی کہ تمام ملائکہ بشری وغیرہ مخلوقات کے ارواح کو آپ کے روح سے بہت بعد میں ظاہر فرمایا گیا۔ ہم روح مصطفےٰ اور نور مصطفےٰ کی تخلیق پر رکن اوّل میں تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

خصوصیت دوم حق سبحانہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل سے ایک عہد لیا اور میثاق قائم کیا تھا کہ نصرت و اعانت اور متابعت نبی آخر الزمان کریں گے۔ اگر آپ کا زمانہ کسی نبی کو میسر آجائے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ آپ پر ایمان لائے۔ آپ کے دین کی مدد کرنے قرآن پاک میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ اگر

انبیاء علیہم السلام کو آپ کی بعثت کا زمانہ نصیب ہوتا تو ان پر حضور کی متابعت واجب تھی لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِيْ ؕ

خصوصیت سوم ۳: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے انبیاء کا ذکر کیا تو ان کے نام اور علامات سے یاد کیا گیا مگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا تو آپ کی اوصاف و کرامت سے یاد فرمایا يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ حضرت نوح علیہ السلام کو يَا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو يَا اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو يَا مُوْسٰى اِنِّيْ اصْطَفَيْتُكَ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ حضرت داؤد علیہ السلام کو يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ حضرت زکریا علیہ السلام کو اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ جیسی علامات اور اسماء سے پکارا گیا مگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو فرمایا يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ جہاں کہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد فرمایا گیا وہاں نبوت و رسالت کے اوصاف بیان کرنا مقصود تھے اور حضور کی مدح و ثنا کو واضح کرنا تھا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ـ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ـ وَاٰمِنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ" ـ وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وغیرہ قسم کے اوصاف و مناقب بیان فرمائے گئے۔

قیامت کے دن تمام امتوں کو ان کے پیغمبروں کے ناموں سے پکارا جائے گا یا امتِ نوح یا امتِ ابراہیم۔ یا امتِ موسیٰ۔ مگر جب امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوگا تو فرمایا جائے گا۔ یا اولیائی۔ تاکہ حضور کا احترام، عزت و حشمت ملحوظ خاطر رہے اور امتِ رسول کی بھی ممتاز حیثیت برقرار رہے۔

خصوصیت چہارم (۴): سابقہ امتوں کو اس بات کی اجازت تھی کہ وہ اپنے پیغمبروں کو ان کے ناموں سے پکار سکتے تھے مگر امت محمدیہ کو یہ بات جائز نہیں کہ وہ آپ کو آپ کے نام سے پکارے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اس طرح نہ لو جس طرح تم ایک دوسرے کے نام کو پکارتے ہو)
اس آیت کریمہ کا سبب نزول بھی یہی تھا کہ ایک بار (بقول ابن عباس) صحابہ کرام حضور کو مخاطب کرتے وقت یا محمد یا احمد یا اباالقاسم کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آئندہ کے لئے ادباً اور تعظیماً ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد یارسول اللہ یانبی اللہ کہہ کر پکارا جاتا۔

خصوصیت پنجم ۵ آپ کو جوامع الکلم کی خصوصیت عطا فرمائی گئی اُوْتِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِمِ یعنی آپ کو ایسا کلام عطا فرمایا جو قلیل الالفاظ ہوتا مگر کثیر المعانی پر مشتمل ہوتا۔ بعض صحابہ جوامع الکلم سے قرآن پاک سے مراد لیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی گفتگو فصاحت و بلاغت میں بے مثال تھی۔ عبارات اور اشارات میں ہزاراں معانی پر مشتمل تھے۔ اور یہ خصوصیت صرف سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی تھی۔

خصوصیت ششم ۶ آپ کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کی ہیبت اور خشیت تھی۔ یہ نصرت خداوندی آپ کے ساتھ مخصوص تھی۔ ایک ماہ کے راستہ کی دوری پر دشمن آپ کے متعلق بُرے ارادے کا اظہار کرتا تو اس کا دل رعب رسالت سے تھرآجاتا اور وہ مقہور۔ مجبور۔ مقلوب۔ مغلوب اور مغبون ہو جاتا۔ نُصرت بالرّعت مسیرۃ شہر

خصوصیت ہفتم (۷) حضور علیہ السلام پر مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ حالانکہ ایسا مال انبیاء سابقین کے لئے جائز نہ تھا۔ پہلے انبیاء کے ہاں مال غنیمت کو ان کے سامنے لایا جاتا اور ایک جگہ جمع کر دیا جاتا اور آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا کر راکھ کر جاتی۔ آپ نے فرمایا اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمِ (میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا)

خصوصیت ہشتم ۸ روئے زمین کو آپؐ اور آپؐ کی امت کے لئے سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔ زمین کی مٹی آپ کے لئے پاک بنادی گئی حتیٰ کہ بعض حالات میں اسے تیمم کا ذریعہ بنا دیا گیا پہلی امتیں اس نعمت یا رعایت سے مستفیض نہیں تھیں۔ ان کے لئے مساجد و معابد مقررہ جگہ پر ہوتے تھے۔ اس زمانے میں پیغمبر جس قصبے یا بستی میں تشریف لے جاتے ان کے قدموں کی برکت سے وہاں ایک مسجد یا معبد تعمیر کیا جاتا جس میں عبادت کی جاتی تھی۔ جس سرزمین کو یہ دولت نصیب نہ ہوتی وہ نہ پاک

سمجھی جاتی تھی نہ اسے عبادت کے لائق خیال کیا جاتا تھا۔ سفر کے دوران مسجدیں لکڑی کے تختوں سے بنائی جایا کرتی تھیں۔ وہ تختے عبادت گذار اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے۔ انہیں تیمم کرنے کی قطعًا اجازت نہیں تھی۔ آپؐ نے فرمایا جعلت لی الارض مسجداً وترابھا طھوراً۔

خصوصیت نہم ۹ آپؐ تمام مخلوقات جن و انس پر مبعوث کئے گئے، حالانکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام مختلف قبیلوں یا قوموں پر مبعوث ہوتے تھے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت نوحؑ علیہ السلام کو ان لوگوں پر نبی بنا دیا گیا جو تمام روئے زمین پر طوفان نوحؑ سے بچ گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ صرف انسانوں کے پیغمبر بنائے گئے، جنوں پر آپ کی نبوت نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ کافۃ الناس یعنی جن و انس پر نبی تھے بعثت الی الخلق کافۃ۔

خصوصیت دھم ۱۰ آپ کی آمد کے بعد تمام انبیاء کے وجود اور نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ آپ نے فرمایا ختم لی لنبیون ۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نیچے آئیں گے مگر وہ بھی اب شریعت محمدیہ کا اظہار کریں گے اور ان پر ہی عمل کریں گے اور حضرت رسول اکرمؐ کی شریعت پر ایسے ہی عمل کریں گے جیسا کوئی آپ کی امت کا عالم دین کرتا ہے۔

خصوصیت یازدہم ۱۱ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ عالمیاں بنا کر بھیجا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اس موضوع پر بہت سے لطیف نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اور علماء و فصحاء کی قلم معجز بیان نے بڑے بڑے اعلیٰ نکتے بیان کئے ہیں۔ ہم ان میں سے چند لطائف بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات پر رحمت تھے، ان مخلوقات میں ملائکہ، انسان، جن، شیاطین چارپائے، درندے، پرندے، چرندے غرضیکہ جسے بھی خلعت زندگی ملی خواہ وہ اس وقت زندہ تھے یا مردہ آپ کی رحمت سے حصّہ ملا۔

حکایت : آپؐ کا شب معراج کو جب ملائکہ کے نزدیک سے گذر ہوا تو مختلف قسم کے فرشتے صف بستہ پیش آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اسرار و علوم کے بارے میں استفادہ فرمایا اور

تفصیلی طور پر ملائکہ کے تمام اقسام اور تمام درجات کے اسرار کے متعلق سوالات کئے اور معارف و اسرار معلوم کئے بعض واقعات کو واقعہ معراج میں تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے مگر یہاں ہم ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

جب جبرائیل علیہ السلام وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ والی آیت کریمہ لے کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے سوال کیا۔ جبرائیل کیا آیہ کریمہ سے تمہیں بھی کوئی فائدہ رحمت حاصل ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہاں! یا رسول اللہ۔ آپ کے آفتاب رسالت کے آسمان جلالت پر طلوع ہونے سے پہلے اس کون و فساد کے ظلمت کدہ میں حد خیال تک اندھیرا ہی اندھیرا تھا آپ کے وجود پاک کی نورانی شعاعوں سے یہ عالم تاریک منور ہوگیا۔ میں اس سے پیشتر اپنے تمام امور کے سرانجام دینے میں فکرمند رہتا تھا۔ مجھے اپنے کام کے نتائج۔ مآل اور اثرات پر بڑا تردد ہوتا اور ان کے اثرات سے ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا۔ مجھے ابلیس کے حالات اور اس کا حشر یاد آتا تو میں کانپ اٹھتا کہ جلالت خداوندی سے کانپتا رہتا۔ یہ فکر اور یہ غم روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسند رسالت پر فائز فرمایا۔ مجھے وحی کی ترسیل اور پیغام رسانی پر مقرر کیا گیا۔ جب یہ آیہ کریمہ اتری اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے کریم۔ مطاع۔ مکین۔ امین کے القاب سے نوازا تو میرے دل سے خوف و ہراس دور ہوگیا اور امن و اطمینان نصیب ہوگیا۔ مجھے یہ سارے القاب آپ کی خدمت اور بارگاہ میں بار بار حاضری کے صلہ کے طور پر ملے تھے۔ رحمت محمدی کے اثرات انسانوں اور ملائکہ سے بڑھ کر جنوں پر بھی وارد ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی برکت سے بہت سے جنوں نے قرآن پاک سنا۔ سعادتِ ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ عرفان خداوندی حاصل کیا۔ رشد و ارشاد اور خدمت رب العباد میں مشغول ہوگئے لیلۃ الجن کے واقعہ میں اس مضمون کو تفصیل سے پیش کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ظہور انسانوں پر تو شرح و بیان سے باہر ہے۔ اس حقیقت کو ہم قرآن پاک کی آیات بینات سے ہی لے سکتے ہیں۔ یہاں مختصر طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی ذات بابرکات اس کائنات ارضی پر مومنوں پر بھی رحمت ہے اور کافروں کے لئے بھی رحمت۔ مومنوں کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط

(تم آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے جب تمہیں اس عذاب سے بچا لیا گیا، مومنین کے لئے آپ کی رحمت ہدایت اور ایمان لے کر آئی۔ منافقوں کے لئے بھی یہ رحمت امن کی صورت بن کر ظاہر ہوئی اور وہ قتل و غارت کا نشانہ بننے سے بچ گئے، کافروں کو عذاب میں تاخیر محض رحمت رسول اللہ کی بدولت ہوئی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (اللہ ان پر عذاب اس لئے نہیں لاتا کہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں)

مومنین کیلئے بشارت رحمت اگرچہ سرکار دو عالم کا وجود پاک مشرکین، کافرین اور منافقین کے لئے بھی رحمت کی علامت بن کر آیا مگر مومنین کے لئے یہ وجود پاک سراپا رحمت تھا، انہیں عذاب میزان سے نجات ملی۔ انہیں عرفان کے بلند درجات نصیب ہوئے انہیں جنت کے مختلف مقامات ملے۔

ایک خاص نکتہ جب وَأَنْتَ فِيهِمْ والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بڑا مغموم ہوا اور سوچنے لگے۔ جب میں ان کے درمیان سے اٹھ جاؤں گا تو یہ لوگ پھر عذاب الٰہی کی گرفت میں آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے پاس خاطر کے لئے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ آپ قیامت تک ان کے درمیان ہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریم کے نازل ہونے کے بعد آپ نے فرمایا لامتی امانان من العذاب یوشک ان یرفع عنهم احد هما ویبقی الاخرا پھر آپ نے اس آیت کریمہ کو پڑھا۔

قیامت کے دن بھی سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا حصہ مومنوں کو ملے گا۔ آپ ہی کی استغاثت اور شفاعت کا سہارا ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے، قیامت کے دن عذاب کے فرشتے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ معرکہ محشر میں سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ کی تہدید آمیز حالت میں دوزخ کے سات دروازے کھول دیں گے۔ دوزخ کے شعلے اہل محشر کو ہر طرف گھیرتے دکھائی دیں گے۔ آتش دوزخ بارگاہ رب العزت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے استغاثہ کرے گی حضرت جبرائیل علیہ السلام اس نازک وقت میں عرض کریں گے۔ یا رسول اللہ! اپنے گیسوے مشکیں سے غبار جھاڑ دیجئے، قدرت الٰہی کا مشاہدہ فرمائیے۔ حضور نگاہ بلند فرمائیں گے۔ گیسوئے پاک کو جھٹکیں گے تو بادلوں کی طرح

ایک خوبصورت اور لطیف قسم کا غبار نمودار ہوگا جو ساری امت کے سروں پر ایک خیمہ بن کر چھا جائیگا حضرت جبرائیل پھر عرض کریں گے۔ یا رسول اللہ! اپنے چہرہ مبارک کو اٹھائیں۔ اس طرح تمام اطراف میں ایک خوش مشام خوشبو پھیل جائے گی اور دوزخ کے شعلوں اور مومنوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہوجائے گا۔ دوزخ کے لپکتے ہوئے شعلے مومنوں سے دور ہوجائیں گے۔ آتش دوزخ دور ہوتی جائے گی۔ یہ واقعہ تو شفاعت محمدی سے پہلے ہونا ہے۔ شفاعت کے بعد کے واقعات تو اس سے بھی زیادہ پر از رحمت ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَامِنْ اُمَّۃ الا بعضھا فی النار و بعضھا فی الجنۃ اِلا امتی فانھا کلھا فی الجنۃ تمام امتوں کے لوگ بعض جنت میں جائیں گے اور بعض دوزخ میں۔ صرف امت محمدیہ ایک ایسی امت ہوگی کہ تمام و کمال داخل جنت ہوگی۔ اس حدیث کی تفصیل متوکل ناجی نے حضرت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یوں بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اس کا نام مطرح بن حداد تھا کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے اپنی امت کے فضل و کمال سے خبر دیں اور اس امت کی حضرات نوح۔ ہود۔ صالح۔ ابراہیم۔ شعیب اور موسیٰ علیہ السلام کی امت پر جو فضیلت حاصل ہے بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میری امت دوسری تمام امتوں پر اتنی ہی فضیلت رکھتی ہے جتنی مجھے دوسرے انبیاء پر حاصل ہے۔ اعرابی نے سوال کیا یہ کیسا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت کے دن ایک پیغمبر آئے گا جس کے ساتھ ایک یا دو یا تین یا دس یا زیادہ امتی ہوں گے جب میں آؤں گا تو میرے ساتھ بے حد و حساب لوگ آئیں گے یہ حساب صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگا۔ اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی امت کتنے فرقوں میں ہوگی۔ آپ نے فرمایا چار فرقوں میں اور ہر فرقہ یا گروہ بہشت میں داخل ہوگا۔ پہلے گروہ کو قیامت کے دن منصب شفاعت حاصل ہوگا یہ لوگ اس طرح شفاعت کریں گے جس طرح انبیاء اپنی امت کی نجات کے لئے شفاعت کریں گے۔ دوسرا گروہ جب بہشت میں داخل ہوگا تو اس کا شمار نہیں ہو سکے گا۔ اعرابی نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ یہ لوگ کس عمل سے اس مرتبہ کے مستحق ہوں گے۔ آپ نے فرمایا یہ میری امت کے شہداء ہیں۔ اعرابی نے پوچھا انہیں شہداء کیوں کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں نے اللہ کی واحدانیت اور میری رسالت کی

شہادت دی تھی اور اللہ کے عہد کا حساب کیا تھا۔ اعرابی نے پوچھا کیا جو بھی ایسی شہادت یا تصدیق کرے وہ شہید کہلائے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! پھر اعرابی نے تیسرے گروہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا ان لوگوں سے آسان حساب لیا جائے گا۔ اعرابی نے دریافت کیا کہ ان لوگوں سے کیوں حساب لیا جائے گا جب گروہ اول سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے گناہ اور خطا کاریاں بہت زیادہ ہوں گی۔ اعرابی نے پوچھا ان کے گناہوں کا کیا کیا جائے گا، آپ نے فرمایا یہ گناہ مشرکین پر لاد دیئے جائیں گے۔ چونکہ مشرکین اور کفار اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے اس لئے ان پر مسلمانوں کے کوہِ گناہ کو بھی لاد دیا جائے گا۔ اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ۔ کیا یہ آپ کا فیصلہ ہے یا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ حضور نے فرمایا وَ لَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ اعرابی نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اعرابی نے کہا یہ کس قدر بخت لوگ ہیں جن کی گردنوں پر دوسروں کے گناہوں کے بوجھ ڈالے جائیں گے۔ پھر اعرابی نے چوتھے گروہ کے متعلق دریافت کیا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا گروہ تو میری خاص شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اعرابی نے اس بات پر اظہارِ تعجب کیا تو حضور نے فرمایا اعرابی تم نہیں جانتے کہ قیامت کے دن میرے پاس جنت کی کنجیاں ہوں گی میں ان کا خازن ہوں گا۔ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہی اچھا ہو کہ میں بھی قیامت کے دن اس خازن کے ساتھ ہوں۔ یا رسول اللہ! اگر آج میں وحدانیت خداوندی اور آپ کی رسالت کا اقرار کر لوں تو کیا قیامت کے دن آپؐ کے ساتھ ہوں گا اور میرے لئے بہشت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اگر میرے اہل و عیال بھی ایمان لے آئیں۔ تو آپؐ نے فرمایا انہیں بھی بہشت میں جگہ ملے گی۔ اعرابی کو دولت ایمان ملی اور اس نے اپنے اہل و عیال سمیت اسلام قبول کر لیا۔ اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اب اگر لوگ مجھے پوچھیں کہ میں کون ہوں اور میرا کیا نام ہے تو میں کیا جواب دوں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہنا میں مسلمان ہوں اور مسلمان وہ ہوتا ہے جو آتش دوزخ سے سلامت رہے۔ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام مطرح ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام بدل دیا جائے، آپ نے فرمایا آج کے بعد تمہیں مسلم کہا جائیگا اعرابی کو اس نام سے بہت خوشی ہوئی۔ اعرابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی

امت کا نام مسلم کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں مومن۔ اعرابی نے دریافت کیا۔ مومن کیوں کہا جاتا ہے۔ تو حضور نے فرمایا وہ بڑے عذاب سے ایمن ہو جاتا ہے، اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا مسلمان بھی گناہ کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر مسلمان گناہ نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کوئی اور جماعت پیدا کر دے گا، جو گناہ کرے گی، انہیں اپنی رحمت سے بہشت میں داخل کرے گا۔ اس طرح خداوند تعالیٰ اپنے کرم بخشش اور رحمت کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ اعرابی نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ مِنْ اُمَّتِكَ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اعرابی! اس سے بڑھ کر نعمت خداوندی اور کیا تلاش کرتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں دوزخ کی آگ سے نجات دے دی ہے۔ کفر چھوڑ کر ایمان کی طرف آ گئے ہو دوزخ سے بہشت میں پہنچ گئے ہو۔ لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے، پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

رحمت برائے شیاطین جب اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کو لعنتی قرار دیا تو ایک زبردست فرشتہ اس پر مسلط کر دیا تاکہ اس کی گردن پر مکے مارتا رہے ان مکوں سے ابلیس چلاتا تھا۔ اس کے چہرے پر طمانچہ کا نشان دوسرے دن تک نظر آتا، حتیٰ کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئے اور وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی آیۃ کریمہ نازل ہوئی تو ابلیس نے رو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی میں بھی عالمین میں سے ہوں مجھے رحمت سے کچھ حصہ ملنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا کہ آج کے بعد اس ملعون پر مکے نہ مارے جائیں، اس طرح اسے بھی رحمتِ رسالت مآب سے کچھ حصہ ملا۔

نور شفاعت تو اگر پرتوے زند
ابلیس را از ظلمت عصیاں دہد خلاص

نکتہ: اے درویش! جب شیطان لعین کو رحمت دو عالم کی رحمت سے نجاتِ عذاب ہو سکتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے مومن عارف کو حضور کی محبت اور متابعت کے بدلے دوزخ کے شعلوں سے کیونکر نجات نہ ملے گی۔ اللہ کے کرم سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت رسالت کا حصہ ملے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ رحمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے چار پاؤں وحشی جانور اور پرندوں تک کو حصہ ملے گا۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جس سال سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اس سال سارا عرب قحط اور خشک سالی کا شکار تھا۔ باغ۔ کھیت درخت اور پودے سب خشک ہو چکے تھے۔ صحرا و بیابان سبز گھاس سے یکسر محروم ہو چکے تھے۔ کھیتیاں ویران تھیں۔ بھیڑ بکریوں کا دودھ سوکھ چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد موسم میں اتنی خوشگوار تبدیلی آئی کہ سارا عرب لہلہا اٹھا۔ بارشیں لگاتار ہوئیں۔ درخت پھوٹ پڑے۔ صحرا سرسبز ہو گئے۔ بیابان ہرے بھرے دکھائی دینے لگے۔ چنانچہ اس سال کا نام عربوں نے عام الفتح رکھا انسان، جانور اور پرندے روزی کی مشقت میں آسانی محسوس کرنے لگے۔ اگر بارش میں کمی ہوتی، تو حضور کے صدقہ سے پھر بارش برستی، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عطا سے تمام مخلوقات بہرہ ور ہونے لگی، ہم اس موضوع پر اپنے مقام پر گفتگو کریں گے ایسے ہی جس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ پاک کو ہجرت کی تو وادی مکہ شدید ترین قحط سالی کا شکار تھی۔ یہاں تک کہ لوگ کتے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے، مکہ والوں نے ابو سفیان کو مدینہ بھیجا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی جائے چنانچہ حضرت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سفارش سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو قحط سالی ختم ہو گئی، اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے ہر قسم کی مخلوق کو حصہ ملا اکثو من ان یعد و یحصی ہم اوپر یہ بھی کہہ آئے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات و ممات بھی رحمت عالمیان ہے۔ اس سے مراد یہ ہے حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی میری زندگی اور میری موت بھی تم لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے، زندگی تو اس وجہ سے کہ مخلوقات کی مشکلات دور کی گئیں اور انسانی زندگی میں لوگوں کو جن مشکلات کا سامنا تھا آپ کی امداد اور رہنمائی سے حل ہو جاتی تھیں۔ بعد از حیات بھی تمام امت کے اعمال پیر اور جمعرات کو حضور کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ آپؐ اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان نیکیوں کی قبولیت کی سفارش کی جاتی ہے اگر برائیاں زیادہ ہوں تو ان کے لئے مغفرت اور شفاعت کی جاتی ہے تاکہ گناہوں کو معاف کر کے صحیفہ اعمال کو پاک کر دیا جائے

لوگوں نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تو انسان کا بدن بوسیدہ اور ریزیدہ ہو جاتا ہے۔ آپ ان حالات میں معاملاتِ امت کو کیسے دیکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّا عَلَیْهِمْ ان لحوم الانبیاء حرام علے الارض یاد رکھو انبیاء کا گوشت زمین پر حرام ہے وَاِنَّ اَجسَاد الانبیاء لا تبلی فی القبر اور انبیاء کے اجسام قبر میں تبدیل نہیں ہوتے اور نہ بوسیدہ یا ریزیدہ ہوتے ہیں ایک روایت میں ہے۔ انبیائے کرام اپنے اجسام کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادات اور مناجات پیش کرتے ہیں۔

خصوصیت ۱۲ دوازدہم فرمان خداوندی ہے اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ القاب و خطابات سے یاد فرمایا ہے، ہر لقب کا ایک خاص معنیٰ ہے۔

شاهد الانبیاء و مبشر الاولیاء و نذیرا الاعداء داعیًا للاتقیاء و سراجًا للاصفیاء منیر المتقین و قیل شاهد العارفین علے امتک بانهم قد صدقوا و مبشرا بالجنة للمومنین و نذیرًا بالنار للعاصین والکافرین و داعیا خلقه الی دین الله و الی عبادته باذنه ای با مره و سراجا منیرا۔ ای نورا لله للخلائق و مبشر المومنین بان لهم من الله فضلا کبیرا و هو الشفاعته والجنة والدوام

بعض کہتے ہیں کہ آپ امت کے عاصیوں کے لئے مبشر ہیں اور مطیعیوں کے لئے نذیر ہیں چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی آئی۔ یا داؤد بشر المذنبین وانذر الصدیقین بعدل گناہگاروں کو بشارت دیں کہ میں غفور ہوں صدیقوں کو ڈراؤ کیونکہ میں غیور ہوں

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا (چمکتا ہوا چراغ) کہا مفسرین نے سراجاً منیرا کا معنی آفتاب درخشاں کیا ہے اور اس معنی میں چند تشبیہات سے مناسبت ہے۔
ایک تو یہ بات ہے کہ آفتاب ایک ہی ہے جو تمام آسمان و زمین پر نور افشانی کرتا ہے اور اپنے انوار سے کائنات ارضی کی زندگی کا مصدر ہے۔ وجودِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آفتاب یگانہ ہے

جن کے نور کی ضیا پاشیاں ملک وملکوت کے آفاق واکناف تک پھیلی ہوئی ہیں اور ان نورانی شعاعوں سے تمام عالم اسباب کو روشن کئے ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب تمام دنیا کی ظلمتوں اور اندھیروں کو دور کرتا ہے۔ اسی طرح وجود محمدی کے آفتاب سے تمام ظلمات کفر اور جہالت کے اندھیرے چھٹتے گئے۔ آفتاب کے طلوع سے رات اور دن میں امتیاز پیدا ہوجاتا ہے اسی طرح نور محمدی کے آنے سے کفر وایمان میں امتیاز پیدا ہوگیا۔ آفتاب جہاں تمام کائنات ارضی پر روشنی ڈالتا ہے اس کی شعاعیں یکساں طور پر بحر وبر۔ کوہ وبیابان۔ پاک ونجس۔ امیر وغریب پر پڑتی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا نور بھی دنیا کی تمام مخلوقات پر یکساں طور پر جلوہ گر ہوا۔ کالے گورے۔ احمر وابیض۔ جن والنس۔ نوع وجنس پر اثر انداز ہوا بعثت اِلیٰ الخلق کافۃ (میں تمام کائنات کی طرف بھیجا گیا) آپ کی شفاعت کا نور قیامت کے دن بھی تمام مخلوقات پر جلوہ فرما ہوگا۔ مطیع۔ عاصی۔ عالم وجاہل۔ نیک وبد۔ مقبول ومردود۔ گرم وسرد۔ اور مرد وزن پر چمکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من کفر بھا لم ینلھا یوم القیمۃ۔

جب آفتاب آسمانی افق اور مطلع سے ابھرتا ہے تو اس کی شعاعیں کواکب وثواقب کو آسمان کی وسعتوں میں بے اثر کردیتی ہیں۔ آفتاب کی روشنی کے سامنے تمام کے تمام تارے اور سیارے ماند پڑجاتے ہیں اور تمام کی روشنیاں مدھم پڑجاتی ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت فلک رسالت پر چمکا اور مسند جلالت پر جلوہ فرما ہوا۔ تو تمام انبیاء ومرسلین کے انوار شریعت ماند پڑگئے اگرچہ وہ اپنے اپنے مقام پر کواکب فلک عز وتمکین رہے ہیں مگر وہ آپ کی رسالت کے آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد حجاب میں چلے گئے۔ اسی سلسلہ میں ارباب تمثیل نے اور اشارات بھی بیان کئے ہیں۔

تمثیل لطیف اے درویش دل ریش! ایک عارف صادق اور سوختہ جان عاشق کا قول ہے کہ ایک رات میں بڑا افسردہ خاطر اور آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ اس آسمان نیلگوں اور فلک بوقلموں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا میدان شب اسرای ہے اور زَیَّنّٰھَا لِلنّٰظِرِیْنَ کی تماشاگاہ ہے کی زیارت کے لئے باہر آیا۔ دن کی گرمی اور سوز کے بعد

ہیں فرائض اور ادائے سنت سے فارغ ہو کر ان آنکھوں سے مشاہدہ قدرت کر رہا تھا جو یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تصویر ہیں۔ ہیں نے دیکھا۔ تقدیر کے منشی نے ایک سیاہ لکیر اس لاجوردی لوح فلک پر کھینچی ہے اور مشاطہ قدرت نے رات کی کالی کالی زلفیں عروس جہاں پر بکھیر دی ہیں۔ آفتاب کا سفید باز حکمت کے استاد حیا کے ہاتھ سے اڑ کر غروب کی کمینگاہ میں جا چھپا ہے، زاغ سیاہ رات ستاروں کے دانوں کو چننے کے لئے آسمان کے کھیتوں میں دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔

باز روز از آشیاں بکشاد — زاغ شب در و کرش[1] آوردہ مقر
مختفی کردہ شب زنگی سپاہ — رومی خورشید را در قعر چاہ

میں نے چاند کو دیکھا کہ نور کا تاج سر پر رکھے۔ شعاعوں کی کرنیں یہں جو ہلال سے بدر بن کر نہایت کر و فر سے آسمان کے تخت پر جلوہ فرما تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ چاندی کے گھوڑے پر سوار ہوئے ستاروں کے جھرمٹ کے ساتھ میدان آسمان میں سیر کر رہا ہے۔ عطارد کو دیکھا اپنی تمام شان و شوکت کے ساتھ ایسے موتی کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ جو ایک خوبصورت ڈبیہ میں ہو یا ایسے موتی کی طرح تھا جو بُرج پر چمک رہا ہے۔ کبھی ایسا دکھائی دیتا کہ بحرِ ظلمات کے نقطہ سے قلم کی نوک سے صحیفہ شب پر مشک اذفر سے کچھ لکھ رہا ہو اور کافور کے قلمدان سے سنہری قلم کے ساتھ بیاض کے نقوش کو دن کے دیباچہ پر ظاہر کر رہا ہو۔ میری نگاہ زہرہ پر پڑی۔ جو آراستہ چہرے اور پیراستہ پیشانی کے ساتھ طاقچہ ہستی اور دریچۂ خود پرستی سے اپنے خوبصورت چہرے کو دنیا والوں کے سامنے نمایاں کر رہی تھی۔ وہ اپنے نغمہ و نوا اور آہنگ و صدا کے ساتھ اہل جہان کے دل و جان کو فریفتہ کر رہی تھی۔ مریخ کو دیکھا وہ تمام غصے سے بے غم ہو کر آسمان دوز تیر فلک سوز کو لے کر تقدیر کی قوتِ بازو کے ساتھ تدبیر کی کمان پر تیر چڑھائے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس سے اپنے شکار کو نشانے پر رکھے بیٹھا تھا۔ مشتری پر نگاہ پڑی تو ان نے لاکھوں عاشقوں کو اپنے حسن و جمال اور فضل و کمال کو مرہونِ احسان اور مفتون ایمان بنایا ہوا ہے۔ مسند حکومت پر پشت لگائے اور قضا و قدر کی سند کو امانت کے طور پر لئے ہوئے تھا۔ زحل ایک بلند ترین محل میں بزرگوں کی طرح بڑے اقتدار و طمطراق کے ساتھ برج ہفتم کی بلندیوں پر جلوہ فرما ہے وہ شقاوت کی تحریریں ارباب نگوں بخت

---

[1] آشیانہ مرغ ۱۲

کے صفحہ رخسار پر نقش کرتے جاتا ہے۔ قطب کو دیکھا تو بڑے وقار اور سکون کے ساتھ تخت فلک پر بیٹھا ہے اور تمام ملک کے انوار کو دیکھ رہا ہے، وہ اپنے بلند درجات کی بدولت مرتبہ ثبات کے ساتھ استقامت کا گیند میدان اقامت سے لے جارہا ہے۔ ثریا پر نگاہ پڑی جو نجات کی امیدوں اور ثبات کی پائداریوں کے ساتھ شب برات کی چراغوں کی طرح ایک جگہ جمع ہیں یا یتیموں کے آنسوؤں کی طرح اس نیلے آسمان پر سوگوار ہو کر رواں دواں ہے یا ایک خوشہ کی طرح جو موتیوں کے دانوں سے پر ہو۔ دنیا والوں کی آنکھوں کے سامنے نمایاں کر رہا ہو۔ بنات النعش کو دیکھا جو بے جان مردے کی طرح آسمان کے تختہ پر دست و پا دراز کئے پڑا تھا۔ نہیں نہیں بلکہ سبع مثانی کی سات آیتوں کی طرح آفاق کے سات طبقوں کے اوراق کو زرِ اندوز کر دیا ہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ کلام اللہ کی سات آئتیں آسمان کے صفحہ پر لکھی ہوئی تھیں۔

ہمچنیں ہر یک ز اجرام سپہر — شستہ از سرچشمۂ انوار چہر
ثابت و سیارہ چوں شاہ عروس — دست در گردن بہ تخت آبنوس

الغرض میں اجرام سماوی کے ایک ایک سیارے کو دیکھتا رہا۔ ہر ایک کو غور سے دیکھا اچانک مطلع مشرق سے خورشید کی شعاعیں ابھریں اور آفاق کے اوراق کو سونے کے پانی سے سنہری بنائی گئیں۔ قدرت کے درزی نے جامہ شب کو روز صبح کے ساتھ ہنسا شروع کر دیا۔ آفتاب منیر نے محبوبان دلپذیر کے حسن و جمال کی طرح آسمان کے گریبان سے سر باہر نکالا کالی رات کا سیاہ کوا عدم کے گھونسلے کی طرف چلا گیا۔ صبح کا مبارک باز فضائے عالم میں پر کھول کر اڑنے لگا۔ ستاروں کے دانوں کو شعاعوں کی چونچ میں آسمان کی لباط سے چننے لگا۔ اس کی ہیبت سے چاند مغرب کے کنوواں میں جا چھپا۔ عطارد کا قلم ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ زہرہ کا زہرہ پھٹ گیا۔ مریخ اپنی زجر و توبیخ کا شکار ہو گیا مشتری کا کوئی مشتری نہ رہا۔ زحل بے محل ہو گیا۔ ثوابت اور سیارے اپنی تمام بلندیوں سے سرنگوں ہونے لگے۔

چوں سیاہ روز بردار و علم — منہزم گرد شب زنگی حشم
صبح بر یابید بنطع لاجورد — ششدرہ انجم از قداح تیز گرد

اے درویش ایک عجیب نکتہ سن لو۔ اور اس کی تحقیق کرنے تمکو جاننا چاہیئے کہ فلک یقین اور آسمان دین میں اگر عقل کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء سمیت نظر آئیں گے گویا حضرت آدم علیہ السلام زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں گے کہ سب سے پہلا وجود جو اس زمین پر سربسجدہ ہوا تھا اور نغمہ و نوا کی زبان بن کر سامنے آیا وہ میں تھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہا۔ ضلالت کی سیاہ رات کو اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ کے نورِ نبوت سے روشن فرمایا یقیناً وہ میں ہی تھا جو آسمان فتوت پر چاند بن کر چمکا۔ ادریس علیہ السلام نے کہا آسمان کے صفحہ تدریس میں جب ساتویں آسمانی برج تقدیس میں درج تقدیس کا آغاز کیا وہ میں ہی تھا وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا کا بلند محل میرا ہی تھا حضرت نوح علیہ السلام فرمانے لگے میرے مجروح دل نے شراب شوق پیا۔ نبوت کی کی خلعت پہنی اگرچہ مشتری کم تھے لیکن ایوان نجابت اور کیوان اجابت کا مشتری میں ہی تھا وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں فضل خداوندی کو حاصل کر چکا ہوں میں نے بہت کچھ پالیا ہے فَنَظَرَ نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ کے قلم کی تحریر دستِ فکر میں ہے حقیقت یہ ہے کہ میں قربت کی بلندیوں اور خلت کے برج پر پہنچ چکا ہوں وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا میرے حلقوم پر خنجر امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی قربان گاہ میں حاضر ہوں۔ آسمان کا مریخ مجھ پر رشک کرتا ہے اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ میں سالہا سال تیری اتباع سے قدم باہر نہیں رکھا آج آسمان مجھ پر رشک کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا جنت کا تخت میرے نیچے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے سکون کامل ہے کہ قبطیاں اور فرعونیوں کے ہاتھوں شکست تسلیم نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مصلے اور اتباع خداوندی پر قناعت کی حقیقت یہ ہے کہ آسمان پر میں ہی کلام الٰہی کا قطب ہوں۔ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ اصحاب کہف نے کہا تھا ہم سات بھائی کہف ایمان اور غار عرفان کے مقیم ہیں۔ ہم بنات النعش کی طرح اس پر نقش آسمان پر سرگرداں ہیں۔ ہمارا کتا ہمارے آستان پر سرفگندہ ہے۔ حقیقت یہ ہے ہم ہی آسمان جاہ و حشمت کے بنات النعش ہیں فاووا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ و یھیی لکم من امرکم مرفقا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خذوہ وفعلوہ کے خوف سے اندوہناک آنسو میرے زرد رخساروں پر ڈھلکتے رہتے ہیں اور ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت میں آسمان اور فلک تلقین کا

میں ہی پروین ہوں وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے انوار کے مطالعہ سے روحانیت کے آسمانوں پر پہنچ گیا اور اس خبر کے حاصل کرنے کے لئے چاند کی طرح آگے بڑھا جس میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت پائی جاتی ہے۔ میں یہ پیغام لایا ہوں کہ حقیقت میں آسمان جاہ اور ایوان آہ کا چاند میں ہوں وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انبیاء کرام آپ آسمانِ نبوت کے کواکب و ثواقب ہیں جو میری نبوت و رسالت کے آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اِن خاکدانِ ظلمت میں اپنے انوار سے جہاں والوں کی رہنمائی کرتے رہے ہو لیکن اب میرے جلال و کمال کا دبدبہ اور رسالت و نبوت کے انوار مشرق لولاک اور مطلع انوار اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ سے طلوع ہو چکے ہیں اور وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا بن کر پیغامِ خداوندی سنا رہا ہوں حقیقت یہ ہے جب آفتاب طلوع ہو جائے تو ستاروں کا نور ماند پڑ جاتا ہے لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ (اگر آج حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کی کوشش کرتے) حضرت حسن دہلوی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا۔

به پیش صورت خوب تو ماه راچہ بقا — بجنب خاک درت مال وجاه راچہ بقا
شکست کوکبۂ مه زیاب برآمدنت — چو آفتاب برون تافت ماه راچہ بقا
تو آمدی وگل ولالہ ریختہ از شرم — بہشت آمده مشت گیاه راچہ بقا
توئی خلاصہ وبس روز وشب طفیل تواند — تو دیر باش سفید وسیاه راچہ بقا
اگر بروئے تو جامے خورم گنہ من گیری — به پیش آیت رحمت گناه راچہ بقا

بسوخت از نفس عشق تو وجود حسن
چو آتش آمده بیچاره کاه راچہ بقا

اے درویش جب ہم نے دلائل وشواہد اور براہین قاطع سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخشاں آفتاب تھے اور ایک عالمتاب نور تھے۔ تو اب اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ وادی یمن پر جب آفتاب کی شعاعیں پتھر پر پڑتی ہیں تو وہ پتھر لعل وعقیق بن جاتا ہے اور لعل لعل یمنی اور عقیق یمانی بن کر مشہور ہوتا ہے۔ اگر اسی آفتاب عالمتاب کی روحانی کرنیں ہمارے گناہوں کے سیاہ پتھر پر پڑیں تو کیا ہم لوگ آفتابِ نور محمدی اور شرف شفاعت احمدی سے لعل وعقیق نہیں بن سکتے ؟

سراجاً منیرا اور شمساً منیرا میں امتیاز

قرآن نے حضور کو سِرَاجًا مُنِيرًا کہا اور شَمْسًا مُنِيرًا نہیں کہا۔ اس ضمن میں چند چیزیں سامنے رکھنا بڑا ضروری ہیں۔ اول یہ کہ آفتاب بلندیوں پر ہی سیر کرتا ہے۔ ہر ایک کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کو آفتاب کہا جاتا تو امت کے کمزور وناتواں لوگ شکستہ دل اور مایوس ہو جاتے حضور کی صحبت اور مجلس سے محروم رہ جاتے۔ قرآن نے آپ کو سراج بتایا تاکہ امیر غریب اعلیٰ وادنیٰ، شاہ وگدا یکساں طور پر آپ سے استفادہ کر سکیں۔ پھر آپ کو سراج (چراغ) کہا۔ شعلہ یا شمع نہیں کہا کیونکہ شعلہ بادشاہوں اور صاحب ثروت لوگوں کے ہاتھوں ہوتا ہے ارباب مملکت اور تخت وتاج کے مالک شمع روشن کرتے ہیں۔ اغنیاء اور ارباب دولت اپنے جاہ و جلال کو نمایاں کرنے کے لئے شمع اور فانوس جلاتے ہیں مگر چراغ مونس فقراء وغربا ہے۔ زاویہ ہائے نالہ وآہ کی جان ہے۔ مساکین وغربا کی جھونپڑیوں کا نور ہے۔ سراج کہہ کر غموں کے خستہ اور عشق

کے مجروح لوگوں کو لاتقنطوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہ کی بشارت دے اور شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مژدہ سنائے تاکہ کوئی فرد بھی محروم شفاعت نہ رہے (سراج) چراغ کی چند خاصیتیں ہیں جو آفتاب میں نہیں پائی جاتیں یعنی ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوتے جاتے ہیں۔ ایک چراغ کے شعلے سے لاکھوں خس و خاشاک جلائے جاسکتے ہیں۔ یہی بات چراغ وجود محمدی سے نمایاں ہے۔ آپ ایسے چراغ تھے جس سے عرفان و ایمان کے لاکھوں دیئے روشن ہوئے اور نور رسالت سے کروڑوں چراغ جلتے رہے۔ کل قیامت کے دن گناہوں کے سینکڑوں خس و خاشاک کے ڈھیر آپ کے پرنور شفاعت سے جلا کر راکھ کر دیئے جائیں گے۔ آپ کی رحمت و شفقت کی لَو سے لاکھوں گناہوں کو جلا دیا جائے گا تاکہ گنہگار بھی دامن بخشش میں سما سکیں۔

آنرا کہ اطاعت محمد باشد گنج بخش ز قناعت محمد باشد
چوں ہست امید رحمتے عاصی را آں ہم بشفاعت محمد باشد

ایک لطیف واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں کہا اے اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے خزانے سے کوئی نشانی عطا فرما تاکہ مجھے اندازہ ہوسکے کہ تیرے خزانوں کی نظیر دنیا بھر کے خزانوں میں نہیں ملتی۔ اللہ نے فرمایا موسیٰ اپنی جھونپڑی میں ایک دیا جلاؤ۔ پھر اپنے تمام خاندان والوں اور ہمسایوں کو حکم کرو کہ وہ اس دیئے سے اپنے اپنے گھروں کے چراغ روشن کرتے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ موسیٰ اب دیکھو تمہارے چراغ کی روشنی میں کچھ کمی تو نہیں ہوئی۔ بس میرے خزانہ جود و کرم کو بھی اسی پر قیاس کریں کہ اس سے کروڑوں فیضان کے دریا جاری ہوئے مگر میرے بے پناہ خزانوں میں سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب کہہ کر نہیں پکارا سراج منیر کہہ کر یاد فرمایا ہے سا

ایک اور وجہ ذہن نشین کریں کہ آفتاب ایک جامد اور مقامی اجرام سماوی میں سے ہے وہ اپنے محور سے ذرہ بھر ہٹ نہیں سکتا اور اپنے محور سے قطعاً اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا مگر چراغ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ اگر حضور کو آفتاب کہا جاتا تو آپ مکہ سے مدینہ تک

تک کو بھی ہجرت نہ کرتے۔ مسجد اقصیٰ سے قاب و قوسین کی بلندیوں پر نہ پہنچتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر حکماء نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ اگر چراغ کو پھونک ماری جائے تو وہ بجھ جاتا ہے اور اس کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن فلاسفہ کہتے ہیں کہ اگرچہ چراغ کی روشنی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے مگر وہ ایک خزینہ نور میں منتقل ہو جاتی ہے۔ حضور کو چراغ کہا تاکہ جب نفخت فی روحی کی پھونک سے مشرف ہوئے اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ کے نور حقیقی میں منتقل ہو کر مطلع حقیقی اور معدن اصلی میں پہنچ سکے مِنْہُ بداء وَ اِلَیْہِ یَعُوْدُ ط

اے چشم و چراغ دل آخر نظرے ما — وے چشم و چراغ جان آخر گذرے برما
راہ دل ما دیدی پر بستہ بخار غم — از باغچہ رحمت بکشائے درے برما
گر نیم شبے چوں مہ طالع نشوی تاکے — بگذر چو نسیم گل وقت سحرے برما
حلوائے مراد ما پر ذوق نمے آید — بفرست زلعل خود اندک شکرے برما

خوش گفت حسن باتو اندر شب تنہائی
کاے چشم و چراغ دل آخر نظرے برما

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سراج کو منیر سے مقید کیوں کر دیا گیا بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سراج کی دو قسمیں ہیں۔ فاتر و منیر۔ لیکن فاتر دل کو تشویش میں مبتلا کرتا ہے اور منیر منور ضمیر کو منور کرتا ہے۔ چنانچہ ضمیر کو منیر کی ضرورت ہے۔ عارفان الٰہی کے دل نور الٰہی سے منور ہیں مشتاقان دید کے سینے اسی نور سے معمور ہیں۔ بعض دوسرے علمائے نے یوں بیان فرمایا ہے کہ کوئی چراغ ایسا نہیں جس کا دھواں نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سَرَاجًا مُّنِیْرًا کہہ کر اعلان فرما دیا ہے کہ یہ چراغ دھوئیں سے خالی ہے صرف نور سے ہی معمور ہے۔ علماء کرام کے ایک طبقہ نے جواب دیا ہے کہ دنیا کے تمام چراغ ہوا کی تاب نہیں لا سکتے اور بجھ جاتے ہیں۔ ہلکی سی نسیم بہاری بھی ان کے لئے موت کا پیغام بن جاتی ہے۔ مگر وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ کسی ہوا سے نہیں بجھتا اور کسی بجلی سے گل نہیں ہوتا۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ علماء کے ایک طبقہ نے آپ کے نور کے بارے

میں یوں بیان کیا ہے کہ دنیا کے تمام چراغ رات کو روشن ہوتے ہیں مگر دن کو بجھ جاتے ہیں۔ چراغ مصطفوی ایسا سراج منیر ہے کہ شب دنیا کو بھی روشن رکھتا ہے اور روز عقبیٰ کو بھی پُر نور کرتا ہے اس دنیا کو اپنی دعوت سے روشن رکھتا ہے اور اخروی دنیا کو اپنے نور شفاعت سے روشن رکھتا ہے۔ پھر دنیا بھر کے چراغوں میں دو چیزیں نمایاں ہیں۔ خانہ سوختن اور کاشانہ افروختن گھروں کو جلانا اور کاشانوں کو روشن کرنا۔ مگر چراغ منیر مصطفوی جو آج روشن ہے یہ افروزندہ تو تھا مگر سوزندہ نہیں۔

اے چراغ جانم از شمع جمالت نور داد
بارک اللہ چشم بد از روئے زیبا دور دار

من نہ آنم کز درت سر بر کنم تا زندہ ام
گر اجل از کوئے تو دورم کند معذور دار

خاصیت ۱۳ سیز دھم علماء سیر نے لکھا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں دس چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے آپ دوسرے انبیاء میں ممتاز تھے.....

اوّل: جب تمام انبیاء کرام اس دنیائے فانی سے ملک بقا کو روانہ ہوئے تو ان کی میراث تقسیم کی گئی۔ ان کی بیویاں دوسروں کے نکاح میں آئیں مگر ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ قیامت تک جاری و ساری ہے۔ آپ کی شریعت مضبوط اور دین مربوط رہے گا اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ آپ کی ازواج مطہرات کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ان کے درجات ماں جیسے ہوتے ہیں۔ **دوم** تمام انبیاء کرام رضاء الٰہی کے طالب تھے مگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا خود اللہ تعالیٰ کو مطلوب تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی اللہ نے حضور کو مژدہ سنایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ **سوم**۔ تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھایا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ خواجہ دو عالم کی جان کی قسم کھاتے ہیں۔ لَعَمْرُكَ (مجھے تمہاری جان کی قسم ہے) **چہارم** حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا (اس سے نرمی سے بات کرو) مگر ہمارے خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ۔ آپ ان پر شدت بھی کیجئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سرکار دو جہاں ایسے شہد تھے جسے رحمت خانہ خداوندی میں پرورش ملی تھی۔ مکہ والے سخت مزاج اور کرخت عادات کے عادی تھے۔ کفر و طغیان ان کے سر پر سوار تھا۔ آپ کو

فرمایا گیا کہ آپ اپنی شہد شیریں گفتگو کو شدت کے سرکہ میں ملا کر شکنجبین تیار کریں تاکہ مشرکین
مکہ کی سفرا، کفر و شرک کو دور کر کے ان کی ناہموار طبیعتوں کو درست کیا جا سکے۔ **پنجم**
تمام انبیاء کرام کو ان کے اصلی ناموں سے ناموں سے پکارا گیا مگر خواجہ دو عالمؐ کو آپ کے تمام
خطابی اور صفاتی نام سے یاد فرمایا گیا۔ **ششم**: چونکہ سابقہ امتیں اپنے پیغمبروں کو اچھے
الفاظ سے مخاطب نہیں کیا کرتی تھیں۔ اس طرح انہیں بھی ایسے ہی الفاظ سے خطاب کیا گیا
قوم نوح نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ تو حضرت نوح علیہ السلام نے بھی انہیں
یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ۔ ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ تو
حضرت ہود نے بھی جواب دیا یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو کہا اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا
اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے ملعون۔ چنانچہ اسی طرح دوسرے انبیاء کی
قوم کے الفاظ اور ان کے جوابات ہیں جو قرآن حکیم میں پائے جاتے ہیں لیکن جب سردار انبیاء
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا۔ جو بات کفار کی طرف سے کہی جاتی اللہ تعالیٰ خود اس کا جواب
دیتا اور حضور کی ذات کا دفاع فرماتا۔ ابوالبختری بن ہشام نے حضور کو کہا اِنَّا لَاَظُنُّكَ اِلَّا
ضَالًّا (میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ اپنے (آبائی دین) سے بے خبر ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنے
حبیب مکرم کی طرف سے قسم کھا کر اس الزام کی تردید کی اور فرمایا۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (مجھے اس ستارے کی قسم ہے کہ آپ کا دوست نہ تو گمراہ ہوا
اور نہ ہی بھٹکا ہے) جب دوسرے جہلاء عرب نے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا
تو اللہ نے پھر قسم کھا کر ان جہلا کے اقوال کو جھٹلا دیا۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ مَا
اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ بعض لوگوں نے آپ کو کاہن اور شاعر کہا تو آپ کو
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (یہ کسی شاعر یا
کاہن کا کلام نہیں ہے) مشرکین نے آپ کو جادوگر اور ساحر کہہ کر پکارا تو اللہ تعالےٰ
نے فرمایا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ جب ولید بن مغیرہ نے حضور کو برا بھلا کہا۔
وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيْمٍ کہا گیا۔ ایک اور مشرک عاص بن وایل نے جب آنحضرت کو مقطوع النسل اور ابتر ہونے کا طعنہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی دلداری کے لئے سورہ کوثر نازل فرمائی اور فرمایا آپ کا دشمن ہی ابتر ہے اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اس قسم کی آیات قرآن پاک کے اکثر مقامات پر ملتی ہیں۔ جہاں کفار کے طعنوں کا جواب خداوند تعالیٰ خود دیتا ہے ہفتم آپ کو عطا، کرم کی تعظیم سے نوازا گیا یعنی تمام انبیاء کرام کو تو دعا کے بعد انعامات سے نوازا مگر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا استدعا نعمتیں عطا فرمائی گئیں نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ ط یہ اٹھارہ ہزار عالم پھر عالم خلق وامر۔ عرش و فرش۔ فلکیات و ملکوتیات خوشتر و بہتر غرضیکہ تمام جہان کو آپ کے زیر حکم کر دیا۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اطرافِ عالم سے جہت کعبہ کو برگزیدہ فرما دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق اسے قبلہ بنا دیا۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اپنے اوصاف میں سے حضور کی صفات کو نوازا اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا يعطى من لا يحصى۔ یاد رکھو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا دیا ہے کہ حساب و شمار میں نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا مرتبہ بلند فرمایا۔ پھر اسے امت محمدیہ کے لئے مختص کر دیا جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط آپ کفار اور منافقین سے سختی سے جہاد فرمائیں۔ قصر قبول اور حرم وصول کی ساری سعادتیں اپنے حبیب پاک کو عنایت فرمائیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط تمام ناموں سے حضور کے اسم مبارک محمد کو پسند فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ تمام چیزوں سے جام محبت و عشق کو پسند فرمایا اور اسے حضور کے لئے مختص کر دیا يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُمْ تمام دنوں سے جمعہ کے دن کو محترم فرمایا اور یہ دن حضور کو عنایت فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تمام راتوں میں سے شب قدر کو پسند فرمایا۔ اور اسے حضور کے لئے مخصوص کر دیا صلی اللہ علیہ وسلم لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ط مہینوں سے ماہ رمضان کو پسند فرمایا اور اسے حضور کے لئے چنا صلی اللہ علیہ وسلم شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ شہروں میں سے

شہر مکّہ کو مکرم بنایا اور اسے حضور کا شہر قرار دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا۔ بوڑھوں میں سے امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا اور انہیں اپنے حبیب کا عاشق بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ۔ نوجوانوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برگزیدہ کیا تو انہیں حضور کا خادم بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اغنیا میں سے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا۔ اور حضور کا غلام بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا۔ اصفیا میں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چنا اور حضور کے حوالے فرما دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؕ بیٹیوں میں سے حضرت فاطمۃ الزہرا کو بلند رتبہ دیا۔ اور اسے اپنے حبیب کے گھر پیدا فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ بضعۃ منی ؕ اولاد النانی سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو منتخب فرمایا اور انہیں حضور کے نواسے بنا دیا سَیِّدَ شباب اهل الجنۃ الحسن والحسین ؕ اپنی آیات بینات کو قرآن کی شکل دی اور اسے اپنے حبیب لبیب پیارا را۔ صلی اللہ علیہ وسلم کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ تمام ادیان اور ملل میں سے دین ابراہیمی کو پسند فرمایا اور اسے اپنے حبیب کے لئے منتخب کر دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ۔ پہاڑوں میں کوہ صفا اور مروہ کو پسند فرمایا اور انہیں حضور کے سپرد کر دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ دنیا بھر کے مکانوں میں سے مساجد کو پسند فرمایا اور اسے حضور کی عبادت گاہ بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ؕ عالم ایمان میں سے تقویٰ کو پسند فرمایا اور اسے حضور نے اختیار فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم وَلِبَاسُ التقوی ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ جہاں عرفان میں سے توحید کو پسند فرمایا اور اسے حضور نے اپنایا صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کائنات کے باغوں میں سے باغ جنت کو برگزیدہ فرمایا اور اسے حضور کے ساتھ مختص کر دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ؕ

بلندیوں میں سے عرش کی عظمت کو برگزیدہ فرمایا اور اسے حضور کے زیر قدم کر دیا صلی اللہ علیہ وسلم فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کائنات ارضی پر حرم شریف کو محترم بنایا اور اسے حضور کے حوالے کر دیا صلی اللہ علیہ وسلم حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ عورتوں میں سے نو عورتوں کو محترم بنایا اور انہیں حضور کی ازواج بنا دیا صلی اللہ علیہ وسلم يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ بھائیوں میں سے صحابہ کو صاحب رتبہ بنایا اور انہیں حضور کا جان نثار بنا دیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا انسانی غذاؤں میں سے جو کو پسند فرمایا تو اسے محمد رسول اللہ علیہ السلام کے لئے پسندیدہ بنا دیا الشعیر قوت الانبیاء۔ دواؤں میں سے شہد کو بہترین دوا قرار دیا اور اسے حضور کی پسندیدہ بنا دیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ خوابوں میں سے صالح خواب کو پسند فرمایا اور اسے حضور کا معمول اور شعار بنایا صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ نہروں میں سے بہشت کی چار نہروں کو متبرک بنا دیا اور انہیں حضور کے تابع کر دیا صلی اللہ علیہ وسلم فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ تمام تمام کاموں میں سے نماز کو بہترین شغل قرار دیا اور اسے حضور کے لئے منتخب فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ گفتار میں ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو پسند فرمایا اور اسے حضور کی زبان کا ورد بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اولاد آدم میں سے امت رسول کو پسندیدہ قرار دیا اور اسے حضور کا متبع بنا دیا صلی اللہ علیہ وسلم كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اٹھارہ ہزار عالم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگ تر قرار دیا اور آپ کو ہم محمدیوں کے حوالے کر دیا۔ وَلَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔

اے از غبار کویت خاک وجود آدم	خاشاک راہ گذارت ہژدہ ہزار عالم
گردیست آفرینش از آستان جاہت	اے آستان جاہت برتر ز عرش اعظم
ہرگز غبار ہب لی بردامن تو ننشست	سلطانی دو عالم زاں شد ترا مسلم
خاک وجود آدم روزے کہ مے سرشتند	از نور بحر عشقت کرد اقتباس شبنم

گر آمدی بصورت از انبیاء موخر
بودی ز راہ معنی بر کن فکان مقدم

ہشتم ۔ حضور علیہ السلام پر مخصوص عنائتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کی ذات پاک کو اپنے تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز فرمایا۔ آپ کو ہر طرح کی خطا اور ذلت سے مصئون فرما دیا۔ قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کی بعض اجتہادی لغزشوں کو بھی یاد فرمایا گیا ہے اور پھر ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں زیر احسان فرمایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرما دیا وَعَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی پھر آپ کی توبہ کا ذکر فرمایا ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰی حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق فرمایا وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا پھر عذر قبول فرماتے ہوئے کہا: فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَيْهِ پھر اسی مغفرت کا ذکر بھی فرمایا فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ پھر فرمایا فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کہا وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰی كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ حتیٰ کہ مزید فرمایا وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ باقی انبیاء کے بارے میں بھی ایسے ہی افکار و کلمات ادا فرمائے گئے ہیں۔ لیکن جس وقت ہمارے سرکار دوجہاں خواجہ عالمیاں حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا تو غلطی کا ذکر کرنے کی بجائے مغفرت کے انعامات کا تذکرہ فرمایا گیا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ پھر کسی غلطی کا ذکر کیئے بغیر گذشتہ اور آئندہ قوموں کے گناہوں کو آپ کے صدقے میں معاف فرمانے کا اعلان فرمایا گیا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ **نہم** ۔ انبیاء کرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی حیثیت اس وجہ سے بھی ہے کہ نبوت کے مراتب کو واضح کرنے کے لئے پانچ چیزیں نہایت اہم ہوتی ہیں۔ اول **صفوت**: یہ رتبہ حضرت آدم علیہ السلام کے اوصاف میں پایا جاتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی آدَمَ ۔ دوم **خلت**: اور یہ رتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اوصاف پایا جاتا ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا

کے اوصاف میں پایا جاتا ہے وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا سوم قربت یہ مقام حضرت موسٰی علیہ السلام کو میسّر تھا وَقَرَّبْنٰہُ نَجِیًّا چہارم اظہار رحمت یہ وصف حضرت عیسٰی علیہ السلام کو عطا ہوا تھا اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ : پنجم محبت یہ وصف خاص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر تھا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک مقام پر موجود تھی اور آپس میں گفت گو کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مرتبہ اصطفٰے عنایت فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خلت۔ حضرت موسیٰ کو نجی اللہ کہا۔ حضرت عیسیٰ کو کلمہ اور روح عطا فرمایا اسی اثنا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا میں نے آپ لوگوں کی گفت گو سن لی ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ حضرت نوح نجی اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا یہ اللہ کا انعام ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ حضرت آدم کی صفوت میں معصیت کی آمیزش ہو گئی، وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ حضرت ابراہیم کی خلت حاجت سے ملوث ہوئی وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ۔ حضرت موسیٰ کی قربت معذرت سے متاثر ہوئی رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ۔ حضرت عیسیٰ کی نعمت تہدید و توبیخ کی نذر ہو گئی ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مگر محبت محمدی کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت سے معمور فرمانے کا اعلان کیا۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

دہم۔ حضور کے خصائص میں امتیاز اس وجہ سے بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے وجود کو آب و گل سے ترتیب دیا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک کو اپنے نور پاک سے بنایا اور جان و دل سے ترتیب دیا۔ میں نے زہرۃ الریاض میں دیکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وجود محمدی کے محل کو تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا تو سر مبارک (جو سلطان عقل کی خیمہ گاہ ہے) کو برکت سے ترتیب دیا۔ چشم نرگسین کو (جو قصر وجود کے نور کی شعاعوں کی گذرگاہ ہیں) حیا سے ترتیب دیا۔ آپ کے گوش مبارک (جو اس رفیع الشان محل کے سماعی روشندان تھے) اپنی عبودیت سے ترتیب دیئے

زبان گوہر فشاں کو ذکر الہٰی سے معمور کر دیا۔ دولب جان بخش کو اپنی تسبیح سے تخلیق فرمایا۔ روئے مبارک کو اپنے نور کی ضیاء سے منور فرمایا اور اپنی رضا کی رونق بخشی۔ آپ کے سینۂ بے کینہ کو اخلاق کا خزینہ بنادیا۔ دل مقبل کو اپنی رحمت کا مخزن بنادیا اور اسے شفقت سے بھرپور کر دیا۔ دونوں ہتھیلیوں کو سخاوت کے دریا بنادیا۔ بالوں کو جنت کی فضاؤں کو معطر کرنے کا ذریعہ بنایا۔ آب دہاں کو شہر جنت کا منبع بنایا۔ جب قدرت کے گلستانِ حسن کا یہ گلدستہ لطافت وملاحت سے سج گیا اور بوستانِ جود کا یہ سرو نورستہ آراستہ و پیراستہ ہو کر عالم کون و فساد میں تشریف لایا تو فرمان ہوا کہ اس نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ کو پہچان لو اور میری کرم گستری پر شکر ادا کرو اور اس نعمت الہٰی کی قدر کرنا بھی سیکھو۔

اے گفتہ لطفِ حق بخودی خود دت ثنا	ما از کجا و مدح ثنائے تو از کجا
ما خود کئیم تا از ثنائے تو دم زنیم	در معرض لعمرک لولاک والضحےٰ
لطفِ خدائے جملہ کمالات خلق را	یکجائے کرد و داد بد و نام مصطفےٰ
آزاد مطلقی و شعار تو بندگی	سلطان ہر دو کون و سرا پردہ ات عبا
ہر چند انبیا ہمہ پیش از تو آمدند	چوں پس رواں ہمہ بتو کردند اقتدا

تشریف سایۂ تو زمیں گر نیافتے
در چشم آفتاب شدے خاک تو تیا

خصوصیت چہاردہم اگرچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی تخصیص اور فضائل مفصل طور پر کسی اور مقام پر پیش کیا جائے گا مگر یہاں پانچ لطیف نکتے بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میم کے معنیٰ ایمن مامون ہیں۔ ح سے حبیب و محبوب مراد ہے۔ میم ثانی میمون کی ترجمان ہے اور دال دین کی علامت ہے۔ بعض صوفیاء نے مزید لکھا ہے کہ میم سے مراد منت ح سے مراد حُب (محبت) میم ثانی مغفرت کی دلیل ہے اور دال سے مراد دوام ہے (یعنی دین کو قیامت تک قائم رکھنا) چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے یہ مراد لیتا ہے اے محمد تیرے نام

کے حرف میم سے ہیں نے آپ پر اور آپ کی امت پر منت (احسان، فرمایا ہے اور آگ سے آزاد کر دیا اسی طرح ح کے نقطہ کی وجہ سے آپ کے دل میں اس لئے محبت کی اور تیری امت پر بھی محبت کی فراوانی کر دی تاکہ وہ لوگ میرے بغیر کسی دوسرے کی طرف توجہ کر سکیں ۔ میم ثانی سے آپ کو اور آپ کی امت کو مغفرت سے مالا مال کر دیا ۔ آخری لفظ سے دین اسلام کا ضامن ہوں کہ تا قیام قیامت اس کی حفاظت کا ضامن ہوں

(۲) ریاض المذکورین میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں روح رکھی گئی اور ساق عرش پر یہ حکم لکھا پایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ حضرت آدم نے دریافت کیا، اے اللہ محمد کون ہیں کہ ان کا نام نامی تیرے نام کے ساتھ مرقوم ہے ۔ فرمایا ۔ اے آدم ! یہ تیرے فرزندوں میں سے افضل ترین فرزند ہے جس کے اسم مبارک کے حرف اول میم سے میرا ملک روح سے میرا حلم اور میم ثانی سے میرا اور دال سے دین اسلام مراد ہے ۔ مجھے اپنے ملک حلم اور دین اسلام کی قسم ہے کہ جو شخص اس کی بات نہ مانے گا اور اس پر درود نہ بھیجے گا تو اسے بہشت میں ہرگز جگہ نہ ملے گی ۔

(۳) نام محمد کے حروف چار ہیں اللہ کے حروف بھی چار ہیں ۔ زمین و آسمان کے اس عالم کبیر کی صلاح اور تعمیر بھی چار چیزوں پر مشتمل ہے بہار ۔ گرما ۔ خزاں اور سرما پھر عالم صغیر (یعنی نفس انسانی) کا دارو مدار بھی حرارت ۔ برودت ۔ رطوبت اور یبوست پر ہے ۔ دین اسلام کا دارو مدار بھی چار چیزوں پر ہے ۔ فرائض تو اللہ کے چار حروف کی اتباع ہے اور سنن حضور کے چار حروف کی اتباع ہے صلی اللہ علیہ وسلم وعلی النبی المسمّٰی بھذا الاسم الشریف ۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضور کے نام نامی کو اپنے نام پاک سے مشتق فرما لیا ہے ۔ اللہ کا نام حمید ہے آپ کا نام محمود ہے محمد اسی نام سے مشتق ہے ۔ ابو طالب کے قصیدہ میں حضور کے ان اوصاف کو بیان کیا گیا ۔

وَشقّ لہٗ من اِسمہٖ لیجلہٗ
فذو العرش محمود وھٰذا محمّدٌ

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل

آئے اور کہا اللہ تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں آپ کی امت کے ایک فرد کو بھی عذاب نار میں مبتلا نہیں کروں گا جس کا نام آپ کے نام پر رکھا جائے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۰

خصوصیت پنجدہم[۱۵] آپ کی امت میں یہ خصوصیت تھی کہ آپ کی امت سابقہ امتوں سے ممتاز اور بلند رتبہ تھی اور اس میں دس خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اوّل : وہ امت خیر تھی۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط

دوم[۲] : اجماع امت کو حجت قاطع بنا دیا گیا۔ یہ بات سابقہ امتوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔

سوم[۳] : حضور کی امت کو تمام گمراہیوں اور ضلالتوں سے محفوظ کر دی گئی لَاتَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

چہارم[۴] : آپ کی امت سابقہ امتوں پر گواہ بنا دی گئی وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ

پنجم[۵] : آپ کی امت قیامت کے دن تمام امتوں سے تعداد میں زیادہ ہو گی انا اکثر الانبیاء تبعاً یوم القیامۃ

ششم[۶] : بہشت کے چاروں کونے آپ کی امت سے معمور ہوں گے اِنی لارجو ان تکون ثلثا اھل الجنۃ

ہفتم[۷] : آپ کی امت عام قحط سے ہلاک نہیں ہو گی۔

ہشتم[۸] : آپ کی امت غرق نہیں ہو گی۔

نہم[۹] : آپ کی امت پر دشمنوں کو غالب نہیں کیا جائیگا۔

دہم (۱۰) : سابقہ امتوں کے عذاب اور تکالیف سے حضور کی امت کو محفوظ کر دیا گیا۔ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ ۔

خصوصیت ششدہم[۱۶] : قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے سید (سردار) ہوں گے یہ سیادت اور قیادت سات وجوہات سے نمایاں ہو گی۔

شرفِ اوّل : سب سے پہلے جو شخص قبر مبارک سے سر اٹھائے گا وہ آپ کی ذات والاصفات ہوگی اَنَا اوّل من تنشق عنہ الارض ط

شرف دوم : قیامت کے دن حضور کو ہی مقام شفاعت حاصل ہوگا. علما، کا کہنا ہے کہ حضور سات قسم کی شفاعت فرمائیں گے ۔ شفاعت عظمیٰ ۔جب تمام لوگ تمام انبیا سے مایوس ہوجائیں گے حضور کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوں گے تو حضور آپ ہی مقام شفاعت پر سجدہ ریز ہوکر شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت قبول ہوگی ۔احادیث میں اسکی تفصیل پائی جاتی ہے ۔پھر حضور کی شفاعت سے بے شمار وبے حساب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور شفا، سے مستفیض ہوں گے ۔ وہ لوگ جو دوزخ کی آگ میں جل رہے ہوں گے وہ بھی آپ کی شفاعت سے برآمد کئے جائیں گے وہ لوگ جو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب جہنم کے حوالے ہوجائیں گے انہیں بھی آپ کی شفاعت سے داخل جناں کیا جائے گا جو لوگ اللہ کے فضل وکمال سے پہلے ہی بہشت میں داخل ہوں گے حضور کی شفاعت سے اعلیٰ درجات کے مالک بن جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بعض کفار بھی تخفیف عذاب کے مستحق ہوں گے ۔چنانچہ حضرت ابو طالب ایسے ہی کفار میں سے ہوں گے آپ کی شفاعت مدینہ پاک کے مدفونوں کے لئے مختص ہوگی آپ نے فرمایا مَن اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بالمدینۃ فلیمت بہا فانی اشفع لِمَنْ بموت بہا۔

شرف سوم : حضور پاک کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کے ہاتھ میں لوائے الحمد ہوگا ۔ آپ نے فرمایا لواء الحمد یومئذ بیدی ولا فخر (اس دن میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے) پھر آپ نے فرمایا اَنَا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر وما مِن نبی یومئذ آدم فمن سواہ وھو تحت لوائی (میں اولاد آدم کا سید ہوں میرے ہاتھ میں قیامت کے دن لوائے الحمد ہوگا اور ان دونوں کمالات پر مجھے فخر نہیں ہے ۔تمام انبیا اور رسل میرے ظل لواء میں ہوں گے ۔صلی اللہ علیہ وسلم

لوائے الحمد راویان روایت بیان فرماتے ہیں کہ لوائے الحمد کی بلندی ایک ہزار سال راہ کی ہوگی۔ اس کا قبضہ سفید چاندی سے بنا ہوگا۔ اس کی نوک یاقوت احمر ہوگی۔ اس کا ستون زمرد خضرا سے ہوگا۔ یہ جھنڈا تین گوشوں پر مشتمل ہوگا۔ ایک کے نور کی شعاعیں مشرق اور دوسرے کی مغرب کو روشن کر رہی ہوں گی اور تیسرا کونہ سرزمین مکہ پر نور افگن ہوگا اس پر یہ تین سطریں لکھی ہوں گی بسم اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ط جب قیامت کے دن اس جھنڈے کو میدانِ عرفات میں بلند کیا جائے گا تو ایک بلند آواز شخص اعلان کرے گا این النبی الامی العربی القرشی المکی الحرمی التہامی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین سید المرسلین امام المتقین رسول رب العالمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان کرتے ہی آگے بڑھیں گے اور اس جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیں گے۔ پھر تمام انبیاء کرام حضرت آدمؑ سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک صدیقین، شہداء، صالحین اور اہل عرفان اس جھنڈے کے نیچے جمع ہونا شروع ہوجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے گراں قدر خلعت اور براق اور سر پر زریں تاج عنایت فرمائے گا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر درخشندہ تاج نور فشانی کررہا ہوگا۔ آپ کا لباس سبز ریشم کا ہوگا چنانچہ حضور کے آگے آگے ستر ہزار علم اور ستر ہزار جھنڈے لے کر چلیں گے۔ حضور اپنے جھنڈے (لوائے الحمد) کو حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمائیں گے۔ لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج اس جھنڈے کے سایہ میں جمع ہوتے جائیں گے حضور کے متبعین اور حضور کی سنت پر عمل پیرا لوگ آگے بڑھتے جائیں گے اور جنت عدن میں داخل ہوتے جائیں گے اللھم ارزقنا بفضلك ومتابعۃ ھذا السید الامین والنور المبین علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین ط

لوائے الحمد کی وجہ تسمیہ تفاسیر میں لوائے الحمد کی وجہ تسمیہ مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے مگر تفسیر بحر العلوم اور دوسرے تذکروں میں یوں نظر سے گذرا ہے کہ جب حضرت آدمؑ علیہ السلام کے قالب میں روح رکھی گئی تو آپ نے پہلی چھینک کے ساتھ الحمد للہ یرحمك اللہ ربك سبقت رحمتی غضبی کی آواز سنی۔

کہتے ہیں کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت حضرت آدم علیہ السلام کی جبین میں ہویدا ہوا اور متحرک ہوا۔ چھینک کے وقت اس نور سے آواز آئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ مروارید دوسرے مروارید سے گھستا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا۔ یا اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ فرمایا کہ یہ تمہارے بیٹے محمد آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آرزو کی کہ مجھے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نور مصطفیٰ تو تمہارے دل میں موجود ہے۔ اب یہی نور تمہاری پیشانی سے نمودار ہو رہا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے نور مصطفیٰ کو دل سے اٹھا کر حضرت آدم کی انگلی پر رکھا اور پیشانی پر جلوہ گر فرما دیا اس حالت میں سیدنا آدم علیہ السلام نے نور محمدی کی زیارت کی۔ نور کے بعض ذرے حضرت آدم کے ناخنوں سے لگے تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان ناخنوں کو چوم لیا۔ اس دن سے اولاد آدم میں یہ سنت جاری ہے کہ نور مصطفوی کے احترام کے لئے انگلیوں کے ناخنوں کو چوما جاتا ہے۔ اور مہر و محبت کے نقوش دل وجان کے صحیفہ پہ صدق و ایقان کی علامت بن گئے ہیں۔ اس نور کے منتقل ہونے کی برکت سے اولاد آدم میں یمن و برکت کی فراوانی ہو گئی۔ حضرت آدم کی وہ اولاد جو آپ کے دائیں ہاتھ پر تھی نور مصطفیٰ کی برکت سے اصحاب یمین کہلائی اور سعادت مند نکلی۔ بائیں جانب بیٹھنے والے اس برکت سے محروم رہے اور ان میں بدبخت اور محروم لوگ جمع رہے اور وہ اصحاب شمال بنے۔

القصہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے نور مصطفوی کو اپنی انگلیوں کے ناخنوں پر درخشاں پایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آدم جسے بیٹا عطا کیا جاتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ہدیہ عطا کیا جاتا ہے اب بتاؤ تمہیں کون سا ہدیہ دیا جائے۔ عرض کی۔ اے اللہ اپنے الطاف وکرم کے بے پناہ خزانوں سے تو نے مجھے کلمہ الحمد عنایت فرمایا ہے وہ کسی صورت کم چیز نہیں ہے۔ یہی کلمہ الحمد میرے فرزند ارجمند کی زبان پر جاری فرمانا۔ چنانچہ اسی دن سے لوائے الحمد سرکار دو عالم کا نشان عظمت بنا دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص فرما دیا گیا۔

لوائے حمد کی جھالریں

لوائے الحمد کے کناروں کی جھالروں پر نور کے قبے آویزاں ہو گئے اور ہر قبہ نور میں ایک ایک حور ہو گی۔ وہ حور اپنے حسن و جمال کی تمام رعنائیوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے لوگوں کی قسمتوں کو تقسیم کرے گی۔ جنت میں خوش قسمت لوگ اپنا

اپنا نصیبہ حاصل کرنے کے منتظر ہوں گے اور یہ حوریں اپنے انعامات تقسیم کرتی جائیں گی ۔ انہی انعامات میں سے ہر ایک مرد اپنے محبوب ساتھی کو بھی حاصل کرتا جائے گا ۔ چنانچہ ہر ایک ساتھی اپنے ساتھی کے ساتھ نور کے تختوں پر اپنی نشست گاہیں پالے گا ۔ میدان قیامت میں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس علم کو اٹھایا جائے ۔ فرشتے علم کی گراں باری کی وجہ سے اٹھا نہ سکیں گے ۔ اللہ تعالیٰ خطاب فرمائیگا اللہ کا شیر حضرت علی کہاں ہیں ۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو حاضر کیا جائے گا ۔ حضرت علی لوائے الحمد کو پھولوں کے گلدستہ کی طرح پل صراط سے گزریں گے ۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حکم فرمائے گا کہ جنت سے لوائے حمد کو لے کر حضرت علی کے حوالے کیا جائے اور اسے بلند کیا جائے ۔ اسی دن سے لوائے حمد کا تاج حضرت علی کے سر پر آراستہ ہوگیا ہے اور تاج ولایت جس سے امت کے اولیا کو نور عرفان ملتا ہے حضرت علی کو عطا کیا گیا ۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے لئے بڑا ہی گراں قدر جہیز تیار کیا ۔ اپنے داماد کے لئے زرین تاج تیار کرایا ۔ اس تاج میں سات سو گوہر نایاب مزین فرمائے ۔ یہ واقعہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور کی مجلس سے سنا ۔ اور گھر آکر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بیان کیا ۔ حضرت فاطمہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید علی کے دل میں گمان ہوگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تو اپنی بیٹی اور داماد کو اتنا جہیز اور تاج زریں دیا مگر دوسری طرف پیغمبر آخر الزمان ہیں جنہوں نے اپنی بیٹی اور داماد کو بجز فقر و فاقہ کے کچھ نہیں دیا ۔ ایک نبی نے اپنے داماد کو اتنا بڑا تاج اور ایک نبی نے اپنے داماد کو بجز صبر و قناعت کچھ نہیں دیا ۔ یہ خدشہ حضرت فاطمہ نے کسی سے بیان نہیں فرمایا تھا ۔ حتیٰ کہ آپ فوت ہوگئیں ۔ موت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے صدر اعلیٰ پر جلوہ فرما ہیں ۔ اور نوری اور حوری سب کے سب آپ کی خدمت میں مامور ہیں ۔ ایک لڑکی نہایت ہی حسن و خوبی سے آراستہ اور زیورات سے معمور ایک سنہری طبق ہاتھ میں اٹھائے سیدہ فاطمہ کی خدمت میں پیش کر رہی ہیں وہ منتظر تھی کہ حضرت سیدہ ایک نگاہ ادھر اٹھائیں تو وہ یہ طبق قدموں پر نثار کرے ۔ حضرت علی نے پوچھا فاطمہ یہ لڑکی کون ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیٹی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت میں مقرر کیا ہے ۔ دنیا میں جو اندیشہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا آج اللہ تعالیٰ اس کا

انالہ فرمارہے ہیں۔ قیامت کے دن لوائے الحمد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے دیا جائے گا اور ایک فرشتہ کہے گا۔ علی ! یہ تاج زیادہ اچھا ہے یا وہ تاج جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے داماد کو دیا تھا؟ آپ سیدہ فاطمہ کے پاس اس تاج کا بڑے تعجب سے ذکر کر رہے تھے۔" یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ لوائے الحمد عرصات کے صحرا میں کھڑا کیا جائے گا۔ اہل دوزخ کو عذاب میں تخفیف ملیگی پھر یہی جھنڈا صحرائے عرصات سے اٹھا کر عرصہ جنت میں رکھا جائے گا تو دوزخ والوں پر عذاب کی شدت بڑھ جائے گی ،اس وقت لوگوں کو لوائے الحمد کے مقام کا اندازہ ہوگا اور ہر ایک خواہش کرے گا کہ میں شاید لوائے الحمد میں جگہ پاؤں ۔

شرف چہارم سب سے پہلے جو شخص بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا اور جنت میں داخل ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے فرمایا أنا اوّل مَنْ یقرع باب الجنۃ

کہتے ہیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو خازن جنت (رضوان) پوچھے گا کہ آپ کون ہیں، آپ فرمائیں گے میں محمد ہوں۔ خازن کہے گا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہیں کھولوں ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کا اسم گرامی دریافت کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جو جنت سرا میں قدم رنجہ فرمائیں گے اور آپ کی امت ہی تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔

شرف پنجم : حوض کوثر آپ کو عطا ہوا اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمایا۔ کوثر کی تفصیلات واقعہ معراج میں بیان کی جائیں گی ۔

شرف ششم مقام محمود آپ کو عطا کیا گیا۔ فرمایا عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ؕ مفسران قرآن نے مقام محمود کے بارے میں بڑے لطیف پیرائے میں نکتے بیان فرمائے ہیں ۔بہت سے مفسرین کی رائے میں مقام محمود مقام شفاعت ہے ،شفاعت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیازی قدر و منزلت سے نوازا جائے گا۔ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ مجھے وہاں ایک چادر عطا فرمائے گا جو سبز رنگ کی ہوگی مجھے وہاں گفتگو کرنے کی اجازت دی جائے گی جب کہ کسی پیغمبر کو بات کرنے کی ہمت نہ

ہو گی۔ چنانچہ وہی بات کروں گا جو اللہ کی رضا و ارادہ سے ہو گی۔ مقام محمود سے یہی مراد ہے ایک اور قول کے مطابق جو شخص سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پکارے گا۔ وہ میں ہوں گا۔ جب جناب خداوندی میں پہنچوں گا تو جبرائیل دائیں جانب کھڑے ہوں گے میں عرض کروں گا اے اللہ۔ اس جبرائیل نے مجھے بتایا تھا کہ تو نے اسے میری طرف اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ بات سچی ہے پھر اللہ مجھے فرمائے گا میرے بندوں کے لئے میرے پاس شفاعت کریں میں تمہاری شفاعت قبول کروں گا۔ یہی مقام محمود ہے۔ ایک اور مفسر نے یوں بیان کیا ہے کہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا آیت حضور کی خدمت میں تلاوت کی تو آپ نے فرمایا بدنیمی ویقعد نی معہ علی العرش ایک اور قول کے مطابق یجالسنی معہ علی السّریرۃ ایک اور قول کے مطابق مقام محمود دَنیٰ فتدلّیٰ فکانَ قابَ قوسَینِ اَو اَدنیٰ بہرحال مقام محمود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ شیخ رشید الدین نے اپنی تفسیر کشف الاسرار میں بڑی تفصیل سے اس مقام کو بیان فرمایا ہے۔

شرف ہفتم: آپ وسیلہ کا ذریعہ ہیں۔ وسیلہ سے مراد یہ ہے کہ آپ کو بہشت میں اتنا بلند رتبہ ملا جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلوا اللّٰہ لِی الوسیلۃ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو لوگوں نے دریافت کیا۔ وسیلہ سے کیا مراد ہے فرمایا بہشت میں اعلیٰ درجہ۔ اس درجہ کو صرف حضور کی ذات ہی پہنچ سکے گی۔

ہم مندرجہ بالا خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔ کتاب کے خاتمہ (تتمہ) میں بعض خصائص مزید بیان کئے جائیں گے۔ یہ خصائص آپ کے اخلاق۔ حسن مودت اور معجزات کے انداز میں ہوں گے۔

مقالہ ثانیہ

فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

"ہم اس مقالہ میں لطائف - اشارات - معاون اور عبارات درج کر رہے ہیں - قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر ان میں کوئی فرو گذاشت نظر آئے تو اپنے علم و فکر سے اس پر صحت کا دامن پھیلا دیں - ایک لطیفہ تو ظاہری علم کی عبارات سے بیان کیا جائے گا دوسرا ارباب ولایت کے انداز میں بیان ہوگا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت حضرت آدم علیہ السلام پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارکانِ ممالک رسالت اور اعیان معارک جلالت پر ہر حقیقت سے امتیازی حیثیت کے مالک ہیں لیکن حضرت آدم علیہ السلام پر حضور کی فضیلت کو بیس مقامات میں بیان کیا جاتا ہے جس سے آپ کا امتیاز اور خصوصیت پائی جاتی ہے -

اوّل : حضرت آدم کو آب و گل سے پیدا فرمایا گیا مگر حضور علیہ السلام کو اپنے نور سے بنایا اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل پانچ دلیلیں ذہن نشیں کرنے کے لائق ہیں (۱) حضرت آدم کے بدن کا سایہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک بے سایہ تھا (معجزات کے باب میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوگی) (۲) اندھیری رات میں حضور کا جسد مبارک روشنی پھیلاتا تھا - آپ کو شب تاریک میں ایسے ہی پہچان لیا جاتا تھا جیسے دن کی روشنی میں - اور آپ اندھیرے میں ہر چیز کو ایسے ہی دیکھ سکتے تھے - جیسے آفتاب کی روشنی میں (۳) آپ تمام آسمانوں کی بلندیوں سے ماوراء اسی لئے چلے گئے کہ آپ کا جسم نور سے بنایا گیا تھا - اگر آب و گل سے ہوتا تو ایسا نہ ہو سکتا (۴) آپ اپنے آگے یا پیچھے دیکھنے میں کوئی فرق محسوس نہ کرتے تھے - یہ بھی علامت ہے کہ آپ نور مجسم تھے - آب و گل سے تخلیق نہ تھے (۵) آپ بیداری اور نیند میں یکساں تھے تنام عیناہ ولا ینام قلبہ (میری آنکھیں سوتی تھیں مگر دل بیدار رہتا)

دوم : اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کو بدِ قدرت نے خود بنایا تھا اور چالیس ہزار سال .

اپنی نگاہ خاص میں رکھا خمرت طینۃ آدم بیدی اربعین صباحًا (میں نے آدم کی طینت کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہ میں رکھا) لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تین لاکھ پچاس ہزار سال پہلے اپنے نور احدیت سے پیدا فرمایا اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤمنون مِنّی۔

سوم: حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو جنت سے لیا گیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آبِ رحمت سے ترتیب دیا گیا ۔ وَمَا ارسلنٰکَ اِلا رحمۃ للعالمین

چہارم: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ونفختُ فیهِ من روحی لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں فرمایا وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا حضرت آدم کے روح پر بدن کا قالب بنا دیا گیا ۔ مگر حضور کہ روح پاک پر نور کا حالہ استوار کیا گیا ۔ تاکہ روح کی نشو و نما ہو سکے ۔

پنجم: حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم دی عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ مگر حضور علیہ السلام کو اشیا اور تفہیم دقائق کلام ملک العلام عطا فرمائی اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقرآن

ششم: حضرت آدم علیہ السلام قبلۂ فرشتگان تھے اُسْجُدُوْا لِآدَمَ مگر ہمارے خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام فرشتوں کا مقتدا بنایا اور امام پیغمبران مقرر فرمایا تمام نے آپ کی متابعت کی ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ط

ہفتم: حضرت آدم علیہ السلام نے روز اوّل ایک سجدہ کیا مگر حضور علیہ السلام نے مقام محمود حوض مورود ، محضر مشہود اور لقائے معبود کے مقامات پر سجدہ فرمایا ۔

ہشتم: حضرت آدم علیہ السلام کا تحت فرشتوں کی گردنوں پر رکھا گیا اور تمام آپ کے تحت کے ماتحت کھڑے تھے مگر قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے پاس وہ علم ہو گا کہ تمام اولیا ، انبیاء ، مقربان جناب حق تعالیٰ اسی علم لواء کے سایہ میں ہوں گے آدَمَ وَمِنْ دُوْنِہٖ تحت لوائی (آدم اور دوسرے میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے)

نہم: حضرت آدم علیہ السلام کو آسمانوں سے گذار کر بہشت میں لے جایا گیا مگر ہمارے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان اور بہشت میں مقام قیام عطا فرمایا اور آخر کا مقام قدس میں

قیام پذیر ہوئے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ؕ

دہم: شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلایا اور آپ لغزش کے مرتکب ہوئے۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ ؕ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرت عطا ہوئی چنانچہ اسلم الشیطان بیدی میرے شیطان نفس نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ؕ

یازدہم: حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ؕ مگر آقائے دو عالم نہ تو کسی لغزش اور گناہ کے مرتکب ہوئے بلکہ آپ کی مغفرت و رحمت کی شہرت اقطار و اکناف عالم میں پھیلتی گئی لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

دوازدہم: حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے عتاب ہوا پھر عفو وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی مگر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی عفو حاصل ہو گئی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔

سیزدہم: حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہی لغزش سے جنت سے باہر نکال دیا گیا لیکن سرکار دو عالم کی امت کو ہزاروں گناہوں اور لغزشوں کے باوجود بہشت میں جگہ دی گئی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

چہاردہم: حضرت آدم کو ایک ہی لغزش پر لباس سے محروم (عریاں) ہونا پڑا یُنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ مگر سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار غلاموں کو ہزاروں گناہوں کے ہونے ہوئے رسوا نہیں کیا گیا مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ؕ

پانزدہم: حضرت آدم علیہ السلام ایک لغزش پر بائیس ۲۲ سال روتے رہے پھر جا کر توبہ قبول ہوئی مگر ہمارے خواجہ دو جہاں کی امت کے بائیس ۲۲ سالہ گناہ ایک ندامت اور توبہ سے معاف فرما دیئے گئے اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ

شانزدہم: حضرت آدم علیہ السلام سے ایک غلطی سرزد ہوئی تو آپ کو حرم کعبہ میں جا کر توبہ کرنے کو کہا گیا۔ پھر وہاں جا کر توبہ قبول ہوئی۔ مگر خواجہ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی

گنہگار امت کو ایسی ضرورت نہیں تھی وہ اپنے گھر بیٹھے اللہ سے توبہ کر سکتے ہیں مَتیٰ قلت اسأت اَقُوْلَ غَفَرْتُ ط

ھَفدھم: حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانی قالبوں (بدنوں) کا باپ بنایا اور روز میثاق تمام بدنوں سے عہد لیا وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ ہمارے خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام روح کا باپ قرار دیا گیا اور تمام صالحین کو آپ کے نور سے ہی پیدا فرمایا انا من اللہ والمومنون منی

ھشدھم: حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں قالب روح پر غالب آگیا اور دنیا حضرت آدم کے طفیل عالم پاک سے عالم خاک کی طرف آئی اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کو بدن پر فوقیت دی اور یہ خاکی وجود (قالب) ولایت خاک سے ذات پاک تک رسائی حاصل کرنے لگا دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥

نوزدھم: حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ایک نورانی فرشتہ (ابلیس) مردود اور ظلمانی دیو بن گیا اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیو النفس بھی نورانی پیکر بن گیا۔ اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ عَلٰی یَدِیْ ؎

بستم: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آتش حکمت کو دیگدان خلقت میں رکھا گیا اور ایک جہاں جوش مارنے لگا اور کونین ایک نئے انداز سے ابھرے۔ حضرت آدم خمیر زمین سے تیار کئے گئے اور ابلیس آسمان کی راندہ درگاہ شخصیت بن گیا اب حضرت آدم کی خاکی طینت تو آسمان پر جا پہنچی اسكن اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ لیکن آسمان کی مخلوق کو زمین پر گرا دیا گیا اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ پھر آدم علیہ السلام جن کی سرشت زمینی تھی بہشت میں ایک امتحان اور آزمائش سے دوچار ہوئے چونکہ خاکی پستی ایک غلطی کی مرتکب ہوئی تو حکم ہوا قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا اسی حضرت آدم کے اندر جو روح اور خلاصہ تھا وہ عرش اعلیٰ سے بھی بلند ہوتا گیا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا ط

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ادریس علیہ السلام پر فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ امتیازی فضیلتیں بیان کرنے پر اکتفا کریں گے جن کی وجہ سے آپ کو حضرت ادریس علیہ السلام پر فضیلت حاصل تھی۔

وجہ اوّل: حضرت ادریس علیہ السلام آسمانِ چہارم پر پہنچے تو آپ وہاں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے وہاں آپ کو قیام پذیر نہیں ہونا پڑا بلکہ آپ کے مراتب آسمانوں سے بھی بلند تر ہوتے گئے حتیٰ کہ آپ کو قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا مقام حاصل ہوا۔

وجہ دوم: حضرت ادریس کو بہشت میں لایا گیا تو انہیں یہ مقام پسند آگیا پھر اس مقام کو چھوڑنے کو جی نہ چاہا۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہشت میں تشریف لائے مگر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی روشنی میں آپ نے ایک نگاہ غلط انداز سے بھی بہشت کی پرواہ نہ کی۔

وجہ سوم: حضرت ادریس علیہ السلام کو ستاروں کے سیر اور ان کی رفتار کی معرفت عطا فرمائی گئی مگر ہمارے آقا و مولیٰ ان ستاروں پر قدم رکھ کر روندتے گئے

وجہ چہارم: حضرت ادریس علیہ السلام کو علم خیاطی دیا گیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم معرفت اور نور معرفت سے نوازا گیا۔

وجہ پنجم: حضرت ادریس علیہ السلام کو فن کتابت اور معرفت لوح و قلم دی گئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوح و قلم سے آگے نکل گئے اور کتابت کی بجائے خطابت عطا کی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت نوح علیہ السلام پر فضیلت

حضرت نوح علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی ہیں مگر ہم یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ ایسی امتیازی خصوصیات نقل کرتے ہیں جن میں حضور کی فضیلت جھلکتی ہے۔

(۱) حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی دی جو پانی پر سیر کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو براق دی گئی جس نے فضاؤں اور خلاؤں کو طے کر لیا۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کو موج بلا میں کشتی وجہ سلامتی بنی۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لطف الٰہی اور فضل خداوندی سفر معراج میں نگران رہا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔

(۳) حضرت نوحؑ علیہ السلام کو ایسی کشتی ملی جس سے آپ اپنے اہل اور احباب سمیت سلامت رہے مگر ہمارے حضور کو دولت انقان دی گئی جس کی وجہ سے آپ کی امت آتش دوزخ سے محفوظ رہی۔

(۴) حضرت نوحؑ کی کشتی ان کے لئے وجہ نجات بنی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان وجہ بلندئ درجات بنا۔

(۵) حضرت نوحؑ علیہ السلام کی کشتی پانی پر تیرتی رہی تو یہ بات باعث تعجب نہیں ہے۔ مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے آقائے دوعالم کے اشارے سے بھاری پتھر پانی پر تیرنے لگے عکرمہ نے حضور سے ایمان لانے کی یہ شرط رکھی کہ دریا کے اُس پار کا پتھر پانی پر تیرتا ہوا آجائے تو میں مسلمان ہوجاؤں گا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے بھاری پتھر پانی پر تیرتا ہوا آپ کے پاس آگیا۔

(۶) حضرت نوحؑ علیہ السلام نے اپنی قوم کی نافرمانی سے تنگ آکر کہا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے ظلم وستم کے مقابلہ میں نجات و ہدایت کی دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ بیچارے میرے مقام کو نہیں سمجھتے)۔

اشارۂ لطیف حضور سرور کائنات رحمت عالمیان اپنے دشمنوں کے گناہوں کی عذرخواہی فرمارہے ہیں۔ وہ دشمن جو آپ کے دندان مبارک پتھروں سے شہید کرتے ہیں۔ آپ ان کے منہ رحمت خداوندی کی شکر سے بھرنے کے خواہاں ہیں جب رحمت عالمیاں اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے ساتھ یہ سلوک فرماتے ہیں تو اپنے جاں نثار دوستوں کے ساتھ کس شفقت کا برتاؤ ہوگا۔ اللہ اللہ

آنکہ زندانش بوستان باشد — بیں کہ تا بوستان چگونہ بود
آنکہ با دشمناں کرم ورزد — دانکہ با دوستان چگونہ بود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے ممتاز مقامات جو آپ کو حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ پر تھے ، مختصراً بیان کرتے ہیں۔ ہم نے ہزاروں امتیازات میں سے صرف بیس کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

وجہ اول : اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلّت عطا فرمائی وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا ؕ (حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا) مگر ہمارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ محبوبی عطا فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ؕ (آپ انہیں فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے خواہاں ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا) یہ نکتۂ لطیف بھی ذہن نشین کرنے کے قابل ہے ، ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل کہا تو دوسری طرف اپنے حبیب کی اتباع کرنے والے غلاموں کو اپنا محبوب قرار دیا۔ خلیل کے لئے ضروری نہیں کہ حبیب بھی ہو مگر جو حبیب ہوتا ہے وہ خلیل ضرور ہوتا ہے ، جب ایک مقتدی (غلام) خلعت محبوبی زیب جان و تن کر لیتا ہے تو خود مقتدا (مالک) کا کیا مقام ہوگا !

وجہ دوم : خلیل جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہے یاابراھیم قد صدقت الرؤیا اے ابراہیم تو نے اپنی خواب کو سچا کر دکھایا ، ادھر حبیب کی رضا جوئی کے لئے اللہ تعالیٰ خود کر رہا ہے۔ ظاہری دنیا میں فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا آپ جس طرف رخ پھیریں گے اسے قبلہ بنا دیا جائے گا ، آخرت کی دنیا میں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (آپ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو راضی کر دیا ہے)

وجہ سوم : خلیل اللہ کو تمام عوام الناس کا امام بنا دیا اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (میں نے آپ کو سارے انسانوں کا امام (مقتدا) بنا دیا ہے) لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں انبیاء و مرسلین کا امام بنایا اور بیت المعمور میں تمام ملائکہ کا مقتدا بنایا۔

وجہ چہارم : حضرت خلیل اللہ کو قوت یقینی (عین الیقین) عطا فرمائی اور کہا اما الیک فلا ۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت یقینی کا مقام دیا ۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ

لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی المرسل ۔ (میرے لئے اللہ کے نزدیک وہ اوقات ہیں جہاں نبی مرسل اور ملائکہ مقرب کو اجازت نہیں ہے)

وجہ پنجم: خلیل علیہ السلام کو آتش نمرود میں پھینکتے وقت ہوا کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ھل لک حاجۃ (آپ کو کسی خدمت کی ضرورت ہے) مگر حبیب خدا کو وہاں لے جایا گیا جہاں جبرائیل خود اعتراف کرتے ہیں لو دنوت انملۃ لاحترقت (اگر ایک ذرہ اوپر گیا تو جل کر راکھ ہو جاؤں گا) ؎۱

وجہ ششم: خلیل علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو برد سالم بنا دیا یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم (اے آگ حضرت ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور پر امن بن جا) دوسری طرف اپنے حبیب کی گنہگار امت کے لئے آتش دوزخ کو ٹھنڈا فرما دیا۔ جُز یا مومن فإن نورك اطفأ لھبی (اے مومن گذر جاؤ تمہارے نور نے تو میرے آتشیں شعلوں کو بجھا دیا ہے)

آتشِ نمرود اور آتشِ دوزخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ نمرود نے تیار کی تھی۔ اس میں تعجب نہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی قوت کے سامنے وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ تعجب تو یہ ہے کہ غضب الٰہی کی آگ (جہنم) امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگاروں کی آمد پر بجھی جا رہی ہے۔ آتش نمرود کو جب تک فرمان خداوندی نہ آیا کہ یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا (اے آگ ٹھنڈی ہو جاؤ) اس وقت ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ مگر یہاں امت کے گنہگار قدم رکھتے ہیں تو کسی حکم کے بغیر آتش دوزخ بجھی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ المومنین اِذَا وَضَعَ قَدَمِہٖ عَلَی الصِّرَاطِ یخمد النار تحت قدمیۃ کما یجمد الاھالۃ علی الطبق (جب مومن پلصراط پر قدم رکھے گا تو اس کے قدموں کے نیچے آگ اس طرح

؎۱ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بوستان میں اس مقالے کو بڑے خوبصورت الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

چنین گفت سالار بیت الحرام	کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی	عنانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فرا تر مجالم نماند	بماندم کہ نیروی بالم نہ ماند
اگر یکسرے موئے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

بجھ جائے گی جس طرح سردیوں میں طبق پر چربی یخ بستہ ہو جاتی ہے)

وجہ ہفتم : حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ آفتاب، ماہتاب اور ستاروں پر پڑی فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ مگر ہمارے آقا و مولیٰ شب معراج کو آفتاب ماہتاب اور ستاروں کو اپنے قدموں سے روندتے گئے وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۚ

وجہ ہشتم خلیل اللہ علیہ السلام دوست کے واسطے سے پہنچے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم کو آسمان و زمین کی سلطنتیں دکھائیں، مگر اپنے حبیب کو بلا واسطہ مقام قربت دیا دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

وجہ نہم : حضرت خلیل علیہ السلام نے درخواست کی لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مگر حبیب خدا کو بغیر التجا کے فرما دیا۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ

وجہ دہم : جب خلیل اللہ عاجز آگئے تو آپ نے کہا حَسْبِيَ اللّٰهُ لیکن جب حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے تو خود فرمایا حَسْبُكَ اللّٰهُ

وجہ یازدہم : حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں۔ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ مگر اپنے حبیب پاک کو خود بلایا گیا سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ ۚ

وجہ دوازدہم : خلیل اللہ علیہ السلام نے ہدایت چاہی سَيَهْدِيْنِ مگر حبیب خدا کو بلا درخواست ہدایت دی وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۚ

وجہ سیزدہم : خلیل اللہ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی، یا الٰہی، یا الٰہی! اپنے بندوں کو حکم دیں کہ مجھے اچھے الفاظ میں یاد کریں۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ مگر اپنے پیارے حبیب کو بتایا ابھی آپ اس ظاہری دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا)

وجہ چہاردہم : خلیل اللہ علیہ السلام کو ملکوت کی سیر کرائی گئی تو آپ نے گنہگاروں کی ہلاکت کی درخواست کی۔ اَللّٰهُمَّ اَهْلِكْهُمْ (اے اللہ انہیں ہلاک کر دے) مگر حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم شب معراج کو مقام محمود پر بھی گنہگاروں کی مغفرت اور بخشش کی التجا کی :—

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا (اے اللہ معاف فرما اور اپنی رحمت نازل فرما)

وجہ پانزدہم[۱۵]: حضرت خلیل حج کعبہ اور بیابان ہیں کے منادی (اعلان کنندہ) تھے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ مگر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ایمان۔ احسان اور عرفان کے منادی (ترجمان) تھے۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْاِيْمَانِ

وجہ شانزدہم[۱۶]: خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا مجھے مطیع اور تا بعدار انسانوں کی خدمت ملے فَمَنْ تَبِعَنِي فَاِنَّهُ مِنِّي (جو میری اتباع کرے گا وہ میرا ہوگا) مگر حبیب خدا نے کہا ہیں گناہگار کو اپنے نزدیک لانا چاہتا ہوں شفاعتی لاهل الكبائر من امتی (میری شفاعت امت کے سیاہکاروں اور گنہکاروں کے لئے وقف ہے)

وجہ ہفدہم[۱۷]: خلیل اللہ کو خشمگیں خطاب سے پکارا گیا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ،

وجہ ہژدہم[۱۸]: حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا مجھے ساری دنیا میں سے صرف اللہ ہی کافی ہے فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ لوگ میرے دشمن ہیں صرف اللہ ہی میرا دوست ہے) مگر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا مجھے ساری مخلوق میں سے میرا حبیب ہی پیارا ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

وجہ نوزدہم[۱۹]: حضور خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے ایک دنبہ ذبح کیا وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ہم نے اسے ذبح عظیم کا فدیہ مقرر کیا مگر اپنے حبیب کے والد مکرم کیلئے باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے ایک سو اونٹ فدیہ دیا گیا۔

وجہ بستم[۲۰]: قیامت کے دن حضور کی امت کے ہر ایک شخص کو یہودی اور عیسائی لوگ تسلیم کریں گے اور کہیں گے هٰذَا فِدَاكَ مِنَ النَّارِ جو دوست اپنے خلیل کے ایک بیٹے کے لئے دنیا ہیں دنبہ بھیج سکتا ہے وہ اپنے محبوب کی بارگاہ کی آستانہ پر بیٹھنے والے فقیروں کے لئے کس طرح آتش دوزخ کو اجازت دے سکتا ہے کہ انہیں آزار پہنچائے۔

نار نمرود سے بر ابراہیم گرشد گلستان — آتش دوزخ برین امت گلستان ساختہ
نیست کس زین امت لاحق تعالیٰ بہر او — قسم آتش را فدائے آن جہوداں ساختہ

بہر فرزند خلیل از گوسفند آمد فدا　　　بہر ایں امت فدا از نوع انسان ساختہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام پر امتیازی مقامات

ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے سات مقامات بیان کرتے ہیں جن میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

مقام اوّل: حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب اور تاویل احادیث کا مقام حاصل تھا۔ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ مگر حضور کے غلاموں کو تحقیل موا ریث اور تفسیر کتاب کا علم عنایت فرمایا۔ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

مقام دوم: حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی سلطنت کا تخت بخت عطا فرمایا وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ۔ مگر اپنے حبیب کی امت کے گنہگاروں اور غلاموں کو قیامت کے دن جنت کے تخت اور بخت کا مالک بنا دیا جائے إِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا

مقام سوم: حضرت یوسف علیہ السلام کو وہ حسن و جمال عطا فرمایا کہ مصر کی عورتیں اس حسن و جمال کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی نازک انگلیاں کاٹتی گئیں وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا ۱ (انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے اور کہنے لگیں حاش للہ کیا یہ بشر ہے) مگر ہمارے خواجہ و آقا کو وہ کمال حاصل ہے کہ آپ کا نام سن کر ساکنان سومنات نے زنا کاٹ ڈالے اور

---

۱ اس مقام کو بیان کرتے ہوئے اعلیٰحضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے حدائق بخشش میں جمال یوسفی اور عشق مصطفوی کا کیا خوب موازنہ کیا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں　　　سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

حضرت یوسف کے حسن پہ مصر کی مہذب عورتیں انگلیاں کاٹ رہی ہیں مگر حضور کے نام پر عرب کے جاہل مرد سر کٹانے پر فخر محسوس کرتے ہیں حضرت یوسف کے حسن و جمال کی تابانیاں مصر جیسے عظیم شہر کی مہذب عورتیں اپنی انگلیاں کاٹ لیتی ہیں مگر حضور کے حسن پر نہیں صرف نام پر عرب کے سخت جان مرد جنگ بدر و احد میں جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ (مترجم)

چار دانگ عالم سے لوگ دامنِ اسلام میں آنے لگے وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ہ

مقامِ چہارم : حضرت یوسف علیہ السلام کو خزانوں کی چابیاں عنایت فرمادیں دَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ مگر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رحمت اور مغفرت کے خزانوں کا مالک بنادیا۔ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ[۱]

مقامِ پنجم : حضرت یوسف علیہ السلام کے اقتدار کے زمانے میں حضرت بنیامین کے غلّے میں سونے کا پیمانہ رکھ دیا گیا۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِکِ لیکن سرکارِ دو عالم کے زمانۂ رسالت میں نورِ یقین کی دولت سے حضور کے ملازموں اور غلاموں کے سینے معمور کر دیئے گئے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ

مقامِ ششم : حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن بھی دیا اور اس کی قیمت بھی۔ چنانچہ مصر کے قحط زدہ لوگ جمالِ یوسفی کو دیکھتے تو ان کی بھوک مرجاتی۔ مگر ہمارے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوائے حمد ہوگا۔ عرصاتِ قیامت میں آفت زدگانِ روزگار اس لوائے حمد پر ایک نگاہ ڈالیں گے تو ان کی ساری مصیبتیں اور تکلیفیں کافور ہوجائیں گی۔

مقامِ ہفتم : حضرت یوسف علیہ السلام مصر اور حوالیٔ مصر کے تمام باشندوں پر حکمران تھے۔ چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملاقات کا دن آیا اور ہجر و فراق کا زمانہ ختم ہُوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدِ مکرم کو تخت پر بٹھایا وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ مصر کی ساری آبادی کو طلب کیا گیا۔ تمام حاضرین نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت ملکیت اور اختیارات کا اعتراف کیا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدِ مکرم کے سامنے ہی اس خوشی میں آزاد کر دیا اور انہیں نعمتوں سے مالامال کر دیا۔ قیامت کے دن تمام مومن عرصۂ قیامت میں جمع ہوں گے اور اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ دربارِ خداوندی میں تمام گناہگاروں کو لایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تختِ شفاعت اور مقامِ قربت پر جلوہ فرما ہوں گے۔ سرکارِ دو عالم رحمتِ دوجہاں کی نگاہ تباہ حال، سیاہ کار اور گناہگاروں کے غبار آلود اور پریشاں چہروں پر پڑے گی اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا، اے گناہگار بندو! اور خطاکار انسانو! آج تمہیں اپنے محبوب کی نگاہِ رحمت

---

[۱] نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا۔

اور دیدار پرانوار کے بدلے بخش دیا ہے۔ تمام آزاد ہو اور جنت کی بشارت سن لو۔ تمہیں جنت میں درجات دیئے جائیں اور میرے دیدار کی نعمت بھی عطا ہو گی۔

اے رونق دو عالم از ملّتِ محمدؐ	وے افتخار آدم از دولتِ محمدؐ
ایمن شدند دلہا از ہیبتِ محمدؐ	چوں صرف رحمت آمد بر نوبتِ محمدؐ
در بارگاہ سدرہ روح الامین نداند	سرّے کہ ہست حق را با حضرتِ محمدؐ
در روز عرض اکبر بینی کہ امتانش	آزاد گشتہ ز آتش از برکتِ محمدؐ
مردم ہمہ گریزاں فردا ز دوزخ اما	دوزخ شود گریزاں از امّتِ محمدؐ

اے نفس تند سرکش درکش مئے محبت
تا روز حشر نوشی از شربتِ محمدؐ

فضیلت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درجات کے پیش نظر ہم بیس وجوہات بیان کر رہے ہیں جن میں سرکار دو عالم عظیم المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات واضح ہوتی ہیں۔

وجہ اوّل (۱): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقام کلیمی عطا ہوا ہے وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ حضور کو حریم قربت میں جگہ دی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی

وجہ دوم (۲): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا گیا جس سے ہزاروں جادوگروں کے شعبدے نیست و نابود ہو گئے تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا مقام دیا۔ جس سے کروڑوں گنہگار نجات پا گئے شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔

وجہ سوم (۳): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضیٰ عطا کیا وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَاءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین بیضا دیا آتَیْنٰکُمُ الْمِلَّۃَ الْحَنِیْفِیَّۃَ السَّمْحَۃَ السَّھْلَۃَ الْبَیْضَاءَ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیضا نے قصر فرعون کے گرد و نواح کو روشن کیا تھا مگر دین بیضا نے قصر حضرت الٰہی کو منور فرما دیا اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ

وجہ چہارم (۴): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی قیادت دی گئی مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رساں جبرائیل غاشیہ بردار اسرافیل اور دوست رب جلیل تھا۔

وجہ پنجم (۵): حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مرضی سے کوہِ طور پر آئے وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰی لِمِيقَاتِنَا (جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے) مگر ہمارے آقا و مولیٰ کو خود رب العالمین نے بلایا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً۔

وجہ ششم (۶): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر لے جا کر کلام اللہ سنایا گیا۔ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھل کر کلام کی) ہمارے آقا کرسی نور پر جلوہ فرما ہو کر آئے اور دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

وجہ ہفتم (۷): حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن اور رات کھانے پینے کو کچھ نہ دیا گیا۔ پھر جا کر دولتِ کلام نصیب ہوئی۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً" ہمارے آقا و مولیٰ کو ایک رات میں خوانِ قدس پر دعوت دی گئی۔ آب و نان دیا گیا اور دولت وصل سے مشرف فرما دیا گیا۔ ابیتُ عِنْدَ رَبِّیْ وَھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ میں نے اپنے رب کے پاس رات گذاری وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

وجہ ہشتم (۸): حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مقام انتظار پر چالیس دن روزے سے رہنے اور چالیس راتیں بیدار رہ کر عبادت خداوندی میں مشغول ہونے اور پھر جا کر وادی ایمن میں شرف گفتگو ملنا۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرما ہوگئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام براق لائے، آنکھ جھپکنے سے پہلے اس بلند مقام پر پہنچ گئے کہ انسان کا وہم و گمان بھی وہاں نہ پہنچتا۔

وجہ نہم (۹): جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصروفِ گفتگو ہوتے تو اظہار انبساط فرماتے اور کہا کرتے اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ تو خطاب آتا۔ اُنْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ یہ اشارہ آپ کے قدموں کی طرف ہوتا۔ ابلیس لعین حضرت موسیٰ کے قدموں سے سر اٹھاتا۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ کا قدم وہاں پڑتا جہاں جبرائیل کہہ اٹھتے لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَۃً لَاحْتَرَقْتُ (اگر ایک ذرہ اوپر اٹھا تو میرے پر جل جائیں گے)

وجہ دہم (۱۰): حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں پہنچے تو حکم ہوا کہ جوتے اتار لیں فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ (اپنے جوتے اتار لو) ہمارے رسول جب عرش معلیٰ کے فرش پاک پر تشریف فرما ہوئے

توحکم ہوا یَا مُحَمَّدُ لَا تَخْلَعْ نَعْلَیْكَ (یارسول اللہ! آپ جوتا نہ اتاریں)

وجہ یازدہم: جب حضرت موسیٰ مقام قرب پر پہنچے تو حضرت موسیٰ کی تعریف کی گئی فَقَرَّبْنَاہُ نَجِیًّا ۔ جب ہمارے آقا و مولیٰ مقام قرب پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ۔ یہ دلیل صفات موسوی میں بقائے موسیٰ کی ہے مگر وہ صفت فنائے محمدیہ کی ہے ذات احدیت میں ۔ جَلَّ وَعَلَا

وجہ دوازدہم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے نام سے یاد کیا گیا جَاءَ مُوْسٰی مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت سے یاد فرمایا بِعَبْدِہٖ لَیْلًا ۔

وجہ سیزدہم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنے والا کہا مگر حضور کو بلایا گیا کہا آنا اپنی مرضی سے ہوتا ہے اور بلایا جانا میزبان کی خواہش پر ہوتا ہے، آنے والا شرفِ ملاقات سے مشرف ہو یا محروم رہے مگر جسے خود بلایا جاتا ہے اسے ضرور شرفِ زیارت بخشا جاتا ہے ۔

وجہ چہاردہم: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی تجلی کو پہاڑ پر دیکھا اپنی صفت سے علیحدہ ہوگئے وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۔ مگر سرکار دو عالم نے تمام انبیاکے مقامات اور ملکوت کے عجائبات کو دیکھا بلکہ آپ کی نگاہ نے جمال جلال حق تعالیٰ کا بھی مشاہدہ کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلے ۔ یہ بات بھی حضرت موسیٰ کے بقا کی دلیل ہے جو اپنی صفت کے ساتھ باقی ہے لیکن حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بقا اللہ کی بقا کے ساتھ تھی ۔

وجہ پانزدہم: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی تمنا کی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ مگر دیدار الٰہی نہ ملا بلکہ فرمایا گیا لَنْ تَرَانِیْ تم نہیں دیکھ سکتے ۔ مگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کیں تو دیدار الٰہی نصیب تھا ۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی بغیر تقاضا کئے مشاہدہ ذات ہوگیا ۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ ۔

وجہ شانزدہم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرامت دی گئی جس کی وجہ سے آپ کی قوم نے دریا عبور کر لیا اور ان کا دامن تر نہ ہوا ۔ اِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ ۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن وہ رتبہ دیا جائے گا کہ آپ کی امت دوزخ کے پل سے گذرے گی تو ان کا تر دامن خشک بھی نہ ہونے پائے گا ۔

وجہ ہفدہم[17] : روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف دو بارہ دست دعا دراز کیا، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو وہ سعادت نصیب ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں ہر روز پنج بار دستِ دعا دراز کر سکتے ہیں المصلی یناجی ربّہٗ

وجہ ہژدہم[18] : حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے لئے من و سلوا اتارا گیا وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی مگر سرکار دو عالم اور آپ کی امت کے لئے دولت سکینہ اتاری گئی ھُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

وجہ نوزدہم[19] : حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خاطر ایک حقیر پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے ۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کی پانچ انگلیوں سے ہزاروں چشمے جاری فرما دیئے انفجر الماء من بین اصابعہ یہ تعجب کی کوئی بات نہیں کہ پتھر سے چشمہ ابل پڑے ۔تعجب کی بات تو یہ ہے ۔گوشت و پوست ،خون رگ و پے سے صاف اور شفاف چشمے جاری ہوں گے ۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

وجہ بستم[20] : حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے چالیس دن کے لئے جدا رہے ۔جب واپس آئے تو ان کی قوم گئوسالہ پرستی میں مصروف تھی ۔سرکار دو عالم کو حیات ظاہری سے گئے نو سو سال (مولف کی زندگی کے وقت) گذر گئے مگر آئے دن اسلام سے وابستگی اور لوائے الحمد سے شیفتگی اور امت محمدیہ میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت داؤد علیہ السلام سے امتیازی خصوصیات

حضرت داؤد علیہ السلام پر فضیلت کے صرف تین نکات پیش کئے جاتے ہیں ۔

نکتہ اوّل : اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا خلیفہ کہہ کر خطاب فرمایا ۔ یٰدَاؤدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام و مرتبہ نصیب ہوا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا خلیفہ کہا ۔ اَللّٰہُ خلیفتی من بعدی

نکتہ دوم : حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جایا کرتا تھا وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ مگر حضور کے ہاتھ میں لوہے سے زیادہ سخت دل نرم ہوتے چلے گئے فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً

یہی پتھر دل موم سے بھی نرم ہو گئے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ؕ

نکتہ سوم: حضرت داؤد علیہ السلام کو نغمہ اور لحن شیریں دیا، پرندے اڑتے دم بخود ہو جاتے۔ پانی کی مچھلیاں مسحور ہو جاتیں، وحوش وطیور بیابانوں میں آپ کی نغمہ سرائی کے سامنے دم بخود رہتے، بلند وبالا پہاڑ اور لق ودق صحرا آپ کے نغمہ سے متاثر ہوتے یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ کو وہ آواز ترجمان عنایت فرمائی کہ ابھی اس دنیائے خاکی کا نام ونشان نہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بھی نہیں بنا تھا کہ آپ کی سلطنت کا نقارہ بج رہا تھا آپ کی عظمت واحترام کے جھنڈے بلند تھے اور عرش معلیٰ کی بلندیاں آپ کے ذکر کے سامنے جھکی جاتی تھیں اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ جہالت کے تمام خس وخاشاک اور ضلالت کی تمام سیاہیاں آپ کے قدوم میمنت لزوم سے چھٹتی گئیں۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ خلقه فی ظلمة ثم رش علیهم من نوره

حضرت سلیمان علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

ہم حضرت سلیمان علیہ السلام پر ان دس خصوصیات اور امتیازات کا ذکر کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کے اعتبار سے میسر تھیں۔

(۱) اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ مگر حضور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام ملائکہ کو مسخر کر دیا گیا تھا۔ یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ ... الٰافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا سفر کر لیا کرتا تھا غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تخت دیا گیا جسے فرشتے اٹھاتے اور طرفۃ العین میں فرش سے عرش تک سیر کرتا فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام پر پرندے سایہ کرتے تھے مگر ہمارے آقا و مولیٰ پر رحمت خداوندی کا سایہ ہوتا تھا اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ یا یوں کہئے کہ حضور نے اپنے غلاموں کو اس سایہ میں جگہ عنایت کی سبعة یظلهم الله یوم القیامة یوم لا ظل

اِلَّا طَاقَۃُ الحَدِیْث

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام روئے زمین کی بادشاہت عنایت فرمائی رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مملکت عقبیٰ عنایت کی جو آپ کے سایہ لوائے الحمد میں ہوگی ۔ لَوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ

(۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کے جن اور انس زیر نگین اور زیر فرمان بنا دیئے تھے ۔ ہمارے حضور کے لئے ملائکہ مقربین زیر فرمان کر دیئے گئے ۔

(۶) حضرت سلیمان کو عاریتاً دنیا کی بادشاہت عنایت کی گئی مگر خواجہ دو عالم کے ایک ادنیٰ سے غلام کو جنت کی دائمی سلطنت عطا فرما دی گئی ۔ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا

(۷) حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ایک بار آفتاب کو لوٹا دیا ۔ مگر حضور کے غلاموں میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے آفتاب کو لوٹا دیا ۔ یہ واقعہ ایک دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سال امت محمدیہ کے لئے وہ دن پلٹتا ہے جس میں وقوف عرفات اور روز عرفہ کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں ۔

(۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کو انگشتری دی جس سے وہ تمام دنیا پر حکمرانی فرماتے مگر ہمارے آقا کو نبوت کی انگشتری عنایت فرمائی ۔

(۹) حضرت سلیمان علیہ السلام کو کرسی دی جس میں شیطان یا دیو داخل ہوں گے وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ۔ ہمارے آقا و مولیٰ کو آیۃ الکرسی عنایت فرمائی جس سے شیطان اور دیو بھاگ جاتے ۔ اِسْتَخْرَجْتُ آیَۃَ الْکُرْسِیِّ مِنْ کُنُوْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ

(۱۰) حضرت سلیمان کی خدمت میں پرندے گفتگو کرتے حضور کی بارگاہ میں سوسمار، ہرن، اونٹ اور وحوش اپنی شکایات بیان کرتے ۔ معجزات کے بیان میں ایسے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خصوصیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سات درجات میں خصوصیت اور فضیلت عطا فرمائی گئی۔

خصوصیت اوّل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم پر تشریف لے گئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش اعلیٰ سے بھی اوپر لے جایا گیا الرفیق الاعلیٰ ہم اس حکمت پر واقعہ معراج کے بیان میں تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

خصوصیت دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر پیدا فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ادھر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا واسطہ غیرے نور خداوندی سے پیدا فرمایا اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ۔

خصوصیت سوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دَم سے زندہ کر دیا کرتے تھے وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ہمارے آقا و مولیٰ نے ہزاروں مردہ دلوں کو زندگی بخشی اور مردہ جانوں کو اپنے دم سے زندہ کر دیا اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ

خصوصیت چہارم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چل سکتے تھے جب حضور علیہ السلام ہوا میں سیر کرتے تھے۔

خصوصیت پنجم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان سے مائدہ نازل ہوتا تھا اور اس میں کئی قسم کے کھانے ہوتے تھے۔ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن کی شکل میں مائدہ آیا جس میں اولین و آخرین کے لئے روحانی غذا تھی۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

خصوصیت ششم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ میں ان کی قوم کی تباہی کا باعث بنا فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ مگر حضور پر مائدہ قیامت تک رحمت عالمیان ثابت وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

خصوصیت ہفتم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے آقا و مولیٰ کی شریعت کی اتباع لازمی ہے

جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا اتباع کرنے کے پابند نہیں ہیں "لو کانَ مُوسیٰ وَعِیسیٰ حَییَن لَمَا وَسِعَہُمَا اِلَّا اتِّبَاعِی"۔

اے ز دم زندگی جسم تو جان ہمہ | خلق ہمہ گو ہر ند سنگ تو کانِ ہمہ
از ظلمات عدم راہ کہ بردے برون | گر نشدے شمع تو نور روان ہمہ

بر ورق کاف و نون از سر کلکت چکید | ہر چہ ز آیات لطف بود بشان ہمہ
تیغ ید اللہ توئی با گہر اقتلوا | زانکہ ترا برکشید حق زمیان ہمہ
بر سپر مہ نزد جز تو کسے تیر ز آنکہ | نیست ز نون و قلم تیر و کمان ہمہ
ماز گناہ چو کوہ ہر دم و غم نے کہ ہست | بر کتف نازکت بار گران ہمہ
طرفہ کہ چوں آفتاب سایہ نداری و ہست | در تف خورشید حشر از تو امان ہمہ

گرچہ بخوانی بلطف ور چہ برانی بقہر
ما ہمہ ز آنِ توئیم اے تو از آنِ ہمہ

فضائل دلائلِ نبوّت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

اے درویش! یہ بات دل نشین کر لو! کہ خواجہ کونین اور حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی آفرینش کے صدف کا وہ یکتا موتی ہے جو جہانِ دانش و بینش کے وجود کا مقصود و مطلوب ہے۔ آپ تمام بہترین سے بہتر ہیں وہ ہر حسن و جمال کا سرچشمہ ہیں اور ہر نازنین کا خلاصہ ہیں اس نکتہ کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ حضرت جلال احدیت خداوندی جل و علا نے چاہا کہ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو ارباب بصائر کے سامنے جلوہ گر فرمائے تو آفرینش کے پیالے کے چار اجزا کو جمع کیا اور ان سے آپ کے وجود پاک کی ترتیب کی اور جان کی جگہ نباتی زندگی وجود پاک میں رکھی گئی۔ یہ کام آفرینش کائنات کا آغاز یہ بھی جہان کے دماغ میں یہ پہلی خوشبو بھی اور اولین مخلوق کی لطیف خلعت بھی جس سے ترتیب انسانی کا ڈھانچہ تیار کیا گیا۔ ایک دوسرے موقعہ پر اس نباتی زندگی کو ایک اور صورت میں جلوہ گر کیا گیا اور مختلف اطوار و عادات کو

ترتیب دیا گیا۔ بناتی زندگی سے آگے بڑھ کر ایک اور قالب تیار کیا گیا اور اس قالب میں حیوانی زندگی کو رکھا گیا۔ اس طرح بناتی زندگی حیوانی زندگی سے قریب ہو کر ایک نئی زندگی کی شکل میں نمودار ہوئی۔ پھر اس زندگی کو مختلف کیفیات سے گذرنا پڑا۔ پھر اس حیوانی روح سے ایک ایسا قالب ترتیب دیا گیا جس میں حیات انسانی کے روح کو رکھا گیا۔ حیوانی زندگی انسانی زندگی کی تجلیات سے زندہ ہوتی گئی۔ پھر انسانی روح کو ایک مدت مدید تک قالب حیوانی میں محفوظ رکھا گیا اور کئی منازل اور مراحل سے گذارا گیا۔ حتیٰ کہ عقل انسانی کا وہ جوہر پیدا ہوا جو حیات انسانی کا خاصہ بن گئی۔ اب انسانی جان کو قالب حیوانی میں رکھ کر نورانی عقل کی روشنی سے درخشاں کیا گیا اور نورانی عقل کو انسانی جان میں روشنی کا ذریعہ بنایا گیا۔ اسے نور ازل سے پالا گیا حتیٰ کہ صوفی عقل جان کے حجرے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس کے قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ ریز ہوا لیکن ابھی اس عقل میں پختہ کاری نہیں آئی تھی۔ یہ ازل کی اس بشارت تک نہ پہنچ سکی جہاں پہنچنا مقصود تھا۔ ازل بہت بلند قامت تھی۔ ابد سے اس کا لگاؤ ناممکن تھا۔ چنانچہ ازل کی لطافت نے عقل کے اس کم سن بچے کو چالیس سال تک زیر نگاہ رکھا اور روح کو جان کے فانوس میں تربیت دی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بچے کو چالیس سال تک رحم جان کے بیضہ میں پالا گیا۔ اس چالیس سالہ مدت کے گذرنے کے بعد روحِ نبوت کو عقل کے قالب میں رکھا گیا۔ اب عقل نور نبوت سے نشوونما پاتی رہی۔ عقل نے دوسری انشا میں روح کے سر پر پاؤں رکھ کر حیاتِ ابدی کی خوشبو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ ازل کا دودھ پستانِ نبوت سے چوسنے لگی۔ پھر نبوت جو کہ عقل کی جان تھی رسالت کے قالب میں جلوہ گر ہوئی۔ رسالت ایک بڑی جان تھی۔ وہ نبوت کے قالب میں سمائی گئی۔ نبوت کا وہ نور جو عقل کی جان تھا رسالت کے روشندان سے جھلکنے لگا۔ چنانچہ رسالت نبوت کے ساتھ زندہ ہوگئی اور پایندگی اختیار کرتی گئی۔ اس مقام پر حیات پاکیزہ رونما ہوئی۔ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً جلوہ گر ہوگئی پھر رسالت جو نبوت کی جان تھی نبوت کے قالب میں کئی سال رہی اور اس دنیا کے قالب میں انسانی رہنمائی کے لئے آگے بڑھی۔ جب رسالت کا قالب نبوت کے خمیر میں درجہ کمال کو پہنچا فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ تو اولوالعزمی کو قالب رسالت میں رکھا گیا وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اس طرح رسالت کا قالب اولوالعزمی کے روح سے زندہ ہوگیا لیکن وہ زندگی جس میں ابدی زندگی نمودار ہو رہی تھی

اس زندگی ولایت کے ساکن انسانوں کو محبت اور انس بڑھنے لگی ۔ یہ زندگی خطیرۂ قدس کے لوگوں کی زندگی کا نقطۂ آغاز تھی ۔ پھر اولوالعزمی سے ایک ایسا قالب تعمیر کیا گیا اور اسے کئی سال تک درجہ کمال کو پہنچایا اور اپنے وجود کا درخت بلند و بالا ہونے لگا ۔ یہ اس قدر بلند ہوا کہ اس سے زیادہ بلندی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اس کے پرتو سے روشن تر پرتو کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔

اس وقت خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک اور رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روحِ مقدس کو جان کی طرح اولوالعزمی کے قالب میں سجا دیا گیا ۔ اب اولوالعزمی ایک قالب کی حیثیت سے حضرت خواجہ دو عالم کی جان کا خزینہ بن گئی اسی طرح حضور سرورِ کائنات کی آفرینش کا آغاز ہوا ۔ بعثت لاتمم مکارم اخلاق (مجھے اخلاق کی انتہائی فضیلتوں کی تکمیل کے لئے پیدا فرمایا گیا) چنانچہ دینِ اسلام انہی اخلاق عالیہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج ہم نے دین اسلام کو مکمل کر دیا) آپ کا وجود عالی ہی آفرینش جہاں پر چھایا رہا وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی چنانچہ اللہ کا کلام آپ کی ذات گرامی پر مکمل ہوا ۔ وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

اگرچہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے ہی آفرینش مکمل ہو گئی تھی اور خدا کی ساری مخلوقات آپ کے ہی وجود پاک سے درجہ کمال کو پہنچی لیکن حضور سرورِ کائنات کی تکمیل ابھی تک باقی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ہزار سال تک اولوالعزمی کے سانچے میں ترتیب دیا گیا اور اسے کئی قسم کے انداز میں نشو و نما کی گئی ۔ حتیٰ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک مرتبۂ انسانی کی انتہائی سرحدوں تک جا پہنچی اور یہ وہ مقام تھا کہ اولوالعزمی کے کمال کا نقطۂ آخرین تھا ، اس قالب کی تکمیل کے بعد قرآن پاک کے روح کو حضور کے قالب میں ڈالا گیا ۔ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا یہ قرآن جان ازل ہے اور حضور کی زندگی ابدی زندگی ہے ، یہ وہ نقطہ اتصال ہے جہاں ابد ازل ایک جگہ جمع ہوتے ہیں ، اول اور آخر ایک رنگ میں جمع ہو گئے ہیں جس جان کا ذکر صوفیہ کرام کرتے ہیں وہ قدیم ہے اور اس سے مراد یہی جان سے ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں جس روح کو عارفان الٰہی بیان کرتے ہیں یہی ازلی روح ہے ، یہ جان ازل سے ابد تک چھائی ہوئی ہے اور یہ روح قدم سے حدوث کو گھیرے ہوئے ہے ۔ ازلی جان کے بغیر ابدی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی اور روح کے

بغیر بقا ممکن نہیں۔ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک سے شرح حاصل کرتا ہے اور ایک سچے مومن کی نگاہ میں حضور کا وجود پاک تفسیر قرآن ہے۔ انبیاء کرام کے تمام انوار حضور صلی اللہ حضور ہی کے وجود پاک سے نور حاصل کرتے ہیں اور حضور کے پرتو نور سے ہی ہم رنگ ہوئے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ مومن کی تربیت شرع کے وجود سے قالب کی کشاکش سے دل کے پردے پر پرتو پڑتا ہے اور ازل کی روشنیاں دل کے بعض گوشوں سے جھلکتی ہیں۔ یہاں سے ہی منہ بدأ و الیہ یعود کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ کے دن نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ رومی قدس سرہ الشامی فرماتے ہیں۔

ایں کیست ایں کیست ایں در حلقہ ناگاہ آمدہ	ایں نور اللہ است ایں از نزد اللہ آمدہ
ایں لطف و رحمت را نگر ایں بخت و دولت را نگر	در خانۂ ما اختراں با روئے چوں ماہ آمدہ
لیلیٰ زیبا را نگر چوں طالب مجنوں شدہ	ویں کہربائے قدس بیں در جذب برگاہ آمدہ
از لذتِ بو ہائے او از حسنِ او خو ہائے او	در قل تعالو ہائے او جانہا بدرگاہ آمدہ

در چاہ آشوب جہاں در دلو قرآں رو براہ

اے یوسفِ آخر بہر تو ایں دلو در چاہ آمدہ

جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت کے ضمن میں ہم اشارۃً یہ ذکر کر آئے تھے مگر یہاں اس موضوع پر ذرا تفصیلی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ اے درویش! ابتدائے حال میں جب پرکار قدرت کی نوک سے نقطہ خاک کی ابتدا ہوئی اور اسے مراکز افلاک میں رکھا گیا تو کئی ہزار سال قدرت اور ارادت کے مرج البحرین میں یہ خاکی صدف پڑا رہا۔ اس نے طلب کے لئے منہ کھولا اور اس وقت تک کہ جان پاک کا قطرہ افلاک کی بلندیوں سے صدف خاک کے منہ میں ٹپکا تو بارش کے ایک قطرے کی طرح یہ موتی بننے کی صلاحیت پیدا کرنے لگا۔ یہ جہاں ایک دریا کی طرح رواں تھا اور یہ بیضہ زمین ایک سیپ (صدف) کی طرح نظر آتی تھی۔

بارش کے ایک قطرے کی طرح روح پاک اسی صدف میں وارد ہوا۔ یہ صدف اس بارش کے سمندر میں منہ کھولے بیٹھا تھا۔ اسی قطرہ سے بعد میں جا کر صدف زمین پر حضرت آدم علیہ السلام موتی کی شکل میں نمودار ہوئے اور ابوالبشر کا یہ گوہر اسی بارش سے پیدا ہوا۔ قضا و قدر کے

فرشتوں نے چاہا کہ اس گوہر آبدار کو اس سمندر سے باہر نکالیں چنانچہ فرشتوں کو غوطہ خوروں کی طرح اس بحر اسرار میں سجدہ کی حالت میں غوطہ خوری کرنا پڑی اُسْجُدُوا لِآدَمَ اسی شکل کی ترکیب تھی۔ اس خاکدان عالم کو حضرت آدم علیہ السلام کے صدف کا مقام بنا دیا گیا۔ پھر آسمان قدس سے سید السادات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قطرہ بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کے صدف وجود میں رکھا گیا۔ چنانچہ یہ قطرۂ محمدی افلاک قدس کی بلندیوں اور نور فطرت کے بادلوں سے اس خاک کے سمندر میں وارد ہوا۔ اس طرح چھ ہزار سال نشوونما پاتا رہا چنانچہ اس قطرہ سے ایسا دریتیم بنا کہ وہ فرشتے جو بحر وجود آدم علیہ السلام میں غوطہ خور تھے سجدہ سے سر اٹھانے کے قابل ہو گئے۔ اس گوہر پاکیزہ منظر کو ساحل ظہور نہایت عز و شان سے جلوہ گر دیکھ کر زبان سے برملا پکارنے لگے۔

اے مفتخر بذات تو ذرات کائنات | اصل محبت تو کلید در نجات
معمار عقل روز ازل بر کشید طرح | بستاں سرائے جاہ تو زان سوئے کائنات
ہر ذات مستحق صفات کمال نیست | اے ذات بر کمال تو مجموعہ صفات
طغرائے ہمتت چو کشد کاتب قضا | سازد قلم ز سدرۂ واز آسمان دوات

بر تاج جود گوہر از ہر وجود نسبت
کز بہر ذات آمدہ بر ساحل نجات

اے درویش! یاد رکھو یہ زمانہ آفرینش کا عصارہ ہے اور روزگار جہاں بنشیں کا روغن گر ہے چنانچہ ایسے زمانے ہزاروں سال رہتے ہیں اور کائنات ارضی کے روغن کی تیاری ہوتی رہتی ہے، آج سے چالیس ہزار سال قدرت کے صنعت کار نے صحرائے یمن وطائف میں حضرت آدم علیہ السلام کی قندیل کا قالب ترتیب دیا۔ خَمَّرْتُ طِينَةَ آدَمَ بِيَدِي أَرْبَعِينَ فِيهَا مِصْبَاحٌ (میں نے چالیس ہزار سال حضرت آدم کی طینت کی ترتیب اپنے ہاتھ سے کی) اس قندیل میں کئی ہزار سال روغن محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ضوفشانی کرتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کی یہ قندیل کئی ہزار سال اسی نور محمدی سے جھلملاتی رہی۔ یہ روغن اتنا صاف اور شفاف تھا جس سے عالم ملکوت کے تمام زاویے اور عالم وجود کے تمام گوشے روشن ہوتے رہے۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ اگرچہ ابتدائے کار ہی سے آتش وحی اور شعلہ قرآن بید الانس وجان

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معجز بیان پر نہیں آتے تھے وَلَوْ تَمْسَسْهُ نَارٌ لیکن جب آتش
وحی باہر سے وارد ہوئی اور فروغ جان اندر سے نمایاں ہوئی تو نُورٌ عَلٰی نُورٍ کی صورت
نمایاں ہونے لگی۔ نور محمدی سے جہاں درجہاں روشن ہونے لگے۔ غیب وشہادت کے ملک الملکوت
نبوت کی شعاع نور کے پرتو سے درخشاں ہوگئے یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ

محمد کامل ہستی شد وجودش جہاں گردے زشادروان جودش
چراغے روشن از نور خدائی جہاں را دادہ از ظلمت رہائی
ملایک گشتہ فرش آستانش طریق شرع روشن از بیانش
نوشتہ از دخان منشور پر نور
دخانش نور بل نورٌ علےٰ نور

اے درویش! تجھے اس کائنات ارضی میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ ناف جہاں
کو ثنائے خواجہ دوجہاں سے کاٹا گیا تھا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْکَوْنَیْنِ دونوں جہاں کا
منشور لکھنے وقت سرکار دوجہاں کی مدح وثنا سے آغاز کیا گیا۔ آدم ومن دونہ تحت
لوائی چنانچہ چالیس ہزار سال یہ دائرہ خاک حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کی پرورش میں رہا۔
لَا تَسُبُّوا الْاَرْضَ فَاِنَّهَا اُمُّکُمْ (زمین کو گالی نہ دو یہ تمہاری ماں ہے) چنانچہ اس زمین
کا سب سے پہلا فرزند آدم ہے (علیہ السلام) زمین ابھی تک کنواری تھی کہ حضرت آدم کی پیدائش سے
چالیس سال پہلے ہی قدرت کی دایہ حضرت آدم کی نگہداشت کرتی رہی۔ چنانچہ یہ عظیم فرزند
قالب زمین سے پیدا ہوا۔ فرزند حضرت آدم علیہ السلام کی جان (روح) آسمانی تھی۔ قالب زمین
کی بیٹی اور جان آسمانی روح چالیس ہزار سال تک مادر خاکی کے اس شکم قالب میں پرورش
پاتا رہا۔ حتیٰ کہ مادر گیتی کا یہ فرزند حضرت آدم علیہ السلام کی شکل میں تیار ہوا فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ
افلاکی باپ نے جان کی ہوا کو خاکی قالب میں پھونکا وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ خطیب کبریا
نے اس خاکی دختر کو افلاکی لڑکے کے نکاح کے رشتہ میں استوار کر دیا۔ ابھی شوہر جان کے دولہا
کے دولہا نے قالب کی دولہن کے شب خوابی کے لباس کو نہ چھوا تھا۔ قالب کی یہ عروسی جان کے
شوہر سے یہ زندگانی کے گریبان میں جھانکی بھی نہ تھی کہ ازل کی بلندیوں سے ایک منادی کرنے والے

نے اعلان کیا کہ ہم شوہر جان کا عقد عروسِ وجود سے خود کریں گے۔ اے فرشتو! تم سجدہ ریز ہو جاؤ۔
فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِيْنَ چنانچہ جان کا دولہا
قالب کی دُلہن سے خوابِ زندگانی کی راحتوں سے مستفیض ہوا تو لاکھوں فرزندانِ حکمت پیدا
ہونے لگے فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ لاکھوں قرۃ العین دانش ظہور میں
آنے لگے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا اور اولادِ معانی کا جملہ جسے تم ذہن میں رکھے ہوئے ہو اسی
دولہا اور دولہن کی پیداوار ہیں۔ یہ سارے حکمت و دانش کے جگر گوشے ہیں۔ یہ حکمت جو آج تم
پڑھ رہے ہو اسی مادر و پدر کی اولاد ہے۔ یہ دونو کلمہ کے پنگھوڑے میں سوتے رہے اور خیر کے
مہد میں پڑے رہتے۔ ان پر حروف کے کپڑے لپیٹے رہے اور آواز اور سانس کی ترتیب سے سلائے
گئے۔ یہ حکمت کے آوازے انہیں کے منہ سے برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ قالب و جان کے یہ جگر گوشے
اور جسم و جان کے یہ فرزند اس وقت حلال زادے سمجھے جائیں گے۔ جب تن و جان کا نکاح گواہان
عادل و صادق کی موجودگی میں قرآن کی آیات کے خطبے کے ساتھ ثابت ہوگا۔ عقل اس مجلس کی ولی
مرشد ہوگی اور اس کی موجودگی بھی مجلس میں ضروری ہوگی۔ لا نکاح اِلّا بولیٍ مرشدٍ وشاھدَی
عدلٍ چنانچہ ہر وہ بات جو کلام و خبر۔ مرضی عقل و خرد کے موافق نہ ہوگی۔ اس اولاد کو حلال اولاد
قرار نہیں دیا جا سکتا اور اسے قرب و وصول مجلس خداوندی نصیب نہیں ہو سکتی۔

الغرض جب جان آدم علیہ السلام کا دولہا قالب خاکی کی دولہن کے ساتھ ہم خواب
ہوا تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی شیرینی جو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے حروف کی شکل میں ظاہر ہوئی
بطور حق مہر ادا کی گئی اور یہ حق خزانہ ازل کی عطا تھی۔ الحمد للہ حضرت آدم علیہ السلام عروس
قالب کی چھینک جسے روح کے دولہا نے بارگاہ حق تعالیٰ میں ادا کیا تھا، پیدا ہوئے۔ ایک
عرصہ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح حضرت حوّا سے ہوا۔ حوّا کا آدم سے نکاح ہو رہا تھا
کہ ازل کا ایک پروانہ ملا کہ اس دولہن کا حق مہر خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی نعمت
خداوندی سے باندھا جائے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس وقت تم حق مہر اسی صورت
میں ادا کر سکتے ہو کہ اپنے قابل صد افتخار فرزند اور میرے برگزیدہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر دس بار درود
پاک ادا کرو۔ اسی صورت میں حوّا کا حق مہر قبول کیا جا سکتا ہے۔ اے آدم! قالب و جان کے نکاح کا

اولیں خطبہ الحمد للہ تھا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی مجلس میں ادا کیا گیا۔ اب حوا کے نکاح کے وقت یہ خطبہ کام نہیں آئے گا بلکہ اب میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کا ہدیہ قبول کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے دس بار درود پاک کا ہدیہ بارگاہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا۔ اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِیْنَ

حضرت آدم علیہ السلام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

اے درویش! یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ جل وجلالہٗ کے دو عالم ہیں ایک عالم خلق اور دوسرا عالم امر۔ قالب عالم خلق کی چیز ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اور جان عالم امر کی چیز ہے — قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں مگر ان کی دنیا عالم خلق ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ولی عہد ہیں اور ان کا تعلق عالم امر سے ہے۔ یہ افلاک اور آسمان عالم امر کے ممالک ہیں حضرت آدم علیہ السلام افلاک کی بلندیوں سے خلافت خداوندی کے تاج کے ساتھ زمین پر جو عالم خلق ہے تشریف لائے مگر حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین سے آسمان تک پہنچے مقربان خدا کے امام و پیشوا بنے۔ فَقَدَّمَنِیْ جبرئیل فضیلت بالْمَلَائِکَةِ حضرت آدم آسمان زمین پر ہجرت کر کے آئے اور چار معصوموں کو زمین پر ساتھ لے آئے قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا خواجہ کونین زمین سے آسمان پر گئے تو لاکھوں آلودگان خاک کو عالم خاک سے عالم پاک تک لے گئے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ہ

روحانی اسرار و رموز کے چند نکات

اے درویش! میں یہاں عالم غیب کے چند اسرار کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ تم گوشِ ہوش کی گہرائیوں سے محروم ہو اس موتی کو تیرے الماس سے کیسے پرویا جا سکتا ہے تمہاری جوہر فروشی جان نہیں ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ جس دانہ گندم نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہزاروں معصوموں کے ساتھ جنت سے باہر پھینک دیا تھا اسی گندم نے خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے لاکھوں آلودگان گناہ بہشت میں پہنچ گئے ——

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها حضرت آدم علیہ السلام نے گندم اپنی طبیعت سے چھو کر کھائی تھی تو بہشت سے نکال دیئے گئے مگر خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں نے گندم کھانے کے باوجود نور نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کی تھی تو بہشت میں جا پہنچے حضرت آدم علیہ السلام زمین کے کاشتکار تھے جب کہ خواجہ دو عالم، عالم اولین کے دہقان تھے حضرت آدم علیہ السلام نے جہانِ خاک کی کاشتکاری کی حضرت حوا آپکی مددگار بن گئیں نساءکم حرث لکم بلکہ کائنات ارضی پر حضرت حوا خود کھیتی کی حیثیت سے نمودار ہوئیں۔ مگر رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جہان اولیں میں تخم ریزی کی اورجان آپ کی تخم ریزی کا ثمرہ بن کر ظاہر ہوئی من یزرع خیرا یحصد رغبۃ اسی کشتِ زار سے حضرت حوا ابھریں۔ ادھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کشت زار سے کلمہ طیبہ کی بالیاں نکل آئیں:-

انبتکم من الارض نباتا سرکار دو عالم کی برکت تھی کہ ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ دنیا کی خاک حضرت آدم علیہ السلام کی کھیتی تھی اور جہان والوں کے دل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتیاں تھیں۔ دنیا کی مٹی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت چھوڑنا پڑا مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت اور کشتِ زاری سے باغ جنت بھر گیا یہ دنیا حضرت آدمؑ کی کھیت کا خوشہ بنی۔ مگر حضور کے درخت کا میوہ عقبیٰ و آخرت کی کامرانیاں قرار پائی گئیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی طبیعت کا پودا لگایا اور اسے دنیا کی آب و ہوا نے پرورش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت مطہرہ کا پودا لگایا اور اسے قرآنی آیات کے پانیوں سے سیراب فرمایا۔ وہ بہشت جو ابدی تونگری ہے حضور ہی کی شرع کا نتیجہ ہے بہشت کا آنا جو بہار کی نشانی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ بنا۔ تم نے یہ تو سنا ہو گا کہ بہشت کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے تیار کیا گیا مگر حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکال دیا گیا۔ بہشت سے وجود پاک میں شجر سروری لگا دیا گیا تھا مگر بادشاہ ازل نے اس شجر بہشت کو حضور کے دل سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت میں جا کر ممنوعہ درخت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہشت سے نکال دیا فازلھما الشیطن عنھا اس وقت سلطان ازل جل و علا نے اسے بہشت سے باہر کر دیا فاخرجھما مما کان فیہ اب بہشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں

جاگزین ہوئی آپ سے اسرار محبت کی پرورش ہونا تھی وَلٰکِنْ لَا تُحِبُّوْنَ الْاٰخِرَۃَ اس وقت بادشاہ قدم جل وعلا نے بہشت کو حضور کے دل سے باہر پھینک دیا مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اب بہشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنی ہی مشتاق ہے جتنے حضرت آدم علیہ السلام بہشت کے لئے۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالا گیا تھا ان کی کوشش اور خواہش ہے کہ دوبارہ داخل جنت ہوں۔ لیکن بہشت دل مصطفیٰ سے باہر نکالی گئی، اب دوبارہ وہاں رسائی نہ کر سکے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حشر دو قسم کا ہوتا ہے۔ پہلے قیامت کے دن جب دوزخیوں کو بہشتیوں سے علیحدہ کیا جائے گا۔ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ تاکہ اچھے برے کا امتیاز ہو سکے۔ دوسرا حشر بہشت میں ہوگا جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو عام جنتیوں سے ممتاز فرمائے گا اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ۔

اے بروں از عقل ما عشق ترا رائے دگر　　گفتگوئے ما ہمہ جائے تو جائے دگر

ہست در میدان مبکانت کمال کبریا　　صد ہزاراں طور و بر ہر طور موسائے دگر

گر بقدر ہمت عشاق خود سازی مقام　　برتر از جنت بباید ساخت ماوائے دگر

ہر کسے را از تو در جنت تماشائے بود　　ما نمی خواہیم جز رویت تماشائے دگر

با خریداران بہا کن باغ جنت را کہ ہست　　مفلساں را اندریں بازار سودائے دگر

ہمچنیں ہست ار ببازار قیامت در شویم
بر سر ہر کو برانگیزیم غوغائے دگر

حضرت نوح نجی اللہ پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

یہ بات سب سے پہلے ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نعمت کو جسے بھی عطا فرمایا اسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مائدہ رحمت سے ہی ایک لقمہ دیا۔ رسالت کی نقدی جسے بھی ملی سرور عالم کے خزانہ رحمت سے ملی۔ اس دعویٰ کی دلیل ہم یوں بیان کریں گے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا تاج سر پر ہے آدم ومن دونہ تحت لوائی کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔ اے درویش! خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا نورِ نبوت حضرت نوح نجی اللہ علیہ السلام کے منہ سے روشن ہوا جس سے تمام جہاں کے کفر کا خاتمہ ہو گیا اور شرک کائنات ارضی سے ہٹ گیا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات ارضی کو جنابت کی نجاست سے پلید کر دیا تھا۔ عالم خاکی غلیظ ہو گیا تھا۔ بیت المعمور کو زمین سے اٹھا لیا گیا کیونکہ جب اجتماعی طور پر کوئی قوم نجاست اور خباثت میں مبتلا ہو جائے تو مساجد میں ان کا داخلہ بند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساری سرزمین کو غسل دلوایا۔ گویا آدم ثانی (نوح علیہ السلام) نے اس کائنات ارضی کو غلاظت سے پاک کر دیا۔ جب ہمارے آقا و مولیٰ کا زمانہ آیا تو آپ کے قدم کی طہارت کی برکت سے زمین کا میدان تمام قسم کی نجاست کی آدگیوں سے پاک وصاف ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ جعلت لی الارض مسجدا (میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے) کا اعلان کیا گیا۔ یہ اعلان چار دانگ عالم میں کر دیا گیا۔ آپ کا دستِ حق پرست اس خاکدانِ ارضی پر آیا تو زمین پانی کی ولی عہد بن گئی وَشَرَابُهَا طَهُورًا جب آپ کا قدم مبارک فرش زمین پر پڑا تو زمین کعبہ کی خلیفہ قرار دے دی گئی فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جب آپ کے دست پاک نے مٹی کی مٹھی اٹھائی تو خاک پانی کی نائب بن گئی فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ط سبحان اللہ! حضور نے اسے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ابوجہل کی آنکھیں اسی وجہ سے اندھی ہو گئی تھیں شاھت الوجوہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اسی خاک پاک سے روشن ہو گئیں وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اسی خاک سے ابوجہل کو بدبختی ملی اور یہی خاک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے لئے سرمہ سعادت بن گئی۔

کلمہ طیبہ کی روشنی میں حضرت نوح علیہ السّلام پر فضیلت مُصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم

اے درویش! تم نے حضرت نوح علیہ السلام کو عطا کردہ نعمتوں کا ذکر گذشتہ صفحات میں پڑھا ۔طوفان نوح کے واقعات ۔کشتی نوح کی سلامتی کا ذکر بھی نظر سے گذرا ہوگا ۔ اب خواجہ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی نعمتوں کا ذکر بھی ضروری ہے ۔ اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی اور طوفان کا واقعہ سننا چاہیئے ۔ یہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہِ کشتی اعظم ہے ، یہ خوبصورت الفاظ جو نہایت ترتیب سے مربوط ہیں کشتی نوح کے تختوں سے کہیں زیادہ مضبوط ہیں ، یہ تختے تو عقل و خرد نے ترتیب دیئے ہیں اس کلمہ کا جاہ وجلال اس کا بادبان ہے اور کائنات ارضی کی فضاؤں اور ہواؤں میں لہراتا جارہا ہے وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَۃٍ یہ کشتی نہایت سلامتی سے آسمان کی بلند و بالا موجوں سے گذرتی گئی وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ اس کشتی کا ملاح بِسْمِ اللہ ہے جو کشتی کے آگے آگے بِسْمِ اللہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا پڑھتا جاتا ہے محمد رسول اللہ اس کشتی کے پیچھے اپنی زبان معجز بیان سے فرماتے جاتے ہیں ۔ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا حضرت نوح کی کشتی کی قرار گاہ تو کوہ جودی کی چوٹی تھی وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ مگر کلمہ طیبہ کی کشتی کی قرار گاہ بارگاہ کبریا ہے اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سارا جہاں ڈوب گیا تھا اور بحر ظلمات کی موجوں کی نذر ہو گیا تھا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سلامتی کا سفینہ تھی جو چند جانوں کو بچا سکی ، طوفان نوح نے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا تھا تاکہ طوفان نوح میں جو بھی غرق ہو کر مرے سیدھا جہنم میں چلا جائے ۔ قہر قضا نے اس سیاہ پانی کو اس قدر شدید بنا دیا تھا کہ دوزخ کی آگ سے جا ٹکراتا تھا اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آیا ، اس زمانہ میں لاکھوں انسان طوفان جہنم کی زد میں تھے اور آب آتشیں میں ہلاک ہونے ہی والے تھے ، لطف خداوندی اور رحمت ایزدی نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی کشتی کو ان پاکیزہ حروف کے تختے سے ترتیب دے کر

ہزاروں لوگوں کو اس طوفان آتشیں سے محفوظ کر لیا اور جنت کے باغ جودی میں پہنچا دیا۔ جو شخص کشتی نوح پر سوار ہوا۔ بحر ظلمات کی موجوں سے بچ گیا اور کوہ جودی پر آ گیا یَا نُوْحُ اِھْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَکَات لیکن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی کشتی پر جو بھی سوار ہوا طوفان جہنم سے بچ گیا اور عافیت کے باغ میں پہنچ گیا ادخلوا فی السّلام آمنین اُدھر حضرت نوحؑ کشتی کے ملاح تھے۔ یہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ملاح ہیں کشتی نوحؑ کی وجہ سے انسانوں کی ایک مختصر سی جماعت بچ سکی۔ مگر اس کشتی میں لاکھوں انسانوں نے سلامتی کی منزل حاصل کی۔ نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی تاکہ لوگوں کو جودی پہاڑ تک لے جائے۔ حضور خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی بنائی کہ لوگوں کو بہشت تک پہنچایا جائے۔ کشتی نوحؑ پانی کی موجوں سے گذرتی رہی مگر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی دوزخ کے طوفان سے گذرتی رہی۔ وہاں حضرت نوحؑ ملاح تھے اور ہوا کے رخ کشتی چلاتے رہے اس کشتی کا ملاح روح ہے اور اسے بادِ خداوندی سے چلایا جا رہا ہے۔ طوفان سے جسے بھی نجات ملی کشتی نوحؑ کی بدولت ملی۔ یَا نُوْحُ اِھْبِطْ سَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَکَاتٌ مگر جس شخص نے طوفانِ آتش سے نجات حاصل کرنا چاہی لا الٰہ الا اللّٰہ کے کلمہ کی برکت سے پائی لَا اِلٰہَ الّا اللّٰہ حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی (کلمہ طیبہ میرا قلعہ ہے جو بھی اس قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بچ گیا)

حضرت خلیل علیہ السلام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی فضیلت

اے درویش! دل کی آنکھیں کھولو۔ جان کا نور نمایاں کرو۔ وہ ستارہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نمایاں ہوا تھا فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ اللَّیْلُ رَاٰی کَوْکَبًا مگر وہ ستارہ جو والدِ ملت حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ مگر جب سرکار دوعالم سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا اور لیل و نہار کی گردشیں شروع ہوئیں تو وہ تمام ستارے روشن ہو گئے جو ہدایت کا سرچشمہ تھے بِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

آمد سے ڈاکو انسانوں کے پاسبان بن گئے۔ وَجَدْنَا هَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَّ شُهُبًا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہی ہوئے تھے کہ آپ کی کرامت و فضیلت کی شہرت عالم ملکوت میں پھیل گئی۔ آسمان کے ستارے جھڑتے دکھائی دینے لگے زمین پر نور کی بارشیں ہونے لگیں۔ زہرہ ستارہ روپوش ہوگیا۔ افق لالہ گوں ہو گئے۔ قضا نے ماہ رعنا کا گریبان دامن تک چاک کر دیا۔ قدرت نے آپ کے فرمان کا حلقہ گوش آسمان میں ڈال دیا حضور کی آمد (میلاد) سے پہلے کائناتِ ارضی پر بتوں کی بادشاہی تھی۔ کلیسا کی فرماں روائی تھی۔ جب سیّد عالم پیدا ہوئے۔ شہاب ثاقب آسمانوں سے گرنے لگے۔ دیو (شیاطین) آسمان کے مختلف طبقوں سے بھاگنے لگے فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔ جب حضور تشریف لائے آتش کدہ فارس (قباد کے اہتمام میں جلنے والا آتش کدہ) بجھ گیا ایوان کسریٰ کے کنگرے زمیں بوس ہو گئے۔ انطفت نار فارس وسقطت شرفات ایوان کسریٰ۔ بت پرست آپ کے دست حق پرست پر ایمان لانے لگے۔ بادشاہوں کے پاؤں کانپنے لگے۔ آتش پرست حلقہ اسلام میں آنے لگے۔ جھوٹے معبودوں کے دل لرزنے لگے۔ آسمان سب سے بڑا کعبہ بنا ہوا تھا۔ ستارہ پرستوں نے اسے بہت بڑا بت خانہ بنا رکھا تھا مگر آسمان کا کعبہ چھوٹا بن گیا تھا جسے مشرکین مکہ نے صنم کدہ بنا رکھا تھا۔ جس رات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شکم آمنہ سے جلوہ گر ہوئے ستاروں کے بت آسمان سے گرنے لگے۔ اصنام کعبہ منہ کے بل گر گئے[1] حضور کی انگشت پاک کے ایک اشارہ سے نور نبوت کا پرتو ابھرا تو

---

[1] حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت کے واقعات کو اعلیحضرت امام اہلسنت احمد رضا خاں بریلوی نے کس انداز میں بیان کیا ہے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا
کھل گئے گیسو ترے رحمت کا بادل گر گیا

آسمان کی بلندیوں پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ کے غلاموں میں سے ایک غلام (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی خدمت کے لئے آفتاب طلوع ہونے سے رک گیا تاکہ رسول پاک کا یہ صدیق نماز صبح با جماعت ادا کر لے۔ آپ کے ایک اور خادم (یعنی حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ) کی مرضی کے مطابق غروب شدہ آفتاب دوبارہ لوٹ آیا تاکہ نماز عصر وقت پر ادا کر سکے۔ یہ سارے سیارے جو حضور کے غلاموں کی غلامی کر رہے ہیں۔ یہ وہی نہ تھے جنہوں نے حضرت خلیل اللہ کی راہنمائی کی تھی اور آسمان کے یہ تمام ستارے جو حضور کے سامنے دست بستہ ہیں، وہی نہ تھے جو پدر ملت (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے لئے قطاع الطریق تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سیاروں کو لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کے طمپانچے سے جب پسپا کیا تھا تو وہ نور نبوت مصطفیٰ کے ہی زور سے تھا جو آپ کی پیشانی میں درخشاں تھا۔ جن ہاتھوں نے فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا کے کلہاڑے سے تمام بتوں کو تہہ و بالا کر دیا تھا وہ تو ہمارے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نور سے توانا تھے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر مشرکین نے ستر سال تک کعبۃ اللہ کو بت خانے میں تبدیل کر دیا تھا تو جونہی ان مشرکین کے منہ سے ایک بار کلمہ توحید لا الہ الا اللہ نکلا نور محمد رسول اللہ نے اپنا پر توڈالا۔ بت خانے کے بت اور کعبہ کے بت حضور کی ولادت کے وقت خود بخود منہ کے بل زمین پر گر پڑے ستر سالہ کفر یکسر ایمان کے نور سے تبدیل ہو گیا الاسلام یھدم ما کان قبلہ بلا الہ الا اللہ جب تک کعبۂ دل بتوں سے پاک نہیں ہوتا محمد رسول اللہ بعلجائے دل میں تشریف نہیں لاتے۔

آپ نے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے معجزات سنے ہیں، اب معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کریں۔ پھر غور و فکر کی نگاہ سے اپنے دل پر نظر ڈالیں پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارا آذر صفت نفس جو ستر سال تک معصیت کے بت تراشتا رہا ہے۔ کس حالت میں تھا۔ پھر تمہیں اپنی ہاہاں نژاد خواہشات کا اندازہ ہو گا کہ تم کتنے سال بت پرستی میں مبتلا رہے ہو۔ ہاں۔ تھوڑا سا ٹھہرو! تاکہ نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم کی طرح بیت خانہ دل میں آئے تو بہ کا تبر ور کلہاڑا ہاتھ میں لئے آذر نفس کے بتوں کو پاش پاش کرتا جائے۔ ستر سال سے ان خواہشات نفسانی کے بتوں کو پال رہے ہو خلیل اللہ کو آنکھ جھپکنے

سے انہیں درہم برہم کردے گا۔ التائب من الذنب لمن لا ذنب لہ؎

بت شکن ہمچو براہیم شو اگر میخواہی   کہ ترا آتش سوزندہ گلستان گردد

مگر یہ توبہ ایسی ہونی چاہیے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نصب ہو تاکہ گناہ و معاصی دل کے گوشوں سے اس طرح دور ہوتے جائیں جس طرح بتوں کو کعبے کے پردوں سے ہٹا دیا گیا تھا آج تم اپنے وجود میں نور محمدی کے فروغ کو اپنا لو تاکہ گناہوں کے بت اور زلات کے اصنام اس طرح پاش پاش ہوں جس طرح نور رسالت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصنام ظاہری اور بتان آزری کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ؕ

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و فضائل

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود سے نجات ملی اور آتش نمرود نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے سالم ہو گئی تو مدتوں آپ اس انتظار میں رہے کہ آفتاب خلت اور ماہتاب محبت کس مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کس افق سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ چنانچہ نور کی یہ کرنیں آپ کی پیشانی سے حضرت ہاجرہ میں منتقل ہو گئیں اور حضرت اسماعیل کی جبین پاک میں جلوہ گر ہونے لگیں۔ جمال مصطفیٰ اپنی پوری برکات اور تابانیوں سے حضرت اسمٰعیل کی پیشانی سے جھلکنے لگا۔ یہی نور مبین تھا جس کی وجہ سے خلیل اللہ کا خاطر عاطر سیدنا اسماعیل علیہ السلام پر نثار ہوا جاتا تھا ایک دن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی محبت کا بخار سیدنا ابراہیم کے دماغ اطہر میں پوری شدت سے محسوس ہو رہا تھا الفت و یگانگت کے لشکر شہرستان محبت دل پر غالب آ رہے تھے۔ خواب میں جمال مصطفیٰ کی زیارت ہوئی اور اس فرزند ارجمند کی قربانی کا عطیہ طلب کیا گیا۔ جب خلیل علیہ السلام نے اس خواب کو اپنے بیٹے کے سامنے بیان فرمایا اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، تمہاری کیا رائے ہے) اس سعادت مند فرزند نے جواب دیا یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ آپ حکم خداوندی کی تعمیل میں جلدی کیجئے۔

جب حلقوم فرزند پر چھری کی تیز دھار رکھی گئی۔ چھری کی دھار رگ حیات اسمٰعیل کو

کاٹنے ہی والی تھی۔ سید انبیا وافضل الصلوٰت واکمل التحیات کا نورِ مبین اسمٰعیل علیہ السلام پر جلوہ گر ہوا۔ اَنَا ابن الذبیحین کا اعلان ہوا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کا فرمان آیا لعمرک کا تاج سر پر رکھا گیا لَوْلَاكَ کا پٹکا کمر میں سجایا گیا اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ کا جھنڈا نصب کیا گیا اِنَّا فَتَحْنَا کا منشور نشر ہونے لگا کہ جب تک میں جبینِ اسمٰعیل میں جلوہ فرما ہوں چھری کسی طرح حلقوم اسمٰعیل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شعاع چھری کے تیز دھارے پر پڑی تو چھری کانپنے لگی۔ اس کی دھار کند ہو گئی اس کی یان (توانائی) جاتی رہی۔ خنجر شہ رگ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ دھار امڑ گیا۔ نشتر کی نوک مڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم بڑھا۔ اس قرۃ العین کے بدلے نورِ نظر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو قربان کر دیا۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ط

اے درویش نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو مخلوق ہے۔ اس کی برکت سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے میں چھری کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ نورِ خداوندی جل و علا جو غیر مخلوق ہے وہ اگر بندۂ مومن کے دل میں متمکن ہو تو آتش دوزخ کیسے اثر کر سکتی ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط بلکہ آتش دوزخ تو چلا کر کہتی ہے جُزْ يَا مُؤْمِن فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ لَهَبِي۔ اے مومن گذر جاؤ۔ تمہارے نور سے میری آگ ٹھنڈی ہوتی جا رہی ہے۔

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہ السلام کے فضائل

اے درویش یعقوب کنعانی علیہ السلام کی آنکھوں میں بھی خواجہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت جھلکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کے گریبان سے بوئے محبت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی روشنی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو سے ہویدا ہوئی تھی فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ط ہاں یہی نورِ مصطفیٰ تھا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تہمت خانہ زلیخا میں دامن عصمت کی نگہبانی کی اور جنسی غلاظتوں اور معصیت کی آلودگیوں سے پاک

رکھا۔ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ

حضرت موسیٰ بن عمران اور سید انس و جان صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل و فضائل

اے درویش تم نے سنا ہوگا کہ جب موسیٰ کلیم اللہ صلوٰۃ اللہ و سلامہ اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ؕ سے مستفیض ہوئے تو انہیں صرف کلام پر قناعت نہ ہوئی تھی وہ وصل الحبیب الی الحبیب کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہونے کے آرزومند تھے۔ آپ نے عرض کی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ طبیب کرم نے محسوس کیا کہ حضرت موسیٰ کو کلام کی غذا تو ٹھیک تھی مگر اب جس غذا کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ ان کی کمزور طبیعت کی قوت برداشت سے کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ طبیب فطرت نے یہ غذا دینے سے انکار فرماتے ہوئے کہا۔ لَنْ تَرٰىنِیْ (تم دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتے) لیکن حضرت کلیم اللہ کی آتش جوع اور ذوق دید کی تسکین کے لئے فرمایا کہ اس غذا کی خوشبو سونگھ کر دیکھو وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ (تم ذرا ایک نظر اس پہاڑ کی طرف اٹھاؤ) اے موسیٰ جس کی آنکھیں فرعون کو دیکھ سکتی ہوں جس کی آنکھیں فرعون کی قہر آلود نگاہوں کا مقابلہ کرتی ہوں ان میں یہ تاب و تواں نہیں ہو سکتی کہ وہ دیدار خداوندی کی تاب لا سکیں جس دن تم نے ماں کا دودھ پیا تھا مصریوں کا دودھ تم پر حرام کر دیا گیا تھا۔ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ اب چونکہ تیری آنکھوں نے فرعون اور فرعونیوں کی نگاہوں سے شیر دیدار چکھا ہے۔ اس لئے ہمارا دیدار بہت مشکل ہے اس لئے ہمارا دیدار بہت مشکل ہے۔ چند روز صبر کرو تاکہ تمہاری بیمار اور کمزور آنکھیں کچھ عرصہ کے لئے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کے احتمال خانہ میں رہ کر سرمہ ریاضت استعمال کریں پھر میدان بہشت میں شراب مشاہدہ نوش کریں المشاهدات ثمرة المجاهدات

دوسری طرف خواجۂ کونین و رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا سے اپنی آنکھوں کو ہٹا لیا تھا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لطف ربوبیت نے دیدار و وصال کی نعمتوں سے محظوظ فرما دیا اور فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک قالب کے گہوارہ سے آنکھوں کے راستے سے جمال دوست کے مشاہدے سے پرورش پاتی رہی۔

دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زخود بگذشت از جاں ہم گذر کرد | چو بیخود شد زخود در حق نظر کرد
ہمے چندانکہ چشمش کار می کرد | دلش در چشم او دیدار می کرد

دراں ہیبت محمد ماند از کار
محمد از محمد گشت بیزار

یہ تو مقام مصطفےٰ ہے حضور کے غلام ۔خاکساران مصطفیٰ جنہوں نے خرمن احمدی کی خوشہ چینی کی ہے اور اتباع رسول خدا میں زندگیاں گذار دی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا رَاٰی قلبی ربی میں نے بھی اس خوان مشاہدے سے چند لقمے کھائے ہیں۔ایک اور نے کہا لَا اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَاہ میں نے بھی ساقی کے ہاتھ سے شراب باقی نوش کیا ہے

منم بزم بقا کز مے لقائے تو مستم | تراگر فتم واز ہر چہ غیر تست برستم
زدست ساقی بزم ازل چو بادہ کشیدم | بسنگ لاخ قدم شیشۂ حدوث شکستم
چو با حوادث امکان مرا نماند تعلق | مرا فطنہ چناں شد کہ من قدیم شدستم
ہزار نکتۂ مقصود را دلیل بگویم | اگر مقیم بمانم درین مقام کہ ہستم
درون خلوت دل خبر تو کس چگونہ درآید | کہ خود بروں شدم ودر بروئے غیر تو بستم

چو دید عکس جمالت بجام بادہ معینے
عجب مدار اگر رند و مست و بادہ پرستم

ہاں اے عزیز من ۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی ایمن میں وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا کی گرمی سے بے ہوش ہو گئے تو انہیں ہمارے آقا و مولیٰ کے نور نبوت سے ہوشیاری کا مفرح عطا ہوا تھا ۔حضرت ایوب علیہ السلام کو ہمارے ہی آقا کے دواخانہ رسالت سے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ کا نور دیا گیا تھا اور پھر اسی رحمت سے جسمانی طہارت اور روحانی نفاست میسر ہوئی تھی۔ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ نور کی بدولت توانا ہو گیا خرا راکعا و اناب الغرض حضرت داؤد علیہ السلام کا زور بار جو ان کی ربا کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا ہمارے ہی آقا کے

حضرت سلیمان علیہ السلام جن کی سلطنت کی انگشتری کسی دیو کے ہاتھ لگ گئی تھی، ہمارے ہی آقا و مولیٰ کے نورِ نبوت کی قوت سے واپس لینے میں کامیاب ہوئے تھے وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ حضرت یونس علیہ السلام کیلئے مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں صرف نورِ نبوت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے روشنی کی تھی۔ لَوْلَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ مکرمہ کی پاک دامنی کی ضمانت، بیماروں کی شفا اور مردوں کو زندہ کرنے کا کمال وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی اعانت سے حاصل کیا تھا۔ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور سرکارِ دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل

اے درویش! یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم سے ظاہری مردے زندہ ہو جاتے تھے لیکن سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ سے قلبی اور روحانی مردوں کو زندہ کر دیا فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً تمام جہان والے مردہ تھے وہ چلتے پھرتے لاشے تھے۔ الناس کلھم موتیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس بارگاہِ ازل کا صورِ اسرافیل ہے اور اس نور نے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ کے فرمان کے ساتھ اگرچہ قبروں کے تابوت سے مُردوں کو زندہ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی جو زمین سے نکل کر افلاک کی بلندیوں تک پہنچ جائے وَاِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ لیکن جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دریائے باطن کی آبِ حیات کی نہر کو اپنی زبان معجز لسان کے ذریعہ جو الفاظ نکالے اس زبان سے جو لفظ نکلا اس سے دل ابدی طور پر زندہ ہو گئے۔ المومن حیّ فی الدارین

اشارۂ لطیفہ: یہ کان جو آواز کے لشکروں کی رصدگاہ ہے اور جو کاروانِ سخن کی قیام گاہ ہے دماغ کلمہ کے محمل کی بارگاہ ہے دل بادشاہ محبت کی پیش گاہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے سامنے ان کی مثال بیت المقدس کی طرح ہے اور دل اسی بیت المقدس کے اسرار سے الفاظ بنتا ہے اسی بیت المقدس میں اعلیٰ الفاظ نبوی اور اسرار ازلی اس طرح پیدا ہوتے ہیں

جس طرح حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت حاصل کر لی تھی حضور پُرنور کا ہر لفظ ان گوہر بار الفاظ میں سے ہے جس سے ہزارہا مریم ہزاروں عیسیٰ کو جنم دین گی اور ایسے عیسیٰ ہر لمحہ ہزاروں مردہ دلوں کو تازہ زندگی بخشتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ مریم کو کلمہ کہا ہے۔ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ حضرت عیسیٰ کے کلمہ نے تو چند جسمانی مردوں کو زندہ کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ سے آج سے نوسو سال (مولف کا زمانہ) گذرنے کے باوجود لاکھوں روحانی مردے کافرستان کے گورستان سے اٹھتے جا رہے ہیں اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ لاکھوں جہالت کے نابینے جو اندھیروں میں بھٹک رہے تھے نور بصیرت اور بصارت دیدہ و دل وجان کی دولت سے مالا مال کر دیا گیا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔

اِشارہ لطیفہ: اے درویش! تمہیں تعجب آتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے کھلونے بنا کر انہیں جان بخش دیا کرتے تھے اور نابینا آنکھوں کو بینائی دے دیا کرتے تھے۔ یہ مٹی کے کھلونے جام جہاں نما بن جاتے تھے، اب غور سے دیکھو یہ جہان والے مادر زاد اندھے تھے۔ دل وجان کی روشنی سے محروم تھے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِى الظُّلْمَةِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر غور کرو جنہوں نے مٹی کے ان کھلونوں کو یکجا کیا اور ان میں جان پھونک دی۔ قرآن کے الفاظ سے ان میں جان پھونک دیں دیدہ دل وجان نور ایمان سے منور کر دیں اَلْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یہ سورہ طٰهٰ کا نور تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نور ایمان بخشا۔ وہ اپنا سیاہ رات سے باہر دیکھنے کی ہمت رکھتے تھے، اب انہیں کی زبان دل وجان سے نعرہ بلند ہوا۔ رَاٰى قَلْبِىْ رَبِّىْ۔

دیدۂ دل جمال جاناں دید　　کام جان شربت وصال چشید

۱۴: اے درویش! نبوت کے دل کا شجرہ جنت العدن فتوت کا طوبیٰ ہے۔ وہ چھ ہزار سال پرورش پاتا رہا۔ پھر کہیں جا کر خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں اوج کمال کو پہنچا كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ وہ پسندیدہ اوصاف اور برگزیدہ نعتیں جو نبوت کی ذات اور رسالت کے

وجوب میں مندرج تھیں۔ وہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک میں مکمل ہوئیں۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے پیدا فرمایا گیا) اللہ کی اولیں نعمت حضور کی ذاتِ گرامی ہے اور اللہ کی آخریں نعمت بعثت بھی آپ ہی کا وجود پاک ہے۔ دنیا و آخرت کو فضیلت خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام جو فرشتوں کے قاصد ہیں اسی کی سلطنت کے حاشیہ بردار ہیں میکائیل علیہ السلام جو آسمان کے محاسب ہیں آپ ہی کی رسالت کے دیوان کے دربان ہیں۔ اسرافیل جو قیامت کے روز نوبت بجانے والے ہیں آپ کی نماز کے موذن ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام جو ارواح کے ضبط کرنے پر مامور ہیں۔ آپ کی امت کی جانوں کے وکیل ہیں۔ یہ دن کی روشنی آپ ہی کے چہرۂ انور کی روشنیوں کا ایک ادنیٰ سا پرتو ہے۔ رات کی سیاہیاں آپ کی سیاہ زلفوں کی ایک جھلک ہے۔ وَالضحیٰ آپ کے چہرۂ انور کی قسم ہے۔ واللیل اذا سجیٰ۔ آپ کی زلفوں کی قسم ہے جس سے رات بنتی ہے آپ کے چہرہ مبارک کی ضیاؤں سے روز عید فطر اور عید قربان عکس حاصل کرتے ہیں اور اسی پرتو کی بروقت وہ تمام سال کے دنوں میں اعلیٰ ہوئے۔ آپ کے بالوں کی سیاہی سے شب قدر اور شب برات تمام راتوں سے افضل ہیں۔ پھر ولایت مکان میں زمین آپ کے پرتو جلال سے مسجد بن گئی جُعلت لی الارض مسجداً کائنات ارض کی مٹی آپ کے قدم مبارک کی بدولت پاک طینت بن گئی التراب طھور المسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا دریا جواہرِ معانی سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ آسمان اس کے سامنے کاسۂ گدائی لیکر حاضر رہتا۔ آپ کی جانِ پاک معانی کے موتیوں سے اس قدر معمور تھی کہ بہشت برین دریوزہ گری کے لئے تمنا کرتی۔ جب زبان کا غوطہ خور منہ کے بحر سے گنجینۂ جانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوہر باہر لاتا تو رشتہ بیان سے اس قدر موتی جھڑتے کہ رضوان کا خزانہ مالا مال ہو جاتا۔ جس وقت سانس کا ملاح فیضِ قدس کی کشاکش سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار کے دریا میں غوطہ زنی کرتا حکمت و دانش کے اتنے موتی ساحلِ دہان نکلتے کہ آٹھ باغوں (جنتوں) کے گنجینے ان آبدار موتیوں سے بھر جاتے۔

وہ جو تو نے سنا ہے کہ بہشت کی نہروں کے کناروں کے سنگریزے جواہر اور مروارید کے ہوں گے

ان جواہرات کا صدف جناب رسالت مآب کے پاکیزہ کلمات ہیں - وہ جواہر اور موتی جو جنت کی حوروں کے گلے کا ہار بنے ہوئے ہیں حضور کے ہی معارف و لطائف کی کان سے برآمد ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آستانہ نبوت اور بارگاہ رسالت کے سامنے تمام عقلیں دریوزہ گری کی جھولیاں پھیلائے کھڑی ہیں، یہ گداگر آپ کے خوانِ احسان سے چند ٹکڑوں کی دریوزہ گری کرتے ہیں، تمام جانیں دستِ نیاز پھیلائے اسی کے مائدہ عرفان سے اپنا اپنا نوالہ اٹھاتی ہیں - ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

۱۵ : اے درویش سانوں آسمان اور زمین ذوالقرنین کی ظلمات ہیں۔ ان ظلمات میں معرفت کا چشمہ آب حیات مجمع البحرین کے درمیان ہے، ابد کا آب زندگانی ظلمات سے جوش مار رہا ہے اور آبِ حیات کا یہ چشمہ اسی فوارے سے ابلتا رہتا ہے خضر کی طرح عقل ان ظلمات میں نیچے جاتی ہے تاکہ صانع حقیقی کے چشمۂ معرفت پر پہنچ سکے۔ یہ جسم پاک کوثر ہے، روح کو حضرت الیاس کی طرح اس تاریکی خلق میں روانہ ہونا پڑے گا۔ پھر کہیں جا کر اللہ تعالیٰ کی شناخت کے فوارے تک رسائی ہوگی کیونکہ حوضِ واذل کا دریا بہہ رہا ہے لیکن حق تمہاری طرف ہوگا، تم نے خاکِ خیال سے میٹھے پانی کا چشمہ نہیں دیکھا کہ کس طرح آتا ہے جسمانی ظلمات میں تمہیں زندگی کا آبِ حیات نہیں ملا، تمہیں کس طرح معلوم ہو کہ ساتوں آسمان و زمین معرفت کی مٹی پر کھڑے ہیں، دونوں جہاں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے میٹھے پانی کے ساتھ تیرے لئے آمادہ ہیں لیکن تم اس دریائے رحمت کے کنارے پر تشنگی سے مر رہے ہو اور آب حیات کے چشمہ پر نہیں پہنچ سکے۔ ہاں، تیرا بدن جو معرفت کا تونگر ہے تیری ہستی جو آب زندگانی کا سرچشمہ ہے وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط سبحان اللہ سر سے لیکر پاؤں تک آب حیات میں ڈوبے ہوئے ہو لیکن تشنگی سے مر رہے ہو۔ تیرے اندر باہر آب زندگی ہے اور تم پیاس کی شدت میں ہلاک ہو رہے ہو۔ جس طرح معین مسکین (مولف) کو اپنے حال سے واقف کر دیا مگر تاسف و حسرت کو عشق و محبت کے عالم میں بھیجا ہے، مولف کی ذیل نظم ملاحظہ ہو۔

من رفیق خضرم واز آب حیواں بے خبر	زندہ از جانم و لے از دیدن جاں بے خبر
ماہی اماں عشقم غرق آب اما چہ سود	خشک لب بر ساحل افتادہ زعماں بے خبر

موکشانم برد ساقی از حرم تا میکدہ | مست دیدارویم از کفر و ایمان بے خبر
طالبِ دیدار با جنت و دوزخ چہ کار | کو ز دوزخ فارغ ست و ز باغ رضوان بے خبر
اوست دلدار دل و جانان جانت تا یکے | دل ز دلدارست غافل جان ز جاناں بے خبر
بشکن این قید حدوث از میر وی سوئے قدم | تا ز واجب بے خبر گردی ز امکان بے خبر
قبض و بسطے گر تجلی جمال ست و جلال | ہفت دوزخ غافلند و ہشت رضواں بے خبر
ساقیِ باقی ترا آنگاہ گیر و در کنار | کز شراب عشقش افتی مست و حیران بے خبر
شربتِ دیدار ساقی مے برد تلخیٔ مرگ | کاندران دیدار بینی جان برافشاں بے خبر

دو چہ تاب آرد **معینے** با مے کز مستیش
افتد از یک قطرہ صد موسئے عمران بے خبر

العرض، اگر تمہاری خواہش ہے کہ اس جہانِ ظلمتستان میں پہنچ سکو تو یاد رکھو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے بغیر کوئی روشنی اس سرچشمہ تک پہنچانے کے قابل نہیں۔ حضور رسولِ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ و ضیا کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہر وہ بات جو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتی ہے وہ گوہر شب چراغ ہوتی ہے۔ اسی گوہر کی روشنی ازل سے ابد تک کی تمام وسعتیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس جوہر کے پرتو سے صدائے حق سنی جا سکتی ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

۱۶ : سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

اے درویش! واضح ہو کہ خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس قدم کا روشندان ہے آپ کی ذات بابرکات ازل کا دریچہ ہے۔ ازل نے آپ کے وجود کے پردہ سے ہی ابد کو نورِ جمال دیا۔ ابد نے آپ کے ہی دریچہ وجود سے اپنا نیازمندی کا ہاتھ ازل تک پھیلایا تھا —— جب سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم ازل کی نگاہ کے سامنے آئے تو آفتاب کبریا کی تجلیات کی روشنیاں ظاہر ہوتیں، صبحدم آفتاب قدم نمودار ہوتا اور صبحدم آفتاب قدم طلوع ہوتا۔ آدھی رات چھائی۔ دوپہر آتی۔ تو خورشید شہود چمکتا، وجود کی گھٹائیں پھٹ جاتیں۔ نمک بینش عالم آفرینش میں معدوم ہوتے

لگتا تمام موجودات آتشِ جلال سے جلنے لگتیں۔ تمام موجودات کی ہستی اسی کی ذات (ہست) سے قائم ہے اور اسی کی ذات (ہست) میں فنا ہونے والی ہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ تمام ہستیوں کا عدم اسی کی ہستی سے زندہ (ہست) ہوتا۔ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بقا نے اپنا منہ کھول لیا۔ فنا ختم ہو گئی خُلِقْتُمْ لِلْبَقَا ابد نے اپنے قدم جھاڑ دیئے اور گریبان ازل سے سر باہر نکالتی۔ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا آدمی آدمی میں گم ہو جاتا جہاں جہاں نیست میں گم ہو جاتا۔ دنیا دنیا سے کوچ کر جاتی عقبےٰ عقبےٰ سے بھاگ جاتی۔ عالَم عالَم سے بھاگ کر عدم آباد میں چلا جاتا۔ اوّل آخر کے دروازے سے نکل جاتا اور آخر روزنِ اوّل سے نکل بھاگتا۔ خلق کلیتاً محو ہو جاتی اور حق یگانہ و تنہا رہ جاتا۔ ندا کرنے والا (منادی) ایک بلندترین مقام پر کھڑا ہو کر اعلان کرتا لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہ السنان کا آوازہ قدر کے دروازے سے باہر نکل جاتا۔ لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرُ اللّٰہ مؤذن کبریا پھر آواز دیتا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی جلال خداوندی کا اعتراف کنندہ صدا لگاتا کہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ تمام ابد ازل کے آفتاب سے روشن ہو جاتا۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا تمام ابد ازل سے علیحدہ ہو جاتا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ قدم ازل کی بارگاہ میں قدم رکھتا اور حدوث عدم میں دم توڑتا دکھائی دیتا۔ انا الحق اسی پیالے کا ایک جرعہ ہوتا سبحانی اسی دسترخوان کا ایک لقمہ ہوتا۔ احمد کی میم احد کی تجلی میں محو ہو جاتی۔ مجاز کی صورت حقیقت کے معنوی پرتو میں مضمحل ہو جاتی۔ جاں نہایت حیرت سے یہ لکھتی سانس لیتی۔

این منم نہ منم اگر منے ہست توئی ——— در بر تن من پیرہنے ہست توئی
اندر طلبت مرا نہ تن ماند نہ جان ——— در زانکہ مرا جان و تنے ہست توئی

ہاں ہاں اگر تمہیں اس مقام کا ذوق حاصل ہے تو قدم راہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اٹھائے جا اور اسی جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہ صرف آئینۂ وجود احمدی کو اللہ تعالیٰ کے جمال شہود کا خطرہ نہ جان۔ بلکہ تمام ملک اور ملکوت کے مظاہر اسی کے مظہر ہیں اور تمام غیب و شہادت کے شیشے اسی کے حضور کے نور کا مطلع ہیں۔ ان اسرار کو ذوق و شوق سے پڑھو جو عارف جامی قدس سرہ السامی نے لکھے تھے۔

اے جاوداں بصورت اعیان برآمده گاہے نمود ظاہر و گہ مظہر آمده

اندروئے ذات ظاہر و مظہر یکیست لیک در حکم عقل این دگر آن دیگر آمده

در موطن ظہور و بطون نیست غیر او ہر چند کز ظہور و بطون آمده

گاہش کشید جاذبۂ عاشقی عنان با داغ عاشقان بلا پرور آمده

گاہش گرفته جلوۂ معشوقی آستین بر شکل دلبران پری پیکر آمده

ہر جانبے نظاره ستاده است منتظر منظور ہم خود ست که بر منظر آمده

بنموده روئے بہر تماشائے عاشقان وانگه کشاده چشم و تماشاگر آمده

بحریست متفق که ز اوصاف مختلف باران و قطره و صدف و گوہر آمده

بیرون ز عشق عاشق و معشوق ہیچ نیست وین ہر دو اسم مشتق ازان مصدر آمده

مشتق چو نیک در نگری عین مصدر ست کاندر صفات ظاہر خود مضمر آمده

نشگفته است جز گل قدرت بباغ عشق ہر چند گاه اصفر و گہ احمر آمده

جامی ندیده رنگ ازاں گل عجب مدار
کز غم کبود خرقه چو نیلوفر آمده

فصل پنجم

سَیّد السّادات علیہ افضل الصّلوات واکمل التحیّات پر

درود و سَلام کے فضائل

فضائل درود و سلام پر چالیس (۴۰) احادیث نبوی

حدیثِ اوّل مصابیح میں حضرت حسام بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ صلی علی واحدۃً صلی اللّٰہ علیہ وسلم رحمۃً عشرا وحطت عنہ عشر خطیات ورفعت لہ عشر دَرَجات خواجہ عالم و سرور اولاد آدم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔ یاد رہے کہ جب درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کا معنیٰ رحمت ہوتا ہے۔ ایک بار درود پاک پڑھنے سے جہاں دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہاں دس برائیاں دور ہوتی ہیں اور پھر بہشت میں دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

حدیثِ دوم روضۃ العلماء میں قدوۃ الفقہا شیخ ابو الحسن علی بن یحییٰ البخاری زندویسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ جب کوئی مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کرتا ہے کہ اس درود پاک کے تحفے کو فوراً سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کے سامنے لے آتا ہے اور برملا کہتا ہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں یا فلاں بنت فلاں نے آپ پر ایک بار درود پاک بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت فرحت و شادمانی کے ساتھ جواب دیتے ہیں بلغہ عَنّی عشرا میری طرف سے اسے دس بار سلام پہنچائیے اور اسے پیغام دے دو کہ اگر ان دس میں سے ایک بھی دیکھا جائے تو بہشت میں تم میرے پاس ہو گے اور اس کی مثال میری ان دو انگلیوں کی طرح ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہیں۔ آپ نے یہ بات اپنی دونوں انگلیاں ملا کر کہی کہ وہ میری شفاعت کا یقینی مستحق ہو گا

وہ فرشتہ روضہ مطہرہ نبوی سے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے اے اللہ۔ فلاں بندے نے تیرے حبیب پر ایک بار درود پاک بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری طرف سے اسے دس بار ہدیہ سلام بھیجا جائے اور اسے بشارت دی جائے کہ اگر اس دس بار درود کی برکت سے آتش دوزخ اس پر حرام کر دی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے کہ عظوا صلوٰۃ عبدی علے نبی واجعلوہ فی علیین میرے بندے کے درود کو بہترین ہدیہ تصور کیا جائے اور اسے خزانہ علیین میں محفوظ کر لیا جائے تاکہ اسے قیامت کے دن اس کے لئے ذخیرہ آخرت بن سکے اس کے بعد اس درود پاک کے ایک ایک حرف کے بدلے جو اس شخص نے حضور پر بھیجا تھا ایک ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا۔ ہر ایک فرشتے کے تینتیس ہزار ساٹھ (۳۰۰۶۰) سر ہوں گے اور ہر سر پر تیس ہزار ساٹھ چہرے ہوں گے اور ہر چہرے پر تیس ہزار ساٹھ منہ ہوں گے اور ہر منہ میں تیس ہزار ساٹھ زبانیں ہوں گی اور ہر زبان تیس ہزار ساٹھ بار حمد خداوندی اور نعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ادا کرتی رہے گی اور ہر نعت دوسری نعت سے مختلف ہو گی۔ ان تمام نعتوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا جس نے ایک بار حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تھا۔

حدیث سوم روضہ زندویسی میں لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ بڑے خوش اور انتہائی مسرور تشریف فرما ہیں۔ ابو طلحہ نے اس مسرت و شادمانی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا ابو طلحہ میں کیوں خوش نہ ہوں جب کہ ابھی ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بشارت دی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پاک بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کی دس برائیاں محو کر دی جائیں گی۔ دس درجات بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اسے دس بار اپنے سلام سے نوازے گا بعض اس پر رحمت اور مغفرت فرمائے گا۔

مصابیح میں ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد تم اس شخص پر راضی ہو گے جس نے آپ پر ایک بار درود پڑھا مگر میں نے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھیں اور اسے دس بار درود کا جواب دیا جس شخص نے آپ پر ایک بار سلام بھیجا تھا تو میں نے اس پر دس بار سلام بھیجا۔

حدیث چہارم ۔ ریاض المذکرین میں امام اجل سراج الملت والدین ابی احمد زید بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اور تاج المذکرین میں فقیہ انام امام الہمام قدوۃ المفسرین اور عمدۃ المذکرین ابومالک نصر بن النصر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے ۔ اس کے بعد آسمان دنیا کے رہنے والوں کو اس شخص کے درود سے متعارف کرایا جاتا ہے اور انہیں اس درود کے پڑھنے میں شریک کیا جاتا ہے ۔ اس شخص پر سو بار درود و سلام بھیجا جاتا ہے ۔ پھر آسمانِ دوم سے اس درود پڑھنے والے کا تعارف کرایا جاتا ہے ۔ اس پر اس شخص پر بائیس بار درود پاک پڑھا جاتا ہے ۔ اسی طرح آسمان سوم کے لوگوں کو اس درود پر سے واقف کیا جاتا ہے اور وہاں کے لوگ اسی طرح اس شخص پر ہزار بار درود پڑھا جاتا ہے اس درود کو آسمان چہارم کے لوگوں نے سنا تو دو ہزار بار درود پڑھا جاتا ہے ۔ اس آواز کو جب آسمانِ پنجم کے لوگوں نے سنا تو انہوں نے جواب میں پانچ ہزار بار درود پڑھا جاتا ہے آسمانِ ششم نے اس درود و سلام کی آوازیں سنتے ہیں تو وہ چھ ہزار بار صلوٰۃ و سلام ادا کرتے ہیں ۔ آسمانِ ہفتم کے لوگ اس درود پاک کے جواب میں سات ہزار بار درود پاک پڑھتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان تمام درود و سلام کا ثواب میرے اس بندے کو عطا کیا جائے جس نے میرے حبیب پر درود پڑھا تھا ۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اس کے تمام گناہ بخش دیئے گئے یہ اعزاز و برکات میرے نبی پر درود بھیجنے کی وجہ سے ہے ۔

حدیث پنجم ریاض المذکرین میں امام الاجل سراج الملتہ والدین ابی احمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی تلقین فرمائی ہے کہ میرے کوئی بندہ اس وقت تک بہشت کی طلب نہیں کرتا جب تک بہشت کی یہ دعا نہیں سن لیتا ۔ اللھم اسکنہ ایاہی اے اللہ اپنے اس بندے کو میرے پاس بھیج دے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوزخ سے اس وقت تک کسی آدمی کو آزاد نہیں کیا جائے گا جب تک دوزخ خود نہ کہے گی اللھم نجنہ منی اے اللہ اسے مجھ سے نجات دے تیسری بات یہ ہے کہ میری قبر پر اللہ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے

دنیا بھر میں کوئی مرد و زن مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ سن لیتا ہے اور مجھے کہتا ہے! اے محمدؐ! فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے اللہ تعالیٰ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر دس بار درود بھیجا جائے گا۔ جو مجھ پر دس بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو بار درود بھیجے گا۔ جو مجھ پر سو بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار بار درود بھیجے گا جو مجھ پر ہزار بار درود بھیجے گا تو اس پر آتش دوزخ حرام کردی جائے گی۔

حدیث ششم ریاض المذکرین نے ایک اور مقام پر لکھا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ از راہِ رحمت ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اس کے ہر مشرق و مغرب کو گھیرے میں لے لیتے ہیں اس کے پاؤں ساتویں زمین تک پہنچے ہوتے ہیں اور اس کی گردن عرش کے کنگروں کو چھو رہی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو حکم کرتا ہے کہ میرے اس بندے پر تم بھی درود بھیجو جس نے میرے حبیب پر درود بھیجا تھا۔ پھر وہ فرشتہ اس درود خواں پر درود پڑھتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے ہر درود پر فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے اور قیامت تک سلسلہ درود جاری رہتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث ہفتم اسرار الابرار میں درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے، ایک درود سے ایک فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے دوزخ سے آزادی بخشی جاتی ہے اور پھر نو بار درود پاک کو ذخیرۂ آخرت بنایا جاتا ہے۔ دس بار درود پاک کے تعین میں حکمت کی تفصیلات ہم کسی دوسرے مقام پر بیان کریں گے۔

حدیث ہشتم روضۃ العلماء میں لکھا ہے کہ ابو کامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو مجھ پر تین بار درود پڑھتا ہے تو وہ اس محبت و اشتیاق کی وجہ سے میری زیارت کا مستحق ہوگا اور میری زیارت اللہ تعالیٰ کے کرم و بخشش سے عطا ہوگی اور جس دن وہ درود پڑھے گا اس دن اور رات کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث نہم روضۃ العلماء میں آیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بیان فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہونے لگے تو آپ نے پہلے پائے پر قدم رکھا تو فرمایا۔ آمین۔ دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین تیسرے پائے پر قدم رکھا تو آپ نے فرمایا آمین۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ۔ یہاں آمین کہنے کا کیا مطلب تھا تو آپ نے فرمایا جب میں نے پہلے پائے پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ وہ شخص ذلیل ہو جس نے آپ کا نام سنا مگر صلے اللہ علیک یارسول اللہ نہ کہا تو میں نے کہا آمین۔ دوسرے پائے پر پاؤں رکھتے ہوئے پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ۔ وہ شخص خوار ہو جس نے اپنے والدین یا اس میں سے ایک کو جنت میں دیکھا تو خود بہشت سے محروم رہا یعنی وہ اپنے والدین کی رضا حاصل نہ کر سکا اور محروم بخشش رہا۔ میں نے کہا آمین۔ تیسرے پایہ پر قدم رکھتے ہوئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر کہا یارسول اللہ وہ شخص ذلیل ہو جسے ماہ رمضان نصیب ہوا مگر وہ بخشا نہ گیا یعنی اس نے اس مبارک مہینہ میں وہ نیک کام نہ کئے جن سے بخشش ہوتی ہے، میں نے پھر کہا آمین

حدیث دہم ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ریاض المذکرین میں لکھی ہوئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مجلس میں لوگ جمع ہوں اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھیں تو اس مجلس پر قیامت تک حسرت برستی رہتی ہے اگر وہ اہل مجلس کسی دوسری نیکی کی وجہ سے بہشت میں داخل ہو جائیں گے تو ان درجات اور ثواب سے محروم رہیں گے جو درود پڑھنے والوں کو حاصل ہوں گے۔

حدیث یازدہم "تاج المذکرین میں لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک جماعت کو حکم ہوگا کہ انہیں بہشت میں بھیجا جائے مگر وہ بہشت کا راستہ بھول جائیں گے۔ صحابہ کرام نے سن کر عرض کی یارسول اللہ، یہ کون لوگ ہوں گے، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے سامنے میرا نام لیا گیا مگر وہ درود نہ پڑھ سکے من نسی الصلوٰۃ علیّ فقد اخطاء طریق الجنۃ (جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے گا وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا)

حدیث دوازدہم: تاج المذکرین میں ایک اور حدیث لکھی ہوئی ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھتا ہے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے بعد اللھم صلے اللہ علیہ وسلم علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وسلم کہے گا تو یہ جملہ اس کے منہ سے ایک سبز مرغ کی طرح نکلے گا۔ اس کے دو پر ہوں گے اتنے اتنے بڑے کہ اگر انہیں پھیلا دے تو ایک مشرق اور ایک مغرب تک پھیل جائے گا۔ پھر اس پرندے کی آواز بادل کے گرجنے کی طرح سنائی دے گی۔ اس کی پرواز عرش معلیٰ تک ہوگی۔ عرش معلےٰ اس کی آواز سے کانپ جائیگا اللہ تعالیٰ حکم کرے گا اسکن یامد حتی ومد حتہ نبی وہ پرندہ کہے گا کس طرح چپ رہوں جب کہ میرے کہنے والے کو ابھی تک تیری رحمت نے نہیں بخشا۔ یہ حکم تین بار ہوگا اور وہ پرندہ تین بار ہی یہ سوال کرے گا۔ اللہ کا فرمان ہوگا۔ اب چپ ہو جاؤ تیرے کہنے والے کو میں نے بخش دیا اور میری رحمت نے اسے اپنے دامن میں لے لیا۔

حدیث سیزدہم[۱۳] حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دعا کو بارگاہ الہٰی میں پہنچنے کے لئے ان حجابات سے گذرنا پڑتا ہے جو آسمانوں کے درمیان ہیں یہ حجابات درود پاک کے بغیر کسی چیز سے نہیں کھلتے۔ جب درود پڑھا جاتا ہے تو یہ پردے اٹھ جاتے ہیں اور یہ دعا آسمانوں سے بلند ہوتی جاتی ہے اگر درود نہ پڑھا جائے تو یہ دعا واپس لوٹ آتی ہے۔

حدیث چہاردہم[۱۴] ریاض المذکرین میں فقیہہ سراج الدین ابی احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت لکھی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر دوبار درود پاک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو رکعت نماز کا ثواب نازل فرماتا ہے۔

حدیث پانزدہم[۱۵] ریاض المذکرین میں ایک اور روایت ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور فرمایا جو مجھے تین بار درود پاک کا تحفہ دے گا پھر ہر دن اور جمعہ کے دن سو بار درود پاک پڑھے، صلوات اللہ وملائکتہ ورسلہ وانبیاء واحبابہ وجمیع خلقہ علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو یوں شمار کیا جائے گا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام معلومات کے برابر درود پاک پڑھتا ہے

اسے قیامت کے صحابہ کرام کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ کر خود جنت میں لائیں گے۔

حدیث شانزدہم [16] تاج المذکرین میں حضرت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضور کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کا تحفہ تو درود پاک ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے آپ کی طرف سے اس تحفہ کے جواب میں کیا عطا کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا عمر تم نے بہت اچھا سوال کیا الصلوٰۃ من امتی علی تحفۃ لی و تحفۃ امتی منی غداً فی الجنۃ میری امت کا تحفہ تو مجھ پر درود پاک ہے مگر قیامت کے دن یہی درود پاک میری طرف سے امت کو تحفہ دیا جائیگا۔

حدیث ہفدہم [17] ریاض المذکرین میں آیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ دو مسلمان کبھی اکٹھے نہیں ہوتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھ لیں اور اس درود پاک کی برکت سے ان کے سابقہ اور آئندہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث ہژدہم [18] ریاض المذکرین میں ایک اور مقام پر آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر ایک سو بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ سو حاجات پوری کرے گا اور ستر آخرت کی ضروریات کو پوری کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا کہ اس شخص کا تحفہ درود پاک مجھ تک پہنچائے، یہ تحفہ اسی طرح پیش کیا جائے گا جس طرح تمہارے احباب تمہیں طشتریوں میں رکھ کر اپنے تحائف پیش کرتے ہیں، یہ تحفہ صحیفہ بیضا میں لپٹے ہوتا ہے اور اس پر درود پاک پڑھنے والے کا نام فلاں ابن فلاں مرقوم ہوگا یہ صحیفہ قیامت تک میرے پاس رہے گا۔

حدیث نوزدہم [19] ریاض المذکرین میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز کو درود پاک پیش کرنے کو خصوصی طور پر بیان فرمایا ہے۔ جو شخص اس دن چالیس بار درود پاک بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے اٹھارہ سالہ گناہ معاف فرما دے گا۔ جو شخص جمعہ کے دن ایک سو بار درود پاک بھیجے گا اس کے بائیس سالہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

جو شخص ایک ہزار بار درود پاک بھیجے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اپنی جگہ بہشت میں نہ پالے گا یعنی وہ مرتے ہی سیدھا بہشت میں داخل ہوگا۔

حدیث بستم ۲۰ روضتہ العلما، میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سو بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ایک ایسا نور عطا فرمائے گا کہ قیامت کے دن وہ ساری دنیا میں تقسیم کرتا رہے گا۔ تو وہ نور ختم نہیں ہوگا۔

حدیث بست و یکم ۲۱ روضتہ العلما، میں ایک اور حدیث ہے کہ زید بن رفیع رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز مجھ پر ایک سو بار درود پاک بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے سمندروں کی جھاگ کی مقدار میں گناہ معاف فرما دے گا۔

حدیث بست و دوم ۲۲ انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن ایک بار درود پاک بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کے ساتھ اس پر ایک ہزار بار درود پاک بھیجے گا، ایک ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں جمع ہوں گی اور ہزار درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔

حدیث بست و سوم ۲۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں مجھ پر سلام و صلوٰۃ بھیجے گا تو اس کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوقات کو حکم دے گا کہ اس شخص کے لئے دعائے رحمت طلب کی جائے۔

حدیث بست و چہارم ۲۴ حضور نے فرمایا جو شخص یہ کہے گا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اگر وہ بیٹھا ہوا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے پہلے بخش دے گا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھے، اگر کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے پہلے بخش دے گا کہ وہ بیٹھے۔ یہی عرصہ ہے کہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ درود پاک گناہوں کو اس طرح پاک کر دیتا ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کی تیزی کو بجھا دیتا ہے۔ حضور پر سلام پہنچا کسی غلام کو آزاد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

۲۵
حدیث بست و پنجم زہرۃ الریاض میں تاج الاسلام سلیمان بن داؤد سقینی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے میری امت! اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو اس استغفار کی وجہ سے بخش دے گا جو تم نے صدق نیت سے کی ہے تمہارے گناہ بخش دے گا۔ جو تم بصدق نیت بخشانے کے متمنی ہو گے۔ تم اس استغفار کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ ضرور پڑھو مگر یاد رکھو جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

۲۶
حدیث بست و ششم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مری امت کے ایک شخص کو آتش دوزخ میں ڈالنے کا حکم ہو گا وہ روتے ہوئے کہے گا یا ملا یکتہ الرحمٰن مجھے پھینکنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ جہنم میں۔ وہ کہے گا کہ چند لمحات مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنے حالات پر رو سکوں۔

بیا اے اشک تا بر روزگار خویشتن گریم چو شمع از گریہ شبہائے تار خویشتن گریم
ندارم مہربانے تا کند بر حال من گریہ ہماں بہتر کہ خود بر حال زار خویشتن گریم

مدد فرما بخوں اے دل کہ در چشم نماند آبے
کہ خواہم یکدم از ہجراں یار خویشتن گریم

فرشتے کہیں گے۔ اے شخص! یہ گریہ ندامت تو تجھے اپنی زندگی میں کرنا چاہیئے تھا تاکہ تجھے کوئی فائدہ ہوتا۔ آج رونے سے کیا حاصل۔

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

وہ شخص کہے گا میں حضرت آدم کی اولاد میں سے ہوں۔ آتش دوزخ کو برداشت کرنے قوت نہیں رکھتا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوں۔ مجھے اپنے اللہ سے یہ گمان بھی نہ تھا۔ فرشتے پوچھیں گے اے اللہ کے بندے تمہیں اپنے اللہ سے کیا گمان تھا۔ وہ کہے گا مجھے اپنے اللہ سے یہ امید تھی کہ مجھے یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہنم میں نہیں پھینکیگا

فرشتے کہیں گے وہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الہٰی میں کھڑے ہیں انہیں پکار یے تاکہ وہ تیری شفاعت کر سکیں ورنہ تجھے ہاویہ میں پھینک دیا جائے گا۔ بندہ نہایت بے خودی میں چلائے گا اور میدان حشر میں حضور تک فریاد پہنچائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکی دردناک آواز سن کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے اسے فرشتوں کے قبضہ میں پائیں گے اور عذاب کے ملائکہ نے اسے جکڑا ہوگا۔ حضور فرمائیں گے۔ اسے میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ اس کے اعمال کو دوبارہ تولا جا سکے۔ اسکے حالات کی چھان بین کروں۔ فرشتے کہیں گے یا رسول اللہ ہم اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کے حکم کے ماتحت ہو رہا ہے۔ جب تک اللہ کا فرمان نہ ہو ہم اسے آزاد نہیں کر سکتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت سجدہ میں گر جائیں گے اور عرض کریں گے۔ یا اللہ! آج تیرے فرشتے میرے اور تیرے ایک بندے کے درمیان حائل ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔ اے فرشتو! میرے بندے کو میرے پیغمبر کے حوالے کر دو۔ حضور اس گناہگار امتی کو لے کر میزان کے پاس تشریف لائیں گے۔ صحیفہ بیضا نکالیں گے۔ اس میں قلم نور سے لکھا ہوگا۔ نیکیوں کی ایک مٹھی میزان میں رکھیں گے جس سے برائیاں دب کر رہ جائیں گی۔ فرمان الہٰی آئے گا اسے بہشت میں لیجاؤ جب اس بندے کو بہشت کی طرف لے جایا جائے گا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کے دروازے پر کھڑے نظر آئیں گے۔ آپ مسکرا کر فرمائیں گے مجھے پہچانتے ہو وہ کہے گا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وما احسن وجھا۔ وَمَا اطیب ریحک

ہم روت خوش ہم بوت خوش ہم وعدہ ات خوش ہم لقا
خواہم بدانم تا بایں حسن وشمائل کیستی

فرمائیں گے میں ہی تمہارا پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ صحیفہ جس میں نیکیوں کا دفتر تھا۔ جو تمہاری ساری برائیوں پر چھا گئیں تھیں وہ درود پاک تھا جو تم دنیاوی زندگی میں میرے لئے پڑھا کرتے تھے۔ وہ شخص اسی وقت حضور کے قدموں میں گر جائے گا۔ قدم بوسی کا شرف حاصل کرے گا اور کہے گا لولا انت وصلوٰتی علیک طویت فی النار مع من ھوی اگر آج آپ نہ ہوتے آپ کی شفاعت میری دستگیری نہ کرتی میرا درود آپ کی ذات پر نہ ہوتا تو

میں دوسرے دوزخیوں کی طرح آتش جہنم میں ہوتا اور صدیوں اس درد و بلا میں رہتا۔

حدیث بست و ہفتم ۲۷ نوادرالاصول میں حضرت امام علی حکیم ترمذی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت عبدالرحمن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر آئے۔ فرمانے لگے۔ کل رات مجھے ایک عجیب و غریب خواب دکھائی دیا ہے۔ میں نے اپنی امت کا ایک آدمی پل صراط سے گذرتے دیکھا جو کانپ رہا تھا افتاں و خیزاں جا رہا ہے درود پاک کا وہ تحفہ جو اس نے اپنی زندگی میں مجھ پر بھیجا تھا آ پہنچا، اس کا ہاتھ پکڑا اور پل صراط سے پار کرا دیا۔

حدیث بست و ہشتم ۲۸ زہرۃ الریاض میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا فرمایا ہے اس کا نام عزرائیل ہے قیامت کے دن یہ فرشتہ اپنے پر پھیلائے گا اور پلصراط پر بچھا دے گا اور اعلان کرے گا جس شخص نے حضور پر درود پاک پڑھا تھا میرے پروں پر سے گذرتا جائے۔

حدیث بست و نہم ۲۹ زہرۃ الریاض میں ایک اور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل سے یہ کہتے سنا کہ کوہ قاف کے اس پار ایک دریا ہے جس میں بے عدو بے حساب مچھلیاں ہیں وہ صرف درود بر رسول پاک پڑھتی رہتی ہیں جو شخص اس مچھلی کو پکڑتا ہے اسکے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں اور وہ مچھلی بھی اس کے ہاتھ میں آکر پتھر بن جاتی ہے۔

ایک نکتہ ایک مچھلی جو حضور پر درود پاک پڑھتی ہے صیاد کے ہاتھ سے آزاد رہتی ہے، کیا ایک مومن جب دن رات درود بر وجود مسعود صلے اللہ علیہ وسلم پڑھے گا تو دوزخ کے زبانیہ (عذاب کے فرشتوں) سے اگر نجات پالے گا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

حدیث سی ام ۳۰ زہرۃ الریاض میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کے پر مشرق و مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اس کے پاؤں ساتوں زمینوں پر حاوی ہیں اور اس کا سر عرش مجید کو چھو رہا ہے۔ خدا کی ساری مخلوق جن و انس حیوانات بحر و بر، پھر تمام جاندار اشیاء، بارش کے قطرے۔ درختوں کے پتے، آسمان کے ستارے بیابان کے ریگستان کے ذرے اس فرشتے کے پر اور بازو بن جائیں گے۔ یہ بال و پر دراصل

اس مخلوق خدا کے کہے ہوئے درود پاک کے تحائف ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کہے جاتے رہے ہیں۔ میری امت سے جب بھی کوئی درود پاک پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس فرشتے کو حکم کرتا ہے کہ عرش کے نیچے دریائے نور میں غوطہ لگائے اور پھر باہر آکر اپنے لاتعداد پروں کو جھاڑے۔ ان پروں سے پانی کے جتنے قطرے جھڑیں گے ان سے فرشتے پیدا ہوں گے اور وہ فرشتے اس درود پڑھنے والے کے لئے دعائے مغفرت طلب کریں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حدیث سی ویکم ۳۱ ریاض المذکرین میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت سے ایک بھی ایسا شخص نہیں ہوگا جو مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے تو اس کے سارے گناہ بخشے نہ جائیں گے۔ ان گناہوں کی تعداد خواہ ریت کے ذروں جتنی کیوں نہ ہو۔

حدیث سی ودوم ۳۲ تاج المذکرین میں حضرت مقاتل بن سلیمان سے نقل کیا گیا ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ عرش کے زیرِ سایہ رہتا ہے اس کے سر پر گھنگریالے بال ہیں، ہر ایک بال پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ جب یہ مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پاک بھیجتا ہے تو اس کے جسم پر ایک بال بھی نہیں رہتا تا وقتیکہ کے اس کے گناہوں کی مغفرت نہیں ہو جاتی۔

حدیث سی وسوم ۳۳ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج ادا کرنے کے بعد کفار کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا اس حج کا ثواب چار سو حج جیسا ہوگا مگر جو غریب و مساکین حج و جہاد کی نعمت سے محروم رہیں گے وہ شکستہ خاطر مجروح دل اور مایوس ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ بتایا ہے کہ محمدؐ تیرا کوئی بھی امتی اگر تیری ذات پر درود پاک بھیجے گا تو میں ان کے نامۂ اعمال پر چار سو غزوات کی شرکت کا ثواب اور چار سو حجوں کے درجات لکھ دوں گا صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث سی وچہارم ۳۴ ایک دن حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اصحاب کرام اور احباب عظام رضی اللہ عنہم ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور

آتے ہی سلام کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَھْلُ التَّقْوٰی المَشَائخ وَالکرام السَّادج حضور نے اس آنے والے کو حضرت صدیق پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے پاس بٹھایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے یہ یقین ہے کہ آپ تمام روئے زمین پر مجھے سب سے عزیز بیٹھے ہیں مگر آج آپ نے اس شخص کو اپنے قریب بٹھا لیا ہے، اس تقدیم و ترجیح کی کیا وجہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اے ابوبکر! ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ اعرابی مجھ پر درود و سلام بھیجتا رہتا ہے اور ان الفاظ میں درود پڑھتا ہے کہ آج تک کسی دوسرے نے نہیں استعمال کئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کونسا درود پاک ہے۔ آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَفِی الْمَلَاِ ئِکَۃِ الاعلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اس درود پاک کے ثواب کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اگر دنیا بھر کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں۔ دنیا کے تمام درخت قلمیں بن جائیں تمام ملائکہ کاتب بن جائیں۔ سمندر خالی ہو جائیں گے قلمیں ٹوٹ جائیں گی مگر اس درود پاک کا ثواب لکھا نہ جا سکے گا۔

حدیث سی و پنجم ۳۵ امام غزالی رحمۃ اللہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے کائنات ارضی پر سیر کرتے رہتے ہیں۔ وہ زمین کے اطراف و جوانب میں گھومتے رہتے ہیں اور ان کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ جب کوئی شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتا ہے تو وہ فرشتے فوراً حضور کی بارگاہ میں لیجا کر پیش کرتے ہیں۔ آپ کی امت سے کوئی ایسا شخص نہیں جو حضور کی ذات والا صفات پر درود پڑھے تو آپ کی روح اور بدن سے اس کے سلام اور درود کا جواب نہ دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم آپ پر کن الفاظ میں درود پاک پڑھا کریں۔ آپ نے فرمایا اللھم علیٰ محمد و علےٰ اٰلہٖ وازواجہٖ و ذریاتہٖ کما بارکت علےٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انک حمید مجید ٥

حدیث سی و ششم ۳۶ تاج المذکرین میں آیا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ، مجھے بہت سی دعائیں اور اوراد یاد ہیں،

میں نے درود پاک کے فضائل تو آپ سے سنے ہیں اب مجھے ان اوراد کے فضائل اور ثواب سے بھی آگاہ فرمائیں۔ آپ نے سن کر فرمایا اگر تم درود و اوراد میں کثرت کرو تو تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا۔ ابی بن کعب نے بتایا یارسول اللہ اپنے اوراد میں سے نصف تو میں درود پر وقف کر دیا کرتا ہوں اور نصف میں دوسرے اذکار بیان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر اور کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے بتایا یارسول اللہ اب میں اذکار و اوراد کے تین حصے تو آپ پر درود و سلام بھیجا کروں گا باقی ایک حصہ وظایف اور اذکار پر۔ حضور نے پھر فرمایا اگر اس سے بھی زیادہ کر لو تو بہتر ہوگا۔ ابی کعب نے کہا یارسول اللہ اب میں سارے وظائف و اوراد درود و سلام کی شکل میں ہی ادا کیا کروں گا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا اِذاً یکفی ھمك ویغفر ذنبك وتبدل سیئاتك حسنات جب تم ایسا کر لوگے تو تمام خطرات و وسواس سے محفوظ ہو جاؤ گے تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور برائیاں نیکیوں سے تبدیل کر دی جائیں گی۔

حدیث سی و ہفتم ۳۷ فصول سبعین میں لکھا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں سب سے پہلے جسے بہشتی لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ پھر آپ کے لئے عرش کے دائیں جانب ایک کرسی بچھائی جائے گی۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد مجھے نورانی لباس پہنایا جائے گا صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ جس مقام پر آپ جلوہ فرما ہوں گے کوئی دوسرا بھی آسکے گا۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔ میرا وہ امتی جو فرض کی ادائیگی کے بعد دس بار درود پاک پڑھے گا۔ ایسے شخص کو بھی میری طرح بہشتی لباس پہنایا جائے گا وہ مجھے دیکھے گا اور میں اس کو دیکھوں گا۔ اس امتی کا چہرہ اس دن چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ درخشاں ہوگا۔

حدیث سی و ہشتم ۳۸ ریاض المذکرین میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی چیز عطا فرمائی ہے کہ کسی دوسرے نبی کو میسر نہیں ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ میری امت کے لئے بلند درجات عطا کئے گئے ہیں۔ درجات مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے

عطا کئے گئے تھے۔ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے جس کا نام نطروس ہے وہ اتنا بزرگ اور جسیم ہے کہ اس کا سر تو عرش تک پہنچتا ہے اور قدم ارض سفلی میں ہوتے ہیں، اس فرشتے کے اٹھارہ ہزار پر ہیں ہر پر کے نیچے اٹھارہ اٹھارہ ہزار سر ہیں ہر سر میں اٹھارہ ہزار منہ اور ہر منہ میں اٹھارہ اٹھارہ ہزار زبانیں۔ ہر زبان سے اللہ کی تحمید ہوتی ہے اور مجھ پر درود پڑھنے والوں کے لئے استغفار پھر ہر زبان سے ہزارہا ہزار نعتیں کہی جاتی ہیں۔ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے درود کو محفوظ کر لیتا ہے اور حضرت خداوندی میں پیش کرتا ہے۔ حضور نے اسکے بعد فرمایا جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا۔ میں محمد ہوں! اس پر دس ہزار بار درود بھیجوں گا۔ اللہ کے تمام فرشتے اس کے لئے دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ اس پر دس ہزار بار درود بھیجے گا اور حکم دے گا کہ یہ تمام درود اس کے نامہ اعمال میں درج کر لئے جائیں اور اسکے نامہ اعمال کو اعلیٰ علیین پر مضبوط و مربوط کر دیا جائے۔

حدیث سی و نہم ۳۹ اسرار الابرار میں درج ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود پڑھے گا سات آسمانوں کے فرشتے اس پر درود پڑھیں گے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے جو شخص مجھ پر دو بار درود پڑھے گا سات آسمانوں کے ملائکہ عرش و کرسی کے فرشتے اس پر درود پاک پڑھیں گے۔ یہ سلسلہ بھی قیامت تک رہتا ہے جو شخص مجھ پر تین بار درود پاک پڑھے گا میں اس کا ضامن ہوں گا۔ کہ وہ قیامت کے دن اس کے چھوٹے بڑے گناہوں کا حساب نہ لیا جائے اور وہ پلصراط سے بجلی کی تیزی سے گذر جائے گا اور پھر بہشت میں میرے قریب جگہ میں بصد اعزاز سکونت پذیر ہو گا۔

حدیث چہلم ۴۰ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی طرف وحی بھیجی۔ موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے قریب تر ہو جاؤں۔ تمہارے کلام سے بھی قریب تمہاری زبان سے بھی قریب۔ تمہارا فکر اور اندیشہ سے بھی قریب۔ تمہارے دل سے قریب۔ تمہارے روح اور بدن سے بھی قریب۔ تمہارے نور بصر اور تمہاری آنکھ سے بھی قریب ہو جاؤں۔ حتیٰ کہ جس طرح تمہاری سماعت کان کے قریب ہے جس طرح

تمہاری آنکھوں کی سفیدی آنکھوں کی سیاہی کے قریب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ یہ میری دلی خواہش ہے کہ میں تیرے نزدیک تر ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاکثر الصلوٰت علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے موسیٰ! پھر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو تاکہ تمہیں میری قربت کی دولت میسر ہو سکے۔ یہ پیغام بنی اسرائیل کو بھی پہنچا دو کہ جو شخص میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگا اور اس سے بغض رکھے گا اس پر دوزخ کے شعلے مسلط کر دیئے جائیں گے اور اسے اپنی زیارت سے محروم کر دوں گا اور میرے مشاہدے سے دور ہو جائیں گے۔ میرا کوئی فرشتہ ان پر رحم نہیں کرے گا میرا کوئی پیغمبر ان کی شفاعت نہیں کرے گا۔ عذاب کے فرشتے اسے کھینچتے کھینچتے دوزخ میں لے جائیں گے اور اس نار جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ جلتا سڑتا رہے گا اور اس کی نجات کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ پروردگار محمد کون ہیں جن پر درود پاک بھیجے کے بغیر مجھے تیری قربت نصیب نہیں ہو سکتی اور جس کے وسیلہ کے بغیر تیرے نزدیک نہیں آیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت نہ ہوتے نہ میں بہشت پیدا کرتا نہ دوزخ۔ نہ آفتاب روشن ہوتا نہ مہتاب نہ دن پیدا کرتا نہ رات، نہ کوئی ملک مقرب ہوتا نہ کوئی نبی مرسل۔ موسیٰ نہ تم ہوتے۔ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہ کرتے اور اس پر درود نہ بھیجتے تو تجھے بھی آتش دوزخ میں جانا ہوتا اگرچہ ابراہیم خلیل اللہ ہی کیوں نہ ہوتے میرے محبوب کی نبوت کے اقرار کے بغیر بخشش کے حقدار نہ ہوتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں تیرے محبوب کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں اور ان پر درود بھیجتا ہوں لیکن مجھے یہ دریافت کرنے کی اجازت ہونی چاہیے کہ کیا میں آپ کا زیادہ دوست ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ موسیٰ اَنْتَ کَلِیْمِیْ و مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ وَالْحَبِیْبُ احب اِلَیَّ مِنَ الْکَلِیْمِ اے موسیٰ تم میرے کلیم ہو اور محمد میرے حبیب ہیں۔ حبیب کلیم سے زیادہ محبوب ہوا کرتا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فضائل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی

واقعات ہم لطائف معراجیہ میں بیان کریں گے ؎

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کے لطائف

اللطیفۃ الاولیٰ تاج المذکرین میں فقیہ ابو مالک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو کوئی نہ کوئی کرامت اور فضیلت دی ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو سجود ملائکہ سے مکرّم فرمایا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ حضرت نوح علیہ السلام کو قبولیت دعا سے مکرّم فرمایا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلّت سے مخصوص فرمایا وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا ۔ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی کلیمی سے سرفراز فرمایا کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی خلافت سے نوازا یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ ۔ سلیمان علیہ السلام کو مَنْطِقَ الطَّیْرِ ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مریضوں کو شفا اور مُردوں کو زندگی بخشنے کی خصوصیت دی وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی ۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو درجات درودِ پاک سے مشرّف و مکرّم فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات لم یزل ہے، اس کی صفات لامحدود ہیں وہ مقاصد کے راستے اربابِ حاجات پر کھولتا ہے۔ مخلوق کے تمام قافلے جو وادیٔ طلب میں پھر رہے ہیں قبلہ مقصود اور کعبہ مطلوب تک وہی پہنچاتا ہے اگر اس کی رحمت اس آسمان و زمین سے منقطع ہو جائے تو اس کائنات کو اس کی آتشِ قہر جلا کر خاکستر بنا دے گی۔ اگر اس کی مہربانی کا ایک لمحہ اس خاکدانِ عالم کی تربیت سے علیحدہ ہو جائے تو کسی بھی جاندار کا وجود باقی نہ رہے گا۔

اے ہمہ سالکان تو در طلب رضائے تو　　سوختگان شوق تو ساختہ با قضائے تو
وصف تو وصف لم یزل ذات تو ذات بے بدل　　دور ز آفت و خلل حضرت کبریائے تو
ہم ز تو سود و ہم زیاں ہم ز تو خوف و ہم امان　　کیست کہ نیست در جہاں بار کش بلائے تو

نے عرضی نہ جوہری خالق چرخ اختری ‏ ‏ ‏ ہست ترا توانگری بادشہان گدائے تو

نعمت تست بے عدد رحمت تست بامدد

گردن ماؤ تا ابد سلسلۂ وفائے تو

ملائکہ کرام جن کے نام کے ساتھ طغرائے عصمت لکھا جا چکا ہے۔ منشور عفت انہی کے دیوان کا عنوان ہے۔ وہ بھی اس کے ایوانِ اطاعت کے سامنے سربسجود ہیں یُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ عبدیت کا فتح نامہ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کے منبر منیر پر پڑھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اللہ تعالیٰ اور فرشتے تو اپنے نبی پر درود پاک پڑھتے ہیں، تم بھی اے مومنو! جنہوں نے اپنے شوق کے اوراق کے صحیفوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے نقوش ثبت کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے جھنڈے اور نبی علیہ السلام کی رسالت کی نوبد کے علم ساتوں آسمانوں کی بلندیوں پر بلند کر رکھے اطاعة الاوامر من شرائط المحبة سے ہی حضور پاک کے اعلیٰ خصائل پر درود پاک پڑھ کر اس کی تائید و اظہار کرو يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ على ابن آمنة الذی ‏ ‏ ‏ اَجاءت سبط البنان کریما

يَا اَيُّهَا الرَّاجون منه شفاعة ‏ ‏ ‏ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

اللطیفۃ الاخریٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مندرجہ بالا آیۃ کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کا رنگ انار کے دانوں کی طرح انتہائی خوشی سے کھل گیا اور فرمانے لگے مجھے مبارک باد پیش کرو کہ مجھ پر آج وہ آیت نازل ہوئی ہے کہ میرے نزدیک دنیا و ما فیہا میں سے ہر چیز سے یہ آیت بہتر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ پڑھی۔ میں نے حضور سے یہ خوش خبری سنتے ہی کہا هَنِيْئًا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یارسول اللہ آپ کو یہ نعمت مبارک ہو۔ پھر صحابہ کرام مبارک دیتے رہے۔ صحابہ کرام نے حضور کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ اس آیۃ کریمہ کی وضاحت فرماویں تاکہ ہم لوگ اس کی حقیقت سے

واقف ہوجائیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں نے مجھ سے دریافت کرلیا ہے حالانکہ یہ علم مکنونی ہے اگر تم لوگ مجھے نہ پوچھتے تو میں کسی کو نہ بتاتا۔ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر کئے ہیں کہ جب کوئی مومن جہاں کہیں مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے لئے غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ (اللہ اسے تیری طفیل بخشے) کہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں فرشتوں کے جواب میں اپنے تمام ملائکہ سمیت آمین کہتا ہے۔ اگر کوئی انسان میرا نام سن کر درود پاک نہیں پڑھتا تو وہ دونوں فرشتے اس کے لئے لَا غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ (اللہ اسے نہ بخشے) کہتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔

اللطیفۃ الاخریٰ اے درویش! امت محمدیہ کی فضیلت ملاحظہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو قرآن پاک میں اسم ذات کے ہفت محل کے قریب یاد فرمایا ہے۔ اوّل طاعت میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد بادشاہ نہیں۔ لیکن اکثر علماء کرام اور مفسرین کی رائے یہ کہ اس سے مراد علماء امت ہیں۔ دوم ولایت میں اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ پہلے اپنے بندوں کو ولی فرماتا ہے پھر اپنے رسول کو ولی بناتا ہے، سوم مومنوں کو مراقبت میں۔ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ گنہگاروں کی تہدید فرمائی، اپنی اطلاع اور اپنے رسول کی اطلاع سے اور پھر مومنین کی اطلاع سے۔ کیونکہ ان لوگوں کو اللہ بھی دیکھ رہا ہے اور وہ شہود حق ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ چہارم عزت میں۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اس آیت میں اثبات عزت فرمائی اپنے لئے حضور کے لئے اور پھر مومنین کے لئے۔ پنجم موالات میں۔ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ط مومنوں کو اپنی دوستی اور اپنے دوستوں کی دوستی میں شریک فرماتا ششم شہادت میں شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ سے مراد وہ مومن ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی محبت کا عہد باندھا اور اس کی یگانگت کا اعتراف کیا۔ ہفتم صلوٰۃ میں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ایسے ہی لطائف روضۃ الواعظین میں بڑے اشارات اور نکات کے ساتھ تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

اللطیفۃ الاخریٰ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں درود پاک کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، علماء کرام قدس سرہٗ روحہم کی رائے ہے کہ یہ حکم واجب کا مقام رکھتا ہے لیکن علماء کرام نے درود پاک کی تعداد پر اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ساری عمر میں ایک بار درود پاک پڑھنا واجب ہے اور اسے بار بار پڑھنا مستحب ہے جس طرح کلمہ توحید ایک بار پڑھنا واجب ہے کیونکہ وجوب کا حکم ایک بار ادا کرنے کے لئے ہوتا ہے تکرار یا بار بار ادا کرنے کے لئے نہیں۔ علماء کرام کا ایک اور طبقہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جب بھی سنا جائے ایک بار درود پاک پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یُصَلُّوْنَ صیغہ مضارع فرمایا ہے جس سے تکرار استمرار اور دوام کا حکم ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ساتھ درود پاک پڑھتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ مومن بھی استمرار اور تکرار کے ساتھ درود پاک پڑھے اور اپنی زبان کو درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آب حیات سے تر رکھے۔

اللطیفۃ الاخریٰ فقہاء کرام قدس اللہ ارواحہم نے فقیہانہ روایت کے ساتھ یوں رائے قائم کی ہے۔ اور اپنی تصانیف میں لکھا ہے جس کی تفصیل تو ہم اس کتاب میں لکھنے سے قاصر ہیں، تاہم زاد الفقہاء سے ہم ایک بات نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت درود پڑھنا لازم ہے۔ حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ چیز عمر میں ایک بار واجب ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ کے نزدیک جس وقت بھی نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنے درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے وہ اس حدیث پاک سے رائے قائم کرتے ہیں من ذکرت عندہ ولم یصل علیّ فقد جفانی جس نے میرا نام سنا اور درود پاک نہ پڑھا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ صاحب زاد الفقہا کی رائے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ صحیح ہے۔ امام شافعی کے نزدیک التحیات پڑھتے وقت نماز میں درود پاک پڑھنا فرض ہے لیکن ہمارے نزدیک

سنت ہے۔ تفسیر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا! ہم آپ پر سلام کہنے کا طریقہ تو جانتے ہیں مگر درود پاک کا طریقہ بھی تو ہمیں سمجھا دیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یوں پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ

ہمارے مقتدر علماء کرام نے تشہد میں بھی اسی درود پاک کو اختیار کیا ہے ذخیرہ فقہ میں لکھا ہے وارحم محمد و آل محمد کہنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت تو تقصیر اور گناہ پر وارد ہوا کرتی ہے۔ یہ بات درجۂ نبوت کے لئے مناسب نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام تقصیر اور گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایسا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ان کے نزدیک کوئی شخص بھی لغزش سے خالی نہیں ہے چنانچہ رحمت طلب کرنا آپ کی امت کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔ ارحم قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ بالشفاعتہ لامتہ۔ یہاں پر بھی اضافہ ضروری ہے کہ ارحم محمد وان کان مرحوما کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ الا اعلمک دعوۃ یغفواللہ لک وان کنت مغفورا قال بلی قال قل لا الہ الا اللہ العلی العظیم لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم لا الہ الا اللہ رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم وزاد بعضھم والحمد للہ رب العلمین حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جو دعا مانگی تھی اس میں ان کے لئے رحمت طلب فرمائی تھی رحم اللہ اخی موسیٰ اوذی باکثر من ھذا فصبر یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام کے لئے رحمت طلب کرنا درست ہے۔ واللہ اعلم۔ اللھم صل علی محمد کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑھا۔ دنیا میں دین کے پھیلانے۔ دعوت خداوندی کے اظہار کرنے اور تیرا ذکر بلند کرنے کی وجہ سے۔

اللطیفۃ الاخریٰ: قال المفسرون الصلوٰۃ من اللہ تعالیٰ ھھنا الرحمۃ

والمغفرة ومن الملائكة الاستغفار ومن المؤمنين المدح و الثناء
والدعاء وقال بعضهم صلوات الرب على النبی علیه الصلوٰة والسلام
تعظیم الحرمة وصلوة الملائكة علیهم السلام اظهارا لكرامة وصلوٰة
الامة طلب الشفاعة قال المجاهد رحمه الله الصلوة من الله تعالیٰ
علیٰ نبیه التوفیق و العصمة وصلوٰة الملائكة العون و النصر وصلوٰة
الامة الاتباع والقدوة

فقہا رحمہ اللہ کہتے ہیں، صلوٰۃ حق تعالیٰ سے مراد فعل ہے نہ کہ قول، چنانچہ اسکی
توحید پر شہادت دینا بھی ایک فعل ہے صرف قول نہیں جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے
شهد الله اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ الا هو جس کا مطلب یہ ہے اثبت وحدانیة
بالآیات والدلائل ہیں نے اپنی وحدانیت کو دلائل وبراہین سے بیان فرمایا ہے، اس
طرح صلوٰۃ بھی فعل ہے جو اس آیتہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ
مِن ذَنبِكَ وما تَاَخَّرَ متکلمین کہتے ہیں صلوٰۃ سے مراد قولی ہے جس سے مطلب ثناء و مدحت
خداوندی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیان کی گئی اللہ تعالیٰ نے حضور کی
بے پناہ تعریف فرمائی ہے اسی لئے آپ کا نام مبارک اَحمد رکھا گیا تھا یعنی بے پناہ
تعریف والا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کثرت سے میں نے اپنے محبوب کی تعریف کی ہے
اس کا نتیجہ ہے کہ آپ محمد بن گئے اور جس کثرت سے آپ نے میری حمد و ثنا کی ہے احمد بن
گئے۔ دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کی تعریف کرے، آپ میری تعریف حمد و ثنا کریں۔ میں
تمہاری نعت و ثنا کو عام کردوں گا۔

توخاصہ زما باش کہ ما نیز ترائیم — در ہر دو جہاں مقصد و مقصود توائیم
ما گنج نہانیم و تو مفتاح فتوحی — ہم از تو برائے تو در گنج کشائیم

ما بر صفت خویش ترا جلوہ نمودیم
تا ز آئینہ ذات تو خود را بنمائیم

اللطیفة الاخریٰ بعض بزرگان دین نے اللہ تعالیٰ کا نبی پاک پر درود سلام پڑھتے ہیں یہ

حکمت بیان کی ہے کہ جب ملائکہ علیہم السلام کو سیدنا آدم علیہ السلام کے سجدہ پر مامور کیا گیا تو انہیں یہ گمان پیدا ہوا کہ شاید حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائک ہونے کی وجہ سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا کہ میں حضور کی فضیلت کو ان پر درود بھیج کر ممتاز اور نمایاں کر دوں گا اب میں تمہیں بھی حکم دیتا ہوں کہ تم بھی میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھو تاکہ حضور کی فضیلت حضرت آدم پر واضح ہو جائے ادھر تو سیدنا آدم علیہ السلام کو صرف ایک بار سجدہ کیا۔ ادھر فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ میں بذاتِ خود تم اور مومنین ازل سے ابد تک درود پاک کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

اللطیفۃ الاخریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنے میں دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اغنی اور غیر محتاج ہونے کے باوجود اپنے محبوب پر درود پاک بھیج رہا ہے اس لئے مومنین کے لئے تو اس کی نسبت درود پاک پڑھنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ وہ محتاج بھی ہیں اور بے نیاز بھی نہیں۔ اللہم صل علی محمد بعدد ذات الکونین والامکان وسلم۔

اللطیفۃ الاخریٰ فرشتوں کو درود پاک پڑھانے میں یہ حکمت تھی کہ انہیں حضور کی قدر و منزلت سے آگاہ کر دیا جائے اور وہ اپنے آپ کو حضور کا خادم مطیع اور اور فرمانبردار سمجھنے لگیں۔ دوسری حکمت یہ تھی کہ حضور کی بعثت سے پہلے کائنات ارضی پر کلیسائی دین کا چرچا تھا۔ سارے جہاں پر جہالت اور ضلالت کی سیاہیاں چھائی ہوئی تھیں۔ جب نور محمدی کی شعاعیں اس ظلمت آباد پر روشن ہوئیں اور کائنات ارضی نے سراجاً منیرا کی روشنی سے کفر و فساد کی تکلیفوں سے نجات پائی تو انہیں تو ان امکانات کے پیش نظر آپ کے درود پاک پر مامور کر دیا گیا۔ تیسری حکمت یہ تھی کہ حضرت انسان مصائب و تکالیف میں پھنسا ہوا تھا۔ فرشتوں کو یہ وہم اور خدشہ لگا رہتا تھا کہ ان کا حشر بھی ابلیس، ہاروت و ماروت جیسا نہ ہو جائے۔ انہوں نے اطمینان قلب اور پناہ خداوندی حاصل کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا اپنا شعار بنا لیا تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا اپنا شعار بنا لیا تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان خطرات سے محفوظ رہ سکیں۔

اسی سلسلہ میں ہم زہرۃ الریاض کی حکایت درج کرتے ہیں کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں نے آج ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کیا واقعہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا۔ یا رسول اللہ مجھے کوہ قاف جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے وہاں آہ و فغاں اور رونے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں اس آواز کی طرف ہو لیا تو مجھے وہاں ایک فرشتہ دکھائی دیا کہ اس سے پیشتر میں نے اسے آسمان پر نہایت اعزاز و اکرام میں دیکھا تھا وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا ہوتا تھا۔ ستر ہزار فرشتے اس کے گرداگرد رہتے اور اس کی خدمت میں صف بستہ ہوتے۔ اس فرشتے سے سانس نکلتا تو اللہ تعالیٰ اس سانس کے بدلے ایک فرشتہ تخلیق فرماتا۔ آج جب میں نے اسے وادی کوہ قاف میں سرگرداں خستہ حال شکستہ بال روتے دھوتے دیکھا تو اس کا حال پوچھا تو کہنے لگا کہ شب معراج کو میں اپنے تخت پر بیٹھا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گذر ہوا تو میں نے حضور کی تعظیم و تکریم کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو میرا یہ تکبر پسند نہ آیا تو مجھے اس ذلت و نامرادی میں پھینک دیا گیا۔ اوج افلاک سے خاک کی پستی پر گرا دیا گیا۔ جبرائیل خدا کے لئے تم میرے لئے شفاعت کرو۔ بارگاہ الٰہی سے میرے گناہ کی معافی حاصل کرو تاکہ میں اسی مقام پر مامور ہو جاؤں یا رسول اللہ میں نے بارگاہ رب العزت میں اس فرشتے کی معافی کی درخواست کی نہایت آہ و زاری سے شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرائیل اس فرشتے کو بتا دو کہ اگر وہ کسی قسم کی رعایت چاہتا ہے تو میرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے تاکہ اسے پہلی سعادت اور فضیلت حاصل ہو جائے یا رسول اللہ اس فرشتے نے یہ سنتے ہی آپ کی ذات با برکات پر درود لامحدود بھیجنا شروع کیا تھا کہ میرے دیکھتے دیکھتے اس کے بال و پر نمودار ہوئے۔ سطح خاک سے اٹھا اور آسمان کی بلندیوں پر جا پہنچا اور اپنی مسندِ اعزاز و اکرام پر براجمان ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر درود پاک ہی ذریعہ نجات

اور باعث اعزاز و اکرام ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

گر شرع محمدی نوائے تو بود ہر لحظہ درود او نوائے تو بود
امروز درود احمدی گو کہ ترا فردا چمن جنان سرائے تو بود

اللطیفۃ الاخریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی حکمت امتیوں کے لئے یہ تھی اور اس میں علمائے کرام نے بڑے نفیس اور لطیف نکتے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ اس طرح حضور کے حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ اس طرح حضور کا حق شفاعت مسلمانوں پر مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس بات کا اشارہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

ریاض الانس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو شفیع امت بنایا ہے۔ قیامت کے دن آپ امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ آج اس عالم آخرت کی شفاعت کے حصول کیلئے دنیا میں آپ کی امت درود پاک پڑھ کر اس شفاعت کا حق ادا کرتی ہے درود پاک کی قبولیت روز قیامت کی شفاعت کا حق بیعانہ ہے۔ جو بارگاہ رب العزت میں جمع رہے گا۔

اللطیفۃ الاخریٰ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسرار التنزیل میں لکھتے ہیں کہ حضور پر درود پڑھنے کے لئے حکم فرمانے میں حکمت یہ ہے تاکہ روح انسانی اپنے جبلی ضعف کی وجہ سے انوار تجلی الٰہی کے قبول کرنے کی استعداد حاصل کرے لیکن جس وقت یہ فیضان حاصل کرنے کا تعلق اپنے اور انبیاء کرام کے ارواح کے درمیان مضبوط ہو جاتا ہے تو عالم غیب سے فیضان کے انوار وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں جس طرح آفتاب کی کرنیں مکان کے روشن دان سے اندر جھانکتی ہیں تو مکان کی دیواریں اور فرش نور روشن نہیں ہوتے، ہاں اگر اس مکان کے اندر پانی کا طشت یا ایک آئینہ رکھ دیا جائے تو روشندان سے آئی ہوئی یہ آفتابی کرنیں اس پر پڑنی شروع ہو جائیں تو اس کے عکس سے چھت اور در و دیوار چمک اٹھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ارواح جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح منور کی خصوصیت ہوتی ہے جبلت صافی ہیں تو پوری قبولیت حاصل

کر لیتی ہیں۔ امت کے ارواح اپنی جبلت اور ضعف کی وجہ سے ظلمت آباد میں پڑے ہوتے ہیں وہ حضور کے آفتاب سے روشن تر روح کے انوار کے ان ذرات سے فائدہ حاصل کر کے اپنے اندر استعداد پا لیتے ہیں۔ یہ استفادہ صرف درود پاک کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اولی الناس فی یوم القیٰمۃ اکثرھم علی صلوٰۃ۔

اللطیفۃ الاخریٰ: اے درویش اللہ تعالیٰ تجھے اپنے حبیب پاک پر درود پڑھنے کا حکم فرماتا ہے تو اس بات کا شکر ادا کر کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے حبیب کی امت میں رکھا ہے پھر اپنے حبیب کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی تمہارے لئے دعا و شفاعت فرمائیں۔ اگر آج تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کو یاد نہ کیا اور اپنے شکر گذاری کو نظر انداز کرتا رہا تو کل قیامت کے دن حضور کی نگاہ رحمت بھی تجھے نظر انداز کر دے گی۔

اللطیفۃ الاخریٰ: جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر دولت عطا فرمائی ہے اور جس سعادت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے کیا اس خوانِ کرم سے ہمیں بھی کوئی توشہ ملے گا؟ کیا اس خرمن فیضان سے ہمیں بھی ایک خوشہ نصیب ہوگا۔ اس فیضان و کرم سے ہمیں کس قدر فائدہ ہوگا۔ اور ہمیں کتنا حصہ ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے اس سوال کے جواب میں خاموش رہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت نازل ہوئی ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر رحمت الٰہی سے حصہ ملا ہے اس واقعہ کی تفصیل کے لئے آپ اس آیۃ کریمہ کو سامنے رکھیں لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طفیل اگلوں اور پچھلوں کے معاف کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس خوشخبری سے بے پناہ خوش ہوئے اور کہنے لگے ھنیئًا لَکَ یارسول اللہ یہ نعمت خوشگوار ہم مفلس اور مشتاقانِ دید کے لئے انعام کی گئی ہے۔ شراب محمدی سے ایک گھونٹ ان تشنگانِ بادہ محبت کو بھی ملا ہے۔ پھر آیت ہوئی اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

(اللہ نے تمام گناہ معاف کر دیئے) پھر آیت کریمہ آئی وَیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا
نازل ہوئی، امت محمدیہ کے مشتاقانِ دید نے اس گفتار کے نوالہ سے اپنی زبان کو محظوظ کیا اور
ھنیئاً لک ، پکارا ٹھے۔

تو بر کنار نشستہ خوش بیراب زسوز جان جگر تشنگان تراچہ خبر

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اس کلام کی چاشنی کو کام و دہن سوختہ جانوں میں عطا فرمایا۔
وَلَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط پھر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ سے انعامات اور
اور شرح الصدر کی نعمتیں نازل ہوئیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ تو امت کے دردمندوں
نے نہایت حسرت اور تنگ دلی سے کہا۔ ھَنِیْئًا لَكَ یارسول الله پھر ان شکستہ
دلوں کو اپنے انعام و اکرام سے نوازا گیا اور آیۃ کریمہ نازل ہوئی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ تو اس طرح ان زخمی دلوں پر مرہم
تسکین رکھ دی گئی۔

اللطیفۃ الاخریٰ : اے درویش جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر درود پاک
بھیجا تو اپنے بندوں کو فراموش نہیں کیا۔ ان غلاموں کو بھی اپنے درود سے نوازا اور اس
دار دنیا میں وافر حصہ عطا ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ جس وقت
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ذکر آیا تو حضور کے تابعداروں کو بھی اپنی رحمت
سے مشرف فرمایا۔ دنیا میں انہیں یاد فرمایا قیامت میں انہیں اپنی رحمت کا امیدوار بنایا اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں شفاعت سے سرفراز فرمایا۔

اللطیفۃ الاخریٰ : کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنے کی آیت
نازل ہوئی، صحابہ کرام نے دریافت فرمایا۔ یارسول اللہ آپ کی بارگاہ میں درود سلام
پیش کرنے کی کیفیت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ درود بھیجا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
علیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کما صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وعلیٰ آل ابراہیم
اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ " وَبَارِكْ عَلٰى محمد وعلیٰ اٰلِ محمدٍ کما بارکت
عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وعلیٰ آلِ اِبْرَاهِیْمَ انک حمید مجید"۔

اس درود پاک میں دو حکمتیں ذہن نشین کرنی چاہئیں۔ پہلے یہ بات معلوم کونا ضروری ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک اللہ کی طرف نسبت سے بھیجا جا رہا ہے۔ اللّٰہم صلّ علیٰ محمد۔ اے اللہ اپنے محمدؐ پر درود بھیج۔ کیونکہ غلام کے درود کی وہ قدر و منزلت نہیں ہے کہ اسے بارگاہِ محبوب کبریا میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ عرض کی جاتی ہے کہ اے اللہ۔ تو اپنے شایانِ شان اور اپنے محبوب کے رتبہ کے مطابق درود پاک بھیج۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ جب ہم فانی اپنی طرف سے کوئی چیز پیش کریں گے تو ابدی اور درجات سرمدی کے مستحق نہیں ہو سکیں گے۔ جب درود پاک کو اللہ تعالیٰ کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے تو صلوٰت ابدی عطیات سرمدی کی مستحق ہوتی ہے اس کی مثال یوں ذہن میں رکھی جائے۔ فانی بندوں کی حمد و صلوات بھی ناقص ہوتی ہے یہ اس کی بارگاہ عالیہ کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف ازل سے اُسے قدیم اور لافانی بنا دیتا ہے۔ جس وقت ہم الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں تو اس وقت بھی تمام تعریفوں کی نسبت اس قدیم ذات خداوندی سے کر دی جاتی ہے اسے آستانہ قدیم کے لائق بنا دیا جاتا ہے۔ تاکہ اسے قبولیت کا درجہ نصیب ہو۔ اسی طرح ایک بندۂ ضعیف کی صلوٰۃ ناقص اور نارسا ہوتی ہے وہ بارگاہ رسالت میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکتی جو بارگاہ خداوندی سے آئی ہوئی حاصل کرتی ہے۔ اس طرح ہم اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درود پاک کو مخصوص کرنے میں یہ حکمت ہے کہ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی سے حضور کی امت کے لئے کلماتِ خیر حاصل کئے اور دعا مانگی وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا۔ اس طرح ملت محمدیہ کو ذکرِ خیر پدر امت کے لئے بھی حکم دے دیا۔

اس مقام پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا وہ نکتہ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ جس سے آپ کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا۔ ابراہیم تم چاہتے ہو کہ میرے حبیبؐ کی امت تمہارے ذکر خیر سے اپنی زبانوں کو مشرف کرتی رہا کرے اور میں عرشِ اعلیٰ سے بھی اوپر اس ذکرِ خیر میں شریک رہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ تیری عنایت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمام امت محمدیہ کو حضرت

ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجنے پر مامور فرمادیا۔

تاج المذکرین میں لکھا ہے جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کعبۃ اللہ کو حضور کی امت کا قبلہ بنانا تھا تو اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمہارے قبلہ بنانے والے کا شکرانہ یہ ہے کہ تم اسے ہر نماز میں ہر صلوٰۃ میں یاد کیا کرو۔ یہ شکرانہ اور احسان بھی میری طرف سے ہو نہ کہ حضرت ابراہیم کی طرف سے!

تاج المذکرین میں ایک اور واقعہ درج ہے کہ لوگوں نے امام فخر الدین رازی سے دریافت کیا کہ اس بات میں کیا حکمت تھی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو درود پاک میں مخصوص فرمادیا۔ آپ نے جواب دیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ آپ کی اولاد میں سے سیدنا اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ سارہ اور ہاجرہ سلام اللہ علیہم اجمعین آمین کہتے جاتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواہش کا اظہار کیا کہ امت محمدیہ کے تمام مشائخ جب خانہ کعبہ کی زیارت کو آئیں تو دو نفل شکرانہ ادا کریں تو اللہ مجھے ان کا شفیع مقرر فرمانا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہتے تھے جو شخص حضور کی امت میں سے بوڑھا ہو کر خانہ کعبہ میں اگر تیری عبادت کرے گا تو اسے بخش۔ سب نے آمین کہا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام نے عرض کی، اے اللہ حضور کی امت کا جو نوجوان تیرے اس گھر میں اگر تیری عبادت کرے تو اسے بخش لے۔ سب نے کہا آمین! سارہ نے امت محمدیہ کی عورتوں اور ہاجرہ نے حضور کی امت کی کنیزوں کے لئے دعا کی کہ جب وہ کعبۃ اللہ کی زیارت کو آئیں اور اس میں عبادت کریں تو اللہ انہیں بخش لے۔ سب نے کہا آمین۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اے میرے نبی میرے ابراہیم اور اس کی آل نے تیری امت کو اس وقت فراموش نہیں کیا تو تیری امت کا ہر فرد جب میری عبادت کرے تو ان کو خیر و برکت سے یاد کر لیا کرے اور نماز کے آخر میں حصہ میں جو اجابت کا وقت ہوتا ہے ان پر درود پاک بھیجا کرے تاکہ ان کے احسانات کا بدلہ دیا جاسکے۔

اس مقام پر ایک دقیق نکتہ پیش کرتے ہیں جو دل و جان سے بھی عزیز اور لطیف ہے اگر ان ان بزرگوں کی دعائیں امت رسول کے نوجوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور کنیزوں کے لئے نہ ہوتیں اور بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوتیں تو ان کے مکافات کے لئے امت محمدیہ کو حکم نہ دیا جاتا کہ تم

احسان کے بدلے میں درود پاک میں یاد رکھو، شریعت میں یہ ایک اصولی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو کوئی چیز عطا کرے تو اگر وہ چاہے کہ اپنا ہبہ واپس لے۔ لیکن جسے یہ ہبہ دیا گیا ہے اگر وہ اس چیز کے بدلے میں کوئی چیز دے دے تو رجوع کرنے یا اپنی چیز واپس لینے کا اسے اختیار نہیں رہتا خواہ پہلی چیز کتنی ہی قیمتی اعلیٰ اور برتر ہو۔ یہی بات عطائے ایمان الٰہی کے معاملے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دولت ایمان سے نوازا جس کی مثال اور قیمت نہیں ملتی۔ مومنوں نے صرف اعمال صالحہ پیش کئے ہیں جو ایمان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ قَلِیْلاً کَانَ اَوْ کَثِیْراً ان اعمال صالحہ کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالیٰ دولتِ ایمان سے محروم نہیں فرماتا بلکہ اعمال صالحہ سے دولت ایمان میں اضافہ فرماتا ہے۔

اللطیفۃ الاخریٰ: بندوں سے ایک بار درود پاک اور اللہ کی طرف سے دس بار رحمت کے نزول میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کریم سے بندوں کی نسبت زیادہ محبت ہے وہ اپنے حبیب پر ایک بار درود پاک کے جواب میں دس بار رحمت کا نزول فرماتا ہے، تاکہ مکافات کا یہ سلسلہ حوصلہ افزا ہو۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" بعض علماء نے اس میں ایک اور حکمت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ایک نیکی کے جواب میں دس نیکیاں ہیں تو درود پاک سے بڑھ کر کونسی نیکی ہو سکتی ہے۔ اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے دس نیکیاں دس رحمتیں نازل فرمائی ہیں، پھر یہ سلسلہ صرف دس پر ہی اختتام پذیر نہیں ہوتا۔ ایک نیکی کی دس نیکیاں اور اس کی مثال بھی عزیز نیکیاں ہوں گی مثلاً ایک دن روزہ رکھا جائے تو اس کا ثواب دس روزوں کا سا ہوگا۔ پھر اسی دوران پانچ وقتی نماز کا ثواب پچاس وقتی نماز ہوا اور پھر اس جیسی پنج وقتی نماز بھی ثواب میں داخل ہو گی اب ایک بندہ کے درود کو اللہ تعالیٰ کے درود سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک بار درود پڑھنا ہمارے لاکھوں درودوں سے بھی برتر و بالا ہے۔ اسی دلیل سے اس درود پاک کی فضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، پھر دوسری عبادات پر بھی اسی قسم کا ثواب دیا جائے گا یہ درجات نماز و روزہ اور دیگر عبادات سے مختص ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی ذات تو ان تمام ثوابات اور طلب ثوابات کے تصور سے منزہ ہے اسکے ہاں اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود نامحدود کا بھیجنا تو حد و حساب سے باہر ہے۔ اسی لئے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔

اللطیفۃ الاخریٰ ولید مغیرہ نے حضور کے خلاف ایک بار مذمت کی حضور علیہ السلام کو ایک بار ساحر (جادوگر) کہا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ اللہ تعالیٰ نے اس کی قرآن پاک میں دس بار مذمت فرمائی وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ چونکہ دشمن کے منہ سے حبیب کی مذمت نکلی تھی اس کے بدلے میں دس بار مذمت کیگئی اسی طرح جب کوئی دوست اس کے حبیب کی ایک بار تعریف کرتا ہے تو اس کے جواب میں دس بار تعریف کرنا تعجب کی بات نہیں۔

اللطیفۃ الاخریٰ اللہ تعالیٰ کو دس چیزیں نہایت ہی پسندیدہ ہیں۔ ان دس چیزوں کو پہلے اس نے خود اختیار کیا پھر اپنے بندوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اپنی تعریف خود کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پھر اپنے بندوں کو تعریف کرنے کا حکم دیا۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ

شکر: پہلے اپنے آپ کو شاکر کہا وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ط پھر اپنے بندوں کو شکر ادا کرنے کا حکم دیا وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ ط

توحید: پہلے اپنے آپ کو واحد کہا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پھر اپنے بندوں کو اپنی توحید کا قائل کیا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ط

علم: پہلے اپنے آپ کو عالم کہا عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ پھر آپ ہی فرمایا كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ۔

احسان: پہلے خود احسان کا اظہار فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ط پھر اپنے بندوں کو احسان کرنے کا حکم دیا۔ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ط

عفو: پہلے گناہ کو معاف کرنے کا اعلان فرمایا۔ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اس کے بعد اپنے بندوں کو معاف کرنے کا حکم دیا وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط

سخن نیکوئی: پہلے خود اچھے الفاظ کا اظہار فرمایا: وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا

پھر اپنے بندوں کو کلام حسن ادا کرنے کا حکم دیا قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ؕ

عدل: عدل کو پسند فرمایا، اور اپنی ذات کو عدل کنندہ بیان فرمایا۔ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ پھر اپنے بندوں کو فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ

کلمۂ شہادت: پہلے خود کلمہ شہادت ادا فرمایا شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ پھر فرمایا: فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھو

درود پاک: پہلے اپنے حبیب لبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خود درود پڑھا۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ پھر اپنے بندوں کو درود سلام پڑھنے کا حکم دیا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؕ

اللطیفۃ الاخریٰ: ریاض الانس میں لکھا ہے جو شخص حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پاک پڑھتا ہے۔ اسے ان عطیات سے نوازا جاتا ہے۔ اوّل صلوٰۃ ملک غفار جل جلالہٗ۔ دوم شفاعت نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوم اقتدا ملائکہ اخیار علیہم السلام۔ چہارم: مخالفت منافقین و کفار۔ پنجم محو خطیات۔ ششم قضائے حاجات۔ ہفتم ظواہر و اسرار کو منور کرنا۔ ہشتم دوزخ سے نجات۔ نہم جنت میں داخلے کی اجازت۔ دہم سلام و دیدار حضرت پروردگار جل جلالہٗ

اللطیفۃ الاخریٰ: بعض ارباب اشارات نے بیان کیا ہے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ میں کاف سے کنایۃ الحبیب المجیب مراد ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کہا ہے مراد ہدایۃ الحبیب للحبیب ہے وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ؕ یا سے مراد تائید الحبیب للحبیب ہے۔ وَاَیَّدَکُمْ بِنَصْرِہٖ عین سے مراد عصمۃ الحبیب للحبیب ہے وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور صاد سے مراد صلوٰۃ الحبیب للحبیب ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ

اللطیفۃ الاخریٰ زہرۃ الریاض میں آتا ہے کہ درود پڑھنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین خلعتیں عطا ہوتی ہیں۔ صلوات[1]۔ سلام[2] اور رحمت[3]۔ صلوات اس کے قول ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ اور سلام اس کے قول سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْم

اور رحمت اس کے قول وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا کے مطابق میسر ہوتی ہے۔ اسی طرح بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تین خلعتیں ملتی ہیں۔ صلوٰۃ، سلام اور استغفار وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یہ درود مومن کو سکون قلب کی دولت عطا کرتا ہے۔
إِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ رحمت کی بشارت نصیب ہوتی ہے اور وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سے مسلمانوں کے لئے مغفرت کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ ملائکہ سے بھی تین خلعتیں تقسیم ہوتی ہیں صلوٰت، سلام وحفظ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ سے صلوٰت اور يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ سے سلام اور مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ سے حفظ وایمان نصیب ہوتا ہے۔

اللطیفۃ الاخریٰ ریاض الحسن میں درج ہے۔ صلوٰت ذکر الٰہی سے بھی اعلیٰ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ذکر خداوندی کے بارے میں فرمایا گیا وہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا لیکن درود پاک کے معاملہ میں فرمایا کہ تم ایک بار درود پڑھو میں دس بار درود پڑھوں گا یعنی اگر تم میری حمد وثنا کروگے تو میں بھی تمہاری ایک بار حمد وثنا کروں گا لیکن اگر تم میرے حبیبؐ کی حمد وثنا (درود) کروگے تو میں تمہاری دس بار حمد وثنا کروں گا کیونکہ محبوب کا نام مبارک محب کے پاس لینا اور اس کے اوصاف بیان کرنا۔ نعت وثنا پڑھنا۔ درود بھیجنا مراتب میں کہیں زیادہ ہے اس بات سے کہ خود اسکی ذات کی تعریف کی جائے کیونکہ محبوب کی تعریف محب کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہوا کرتی ہے اور اس کی تعریف کے اہتمام سے محب کو زیادہ راحت ہوتی ہے۔

مرا در تن بجائے جان تو باشی   زجان خوشتر چہ باشد آن تو باشی
طفیل تست جان اندر تن من   فدایت سازم ار جاناں تو باشی
بسے دردست از غم در دلم لیک   چہ غم دارم اگر درمان تو باشی
زفرمانت تجاوز چون توان کرد
چو اندر شہر دل سلطان تو باشی

فضائلِ درودِ پاک میں دسؔ واقعات

واقعہ اوّل: تنبیہہ الغافلین میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں طواف کعبہ میں مشغول تھا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اس وقت تک زمین سے قدم نہیں اٹھاتا تھا جب تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھ لیتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم اللہ کی حمد و ثنا کی بجائے اس کے نبی پر درود و سلام بھیج رہے ہو حالانکہ ہر ورد کے لئے اپنا اپنا مقام مقرر ہے۔ اس نے پوچھا کہ اے عزیز تم کون ہو! میں نے بتایا کہ میں سفیان ثوری ہوں وہ کہنے لگا اگر تم بیگانے ہوتے تو تمہیں میں کبھی یہ راز افشا نہ کرتا مگر تم اپنے ہو اس لئے میں تمہیں بتا دوں کہ میں اور میرا والد اپنے گھر سے حج کعبۃ اللہ کے لئے نکلے راستے میں میرا والد بیمار ہو گیا۔ میں نے اس کا علاج معالجہ کرایا اور اس کی جان بچانے کے لئے دوڑ دھوپ کی مگر کوئی علاج مفید ثابت نہ ہوا اور میرا والد فوت ہو گیا۔ میں نے اس کی موت کے بعد دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے آنکھیں نیلی اور سر خنزیر کے سر کی طرح ہو گیا ہے۔ مجھے اس صورتِ حال سے بڑی ہی تکلیف ہوئی۔ میں نے سوچا کہ میرا باپ منافق تھا اور اپنے نفاق کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے باپ کے چہرے کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا اور بڑا غمزدہ رات کو سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت میں نے زندگی بھر دوسرا نہیں دیکھا تھا۔ اس سے اتنی مہک آ رہی تھی کہ اس سے اچھی خوشبو ساری زندگی میسر نہ آئی تھی۔ اس کے لباس سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ لباس میری نظر سے نہیں گذرا تھا وہ شخص بڑے وقار اور متانت سے میرے پاس آیا اور میرے باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر پھیرا۔ اس کی سیاہی نور سے تبدیل ہو گئی اور میں نے اسے دیکھا تو میرا غم خوشی سے بدل گیا۔ اس کی آنکھوں سے نیلاہٹ ختم ہو گئی۔ اس کا سر اپنی صحیح حالت میں آ گیا۔ جب وہ مبارک شخص میرے والد کے سرہانے سے ہٹنے لگا میں نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ اے اللہ کے بندے! تم کون ہو اور میرے والد اور میرے حق میں یہ احسان کس نیکی کے بدلے دے رہے ہو اور اس سفر میں مجھے اس رنج و غم سے

نجات دے رہے ہو۔ اس شخص نے مجھے شفقت سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ تم مجھے نہیں پہچانتے؛ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف صاحب القرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تیرا والد گناہ و فجور میں مبتلا تھا اور پھر گستاخ اور مغرور بھی تھا لیکن ان تمام بدعادات کے باوجود یہ میرے لئے درود پاک بہت پڑھا کرتا تھا۔ میں نے جب تمہارے باپ کو اس مصیبت میں گرفتار پایا اور اس کی فریاد کو سنتے ہی میں پہنچا اور اسے اس عذاب سے نجات دلائی۔

ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ جب اس شخص کو عذاب کے فرشتے گھیر لیں گے وہ ملائکہ جو صرف درود پاک پر ہی موکل ہیں نازل ہوں گے وہ مجھے اس گنہگار کے حال سے آگاہ کریں گے۔ میں آؤں گا اور اسے اس پریشانی سے نجات دلاؤں گا۔

چنانچہ میں یہ خواب دیکھنے کے بعد اٹھا اور اپنے والد کے سرہانے آ کھڑا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی پتھرائی ہوئی سفید آنکھیں صحیح ہو گئی ہیں۔ اس کا سر اب انسانوں کے سر کی طرح ہے۔ اس دن سے لے کر آج تک میری زبان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود جاری ہے اور تا زندگی رہے گا۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی امید ہے اور اسی شفاعت سے ہی مجھے نجات ملے گی حضرت سفیان نے یہ واقعہ سن کر کہا تم صحیح کہتے ہو اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ اس واقعہ کو امت رسول کو سنائیں اپنی کتابوں میں لکھیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درود پاک کی برکت سے دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پا لیں۔

درود میں کوتاہی کرنے والے کا معاملہ : ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنے میں کوتاہی اور سستی کیا کرتا تھا۔ اور وہ اپنی ساری نیکیوں اور تقویٰ کے باوجود اہتمام سے درود پاک نہیں پڑھتا تھا۔ ایک رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی مگر حضور نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی وہ بار بار حضور کے سامنے آتا اور نزدیک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر آپ ہر بار اس سے منہ پھیر لیتے۔ آخر اس بیچارے نے چلا کر کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں! تو اس نے عرض کی پھر آپ مجھ پر التفات کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو تجھے پہچانتا ہی نہیں، التفات کیسے کروں۔ اس نے عرض کی، یا رسول اللہ۔ میں تو آپ کی امت کا ایک فرد ہوں اور میں نے علمائے کرام سے سنا ہے کہ آپ اپنی امت کو اپنے بیٹوں

سے بھی عزیز رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بات تو یہی ہے مگر تم مجھے درود کا تحفہ نہیں بھیجتے میرا التفات تو اس امتی پر خاص ہوتا ہے جو مجھے درود میں یاد کرتا ہے وہ شخص بیدار ہُوا اس دن سے ہر روز سو بار درود پڑھا کرتا۔ اسے ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔ اب میں تمہیں پہچانتا ہوں اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت کا ضامن ہوں لیکن یاد رکھو اب درود کو ترک نہ کرنا۔

ابوالحسن کیسائی کا واقعہ : حضور کی امت کے ایک زاہد پر پانچسو درہم قرض تھا مگر اس کے حالات ایسے تھے کہ قرضہ ادا نہیں کر سکتا تھا اس نے حضور کو خواب میں دیکھا تو اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا تم ابوالحسن کیسائی کے پاس جاؤ اور میری طرف سے کہو کہ وہ تمہیں پانچسو روپے دے، وہ نیشاپور میں ایک سخی مرد ہے۔ ہر سال دس ہزار غربا کو کپڑے پہناتا ہے اگر وہ کوئی نشانی طلب کرے تو کہنا کہ تم ہر روز حضور کی بارگاہ میں سو بار درود کا تحفہ بھیجتے ہو۔ مگر کل تم نے یہ تحفہ نہیں بھیجا اور درود نہیں پڑھا۔ اس درویش نے ابوالحسن کیسائی کے پاس جاکر اپنا حال زار بیان کیا اور حضور کا پیغام بھی دیا مگر ابوالحسن نے اس کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ پھر اس نے پوچھا تمہارے پاس اس واقعہ کی نشانی ہے، درویش نے بتایا ہاں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور یہ نشانی دی ہے۔ ابوالحسن یہ سنتے ہی تخت سے زمین پر گر پڑا اور اللہ کے دربار میں سجدہ شکرانہ ادا کیا اور کہا اے درویش یہ میرے اور خدا کے درمیان ایک راز تھا کوئی دوسرا اس سے واقف نہ تھا۔ واقعی کل رات میں درود پاک کی دولت سے محروم رہا۔ ابوالحسن نے حکم دیا کہ اس درویش کو دو ہزار پانچ سو درہم دے دیئے جائیں۔ پھر عرض کی کہ ہزار درہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام و بشارت لانے کا شکرانہ ہے۔ ہزار درہم یہاں قدم رنجہ فرمانے کا شکرانہ ہے اور پانچسو درہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اس نے مزید کہا کہ جب بھی آپ کو کوئی ضرورت درپیش ہو میرے پاس چلے آؤ۔

امام حسن عسکری کا واقعہ : زہرۃ الریاض میں ہے کہ امام حسن عسکری کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا یا امام! میری ایک نوجوان لڑکی تھی جس کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی

موت نے میری زندگی پریشان کر دی ہے۔ اس کے فراق میں میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے اور مجھے کسی طرح چین نصیب نہیں۔ مجھے کوئی ایسی دعا یا وظیفہ بتا دیں جس سے مجھے اطمینان قلب نصیب ہو اور اپنی بیٹی کو خواب میں دیکھ سکوں۔ آپ نے اسے ایک درود پڑھنے کا کہا۔ اس نے پڑھا تو خواب میں بیٹی کو دیکھا مگر وہ اس وقت عذاب اور مصیبت میں گرفتار تھی۔ اس کے بدن پر سیاہ رنگ کے غلیظ کپڑے تھے۔ گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ عورت خواب دیکھ کر بڑی دہشت زدہ ہوئی۔ حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور رات کا خواب بیان کیا۔ امام بھی اس واقعہ سے بہت غمزدہ ہوئے۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت امام نے خواب میں ایک خوب صورت عورت کو دیکھا جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ باغ جناں میں سیر کر رہی ہے۔ اس کے سر پر سنہری تاج ہے اور مسرت و شادمانی سے چہرہ چمک رہا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر حضرت امام کو اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں اُس عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے آستانہ پر حاضر ہوئی تھی آپ نے اسے درود پاک پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔ حضرت امام نے فرمایا۔ تمہاری والدہ تو تمہارے متعلق بڑی غمگین اور پریشان تھی لیکن آج میں تمہیں جس حالت میں دیکھ رہا ہوں اس کا سبب کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ یا حضرت میری ماں نے واقعی مجھے عذاب میں دیکھا تھا لیکن ایک دن ہمارے قبرستان سے ایسے نیک انسان کا گذر ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتا تھا۔ اس نے ایک بار درود پاک پڑھا تو قبرستان کے پانچسو پچاس مردے جو عذاب میں مبتلا تھے ان کے متعلق اعلان کیا گیا ارفعوا العذاب عنهم ببركة ثواب صلوٰت هذا الرجل اس قبرستان کے مردوں سے اس انسان کے درود پاک کے ثواب کی برکت سے عذاب اٹھا لیا جائے "یہ میرے حبیب کی بارگاہ میں تحفہ درود بھیج رہا ہے۔

اے درویش! ایک اجنبی قبرستان سے گذرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے تو سارے قبرستان والوں سے عذاب اٹھا لیا جائے تو خدا کا بندہ جو اپنی زندگی کے پچاس یا ساٹھ سال از روئے صدق و صفا، دن رات آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے۔ اگر اسے عذاب آخرت اور بشارت شفاعت رسول میسر ہو جائے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔

امام حسن بصری کا واقعہ : روضتہ العلماء میں آیا ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعصمہ بن نوح بن مریم کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ پوچھا کس نیکی پر۔ انہوں نے بتایا میں جب کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو آپ کی ذات اقدس پر درود پڑھ لیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی برکت سے بخش دیا ہے۔

ایک کاتب کی بخشش : کوفہ میں ایک ایسا شخص تھا جو کتابت کیا کرتا تھا مگر اس کا ایک طریقہ تھا کہ کسی کی کتاب لکھتا۔ اگر اس میں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آجاتا تو اپنی طرف سے صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کر دیا کرتا اور زبان پر درود پاک لاتا۔ اس کی موت کے بعد لوگوں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ رہا۔ اس نے بتایا مجھے بخش دیا گیا اور بخشش کا سبب صرف یہی تھا کہ میں درود پاک حضور کے اسم مبارک کے ساتھ لکھ دیا کرتا تھا اور اس میں میں نے کبھی کوتاہی نہیں کی تھی۔

امام شافعی کا واقعہ : امام الائمہ کاشف الغم ابن عم النبی صلے اللہ علیہ وسلم شافعی مطلبی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا فرمایا کہ مجھے بخش دیا گیا۔ لوگوں نے پوچھا کون سا عمل تھا۔ آپ نے بتایا میں پانچ نمازوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا کرتا تھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ علےٰ محمد بعدد من صلے علیہ وصَلِّ علیٰ محمد بعدد من لم یصلِّ علیہ وصل علےٰ محمد کما تحب وترضیٰ ان یصلی علیہ وصل علیٰ محمد کما امرتنا بالصلوٰۃ علیہ وصلِّ علیٰ محمّد کما ینبغی الصلوٰۃ علیہ ط

حضرت شبلی کا تحفہ درود : محمد بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دفعہ میں احمد بن موسیٰ بن مجاہد مقری کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ احمد بن موسیٰ ادباً اٹھے اور شبلی سے بغلگیر ہوئے اور آپ کے دو ابروؤں کو چوما۔ میں نے پوچھا حضرت لوگ شبلی کو دیوانہ مجذوب اور مجنون کہتے ہیں مگر آپ تو اسے بڑے اعزاز سے چوم رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میں تو وہ بات کر رہا ہوں جسے میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ شبلی مجلس میں آئے حضور اٹھے شبلی کو بغل میں لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے حضور سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبلی سے یہ حسن سلوک کیوں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا شبلی ہر روز نماز کے بعد یہ آیت پڑھا کرتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ الرَّحِيْم فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اس آیت کے بعد وہ مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو اس سے میں ایسا سلوک کیوں نہ کروں۔

کتابت میں درود پاک کا صلہ: عیسیٰ بن عباد دینپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے ابوالفضل کندی کو بعد از وفات خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی خاص رحمت فرمائی اور میرا بڑا احترام کیا۔ میرے گناہوں اور لغزشوں کو معاف کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس عمل کے بدلے ایسا ہوا اس نے بتایا کہ میری دو انگلیوں کے بدلے، لوگوں نے کہا، یہ کیسے؟ اس نے بتایا کہ میں ان دو انگلیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک ہی لکھتا رہا ہوں۔

طوفان سے نجات: اسلاف میں ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ہم لوگ ایک کشتی میں بیٹھے سمندر سے گذر رہے تھے۔ ایک طرف سے طوفان اٹھا اور ہماری کشتی طوفان میں پھنس گئی کشتی میں سوار لوگ اپنی زندگیوں سے مایوس ہو گئے اور ایک دوسرے کو الوداعی سلام کہنے کہنے لگے۔ اس حالت میں مجھ پر غنودگی سی چھا گئی اور میں نے دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دے رہے ہیں کہ کشتی والوں کو کہو کہ یہ درود پاک ایک ہزار بار پڑھیں۔ ابھی ہم لوگوں نے تین سو بار ہی درود پڑھا تھا کہ طوفان تھم گیا۔ ہوا نرم نرم چلنے لگی اور ہم لوگوں کو نجات ملی ہے وہ درود پاک یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا مِنْ جميع الحاجات وتطهرنا بها من جميع السيّات وترفعنا بها عندك على الدرجات وتبلغنا بها اقصى الغايات من جميع الخيرات فى الحيوة وبعد الممات انك على كل شئ قدير

دُرُودِ پاک کے ادا کرنے کے خصوصی مقامات

اوّل : نماز میں بعد از تشہد آخرین قعدہ میں ۔حضرت امام شافعی کے نزدیک قعدۂ اول میں بھی پڑھنا مستحب ہے مگر آخر قعدہ میں واجب ہے ۔

دوم : دعا کے ساتھ درود پڑھنا ضروری ہے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دعائیں آسمانوں کی طرف پرواز کرتی ہیں جس دعا کے ساتھ درود پاک کے پَر ہوں گے وہ بارگاہ الٰہی میں پہنچے گی ۔حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری نمازیں اور دعائیں زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہیں لیکن جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے تو وہ بارگاہ الٰہی میں اجابت حاصل کرتی ہیں ۔

سوم : مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پاک پڑھنا لازم ہے ۔

چہارم : اذان سے فارغ ہو کر درود پڑھنا ضروری ہے ۔

پنجم : حضور کا اسم مبارک سن کر درود پڑھنا واجب ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

ششم : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لکھتے وقت درود لکھنا ضروری ہے ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے نام کے ساتھ ایک بار درود لکھے گا فرشتے اس کے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں ۔جب تک اس کتاب میں یہ درود لکھا رہے گا فرشتے دعائے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں ۔علماء کرام کا طریقہ یہ ہے کہ صلوٰۃ و سلام دونوں چیزیں لکھتے ہیں اور صرف ایک چیز لکھنا مکروہ سمجھتے ہیں ۔ایک اور روایت میں ہے کہ مختصر نویسی نہ کرے (یعنی رمزاً درود پاک نہ لکھے جس طرح صلّ ۔صلعم یا ﷺ) بلکہ صریح اور پورے الفاظ میں لکھے ۔علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھنا چاہیئے یا صلوات اللہ وسلامہ علیہ لکھے

ہفتم : جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا ضروری ہے جو شخص اس دن اسّی بار درود پاک پڑھے گا اس کے اسّی سالہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۔بعض بزرگان اسلاف نے یہ درود لکھا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر فرمایا ،

جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے بائیس سالہ گناہ بخش دیگا
جو شخص جمعہ کے دن ہزار بار درود پاک پڑھے گا وہ اس وقت تک مرے گا نہیں جب تک اسے بہشت کی ضمانت نہ مل جائے۔ ایک اور حدیث میں ہے جو شخص ہر جمعہ کو مجھ پر سو بار درود پاک پڑھے گا قیامت کے دن اس کے ساتھ ایک نور ہوگا وہ نور اگر اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں تقسیم کر دیا جائے تو وہ کافی ہوگا۔ ایک اور حدیث پاک میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز اسی بار درود پاک پڑھے گا اس کے اسی سالہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ھشتم: مصافحہ کے وقت درود پاک پڑھنا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہوتا ہے۔

نہم: شعبان کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھنا دوسرے مہینوں میں دس بار درود پڑھنے کے برابر ہے۔

دھم: اپنے گناہوں کی یاد کے وقت درود پاک ضرور پڑھے اور گناہوں کے ارتکاب سے پشیمان ہو اور اسی وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ اس کے بعد حضور کے روح پر فتوح صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے۔ اس کے گناہ اس کلمہ اور درود پاک کی برکات سے معاف ہو جائیں گے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے گناہوں کو ایسے دھویا جاتا ہے جیسے پانی سے تختی پر سیاہی کے لکھے ہوئے الفاظ دھل جاتے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں کوئی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے بہتر نہیں ہے اور آپ پر درود پڑھنے سے آپ پر محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز ہمارے احوال و مال کی فکر میں رہا کرتے تھے۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ اس ذات والاصفات پر نعت اور درود و سلام کے تحائف نثار کرتے رہا کریں۔ صلوٰۃ و سلام کو اپنی زبان پر رواں رکھیں وصلی اللہ علیٰ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین الطیبین الطاہرین وسلم تسلیماً ابداً دائماً کثیراً والحمد للہ وحدہٗ ۰

ترتیب حروف تہجّی پر سرورِ کائنات کی نعت

اے درویش! مندرجہ ذیل سطروں میں حروف تہجی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور نعت کو ذہن نشین کرلو!

(ا) یہ علامت ہے امن واماں کی۔ دوزخ کی آگ سے آزادی کی۔ جنت الفردوس میں آبادی کی۔ عرفان الہیٰ کی امیدواری کی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی کا فرمان ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی طرف اشارہ ہے۔

(ب) باغ جناں میں عارفوں کے لئے بقائے ابدی کی ضمانت ہے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَنَا اِلَیْکَ کا ذریعہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کی علامت ہے۔

(ت) یہ تجلی ہے دیدار پروردگار جل و علا کا۔ تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْھَا کی دلیل ہے۔ پھر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہنیت تمشیت ہے۔

(ث) ثواب بے حساب اور ثمن چمن جناں کا نشان ہے ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللہِ کی ضمانت ہے ثروت محمد رسول اللہ کی مظہر ہے۔

(ج) اہل جنوں کی آنکھوں کی چمک ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ مُّفَتَّحَۃً لَّھُمُ الْاَبْوَابُ کی بشارت ہے۔ جلال و جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے۔

(ح) حیات طیبہ کے لئے فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کا اظہار ہے۔ دار الحیوان میں وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ کی ترجمان ہے، پھر حمایت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے۔

(خ) خیریت امت کا نشان ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اور خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَ تُزَکِّیْھِمْ بِھَا سے مال کی عبادت مقصود ہے۔ یہ خدمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے۔

(د) یہ دین درست کی علامت ہے۔ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا پھر دال دولت ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی نصیب ہوتی ہے۔

(ذ) عارفانِ الٰہی کے ذوق وشوق کی علامت ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکا و فطانت کی علامت ہے۔

(ر) رحمت رب العالمین ہے رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا گناہگاران امت کے لئے بشارت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت کے رشحات کا ایک رشحہ ہے

(ز) رندانِ زندان کی زلت کی علامت ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ کی مظہر ہے۔ پھر زاری وشفاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔

(س) سلام بالتسلیم کی علامت ہے۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ سیادت باسعادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے۔

(ش) بزم شہود کا شاہد ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس سے مراد شہادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(ص) صفائی صدور عارفانِ الٰہی ہے۔ صیقل قلوب عاشقانِ خداوندی ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے فرمان کے مطابق صلوات وسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاہد عادل ہے۔

(ض) یہ انسانی خلقت اور نفسانی قویٰ کے ضعف کی علامت ہے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ کا مطلب قلت اجابت ہے۔ پھر ضیافت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے۔

(ط) اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ کی طیب (خوشبو) کی بشارت ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت طینت کی نشانی ہے۔

(ظ) یہ درگاہ خداوندی کے معتکفوں کے دلوں کے لشکر کی ظفر بے خطر (فتح) ہے گناہوں کے لشکروں پر۔ دوسری طرف ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی علامت ہے۔ ظل ظلیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت کی دلیل ہے۔

(ع) حجلہ عرفان میں عشرت عاشقاں ہے عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا علاقہ اور واسطہ ہے۔

(غ) وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کا نشان اور وَاللّٰهُ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ کی غنا کی دلیل ہے حضور علیہ السلام کی غیرت کی نشاندہی کرتی ہے۔

(ف) فوز و فلاح ان لوگوں کے لیے جو بارگاہ الٰہی میں آہ و تضرع کرتے ہیں فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ حضور کی فراست کی علامت ہے۔

(ق) عارفان الٰہی کے قلوب مکروب کے قرار کی علامت ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ قربت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کے ملازمین کا رتبہ ہے۔

(ک) کفایت الٰہی ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت کی نشانی ہے۔

(ل) لقائے خداوند عالم کی نعمت ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ حضور کے لطف و لینت کی بشارت ہے۔

(م) اللہ تعالیٰ کے احسان (منت بے منت) کا اظہار ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بحر بے کراں کا قطرہ ہے۔

(ن) نعمت خداوندی کا نوشش بے بنیش کا ہے اس کی نعمت اور نوازش کی علامت ہے نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ پھر حضور کے خوان پر احسان نبوت کا نمونہ ہے۔

(و) مشاہدات کی نعمت کا وجدان ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت اور برکت کی علامت ہے۔

(ہ) ہوائے ہویت جو خزینہ سلطان هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى ہی کی علامت ہے۔ پھر ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمان ہے۔

(لام الف) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا لامعہ (شعلہ) ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کی دلیل ہے اور لا الف لاحقیت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمان ہے۔

(ی) اہل تمکین کا یمین و یسار ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ کی بشارت معین مسکین

(مؤلف کتاب) کو ہے۔ اسی باکی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر یقین کامل ہے۔

* * *

قال السید الاجل عمدة الدین ابو علی الحسن الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

سلام کالطاف الاله المجدد
علی الصفحتی کالورد خد المورد
سلام کالحان العنادل شجرة
لدی الایقاع یسقی غلیلة الکبد
سلام کانفاس اذا کنت ناطقا
علی من تولی سوددا ای سودد
علی من تخطی قاب قوسین اذ علا
علی من به موسی ابن عمران مقتد
امام جمیع المسلمین مطهرا
له قدماه من دوام التهجد
علیك سلام الله یا دافع الردی
علی من به فزتم بجد مخلد
جزی الله عنا المصطفی ما استحقه

سلام کاخلاق النبی المؤید
سلام کظل جاء فی عین نرجس
یجاد بها سجع الحمام المغرد
سلام به فی لیلة القدر تنزل
بمدح رسول الله جدی وسیدی
علی من تلقی حکمة ای حکمة
وفاز بهم فی العلا متفرد
علی من له عین القلوب تنبهت
رسول اله العالمین محمد
ایا خاتما للرسل کنت نبینا
علیك سلام الله یا شافع الردی
وصلوا علی اصحابه انجم الهدی
وما الله یجزی جیدا غیر جید
ومن یعتصم بالانبیاء فقد هدی

سلام کمسك الصدغ یلهو به الصبا
معطر ما بین الجفون مسهد
سلام کماء بارد فی حرارة
الملائك والارواح فیها الی الغد
علی من تصدی منصبا ای منصب
علی من ترقی مصعدا ای مصعد
علی من له عیسی ابن مریم حاجب
فنام بعین الله فی خیر مرقد
ایا سید العباد یا من تورمت
وآدم ملقی بین طین وجلد
الا ایها الحجاج صلوا وسلموا
بایهم من یقتدی فهو مهتد
اتیت الی الرحمن معتصما به

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۞

تمت

تمت مقدمۃ الکتاب معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ بحمد اللہ وحسن توفیقہ ویتلوہ الرکن الاول من ھذا الکتاب حامدا ومصلیا ومسلما اللھم اغفر لکاتبہ ولقاریہ ولمن نظر فیہ بحق محمد وآلہ وصحبہ وسلم فی شھر رمضان ۱۳۲۳ھ

بید احقر العباد فقیر محمد عبد اللہ عفی عنہ والدیہ وحسن الیھما والیہ وارحم ؏

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

درین زمان برکت اقتران نسخهٔ دین و ایمان گنجینهٔ جواهر ایقان خزینهٔ لآلی اخلاق سید الانس والجان آئینهٔ مکارم حالات خاتم پیغمبران صحیفهٔ محاسن عادات سرور عالمیان علیه و علی آله افضل الصلوٰة والتحیة یعنی

معارج النبوّة
في
مدارج الفتوّة

مصنفهٔ علامهٔ جلیل فهامهٔ نبیل قدوة المحققین زبدة المدققین محدث کامل مفسر واصل صاحب حالات معنوی مولانا ملا معین کاشفی قدس سره بالحسن الاخروی

باهتمام قاضی عبد الکریم ابن المرحوم قاضی نور محمد صاحب

در مطبع نامی گرامی کریمی واقع بمبئی مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

رکنِ اوّل

تخلیق نورِ نبوی سے ولادت مصطفیٰ تک

نور کامل السرور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نبوی الاوّل ما خلق اللہ نوری صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

الطیبین الطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ وَعَلَیْہِ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اوّل ما خلق اللہ تعالیٰ نوری نور نبوی پر مشتمل ہے۔

نعت حضرت السادات اور سند السعادات شاہ اسرار قدم ماہ انوار حکم لطیفہ عارف علوم عرفان
صحیفہ رقوم احسان مُمہّد قواعد شریعت مشید مقاصد حقیقت مہندس مغارس بدائع مدرس مدارس
شرائع قافلہ سالار قوافل وجود سپہ سالار مشاہد شہود مقتدائے طوائف بشری گرہ کشائے سرا پردہ
سرائر قدری وہ سرور کہ بلبل عالی بیان ہزار داستان اپنی بلاغت نشان زبان سے بوستانِ
بلاغت در گلستان جلالت اس طرح زمزمہ خواں ہوتی ہے انی عند اللہ مکتوب خاتم
النبیین وان آدم منجدل فی طینتہ یعنی میں اُس وقت بھی منصب نبوّت پر فائز تھا
جب کہ جناب آدم (علیہ السلام) کے پتلہ کے لئے مٹی بھی حاصل نہ کی گئی تھی اور وہ طوطی شکر فشاں
فصاحت و بلاغت شعار اس نور اول کی ابتدا کے بارے میں کون و مکان کو ان الفاظ میں بشارت
دیتی ہے اوّل ما خلق اللہ نوری

آں دم کہ خانہ بر سر کوئے تو ساختم — آدم ہنوز محرم خلدِ بریں نبود
آں دم کہ بابِ امانت در آمدیم — جبریل در خزانہ رحمت امیں نبود

شیخ نظامی گنجوی فرماتے ہیں :-

اے ختم پیغمبران مرسل	حلوای پسین و ملح اوّل
نوبادۂ باغ اولین صلب	لشکر کش عہد آخرین حلب
ای خاک تو توتیائے بینش	روشن بتو چشم آفرینش
ای سیّد بارگاہِ کونین	نسابہ شہر قاب قوسین
ای صدر نشین ہر دو عالم	محراب زمین و آسمان ہم
ای شاہ مقربان درگاہ	بزم تو ورای ہفت خرگاہ
سرجوش خلاصۂ معانی	سرچشمہ آب زندگانی
خاک تو ادیم روی آدمؑ !	نورِ تو چراغ ملک عالم
سرخیل توئی و جملہ خیل اند	مقصود توئی ہمہ طفیل اند

ای کنیت و نام تو مؤید
ابوالقاسم و احمد و محمدؐ

باعث تخلیق عالم رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوّل ماخلق اللہ نوری وجود باری کے شاہد اوّل جن کی ذات مقدس نے مشاہدہ شہود اور جمال نمائی کے چہرہ سے نقاب کھینچی اس پہلی دلہن کی طرح جو خلوت خانہ بطون سے فضائے عالم میں ظہور پذیر ہوئی ہو یا یوں کہیں کہ کن فیکون کی پرکار سے پہلا نقطہ جو صفحہ وجود پر ثبت ہوا اور باغبان ایجاد نے باغستان ایجاد میں رشد و ہدایت کے طبق پر شتافان عرصہ کون و فساد کو جلوہ دکھایا وہ نور پر سرور سرور عالم باعث تخلیق عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

توئی کہ مطلع احسان مظہر جودی	کہ کن فکاں ز تو دارند نام موجودی
درین ضیافت ہستی بخوان جود و کرم	ہمہ طفیل تو اند و توئی کہ مقصودی
ہنوز آدم و عالم نبود نام و نشان	کہ در سراچہ وحدت جلیس حق بودی

یعنی ابھی خلقت آدم (علیہ السلام) کا غلغلہ گوش خلقت میں نہ گونجا تھا اور تخلیقِ آدم کی شہرت کتم عدم سے منصہ شہود پر نہ آئی تھی اور یہ سر وحدت ایسی مشیت الہٰی ہی میں تھا اور صبح نودمیدہ

کے پرندوں نے کن فیکون کے ترانے نہ گائے تھے اور نہ ہمائے ہمایون نے فضا، حماء مسنون میں سایہ خلافت نہ پھیلایا تھا اور خیاط کرم وجود نے خلعت وجود تن آدم مسجود کے لئے نہ سیا تھا اور حلق میں اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ وَّدُوْدٌ کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا تھا اور اس کا ذائقہ بھی نہ چکھایا گیا تھا نہ ابھی جنت کا سفینہ سکینہ خلافت کے بحر قلزم پر رواں دواں ہوا تھا نہ اس وقت تک دوزخ قعر ہیبت میں پنہاں ہوئی تھی اور نہ عرش الہٰی کے پائے حاملان عرش کے لئے استوار ہوئے تھے اور نہ گرد باد مسدس کرسی بساط کون پر بچھائی گئی تھی اور نہ قوائم عناصر اربعہ مقعر فلک میں مدور مقرر ہوئے تھے اور نہ طبق سماوی محدب کرہ نار میں محیط ہوئے تھے دوشیزگان عدم خدرہ حکمت میں اب تک پس پردہ تھیں اس وقت نہ تو دنیا بنائی گئی تھی اور نہ انسانوں کی تخلیق ہوئی تھی نہ عربدہ آدم تھا نہ دبدبہ آدم نہ خاکیوں سے عہد تھا اور نہ فلک سے حمد نہ ثریٰ سے نام اور نہ ثریا سے پیام نہ یحبہم سے دام اور نہ یحبونہ سے جام نہ مخلوقات سے بو اور نہ موجودات سے کو نہ عرشیوں سے آوازہ نہ فرشیوں سے نوازہ نہ بلند و پستی سے کوئی خبر نہ آلاء ہستی کا اثر کہ نقطہ روح لطیف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ الطاف کے گرد گھومتا تھا اور دانہ تسبیح کی طرح ہلتے تھے اوّل ما خلق اللہ تعالیٰ نوری ؎

اے شاہ رسل شفیع مرسل	خورشید پسیں و نور اوّل
ہم چشم و چراغ اہل بینش	ہم نور فزائے آفرینش
شاہنشہ تخت آسمانی	خوانندہ تختۂ معانی
گنجینۂ کیمیائے عالم	پیش از ہمہ پیشوائے آدم
بستہ کمر آسمان بکارش	انجم ہمہ چاوشان بارش
برکنگرۂ کشیدہ فتراک	کانجا نہ رسد کمند ادراک

نور محمدی کے ایجاد کی کیفیت

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایجاد کے سلسلہ میں مختلف روایات منقول ہیں جن میں سے پانچ روایتیں بہت مشہور رہیں جن کا ذکر اس کتاب میں کیا جائیگا تفصیل کیلئے قدیم کتابوں کا مطالعہ کیا جائے

اشرف المصطفیٰ میں ابوموسیٰ مدنی نے تحریر کیا ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے نو لاکھ سال پہلے تخلیق کیا گیا تھا اور اس کے سلسلہ میں فراشان قدرت نے قربِ الٰہی میں مناسب مقام متعین کیا تھا اور وہ نور حسب مشیت ایزدی اس بساطِ عالم کے گرد مصروفِ طواف رہا اور ایک مدت تک عالم غیب میں یہ سلسلہ جاری وساری رہا۔ اس کے بعد بارگاہ رب الارباب سے سجدہ کا حکم ملا اور تین لاکھ سال اس جہان کے جس کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لیکن اُس جہان کا ایک دن یہاں کے ایک ہزار سال کی برابر ہے۔ اس سجدہ میں مصروف رہے اور دوران سجدہ ان الفاظ میں خالق و مالک کو یاد کرتے رہے:-

سبحان العلیم الذی لایجھل سبحان الحلیم الذی لا یعجل سبحان الجواد الذی لا یبخل؎

جب خالق کائنات جل ذکرہٗ کی حکمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس بابرکت ذات کا ظہور اس خاکدانِ عالم سے کیا جائے تو اُس نے اس نور سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا اور اس کو اپنی نظر قدرت سے نوازا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نظر کی ہیبت سے وہ جوہر پانی پانی ہو گیا اور ایک ہزار سال تک آنکھ کی پتلی کی طرح متحرک رہا۔ اس کے بعد اس جوہر کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور اس کی پہلی تقسیم سے عرش کو پیدا کیا۔ اس کی مسافت کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے چار لاکھ پائے بنائے اور ہر ایک پائے سے دوسرے تک فاصلہ چار لاکھ سال کی مدت رکھی دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا جس کا طول پانچسو سال کی راہ اور عرض چالیس سال کی راہ تھا ایک روایت کے مطابق صد انبوب تھے ..... اور ہر انبوب تقریباً پچاس سال کی مسافت کے برابر تھا۔ اس کے بعد قلم کو حکم ہوا "اُکْتُبْ" "لکھ" قلم نے دریافت کیا اے پروردگار کیا لکھوں خطاب ہوا علمی فی خلقی وَمَا ھُوَ کائن الیٰ یَوْمَ القیٰمۃ مخلوق کے بارے میں میرا علم قیام قیامت تک ہونے والی باتوں کے بارے میں سب کچھ لکھ دے۔ قلم نے پھر سوال کیا کہ ابتدا کہاں سے کروں رب کریم نے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ابتدا کر قلم نے جب بسم اللہ لکھا نام الٰہی کی ہیبت سے اس کا قط[1] شق ہو گیا اور کئی سال

---

[1] قلم کا وہ باریک حصہ جس سے لکھا جاتا ہے۔

اسی محویت کے عالم میں تختی پر ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد الرحمٰن کی کتابت سے مزید شوق ہوا اور الرحیم کی کتابت سے مزید انشقاق پیدا ہوا۔ اس کتابت اور وقفہ میں مزید نو سو سال کی مدت گذری اور یہ مدت جس کا حساب لگایا جا رہا ہے اس عالم دنیا سے متعلق نہیں بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ مدت عالم آخرت کے حساب سے ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق تحریر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے درمیان تیسیر کی روایت کے مطابق ہزار سال ہزار ہا سال اور بعد میں بسم اللہ الرحمٰن کی کتابت مکمل ہوئی۔ اسی لئے خالق عالم جل و علا نے قسم سے یاد فرمایا کہ اپنے عزت و جلال کی قسم اگر امتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرد ایک مرتبہ بسم اللہ تلاوت کرے تو اس کے اعمال نامہ میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

اس کے بعد قلم کو حکم ہوا لکھو اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَنِ اسْتَسْلَمَ بِقَضَائِیْ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ وَ شَکَرَ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَرَضِیَ بِحُکْمِیْ کَتَبْتُهٗ صِدِّیْقًا وَبَعَثْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَسْلِمْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَرْضَ بِحُکْمِیْ فَلْیَخْتَرْ اِلٰهًا سِوَائِیْ اس کے بعد یہ حکم ملا کہ بارش کے قطروں زمین کے سنگریزوں پیڑوں کے پتوں اور بندوں کے رزق کے دانوں اور شب و روز کی تعداد لکھو اسی طرح قیامت تک پیش آنے والے واقعات کی تعداد بھی لکھ ڈالو۔

قلم کو عظمتِ مصطفےٰ علیہ السلام کا صلہ

کتاب اظہار میں لکھا ہے کہ جب قلم نے نام نامی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تو بارگاہ احدیت میں سر بسجود ہو گیا اور ایک ہزار سال سجدہ میں پڑا رہا اس کے بعد سر اٹھایا اور بارگاہ رسالت میں سلام کیا لیکن خالق عالم نے حضور علیہ السلام کی طرف سے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ وَعَلَیْكَ مِنِّی الرَّحْمَةُ اَوْجَبْتُ لَكَ رَحْمَتِیْ وَلِمَنْ صَدَّقَ بِهٖ وَاٰمَنَ بِهٖ اے قلم تجھ پر سلامتی ہو اور تجھ پر میری جانب سے رحمت ہو تو نے

اپنے لئے جنت واجب کر لی علاوہ ازیں جو حضور علیہ السلام کی تصدیق کرے اور ان پر ایمان لائے اس کے لئے رحمت الٰہی مقرر ہو گئی۔ اس دن سے سلام کرنا سنت اور جواب سلام فرض قرار دے دیا گیا۔

شرف المصطفٰے کی تیسری روایت کی جانب رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نور کے تیسرے حصہ سے لوح (تختی) کو پیدا کیا۔ تفسیر تیسیر کے مطابق کہ لوح کو ایک سفید موتی کے دانہ سے تخلیق فرمایا جس کے کنارے یاقوت سرخ کے تھے اس کا عرض زمین سے آسمان تک کی مسافت کے مطابق مقرر فرمایا (طول کا اندازہ نہیں) اس کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ باری تعالیٰ روزانہ اس کو تین سو ساٹھ بار شرف رؤیت عطا فرماتا تھا اس پر تحریر تھا یُحْیِیْ مَیِّتًا وَّیُمِیْتُ حَیًّا وَّیُغْنِیْ فَقِیْرًا وَّیُفْقِرُ غَنِیًّا وَّیُعِزُّ ذَلِیْلًا وَّیُذِلُّ عَزِیْزًا " مردہ کو زندہ فرماتا ہے اور زندہ کو موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ فقیر کو مالدار اور مالدار کو فقیر بنا دیتا ہے۔ ذلیل کو عزت عطا فرماتا ہے اور عزت والے کو ذلت کی سزا عطا فرماتا ہے"۔

لوح کا اعلیٰ (بلند) حصہ عرش اعظم سے لگا ہوا ہے اور زیریں (نچلے) حصہ کو ایک فرشتہ تھامے ہوئے ہے جوہر کے چوتھے حصہ سے چاند اور پانچویں سے سورج کو پیدا فرمایا۔

ایک دلچسپ واقعہ

بیان کیا گیا ہے کہ چوتھے آسمان کے نیچے ایک دریا کو پیدا فرمایا جو فضا میں معلق تھا اور اس سے قطرہ پانی نہیں ٹپکتا تھا۔ اس کا عرض تین فرسنگ اور لمبائی پانچسو سال کی راہ تھی اور آفتاب و ماہتاب کو اس کے پار سے جاری کیا۔ اسی سلسلہ میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے ساتھ فرمایا کہ اگر آفتاب اور کائنات ارضی کے درمیان وہ دریا حائل نہ ہوتا تو کائنات کی بہت سی چیزیں شجر و حجر کی مثل جل کر خاکستر ہو جاتیں اور اگر وہ دریا کائنات اور ماہتاب کے درمیان حجاب نہ بن جاتا تو تمام مخلوق اس کے حسن پر اس طرح وارفتہ و شیدا ہو جاتی کہ فتنہ میں پڑ کر اس کی عبادت کرنے لگتی اور اس کو معبود تصور کر لیتی اِلَّا ما شاء اللہ ان یعصمہ من اولیائہ واھل طاعتہ

ریاض المذکرین کے مصنف نے کہا ہے کہ چاند کا عرض اربوں فرسنگ ہے اور روزانہ اس

کو عرش الٰہی سے انوار منتقل ہوتے ہیں اور اس کو نور سے حرارت دی جاتی ہے اور دوسرے دن اس سے حرارت واپس لے لی جاتی ہے اور اس حرارت کو جہنم میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ تمام انوار اس سے لے کر عرش الٰہی کو منتقل کر دیئے جائیں گے اور تمام عرصہ کی حرارت کو آفتاب میں مرکوز کر دیا جائے گا تاکہ اس کی تاریکی اور حدت و گرمی شدت اختیار کرے اور آفتاب کو مخلوق کے سروں پر چالیس گز بلندی پر لے آیا جائے گا۔ فما ظنکم بحال الخلائق من حرھا واللہ العاصم مخلوق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ان کا گرمی آفتاب سے کیا حال ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ محفوظ کرنے والا ہے۔

چھٹے حصہ سے بہشت کو پیدا فرمایا اور اس کو اولیاء کا مسکن اور اصفیا کی منزل قرار دیا۔ اور جنت کو ان پانچ چیزوں سے آراستہ کیا۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر سخاوت نفس۔ کبیرہ گناہوں سے اجتناب قیام اور سجود الٰہی۔ ساتویں حصہ سے دن کو پیدا فرمایا اسے دنیا والوں کی زندگی کے کاروبار کے لئے وقف کر دیا۔ آٹھویں حصہ سے ملائکہ کی تخلیق فرمائی اور ان میں مختلف گروہ بنائے اور انہیں اپنی عبادت اور مومنین و مومنات کی طلب مغفرت کیلئے مقرر فرمایا

آیتہ الکرسی کے فضائل

نویں حصہ سے کرسی کو بنایا اور اس کی تخلیق ایک موتی کے دانہ سے فرمائی، پھر کرسی کو تمام آسمانوں پر محیط کیا۔ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو اس کے مدمقابل میدان میں ایک حلقہ کی شکل دیدی۔ کرسی کے دائیں اور بائیں جانب دس ہزار کرسیاں رکھیں اور ہر کرسی پر ایک فرشتہ کو متعین فرمایا جو کرسی پر بیٹھ کر آیتہ الکرسی کی تلاوت میں مشغول ہوگیا اور اس کا ثواب ملت مسلمہ کے ہر اس شخص کے لئے مقرر فرمایا جو آیتہ الکرسی کی تلاوت کرے اور حق تعالیٰ نے قلم قدرت سے اپنی خودی کے اظہار کے لئے کرسی کے گرد تحریر فرمائی اور فرمایا جو کوئی اس آیت کریمہ (آیتہ الکرسی) کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن کرسی کے وزن کے مطابق اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں عطا فرمائے گا (اور اللہ سے توفیق کی امید ہے) اور دسویں حصہ سے جسم محمدی علیہ التحیتہ والثناء کے نور کو پیدا فرمایا اور اس ذرہ سے وہ ذرہ خاکی مراد ہے جس سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بنا۔ ایک اور روایت کے مطابق دسویں حصہ سے حضور کے جسم کے نور کو پیدا فرمایا اور

اس کو عرش اعظم کے دائیں جانب جگہ عطا فرمائی اور اس کو چار ہزار سال تک اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول رکھا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو زیادہ بہتر جاننے والا ہے

ایک نفیس روایت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کے بارے میں شیخ سعید گاذرونیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تخلیق ہوا تو عرش الٰہی کے نزدیک بحر رحمت میں ایک سفید مرغ کی شکل میں چار ہزار سال تک تیرتا رہا۔ اور اللہ کی تسبیح و تحمید میں ان الفاظ میں مشغول رہا سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَجْهَلُ سُبْحَانَ الْقَدِیْمِ الَّذِیْ لَا یَزَالُ سُبْحَانَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ لَا یَبْخَلُ سُبْحَانَ الْحَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَعْجَلُ جب نور مبارک شکل بشری میں جلوہ گر ہوا تو اس وقت آپ کے جسد مبارک پر چار ہزار ایک سو بیس ۴۱۲۰ بال تھے ہر بال سے ایک قطرہ پانی ٹپکا اور اس سے ایک نبی کا نور پیدا کیا گیا جس سے پیغمبروں کی ارواح پیدا کی گئیں۔

ایک اور روایت کے مطابق اس نور نے بحر معرفت سے باہر آنے کے بعد چار ہزار ایکسو بیس مرتبہ سانس لئے ہر سانس سے ایک نبی کی روح عالم تکوین میں آئی یعنی عالم وجود میں موجود ہوئی۔ ارواح انبیاء کے بعد صدیقین کی ارواح عالم وجود میں آئیں اور صدیقین سے زاہدین کی زاہدوں سے مطیعین کی اور مطیعین سے نافرمانوں کی ارواح کو پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ وہ اطاعت گذار و فرمانبرداروں کے علاوہ گناہ گار بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اس جگہ کی خاک کو جہاں بحر معرفت سے نکلنے کے بعد اس دریائے معرفت کے قطرے گرے تھے چار اجزاء میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ سے آفتاب دوسرے سے ماہتاب تیسرے سے ہوا اور چوتھے حصہ سے قندیل کو بنایا اور اس قندیل کو بقاء، القاء اور عطا کی تین زنجیروں میں عنایت کے کنڈے سے لٹکا دیا۔ اس قندیل سے ایک قطرہ ٹپکا تو جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس قطرہ کو اس خاک میں گوندھیں تاکہ وہ نور محمدی علیہ التحیتہ والثناء کا مرکز بن سکے اور اسی خاک سے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کیلئے خمیر پیدا کیا گیا اور پتلا بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اس نور کو ودیعت رکھا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

نور کی ایجاد کی کیفیات اور اس سے مکنونات کا اخراج

اس ضمن میں ہم شیخ سعید سید گاذرونی اور شیخ المشائخ شیخ سعد الدین حموی کی کتاب وسیلتہ الصدیقین سے بعض نکات بیان کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ موجودات سے پہلے ربّ کریم نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ رسولِ خدا نے فرمایا ھُوَ نُورُ نَبِیِّکَ اے جابر وہ تمہارے نبی کا نور تھا۔ یعنی پہلے اس نور کو پیدا فرمایا پھر تمام اشیاء اس سے پیدا فرمائیں۔ جب یہ نور پُر سرور اپنے مرکز سے منصہ شہود پر آیا تو دس ہزار سال تک اس کو قرب خاص میں رکھا۔ اور اس کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصّہ سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے حصہ سے حاملان عرش کو اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام محبت میں رکھا۔ اس کے بعد اس قسم چہارم کو ہر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے قلم۔ دوسرے حصہ سے لوح۔ تیسرے حصہ سے جنت کو تخلیق فرمایا اور چوتھے حصے کو ہر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ لیکن تقسیم سے قبل اس کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اس کے پہلے حصہ سے ملائکہ دوسرے سے آفتاب تیسرے سے ماہتاب کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام رجا میں رکھا اور اس کے بعد اس کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصہ سے عقل دوسرے حصہ سے علم و حلم تیسرے سے عصمت و توفیق کو بنایا اور چوتھے حصہ کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا اس کے بعد اس پر خصوصی توجہ فرمائی جو غایت حیا میں پانی پانی ہو گیا جس سے چار ہزار ایک سَو بیس ۴۱۲۰ نور کے قطرے ٹپکے اور ہر ہر قطرے سے ارواح انبیاء پیدا ہوئیں اور جب ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اس سے اولیاء، شہداء، صلحاء، سعداء اور اطاعت کرنے والوں کی ارواح کو پیدا کیا۔

اس تشریح کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرش و کرسی۔ انبیاء و رسل کی ارواح صلحاء وصدیقین کی روحیں یہ سب میرے ہی نور کا حصہ ہیں آفتاب ماہتاب اور ستارے یہ سب میرے نور سے مستفید ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خالق عالم نے بارہ ہزار حجابات پیدا فرمائے اور وہ

چوتھا حصہ جو میرے نور کا موجود تھا لہذا اس نے ہر حجاب کے درمیان فاصلہ ایک ہزار سال کا رکھا اور جب وہ نور حجابات سے باہر آیا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کو اجزاء ارضیہ سے مرکب فرمایا اور وہ نور پاک خاکی ذرات سے چمکتا تھا جس طرح چراغ تاریکی روشن ہو کر مشرق سے مغرب تک روشن کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا قلب خاکی مرتب فرمایا اور اس کے بعد میرے نور کو ان کی پیشانی میں امانت رکھا اور ان سے وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کو منتقل ہوا۔ اس طرح وہ نور اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا میرے والد حضرت عبداللہ تک آیا۔ اور ان سے رحم آمنہؓ (میری والدہ) میں منتقل ہوا۔ اس طرح اس خالق و مالک نے مجھے سید المرسلین اور خاتم النبیین بنایا۔

سر آمد ترین ہمہ سروراں — گزیدہ تری جملہ پیغمبراں
گر آدم زجنت در آمد بخاک — شد آں گنج خاکی بر ایوان پاک
گر آمد بروں ماہ یوسف زچاہ — شد ایں چشمہ از چاہ بر اوج ماہ
اگر خضر بر آب حیواں گذشت — محمد ز سر چشمہ جاں گذشت
ز داؤد اگر دور ذرعی گذشت — محمد ز دراعہ صد ذرع داشت
سلیماں اگر تخت بر باد بست — محمد ز بازیچۂ باد رست
دگر طارم موسیٰ از طور بود — سراپردۂ احمد از نور بود
دگر مہد عیسیٰ بگردوں سید — محمدؐ خود از وہم بیروں برید
تو آں چشمۂ کآب تو ہست پاک — باں آب تشنہ روی سوئے خاک
توئی چشم روشن کن خاکیاں — نوازندۂ جانِ افلاکیاں

درود و سلام اور اللہ کی رحمتیں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر ہوں۔

نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ نجم الدین رازی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب مرصاد العباد میں فرمایا ہے کہ جب ذات پاک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاصہ موجودات اور شجر کائنات کا پھل ہے

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خالق کائنات کا ارشاد ہے لولاک لما
خلقت الکونین اگر آپ کی شان کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو اے حبیب میں کائنات
عالم کو پیدا نہ کرتا۔ جب یہ امر متحقق ہوگیا کہ مبداء موجودات ذات پاک سرور عالم ہے اور اس
کو مثال کے عالم میں اس طرح سمجھا جائے کہ آفرینش ایک شجر کی طرح ہے اور حضور علیہ السلام
اس درخت کا پھل ہیں اور درخت درحقیقت اس کے پھل کے بیج سے عالم وجود میں آتا ہے
اور وہی دراصل درخت کی اصل ہوتا ہے لہٰذا سرور کائنات علیہ السلام کائنات کی اصل
اور اس کا بیج یا جڑ ہیں۔ لہٰذا جب مشیت ایزدی اس بات پر آمادہ ہوئی کہ کائنات کو کتم
عدم سے عالم وجود میں لائے تو اس نے اپنے نور پاک کے پرتو یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کو ظاہر فرمایا انا من اللہ والمومنون منی میرا وجود نور الٰہی کا پرتو اور تمام مسلمان میرے
نور کا مظہر ہیں۔ جب نور نبی علیہ السلام عالم ظہور میں آیا تو خالق کائنات نے اس پر نظر رحمت ڈالی
جس کے نتیجہ میں اس پر حیا غالب آئی اور اس سے حیا کے قطرے ٹپکے جس سے ارواح انبیاء
علیہم السلام کو خالق عالم نے تحقیق فرمایا اور انبیاء کی ارواح کے پرتو سے اولیاء کی ارواح پیدا
ہوئیں ان کی ارواح سے عام مسلمانوں کی ارواح کی تخلیق ہوئی۔ مومنین کی ارواح سے گناہگاروں
کو پیدا کیا گیا اور گناہگاروں سے ارواح منافقین و کفار کی تخلیق ہوئی۔

ارواح کی تخلیق

اس طرح اصناف ارواح انسانی سے ارواح ملکی کو پیدا
فرمایا اور ارواح ملکی سے ارواح اجنہ کی تخلیق ہوئی اور ارواح
اجنہ سے ارواح شیاطین کو پیدا کیا گیا اور ارواح شیاطین سے مردود بارگاہ ابلیس اور
اس کی ذریت کی ارواح ان کی حسب حیثیت تخلیق کی گئیں اور اس کے بعد ارواح انسانی کے
مادہ سے حیوانات کی ارواح کی تخلیق کی گئیں۔ اس کے بعد ملکوتیوں کے چند گروہ اور تمام
موجودات نباتات۔ زمینی دفینے مرکبات و مفردات کے عناصر کو پیدا فرمایا۔ اس طرح تمام
مکنونات علوی و سفلی ملکی و ملکوتی نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو ہیں۔

وَاِنْ کُنْتَ اَبن آدم صورۃ
فلا فیہ شاھد بابوی

بھی کائنات کو عالم ظاہری میں تبدیل کرنے والے اور ظاہر و باہر نشانیوں کے ظاہر کرنے والے عاملوں کے سیدنا آدم علیہ السلام کے پتلے کو صوری و معنوی انداز میں ڈھالا بھی نہ تھا لہٰذا روحانی انوار کے جلوہ گر ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا تھا لیکن انعام خداوندی ہونے لگا تھا۔

ہنوز آدم میان آب و گل بود

کہ در شاہ جہاں جان و دل بود

ابھی کشتی نوح کی لکڑی طوفان سے ٹکر لینے کے لئے تراشی بھی نہ گئی تھی لیکن لطف و رحمت فضل و کرم کے بادل ان پر برسنے شروع ہو گئے تھے۔ ابھی جناب ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالنے کے لئے منجنیق تیار بھی نہ ہوئی تھی کہ فضل ربانی کے کارندوں کے کامیابی و کامرانی کے تحفوں سے انہیں نواز دیا تھا۔ ابھی جناب موسیٰؑ نے رَبِّ اَرِنِیْ کی صدا بلند بھی نہ کی تھی کہ بشارت اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ سے سرفراز فرما دیئے گئے تھے۔ ابھی جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فلک چہارم پر قیام کی داغ بیل نہ ڈالی تھی کہ وہ محرم دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی بشارت سے مشرف ہو گئے تھے۔

احمد مرسل آن خلاصہ کون پردہ پوش امم ہدا من عون

روشنائی دہ چراغ یقیں نور پیشیں و شمع بازپسین

انبیاء پیش آن خجستہ چراغ طفل گہوارہ در مقام بلاغ

کاف و نوں یک رقم ز خامۂ او لوح محفوظ روزنامۂ او

در سرشت خود آن دقیقہ عون ذات پاکش خمیر مایۂ کون

نہ سپہر از وجود او شدہ چیز بلکہ ہژدہ ھزار عالم نیز

نور او را زمین بروں دادہ آسمان و زمین ازو زادہ

زبدۂ ہرچہ بود و ہرچہ بود دولتی زین بزرگتر چہ بود

ہستی از وی علم بر آوردہ

او تفاخر بہ نیستی کردہ

نور مصطفوی موجودات سے ستر ہزار سال پہلے موجود تھا

امام نجم الدین عمر نسفی نے اپنی تصنیف بحر العلوم میں لکھا ہے اور صاحب مرصاد نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ نور نبی آخر الزمان علیہ السلام تمام موجودات سے ستر ہزار سال قبل عالم وجود میں تھا۔ اور اس کے لئے بارہ حجابات بھی بنائے گئے تھے۔ حجاب قدرت۔ عظمت۔ منت۔ رحمت۔ سعادت۔ کرامت۔ منزلت۔ ہدایت۔ نبوت۔ رفعت۔ ہیبت۔ شفاعت اس کے بعد اس نور پاک کو مشیت ایزدی نے اپنی مرضی کے مطابق حجابات میں رکھا۔ مثلاً حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی تسبیح میں مشغول رہا اور حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال سبحان عالم السِّرِ والخفی کی تسبیح میں مشغول رکھا۔ حجاب منت میں دس ہزار سال تسبیح سُبْحَانَ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

حجاب رحمت نو ہزار سال	سُبْحَانَ حَیِّ الْقَیُّوْم
حجاب سعادت آٹھ ہزار سال	سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ دَائِمٌ لَا یَسْھُوْ
حجاب کرامت سات ہزار سال	سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ غَنِیٌّ لَا یَفْتَقِرُوْ
حجاب منزلت چھ ہزار سال	سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الْحَکِیْمِ
حجاب ہدایت پانچ ہزار سال	سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ
حجاب نبوت چار ہزار سال	سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
حجاب رفعت تین ہزار سال	سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ
حجاب ہیبت دو ہزار سال	سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ
حجاب شفاعت ایک ہزار سال	سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

دوسری روایت کے مطابق ان میں ہر حجاب میں بارہ ہزار سال نور نبوت کو رکھا گیا اور جب ان حجابات سے باہر لایا گیا تو دس دریاؤں میں غسل دیا گیا۔ دریائے شفاعت۔ رحمت نصیحت۔ شکر۔ صبر۔ سخاوت۔ انابت۔ یقین۔ علم۔ قناعت۔ محبت۔

دریائے شفاعت میں دس سال شناوری کی اور صدائے رَبِّی رَبِّی زبان ہی.

دریائے نصیحت میں دو ہزار سال سیاحت کی اور الٰہی الٰہی کی صدا بلند کی۔ دریائے شکر میں تین ہزار سال غوطہ خوری کی اور سیّدی سیّدی کی صدا بلند کی۔ دریائے صبر میں چار ہزار سال سیّاحی کی اور یا احد یا احد کی تکرار جاری رکھی۔ اور دریائے سخاوت میں پانچ ہزار سال غواصی کی اور یا واحد یا واحد کا ورد کرتے رہے اور دریائے انابت میں چھ ہزار سال سیاحت کی اور یا فرد یا فرد کی تلاوت میں مشغول رہے۔ اسی طرح سات ہزار سال دریائے یقین میں شناوری کی اور یا علی یا علی کا ورد جاری رکھا۔ آٹھ ہزار سال دریائے حلم میں غوص کی اور یا عظیم یا عظیم پڑھتے رہے۔ دریائے قناعت میں نو ہزار سال متفکر رہے اور یا رؤف یا رؤف کا ورد رکھا آخر میں دریائے محبت میں (جو آخری دریا اور تعداد کے اعتبار سے دسواں دریا ہے) غوطہ زن رہے اور سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ یا اللہ یا کریم کے الفاظ سے خالق و مالک کی تسبیح کرتے رہے۔ اس موقعہ پر رب تعالیٰ نے دسویں دریا میں ایک فرش پیدا فرمایا جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر تھا اس میں نورانیت اور بزرگی عنایت فرمائی اور اس میں بزرگوں کے سات سو مقامات تخلیق فرمائے۔ پہلا مقام توحید۔ دوسرا مقام معرفت۔ تیسرا مقام ہیبت۔ چوتھا مقام حیرت۔ پانچواں قناعت۔ چھٹا تفویض۔ ساتواں مقام ارادت۔ اور ان مقامات میں آخری مقام محبت مقرر ہوا۔ ان مقامات میں نور محمدی علیہ التحیتہ والثنا کو ہر مقام میں ایک ایک ہزار سال تک رکھا اور جب ان سات سو مقامات کا سفر مکمل ہو گیا اس وقت خطاب الٰہی ہوا۔ "اے میرے حبیب کے نور میں کون ہوں" نور محمدی علیہ السلام نے جواب دیا اے خالق کریم تو میرا معبود۔ پیدا کرنے اور پرورش فرمانے والا روزی دہندہ اور وہ ہستی جسکے حیطہ اختیار میں موت و زیست ہے۔ اس کے جواب میں خطاب الٰہی ہوا کہ میرے حبیب تم نے صحیح پہچانا۔ اب اپنی شناخت کے مطابق میری پرستش کرو تاکہ سب کو میرا تعارف حاصل ہو جائے کیونکہ معرفت کی صحیح پہچان عبادت میں اشتغال ہے یہ خطاب سنتے ہی محبوب رب العالمین فوراً مصروف عبادت ہو گئے اور ستر ہزار سال ذات باری کے سامنے مصروف عبادت رہے۔ اس کے بعد بارگاہ احدیت سے نور کا ایک جھونکا آیا اور شکریہ کے طور پر حضور علیہ السلام نے سجدہ شکر ادا کیا جس کے صلہ میں مقام تقرب

اور مقام تخصیص حاصل ہوا اور اس کے صلہ میں آپ پر اور آپ کی امت پر صبح کی عبادت گذاری لازم کیگئی۔ اس کے بعد آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور مقام خدمت میں ستر ہزار سال مصروف قیام رہے اور اس کے صلہ میں نور خلعت عطا ہوا اور خلعت کے شکریہ میں دوسرا سجدہ ادا کیا اور اس کے صلہ میں نماز ظہر پرستاران دین محمدی اور صاحب دین پر لازم کی گئی۔ اسی طرح آپ نے پانچ مرتبہ قیام کیا اور ہر قیام میں ستر ہزار سال توقف فرمایا اور نورانی خلعت حاصل فرماتے رہے اور اس کے شکرانہ میں سجدے ادا کرتے رہے اور قبولیت کی سند کے طور پر نمازیں فرض ہوتی رہیں اسی طرح پانچ نمازیں مقرر ہوگئیں اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادائے عبادت و طریق تشکر میں جو طریقے اختیار فرمائے تھے وہ بعینہٖ پنج وقتہ نمازوں کے لئے اختیار کئے گئے۔ مثلاً ہزار سال تکبیر تحریمہ میں گذارے ہزار سال قیام میں' ہزار سال رکوع میں' ہزار سال قومہ میں' ہزار سال سجدہ میں' ہزار سال جلسہ میں اسی طرح دوسری رکعت میں اور آخر میں تشہد میں ہزار سال صرف فرمائے اسی طرح دائیں جانب سلام میں ہزار سال اور بائیں جانب سلام میں ہزار سال گذارے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الٰہی سے خطاب ہوا کہ اے حبیب جس طرح تم نے میری عبادت کی وہ بارگاہ قبول میں منظور اور قبول ہوئی۔ اب ہم سے تم حسبِ مرضی خلعت طلب کرو اس وقت حبیب رب العالمین نے عرض کی کہ اے خالق و مالک جیسا کہ مجھے معلوم ہے تو مجھے ایک قوم کا مقتدیٰ اور پیشوا بنائے گا اور ایک قوم کو میری امت اور میرا تبیع بنائے گا اور اس نماز کو اس قوم پر فرض فرمائے گا امور طبعی کے طور پر ان سے اس نماز کی ادائیگی میں غلطیاں بھی ہوں گی لہذا میں اس نماز کو ان کے کفارے کے طور پر رکھتا ہوں اور اپنے متبعین کے لئے مغفرت کی خلعت طلب کرتا ہوں۔
اس وقت بارگاہ احدیت سے خطاب ہوا کہ اے محبوب کے نور آپ نے بہترین خلعت مانگی اور مجھے بھی آپ کی یہ ادائے بیکس نوازی بہت پسند آئی اور جو کچھ آپ نے طلب فرمایا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا ہے۔

نور محمدی کی ضیائیں: جب حضور اقدس علیہ السلام کے نور پاک نے مذکورہ بالا الفاظ

کو سنا تو فرطِ مسرّت سے پھولے نہ سمائے اور اس سے ایک قطرے نور ٹپکا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان قطرات میں سے ایک قطرہ کو نوازا اور اس کو چار ہزار ایک سو بیس اقسام میں منقسم فرما دیا جس کے ہر حصہ (قسم) سے ایک نبی کی روح متولّد ہوئی اور دوبارہ ایک حصہ کو دس حصص میں تقسیم فرمایا۔ پہلے حصہ سے جبرئیل، دوسرے سے میکائیل، تیسرے سے اسرائیل اور چوتھے حصہ سے عزرائیل کو پیدا کیا۔ ایک حصہّ سے رضوان جنت اور ساکنان عرش ایک اور حصہ سے دردائیل حاملانِ عرش ایک حصہ سے عقائیل اور راس الہدیٰ کی تخلیق فرمائی۔ اور دسویں حصہ کو پھر دس حصوں میں تقسیم فرمایا۔ اس میں سے ایک حصہ سے عرش، دوسرے سے لوح ایک حصہ سے قلم دوسرے سے بہشت ایک سے آفتاب دوسرے سے ماہتاب اور دوسرے ستاروں کو پیدا فرمایا۔ ایک حصہ سے آٹھ مقرب فرشتوں اور نائبین رضوانِ جنت اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تقریباً دوسرے اسّی ہزار فرشتوں کو پیدا فرمایا اور دسویں قسم سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا جس کا طول و عرض ہر چہار جانب سے چار ہزار سال کے سفر کی مسافت کے برابر تھا جب اس جوہر پر توجہ فرمائی تو وہ جوہر مضطرب ہوا اور آبی و آتشی کیفیات سے دوچار ہوا۔ اس جوہر کی آبی کیفیات سے دریا جاری ہو گئے اور بعد میں ان دریاؤں میں طغیانی کی وجہ سے تیز ہوائیں چلنی شروع ہوئیں اور فضا میں باقی رہ گئیں۔ اس کے بعد وہ آگ جو اس جوہر کے اضطراب سے اور خالق و مالک کی نظر کے تصرف سے ظاہر ہوا تھا اس آگ نے اس پانی پر غلبہ حاصل کر لیا یہاں تک کہ پانی جوش میں آیا اور بگولے پانی کے اوپر نمودار ہوئے جس سے زمین پیدا ہوئی۔ علاوہ ازیں ان بگولوں سے بخارات اٹھے اور اس دھوئیں نے آسمان کی ہیئت اختیار کر لی اور اس سے جو موجیں ظہور پذیر ہوئیں ان سے پہاڑ وجود میں آئے۔ اسی عالم میں بجلی چمکی اور پہاڑوں تک اس کی چمک گئی جس سے پہاڑوں میں دفینے پیدا ہوئے اور پتھر و لوہے میں رگڑ پیدا ہونے سے آگ وجود میں آئی یہ دوزخ کے مادہ کا آغاز تھا۔ اس کے بعد فرش زمین کو بچھایا گیا تاکہ وحوش وطیور درندوں اور انسانوں کے لئے رہنے کی جگہ بن سکے۔ اسی طرح زمین کو سات طبقات میں تقسیم کیا اور ان طبقات میں ہر ایک کے لئے جگہ متعین کی اور ان حصوں میں مخلوقات کی ایک جماعت کو بسا دیا۔ اس

موقع پر اس آگ کے شعلوں میں جان ڈالی گئی اور زمین کو اس کے تصرف میں دے دیا۔ اسی وجہ سے بہشت کے لئے آسمان ہفتم پر جگہ بنائی گئی اور دوزخ کے لئے زمین کے زیریں حصہ کو مقرر کر دیا۔ روشنی اور جمع و تفریق کے حساب اوقات کے تعین کے لئے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی گردش کے طریقوں سے آگاہی بخشی اور نور و ظلمت کے مادوں سے دن اور رات کو پیدا فرمایا۔

نور محمدی سے مخلوقات سماوی کی پیدائش

ایک اور روایت کے مطابق جب اس جوہر عالی کا منظر نظر میں آیا جس کی منظر کشی کتاب مرصاد میں کی گئی ہے کہ وہ جوہر در اصل اجرام علوی اور اجسام سفلی کا مادہ تھا یا ایک جوہر نورانی تھا چنانچہ اس کی تشریح و توضیح اور اس کی توصیف کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ وہ جوہر عظمت کے اعتبار سے تمام عالم سے چار سو گنا بڑا تھا جب اس کی جانب نظر ہیبت الٰہی وہ جوہر منقسم ہو کر تین حصوں میں بٹ گیا ایک تہائی پانی ایک تہائی آگ اور بقیہ تیسرا اجزا نور میں تبدیل ہو گیا پانی جب آگ پر ڈالا گیا تو اس سے دھواں اٹھا اور اس سے موجیں اٹھیں۔ آسمان دھوئیں سے بنا اور زمین پہاڑوں کے بوجھ سے موجوں سے محفوظ ہو گئی۔ اس کے بعد اس تیسرے حصہ یعنی نور کو پھر تین حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ عالم بالا' ایک حصہ عالم زیریں اور ایک عالم متوسط کے لئے مقرر فرما دیا۔ زیریں حصہ سے آفتاب ماہتاب اور اجرام نورانی علوی بنائے گئے بقیہ وسطی سے عرش کرسی اور ساکنان ملأ اعلیٰ بنائے گئے اور وہ نور اعلیٰ جو عالم بالا کے لئے مخصوص کیا گیا تھا وہ ملائکہ اور حوروں کی پیشانیوں میں ودیعت رکھا گیا تاکہ مقتضائے حکمت الٰہی کے مطابق مناسب جگہوں پر منتقل کیا جائے جب کہ ارباب معرفت عالم غیب سے منصہ شہود پر عشق و محبت کی دنیا میں قدم رکھیں اور یہی صاحبان عقل کے لئے افہام و تفہیم عارفوں کے قلوب کی نورانیت موحدین کے اسرار کی تشریح اور پیغمبروں کے لئے کشف حجاب کا سبب ہو سکتے ہیں ان مراحل کی تکمیل کے بعد وہ نورانی حصہ جو تمام دیگر حصص اور تمام مخلوقات پر فائق تھا ظہور میں آیا۔ لیکن وہ حصہ جس سے میدان جلالت کے شہسوار فخر رسولان صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا تھا جو خزائن قدرت میں مستور تھا وہ ظہور ختم المرسلین خاتم النبیین تک خزائن قدرت

سے باہر آیا اور ذاتِ با برکات ختم المرسلین کو آراستہ و پیراستہ کر کے اٹھارہ ہزار عالموں کو اس نور کے پرتو سے منور فرما کر کائنات کو ظہور میں لایا۔ (اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اپنے سابقہ موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں) اب نور محمدی علیہ التحیتہ والثنا کو حکم ملا اور وہ نور اٹھارہ ہزار سال عرش کے پایوں کے قریب چمکتا رہا اور تسبیح و تہلیل خداوندی میں مشغول رہا۔ اس کے بعد وہ نور پانچہزار سال لوح محفوظ کو منور کرتا رہا۔ اس کے بعد کرسی کو اس نور نے پانچہزار سال تک منور کیا اور عبادت و ریاضت و تسبیح میں مصروفِ عبادت رہا۔

جسدِ انور کے خمیر کی تخلیق ان مراحل کی تکمیل کے بعد حضرات جبریل۔ میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کو حکم ملا کہ خطہ زمین پر جائیں اور آرام گاہ رسول علیہ السلام (حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ) کی خاک پر انوار برائے خمیر صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم (جن کے متعلق ارشاد ربانی اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ اور مالک خزانہ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ) تعمیر کریں۔ جب ملائکہ مقربین نے یہ بشارت اس خاک پاک کو پہنچائی تو وہ فرطِ مسرت و شوق جوش میں آگئی اور وہاں کی خاک کافور سے زیادہ سفید ظاہر ہوئی اور جناب جبریل بقدر ایک مثقال[1] خاک لے لی اور ملاءِ اعلیٰ واپس ہوئے تو دوسرا حکم ملا کہ جبریل جنت میں جاؤ اور مشک زعفران و سنبل و ماءِ معین و سلسبیل اور شراب تسنیم مہیا کر کے اس خاک کو اُن تمام چیزوں میں آمیز کرو جناب جبریل نے ان تمام اشیاء کی آمیزش کے سلسلہ میں استفسار کیا تو جواب ملا کہ کافور سے استخوان زعفران سے پشت اور مشک سے خون اور سنبل سے بال سلسبیل سے دہان مبارک اور ماءِ معین سے لب و دندان۔ دوران خون کو شراب تسنیم سے جاری کروں گا اور اس ذاتِ مقدس کو تمام مخلوق کا شفیع بناؤں گا۔

سلطان اقلیم تصوف مولوی معنوی نے حضور کے جسد مبارک کی تخلیق کے سلسلہ میں حسب ذیل اشعار کہے ہیں:

سرش پیدا از برکات جنان است — کہ آں سر نہاں بنگر عیان است
فدائے یک سر مویش دو عالم — کہ در ہر دو جہاں اوشد مکرّم

---

[1] ایک مثقال تقریباً ۴½ ماشہ ہوتا ہے۔

بناتِ جنت است آں موی مشکین ازاں رو عطر پرور شد ریاحین
دو چشمش گشت پیدا از حیا بین حیا کردہ باآں چشمانش تحسین
حیا در دہر ازاں چشمان شد آغاز حیا گشتہ ازاں چشماں سرافراز
ز زعفر گوشہائش گشت پیدا درو پُر کردہ از دُر ہائے معنا
زعنبرِ بینی او گر بہشت است کہ بینی مرد را عنبر سرشت است
ز تسبیح آن لبان گردید پیدا خجل گشتہ ازاں لبہا مسیحا
کہ آن دولت نگر تسبیح گوید گناہ امتش از حق بجوید
کہ رویش بشنو از نور تجلی است ازان روجان و دلہا در تسلی است
ہمہ ذات شد حیران ازان رو طلب کردن بجان آن روئے نیکو
کہ دندان باش از نور است میدان کہ دارد در جہان از نور دندان
کہ دندانش نہاں دُر در صدف شد نہاں از دید گشت و برطرف شد
زبان او چو از ذکر است بنگر ازاں شیریں شدہ چون شہد و شکر
زبان را در تحیت گرد گویا درو پُر کردہ از در ہائے معنا
کہ رودہ ہاش از صبر آفریدہ بدین ساں صابری ہر کو کہ دیدہ
ہمیشہ صبر بودہ پیشۂ او غم امت بود اندیشۂ او
دو دستش از سخاوت آفریدہ سخاوت دست زین سان کس ندیدہ
سخاوت پیشۂ آن شاہ دین است غلط نبود کہ ایں حرفم یقین است
ز کافور بہشت است استخوانش ز نورِ حق بود مغز و روانش
قدم ہایش شدہ خلق از عبادت قدم نہ نہادہ یک دم بے عبادت
ہر آن کو آفرینش را بخواند بہیچ اندوہ و محنت در نماند

ز دنیا کی رود بیرون ہمہ تن
کہ در جنت نہ بیند جا مُعَیَّن

جب خمیر وجود باجود شفیع عاصیاں رحمت پناہ بیکساں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا

تیار ہو گیا تو جناب جبریل کو حکم ہوا کہ اس دُرِّ شب افروز کو تمام آسمانوں میں گھماؤ اور ملائکہ کی محلوں میں لیجاؤ بہشت کی نہروں میں غوطہ دو تمام عالم کے بحر و بر کو دکھاؤ اور ندا کرو۔ طِيْنَتُهٗ حَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَ مَشْهُوْرًا فِي الْاَوَّلِيْنَ وَ مَذْكُوْرًا فِي الْاٰخِرِيْنَ یہ خمیر اللہ کے محبوب شفیع المذنبین جو اولین و آخرین میں مشہور اور آخرین کی بشارت کا ہے۔ اس کے بعد اس مٹی کو نور سے منور کر کے قندیل میں رکھ کر ساق عرش مجید میں لٹکا دیا اور وہ جگہ نور مصطفوی علیہ التحیتہ والثنا کا گہوارہ بن گئی۔ اب یہ نور اس قندیل میں پیشانی آدم میں ودیعت رکھے جانے تک لٹکا دیا۔ اس کے بعد وہ نور آدم علیہ السلام کا پتلہ بنانے کے بعد پیشانی آدم میں منتقل کر دیا گیا اور وہ مقام نور جس کو بدر منیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جو جسد آدم علیہ السلام میں بنایا گیا تھا اور جب آدم علیہ السلام کے جسدِ خاکی میں رُوح پھونکی گئی تو نور مصطفوی یہاں سے منتقل ہو کر ان کی پیشانی میں چمکنے دمکنے لگا جس طرح زہرہ مطلع آسمانی پر چمکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل آیندہ مقام پر بیاں ہو گی۔

تخلیق کائنات کا اصل الاصول

اس موضوع پر مختلف راویوں نے نفس مضمون کو مختلف الفاظ میں تحریر کیا ہے بعض نے تفصیل کے ساتھ اور بعض نے اجمال کو مدنظر رکھا ہے لیکن ان تمام روایتوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ عالم موجودات میں باعث تخلیق عالم اصل الاصول ذات جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس کا تفصیلی تذکرہ آسان بات نہیں ہے۔ لیکن اگر ان امور پر تحقیقی اور تدقیقی نظر ڈالی جائے کہ اٹھارہ ہزار عالم بنی نوع انسان کی تخلیق کا مقصد نبی کریم مدنی تاجدار کے منصب و مرتبہ و شان کا اظہار تھا۔ ان امور پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ عبادات لطیفہ اور اشارات شریفہ جو ان امور کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں اس بات کی ترجمانی کر رہی ہیں کہ اصل اشیاء نور محمدی علیہ التحیتہ والثناء کا پرتو ہیں۔ اگر خالق کائنات سرور کائنات فخر موجودات علیہ السلام کے وجود باجود کی حرمت و حشمت اوج استقبال پر پہنچاتا۔ حلقہ بگوشوں کے طریقوں اور تعلق والوں عقیدت مندی اگر اس کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھتی اور بزرگی کا قلادہ عرش مجید کے گلے میں کون ڈالتا اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اور اگر کاتب تقدیر

غلامانِ مصطفوی کی فہرست مرتب نہ کرتا تو ن ٥ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ کی عبارت اس پر کون لکھاتا۔ اگر افلاک کے سیارے مراکز زمین پر عقیدتمندانِ مصطفوی کی تربیت نہ کرتے تو عوارف کے زوارف سے عالم کی نعمتیں پاک ہوتیں اور مدحت و وسعت کی چادر کرسی پر نہ پڑتی وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور اگر نہ فلک کی نظروں کے تیز تر برق رفتار گھوڑے آسمان کے سبزہ زار میں سبقت اور اقدام نہ تلاش کرتے تو ہرگز وہ ستاروں سے مزین نہ ہوتے وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِيْنَ اور اگر جلالت کا خیمہ اور سلطنت کا شامیانہ اس غبار آلود فرش پر نہ تانا جاتا تو نقوش کے فرمان فرش کے منشور کیسے کھینچے جاتے وَالْاَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ ورنہ چراغ ہدایت وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ وہ ان کی امت کی ہدایت کے ستارے کہ جیسے انوار ہدایت شعار اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ کی طرح ہیں ہرگز ہرگز نور اور خلعت ظہور نہ پہن لیتے اور زینت کا کام اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ نہ چمکتے اور شب زر نگاری کی چادر آسمان جو لعل و گہر سے بھرا ہوا ہے اپنے اجرام و اجسام میں نہ دیکھتے اور ماموں و بوقلموں کا فرش موالید کے فرش کو نقوش کے رشحات قلم سے مزین نہ کرتا۔

زمین و زماں تمہارے لئے

اے درویش اگر اس ذات اقدس کا نور اور آنکھوں کا سرور نہ ہوتا نہ زحل چمکدار تاج سر پر رکھتا اور نہ قبائے مدول اوڑھتا اور نہ کاتب تقدیر منشور قضا کو مشتری کے نام لکھتا اور مجلات کے طلوع اور نہ افلاک کے گھوڑوں کو اس کے احکام کا مطیع و فرمانبردار کرتے اور نہ تغلیب کا خنجر مریخ کے ہاتھ آتا اور زر نگاری نیزہ اس کے شانہ پر معلق ہوتا اور خورشید فلک پیما حصول مملکت کے لئے سفید گھوڑے مشرق کے اصطبل سے محلات کی طرف لاتا اور نہ یہ روشن و منور قندیل جو مثل آفتاب روشن و منور تھی۔ فلک شش روزہ کی محراب پر لعل بدخشاں کی طرح تاباں و منور کی طرح منور و روشن ہوتی اور نہ زہرہ فلک سوم پر عیش و طرب میں ہوتا اور نہ بزم فلک کے ملمع ساز سرود و ساز کی دھنوں پر مست و سرشار ہوتے اور نہ عطارد کا منشی و محرر دریائے تیرہ کے نوک قلم سے صفحہ شب پر مشکیں روشنائی سے لکھتا اور نہ کافوری آئینہ سنہری آمیزش کے

اپنی صفائی اور سفیدی کو صفحہ روزگار پر ظاہر کرتا اور نہ چمکنے والا چاند گنگا جمنی صحن چمن پر منقش اور جواہر نگار طبق کی شکل میں یا قیصر و کسریٰ کے جواہر نگار محلات کی صورت میں یا آئینہ صاف و مصفیٰ کی صورت زمین پر ضوفشانی کرتا۔ بادف کی شکل میں مطربان خوش اندام کے ہاتھوں میں باخد معشوق کی صورت میں اس کے دلفریب قد و قامت کے ساتھ اس گنبد نیلگوں میں اپنے جمال جہاں آرا کی نمائش کرتا۔ ایسی حالت میں نہ تو پانی میں رقت رہتی اور نہ ہوا میں لطافت اور نہ آگ میں حرارت نہ خاک میں کثافت ہوتی اور نہ زمین میں زر و جواہر ملتے۔ اس طرح ظرف و مظروف ایک دوسرے سے متقارب و ملاقی نہ ہوتے اور نہ فرشتے اس عالم دنیا میں متعین ہوتے نہ تو برگ و باد کو تراوٹ اور نہ بنفشہ کو نیلوفری اور نہ سبزہ زار کو آنکھوں کی ٹھنڈک نہ نرگس کو شان اور نہ سوسن کو زباں نصیب ہوتی۔

غرضیکہ یہ تمام خصوصیات اور انعامات صدقہ ہیں سرور کائنات فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا۔ اگر حضور علیہ السلام کی تخلیق نہ ہوتی تو اس عالم کون و مکان میں کچھ بھی نہ ہوتا۔

ای گشتہ از برائے تو کون و مکان پدید — از عرش تا بفرش ز نورِ تو آفرید
فانی است پیش نور تو انوار انبیاء — در نور آفتاب بود ذرہ ناپدید

ذرات کون پر تو نورِ ظہور تست
واندر ظہور خویش ز نور تو مستفید

اے درویش ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ ابھی لوح فطرت پر جناب آدم علیہ السلام کے نقوش کشیدہ نہ ہوئے تھے اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کی صدا ابھی فرشتوں نے نہ سنی تھی۔ لیکن عظمت و جلال دبدبہ و کمال محمدی علیہ السلام کا شہرہ و غلغلہ تمام کائنات میں پہنچ چکا تھا حالانکہ اس وقت تک جناب خلیل علیہ السلام نے عدم کے غار سے حیل وجود پر قدم نہ رکھا تھا اس وقت تک جناب اسحاق کا اشتیاق جناب اسمٰعیل کی ناصیل جناب ایوب کا کاکرب، حضرت یوسف علیہ السلام کا ناسف ابھی کتم عدم سے منصہ شہود پر نہ آیا تھا اور نہ فَغَفَرْنَا لَہٗ کا مژدہ ابھی سنایا گیا تھا اور فَفَھَّمْنٰھَا سُلَیْمٰنَ کی بشارت کا منشور

ابھی نشر نہ ہوا تھا اور نہ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ کی بشارت سنائی گئی تھی اور نہ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ کا مژدہ جناب زکریا کو سنایا گیا تھا اس وقت صرف ایک ہی صدا اس عالم کون و فکان میں گونج رہی تھی اور وہ یہ تھی اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تعالیٰ نُوْرِیْ

در آں روزے کہ خوباں آفریدند | ترا بر جملہ سلطان آفریدند
چو شا در وان جنت میکشیدند | بدربانیت رضوان آفریدند
ملاحت بانو یکسر ختم کردند | پس آنگہ ماہ کنعاں آفریدند
ترا دادند توقیع سعادت | وزان پس نوع انسان آفریدند
زگرد کوی تو گردی بیردند | وزان گردون گردان آفریدند

سواری چوں تو در میدان خوبی
نیامد تا کہ میدان آفریدند

فصل سوم

اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کی وضاحت

ان چار حدیثوں کے بارے میں جن کا تذکرہ محدثین نے بکثرت کیا ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق میں اولیت صرف اسی ذات اور ہستی کو حاصل ہے جس کا ذکر کہ اس حدیث میں ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا اوّل ما خلق اللہ تعالیٰ نوری سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا دوسری جگہ فرمایا گیا اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ الرُّوْحُ تیسری جگہ فرمایا گیا اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ الْعَقْلَ یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ عقل ہے۔ چوتھی جگہ فرمایا گیا اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ الْقَلَمُ یعنی تخلیق کائنات میں قلم کو سب پر اولیت دی گئی۔ ان چاروں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ہر ایک کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے جو آپس میں تناقص کا سبب بنتی ہیں کیونکہ اولیت صرف ایک ہی کو حاصل ہو سکتی ہے اس سلسلہ میں چار تاویلیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی وضاحت اکثر مورخین و محدثین نے یہ فرمایا ہے کہ سب سے پہلے پیدا کیا جانے والا حضور نبی کریم علیہ السلام کا نور مبارک ہے۔ روح عقل و قلم کی اولیت اضافی ہے یعنی مخلوقات ارواح میں اولیت روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور اوّل مجردات میں عقل اور اجسام میں قلم کو اولیّت دی گئی۔

دوسری وضاحت عالم تکوین میں جب جنات اور شیاطین کی غلاظت کو پیدا فرمایا گیا تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقت کے مطابق رہی کیونکہ وہ تمام اشیاء میں سب سے پہلے ہے اور عقل کی اولیت عقول لاحقہ کی نظر ہے کیونکہ تمام عقول سے پہلے وہ عقل تھی جس کے بارے میں حدیث پاک میں فرمایا گیا اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْعَقْلُ فَقَالَ لَہٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْث اس طرح اس عقل کے وجود تمام عقول سے پہلے ہے اور تمام قلموں میں وہ قلم سب سے پہلے ہے جس نے حکم الٰہی سے تمام اشیاء کی تقدیریں لوح محفوظ پر ثبت کیں۔

تیسری وضاحت یہ تمام احادیث مختلف حیثیات میں متعدد ناموں کے لئے بیان ہوئی ہیں، کسی حقیقت میں ایک چیز کے ساتھ کنایہ ہے یعنی اس چیز کو جو اپنی تخلیق مبدا و معاد کو ہی نہیں بلکہ تمام اشیاء کا تعقل و پہچان کرے اس کو عقل کہتے ہیں۔ اور وہ حیثیت جو خود بخود ظاہر و باہر اور مظہر خیر ہے اور ذات مقدس نبوی کی وجہ سے جو کمالات کا فیضان عدم سے وجود میں آیا اس کو نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس حقیقت سے جو حی بالذات ہے اور تمام موجودات کی حیات اس سے مستفاد ہے اس کو روح محمدی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس جہت کو جس کی وجہ سے تمام عالم کے نقوش عالم مصنوعات میں مرتسم یا لوح محفوظ پہ ثبت نظر آتے ہیں اس کو قلم کہتے ہیں اور ان معنیٰ کی تحقیق شواہد النبوۃ میں تصوف کی زبان میں شافی و وافی طریقہ پر ذکر فرمائی ہے کہ ازل میں یہ کیفیت تھی کان اللہ ولا شیئ معہ ازل میں اللہ کریم کی ذات تھی جس کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

آں کان حسن بود و نبود از جہاں نشان

الآن ما عرفت علی ما علیہ کان

عالم ازل میں جو تجلی اس ذات اقدس نے فرمائی اس وقت کسی وجود کی کوئی صورت موجود نہ تھی اور اس تجلی سے جو صورت وجود میں آئی تو وہ مکمل طور پر تمام اسرار علوم کی جامع اور اپنے مماثل سے بے مثل تھی اور اسی صورت معلومہ کو تعین اوّل یا صورت محمدی سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام موجودات کے حقائق اسی تعین اوّل یا حقیقت محمدی کے پرتو یا جزو ہیں اور وہ تجلیاں جو مختلف صورتوں میں واقع ہوئیں اور عالم غیب میں منتشر اور ضیا پذیر ہوئیں ان کو عالم ارواح میں حقیقت اوّل کی صورت وجودی یا جوہر مجرد کہیں گے کیونکہ جناب شارع علیہ السلام نے کبھی اس کو عقل کبھی قلم اور کبھی روح سے تعبیر فرمایا ہے۔

لہذا اختلاف عبارت اختلاف اعتبار پر مبنی متصور ہوگا۔ اسی لئے سرور عالم نے فرمایا ہے اوّل ما خلق اللہ القلم اول ما خلق اللہ روحی او نوری ؀

چونکہ اولیت کا مرتبہ صرف ایک ہی چیز کو حاصل ہو سکتا ہے لہذا تمام اشیا کا انتہا، حقیقت اوّل ہی ہوگا جو ایک دوسرے کے اعتبار سے انتہا کو پہنچ جاتے ہیں جو جسمانی عنصر کی شکل اختیار کرتے ہیں جس کے پہلے فرد جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جس کی تصدیق حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کنت نبیا و آدم بین الماءِ والطین اور یہ حدیث اس سلسلہ میں مدلل و مبرہن ہے۔

چوتھی وضاحت: سب سے پہلا نور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے کہ تمام ملک و ملکوت اس سے پیدا کئے گئے ہیں۔ تمام ذی روح فرشتے جن و انس و حیوان اسی نور کے پرتو ہیں اور اسی نور کی وجہ سے ان کو زندگی حاصل ہے اور ان کو زندگی حاصل ہے اور ان کی روح کو بالیدگی اسی نور کی وجہ سے ہے چنانچہ اس کا تذکرہ گذر چکا ہے اور تمام ذی روح جانداروں کے علاوہ کواکب افلاک عناصر جمادات نباتات اور علاوہ ازیں دیگر مخلوقات اسی عقل کا نتیجہ ہیں۔ پس یہ بات اس طرح متحقق ہوئی کہ اس نور محمدی کو قلم سے تشبیہ دی گئی کیونکہ یہ نور نظر محبت الٰہی کے واسطہ سے فرط حیا سے قلم کے شگاف کی طرح شق ہوا تھا جس کا ایک حصہ روح اور دوسرا حصہ عقل کہلایا۔ قلم کے قط کا داہنا حصہ روح اور بایاں حصہ عقل کہا گیا اور انعام میں قلم کو قسم میں اس طرح یاد فرمایا گیا، نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ؀ اہل اشارت یہاں ایک

لطیفہ بیان کرتے ہیں : ۔ جب روح داہنی جانب ہوئی اس کی مثال جناب آدم ہوئے اور بائیں جانب عقل ہوئی جو جناب حوا کی قائم مقام ہوئی یعنی جناب حوا کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی تھی لہذا عورتوں کی مخالفت صدق اور اصابت رائے کا سبب قرار دیا گیا جیسا کہ مخبرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ عورتوں سے مشورہ کرتے اس مشورہ کے خلاف عمل کرو ۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب عقل کو بایاں حصہ قرار دیا گیا تو روح سے معرفت ذات و صفات میں مشورہ کرے اور جو کچھ ذہن میں آئے اس سے خلت باری کو منزہ جانے اور جو کچھ عقل ادراک کرے اس سے حضرت باری کو ان اشیاء کا خالق جانے ۔

عقل چوں شحنہ است چوں سلطان رسید　　شحنہ بے چارہ در کنجے خزید
عقل چوں سایہ بود حق آفتاب　　سایہ را با آفتاب او چہ تاب

حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش

جب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حجابات سے باہر آیا تو کعبہ معظمہ کی زمین کے وسط سے جو خطہ زمین کا درمیانی حصہ ہے ایک ذرہ کو منتخب کر کے اس کو چشمۂ تسنیم کے پانی سے دھو کر بہشت کی نہروں میں غوطہ دے کر مصفیٰ و مزکیٰ کیا آسمانوں اور زمینوں میں اس کو گھمایا اور کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ کے مصداق اس کے پرتو سے تمام کائنات روشن ہو گئی ۔ یہ بیان پہلے گذر چکا ہے ۔

جب اس طرح اس نور کے مراحل مکمل ہوئے تو کوئی جگہ اس کے قیام کے لئے زیرِ غور آتی اور اس نقدِ نفیس کو تمام ملک و ملکوت کو پیش کیا گیا ۔ چنانچہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس واقعہ کو ہی ظاہر کرتی ہے لیکن مخلوقات الٰہی حیوانات جمادات نباتات زمین و آسمان غرضیکہ کوئی بھی اس ذمہ داری کو اپنانے کیلئے تیار نہ ہوا فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا اور اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس کی ہیبت سے شق ہوتے گئے ۔ اس وقت سراپردہ غیب سے آواز آئی جس کا مفہوم

ان اشعار میں ظاہر کیا گیا ہے۔

گوہرے بر سر بازار ظہور آورند تا خریدار وے از کون و مکان برخیزد
این گرانمایہ متاعِ دو جہاں مستغنی است طالبی کو کہ ہم از جان و جہاں برخیزد

اس وقت حقیقت آدم علیہ السلام نے صلاحیت و استعداد کی زبان حال سے عرض کیا کہ اس ذمہ داری اور اس کام کا متحمل ہونے کے لئے میں تیار ہوں۔

کار من است جاناں بار غمت کشیدن خوش وقت آنکہ دارد این نوع کاروبارے
بنشیں بر دل ویرانہ ام اے گنج مراد من این خانہ بسودائے تو ویراں کردم

غرضیکہ یہ خلعتِ قد آدم (علیہ السلام) پر نہایت مناسب رہا اور حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ کی مشیت الٰہی پوری ہوئی ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام منِ بیگانہ زدند

اور جب ارادہ الٰہی ترتیب ترکیب جسد آدم (علیہ السلام) کے لئے ہوا تو جمع ملائکہ کو خطاب فرمایا گیا اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ مشیت الٰہی اس بات کو چاہتی ہے کہ تخلیق جسد انسانی مٹی سے کی جائے اور یہ خطاب مبارک جس میں کہ ملائکہ سے مشورہ کیا گیا تھا اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً جب کہ فرمایا رب کریم نے فرشتوں سے کہ میں خطہ زمین کے لئے اپنا ایک با اختیار نائب تخلیق کرنا چاہتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ ملائکہ سے تمام فرشتے مراد ہیں، چنانچہ جمہور مفسرین کا اس سلسلہ میں یہی مسلک ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ ملائکہ عام اور بلا تخصیص استعمال کیا گیا ہے۔

ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنوں کی اولاد و ذریت خطہ زمین پر طغیانی و نافرمانی کا ارتکاب کرتی تھی اور حق تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی کمی نہیں چھوڑتی تھی لہٰذا مختار کل خالق و مالک نے ان کے شر کے دفیعہ کے لئے فرشتوں کو مامور فرمایا اور اس کام کے لئے جناب عزرائیل (علیہ السلام) کی قیادت میں ایک لشکر روانہ فرمایا جنہوں نے ان جنوں کا مقابلہ کر کے بہت سوں کو کیفر کردار کو پہنچایا اور بہت سوں کو قید کیا۔

اس طرح خطۂ زمین کو ان کے وجود سے پاک کر دیا۔ ابن عباس کے قول کے مطابق آیہ کریمہ میں لفظ ملائکہ سے یہی فرشتہ مراد ہیں جنہوں نے اس مہم میں حصہ لیا تھا۔

دوسری فصل

جنوں کی تخلیق

قرآن کریم میں وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اور جنوں کو ہم نے نار سموم سے تخلیق فرمایا ہے: نار سموم وہ دہکتی ہوئی آگ تھی جس کو خالق کائنات نے بنایا تھا جس میں نور و ظلمت کا امتزاج تھا۔ نور سے ملائکہ کی تخلیق فرمائی گئی اور ظلمت سے دیو اور اجنہ وجود میں آئے۔ اس آگ کے جوہر سے جان جو کہ تمام جنوں کا مورث اعلیٰ تھا وجود میں آیا تھا چونکہ ملائکہ کی تخلیق نور سے ہوئی تھی اس لئے وہ طاعت و عبادت میں مشغول ہو گئے اور گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ و معصوم رہے۔ شیاطین چونکہ دھوئیں اور آگ سے بنے تھے اس لئے وہ نافرمانی اور سرکشی میں مبتلا ہوئے اور ایمان و اطاعت سے بے بہرہ رہے۔ چونکہ جنوں کی تخلیق آگ سے ہوئی تھی جو نور و ظلمت کا امتزاج رکھتی ہے اس لئے بعض جن دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور بعض کفر و طغیان پر رہے

جنوں کی ہلاکت

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولاد و پسماندگان ابوالجن (مورث اعلیٰ) جس کا نام سوما اور لقب جان ہے اور ابو عیسیٰ اصفہانی کی روایت کے مطابق کہ جب طارنوس کی اولاد میں سلسلہ توالد و تناسل بڑھا اور ان کی اولاد پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اتباع شریعت کا ذمہ دار ٹھہرایا اور انہیں مکلف قرار دیا گیا لہذا طارنوس اور ان کی آل اولاد نے اتباع شریعت منظور کیا اور حکم الٰہی کی تعمیل کی اور ان کی زندگی عیش و آرام کے ساتھ گذرتی رہی یہاں تک کہ توریت کا ایک دورہ جس کی مدت متقدمین نے تر لسٹھ ہزار سال لکھی ہے بعض نے پچیس ہزار دو سو سال اور یحییٰ مغربی نے چوبیس ہزار سال لکھی ہے۔ جب یہ مدت باختلاف روایت مکمل ہوئی تو ان کی فطری جبلت آتشی ہونے کی وجہ سے لوٹ آئی اور انہوں نے ظلم و سرکشی و نافرمانی کا آغاز کیا اور برائیوں اور گناہوں کا ارتکاب شروع کیا۔ حق تعالیٰ نے فرد جرم کے عاید کرنے

کے بعد مختلف سزاؤں کے ساتھ ہلاک فرمایا مگروہ کمزوروناتواں وغریب جوجادہ مستقیم پر قائم تھے اور احکام اسلامی کا اتباع کرتے رہے تھے وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہے اور ان میں سے ایک شخص حلیابنیس نامی کو ان فرمانبرداروں کا سردار مقرر کیا گیا اور ان کے لئے نئے احکام مقرر کئے گئے اور جب ثوابت کا دوسرا دورہ مکمل ہوا جس کی مقدار اوپر کی سطور سے بیان کی گئی ہے تو ان متبعین نے بھی کُلُّ شَیءٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِہٖ کے مصداق نافرمانی پر کمر باندھی اور وہ بھی طغیان وسرکشی کا شکار ہوئے نتیجتاً ان کی ہلاکت کے احکام بھی نافذ ہوئے اور ان تقیہ کی نسل میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنی پرانی روش پر قائم رہے، نافرمانی وطغیان سے دور رہے لہٰذا وہ ہلاکت ونقصان سے محفوظ رہے اور ایک شخص ملیقات نامی کو ان کا حاکم مقرر کیا گیا۔اس طرح جب تیسرا دور مکمل ہوا تو انہوں نے بھی اپنی پرانی روش کو اختیار کیا اور یہ بھی قہار جبار حاکم کے قہر سے محفوظ نہ رہے اور عذاب میں مبتلا ہو کر نیست ونابود ہوئے ان میں سے بھی ایک جماعت فرمانبرداری کرنے والوں کی باقی رہی ۔ ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہی اور مرورایام سے ان کی نسل بڑھتی رہی اس درمیان میں ایک شخصیت جو فضل و دانش مندی میں شہرہ رکھتا تھا اور ہاموس کے نام سے مشہور تھا ان کی سرداری کے لئے مقرر ہوا جو مدت العمر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہا اور شریعت کے احکام کی ترویج وترقی میں کوشاں رہا اسی کوشش میں وعدہ الٰہی پورا ہوا۔ ہاموس کے مرنے کے بعد شریر اور مفسدوں کی بن آئی اور انہوں نے غرور سرکشی کو اپنا لیا تو اللہ تعالےٰ نے ان میں رسولوں کو بھیجا جنہوں نے ان کو ہدایت کا راستہ بتایا لیکن ان کی سرکشی اتنی بڑھ چکی تھی جس کی وجہ سے ان مفسدوں نے ان نصیحت کرنے والوں کی طرف توجہ نہ کی اور چوتھا دور بھی مکمل ہو گیا۔

چوتھے دور کی تکمیل کے بعد حکمت الٰہی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ نظام میں تجدید کی جائے لہٰذا ملائکہ کو ان کی سزا کے لئے مقرر فرمایا۔ ملائکہ آسمان سے اترے اور جنوں کو سزا دے کر بہت سوں کو جزائر اور جنگلوں میں منتشر کر دیا۔ اس جنگ میں بہت سے مارے گئے۔ ان باقی رہنے والوں میں بہت باصلاحیت بھی تھے وہ ملائکہ کے ہاتھوں

اسیر ہوئے اور اپنے گھروں کو لوٹا دیئے گئے ان میں ایک شخصیت (جناب ابلیس)

ابلیس کی تربیت و اعزاز

عزازیل کی تھی، کہا جاتا ہے کہ اس کے باپ کا نام خبلیث تھا جس کی شکل شیر کی مانند تھی۔ ابلیس کی ماں کا نام نبلیت تھا جس کی شکل بھیڑیئے کی مانند تھی۔ ابتداء میں عزازیل اپنے باپ کی وجہ سے طعنوں کا شکار ہوتا تھا۔ عزازیل کا حال اور اس کا انجام اس طرح ہوا کہ اس جن زادہ کو فرشتے قید کر کے آسمان پر لے گئے اور اس نے وہیں آسمانوں پر نشو و نما پائی اور دن بدن ترقی کے مدارج طے کرتا رہا یہاں تک کہ اس منصب پر فائز ہوا جو اسکی حیثیت سے بہت بلند تھا یہ ملائکہ کی تعلیم و تربیت کا تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق ابلیس کے آسمانوں پر جانے کا سبب یہ ہوا کہ بنی نوع جن کی وجہ سے یہ اپنی قوم سے الگ ہو گیا تھا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر کے عبادت الہیٰ میں مشغول رہا تھا۔ اس کی عبادت و ریاضت کا عالم یہ تھا کہ آسمان اوّل کے فرشتوں نے دعا کی کہ آسمان اوّل کے فرشتوں میں ایک ایسی شخصیت ہے کہ باغ میں کھلنے والے خوبصورت خوشبودار طراوت والے پھول سے بھی زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، ان فرشتوں کی دعا قبول ہوئی اور خالق کائنات نے اس کو آسمانِ دنیا پر ترقی عطا فرمائی اور اس نے خود کو ایک ہزار سال طاعت الہیٰ میں مشغول رکھا۔

شیخ فریدالدین عطار کے فرمانے کے مطابق ابلیس زمین پر تھا اور ابتدا میں سجّین کے زیریں حصہ میں جو دوزخ کا چھٹا زیریں حصہ ہے حق تعالیٰ نے اس ہیئت و صورت میں دو صورتوں کو سجّین میں پیدا فرمایا تھا ایک بھیڑیے کی شکل میں اور دوسرا سانپ کی شکل میں۔ یہ دونوں آپس میں جفتی کرتے تھے جس کے نتیجہ میں عزازیل کی پیدائش ہوئی اس نے طبق زمین پر ہزار سال عبادت کی یہاں تک اس دنیا کی سطح و طبق کا نمبر آیا۔ اور اس طبق پر اتنی عبادت کی کہ خطہ زمین پر ایک بالشت جگہ ایسی باقی نہ رہی جہاں اس نے عبادت نہ کی ہو۔ اس عبادت کے صلہ میں اللہ رب العالمین نے اس کو دو پر عطا فرمائے جو سبز زمرد کے تھے ان پروں سے اڑ کر عزازیل آسمان اوّل پر آیا اور ہزار سال مصروف عبادت رہا

یہاں اس کا نام زاہد مشہور ہُوا یہاں سے وہ آسمانِ دوم پر آیا اور ہزار سال مصروف عبادت رہا یہاں اس کو عابد کہہ کر پکارا گیا۔ ایک ہزار سال کی عبادت کے بعد وہ تیسرے آسمان پر آیا یہاں بھی ایک ہزار سال مصروفِ عبادت رہنے کے بعد راکع کے لقب سے پکارا گیا۔ اس طرح وہ ہر آسمان پر جاتا عبادت کرتا اور مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا یہاں تک کہ وہ ساتوں آسمانوں پر عبادت کر کے فارغ ہُوا تو رضوان جنت نے بارگاہ الہٰی میں عرض کی اے معبود برحق اس کی عبادت و ریاضت سے تمام مقربان آسمانی متاثر ہوئے ہیں اگر تیرا حکم ہو اور اس کو جنت کے داخلہ کی اجازت ہو جائے تو دوسرے ملائکہ بھی اس کی صحبت سے مستفید ہوں تو یہ بات نامناسب نہ ہو گی۔

رب تعالیٰ نے رضوان کی بات منظور فرمائی اور عزازیل (ابلیس) کو بہشت میں داخلہ کی اجازت دیدی یہاں آ کر وہ عبادت الہٰی اور فرشتوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہا

جنت میں ابلیس کا وعظ

ابلیس کی مجلس وعظ کے لئے عرش مجید کے پائے کے نیچے زمردیں تخت بچھایا گیا اور اس پر نورانی پرچم لہرایا گیا اور اس مجلس وعظ میں اتنی تعداد میں فرشتے شریک ہوئے۔ جن کی تعداد علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

ادہر یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری وساری رہا اور جزائر و بیابانوں میں بھاگے ہوئے بھی واپس آئے اور ان بقیہ اور بھاگ کر واپس آنے والوں کی ذریت بڑھتی رہی اور حسب سابق اپنی عادتوں میں مشغول و مصروف ہوتی رہی ان کو نہ طاعت سے واسطہ تھا نہ خداشناسی کی طرف توجہ لہٰذا ابلیس نے بارگاہ ایزدی میں ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنی خدمات کو پیش فرمایا اس کی درخواست بارگاہ احدیت میں قبول ہوئی اور ابلیس فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی تعلیم و ہدایت کے لئے آسمان سے زمین پر آیا لیکن بہت کم لوگوں نے اس کی دعوت رشد و ہدایت کی طرف توجہ کی۔ اس موقعہ پر ابلیس نے ایک شخص سہلوطلیت بن بلاہت کو ان نافرمانوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان میں جا کر تبلیغ کرے لیکن انہوں نے اطاعت و عمل کی بجائے اپنی روائتی تمرد و سرکشی اختیار کی۔

اور اپنی خباثت کی انتہا کر کے اس سفیر کو شربت شہادت پلا کر راہی ملک بقا کر دیا۔
عزازیل اپنے سفیر کے معاملہ سے غافل نہ تھا اور اس کو گئے ہوئے جب ایک مدت گذر گئی تو اس نے دوسرے شخص کو تفتیش حال کے لئے روانہ کیا لیکن انہوں نے اس کا بھی یہی حشر کیا چنانچہ یکے بعد دیگرے ابلیس اپنے سفراء کو روانہ کرتا رہا لیکن وہ حسب سابق ان کو ختم کرتے رہے آخر کار اس نے یوسف بن یاسف کو روانہ کیا اور اس نے وہاں جا کر سرکشوں اور شورہ پشتوں سے ملاقات کی اور ان کو نصیحت و تبلیغ کی جس کی وجہ سے وہ لوگ اس کی جان کے دشمن ہو گئے لیکن وہ حسن تدبیر سے وہاں سے بچکر نکل آیا اور جا کر ابلیس کو تمام واقعہ کی اطلاع دیدی۔

ابلیس کو دفع طغیان کا انعام اور اس کا منصوبہ

جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان ہوا کہ ابلیس آسمانوں سے فرشتوں کو ساتھ لے کر آیا تھا اور اس نے فرشتوں کی مدد سے بہت سے سرکشوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور بقیہ بہت سے اطراف واکناف عالم میں منتشر ہو گئے تھے اس سلسلہ میں اللہ رب العالمین نے تمام روئے زمین آسمان دنیا کی خلافت اور جنت کی کنجیاں ابلیس کی سپرد فرما دی تھیں۔ ابلیس اب کبھی تو دنیا میں مصروف عبادت ہوتا اور کبھی مصلے ساتوں آسمانوں پر بچھاتا اپنی طاعت و عبادت کے پرچم بوستان جنت میں لہراتا اس طرح جب اس کا اقتدار مستحکم ہو گیا تو اس کے دل میں اقتدار اور نفسانیت کا خیال پیدا ہوا اور انانیت کا دعویٰ کرنے لگا اس کے دل میں یہ خیال خام بس گیا کہ (نعوذ باللہ) اگر خداوند قدوس کو کوئی ضرر و نقصان پہنچے تو میں اس کا قائم مقام ہوں گا، اور زمین و آسمان میں میرا اقتدار ہو گا اور اس خیال کی پختگی کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عرش مجید کے نیچے اس کا تخت یا منبر بچھایا گیا تھا۔

ابلیس کو غرور کی سزا

بعض راویوں نے لکھا ہے کہ ابلیس کے دل میں یہ خیال تھا کہ (نعوذ باللہ) اللہ رب العالمین کے بعد میں ہی وہ واحد شخصیت ہوں جو اس ذمہ داری کا اہل ہوں اور اگر اللہ رب العالمین یہ ذمہ داری

کسی اور کی سپرد کرے گا تو میں مزاحمت کروں گا۔ کیونکہ تمام علمی اور عملی کاموں میں میرا کوئی ثانی نہیں ہے اتفاقاً انہیں دنوں فرشتوں کی ایک جماعت نے لوح محفوظ پر دیکھا کہ مستقبل قریب میں اللہ رب العالمین کا ایک مقرب بندہ راندہ درگاہ ہوگا اور اس پر مسلسل لعنت کی جایا کرے گی۔ فرشتے جب لوح محفوظ پر یہ دیکھ کر واپس ہوئے تو رنج و ملال کا اثر انکی پیشانیوں سے ظاہر تھا جب ابلیس نے ان کی یہ کیفیت دیکھی اور رنج و ملال کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے ساری بات بتائی۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا کہ بات تو مجھے برسہا برس سے معلوم ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں بتایا کیونکہ اس بات سے میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم کو بارگاہ الٰہی میں دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہم کو اس مصیبت سے محفوظ فرمادے ابلیس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی اَللّٰھُمَّ امنھم اے اللہ ان کو اس مصیبت سے محفوظ فرمادے۔ دعا کے وقت اس نے صرف فرشتوں کے لئے دعا کی اور اپنے آپ کو اس زمرہ میں شامل نہ کیا کیونکہ تکبر اور غرور کی وجہ سے اس کو یہ خیال ہوگیا تھا کہ میں تو اس زمرہ میں آتا ہی نہیں ہوں اور اس موقعہ پر اس کو یہ خیال نہ ہوا کہ وہ خشوع وخضوع سے اپنے لئے بھی دعا کرے، اس تکبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود ہی اس سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔

ایک مرتبہ ابلیس جنت میں گیا وہاں اس نے دیکھا کہ کارکن قضاء و قدر نے وہاں یہ لکھا ہے کہ عنقریب اللہ رب العالمین اپنے ایک ایسے بندے کو جس پر اس نے انعام و اکرام کی بارش فرمائی ہے اس کو زمین سے آسمان پر بلائے گا اور جنت کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔ اور اس کو بعض امور پر اطلاع دی لیکن وہ احکام الٰہی کو نہ مانے گا اور ان پر عمل نہ کریگا ابلیس نے جب ان کلمات کو پڑھا تو جنت میں ایک ہزار سال تک مصروف عبادت رہا (یہاں یہ امر باعث دلچسپی ہوگا کہ جنت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کی برابر ہوتا ہے) اور دوران عبادت ایسے شخص پر جو فرمان الٰہی کا منکر ہوا تھا مسلسل لعنت کرتا رہا لیکن اس کو یہ خیال بھی نہ ہوا کہ وہ اپنا جائزہ لے کہ ان حرکات کا وہ خود ہی مرتکب ہوا ہے اور اپنے اوپر لعنت بھیج رہا ہے ایک اور روایت اس سلسلے میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ عزازیل نے لوح پر یہ لکھا دیکھا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ میں اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ دیکھ کر اس نے اللہ رب العالمین سے دریافت کیا کہ اے باری تعالیٰ یہ شیطان رجیم کون ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن وہ ان نعمتوں کے ملنے کے باوجود میری نافرمانی کرے گا لہٰذا میں اس کو ذلیل و رسوا کروں گا۔ ابلیس نے عرض کیا اے اللہ اس کو مجھے دکھا دے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا، کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ تو اس کو دیکھے گا قال بعض العارفین ان الشیطان لم یھلک مالم یر فی نفسہٖ اما اذا داء فی نفسہٖ وقال انا اھلک و فلک واجابۃ دعائہ حین قال ادنی حتیٰ اھلک بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ شیطان ہلاک و تباہ نہ ہوتا اگر اس کو اپنے نفس کا خیال ہوتا اور وہ اپنے لئے دعا کر لیتا لیکن اس نے اپنے جائزہ کی بجائے یہ کہا کہ میں اس نافرمان کو ختم کر دوں لیکن دعا کرنے کی بجائے اس نے یہ کہا کہ اے اللہ اس کو مجھے دکھا دے تاکہ میں اس کو ہلاک کر دوں جو غرور و تکبر کی غمازی کرتا ہے اور یہی ادا بارگاہ الٰہی میں ناپسند ہے۔

عزازیل کی عبادت کے سلسلہ میں ایک روایت یہ منقول ہے کہ ابلیس زمین و آسمان میں ہر جگہ ہزار سال تک سجدہ میں پڑا رہتا لیکن جب وہ سجدہ سے سر اٹھاتا تو اس کی سجدہ گاہ پر یہ عبارت لکھی ہوتی لعن اللہ علیٰ ابلیس ابلیس پر اللہ کی لعنت ہو لہٰذا وہ بھی اسی وجہ سے ابلیس پر لعنت کرتا اور ویسے ہی یہ الفاظ لکھ دیتا لعن اللہ علیٰ ابلیس مصنف کتاب معالج النبوۃ نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ اور وہ نظم ہدیہ قارئین ہے۔

شنیدم کہ شیطان روز نخست ... ز اسرار غیبی یکے نکتہ جست
نظر کرد در لوح و دید از قضا ... کہ حکمت چنیں می کند اقتضاء
کہ یک برگزیدہ ز خیل ملک ... در افتد ز اوج سما تا سمک
بیک ترک فرماں ز بونش کند ... ز مجمع ملائک برونش کند
در افتد ز بسیاری و زنگ در دیو ... ز صد لہ ملک تا بپاگاہ دیو
چو بر سر غیب اطلاعش فتاد ... بنفرین و لعنت زبان بر کشاد

چنیں دیدہ ام کاں سیہ روزگار — بخود کرد لعنت بسالے ہزار
توائے ہوشمند از سر عقل و ہوش — نکوئی طلب کن بنفریں بکوش
ہر آن کس کہ نفریں و یاد می کند
یقیں دان کہ نفریں بخود می کند

پیدائش آدم و خطاب الٰہی مورخین نے لکھا ہے کہ ابلیس نے اپنے متبعین کے ساتھ جو خطہ زمین پر مقیم تھے اور اپنی زندگی پر مطمئن تھے یہ یقین کر چکے تھے کہ اب انہیں اس دنیا میں باقی رہنا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات کو بھلا بیٹھے تھے کہ سوائے ذات باری کے کسی کو بقا نہیں ہے ایسے ماحول میں خطاب الٰہی ہُوا اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں خطہ زمین پر اپنا نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں، اس لئے ملائکہ ابلیس اور اس کے لواحقین نے خیال کیا کہ اس کے مصداق وہی لوگ ہوں گے لہٰذا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ کیا تو ایسی قوم میں اپنا نائب بنائے گا جنہوں نے زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیا ہے اور وہ قتل و خونریزی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی یا وہ اس بات کو قیاس کر چکے تھے۔ اس کی متعدد وجوہ تھیں۔

(۱) انہوں نے آدمیوں کو جنوں پر قیاس کیا تھا۔
۲۔ خلیفہ کے ذکر سے انہوں نے یہ قیاس کیا تھا کہ جب تک فتنہ و فساد نہ ہوگا خلیفہ کی کیا ضرورت ہوگی۔
۳۔ اضداد عناصر سے ان میں نظم و ضبط پیدا کرنا۔
۴۔ احکام الٰہی کی سربلندی کی خاطر۔
۵۔ لوح محفوظ پر دیکھ لینے کی وجہ سے۔

ان وجوہ کے مدنظر انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی خلیفہ کا تقرر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو جنوں کی معصیت کی وجہ سے یا اطاعت کی وجہ سے ہے اس میں ملائکہ کی تو کوئی خطا نہیں ہے اور اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ

وَ نُقَدِّسُ لَکَ " ہم تیری تسبیح تقدیس اور تمہید کرنے والے ہیں۔ جواب الٰہی ملا کہ اب اس خطہ زمین کو خالی کر دو کیونکہ مخلوقات کے پراگندہ ذہن ہماری ربوبیت کی باریکیوں اور اسرار و رموز تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ میں وہ باتیں جانتا ہوں جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ یہاں اس گفتگو سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ کی حق تعالیٰ سے یہ عرضداشت غلطی تھی یا نہیں ؟

جواب: اس کا جواب حضرات ابن عباس ابن مسعود حسن بصری ابن جریج محمد اسماعیل اور بہت سے علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ جواب قابل مواخذہ نہ تھا اور اس سلسلہ میں بہت سی دلیلیں بھی دی ہیں۔ بعض نے کہا ہے ملائکہ کی دریافت اس حکمت کو معلوم کرنا تھا جو اس نائب و خلیفہ کی تخلیق میں مضمر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ استفہام تردیدی ہے تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ یہ گروہ بھی جنوں کی طرح فساد برپا کرے گا یا ملائکہ کی مطیع و مصلح ہوگا اور شق ثانی تردید محذوف ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب ملائکہ خطاب الٰہی سے مشرف ہوئے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ جب رب کریم نے ملائکہ سے فرمایا فرشتے اس خطاب سے فرط مسرت میں پھولے نہ سمائے اور یہی حالت جناب موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت ہوئی تھی جب ان سے رب تعالےٰ نے کلام فرمایا اس وقت فرطِ مسرت میں بے ساختہ پکار اٹھے تھے۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے رب اپنی زیارت سے مشرف فرما دے خطاب الٰہی ہوا لَنْ تَرَانِیْ اسی وقت ہوش میں آگئے اور توبہ کرنے لگے اور عرض کی تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ بس تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلے مسلمان ہوں۔

جب جناب نوح علیہ السلام قبولیت دعا سے مشرف ہوئے تو فرطِ مسرت میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ میرا بیٹا بھی میرے اہل و عیال میں شامل ہے۔ خطاب الٰہی ہوا اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اسی طرح اس خطاب کی خوشی میں ملائکہ نے بھی بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْھَا بعض اہل دل نے تو یہ کہا ہے کہ جو کوئی کسی لغزش کا مرتکب ہوتا ہے اس لغزش کے عوامل میں لطف و کرم کی زیادتی سب سے بڑا سبب ہوتی ہے اور بڑوں سے جو لغزش ہوتی ہے وہ شکستہ کا اظہار ہوتی ہے تاکہ وہ لطف و کرم سے ناامید نہ ہوں ؎

باگناہگاراں بگویم تانیندازند از دل
من وفائے دوست را در بیوفائی یافتم

بعض علماء نے اس سلسلہ میں یہ فرمایا ہے کہ ملائکہ سے
اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ سوال وجواب کے بعد خطاب الٰہی اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (مجھے ان باتوں کا علم ہے جو تم نہیں جانتے) وارد ہُوا اور ملائکہ اس جواب سے نادم ہوئے اور اصلاح حال کے لئے اس لغزش و غلطی کے تدارک میں مصروف ہو گئے اس سلسلہ میں دو روائتیں نظر سے گذری ہیں ۔

زین القصص میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا تو فرشتوں نے اپنے جواب کو گناہ تصور کیا کہ انہوں نے ایسی بات میں دخل اندازی کی جس کے سلسلہ میں وہ اہل اور مجاز نہ تھے لہذا اس پاداش میں سات سال تک کرسی کے گرد مصروف طواف رہے اور دوران طواف ان کی زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے لبیك اللهم لبیك اعتذرا الیك نستغفرك و نتوب الیك اے اللہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں اپنی غلطی پر عذر خواہی کرتے ہیں طلب مغفرت کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں ۔ امام زین العابدین نے فرمایا ہے اور روضۃ العلماء میں مناقب اہل بیت کے باب میں لکھا ہے کہ جس دن ملائکہ نے خطاب الٰہی اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَه سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا اس سوال کے جواب میں خطاب ربانی ہُوا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ یہ سن کر اپنے کلمات پر وہ سب شرمندہ ہوئے اور حق تعالیٰ کے قہر و غضب سے ڈرتے تھے اور اپنے نادانستہ سوال پر روزتین ساعت (گھنٹے) عرش الٰہی کا طواف کیا اور نہایت خشوع خضوع سے اپنی اس جرأت پر اظہار معذرت کرتے رہے ۔ حق تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی ان پر رحم فرماتے ہوئے فرمایا یَا اَیُّھَا الْمَلَائِکَةُ اَتُرِیْدُوْنَ مَغْفِرَتِیْ وَرِضْوَانِیْ اے ملائکہ کیا تم میری مغفرت و رضوان کے طالب ہو سب نے یک زبان ہو کر کہا بیشک ۔ اے رب کریم ہم پر احسان فرما اور اپنے رضوان و رحمت سے ہم سے اپنے غضب کو دور فرما اور اس نا معلوم گناہ کی پاداش سے ہم کو محفوظ فرما ۔

وضو پر ایک عجیب و غریب نکتہ : حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میرے عرش مجید کے

کے نیچے ایک نہر جاری ہے اس کے کنارہ پر جاکر وضو کرو انہیں وضو کا طریقہ معلوم نہ تھا لہذا رب تعالیٰ نے انہیں وضو کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ پہلے تین مرتبہ پہنچوں تک ہاتھ دھوؤ انہوں نے ایسا ہی کیا تین مرتبہ کلی کرنے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنے کا حکم ہوا پھر فرمایا گیا کہ تین مرتبہ اپنا منہ دھوؤ اور تین مرتبہ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے جائیں اور ایک مرتبہ سر کا مسح کیا جائے اور آخیر میں ٹخنوں تک پیر دھوؤ لہذا سب نے تعلیم کے مطابق عمل کیا اور یہی ہمارے مسلک کے مطابق معمول بنا ہے۔ وضو کے بعد ان سے کہا گیا کہ اب یہ کلمات ادا کرو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

یہ کلمات فرشتوں نے ادا کر کے پھر بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ الٰہی ان اعمال پر کتنا اجر و ثواب عطا ہوگا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا گناہوں سے مغفرت اور نافرمان وطغیان کا دھلنا فرشتوں نے دوبارہ عرض کیا کہ اس سلسلہ میں صرف ہماری خصوصیت ہے یا جو کوئی بھی یہ عمل کرے گا وہ بھی اجر و ثواب کا حقدار ہوگا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ عمل امت محمدیہ (علیہ التحیۃ والثناء) کا شعار ہوگا۔ وہ گناہوں میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے نبی آخر الزمان کی برکت اور ان اعمال کی وجہ سے انہیں عذاب دوزخ سے واسطہ نہ ہوگا اور یہ اعمال ان کے گناہوں کی مغفرت اور ان کی آلودگی دور کرنے کا سبب ہوں گے۔ اور مومنوں میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو اس طرح وضو کرے جیسا کہ تم نے کیا ہے اس کو اپنی رحمت و رضوان سے مشرف فرماؤں گا اور اس کا مفصل حال مناقب میں بیان ہوا ہے اس جگہ صرف اتنا بیان ہی کافی ہے۔

مصنّف بحر الدّرر کے اقوال

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ خالق کائنات رب العالمین نے فرمایا مختار اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صاحب بحر الدّرر نے پچاس قول بیان کئے ہیں جن میں سے صرف دس ہم یہاں بیان کریں گے۔

پہلا قول: قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی میں جانتا ہوں کہ اگر ان کے درمیان کچھ مفسد اور برے بھی ہوں گے اور ان میں انبیاء علیہم السلام بھی ہوں گے جو گناہوں سے معصوم اور محفوظ ہوں گے ان میں مصلح اور نیکوکار مصلحین بھی ہوں گے کہ جنکی

رشد و ہدایت کے سامنے فسادیوں کے دامن کی گردش بھی نہ آسکے گی۔

دوسرا قول: یہ مصلحین صاحب علم و عمل ہوں گے کیونکہ بہت عمل اور تھوڑا علم زیادہ بہتر اور قابل قبول ہے۔ اس عمل کے مقابلہ میں جو بغیر علم کے کیا جائے اور علماء نے اسی قول کو اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ترجیح دی ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا (اور آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کا پورا پورا علم تعلیم فرمایا) اس کے بعد فرمایا گیا اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ کہا میں نے تمہیں یہ نہیں تعلیم فرمایا کہ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

تیسرا قول: اگر دنیا میں بسنے والے انسان گناہوں کا ارتکاب کریں گے تو توبہ بھی کریں گے اس طرح صدور گناہ کے جرم کا توبہ کی اصلاح سے تدارک کرلیں گے اور یہ خصوصیت آدم (علیہ السلام) اور ان کی اولاد کے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں۔

چوتھا قول: فرشتوں سے فرمایا گیا کہ تمہاری تخلیق میں میری چند صفات کا اظہار ہوا اور بہت سی خصوصیات ایسی ہیں جو پردہ اخفاء میں رہیں مثلاً تمہاری تخلیق میں میری خالقیت، قدرت، عظمت کا اظہار ہوا اور رزاقیت رحمت و مغفرت کا اظہار نہیں ہوا۔ انسانی وجود کی تخلیق سے یہ صفات ہی نہیں بلکہ اور بہت سی صفات بھی منصۂ شہود پر آبیٹھیں گی رچنانچہ پیر ہرات نے فرمایا جب مشیت الہیٰ اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اپنی قدرت کو آشکارا فرمائے تو اس نے دنیا بنائی اور جب رب تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی ذات کو متعارف کرائے تو اس نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا۔ فقیر کے ذہن میں اس سلسلہ میں ایک رمز آئی ہے

آدمی آئینۂ مولا بود — کُنْتُ کَنْزاً رمز ایں معنیٰ بود
تن چو آہن روح ہمچوں صیقل است — صیقلے آں تجلی الست
چوں مرات از جلایابد کمال — در دلے اوّل صیقلے بنید جمال
گنج مخفی شد عیاں زیں آئینہ — تن دل و دل گشت جاں زیں آئینہ
آنکہ مقصود دو عالم ذات اوست — ذات تولے بے خبر مرات اوست

ماؤ تو آئینہ یک دیگریم
بلکہ یک آئینہ ایم ار بنگریم

پانچواں قول: تمہاری اطاعت بالطبیعت بغیر کسی تکلیف اور بغیر کسی امر مانع کے ہے اور انسانوں کی اطاعت تکلف اور بہت سے موانع کے ساتھ ہے مثلاً ان کو نفس شیطان اور خواہشات نفسانی کے عوارض لاحق ہیں اور طاعت موانع اور رکاوٹوں کے ساتھ زیادہ بہتر ہے بمقابلہ اس طاعت و عبادت کے جو بالطبع اور بغیر کسی رکاوٹ کے ہو۔

تخلیق جبرائیل جب جناب جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو انہوں نے اپنے جسم و جسد کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اپنے وجود میں مشاہدہ کیا اور اس سلسلہ میں ادائے شکر میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور ان دو رکعات میں تیس ہزار سال کی مدت صرف کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہ العالمین کیا کسی بندہ کو ایسی عبادت میسر ہوگی جیسی کہ میں نے کی ہے خطاب باری ہوا اے جبرائیل نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنی خالقیت سے ایسے گروہ کی تخلیق کروں گا جو دو رکعت نماز بہت ہی کم وقت میں بہت سی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے ساتھ ادا کریں گے اور ان دو رکعت کا ثواب تمہاری دو رکعت پر فوقیت حاصل کرے گا۔ جبرائیل نے عرض کیا وکیف ذلك یا رب العالمین رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرائیل تو کیونکر عبادت و ریاضت نہ کرے گا اور اطاعت کا بار اپنی گردن پر نہ رکھے گا کیونکہ فراغت اور عافیت تمہارا شعار اور طرہ امتیاز ہے اور کوئی ایسا امر مانع نہیں ہے جو تمہیں ہماری خدمت سے باز رکھے اور تمہاری توجہ میری ذات سے منعطف کرائے۔

دراںحالیکہ انسانوں کی کیفیت تمہاری جیسی نہیں ہے ان کی حالت یہ ہے کہ وھم یعبدون مع اشغال کثیرہ وموانع وافرات یبارزون مع الشیطان مبارزۃ شدیدۃ حتیٰ سجد والی سجدۃ واحدۃ وہ میری عبادت اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود کرتے ہیں اور شیطان سے سخت جنگ کر کے مجھے ایک سجدہ کرتے ہیں۔

یہ جب چاہتے ہیں کہ اپنی زخمی روح پر میری اطاعت کا مرہم رکھیں تو ان کا نفس عبادت میں مزاحم ہوتا ہے اور شیطان کمر مخاصمت کس کر میدان میں آجاتا ہے شہوات اور غفلت راستہ روکتے ہیں قلبی خواہشات اور نفسانیت غالب ہو کر گمراہی کے گڑھے کی طرف لیجاتے ہیں۔ حرص مال کی محبت اور اسباب دنیاوی مزاحم اور غالب ہوتے ہیں اور مزید برآں

سستی اور کاہلی عمل کی طاقت میں کمی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ علم و حکمت کی صلاحیتوں کو جہالت سینہ میں دفن کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جدوجہد کے میدان میں غفلت کا غبار پھیل کر قوت عمل کو مفقود کر دیتا ہے علاوہ ازیں عوام کا میلان اور رزق کا حصول راستہ کی رکاوٹ بنتا ہے شیطانی وسوسوں کا لشکر اس پر تاراج کرتا ہے اور ان تمام فتنوں کو یقین کی قوت سے بیکار اور کمزور کرنا چاہیئے تاکہ ایک ساعت وہ ہماری طرف متوجہ ہو جائے

چھٹا قول : رب کریم نے ملائکہ سے فرمایا اے ملائکہ تمہاری اطاعت فخر و مباہات کے ساتھ ہے لیکن ان کی معصیت ندامت ضعف و کمزوری و ناتوانی کے ساتھ ہے چنانچہ پیر ہرات نے فرمایا کہ وہ معصیت جو عذر خواہی کی سبب بنے وہ اس اطاعت و عبادت سے بہتر ہے جو عجب و تکبر کا سبب ہو۔ چنانچہ عارف رومی نے فرمایا ہے :۔

معصیت کردی بر از ہر طاعتے — آسماں پیمودۂ ہر ساعتے
بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد — نے زخارے بر دَرد اوراق ورد
نے گناہے عمرو نے قصد رسول — میکشیدش تا بدرگاہ قبول
نے بسحر ساحراں فرعون شاں — میکشید و گشت دولت ذو نشاں
گر نبودی سحر شاں و آں جحود — کے کشیدے شاں بفرعون عنود
کے بدیدندے عصائے معجزات — معصیت طاعت شد اے قوم عصات

نا امیدی را خدا گردن زدست
چوں گنہ مانند طاعت آمد است

ساتواں قول : اے فرشتو تمہارا گناہ سے محفوظ رہنا اس کا نتیجہ ہے جو گناہوں سے بچنا میری ذات نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے اور انسانوں کا ارتکاب گناہ میری رحمت کا مظہر ہے نہ تو تمہارا یہ ناز کرنا قابل ستائش ہے کہ ہم گناہوں سے محفوظ ہیں اور نہ ان کو ارتکاب گناہ پر سزا دینا اس رحمت کے متقاضی ہے۔

بجاں پیر خرابات و حق نعمت او — کہ نیست در سر ما جز ہوائے خدمت او
بہشت اگرچہ نہ جائے گناہگاراں است — بیا د بادہ کہ مستظہرم بہمت او

برآستانہ میخانہ گر سرے بینی مزن بپائے کہ معلوم نیست نیت او
مکن بچشم حقارت نگاہ برمن مست
کہ نیست معصیت وزہد بے مشیت او

آٹھواں قول: حضرت احدیت نے ملائکہ آسمانی سے فرمایا کہ تم نے انسانی عیوب پر نظر رکھی اپنے محاسن پر اظہار مسرت تو کیا لیکن ان کا اظہار تشکر نہ دیکھا اسی طرح تم نے ان کے ہنر اور اپنے عیوب کا خیال نہ رکھا، تم نے ان کے فساد کو یاد کیا لیکن دفعیہ فساد کے طریقوں پر کچھ نہ کیا، تم نے ان کی خونریزی تو دیکھی لیکن اشک ریزی نہ دیکھی، تم نے ان کی لغزشیں اور گناہ تو دیکھے لیکن ان کی آہیں اور آہ و فغاں کو نہ دیکھا۔ ان کی معصیت دیکھی لیکن ہماری مغفرت نہ دیکھی تم نے ان کے گناہوں کے دھوئیں کو دیکھا لیکن ان کے ایمانی نور کو نہ دیکھا، تم نے ان کے جسم پر حرص و شہوت کو دیکھا لیکن عشق و محبت سے بھرے دل کو نہ دیکھا، تم نے ان کے تن نازپرور کو تو دیکھا لیکن ان کے درد بھرے دل پر نظر نہ ڈالی، ان کے ناز و نعم کو تو دیکھا لیکن ان کے عجز و نیاز کی طرف توجہ نہ کی۔ ان کے دامن آلودہ کو تو دیکھا لیکن ان کے غم فرسودہ کو نہ دیکھا۔ اب یہ بات تمہارے لئے لازم ہے چونکہ تم نے اپنی تسبیح و تہلیل کی طرف دیکھا ہے۔ لہٰذا اب گناہ گاروں کو میری جانب رجوع و رجحان کو بھی دیکھو۔ تم نے اپنی حمد بیان کرنا دیکھا ہے تو ان کی وحدانیت کا ذکر کرنا بھی دیکھو۔ اپنے انوار کو دیکھا ہے تو ان کے اسرار کی طرف بھی متوجہ ہو، اپنی طاعت و عبادت کے نور کو دیکھا ہے تو ان کی عبادت کی انفرادیت کو بھی دیکھو اپنی صفا کو دیکھا تو ان کی وفا کو بھی دیکھو۔ اپنی صلاح کے ساتھ ان کی فلاح کو دیکھو، اپنی خدمت اور ان کی قربت کا موازنہ کر لو، اپنی عبادت کے نور کے ساتھ ان کی محبت کی آگ دیکھو اپنی محبت و عقیدت جو میرے ساتھ ہے اس کا موازنہ میری محبت اور دوستی کو ان کے ساتھ دیکھو۔ اسی مضمون کو عارف رومیؒ نے کس پیارے انداز میں بیان کیا ہے۔

حسن یوسف عالمی را فائدہ لیک بر اخواں عبث بد زائدہ
لحن داؤدی چناں مرغوب بود لیک بر محروم نامطلوب بود
آب نیل از آب حیوان بد فزوں لیک برمحروم منکر بود خون

ہست بر مومن شہیدی زندگی
بر منافق مردنست و بندگی

نواں قول: ای خطر تسبیحکم اذا ظرا قبل وای صذرھم من ذنوبھم اذا لم نعذ بھم اے ملائکہ تمہاری تسبیح وتقدیس کی کیا قدر وقیمت ہے اگر میں اس کو قبول نہ کروں اور انہیں معصیت وگناہ کا کیا نقصان اگر میں انہیں اس پر سزا نہ دوں۔

جناب داؤد کے پاس وحی الٰہی حضرت حق تعالیٰ نے جناب داؤد کے پاس وحی بھیجی۔ یا داؤد بشر المومنین وانذ رالصد یقین گناہگاروں کو بشارت دو اور صدیقین دوستوں کو ڈراؤ۔ جناب داؤد نے فرمایا بارالہٰا یہ اسرار ورموز میرے ذہن میں نہیں آئے۔ یہ بات ظاہر کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ گناہگاروں کو بشارت دی جائے اور دوستوں کو دھمکایا جائے۔ خطاب باری ہوا کہ گناہگاروں کو بشارت دو کہ ناامید نہ ہو اور دوستوں کو ڈراؤ تاکہ وہ اپنی طاعت وعبادت پر گھمنڈ نہ کریں۔ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مشو رائے عاصی بیچارہ ناامید — کہ چوں پیدا شود اشراق خورشید
اگر افتد بقصر بادشاہی — ہم افتد نیز بر کنج گدائی
کسے کو برہنہ است امروز در راہ — بر و تابید این خورشید درگاہ
چو کار مخلصاں آمد خطرناک — گنہگاراں بیند این گوئے چالاک
نزیبد مرد خودبیں بادشاہ را — اَیْنَ الْمُنْذِ نِبِیْن باید خدا را

دریں رہ نیست خودبینی خجستہ
تنی لاغر دلی باید شکستہ

دسواں قول: ملائکہ نے جناب باری میں عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا اے خداوند کریم ہماری کیا کوتاہی تھی جس کی پاداش میں خطہ زمین کا اختیار ہم سے لے لیا اور جناب آدم (علیہ السلام) میں کیا خصوصیت تھی کہ خطہ زمین پر قبضہ واختیار ان کو عطا فرمایا جا رہا ہے، اے رب کریم تیرے اس حکم میں جو اسرار ورموز

پوشیدہ ہیں اگر وہ قوم فتنہ و فساد کی خوگر نہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے (لیکن ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ خطہ زمین پر بسنے والے فتنہ و فساد کے عادی ہیں۔ پر اس میں مصلحت کیا ہے) جواب باری ہوا کہ اے ملائکہ تم عالم بالا میں اطاعت و عبادت کا سرچشمہ ہو تو وہ زمین پر عشق و محبت کے متوالے ہوں گے تمہارے دل میں اگر تڑپ ہے تو ان کے دلوں میں بھی ہے، تم عالم بالا میں لمبی لمبی مدت تک مصروف عبادت رہتے ہو تو وہ دنیا میں نیاز اور التجائیں کرتے ہیں، تم آسمان پر عبادت کرتے ہو تو نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" کی صدا لگاتے ہو لیکن جناب آدم (علیہ السلام) دو سو سال مصروف گریہ رہتے ہیں تو عرض کرتے ہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا جن کی صدا ساتوں آسمانوں سے گزرتی ہے۔

از یارب صوفی کہ لباس زندبہ   رندے کہ لبسوز از در خمار بنالد

اے ملائکہ ہر بادشاہ کو اپنی عظمت و شان کے اظہار کے لئے فوج و لشکر غلام خدام درکار ہوتے ہیں اسی طرح اس کو محبت و مودت کے اظہار کے لئے مونس و غمخوار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اے فرشتو تم اس قبہ نیلوفری اور خرگاہ زبرجدی پر میری عظمت و جلال کے مظہر ہو تو یہ دل شکستگان اور محرمان راز اور معتکفان حرم نیاز میرے نیازمند ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کا اندازِ فکر

سلطان محمود غزنوی ایک مرتبہ چند شایان شان غلام خریدنے بازار غلاماں گیا وہاں اس نے چند غلام خریدے اور جب خریداری کرتا ہوا ایاز کے قریب آیا تو اس کو محبت اور غربا پروری کے اظہار کے طور پر خرید لیا۔ یہ غلام اگرچہ صورت میں کم تر تھا لیکن سیرت میں اعلیٰ و افضل تھا تمام دوسرے غلام زر و جواہر پہن کر خوش ہوتے اور اگر سلطان کسی کو کہیں بھیجتا یا کسی جاگیردار کا فرمان غلام کے نام کر دیتا تو وہ اس اعزاز پر پھولا نہ سماتا ایک دن سلطان نے سوچا کہ اس غلام کی آزمائش کی جائے اور اس کی آزمائش کی جائے لہٰذا اس کو ایک علاقہ تفویض کیا بعض غلاموں کو اس بات پر ایاز سے رشک و حسد پیدا ہوا کہ خدمت تو ہمیں ملنی چاہیئے تھی۔ یہ اعزاز ایاز کو کیوں۔ بلا اجازت توقع کی نزاکت کو محسوس کر لیا اس کا دل دوستوں اور ساتھیوں کے رویہ سے رنجیدہ ہوا اور فرط غم میں اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے

حاضرین نے ایازؔ سے کہا کہ اگر کسی کو یہ منصب بارگاہ شاہی سے عطا ہوتا ہے تو اس کے لئے عزت و سربلندی کا سبب ہوتا ہے۔ اس موقع پر تمہارا رونا عطیہ شاہی کے شکریہ کے منافی ہے

داد ایاز آن قوم را حالی جواب — گفت بس در دیدہ از راہ ثواب
نیستید آگہ کہ شاہِ انجمن — دوری اندازدم از خویشتن
بحکم من کند شاہ ایں جہاں — من نگردم غائب از وے یکزماں
ہرچہ گوید آن توانم کرد و بس — لیک از و دوری نجویم یک نفس
من چہ خواہم کرد ملک و کار او — مملکت من بس بود دیدار او
گر تو مرد طالبی و حق شناس — بندگی کردن بیاموز از ایاز

تا بہشت و دوزخت در رہ بود
جاں تو زیں راز کے آگہ بود

ستارے اور سیارے اپنے اپنے مقام پر اس سلسلہ میں عالم تخیل کا ایک لطیفہ قابلِ توجہ ہے کہ ستارے اور سیارے اس قبہ پر متمکن ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں نور کی مشعل ہے اور ان کی حیثیت بالکل اسی طرح ہے جس طرح زمین کے ذرات ہیں۔ آسمانی ذرات نور و ضیا کے حامل ہیں اور زمینی ذرات بے نام و نشان اور عدم و وجود کے درمیان رہے ہیں لیکن اس حقیقت کو معلوم ہونے کے بعد تم اس بلندی اور دوسرے سیاروں کی روشنی سے متاثر نہ ہو اور ان ذرات کی پستی اور کم مائیگی پر نہ جاؤ اور انتظار کرو تاکہ سیاروں کا سربراہ افق سے طلوع کرے اور اس ستارہ عالی منزلت اور بلند مرتبت کو دیکھو کہ اس نے خود کو تنہائی کا خوگر بنایا اور اپنے چہرہ کو زربفت نقاب میں پہنکر بے نام و نشان ہوگیا اور اس ذرہ صغیر و حقیر کو دیکھو جو وافعاتی زندگی میں آجاتا ہے اور ظاہری حکمت بھی یہی ہے کہ یہ ستارے نخوت و غرور کا پلئے بند ہیں اور خورشید اپنی مملکت میں اندھیری کو برداشت نہیں کرتا۔ آخر کار جب آفتاب بادشاہی جاہ و جلال کے ساتھ مرکب نور پر بیٹھا تو دوسروں نے ناامیدی کی نقاب اور شرمندگی کا برموقع سر پر ڈال کر اس کی نور افشانی پر نامناسب الفاظ ادا کئے۔ اس کیفیت پر یہ پست ذرہ اپنی عاجزی

اور بیچارگی اور غربت و افلاس میں پرورش پانے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہوگیا اور اس احساس نے اس کی یادداشت ختم کر دی اور اس کی گمنامی اور بے نشانی نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی لیکن جب عالم کو منور کرنے والا خورشید گردش میں رہنے والے آسمان پر اپنے مطلع سے سر اٹھاتا ہے تو پہلے وہ آفتاب کی خدمت میں حاضری دے کر اس سے کسب ضیاء کرتا ہے اور اس کے بعد وہ ذرہ (خورشید) اس کے بعد وہ آفتاب کے عطا کردہ خلعت ضیاء سے اپنی ضو فشانی میں مصروف ہوتا ہے۔ والتقریب ظاہر اور اس کا یہ علم کسی سے پوشیدہ نہیں (گر نبیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ)

اس سلسلہ میں عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

رقصاں شو اے قراضہ کز اصل اصل کانی	جویائے ہر چہ ہستی میدان کہ عین آنی
خورشید رخ نماید از ذرہ رقص خواہد	آں یہ کہ رقص آری دامن ہمیں کشانی
شد ذرہ آفتابی از خوردن شرابی	در دولت تجلی از لحن لن ترانی
روزے کنار گیری اے ذرہ آفتابی	لب بر لبش نہادہ این نکتہ را بدانی

با میوہ ہائے خامیم در تاب آفتابیم
رقصے کنیم رقصے زیرا کہ تو بزانی

عناصر اربعہ کا مناظرہ

تخلیق آدم (علیہ السلام) کے واقعات حدیث من تواضع اللہ فقد رفعہ اللہ کی روشنی میں قابل مطالعہ ہیں ارباب نامدار اور علمائے ذی وقار نے ان واقعات کو فصیح و بلیغ زبان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب خطاب باری اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفَہ ساکنان عالم بالا و باشندگان ملاء اعلیٰ نے سنا تو اپنی بساط بے بساط کے مطابق تگ و دو میں مشغول ہو گئے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اعزاز انہیں ہی میسر آجائے۔ اس سلسلہ میں عناصر اربعہ آگ پانی ہوا اور خاک بھی میدان عمل میں آنے میں کسی سے پیچھے نہ رہے، ان میں آگ روشنی کی شعاعوں کی ٹوپی اوڑھے سب سے آگے آئی اور کہنے لگی کہ عالم کا وجود میرے دم قدم سے ہے میں مشعل نور کی حامل ہوں میرا رنگ حوران جنت کے رخساروں کی طرح سے ہے۔ مشرق سے طلوع ہونے والا آفتاب

میرے سامنے رات کی طرح سیاہ ہے لعلِ رنگین میرے یاقوتی لبوں کی طرح سے ہیں اور آیت اَفَرَاَیۡتُمُ النَّارَ الَّتِیۡ تُوۡرُوۡنَ میری برکات کا مظہر ہیں۔ روشنی میں آسمانِ چہارم کا آفتاب مجھ سے نورانیت میں مناسبت رکھتا ہے۔ اسی طرح آسمانِ اوّل کا ماہتاب بھی اس نورانیت میں میرا مماثل و مقابل ہے میں اس حیثیت کی حامل ہوں کہ زمین میری ہواؤں کے ستائے ہوؤں کو سکون و آرام پہنچاتی ہوں اور سخت لوہے کو اپنی حرارت سے نرم کرتی ہوں اور تنگ و تاریک دنیا کو اپنی روشنی سے منور کرتی ہوں۔ دار المحن دوزخ میرا شعلۂ انتقام ہے۔ صبح شام کا گوہر نور بار میں ہی ہوں اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ ظہور کا مظہر میں ہی ہوں۔ مساجد کی قندیلوں کے نالوں کو فلاح کی چابی سے میں ہی کھلواتی ہوں مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ کے منشور کا عنوان میں ہی دکھاتی ہوں۔ کانوں سینہ کو میں نے بہت عرصہ تک بنایا ہے جس کے انعام میں یَا نَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ کے خطاب سے مشرف ہوئی اور ان اعزازات کے بعد میں اس بات کی سزاوار ہوں کہ خلافت کا اعزاز مجھے حاصل ہو۔ دوسری جانب آبِ طہور نے منزل سرور سے سر اٹھا کر کہا کہ اے جلانے والی آگ تو نے اپنی خلافت کے استحقاق میں بلند و بانگ دعوے کئے ہیں، لیکن صفات و اعزازات میں دریائے زلال ہوں اور سیراب کنندہ بے ملال ہوں۔ گلستان کی رنگ و بہار اور فرش زمین کا آراستگار ہوں نازکان باغ اور حلہ پوشان گلستان کو خلعت نوروزی پہناتا ہوں نو عروس غنچوں کو گلگوں حُلّے روانہ کرتا ہوں اور اس میں اگے ہوئے سبزہ کو قبائے فیروزی عطا کرتا ہوں لالہ کی چمکنے والی شمع کو شعاع نور اور تاب ظہور سے منور کرتا ہوں، میں گرم خشک راستہ کے مسافر کو ابری نعمت سے سرفراز کر کے یکسر و یکدم سیراب کر کے بیابان کی تند و تیز ہواؤں کو سرد کرتا ہوں اور خود کو شہرستان افلاک میں پہنچاتا ہوں۔ موسم میں توکل کے جنگل میں ہوا کے جھکڑوں کا اندازہ کر کے سالکوں کی طرح گوشہ عافیت میں سیپی میں صدف کی طرح عافیت نشین ہوتا ہوں۔ اور اپنی ہستی کے قطرہ کو درِ ثمین بنا کر قبہ تاج سلاطین میں جگہ دلاتا ہوں ان صفات و اعزازات کی وجہ سے میں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں کہ خلافت کا منصب مجھے عطا کیا جائے۔

پانی کے یہ دعوے سن کر ہوا کو بھی جوش آیا اور اس نے اپنے لئے خلافت کا جواز پیدا

کرنے کے لئے مختلف دلائل دیئے کہ میں وہ ہوں جو سکون وراحت کا سبب بنتی ہوں۔ میرے
جھونکے مشام جان کو معطر کرتے ہیں۔ اجسام انسانی کے آرام وراحت کا انتظام میری عادت و
فطرت ہے عشق الٰہی کے متوالوں کی مسابقت میری سرشت ہے کبھی موسم سرما میں کچی چاندی ٹکسال
کی حوض میں ڈالتی ہوں اور کبھی تاتاری مشک باغوں اور گلشنوں میں چھڑکتی ہوں، نرگس کے جسم
کی کمان کو میں کھینچتی ہوں اور بنفشہ کی جعد مسلسل کو میں گرہ لگاتی ہوں گلستان کی ضیاء و بہجت
میرے دم قدم سے ہے گل و بلبل کے نغمے میرے رہین منت ہیں، پتوں کا درختوں کی شاخوں
پر رقص اور ان کے نغمات میری ہی توجہ کا نتیجہ ہیں زبرجدی تخت کو اپنی بے نقص مشاطگری (خدمت)
سے سجاتی ہوں، میں وہ موتی ہوں کہ باغ کے گل رویوں کو عرق گلاب کے قطروں اور ابر رحمت کے
پانی کے امتزاج سے دھوتی ہوں میں وہ خدمت گذار ہوں کہ بنفشہ و سنبل کی زلفوں میں شانہ کرتی
ہوں، نہیں نہیں میں وہ زرگر ہوں جو جوہریوں اور عمدہ صناعوں کی طرح ہوا کی دمکتی ہوئی بھٹی میں
کلیوں کو پھولوں میں تبدیل کرتی ہوں یا میں خود نخل ہندی کی طرح ہوں کہ میں نقاشوں اور مایوں
کی طرح صحن چمن اور اس کے اطراف میں سمن و نسترن کے شاخ و برگ بچھاتی ہوں اور تمام
عالم کو دم مسیح کے صدقہ میں جوان کرتی ہوں، باغ کے گل و برگ کو میں ہی حیات نو بخشتی
ہوں، ابر و بارش کو میں ہی اپنے نغموں سے رواں دواں رکھتی ہوں، ہو سکتا ہے کہ اس
قصر عالی نہاد کی بنیادیں برباد ہو جائیں، یہ صرف میری ہی وجہ ہے کہ ان سب میں زندگی
کے آثار نظر آتے ہیں۔

ہوا کے ان بلند و بانگ دعووں کو سن کر خاک نے سر اٹھا کر کہا کہ آگ پانی اور تم نے
(ہوا) اپنے اپنے دعوے اور دلیلیں دیدی ہیں لیکن میں تو عاجزی و انکساری کا پیکر ہوں اس
لئے میں نہایت عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوں کہ اے خالق عالم میں
تیری سب سے پست مخلوق ہوں درد آلود قلب اور گرد آلود چہرہ رکھتی ہوں ابر بہاری
میری حالت پر گریہ کناں اور لالہ نوروزی میرے نوحہ کناں ہیں، کواکب و سیارے روزانہ
میری حالت دیکھنے آسمان پر جلوہ کناں ہوتے ہیں، ماہتاب ہر رات میری حالت دیکھنے اور
میرے آہ نالے سننے کے لئے روشندان پر کان لگاتا ہے، آفتاب جہاں تاب اپنی حرارت سے

میری متاع حیات کو پگھلاتا ہے اور مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک سفر کر کے میری حالت بدلتا ہے۔ بجلی کی کڑک میری حالت پر نوحہ کرتی ہے اور بجلی میری حالت پر ہنستی ہے۔ میں خاک کا تودہ ہوں جسے زمین کا نام دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ مجھ میں کچھ ایسی خصوصیات بھی ودیعت کر دی گئی ہیں جو میرے لئے تسلی کا باعث ہیں میں باعث تخلیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ ہوں اور مجھے یہ بھی خصوصیت تو نے عطا فرمائی ہے کہ قدوم میمنت لزوم جناب احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے مشرف فرمایا ہے۔ اے خالق کائنات جو کچھ بھی ہوں تیرے ہی لطف وکرم یا قہر و غضب کا مظہر ہوں۔

اگر ہیچو ماہم بہ بام توام　　　وگر روسیاہم غلام توام
وگر گوہرم در نگیں توام　　　گر بے برم ہم زمینی توام

قدرت الٰہی نے فرمایا کہ جب خاک نے خود ان تمام باتوں کے باوجود خود کو درمیان میں ڈالا ہے لہٰذا ہم بھی اس کو دوسروں پر فضیلت عطا فرمائیں گے اور اس لئے تمام دنیا کے حسینوں کو اس کے حسن کا خوشہ چیں بنائیں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

اے بدل از گوہر پاک آمدہ　　　گوہر تو زیور خاک آمدہ
چنبر نہ چرخ بسے بخت خاک　　　تا تو برون آمدی اے دُرّ پاک
جان و جہاں ہمہ عالم توئی　　　وانکہ نگنجد بجہاں ہم توئی
گنج خدا را تو کلید آمدی　　　نزد پے بازیچہ پدید آمدی
چرخ کہ از گوہر احسانت ساخت　　　آئینہ صورت رحمانت ساخت
آئینہ زیں گونہ کہ داری بچنگ　　　آورد ہزار آہ کہ ہندی بزنگ
آنکہ بملک و ملکی قابلست
آئینہ صافی اہل دلست

چوتھی فصل

قالب آدم علیہ السلام کی تخلیق

مؤرخین پاکیزہ تحریر و مفسرین با تمکین نے لکھا ہے کہ جب مشیت ایزدی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ جناب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جائے تو اس ذات پاک نے زمین غمناک کو پیغام دیا:۔ انی خالق منک خلقا منھم من یطیعنی ومنھم من یعصینی فمن اطاعنی ادخلہ الجنۃ ومن عصانی ادخلنہ النار۔ یعنی اے خاک میں تجھ سے ایسی مخلوق کو تخلیق فرماؤں گا جن میں سے بہت سے اطاعت و فرمانبرداری کے پیکر ہوں گے تو اس مخلوق میں ایسے بھی ہوں گے جو کفر و عصیاں کے خوگر۔ ان اطاعت کرنے والوں کو جنت عطا فرماؤں گا اور نافرمانوں کو دوزخ میں عذاب دوں گا۔

زمین نے بارگاہ رب العالمین میں بصد تضرع و زاری عرض کیا اے رب تیرا فرمان ہے کہ تیری بعض مخلوق ناز و نعم میں ہوگی یہ میری خوش بختی ہے لیکن مجھے خوف و خطرہ اس بات کا ہے کہ مجھ سے بنے ہوئے کچھ لوگ آتش دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ یہ کہتے ہوئے خاک کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں بکھرنے لگیں اور اس کا عجز و انکسار اب تک جاری و ساری ہے۔

گردیں ز چشمسار افزدں گرید   وز ابر گہر قطرہ چو جیحون گرید
در خور و غمت سوز دروں چوں گرید   گر چند بجائے آبہا خون گرید!

اس کے بعد جناب جبرائیل سے خطاب ہوا کہ مٹی کی طلب میں خطۂ زمین پر جائیں اور بمصداق نحن الزارعون؛ خطہ زمین سے ایک تودہ خاک شمشادے کر آئیں جو خلقک فسویک فعدلک کی صفات سے متصف ہو اور مصور۔ وصورکم فاحسن صورکم۔ تمہیں حسن صورت کے

ساتھ تخلیق فرمایا عمدہ شکل وصورت کے ساتھ کارخانہ قدرت میں صورت گری کی جائے اور اس کی تعریف وتوصیف ان الفاظ میں کی جائے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

حضرت آدم کا خمیر خطہ زمین سے:۔ حکم الٰہی کے مطابق جب جناب جبریلؑ خطہ زمین پر تشریف لائے تاکہ اس خطہ سے خمیر کے لیے مٹی حاصل کریں اس وقت زمین نے زبانِ حال سے عرض کیا۔ اعوذ بعزت الذی ارسلک ان تاخذ منی الیوم شیا یکون منہ غدا فی النار۔ یعنی اللہ رب العالمین کے قہر وغضب سے پناہ طلب کرتی ہوں کہ تم میرا کچھ حصہ اس لیے لو کہ وہ کل قیامت کے دن آگ میں جلایا جائے۔ اہلِ بصیرت نے کہا ہے کہ خاک نے اس کے علاوہ بھی چند باتیں جناب جبریلؑ سے کہیں جن سے جناب جبریلؑ دل گرفتہ ہوئے زمین نے جناب جبریلؑ سے کہا خطہ زمین خانقاہ کی طرح ہے اور اس میں قضاء وقدر کا دخل ہے فقدر فیھا اقواتھا؛ جو میراث کھانے والوں کی تاب بصداق۔ وتاکلون التراث اکلاً لماً یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب تک دلق پوش صوفی۔ ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانھا۔ اور پہاڑوں پر رنگارنگ سرخ وسفید قسم کے معادن پوشیدہ ہیں اور والقی فی الارض رواسی۔ کی زحمت صادر کی جاتی ہے اور منھا خلقنا کم وفیھا نعید کم ومنھا نخرجکم۔ کا بوجھ کس طرح برداشت کر سکیں گے۔

خاکِ ارضی کا عذر:۔ جناب جبریلؑ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کوئی خاص عذر بیان کرو۔ زمین نے کہا کہ میں دو کاموں کے لیے مقرر کی گئی تھی۔ خوش رفتار اور اس سلسلہ میں اُتینا طایعین۔ میری صفت رفتار کو ظاہر کرتی ہے لیکن ایک دن میں میدانِ قدرت پر چہل قدمی میں مشغول تھی اور اس دوران میں اضطراب کا اظہار کر رہی تھی کہ ناگہانی طور پر میرا پیر ایک پتھر پر پڑا اور ایک میخ میرے پیر میں گڑ گئی۔ والجبال اوتاداً۔ اب میں ایک جگہ مستحکم ہوں اور ایک جگہ پڑی ہوئی رنج ومحن برداشت کر رہی ہوں تم چاہتے ہو کہ چابک سواروں دتیز تر منزل مقصود حاصل کرنے والوں کی زمیں بڑی پشت پر رکھی جائے اور قل سیروا فی الارض اور فامشوا فی مناکبھا۔ کے مصداق مشرق ومغرب میں جاؤں۔ اور وہ لوگ مجھے اوپر سے اوپر لیے پھریں جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔

واقفانِ رموز نے فرمایا ہے کہ زمین نے یہ بات اس لیے کہی کہ اس کے اندر قرب کی تاب نہ تھی اس لیے اس نے جناب جبریل سے کہا کہ بادشاہوں کا قرب خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے مَیں نے قرب سے بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ والمخلصون علیٰ خطرِ عظیم۔

وماسلطان الا البحر عظیما وقرب البحر محذور العواقب

اس گفتگو کے بعد جبریل اپنی جگہ واپس آ گئے۔ جبریل نے عرض کیا کہ تیرے حکم سے سرتابی نہیں لیکن ایک بات عرض کرنی ہے کہ مَیں نے ایک بوری خاک ایک گائے پر دیکھی مَیں نے چاہا کہ اس میں سے ایک مشت اٹھا لوں لیکن مجھے رحم آ گیا جبریل کی عرضداشت سن کر خوفِ حق نے جناب میکائیل سے فرمایا کہ تم جاؤ۔ وہ تعمیلِ ارشاد میں روانہ ہو گیا اور زمین پر آ کر خاک سے کہا، تیری کوئی تمنا اور آرزو ہے اس نے کہا کہ اس مٹی سے ایک برتن بنائیں جس کی صفت صلصال کالفخار ہو اس کے بعد اسے گلاب سے ترکریں شورش علیهم من نوره جس کی صفت ہو اس پر اس کو آبِ حیات سے بھر کر نفخت فیه من روحی کا نشان لگا دیں۔ زمین نے عرض کیا کہ اے میکائیل اگر ایسا ہی ہو جائے کہ ایسا برتن بنا کر اسے آبِ حیات سے پُر کر دیا جائے تو میری خوش قسمتی ہو گی لیکن مجھے تو خوف اس بات کا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ایک برتن بنا کر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے اور کہہ دیا جائے۔ هولاء فی النار ولا ابالی اور اسے ذق انك انت العزیز الکریم؛ کی شراب سے آلود کر کے اس کو خون اور پیپ سے بھر کو فرما دیا جائے :۔ فشاربون من الحمیم۔

جناب میکائیل بھی حضرت جبریل کی طرح اس گفتگو سے متاثر ہو کر واپس ہو گئے۔ خطاب باری ہُوا کہ اے میکائیل تم بھی خالی ہاتھ واپس آئے عرض کیا الٰہی تو نے مجھے ایک بھوکی مخلوق کے پاس بھیج دیا جس نے فرطِ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں اور بخل یا عدم توجہ سے اس کے چشمے خشک ہو گئے اب ان چشموں سے پانی ٹپکنا بند ہو گیا ہے مَیں ایسی بے بضاعت اور مفلوک الحال سے کیا لوں اور اس کے پاس لینے کے لیے ہے بھی کیا۔

میکائیل و اسرافیل زمین پر آتے ہیں،

میکائیل کے بعد جناب اسرافیل کو حکم ہُوا اب تم جاؤ جب وہ اس کام کے لیے روانہ ہوئے تو خاک نے ان سے کہا کہ اے اسرافیل اگر آپ مجھے اس خدمت سے معاف رکھیں تو بہتر ہو گا

کیونکہ میرے اندر اس بات کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ آپ جس دن صور پھونکیں گے اور اس آواز سے کائنات کی حالت دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوگی۔ وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوجائیں یا اس آواز سے میرے کان بہرے ہوجائیں اور جب اذا زلزلت الارض زلزالھا۔ کی آواز یا کوئی دوسری آواز میرے کانوں میں آئے۔ ھل ینظرون الا صیحۃ واحدۃ۔ کی تعمیل میں جو کچھ میرے پاس ہے اس کو صحرا میں رکھ دوں اور اخرجت الارض اثقالھا، کا پیغام میرے پاس آئے، بان ربک اوحیٰ لھا، اور جو راز میرے دل میں ہے وہ تری الارض یارزۃ لھم کی تعمیل کے سامنے رکھوں کہ یومئذ تحدث اخبارھا جس کے اوصاف ایسے ہوں، وہ شرط خلافت کیونکر ادا کرسکے گا اور محبت کے اسرار کو کیونکر چھپائے گا اس گفتگو کے بعد جناب اسرافیل نے اس کے عذر کو قبول کرلیا اور واپس ہوگئے بعض روایتوں میں جناب اسرافیل کو روانہ کرنے کی روایت نہیں آئی ہے بلکہ جناب جبریل و اسرافیل کی روایت آئی ہے اور بعض روایتوں میں جناب میکائیل و جبریل کا نام آیا ہے (اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو جاننے والا ہے)۔

عزرائیل تلاش خمیر آدم میں

ان کے جانے کے بعد جناب عزرائیل (ملک الموت) کو حکم ہوا کہ اب تم جاؤ کیونکہ تمہاری صفات میں زندگی کی لذتوں کو ختم کرنا اور گروہوں کو نیست و نابود کرنا ہے لہٰذا تم اس کام کو بحسن و خوبی انجام دوگے کہ زمین پر جاؤ اور اس پر قبضہ حاصل کرو لیکن اس معاملہ میں اس کا کوئی عذر نہ سننا، اس کی عاجزی و گریہ وزاری پر توجہ نہ کرنا اور اس مہم کو انجام پہنچانا۔ الغرض ملک الموت آئے اور زمین سے مخاطب ہوئے کہ بوڑھی عورتوں کی طرح رونے دھونے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، نہ میں یتیم بچوں کی گریہ زاری سے اثر لیتا ہوں کیونکہ بندوں کی باتیں حکم شاہی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا احکام قضا و قدر میں کسی کا کوئی اختیار نہیں اور کسی عذر خواہی کی گنجائش نہیں ہے۔

زمین نے کہا کہ اگر میں گریہ زاری کروں تو کیا بات ہے اور اگر خون کے آنسو روؤں تو اس کی سزا یہ ہوگی کہ میری ایک مشت خاک سے ایک گناہ گار وجود کو تم عدم سے منصہ شہود پر لایا جائے جس کی وجہ سے ذلت کا داغ میری پیشانی پر لگے گا۔ ملک الموت نے زمین سے فرمایا کہ اولاد کی نافرمانی ماں اور باپ کے اعمال کی وجہ سے ہے اور پہلی نافرمانی تم سے سرزد ہوئی ہے کہ تین مرتبہ تجھے بلایا گیا ہے اور تجھ سے کچھ طلب

کیا گیا لیکن تو نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اگر تو پہلی ہی مرتبہ میں تعمیل حکم کر لیتی تو تیری تمام اولاد مطیع و فرمانبردار ہوتی۔

الغرض زمین نے بہت سے عذر کیے لیکن جناب عزرائیل نے ان پر کوئی توجہ نہ کی اور چالیس جگہ ہاتھ بھر گڑھے کر کے مختلف اطراف و اکناف سے مٹی حاصل کی اور اس میں خصوصیت خطہ مکہ و طائف کو حاصل رہی۔

خاکِ ارضی پر رحمتِ خداوندی،

اس کام کے وقت زمین نے بہت شور مچایا، آہ و زاری کی اس وقت خطابِ الٰہی ہوا کہ اے زمین غم مت کر جو کچھ ہم تجھ سے لیں گے اس سے زیادہ اور بہتر تجھے واپس کریں گے۔ اگر تجھ سے سیاہ مٹی لیں گے تو اس کے بدلے حسین و جمیل آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتے دمکتے چہرے تیرے پاس واپس کریں گے اگر مشت خاک لیں گے تو پاک بندے عطا کریں گے خاک بسیط لیں گے تو بحرِ محیط کریں گے۔ حملناھم، کے مصداق لیں گے تو فضلناھم کے مصداق عطا فرمائیں گے۔ حماٍ مسنون لیں گے ان کی جگہ فرائض و سنن کے حامل لائیں گے۔ خاک معطل لے کر عارف کامل لائیں گے کلام حاصل یہ کہ زمین سے مٹی حاصل کی گئی اور جس جگہ سے جتنی بھی اٹھائی گئی تھی اس جگہ اس کا نعم البدل فراہم کیا گیا۔ اسی لیے میت کو غسل اور اس کو خوشبو لگانا اس قبولیت کی دلیل کی وجہ سے مقرر و لازم کیا گیا۔ چونکہ اجزاء کے خاکی کا اختلاف اور اس کا مختلف جگہوں سے حاصل کرنا اطوار طبائع مزاج و رنگ یہ انسانوں کی طبیعتوں کے اختلاف پر دلالت کرتے ہیں اور یہی اسباب اختلاف طبائع و رنگ و نسل ہیں کیونکہ کیفیات مقدار ماہیت عادتوں، شکلوں اور دیگر امور میں ظاہر ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

زیک خم صد ہزاراں رنگ برخاست — وزان یک آتشی صد جنگ برخاست

عزرائیل کے فرائض کا آغاز،

جب جناب ملک الموت زمین پر قبضہ حاصل کر کے اس سے مٹی کے نمونے لے کر بارگاہِ احدیت میں حاضر ہوئے اس وقت خطاب باری ہوا کہ اے عزرائیل جس وقت تم اس سے مٹی حاصل کر رہے تھے اس وقت اس نے ہماری پناہ طلب کی۔ عزرائیل نے عرض کیا بیشک اس نے ایسا کیا۔ رب کریم نے فرمایا کہ تم نے دوسرے فرشتوں کی طرح اس پر رحم کیوں نہ کیا۔ عزرائیل نے کہا کہ احکام پر عمل کرنا رحم سے زیادہ مقدم ہے لہٰذا میں نے تیرے احکام پر عمل کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا تمہارے اس جذبہ کو قبول کرتے ہوئے تمہیں قابض ارواح ملک الموت کا منصب عطا کرتا ہوں اب تم سب کی روحیں قبض کیا کرو گے۔ یہ سن کر ملک الموت رونے

لگے کہ اے خدا اولادِ آدم میں اولیاء، واصفیاء ہوں گے اور مخلوق میں کوئی دوسری مخلوق تو نے ایسی پیدا نہیں کی جو اس موت سے زیادہ مبغوض اور بُری سمجھی جاتی ہو۔ اسی طرح جب برگزیدہ خلائق بندے مجھے قابض ارواح سمجھیں گے تو مجھے اپنا دشمن خیال کرنے لگیں گے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملک الموت ان کی موت کے لیے میں اسباب و وجوہ بناؤں گا تاکہ موت کو ان اسباب وعلل کا نتیجہ سمجھا جائے اور اس میں تمہارا کوئی واسطہ نہ ہوگا اس لیے تمہیں اپنا دشمن خیال نہ کریں گے۔ اور اپنے عزت وجلال کی قسم جو تمہیں اپنا دشمن سمجھے گا وہ میری خدائی کا دشمن ہوگا۔

فرزندانِ آدم (علیہ السلام) میں کسی کو بخار میں کسی کو دردِ سر میں مبتلا کروں گا کسی کو آگ میں جلاؤں گا کسی کو پانی میں غرق کراؤں گا اور کوئی دیوار کے نیچے آکر مرے گا کسی کی موت گھوڑے سے گر کر ہوگی اور کوئی دوسرے عبرتناک طریقہ پر مرے گا۔ تاکہ تمہارے اوپر الزام نہ آئے۔ قصّہ مختصر یہ کہ جناب عزرائیل تعمیل ارشاد میں کوئی پس و پیش نہ کرسکے۔

قالب آدم پر بارشیں، اس کے بعد رب تعالیٰ نے بادل کے ایک ٹکڑے کو حکم دیا کہ وہ اس تودہ خاک پر چالیس شبانہ روز برسے۔ کہا گیا کہ یہ بارش غم و اندوہ کی تھی جو اس پر برسی۔

دوسری روایت کے مطابق دریائے مالامال سے مسلسل چالیس سال اس تودہ خاک پر غم و اندوہ کی بارش ہوتی رہی اور دریائے مالامال وہ دریا ہے جو عرش کے نیچے بہہ رہا ہے۔ جس کا دوسرا نام بحرالاخراق بھی ہے۔ ایک قول کے مطابق انتالیس دن یا انتالیس سال تک غم کی بارش ہوتی رہی اور جب یہ مدت پوری ہوئی تو چالیسویں دن یا سال مسرت وشادمانی کی بارش ہوئی اور یہ امر واقعہ ہے کہ انسان اگر سو مرتبہ پریشانیوں کا شکار رہے تو ایک مرتبہ وہ مسرت و شادمانی سے بھی ہمکنار ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے اس بادل کو حکم دیا کہ بارش کے قطرے ایک دن یا ایک سال بھر مسرت وشادمانی سے لے کر خاک جسد آدم علیہ السلام پر برسائے جائیں تاکہ وہ مٹی اور گارے کی صورت اختیار کرلے۔

حاصل کلام یہ کہ انسان کو پریشانیوں کی زیادتی اور سکون و اطمینان کی کمی کا سبب یہی ہے، کہ غم و اندوہ کی بارش زیادہ ہوئی اور سکون و اطمینان مسرت وشادمانی کی کم۔ نظم:-

ای زکوس مرگ در عالم فغاں انداختہ　　وز ندائے موت غوغا در جہاں انداختہ
آفریدہ خلق در راہ فنا نہ گذاشتہ　　عاقبت داغ جدائی در جہاں انداختہ
از کمال بی نیازی بین کہ در عالم زمرگ　　ہیبتے اندر میاں انس و جاں انداختہ
پروریدہ آدمی را با ہزاراں عز و ناز　　عاقبت در زیر خاکش ناتواں انداختہ
آفریدہ صورت مرگ وز قہاری خویش　　ہیبتِ ان در زمین و آسماں انداختہ

دریائے غصہ را بن و پایاں پدید نیست　　کار زمانہ را سر و ساماں پدید نیست
در بوستان دہر بجستیم چوں انار　　بے خوں دیدہ یک لب خنداں پدید نیست
بیش از ہزار تیر جفا بر دل من است　　پنہاں چنانکہ یک سر پیکاں پدید نیست
آبِ حیات در ظلمات است نزد ما　　ظلمت بسی است چشمہ حیواں پدید نیست
گفتم کہ جاں ز حادثہ بر دیم بر کنار　　چنداں غم دلست کہ خود جاں پدید نیست
خرسند گشتہ ام بخیال رخش ولے　　آں نیز ہم ز غایت حرماں پدید نیست

آں روز کہ آب و خاک بر ہم زدہ اند　　بر طینت آدم رقم غم زدہ اند
خالی نہ بود آدمی از در دو بلا　　کین ضربت اولیں مرا دم زدہ اند

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے پہلے غم و اندوہ کی بارش کا حکم دیا اور اس کے بعد مسرت و شادمانی کی بارانِ رحمت کا، کیونکہ اگر غم اندوہ زیادہ ہو جائیں تو آخر میں مسرت و شادمانی کا دَور دَورہ ہو جائے۔ نظم:۔

دَور گردوں گر دو روزی بر مراد ما نہ گشت،　　دائماً یکساں نماند کار دوراں غم مخور
گر بہارِ عمر باشد باز بر تخت چمن　　چتر گل در سر کشی اے مرغ خوشخواں غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید　　ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور

دستِ قدرت کا شاہکار، ان مراحل کے بعد خلّاقِ عالم کا کرم خمیر آدم (علیہ السلام) کی جانب ہوا اور چالیس دن (جو دنیا کے چالیس سال کے برابر ہیں) اس خمیر میں دستِ قدرت سے کاریگری فرمائی اور اس طرح چالیس دن میں جناب آدم کا خمیر مکمل ہوا۔

یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ جب بادشاہ محل بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو بذاتِ خود اس کی تعمیر

میں کوئی کام نہیں کرتا اور اپنے ہاتھ گارے اور مٹی سے آلودہ نہیں کرتا بلکہ مزدور، مستری اور دوسرے نگران اس کی تعمیر سے متعلق رہتے ہیں لیکن ایک موقع اس محل کی تکمیل میں ایسا بھی آتا ہے جہاں دوسروں سے کام نہیں لیا جاتا اور وہ دفینہ و خزینہ کے لیے جگہ کی تعمیر کا ہوتا ہے اس جگہ مزدور اور مستریوں سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ موقع اور ضرورت کے مطابق جگہ کا تعین کر کے اس جگہ بذاتِ خود کام کرتا ہے اور تمام مزدور دن کو الگ کر دیتا ہے اور مٹی گارے سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ کرتا ہے۔

گنج عشقت نہاں درپُن دیوار وجود | می طلب در دل ویراں خود و دور مرو
صیقل عشق بگیر و بزدا زنگ وجود | تا در آں آئینہ بینی زرخش صد پہ تو

اس سلسلہ میں اہلِ دل نے بہت سے اسرار و رموز بیان کیے ہیں لیکن یہ مختصر کتاب اس تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتی لہٰذا مذکور بالا چند باتوں پر اختصار کیا گیا ہے۔

خمیرِ آدم کے مختلف اجزا،

العقصہ مٹی کے خمیر میں باقی تین عناصر کو بھی شامل کیا گیا اور بقیہ تین اہمیت والے فرشتوں کی مدد لی گئی۔

پہلے جناب اسرافیل کو حکم ہُوا کہ چشمہ قدرت سے چند قطرہ پانی اس خمیر پر ڈالا جائے اور اے جبریل ہمارے لطف کی تھوڑی نسیم سحر اس میں شامل کر اور اے میکائیل ہمارے ابتلار و آزمائش سے تھوڑی آگ اس میں شامل کر تا کہ ان سب کو ملا کر اس خمیر سے اپنے خلیفہ و نائب کا پتلا بنائیں تاکہ خاک سے وہ عاجزی و انکساری سیکھے۔ اور ہُوا سے وہ چلنے پھرنے کا حال معلوم کرے اور آگ سے حالات زندگی کو معمول پر لائے اور پانی سے رواں ہونے کے متعلق معلوم کرے تاکہ عبدیّت کے میدان میں خاک کی طرح سرنگوں ہو اور مناجات کی محراب پر پانی کی طرح رواں ہو۔

تخلیق قالبِ آدم پر قرآن کی رائے،

یہاں یہ سوال قابلِ توجہ ہے کہ قرآن کریم میں تخلیقِ آدم علیہ السلام کا ذکر کتنے مواقع پر بیان کیا گیا ہے کہیں ان کے اصل وجود کے بارے میں فرمایا گیا خلقکم من تراب اور کہیں یہ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہیں مٹی اور وہ بھی کیسی من طین لازب اور کہیں فرمایا گیا کہ تمہاری تخلیق خوشبودار مٹی سے۔ من حماءٍ مسنون، ایک جگہ فرمایا گیا کہ ایسی مٹی سے جس طرح ٹھیکرے ہوتے ہیں من صلصالٍ کالفجار، ان تمام آیتوں میں تطابق کس طرح ہوگا کہ اندازِ تخلیق ہر آیت میں مختلف طریقے سے

کیا گیا ہے اس کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ ابتدا میں تخلیق سے قبل وہ مٹی تھی اور جب اس پر عالم آخرت بحرالاحزان کے چھینٹے دیئے گئے تو اس نے خمیر کی حیثیت اختیار کر لی اور بتدریج اس نے وہی مراحل طے کیے جو اوپر بیان ہوئے۔

ایک اور روایت کے مطابق ستر ہزار مقرب فرشتوں کو حکم ہوا کہ چشمہائے رحیق و سلسبیل کے پانی کو اس مٹی پر ڈالیں اور اس کو تر کریں پھر آبِ حیات سے اس کا گارا بنائیں علاوہ ازیں ابر کو حکم ہوا کہ وہ بحرالاحزان (غم و اندوہ کے دریا) سے پانی لے کر اس مٹی و خمیر پہ بارش برسائے اور یہ بارش کا سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا یہاں تک کہ وہ مٹی خمیر ہوئی اور اس کا رنگ بھی سیاہ ہو گیا پھر آفتابِ قدرت نے اسکو خشک کیا۔

بعض روایات کے مطابق کہ مٹی کو گوندھا جانے کے بعد پتلا آدم (علیہ السلام) کے اعضاء و جوارح بنائے گئے اور اس پتلا کو خشک کیا گیا۔

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس مٹی کو خشک کیا گیا یہاں تک کہ وہ ٹھیکروں کی شکل ہو گئی یا اس نے سخت مٹی کی صورتِ آدم اختیار کر لی اور یہی بات، قدرت کے کمال کا اظہار کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

بعض روایات میں آیا ہے کہ آدم (علیہ السلام) کے ہر عضو کو زمین کے ایک حصہ سے بنایا گیا اور اس میں بہشتی زر و جواہر سے مدد لی گئی جس کی تحقیق بحرلدرر میں کی گئی ہے جہاں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق جناب آدم علیہ السلام کے سر کو خاک مکہ سے بنایا گیا گردن بیت المقدس کی مٹی سے سینہ عدن کی خاک سے پیٹ اور پیٹھ کے بنانے میں ہندوستان کی مٹی لگائی گئی۔ ہاتھ کے لیے مشرق سے اور پیروں کے لیے مغرب سے مٹی حاصل کی گئی۔ گوشت پوست رگوں اور خون اور نسوں کے لیے تمام روئے زمین سے مٹی جمع کی گئی۔ اس کی وجہ سے متضاد اور مختلف طبعیتیں انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔

پتلا آدم (علیہ السلام) کو تمام صاحب جمال خواہ وہ انسانوں سے متعلق ہوں یا بعد کے حسن کے عکس پذیر آئینہ کی حیثیت دی گئی۔ تاکہ مظاہر جمال و جلال میں حسن صورت و ملاحت میں اکتساب کرے اور یہ خاک کا بنا ہوا آراستہ و پیراستہ جسم گلشن افلاک پر غالب ہو نظم:۔

امروز مردہ بیں کہ چساں زنرہ میشود | وازاد سرو بیں کہ چساں بندہ میشود
مخند اے زمیں کہ بزادی خلیفہ | کزدے کلوخ و سنگ نو جنبیدہ میشود

تشکیل حلیہ آدم علیہ السلام، اس گفتگو کے بعد چند درویشانہ باتیں :- اے درویش جس نے ہزارہا صنائع و بدائع صحرائے عدم سے عالم وجود میں ظاہر فرمائے اور خورشید عالم کو مدور اور ماہ آسمان پیما کو مصور بنایا اور تیری آنکھوں کو ان دونوں سے منور فرمایا اور ایسی مخلوق کے سلسلہ میں فرمایا وصورکم فاحسن صورکم مگر اس مشتِ خاک بے باک نے صوری و معنوی اوصاف کے ساتھ جناب آدم (علیہ السلام) کے حُسن وجمال کے وجودی آئینہ میں تجلی فرمائی اور دنیا کے تمام خوبرو اور حسینوں نے اس کی خدمتگاری میں کمرہمت باندھی۔ یہاں تک کہ وہ صورت آدم (علیہ السلام) صورت و سیرت میں تمام دنیا اور ملک ملکوت میں مشہور ہوئے۔ ان کی آنکھ کو نرگس سے نسبت نہ دی جائے کیونکہ نرگس کوتاہ بیں ہوتی ہے اور نرگس نے جب دیکھا ان کی ابروؤں کو کمان کی مانند بنایا ہے اور کمان کی حیثیت بھی تبوع کی ہوتی ہے اصل حیثیت تو تیر کو حاصل ہوتی ہے بطرح ان کی پلکوں کو تیر کی مانند بنایا۔ قد کو سرو سہی سے تعبیر کیا اور اس نے چمن میں حیات آفریں کیفیات حاصل کیں۔ اور رخساروں کو آفتاب و ماہتاب سے تشبیہ دی اور اس تمثیل سے خورشید و مہ کمیں میں چلے جاتے ہیں۔

ابھی ان کے حسن صورت کے سلسلہ میں چند کلمات بیان کیے گئے ہیں اب ان کے حسن سیرت کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ جو توجہ سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ فقیر (جناب مصنف) اس سلسلہ میں یہ کہتا ہے کہ جناب آدم علیہ السلام سے خطاب ہوا۔ مثنوی۔

دلبراں ماہ پیکر دیدہ ام ! — درجمالت حُسن دیگر دیدہ ام
ہست نوری درجبیں تو منیر — کاں بصد پردہ میگردد ستیر
ایں چہ نور است اینکہ تاباں از تو شد — ہفت کوکب نور افشاں از تو شد
نور تو برعرش و بر کرسی بود — نور از تو مطلع قدسی بود
تو مکمل از کمال کیستی — مظہر نور جمال کیستی
دیدۂ جاں نوری یابد زتو — نور حق است اینکہ می تابد زتو
آفتابی را بگل اندودہ اند — دہ چہ گل آئینہ بزدودہ اند
خواست تا نورکش فروزد مشعلہ — آئینہ ذات ترا زدو مصقلہ
نیست مر ہر دیدہ را نور بصر — تا کہ حسنت بیند از جائے دگر

تو زنور بادشاہ عالمی — توکجاؤ خاک و آب و آدمی
تو جمال دوست را آئینۂ — لاجرم یک لحظہ بے آئین نۂ
نی فلک شد محرم ادنی ملک — یا تو گفت اسرار اللہ معک

اجزائے ترکیبی کے اخلاقِ انسانی پر اثرات، ان معترضہ جملوں کے بعد ہم اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ جب آدم علیہ السلام کے پتلے کو عناصر اربعہ سے مکمل کیا گیا اور اس وجود کو ان چار ارکین میں منحصر کر دیا گیا تو چند مخصوص اشیاء سے دیگر اور خصوصیات پتلا آدم میں ڈالی گئیں جو ان کے کمال کی تکمیل اور حسن و جمال میں زیادتی کا سبب بنیں مثلاً جوہر خاک سے عقل کو پیدا فرمایا چونکہ خاک میں قبولِ محبت کی صلاحیت ہے اس لیے عقل بھی علم و حکمت کے رقم ہونے کی صلاحیت کی حامل بنی اور پانی کے جوہر سے دل کی تخلیق فرمائی۔ کیونکہ تمام اشیاء میں صاف شفاف ہے اور جب دل اس سے بنے تو وہ بھی مزکیٰ اور مصفیٰ ہو اور عالم غیب کی اشیاء کا آئینہ بن جائے اسی طرح ہُوا سے روح حیوانی کو حیات عطا فرمائی۔ اور اس میں یہ صلاحیت رکھی کہ کبھی اس کو عالم بندگی کا ساکن بنایا اور کبھی عالم محبت کا مسافر بنا دیا۔ اور جوہر آگ سے نفسِ آتش کو پیدا فرمایا اور آتشیں طبیعت اس میں امانت رکھ دی اور مختلف صفات سے موصوف کیا۔

عقل، دل، روح و نفس کو جواہر زواہر معانی و حقائق کے مخزن بنایا اور ان کی تفصیل بحر الدرر میں بیان کر دی گئی ہے۔

نقاشِ فطرت کی معجز نمایاں، مضمون کی تفصیل سے اعراض اور اختصار کی جانب آتے ہوئے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جب ہر مقام کی مٹی خاک اور سیاہ مٹی ٹھیکرے جو دچالیس کی تعداد میں تھے، جمع کر کے ان کو یکجا کر کے خمیر کی حیثیت دے کر ان سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب بنایا گیا پھر اس کو اکٹھا کر کے چھوڑ دیا گیا اور دوسرے وقت اس خمیر سے ایک حسین و جمیل مرقع تیار کیا گیا اور نقاش فطرت نے ایک عجیب و غریب نادر الخلائق مجسمہ کو تشکیل دیا اس تشکیل میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا سر مبارک بنایا جس میں ہزارہا عجیب و غریب چیزیں بنائیں اس وقت عقل نے اپنی فطرت کے مطابق سوال کیا کہ یہ چیزیں جو بنائی گئی ہیں کیا ہیں۔ جواب ملا کہ یہ دائرہ وجود کا نقطہ اور سجدہ کی پرکار کا مرکز، جناب خضر و انس کی عبادت کا بلند ستون اور سکندر کے دیکھنے

کا آئینہ اور قلب کی رہنمائی کا آلہ ہیں اگر قلب نیکی کی طرف مائل ہو تو اس کو تاج پہنائے اور بدی کی طرف متوجہ ہو تو عقل کی تلوار اس کو تہ تیغ کر دے۔

اس کے بعد جبیں (پیشانی) کو ورق سیمیں کی شکل دی اور علّم بالقلم، کے عَلَم کے معلم نے اس پیشانی اس طرح یہ پیشانی لوح محفوظ کا نمونہ بنا دی گئی۔

لوح محفوظ است، پیشانی یار   از خس وخاشاک اورا پاک دار

اس طرح سات طبقوں والے آسمان پر اس پتلا آدم کے سر کو ظاہر کر کے ان کی ابروؤں ان کی پیشانی کو تمام عالم کی نگاہوں کا محور بنا دیا اور ان کو ایسا بنایا گویا وہ در مشکیں طاق جو افق عالم پر طاق کسریٰ کی حیثیت کو مات کرنے آئے ہیں۔

محراب جبیں کے بعد رخساروں کی دوسری محرابیں بنا کر اس میں دو قندیلیں روشنی کے لیے لٹکائی گئیں اور ان سے حلقہ چشم کو مزین کیا گیا اور ان قندیلوں کو جنہیں عرف عام میں آنکھیں کہا گیا۔ ہاتھی دانت کے تخت پر مشک و کافور کا بستر بچھا کر اس پر دلہن اور دولہا کی مانند ایک بستر پر ہم آغوش سلایا اور عنبریں بھنوؤں کو ان آنکھوں پر مور چھل بردار مقرر کیا اور پلکوں کو اس معزز دفقر تخلیق کے لیے پنکھا جھلنے کے لیے مقرر فرمایا گویا کہ ابروؤں اور پلکوں کو عروس وعروسہ کی خدمت کے لیے خدمتگار مقرر کر کے اس کی عزت میں مزید اضافہ فرمایا۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مور کے پروں کا ایک تاج بنا کر سایہ کے لیے ان کے سر پر پھیلایا یا یوں کہیں کہ قبضہ داراں قدرت نے ان آنکھوں کے تیر کو ابروؤں کے کمان خانہ میں لگایا۔ اور یہ تیر کمان سے نکل کر اپنے نشانہ پر جا بیٹھے ان آنکھوں کی جو تعریف کہی ہے یا اس کے لیے جو بھی استعارے استعمال کیے جائیں کم ہیں بحقیقت حال یہ ہے کہ ان کی حیثیت الفاظ و معانی سے بلند اور ارفع واعلےٰ ہے۔ ان آنکھوں کو بنانے کے بعد ومن احسن من اللہ صبغہ۔ حسن وجمال کے لاتعداد رنگوں میں سے ایک منفرد رنگ منتخب کر کے اس عجوبہ روزگار ہستی کے لیے منتخب فرما کر اس کو وہ رنگ دیا حلقہ ہائے گوش سے اس کو پابند کر دیا اور اس چہرہ تاباں پر چمک دمک پیدا کرنے کے لیے رنگا رنگ اور زرنگار لباس بنا کر اس چہرہ کے لیے حجاب مقرر فرمائے چہرہ کے رنگ واس کی رونق میں اضافہ کے بعد بینی مبارک کو اس انداز سے بنایا جس کے متعلق یہ کہنا غلط اور مبالغہ نہ ہوگا کہ بینی یا ناک جسم کا وہ حصہ ہے جس کو اہمیت حاصل ہے اس کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ عزت واحترام قدر ومنزلت

کی کمی کے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی ناک کٹ گئی۔

اچھے بُرے کا امتیاز خوشبو بدبو کا فرق، مشک و عنبر کی قدردانی کا فریضہ اس ناک کو عطا فرمایا۔ اور چشمہ و دانداں کے گرداگرد لب تعلین کا حلقہ بنایا اور اس یاقوتی دہان میں شراب ناب کا جام منڈھایا زبان کے ساقی کو تمام حریف دانتوں کا سردار مقرر کر دیا۔

اور دونوں لب گویا دہان کے دریا کے مرجان ہیں یا کہسار انسانی کے عقیق آبدار ہیں۔ اسی طرح زبان قرآن خوانی کے منہ کے عبادت خانہ میں بتیس حصوں سے بنی ہوئی کرسی کے عقب میں بٹھایا۔ غرضیکہ جسم کے تمام حصوں کو کسی نہ کسی خصوصیت سے نواز کر اس کو شرف و عزت کا تاج پہنا کر اس عزت و مکرمت سے ہمکنار کیا جو عطا کرنے والے کے شایانِ شان تھی اور اس کے بعد قوت نطق جس سے روح مراد ہے اس کو بدن کے صدف میں موتی کی طرح ڈالا گیا اور قلب طوطی شکر و شکن کو سینہ کے قفس میں اپنے شکر کی شکر سے آمیختہ کر کے مانوس فرمایا چنانچہ اس موضوع کو جناب مصنف کے والد نے ان الفاظ میں منظوم کیا ہے:-

نقاش نقش صورت بے صورت ہیولا — بر صدر لوح حکمت نقشے کشید زیبا

شہباز جاں نشستہ بر قبہ معانی — عنقائے عقل جستہ بر قاف قرب ماوٰی

برداشت قبضہ گل بنگاشت پیکر دل — کز نور اوست حاصل خورشید اوج اعلیٰ

مجموعہ عجائب اعجوبہ غرائب — پاک از ہمہ شوائب از جسم و جاں معرا

اب ہم اپنے موضوع کی طرف واپس آتے ہوئے دوبارہ تخلیق آدم (علیہ السلام) کے واقعہ کو لکھتے ہیں کہ جب پتلہ آدم مکمل ہوا تو چالیس سال تک خطہ زمین پر رہا اس سلسلہ میں سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر قرآن کریم کی شہادت ان الفاظ میں مذکور ہے:-

ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیاء مذکورا - اس اثناء فرشتے فوج در فوج گروہ بنا کر اس کے پاس آتے اور اس کے حسن صورت سے متعجب ہوتے کیونکہ اس سے قبل انہوں نے کوئی ایسی وجیہہ و شکیل حسین و جمیل صورت نہ دیکھی تھی۔ یہ دیکھ کر جب وہ اپنی منزل پر آتے تو تعجب سے ایک دوسرے اس کی بابت گفتگو کرتے۔

ایک دن جناب شیخ نجدی اور حضرت عزرائیل کا بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ جہاں پتلا آدم (علیہ السلام) تھا گذر ہوا ان حضرات نے اطلاع احوال کے لیے وہاں قیام کیا اور پتلا آدم (علیہ السلام)

پر اپنی انگلی ماری اس وقت اس پتلا سے آواز آئی کہ ایسا کوزہ جو مجاہدہ کی بھٹی میں پکا کر صلصال (ٹھیکرے) کیطرح کر دیا گیا ہے یہی حیثیت بلا تمثیل و تشبیہ اس پتلہ کی ہے۔ محققین نے فرمایا ہے کہ یہ آواز پتلہ کی نہ تھی اور یہ کسی دوسرے کا عمل تھا۔ بیت

فریاد ز دشمن ببر دوست تو آنکرد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ازدست اے دوست ندانم بجہ نالم؟

شیطانی فطرت کے اثرات،

جب یہ آواز عزازیل (ابلیس) نے سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پریشانی کی بات نہیں، خلق محبوف لا یتماسک اندر سے خالی مخلوق ہے اور اس کا خالی ہونا نقصان کا سبب بنے گا۔ تھوڑا انتظار کرو میں اس کے اندر دیکھوں اور اس پتلہ کے مناسک منافذ (جسم انسانی کے راستوں اور سوراخوں کا جائزلوں۔ اس کے بعد تمہیں حقیقت حال سے مطلع کروں گا۔

اس کے بعد وہ شکم پتلہ آدم میں داخل ہوا اور قلب کے حصہ کو دیکھا جسے تمام کون و مکاں کی آرائشوں سے مزین پایا اس نے امکانی کوشش کی کہ حصہ قلب میں کوئی تصرف کرے پتلہ کے سینہ کا حصہ جو رتبہ میں آسمانی بارہ برجوں سے زیادہ معزز و متخرہے نہ گزر سکا اور قلب پتلہ آدم نے اس کو واپس کر دیا اور اس کو ابدی طور مردود بارگاہ بنا دیا۔ قطعہ :۔

توجہد کن کہ کنی جائے خویش در دل مردم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دل نظر گہ حقیقت تا در آں نظر افتی

اگر ز عرش در افتی بہ کنج چاہ ملامت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہزار بار بہ از ان کہ از دلی بدر افتی

الغرض جب ابلیس اس قلعہ انسانی سے باہر آیا تو ساتھیوں نے کیفیت حال معلوم کی اس نے ان تمام حالات کی تفصیل جس کا اس نے مطالعہ کیا تھا بتائی کہ اس کی کیفیت ایک شہر کی سی ہے لیکن وہ اسرار و اعجاز کا ایسا نمونہ ہے جس کے اسرار معلوم کرنے کی میں نے سعی بلیغ کی لیکن ان اسرار کا سراہی معلوم نہ ہو سکا اور یہی میری حیرانی کا سبب ہے اور میں اس سے ہراساں، پریشان اور خوفزدہ ہوں اور اس بات کو اپنی تباہی و بربادی کا سبب خیال کرتا ہوں۔ ابلیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر اس خاکی پتلہ کو تم پر فوقیت دے دی گئی تو تمہارا ردّ عمل کیا ہوگا۔ سب نے یک زباں ہو کر کہا کہ ہم تو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے تب ابلیس نے کہا لیکن میں تو اتباع و فرمانبرداری نہ کر سکوں گا اور اگر انہیں مجھ پر فضیلت دی گئی تو میں ان کو ہلاکت میں ڈال دوں گا۔ بہت سے مفسرین نے

کہا ہے کہ آیت کریمہ ماتبدون وما کنتم تکتمون ۔ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ما اظہر الملائکۃ من الطاعۃ وما اسر ابلیس من المعصیۃ ۔ جو کچھ ملائکہ نے اطاعت کا مظاہرہ کیا اور ابلیس نے معصیتؕ نافرمانی کا اظہار کیا ۔

قالب آدم میں روح پھونکی گئی ،

جب قالب آدم (علیہ السلام) تکمیل کے مراحل سے گزر گیا اور اس میں روح پھونکنے کا وقت آیا اس وقت سب سے پہلے حضرت جبریل کو خطاب ہوا کہ اے عالی مرتبت اور ذی عزت و وقار جوہر جو باعث تخلیق کائنات خواجۂ لولاک جناب احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی خاک اقدس سے بنایا اور اس کو آب تسنیم اور نہر سلسبیل میں دھویا گیا تھا جو نور محمدی علیہ التحیۃ والثنار کے گوہر کا صدف ہے جس کو عرش کے پائے میں لٹکایا گیا تھا لے کر آئیں اور جبین آدم میں جو گڑھا ئیں نے رکھا ہے اس سے اس گڑھے کو پُر کریں اور یہ امانت جناب آدم کی پیشانی کی تابندگی کا سبب ہوگی ۔ جبریل نے تعمیل ارشاد کی ۔ ادہر دوسرے ملائکہ حکم ربی کے منتظر تھے القصہ جب کام مکمل ہوگیا تو پتلہ آدم میں روح پھونکی گئی ۔

محققین نے اس سلسلہ میں ایک مثال بیان کی ہے کہ شکاریوں کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تو جال کو زمین پر بچھا کر چھپا دیتے ہیں اور اس پر دانہ ڈال دیتے ہیں تاکہ دانہ کے دھوکہ میں آکر پرندے جال میں پھنس جائیں ، بلا تمثیل و تشبیہ جب صیاد ازل نے چاہا کہ مرغ روح کو قالب کے جال میں یہاں سے اندھیر بدن کے پنجرے میں منتقل کر دیں تو مشیت نے حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دانہ کو اس خاک پر بکھیر دیا ۔ فوراً مرغ روح اس میں آکر پھنس گیا اور اس کے پیر مٹی میں اور اس کے پھندے دل میں پڑ گئے ۔ بیت :-

صیاد ازل چو دانہ در دام نہاد   مرغے بگرفت و آدمش نام نہاد
ہر نیک و بدی کہ میرود در عالم   خود میکند و بہانہ بر عام نہاد

پانچویں فصل

لطیف روح کثیف قالب میں داخل ہوا

جب قالب انسانی کا قصر استاد قدرت کی دستکاری سے مکمل ہوگیا اور دل کا تخت عالی بخت سینہ سرایئن ایمان وسکینہ کے فرش سے آراستہ و پیراستہ ہوا اور تخت نشینی کا وقت آیا تو رب العالمین نے روح سے جو عالم امر کی خلوت سرا کی شاہد ہے۔ خطاب فرمایا تو روح فرطِ مسرت سے جھوم اٹھی

رب تعالیٰ نے فرمایا ادخل فی ھذا الجسد الذی خلقتہ ٔ اس جسم میں جس کو میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے داخل ہوجا۔ روح نے جب اس جسدِ خاکی کو تاریکی اور ظلمت کی آماجگاہ دیکھا تو معذرت کرنے لگی اور عرض کیا کہ اس میں تو تاریکی ہی تاریکی ہے۔ مدخل کریہ قصرِ بعید اور نفسِ متنازعہ کے ساتھ میرا قیام ممکن نہیں۔ دوسری مرتبہ پھر اس کو داخل ہونے کا حکم ہوا لیکن روح نے پھر معذرت کی تیسری مرتبہ حکم ملنے پر بھی روح نے معذوری کا اظہار کیا تو چوتھی بار عتاب کے انداز میں حکم ملا کہ بلا اکراہ جسم میں داخل ہو اور اسی طرح اس سے واپس ہونا اس طرح روح زبردستی جسم میں داخل کی گئی اور اسی طرح جسم سے نکالی جائے گی۔

بعض اہلِ دل حضرات نے فرمایا ہے کہ روح کے انکار کا سبب بظاہر یہ بھی تھا کہ روح لطیف و نورانی ہے جبکہ جسم آدم کثیف وظلمانی اس لیے اس میں داخلہ اختلاط اور ہمنشینی سے انکار کر رہی تھی لیکن جب شمع جمال محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جبینِ آدم میں منور کیا گیا اور اس کی نورانی شعاعوں سے جسم آدم منور ہوا فوراً عشق ومحبت کی آگ اس کے (روح) دل میں روشن ہوگئی۔ اور بلا تردد سر مبارک جناب آدم علیہ السلام میں داخل ہوئی ان کے دماغ کے شریان روح انسانی کے اثر سے آگاہ ہوئے اس طرح چالیس سال روح کاسہ سر میں گھومتی رہی اور جس طرف بھی پہنچتی تو بدن کا وہ حصہ جو ٹھیکروں کی طرح ہوگیا تھا گوشت پوست میں تبدیل ہوجاتا۔ اس طرح روح منتقل ہوتی رہی آنکھوں تک آئی اور وہاں جاکر

ٹھہر گئی اور اس زاویہ جسمانی ظلمانی نے اس شمع نورانی کی وجہ سے آنکھیں کھول دیں۔ ان آنکھوں سے اس پتلہ نے دیکھا کہ ابھی تک قالب کی مٹی تر ہے۔ لیکن اس میں جان و دل کے قبول کے آثار موجود تھے اس وقت اس پتلہ کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہوئی اور عالم بالا کے لطائف و عواطف معلوم کیے اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، کے اسرار سے آگاہی حاصل کی اور معرفت اللہ باللہ کی معرفت حاصل کی۔

قالب آدم میں مقام مصطفوی علیہ السلام، جب قالب آدم علیہ السلام میں روح پھونک دی گئی اور ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں تو ان کی سب سے پہلی نظر جو اٹھی تو وہ لوح محفوظ اور عرش مجید پر پڑی تو انہوں نے لوح محفوظ پر لکھا دیکھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ امت مذنبۃ و رب غفور۔ اس مطالعہ سے انہیں دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) مقام و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) اور عصیاں و نسیاں امت مسلمہ اور انہیں دو باتوں سے وہ تفکر میں پڑ گئے۔ صاحب خلاصۃ الحقائق نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا الہٰی وہ شخصیت کس کی ہے جس کا نام نامی تیرے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے رب کریم نے فرمایا کہ وہ ذات گرامی میرے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی ہے جو تمہاری اولاد سے ہوں گے اور ان کو یہ شرف و منزلت عطا فرمائی ہے کہ اگر تمہارے پائے استقلال میں کوئی لغزش آئی تو ان کی شفاعت کی وجہ سے اس سے درگذر فرماؤں گا۔

قلبی خطرہ پر انتباہ، اس وقت جناب آدم (علیہ السلام) کو خیال ہوا کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ باپ بیٹے کی لغزشوں کا مداوا کرتا ہے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے اس وقت جناب جبریل کو حکم ربی ہوا کہ جاؤ اور میرے بندے کی خبر گیری کرو ایسا نہ ہو کہ اس کے دل کا خطرہ ہلاکت کا سبب بن جائے اس کے دل سے یہ خیال نکالو۔ حکم ربی کے مطابق حضرت جبریل امین آئے۔ اور سینہ آدم علیہ السلام کو چیرا اور اس سے نصف خطرہ (خیال) دل سے نکال دیا اور نصف کو باقی چھوڑ دیا اور اپنے نکالے ہوئے حصہ کو بہشت میں دفن کر دیا۔

دانۂ گندم جو ذلتِ آدم کا سبب بنا، اور یہی نصف حصہ جو بہشت میں دفن کیا گیا تھا اس نے بیج کی شکل اختیار کی اور ایک تناور درخت بن گیا جو آخر میں لغزش جناب آدم علیہ السلام کا سبب بنا اور وہ حصہ جو سینۂ آدم علیہ السلام میں باقی

تمادہ نفس امارہ بالسوءُ اس کو نفس امارہ کا نام دیا گیا اور یہی نفس امارہ قیام قیامت تک اولادِ آدم کی لعنت و پریشانی کا سبب بنا رہے گا۔ واللہ اعلم۔

جسمِ انسانی کی پہلی حرکت، اس کے بعد روح رب العالمین کی اجازت سے ناک اور کان کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اس صحبت کی برکت سے ہوش و حواس کو کان کے راستہ سے باہر کیا جس کے نتیجہ میں چھینک ۔۔ کے لیے ناک کے نتھنوں کا راستہ کھل گیا اور جناب آدم علیہ السلام کو پہلی مرتبہ چھینک آئی تو روحانی اثرات زباں کی جانب متوجہ ہوئے اور ناطق زبان سے شکرِ الٰہی کے شکر آمیز کلمات ادا کیے اور خالق کائنات کی حمد و ثنا، ان الفاظ میں بیان کی۔ **الحمد للہ رب العلمین۔** بلکہ حضرت قتادہ و ضحاک رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے پاس وحی آئی اور آپ نے چھینک کے بعد خالق و مالک کی حمد و ثنا بیان کی جس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا یرحمک ربک ولھذا خلقتک یا آدم، اے آدم تم نے میری نعمت کے حصول کے بغیر میری حمد کی ہے لہٰذا میں نے تمہارے ناکردہ گناہوں کو معاف فرما دیا اور تم پر اپنی رحمت نازل فرمائی۔

یہاں اس سلسلہ میں ایک مثال اس طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک ماں جبکہ اس کا بیٹا راستہ میں ہوتا ہے اور گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ لیکن وہ اس کی آمد سے قبل ہی اس کے لیے ضروری انتظامات کرتی ہے کیونکہ وہ اس کی عادات و ضرورت سے واقف ہوتی ہے اور ان انتظامات کے بغیر ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ بلاتمثیل و تشبیہ حضرت حق جل و علا کو اپنے علم سے یہ معلوم تھا کہ حضرت آدم علیہ وسلم کی سرشت میں خواہشات، حرص، حسد، شہوت، عداوت و دوسری صفات ذمیمہ کے علاوہ امراض اور ہلاکت خیز ودیعت کیے گئے ہیں لہٰذا ان صفات ذمیمہ اور بیماریوں کا پہلے سے مداوا فرمایا گیا اور یرحمک ربک کے الفاظ سے ان کو محفوظ فرمایا۔ اور اپنی شفقت و رحمت کا اظہار فرمایا؛ وکان بالمؤمنین رحیما۔

زبانِ آدم پر پہلا جملہ، سب سے پہلا جملہ جو زبانِ آدم سے ادا ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں سنا گیا وہ الحمد للہ تھا اور اس کے جواب میں سب سے پہلا خطاب جو حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا وہ یرحمک اللہ تھا۔ الحمد للہ کا جملہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نعمتوں کے برابر رہا اور جناب آدم علیہ السلام کے لیے تمام نعمتوں پر غالب آیا اس سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔ اذا انعم اللہ تعالیٰ علی عبدہ نعمۃ فیقول العبد الحمد للہ یقول اللہ تعالیٰ انظروا الی عبدی اعطیتہ مالا قدر لہ فاعطانی مالا قیمۃ لہ۔ جب اللہ رب العالمین اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے تو بندہ اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے اس وقت اللہ رب العالمین فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو جو میری حمد و ثنا بیان کر رہا ہے لہٰذا میں اس کو وہ نعمتیں عطا فرماؤں گا جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں لگا سکتا اور حقیقتاً اس نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اپنے اصل موضوع کی جانب آتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ کلمہ یرحمک ربک جناب آدم علیہ السلام کی تمام لغزشوں پر غالب رہا اور بمصداق سبقت رحمتی علیٰ غضبی اللہ رب العالمین کی صفتِ رحمت تمام کمزوریوں پر غالب آگئی۔ یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ بندہ کی جانب سے حمد باری اور جناب باری کی جانب سے رحمت ان میں سے کون سی صفت بہتر ہے۔ فی الحال تو حمد نے رحمت پر سبقت حاصل کرلی۔ کل اگر رحمت ہمارے گناہوں پر غلبہ حاصل کرے تو تعجب کی کیا بات ہے (کیونکہ حمد کو غلبہ بھی اس خالق کائنات کی رحمت کا رہین منت ہے)

ایک لطیف نکتہ، حمد ایک اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار و قطار سے زیادہ ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے وان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ اور یہ ایک حمد لاتعداد رحمتوں پر غالب ہوئی۔ اگر بے انتہا نعمتیں چند گناہوں پر غالب ہو جائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے رحمتِ الٰہی کا ذکر سنا تو اظہار تشکر کے طور پر ان کی روح وجد میں آگئی۔ اور آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر آہ بھری اور رونے لگے اور اپنی اولاد کے لیے یہ سنت چھوڑی کہ مصیبت و پریشانی کے وقت سر پر ہاتھ رکھ کر اظہار ندامت اور گریہ و زاری کیا کریں اس وقت خطاب ہوا کہ اس آہ و فغاں اور رونے کا سبب کیا ہے جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی میں کیوں نہ روؤں جب بھی آنکھ کھولتا ہوں تو اولاد کے گناہوں پر نظر جاتی ہے اور جب کانوں کو متوجہ کرتا ہوں تو تیرا خطاب یرحمک ربک سنتا ہوں اور ان دونوں سے لغزش کی بو محسوس ہوتی ہے اور لغزش عذاب کا سبب بنتی ہے اور میرے اندر تیرے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت

نہیں ہے۔ اہلِ تحقیق کے نزدیک جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت اس عرضداشت کے بعد متحقق ہوگئی۔ اور اس میں رحم کا جذبہ کار فرما نہ تھا بلکہ حقیقت حال سامنے رہی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ رحمت الٰہی کا نزول وقوع لغزش کے بعد توبہ و انابت کے قبول کا ذریعہ ہوتا ہے اور یہ ارشاد الٰہی کہ اے آدم تم امۃ مذنبۃ تو دیکھتے ہو لیکن ربٌ غفورٌ کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔

چو نور مطلع عرفاں ظہور خواہد کرد — ہزار ظلمت اگر ہست نور خواہد کرد
اگر تو طالب باری وصال دوست طلب — بہشت و حور مجو کاں قصور خواہد کرد
ھیس گہی کہ دہد شرم امت مذنب — دلم حکایت رب غفور خواہد کرد

حضرت آدم علیہ السلام کا موازنہ

جو مریض طبیب کے مشورہ پر کوتاہی کرے اور اعادہ مرض ہو جائے تو اس کو لازم ہے کہ وہ طبیب سے رجوع کرے تاکہ شفائے حقیقی حاصل ہو جائے۔

باریک بیں حضرات کی توجہ کے لیے یہ عرض ہے کہ آیۃ کریمہ والذین اوتوا العلم درجات کے مصداق اہلِ بصیرت نے حضرت آدم علیہ السلام کی چھینک میں عجیب وغریب نکتے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب روح قالب آدم علیہ السلام میں ہچکچاہٹ کر رہی تھی اور اس کی وجہ سینۂ آدم علیہ السلام کی ظلمت و تاریکی تھی اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا گیا، ان اللہ خلق خلقہ فی ظلمۃ : اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت و تاریکی میں پیدا فرمایا اور تاریکی کے دفعیہ کے لیے ایک شعاع نور جسدِ آدم میں ڈالی اور اس پہ نور کی بارش فرمائی اور جب اس معطر بارش کی خوشبو حضرت آدم علیہ السلام کے دماغ میں پہنچی تو زکام زدہ کی طرح اس خوشبو کی زیادتی کی وجہ سے آپ کو چھینک آگئی اور فوراً زبان سے نکلا الحمد للہ اس وقت خطاب باری ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام) خلق الانسان ضعیفا انسان کمزور و ناتواں بنایا گیا ہے۔

عام رواج یہ ہے کہ بڑے لوگوں کو کمزوری نقاہت یا کسی کمی کا احساس ہوتا ہے تو وہ تبدیل آب و ہوا کیا کرتے ہیں بلا تمثیل و تشبیہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ انسانی سرشت کے مطابق آپ کو تبدیل آب و ہوا کی ضرورت ہے لہٰذا جنت کی گہری چھاؤں میں جا کر آرام کرو۔ اور جناب آدم علیہ السلام حکم ربی کے مطابق جنت میں آرام کے لیے تشریف لے آئے۔

بہشت میں جناب آدم علیہ السلام کی آمد

جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت میں آئے تو حکم ربی ہوا کہ اے آدم ابھی آپ کو کمزوری ہے لہذا جب تک آپ پرہیز کر رہے ہیں غذا سے اجتناب کریں۔ ولا تقربا ھذہ الشجرۃ اور خصوصیت کے ساتھ یہ ملحوظ رکھیں کہ ہمارے حکم کے مطابق اس درخت کے قریب نہ جائیں۔

چونکہ جنت کی دلفریب ہواؤں اور پرکشش مناظر نے حضرت آدم علیہ السلام کی طبیعت میں فرحت کی لہر دوڑا دی اور آپ چاق و چوبند ہو گئے تو طبیعت غذا کی طرف مائل ہوئی اور آپ کو بھوک لگنے لگی اس وقت ایک عطائی طبیب لأقعدن لھم صراطک المستقیم ، جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے وہ مختلف حیلوں اور مکاریوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور نبض آدم علیہ السلام پر ہاتھ رکھا۔ فدلھما بغرور ، اور رونے لگا حضرت آدم علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور یہ عام بات ہے کہ مریض طبیب کو پریشان دیکھ کر مایوس و پریشان ہو جاتا ہے یہی کیفیت حضرت آدم علیہ السلام کی تھی۔ اور آپ نے پریشان ہو کر اس طبیب سے سوال کیا کہ تمہاری پریشانی کا سبب کیا ہے اور مرض کی دوبارہ آمد کو روکنے اور اس کے دفعیہ کے لیے کیا کرنا چاہیئے۔ تم تجویز کرو اس عطائی طبیب نے کہا کہ میں تمہیں ایسی غذا بتاؤں جو تمہارے اصلاح حال کے ساتھ تمہارے اس مقام پر مستقل قیام کا سبب ہو ، ھل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی ، اس شفاخانے میں مخصوص دانے تیار کیے گئے ہیں۔ اور ان پر لا تقربا کی مہر کر دی گئی ہے اگر ان دانوں میں سے تم ایک دانہ کھا لو تو تمہارا معدہ ناپائیداری کی خلط سے پاک ہو جائے گا۔ اور تمہیں یہاں ابدی قیام نصیب ہو گا۔

ابلیس کی کارستانیاں

اس عطائی طبیب (ابلیس) کے ورغلانے میں آکر حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دانہ گندم کھا لیا اور اس کے کھاتے ہی آپ بخار میں مبتلا ہو گئے اس وقت آپ کو بتایا گیا کہ اے آدم آپ نے اپنے معالجہ کے سلسلہ میں دھوکا کھایا ہے اب آپ یہاں سے واپس جائیں۔ اھبطو منھا جمیعا۔ اب اس بیماری کے دفعیہ کے لیے سرزمین ہند کے گرم حمام خانہ میں جا کر اپنے علاج کے لیے معجون تیار کرائیں اور اپنے آنسوؤں کے عرق سے اپنے بخار کا علاج کرائیں

ان باتوں سے حضرت آدم علیہ السلام نے محسوس کیا کہ انہیں اب کس بات کا حکم کیا جا رہا ہے

اور حکیم مطلق کس طرح انہیں علاج کی تعلیم دے رہا ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام نے ایک دوا بنائی جس کے نسخہ کی تجویز سے عقلاء کی عقلیں حیران ہو گئیں۔ اس نسخہ پر نیاز مندی کی جڑ اور پشیمانی کے پتے ملائے۔ شکیبائی کے بیجوں کو توبہ کے ہاون دستہ میں ڈالا اور مجاہدہ کی موصلی سے ان کو کوٹا اور آنسوؤں کے پانی اور دعا و استغفار کا عرق گلاب ملایا صدق کے برتن میں ڈال کر عشق کی آنچ پر رکھا اور اس کو شوق کا جوش دیا۔ ہستی کے کفگیر کو استعمال کیا اور خود پرستی کا خیال ذہن سے نکال کر تقوٰی کی روئی سے صاف کر کے استغفار کے سایہ میں ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھا اور پرہیزگاری کی ہوا سے سرد کیا اور امید کے برتن میں انڈیلا اور غفران کی صبح اس کو استعمال کیا۔ سر سے درد و غم کے خیالات نکال کر اور زبان حال سے ربنا ظلمنا انفسنا کی صدا لگائی یہ علاج طبیعت کے موافق ہوا اور عصیٰ آدم ربہ، مرض سے شفا حاصل ہوئی اور فتاب علیہ۔ کی صحت سے مشرف ہوئے۔

ایک عجیب واقعہ، جب روح نے جسم آدم علیہ السلام میں گھومنا شروع کیا تو ان کو بھوک کا احساس ہوا اور یہ پہلی حرص تھی جو جسم انسانی میں نمودار ہوئی اس وقت آپ کی نظر جنتی میووں پر پڑی اور آپ کی رجحان طبع ان پھلوں کی جانب ہوئی اور جسم نے چاہا کہ اٹھ کر جنتی پھلوں سے ایک پھل حاصل کر کے کھائیں۔ چونکہ روح ابھی قدموں تک نہ آپائی تھی لہٰذا حرکت ممکن نہ ہوئی اور انسانی منشور میں یہ عبارت ثبت کر دی گئی۔ خلق الانسان من عجل۔ تخلیق انسانی میں عجلت شامل ہے۔

اے تن تو بزیر بار است ہنوز	گل میطلبی و زچشم خار است ہنوز
بنشین پس زانوئے غم و دم در کش	تعجیل مکن کہ باتو کار است ہنوز

ایک اور لطیف واقعہ، جس دن جسد آدم علیہ السلام کے لیے مٹی خمیر کی جا رہی تھی۔ اس کا تمام کام دست قدرت نے خود انجام دیا اور کسی کی مدد اس سلسلہ میں نہ لی گئی خمرت طینت آدم بیدی۔ اور نہ کسی کی یہ ہمت ہوئی کہ اس کام کے لیے اپنی خدمات کو پیش کرتا۔ اسی طرح روح کو جسد آدم علیہ السلام میں پھونکتے وقت بھی کسی کا واسطہ درمیان میں نہ رکھا اور قدرت الٰہی سے خود روح ڈالی گئی اور ارشاد باری ہوا۔ ونفخت فیہ من روحی یہاں ایک بھید قابل توجہ ہے جس کو محرمان اسرار نے بہت اہمیت دی ہے کہ جب روح کو عالم بالائے

بلند مقامات سے عالم اجسام کی پستیوں کی طرف بھیجا جا رہا تھا تو ان دونوں عالموں کے درمیان طویل مسافت تھی اور دوست دشمن بے شمار ایسے وقت میں کارکنان عالم غیب نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ میں اسے کسی دشمن یا ناداں دوست کی دوستی سے کوئی نقصان پہنچے یا کوئی اور اس کو ہماری طرف سے غافل کر دے پھر خیال ہوا چونکہ ہمارے پھونکنے کا اثر چونکہ اس میں ہے اس لیے یہ ناممکن ہے کہ ہماری محبت کا ذوق روح سے غیر متعلق ہو کر ہماری محبت سے اس کو باز رکھ سکے۔

از دلم صورت آں خوب ختن می نرود — چاشنی شکر او تازہ دہن می نرود

باللہ از شکر کنم ہر نفسے عیب مکن — گر برفت از دل تو از دل من می نرود

جان پروانہ مسکیں ز پے شعلہ شمع — تا نسوزد پر د بالش زلگن می نرود

جب آدم علیہ السلام کی روح قالب میں آئی تو بڑی متوحش ہوئی اور اس کا سبب عناصر اربعہ مختلف النوع کا نتیجہ سمجھ کر یہ خیال کرنے لگی کہ اس ٹھکانہ کے لیے قیام و بقا معلوم نہیں ہوتی لہٰذا اس سے دل لگانا عقل کے تقاضوں سے انحراف ہے لہٰذا روح نے اپنے آپ سے کہا۔

اساس ہستی مرساندم فوق نہ طارم — دریغا ایں بنائے سست بنیاد است

اس بھید سے واقف ہونے کے بعد بھی وہ جسم آدم میں داخل ہوئی اور ہر طرف سے ہزارہا سانپوں، بچھوؤں اور دوسرے درندوں نے یکبارگی اس پر حملہ کیا۔ نفس امارہ، سات منہ والے اژدھے کی طرح سر اٹھائے آگے بڑھا اور روح کو ہلاک کرنے کے لیے منہ کھولا۔

ہوا و ہوس آگے پیچھے دائیں بائیں ہر چہار جانب سے شہد کی مکھیوں اور زنبوران کی طرح ڈنک مارنے کے لیے آئیں۔ نازک اندام روح جو کئی ہزار سال تک عالم بالا میں رب العالمین کے قرب و جوار میں رہی تھی۔ اس موذی مخلوقات سے بہت خائف ہوئی اور پریشانی کی زیادتی سے گھبرا کر یہ چاہا کہ جس طرح جسم میں داخل ہوئی تھی اسی طرح واپس ہو جائے۔ لیکن اس نے دیکھا کہ وہ پا بپیادہ ہے لہٰذا اس نے مرکب نفخہ کو طلب کیا لیکن وہ نہیں ملی اس وجہ سے اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس وقت اسے بتایا گیا کہ تم سے اس دل شکستگی کی توقع تھی اور تمہاری پریشانی میں مشیت کے مطابق ہے یہ سن کر اس نے ایک سرد آہ کھینچی تب اس کو بتایا گیا کہ تجھے اسی لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا یہ سن کر اس آہ کا اثر دماغ تک پہنچا اور فوراً ایک چھینک آئی اور اس چھینک سے تمام جسم ہل گیا اور روح اپنی

جلد واپس ہوگئی۔ اس کو تماشائے عالم دیکھنے تھے صورت بنیا حاصل ہوئی اور آراستہ وپیراستہ زمین و آسمان کو دیکھا آسمان کا منظر قابلِ دید تھا طرح طرح کی زیب و زینت اس میں کی گئی تھی اور اس میں روشن قندیلیں لٹکائی گئی تھیں چہار فانوس سے اس کی آراستگی میں اضافہ کیا گیا ان میں کافوری شمعیں روشن تھیں انہیں ایک شمع آفتابی تھی اور بالفاظ دیگر اس کی منظر کشی اس طرح کی جائے کہ جب اس نے چرخ نیلوفری کو دیکھا جس میں زریں کوزوں کی طرح ستارے چرخ اطلس میں لٹکے ہوئے موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے آسمان کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ چاندی کے بنے ہوئے لوٹوں کی طرح سیارے نور کے دریا میں موجوں میں ڈول رہے تھے اس نے چمکنے والے آفتاب کو دیکھا جو آتشیں پیکر کی طرح اس سرسبز وشاداب خطہ زمین اور زمرجدی آسمان پر اپنی روشنی سے بے نظیر و بے عدیل مناظر پیش کر رہا تھا اور اہلِ بصیرت کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ اسی طرح چاند اپنی چودھویں رات کی تابانی سے ملک شام کے تخت پر بیٹھا ہوا بزم انجمن میں نورانی جام پلا رہا تھا یہ مناظرِ قدرت دیکھ کر اس جسد خاکی نے خیال کیا کہ ان تمام مناظر میں کس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کارگر ہے ادھر روح کو یہ خیال اور بااتفاق عالم غیب نے یہ ندا سنائی۔

آں قدر عقل نداری کہ بدانی آخر	گر نہ شاہیست پس ایں درگہ ایں ایواں چیست
گر نہ اندر تتق ارزق زیبا روئی است	در کف چرخ پس ایں مشعلہ تاباں چیست

جب روح نے یہ ندا سنی تو علم الیقیں سے معلوم کیا کہ عالم کون ومکاں میں یہ تصرف قادر مطلق کے اطلاق کے کمال کا مظہر ہے اور کارگاہ عالم میں یہ تمام آثار قدرت اس حاکم مطلق کی حکمت کے آثار کو ظاہر کرنے والے ہیں یہ چرخ زبرجدیں یہ چمکنے والا آفتاب اور یہ ضوفشاں ماہتاب سب اسی ذات مقدس کا جلوہ ہیں:

اگر بے پردہ نتوانی کہ بینی پرتو ذاتش	بذرات جہاں بنگر کہ ہر ذرہ است مرآتش
جمال حق ز مرآت صفاتش میکند جلوہ	صفت در کسوت افعال و فعل از عین آیاتش

اس کے بعد روح نے لمحاتِ نور کو اپنی ذات اور تمام مظاہر قدرت میں جلوہ گر دیکھ کر اظہارِ تشکر کے لیے الحمد للہ کہا یعنی اگر میں مشاہدہ انوار ذات سے محروم رہی لیکن میں نے اس ذات کے انوار اس کی مخلوقات میں جلوہ گر دیکھ لیے؛

چنانچہ اس سلسلہ میں جناب مصنف نے اپنے جذبات کو اس شعر میں ظاہر کیا ہے :۔

دیدہ ات حسن موثر بے وسائط گر ندید　　　باز در آئینہ آثار او بکشائے چشم

اس وقت بارگاہ الٰہی سے خطاب ہؤا کہ یرحمک ربک یہ کلمات تسلی آمیز سنتے ہی روح کی بے چینی دور ہوئی اور اس خطاب کی لذت کا کیف و سرور چھایا جس سے سکون و طمانیت حاصل ہوگئی اور تمام اضطراب دور ہوگئے۔ تو جسم سے واپسی کا خیال دور ہوگیا۔

قرآن میں قصہ آدم عزیز گرامی حضرت آدم علیہ السلام کی ذات مقدس طوبیٰ و سدرۃ المنتہیٰ کے باغ میں ایک معزز و مقرر درخت کی مانند تھی۔ لا یزال اللہ یغرس فی ھذہ الدنیا غرسا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کی سیرابی کے لیے پیدا فرمایا تھا۔

جب یہ معزز ترین درخت زمستان عدم سے عالم وجود میں آیا تو فاذا سویتہ کی بہار آفریں بشارت ان الفاظ میں ملی۔ و نفخت فیہ من روحی۔ (اور اس میں ہم نے اپنی روح پھونکی) اس طرح یہ نسیم سحر بھاگتی ہوئی آئی اور جسدِ آدم میں مقیم ہوئی اور اس درخت پر کھلنے والی کلی چھینک کی آواز سے پھول بن گئی اور الحمد للہ کا میوہ کشائش کے انعام میں زبان پر آیا اور میوہ ازل سے ابد تک کے لیے چن لیا گیا اور یہ روح پرور آواز آئی منہ مبداء و الیہ یعود ، اور اس کے انعام پر مالک کائنات نے رحمت کے خزانہ کی کنجی یرحمک اللہ کے مسرت آمیز الفاظ میں عطا فرمائی کہ اس باغ عالم میں باغبانی کر کے سلطان عالم و عالمیان کی اطاعت فرمانبرداری میں مشغول رہی اور سکون و اطمینان کے ساتھ جان بدن آدم علیہ السلام میں اسی حیثیت سے مقیم ہوئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جناب مصنف نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے :۔

وقت آنست کہ دل واقف اسرار شود　　　جائے آنست کہ دل طالب دیدار شود

گنج مخفی چو بباز از ظہور آمدہ است　　　عارف آں بہ کہ زخلوت سوئے بازار شود

قدر جوہر نشناسد مگر آن جوہری　　　کہ صدف بشکند و خود در شہوار شود

پردہ آب و گل از روئے دل و جان بردار　　　تا ہمہ ظلمت ہستی تو انوار شود

عکس رخسارۂ ساقی چو فتد بر رخ جام　　　رو بہ میخانہ کند زاہد و خمار شود

یعنی آن لطف و عنایت خداوند است　　　چہ عجب باشد اگر بندہ گنہگار شود

چوں بپرسیدن بیمار خود آئی سحرے — تندرستان ہمہ زیں واقعہ بیمار شوند

جناب آدم علیہ السلام کی چھینک اور اس پر الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ کے سلسلہ میں بحر الدرر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہاں اس کا اجمالی بیان کیا جاتا ہے۔

عزیز گرامی! جب عالم صغیر و کبیر آخرت میں مساوی و برابر ہیں اسی طرح عالم خلق و امر میں بھی مساوی ہیں۔ الا لہ الخلق والامر۔ تنبیہ اور خبردار ہو جاؤ کہ اس ذات باری کے لیے خلق اور امر ہے۔

چند لطیف نکتے

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ عالم امر میں پہلا پودا جو اگایا گیا وہ شجر کاف و نون تھا قرآن فرماتا ہے کن فیکون اس وقت ایک چھینک آئی اور سارا عالم ناک کے نتھنوں سے باہر آگیا اور ناک کے دونوں نتھنے لرزش میں آگئے۔ اور پیدائش عالم کا ذریعہ یہی ناک کے دونوں سوراخ بنے اسی وقت زبانِ حال سے پکار اٹھے۔ ان من شیئ الا یسبح بحمدہ اور کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح و تقدیس اور اس کی حمد و ثنا، نہ کرتی ہو۔ یہ حمد جب ازل میں پہنچی تو قبولیت کی نشانی کے طور پر بارگاہ احدیت سے رحمت عطا ہوئی اور اس نے چھینک مارنے والے کو اپنے اندر ڈھانپ لیا، ورحمتی وسعت کل شیی۔ میری رحمت ہر شے کو محیط ہے اس کے بعد اس عالم نے جو ماسوائے اللہ ہے چھینک ماری اسی وقت جناب آدم علیہ السلام عالم ظہور میں آئے۔ اور اسی لیے دنیا میں رہے (بلی اور شیر کی طرح ہمشکل اس چھینک کو تصور کیا گیا) اور اس شکل کو آدم پکارا گیا۔ خلقہ من تراب، جن کی تخلیق مٹی سے کی گئی) بعد ازاں اس جہان نے جملہ الحمد للہ ادا کیا جس کو تشکیل دی گئی اور اس شکل کو عالم تشکیل پر عیسیٰ ابن مریم کے نام سے یاد کیا گیا۔ کلمۃ القاھا الی مریم۔ بھی اسی امر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ جو جناب آدم کے ساتھ تھا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم: (بیشک حضرت عیسیٰ کی مثال بارگاہ الٰہی میں حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہے)

سلطان ازل جل وعلا نے فرمایا یرحمک ربک اور سبقت رحمتی علیٰ غضبی کی بشارت عظمیٰ سے یہ رحمت عالم تشکیل میں نمودار ہوئی اور اس سے جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تاباں چمکتا دمکتا نظر آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی جمع الدنیا والمرسلیں؛

مثال ۲: اسی چھینک کے سلسلہ میں ایک اور مثال قابل توجہ ہے کہ جب نورانی جسم انسان میں ناک کے نھتنوں کے ذریعہ جلوہ گر ہوا اسی وقت جسم میں جان آئی اور جسم نے فوراً چھینک لی۔ جان (روح) نے دل کے اندر سے اس کا جواب دیا۔ اسی لیے اس چھینک کو ایمان کی چھینک کہتے ہیں۔ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان: یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان جاگزیں کر دیا گیا ہے اور فقرہ الحمد للہ کی جواب دہی اس مٹی کے تودہ کو سپرد کی گئی۔ اور اس مٹی کے تودہ نے جو دل کے قریب جاگزیں تھا الحمد للہ کہنا شروع کیا۔ اعمال صالحہ اس کے الحمد للہ کہنے کا ثمرہ ہیں۔

چنانچہ چھینک دل کے ایمان کا اقرار قرار پائی اور جب اس کی تمہید کی آواز بارگاہ حق میں پہنچی تو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یرحمک اللہ ارشاد فرمایا اور ان رحمت اللہ قریب من المحسنین کی بشارت سے مشرف فرمایا۔

ایک اور لطیف نکتہ: اس عالم میں پہلے چھینک اور اس کے بعد اللہ کی حمد ظاہر ہوئی اور اس کے معانی اس عالم پر اثر انداز ہوئے اور اس کے اثرات ظاہر و باہر ہوئے لیکن عالم آخرت میں اس کے اثرات یرحمک اللہ کی روشنی میں بہشت کے عطیہ سے ظاہر ہوئی اس امر کی قرآنی شہادت ان الفاظ سے ملتی ہے۔ واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ جب بندہ داخل بہشت ہوا تو حق تعالیٰ کی رحمت سے یرحمک اللہ کا مژدہ سنا اور جب بہشت کے کھانے اور مشروبات چکھے تو زبانِ حال سے پکار اٹھا۔ الحمد للہ اور و آخر دعوھم ان الحمد للہ رب العالمین کی بشارت بھی مل گئی۔

جب جان افروز لقب ازل سے مقرر ہوا اور سنایا گیا تو آنکھوں کے راستہ سے چھینک کا اظہار ہوا کیونکہ منہ کی آنکھ جان اور قوت بصری چھینک کی آنکھ دا اور یہ دونوں مثالیں عالم مثال سے متعلق ہیں) الغرض اس طرح نورانی آواز نفر کے منہ سے نکلی اور جمال الٰہی ظاہر ہوا اور اس کے جمال کی چھاؤں نے تاریکیوں کو دور فرمایا۔ الذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ: چنانچہ جناب مصنف نے اس کو اشعار کا جامہ پہناتے ہوئے عرض کیا ہے:۔

چشم بکشائے کہ دیدار خدا جلوہ نمود — دیدہ شو یکسر و بربند در گفت و شنود

عکس رخسارۂ ساقی بنمود از رخ جام — ہوش و آرام زمستان می عشق ربود

ساقیٔ عشق مرا روز ازل بادہ چشاند — تا ابد ہر نفسم مستی دیگر افزود

آں ولی کز ظلمات بشری گشت خلاص — عکس انوار خدا بود در و ہر چہ نمود !

فنفخت روحی ان لطائف کے ذکر کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی روح کے جسد آدم علیہ السلام میں داخل ہونے کی طرف آتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ جب روح جسم آدم علیہ السلام میں داخل ہوئی تو دل کے قفس کی تنگی سے تنگ آگئی اور اس کوشش میں لگی رہی کہ اس قفس کی کڑیوں کو توڑ کر اپنے اصل مقام حضرت حق کو قرب کو حاصل کرے لہٰذا اس نے اس کو اپنا نصب العین بنالیا۔

ساقیا بر سر جان بار گرانست تنم — بادہ دہ باز رہان یک نفس از خویشتنم

من ازیں ہستی خود نیک بتنگ آمدہ ام — تو چناں بیخبرم کن کہ ندانم کہ منم

پیش ازیں قالب مردار چہ کار است مرا — نیستم زاغ و زغن طوطی شکر شکنم

خنک آنروز کہ پرواز کنم تا بر دوست — بہوائے سر کویش پر و بالی بزنم !

جس طرح دنیا میں بچوں کو قسم قسم کے کھلونوں، کھانے پینے کی چیزیں دے کر مشغول رکھا جاتا ہے اور ان کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے بلا تمثیل و تشبیہ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بھی کبھی معلم ملائکہ کا منصب دیا گیا کبھی ملائکہ کے سجدوں کبھی آسمانوں کی سیر اور باغوں میں گشت کرائی گئی تاکہ ان کی توجہ ہٹ جائے اس سلسلہ میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہرگز نشود اے بت بگزیدہ من — مہرت ز دل و خیالت از دیدہ من

گر از پس مرگ من بجوئید بود — مہر تو در استخوان بوسیدۂ من

بعد میں یہ طے کیا گیا کہ ہر دم اور ہر لحظہ عالم روحانی سے اس دنیا فانی میں سلام و پیام کا سلسلہ شروع کیا جائے اور اس روح کو دوستانہ نوازشوں اور شاہانہ عطاؤں سے لحظہ بہ لحظہ مستفیض کیا جائے تاکہ یہ روح عالم ربوبیت کے نفحات اور اس عبودیت کے کاشانہ ویرانہ میں چندے قیام کر سکے اور ثمر زندگانی سے کچھ چکھ سکے چنانچہ مسکیں (مصنف علیہ الرحمۃ) عرض کرتا ہے :۔

نغمہ عشق کز ان سوئے جہان می آید — بمشام دلم از عالم جان می آید

تازہ شو اے دل پژمردہ کہ چوں آب حیات — بحر جود یست کہ سوئے تو روان می آید

رقم عشق کشیدست بہ طوبیٰ وجود — ہر چہ اندر عدم آید ز جہاں می آید

ہر چہ از مکمن غیب آمدہ تا عالم خلق
ہمچنانش کہ فرستادہ چناں می آید

حیف لیکن بے بصراں تا بہ ابد بیخبر اند
زانچہ در دیدۂ صاحب نظراں می آید

گرچہ ہر موئے زبانی شود از سر نہاں
بخدا گر سر موئے بزباں مے آید

روح پاک بام افلاک سے فرش زمین پر

شیخ گاذ روانی قدس سرہ تفسیر اسرار فاتحہ میں فرماتے ہیں کہ جب روح پاک بام افلاک سے فرش خاک پر آئی تو تنہا تھی اور یہاں کے ساکنوں سے شناسائی نہ تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ روح عالم امر سے تھی قرآن فرماتا ہے قل الروح من امر ربی ۔ آپ فرما دیں کہ روح امر ربی ہے اور جسم کا تعلق عالم دنیا سے خلق خلقہ من تراب ، پروردگارِ عالم نے اس کی بزرگی و عظمت کا رشتہ الا لہ الخلق والامر ۔ وہی ذاتِ اقدس خالق اور صاحبِ امر ہے ۔ تن و روح کو ملایا یہاں تک کہ روح قالب اور قالب روح سے مل گئے لیکن اختلافِ طبائع کی وجہ سے ان دونوں میں الفت پیدا نہ ہو سکی ۔ اور روح اس تنگ و تاریک جگہ میں آرام پذیر نہ ہو سکی ۔ لہٰذا انس ازلی اور رابطہ لم یزلی کے ناطے مرغ روح کو قفس قلب آدم (علیہ السلام) سکون عطا فرمایا اور غم و اندوہ کا لطیفہ عالم ارواح سے جانِ غریب کی بس خوردگی کیلئے بھیجا ۔ اور اس لطیفہ کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جب قلم کے گوش ہوش میں فرمانِ الٰہی پہنچا دہ قلم جو ابدیت کا راز داں ہے اپنے اسرارِ قدم کو ظاہر کرے اور احکام و واقعات کو لوح محفوظ کو بتائے ۔

اسرافیل علیہ السلام نفحات قدس کو لوح محفوظ سے لے کر جناب جبرئیل کو دیں اور جناب جبرئیل کے ذریعہ یہ احکام فرشتوں کو موصول ہوتے ہیں آسمان ان احکام کے معانی اور افادیت سے پُر ہوتا ہے ۔ عالم ملکوت ان احکام سے جوش میں آجاتے ہیں تاکہ احکام الٰہی بروج و نجوم کے ذریعہ پردہ غیب سے ظاہر ہو جائیں قبل ازیں کہ ملائکہ آسمانی روشندانوں اور شگافوں سے قدم نکالیں اور کرہ ناری اور جہان آتشیں کی ہوائیں چلیں اس وقت کرہ ناری سے ایک ایسی ہوا چلے جو جہان گرم سے عالم نرم کی طرف منتقل ہو اور آگ کی لگی ہوائیں اس کی نرمی و لطافت سے آمیز ہو جائیں اور اس امتزاج کی وجہ سے گرم ہوائیں نسیم سحر کی طرح ہو جائیں ۔ اور یہ ہوا زندگی کا رنگ اختیار کرے جس کے نتیجہ میں لطائف ربانی اس جان انسانی کی سپرد ہو جائیں اور ہزارہا فرشتے اس کام پر مقرر کیے جائیں تاکہ اس ہوا کو جو مذکورہ بالا طریقوں سے ایک عجیب حیثیت اختیار کر چکی ہے ناک کے راستے سے داخل کر کے گلے کی رگوں کے ذریعہ جسم میں داخل

کریں۔ اسی لیے بوئے حق میں بسا ہوئے لطیفہ کو ہوا کی سپرد کیا گیا ہے اور اسی لیے فرمایا گیا ہے لا تسبوا الریح فانہا من نفس الرحمان ؛ ہوا کو بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ نفس رحمان سے ہے۔ اندر داخل کرنے کے بعد فرشتے نفس کی رہ گزر کو جان پر تقسیم کرتے ہیں اور جب غریب جان دوست کی خوشبو سونگھتی ہے تو زبانِ حال سے پکار اٹھتی ہے۔

میدمد بوئے ندانم تاکدامی بوست ایں — بوئے عشق است اینکہ می آید زسوئی دوست ایں

جان چو بویش بشنود باخود دیدرد پیراہن — روح پاک است ایں نمیگنجد دُون پوست ایں

ایں چہ نور است اینکہ جان چون ذرہ سرگرداں او است — آفتاب ایں نور کی دارد جمال اوست ایں

چونکہ دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہیں اور ہر گھنٹہ میں انسان ایک ہزار سانس لیتا ہے اس طرح چوبیس گھنٹہ میں چوبیس ہزار سانس ہو جاتے ہیں جو روح کی پیامبر اور زہرہ جبیں ہیں جن کے ذریعے دوست کی خوشبو اور رگ و پے میں سرایت کرتی ہے اس طرح فرشتے یہ امانت ربانی اس کمزور نفس انسانی کی سپرد کر کے واپس ہو جاتے ہیں۔ اور بندہ کا پیغام حق سبحانہ و تعالیٰ کو جا کر پہنچاتے ہیں۔ منہ بداء و الیہ یعود ؛ اور اسی موقعہ کے لیے یہ مصرع کہا گیا ہے۔ ؎

عاشقاں در دمے دو عید کنند۔

اور اسی سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ جب تک جان کو قالب میں دوست کی خوشبو ملتی رہتی ہے وہ اس کے سہارے رکی رہتی ہے لیکن جب یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو وہ کوچ کا ارادہ کر لیتی ہے۔ کیونکہ یہی خوشبو روح و جاں کی بقا کا سبب تھا۔ جواب منقطع ہو گیا اب سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ روح اپنے وطن اصلی کی طرف منتقل ہو جائے۔

عارف رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے :۔

ہر نفس آواز عشق میرسد از چپ و راست — ما بفلک میرویم عزم تماشا گر است

ما بفلک بودہ ایم یار ملک بودہ ایم — باز ہما نجا رویم جملہ کہ آں شہر ماست

خود ز فلک برتریم وز ملک افزوں تریم — زین دو چرا نگذریم منزل ما کبریاست

اے فرزند نسل انسانی ہوشیار و خبردار ہو کہ اسی رواں دواں پیغام کو تو کس طرح حضرت حق کے پاس بھیجے گا اگر ذکر و فکر سے ملے جلے جذبات اور بہترین اعمال بھیجتا ہے اور بارگاہ احدیت میں

دعا و مناجات پیش کرتا ہے تو یہ تیرے لیے منافع کا سودا ہے۔ الیہ یصعد الکلم الطیب کلمات طیبات اس کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں لیکن اگر نفس کو غفلت اور سستی ہی نہیں بلکہ خطا و لغزشوں کا شکار کر دیا اور تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو نے نقصان کا سودا کیا ہے جس کا پتہ قیامت کے دن چلے گا۔ نظم:۔

ہر یک نفس کہ میرود از عمر گوہر یست   کانرا خراج ملک دو عالم بود بہا

مپسند کایں خزینہ دہی رائیگاں بباد   وانگہ روی بخاک تہیدست و بینوا

ایقظنا اللہ تعالیٰ من منام الغفلۃ واوصلنا الیٰ مقام الوصلۃ بمنہ وفضلہ

اللہ رب العالمین نے ہمیں خواب غفلت سے جگا کر اپنے فضل و کرم سے مقام وصلت میں پہنچایا۔

روح کے سلسلہ میں لطائف: قابل توجہ یہ بات ہے کہ روح عالم بالا سے متعلق ہے اور بدن کی کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام کی قائم مقام ہے اور عالم تمثیل و تشبیہ میں اس کی مثالیں شمار و قطار سے باہر ہیں یہاں ان میں سے صرف سات لطائف کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

پہلا لطیفہ: روح کی حیثیت بادشاہ کی ہے اور خطہ تن ویران لم یکن شیاء مذکورا۔ اور خراب کان ذالک فی الکتاب مسطورا۔ ان صفات کا حامل تن و توش جسم انسانی میں جب روح نے قدم رنجہ فرمایا تو اس کے قدوم میمنت لزوم کی وجہ سے وہ معمور ہوگئی اور خطاب باری اس طرح تھا۔ خلقک ولم تک شیاء ۔ میں نے تجھ کو اس وقت بنایا جبکہ میرے سوا کچھ نہ تھا۔

دوسرا لطیفہ: روح عالم بالا سے متعلق ہے اور کشتیٔ تن ماہتاب کی قائم مقام جب وہ سعادت کے مشرق اور سیادت کے مطلع سے طلوع ہوا اور اس نے اپنے چمکتے ہوئے چہرے کو ہدایت کے متوالوں کو دکھایا تو تمام عالم اس کی روشنی سے منور ہوگیا۔ ان اللہ خلق خلقہ فی ظلمۃ ثم القی علیھم من نورہ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا فرمایا پھر ان کو اپنے نور سے منور فرمایا۔

تیسرا لطیفہ: روح شراب ناب ہے جس کو ساقی باقی روز الست نے عمدہ و نفیس بلوریں جام میں لے کر ہمارے بدن پر محن پر چھڑکا ہے تاکہ لاکھوں عاشقان سرمست اس کے کف دست کے اشارہ پر جان دے دیں، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ایک اشارہ انگشت کی طرح ذوق و

شوق میں نعرہ رب ارنی انظر الیک، سے پورا کریں ؎

چوتھا لطیفہ؛ روح کی حیثیت روغن زیتون کی سی ہے جو کارگاہ قدرت سے حکمت کے قندیل میں ڈالا گیا ہے اور اس میں دل کی بتی ڈال دی گئی ہے اور نیحبھم و یحبونہ کی آتش شوق سے فروزاں کیا گیا ہے تاکہ عالم شوق کو اپنے نور شہود سے روشن کر دیا۔ مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔

پانچواں لطیفہ؛ روح خانقاہ قدس اور عبادت خانہ اُنس کا وہ صوفی ہے۔ الارواح جند مجندۃ کے مصداق جس نے اپنے آپ کو دل کے میخانہ ویرانہ میں ٹھہرایا ہے تاکہ رندان خرابات (ان النفس لامارۃ بالسوء، بے شک نفس امارہ برائیوں کی طرف لے جاتا ہے) کو تادیب کرے اور سزا دے اور تلقین و ارشاد سے رشد و ہدایت کی مسند پر اطمینان و سکون کے ساتھ بٹھا دے ؎

چھٹا لطیفہ؛ روح وہ مجرد جوہر ہے جس نے قضا و قدر کے اس ساکن کو جسے دنیا کی کوئی روشنی نہ لگی ہو۔ منھا خلقناکم کی زمین پر بٹھایا ہے تاکہ وہ فیھا نعیدکم کی جڑوں کو مضبوط کرے اور منھا نخرجکم کے حکم کے مطابق قیامت کے دلفگار دن میں رافت و مغفرت کے پھلوں سے ایک بار اور تناور درخت کی حیثیت اختیار کرے۔

ساتواں لطیفہ؛ روح ایک ہنس مکھ مہمان اور لطیف جذبات رکھنے والی ہستی ہے جس نے عالم فلک سے ہمارے وجود کی خانقاہ میں نزول کیا ہے لیکن جب ٹھکانہ نہیں ملتا تو وہ اپنی منزل کے لیے تو ابتدا سے کرتی ہے جیساکہ جناب مصنف نے اپنے اشعار میں کہا ہے۔ نظم:۔

چوں بگوشش مرغ جان آید ندای ارجعی	ایں قفس بشکستن و سویش پریدن میتوان
گر تو خواہی تیغ راندن وقت بسمل بر گلو	درمیان خاک و خون چوں مرغ غلطیدن توان
رشتۂ جان را اگر پیوند با وصلت بود	خرقۂ تن را ز سر تا پائے دریدن توان

مذکورہ بالا لطائف کے بعد ایک اور لطیفہ قابل توجہ ہے۔

لطیفہ؛ جب روح کا آفتاب جہان تاب جناب آدم علیہ السلام کے جسم اقدس میں اپنی تجلیاں دکھانے لگا اور جسم انسانی کے دریچوں سے اس کی کرنیں پھیلیں تو اعضاء انسانی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے اور اس میں سے ہر ایک اس کی تجلیوں اور ضیا پاشیوں کو اپنا کارنامہ سمجھنے لگا اور آپس میں ایک دوسرے

پر فوقیت لے جانے کی کوشش کرنے لگا ہاتھ نے کہا کہ مَیں جود وسخا کا ذریعہ ہوں، سر نے کہا کہ مَیں تو سجود کا مظہر ہوں، آنکھ نے کہا کہ مَیں حیرتوں کا آئینہ ہوں، کان نے کہا کہ مَیں تو رموز حکمت کا خزانہ ہوں پلکوں نے کہا کہ قوت بصارت کا ممد و معاون ہوں۔ ابرو نے کہا کہ میری حیثیت تو عروسِ باصرہ و ناظرہ کی ینکھا کش ہوں پیشانی نے کہا کہ مَیں تو فلک رخسار کی دھنک ہوں۔ پیشانی نے کہا کہ مَیں تو عالم اسرار کے دفتر کی لوح ہوں۔ رخساروں نے کہا ہم تو بوستانِ جمال کے سرخ موتیوں کی مانند گلسرخ ہیں۔ رخساروں کے خال بول اٹھے کہ ہم تو مرغ و پرند کو قید کرنے والے جال کے دانے ہیں۔ لب بولے کہ ہم تو یاقوت و مرجان کے حلقے ہیں۔ دانت کہنے لگے کہ ہم تو قرآن کے تیس پاروں کو رکھنے والی میز ہیں۔ زبان نے کہا کہ میرا شمار تو ابلاغ کے باغ کے طوطیوں میں سے ہے۔ سینہ نے کہا کہ مَیں تو مرغ دل کا پنجرہ ہوں۔ پیٹ نے کہا کہ مَیں تو آب و گل کا خزانہ ہوں۔ گردن نے کہا کہ میں تو تلادتِ عبدیت کی مقلد ہوں۔ کمر نے کہا کہ مَیں تو بار امانت کی حامل ہوں، ہڈیوں نے کہا کہ ہم تو دفترِ وجود کا ستون ہوں۔ اعصاب بول اٹھے کہ ہم تو خیمہ سجود کی رسیاں ہیں، گوشت نے کہا کہ مَیں بھی کسی سے کم نہیں۔ مَیں تو دوسو اسی ہڈیوں اور جوڑوں کا پردہ پوش ہوں، مَیں روزہ و نماز کے مدرسہ کا مدرس ہوں۔ باطن نے کہا کہ ظاہر والے تو اپنی تعریفیں کر چکے اب میرے بارے میں بھی سن لیں۔ مَیں خانقاہ نیاز کا گوشہ نشین عابد ہوں عقل نے کہا کہ مَیں زاہد راہ نما ہوں۔ نقل نے کہا کہ مَیں شاہد دلربا ہوں۔ ظاہر و باطن کے اس مذاکرہ کو سن کر شہنشاہ جسم روح پرفتوح نے اعلان عام کر دیا کہ مَیں مراتب میں تم سب سے ارفع و اعلیٰ ہوں۔ اے اعضاء و جوارح تم نے اپنی حیثیتوں کو بیاں کیا لیکن تم اپنے افعال میں اس وقت کامیاب و کامران ہوئے جبکہ تمہیں میرا تعاون حاصل ہوا۔ اگر میرا تعاون حاصل نہ ہوتا تو اے سر تو ہَوا میں ڈولتا رہتا اور دست و بازو اگر تمہیں میری امداد شامل حال نہ ہوتی تو کام سے باز رہتے اسی طرح نہ آنکھ کو بینائی ملتی اور نہ کانوں کو قوتِ سماعت اور ظاہر و باطن کل نفس ذائقۃ الموت کے مصداق سب کے سب بیکار تھے۔ یہ مکالمہ ابھی جاری تھا کہ تجلی جمال الہٰی مدح پرفتوح پر وارد ہوئی اور اس نے روح کو مخاطب کیا کہ اے جان اگر تجھ پر جمال جاناں نہ ہوتا تو فنا تیری بقاء پر سبقت حاصل کر لیتی اور تیرا وجود عدم کو قبول کر لیتا:۔ عارف رومی نے فرمایا ہے:۔

چو آمد روئے جانانم کہ باشد جان کہ جاں باشد   چو دیدی روز روشن را چہ جائے پاسباں باشد

یکے یارے نکوکاری زہر آفت نگہداری | ظریفے ماہ رخسارے بصد جاں رائیگاں باشد
اگر با نقش گرمابہ شود یک لحظہ ہم خوابہ | ہماندم نقش جاں گیرد چومن دستہ زباں باشد

چھٹی فصل

تعلیم اسمأ اور سجدہ کی کیفیت

سیدنا آدم علیہ السلام کو علم اسمار کی تعلیم کے سلسلہ میں ارشادِ خداوندی ہُوا :۔ وعلم آدم الاسماء کلھا ؛ اور سکھایا ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اسمار کا علم، جب حق تعالیٰ نے اپنے نائب و خلیفہ کے جسم کو روح کے نور سے مزین فرمایا اور وہ وجود باوجود جس کے بارے میں اللہ رب العالمین نے ملائکہ سے انی اعلم مالا تعلمون ؛ میں اس کا علم رکھتا ہوں جس سے تم ناواقف ہو۔ اجمالاً فرمایا تھا اب مشیت الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ اس اجمال کی تفصیل کردی جائے ۔ لہٰذا اس نے علم آدم کے مکتب میں ولقد کرمنا کی مسند خلافت پر جناب آدم علیہ السلام کو اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا اور ملائکہ عالم بالا۔ سبحانک لا علم لنا ؛ کے مکتب کے شاگرد بھتے تاکہ انہیں اس مکتب میں تعلیم دلائی جائے اور اپنے منشور جلالت کو انی اعلم غیب السموات (میں آسمان و زمین کے غیوب کو زیادہ جانتا ہوں) سے موکد فرما دیا ؛

ترا در مکتب حکمت خلیفہ زاں ہمی خواندہ | کہ ہر کو بنگرد داند کہ شاگرد چہ استادے

اس تمہید سے دو باتیں متحقق ہوئیں ۔ (۱) ملائکہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا تفوق (۲) عالم کو اپنے علم و فضل کی وجہ عابد پر فوقیت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادناکم ؛

علم اسمار کے سلسلہ میں مفسرین نے کئی قول نقل فرمائے ہیں ربیع اور ابوالعالیہ نے فرمایا ہے کہ اسمار سے مراد ملائکہ کے نام ہیں مجاہد قتادہ وضحاک نے فرمایا ہے کہ اسمار سے تمام اشیار مراد ہیں کیونکہ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ رب العالمین نے تمام مسمیات کو ملائکہ کے سامنے پیش کرکے فرمایا تھا :۔ انبئونی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین ؛

اور مفسرین نے کہا ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ ؛ میں خطۂ زمین پر اپنا نائب

مقرر کرنا چاہتا ہوں اس وقت فرشتوں نے خیال کیا تھا کہ جب خداوند کریم خطہ زمین کے لیے اپنا نائب مقرر فرمائے گا تو وہ عزت و حرمت میں ہمارا ہمسر نہ ہوگا کیونکہ موجودات میں اس وقت ہم سے اعلم ہیں (زیادہ علم رکھنے والے ہیں) ہمیں خلقت پر سبقت حاصل ہے جو ہمارے علم و تجربہ کا سبب ہے۔ لیکن خداوند کریم نے ایک برگزیدہ شخصیت کو تخلیق فرما کر اسے علم اسمار سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے بعد مسمیات کو ملائکہ کے سامنے کرکے ان سے فرمایا انبئونی باسماء ھٰولاء ان کنتم صٰدقین اگر تم اپنے قول میں صادق ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ۔ کیونکہ تم پیدائش میں اولیت کو زیادتی علم کا سبب سمجھتے ہو لیکن ملائکہ نے اپنے عجز اور عدم علم کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا۔ سبحانک لا علم لنا۔ اے مقدس ذات ہم تیری تسبیح و تقدیس کے بعد عرض گذار ہیں کہ ہمیں ان اشیار کے اسمار کا علم نہیں ہے۔

شیخ وراق قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں رب کریم نے دریافت طلب امور کے لیے لفظ انبآ، کو دلعدو جمع کے ضمائر کے ساتھ جمع فرمایا۔ فرشتوں سے تخاطب کرتے ہوئے فرمایا انبئونی اور جناب آدم علیہ السلام انبئھم سے خطاب فرمایا۔ پہلے جملہ میں جواب کو محصور کر دیا کہ صرف مجھی کو جواب دو اور حضرت آدم علیہ السلام سے جواب میں جمع کے صیغہ کو اس لیے بیان کیا کہ اگر ان سے بھی صیغہ واحد سے زیادہ جاتا تو وہ ملائکہ کو علم اسمار کے بتانے سے قاصر رہتے۔ لہٰذا جناب آدم علیہ السلام کو مسندِ کمال پر بٹھاتے ہوئے انہیں ملائکہ پر فوقیت عطا فرمائی اور انہیں ملائکہ کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بھی تعلیم دلائی۔

کلمہ کلہا اس امر کی تائید کے لیے ہے اور تعلیم اسمار کے سلسلہ میں اور بھی چند قول منقول ہیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ضروری کا حصہ انہیں تعلیم کیا گیا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی (چونکہ آدم علیہ السلام کی تخلیق اجزار مختلفہ اور قوائے متبائنہ سے ہوئی تھی لہٰذا اشیار مختلفہ کے ادراک کی استعداد عالم معقولات و محسوسات وغیرھم میں ضروری ہوتی۔ بایں وجہ اپنی قدرت کے کمال کو ظاہر کرنے کے لیے رب تعالیٰ نے انہیں علم اشیاء سے سرفراز دیا۔ علاوہ ازیں ان اشیاء کے خواص و صفات ان کے طریقہ تخلیق و حصول اور ان کا طریقہ استعمال حضرت آدم کو سکھایا اور ان معلومات کو قیامت تک بولی جانے والی تمام زبانوں میں زبان آدم علیہ السلام کے اس کمال

کو دیکھ کر تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے علم وفضل کے قائل ہو گئے اور اظہار عجز کے لیے بلا کم و کاست پکار اٹھے لا علم لنا ہمیں اس کا علم نہیں اس مرحلے کے بعد ملائکہ نے حکم الہٰی کے مطابق ایک تخت بچھایا اس تخت کے سات سو پائے تھے اور ہر پائے کا درمیانی فاصلہ چند سال کی مسافت کے برابر تھا اس تخت پر حضرت آدم علیہ السلام کو بٹھا کر جنتی زر و جواہر سے آراستہ کیا گیا۔ ہاتھوں میں جنتی انگوٹھیاں پہنائی گئیں۔ سعادت کا لباس اور کرامت کا تاج سر پر رکھا گیا۔ جب جناب آدم تبسم فرماتے تو اگلے دانت آفتاب کی طرح چمک اٹھتے اور جس طرف بھی توجہ کرتے تو چمکنے دمکنے والا نور جو نور محمدی علیہ التحیۃ الثناء کا پرتو تھا چودھویں رات کے چاند کی طرح چاروں طرف چھائی ہوئی تاریکی کو دور کر دیتا حاصل کلام یہ کہ اللہ رب العالمین نے انہیں اس طرح صاحب فضل و کمال تخلیق فرمایا تھا جن کے عشق جمال اور شوق وصال میں ملاء اعلیٰ کے فرشتے انگشت بدنداں رہ جاتے تھے اور بے ساختہ پکار اٹھتے۔ خلق اللہ تعالیٰ آدم علی صورتہ ؛ اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کو اپنے جمال کا مظہر بنایا ہے اور زبان حال سے کہتے فتبارک اللہ احسن الخالقین ؛ اچھوں کا پیدا کرنے والا خالق عزت و حرمت والا ہے، مثنوی

تیغ قضا خانہ فطرت شگافت	بر ورق صنع بسرعت شناخت
صورت ہر نیک و بدی بر کشید	باز خطے بر ہمہ اندر کشید
رابتہ چوں نوبت آدم رسید	صورت خود بر ورقش بر کشید
نور رخش مطلع نور شہود	لاجرم افتاد ملک در سجود

خالق حقیقی نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس تخت کو جس پر حضرت آدم علیہ السلام مسند نشین ہیں اپنے کندھوں پر اٹھائیں اور تمام آسمانوں پر گشت کرانے کے بعد عرش مجید کے پاس رکھ دیں،

ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں سجدہ کا حکم

حضرت حق جل وعلا نے تمام فرشتوں کو حکم دیا۔ اسجدو لآدم ؛ حضرت آدم کو سجدہ کرو۔

تمام ملائکہ نے تعمیل ارشاد میں سر خم کر دیئے اور سب سے پہلے حضرت جبریل نے سر نیاز کو زمین پر رکھا ان کے بعد میکائیل اور ان کے بعد اسرافیل اور ان کے بعد عزرائیل نے سجدہ کیا ان مقرب فرشتوں کے بعد تمام ملائکہ سربسجود ہوئے۔ ہر فرشتے کو اس کے منصب کے مطابق اعزاز و اکرام کے ساتھ نوازا گیا۔ جناب جبریل کو وحی کا امین بنایا گیا۔ رزقِ الٰہی کے خزانوں کی کنجیاں میکائیل کو سپرد ہوئیں اور قلم کرم سے پیشانی اسرافیل پر قرآن کریم لکھا گیا جناب عزرائیل کو مخلوق و خالق کے درمیان ملاقات کا واسطہ بنایا گیا۔ اور یہ ۔ وصل الحبیب الی الحبیب کی مرافقت کے ذمہ دار بنائے گئے۔ اور باقی تمام فرشتوں کو منشور عظمت لا یعصون اللہ ما امرھم ۔ کی عزت افزائی کے حقدار قرار پائے۔ فرشتوں نے یہ تمام اعزاز و اکرام حضرت آدم علیہ السلام کی خدمتگذاری کی وجہ سے حاصل کیا لیکن اس موقع پر ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کر کے راندہ درگاہ ہوا اور اس پر ابدی لعنت مسلط کر دی گئی۔

سوال :۔ ملائکہ کو سجدہ کا حکم اسماء علوم کے مظاہرہ سے پہلے ہوا یا بعد میں ؟

جواب :۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ سجدہ کا حکم روح کے پھونکے جانے کے بعد اور انبا اسماء سے پہلے ہوا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آیۃ کریمہ :۔ فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین ۔ جب ہم نے جسد آدم (علیہ السلام) کی تکمیل کی اور اس میں اپنی روح ڈالی تو تمام فرشتے سجدہ میں گر گئے۔ فقعوا میں لفظ "ف" تعقیب بلا فصل پر دلالت کر رہا ہے لیکن اکثر علماء کا کہنا یہ ہے کہ سجدہ کا حکم انباء اسماء کے بعد ہوا اور اس سلسلہ میں سورۃ بقر میں بیان کردہ واقعات اس امر کے شاہد ہیں ۔

سوال :۔ ملائکہ سے تمام ملائکہ مراد ہیں یا ان کا کوئی خاص گروہ مخاطب کیا گیا ہے۔

جواب :۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ صرف وہ ملائکہ مراد ہیں جو ابلیس کے ساتھ دنیا میں موجود تھے اور ایک قول کے مطابق صرف ساتوں آسمانوں پر مقیم ملائکہ مراد تھے لیکن ذمہ دار قول کے مطابق آسمان و زمین پر مقیم تمام فرشتے مخاطب ہیں۔ اور اس سلسلہ میں فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون ۔ پس تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ کا قرینہ اس سلسلہ میں ظاہر دیا ہے۔

سوال :۔ فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم صرف گردن جھکانا تھا یا حقیقت سجدہ کہ جبس کا اظہار پیشانی کو زمین پر رکھ کر کیا جاتا ہے ۔

جواب :۔ جمہور محدثین نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ سجدہ سے مراد جبیں کو زمین پر رکھنا تھا جس کے لیے فقعوا لہ ساجدین ، وہ تمام کے تمام اعزاز آدم (علیہ السلام) میں سربسجود ہو گئے ۔

سوال :۔ یہ سجدہ صرف آدم علیہ السلام کے لیے تھا یا بارگاہِ احدیت میں ۔؟

جواب :۔ یہ سجدہ صرف آدم علیہ السلام کے لیے تھا۔ اگر یہ سجدہ بارگاہ احدیت میں ہوتا تو جناب آدم علیہ السلام کی نہ تو فضیلت ظاہر ہوتی اور نہ ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کرتا ۔

سوال :۔ چونکہ سجدہ اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے روا نہیں لہٰذا ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم کیوں کیا گیا ؟

جواب :۔ شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنار سے پہلے سجدہ تحیت جائز اور اس کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا جناب یوسف علیہ السلام کے لیے تھا قرآن کریم فرماتا ہے :۔ وخرو لہ سجدا ، وہ ان کے لیے زمین پر سجدہ ریز ہو گئے ۔

لیکن سجدہ تحیت شریعت اسلامیہ میں منسوخ کر دیا گیا یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ سجدہ عبادت کسی شریعت میں غیر خدا کے لیے روا نہ تھا اور علمار نے نہایت صراحت و تاکید سے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کرایا گیا وہ سجدہ تحیت تھا نہ کہ سجدہ عبادت ،

ساتویں فصل

ابلیس کے سجدہ سے انکار پر ذلت و رسوائی

آگ کا خاک سے مناظرہ

ابلیس کی شکل مسخ ہو گئی

، جب ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو سو سال تک سجدہ میں رہے اور ایک روایت کے مطابق پانچ سو سال تک مصروف سجدہ رہے جب ملائکہ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس کھڑا ہوا ہے حضرت آدم

علیہ السلام کو دیکھ رہا ہے اور اس کی فرشتوں والی صورت تبدیل ہوکر پرانی ہیئت (جنوں کی شکل) پر ہو گئی ہے ۔

جب فرشتوں نے اس کی قبیح اور مسخ شدہ شکل کو دیکھا تو ایک اور سجدہ بارگاہِ احدیت میں شکر گذاری کے طور پر ادا کیا اور اس دن سے دو سجدے مقرر کر دیئے گئے ۔ اور نماز میں دو سجدے ہر رکعت میں اسی واقعہ کی یادگار ہیں ۔

اللہ رب العالمین نے ابلیس سے دریافت کیا کہ اے لعین تونے میرے نائب کو سجدہ کرنے سے انکار کیوں کیا ؟ اس سوال کے جواب میں ابلیس نے کہا ۔ انا خیر منہ خلقتنی من نارٍ وخلقتہ من طین ۔ میں جنابِ آدم سے بہتر ہوں ۔ میری پیدائش آگ سے ہوئی ہے جبکہ جناب آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور آگ کا جوہر خاک کے جوہر سے صاف و مصفیٰ ہوتا ہے ۔ علاوہ ازیں روشنی صفائی، حسن وجمال اور صفات کمال میں آگ کو خاک پر تفوق حاصل ہے ۔ اس منکر و لعین نے یہ خیال خام قائم کر لیا اور غلطی کا شکار ہو گیا ۔ کہ خاک کو بعض خصوصیات کی وجہ سے آگ پر فضیلت حاصل ہے ؛ ۔ من تواضع اللہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ ؛ جس نے تواضع کی اس کو اللہ تعالیٰ نے رفعت عطا فرمائی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ نے چھوڑ دیا اس مضمون کی تشریح و توضیح تفسیر بحر الدرر میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اس موضوع پر یہاں ایک مختصر سا تبصرہ پیش خدمت ہے ۔

آگ کا خاک سے مناظرہ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابلیس نے اپنے روایتی مکر و فریب سے یہ چاہا کہ اپنی خیر خواہی میں آگ کا خاک پر تفوق ثابت کرے اور آگ کی صفائی اور اس کے کمال کا اظہار کرے اور خاک کے نقائص کو بیان کر کے اس کی اہمیت و حیثیت کو کم کرے ؛ ابلیس نے کہا کہ جو صفائی اور شفاف ہونے کی خصوصیت آگ کو حاصل ہے وہ کرہ خاک کو میسر نہیں اور جو روشنی آگ مہیا کرتی ہے وہ قبہ خاک کو میسر نہیں ۔ آگ کو جو روشنی حاصل ہے چوتھے آسمان کا آفتاب اسی روشنی کا نمونہ ہے اور یہ بالکل اس طرح سے ہے جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ساحروں کے مقابلہ میں اپنے معجزات سے دلیل قائم فرمائی تھی یہ سب حرارت اور روشنی اسی آگ کا کارنامہ ہے ۔ کہ وہ خام اشیاء کو پکا دیتی ہے اور نامکمل اشیاء کو پایۂ تکمیل

تک پہنچا دیتی ہے۔ آگ کی یہ بھی خاصیت ہے کہ وہ خاک کی حیثیت تبدیل کرتی ہے اور سخت سے سخت اشیاء آگ میں پڑ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

اس وقت ندا ہوئی کہ اے لعین اپنی لاف وگزاف باتیں ختم کر یہ تمام باتیں پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتیں تو اب جھگڑے کی باتیں ختم کر۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ بازارِ قبول میں خریداروں کی اپنی کرنسی نہیں چلتی بارگاہ کبریائی میں خود پرستوں کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے اور اس بارگاہ میں گردن اٹھا کر چلنے والوں کو استغنار کے طمانچہ سے سیدھا کر دیا جاتا ہے اور اس بارگاہ میں تواضع و انکسار کرنے والوں کو سر بلندی کی نظر سے منظور کر لیا جاتا ہے۔ آگ میں اضطراب تہتک وسبکساری ہے لیکن وہ خاک کے سکون و بردباری کی برابری نہیں کر سکتی۔ علاوہ ازیں علاوہ مثبت جو بہترین مقام قیام ہے اور لطیف ترین مسکن ہے وہ بھی در اصل خاک ہی سے ہے، ترابھا المسک اس کی مٹی مشک سے ہے اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی جنت میں آگ داخل ہوئی ہو اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ دشمنوں اور نافرمانوں کو عذاب دینے کا طریقہ آگ ہے نہ کہ خاک بلکہ دوستوں کے سکون و آرام کا سبب خاک ہی بنتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ خاک اپنی انکساری کی وجہ سے آگ سے مستغنی ہے۔ اس کے برخلاف آگ توطن و اقام کے لیے خاک کی محتاج ہے۔ خاک عمارتوں کے بننے اور سنورنے کا سبب بنتی ہے جبکہ آگ ان کے انہدام اور تباہی کا سبب ہوتی ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ خاک کو آگ پر ترجیح لاتعداد باتوں اور پہلوؤں کی وجہ سے ہے۔ اے ابلیس تیری سرشت میں مکر ہی مکر بھرے ہوئے ہیں اب تو اپنے حسن وصورت پر نازمت کر تیری سیرت بھی تو اچھی نہیں ہے اس پر نازمت کر اور آگ کی طرح اپنی گردن غرور سے نہ اکڑا اگر تجھے اب بھی کوئی شبہ ہے تو یہاں سے اٹھ جا کیونکہ تیری سرشت آتشی ہے اور اس خلیفہ و نائب سے جس کی سرشت خاکی ہے مناظرہ کرے تاکہ دلائل کی روشنی میں ترجیح وفضیلت ظاہر و باہر ہو جائے۔

خاک کا آگ سے مناظرہ

جب یہ بات طے ہوئی کہ آگ وخاک کے مناظرہ سے ان دونوں کی فوقیت کو ظاہر کیا جائے تو آگ نے اپنی تیز زبانی، سرکشی اور بہادری کے بل بوتے پر میدان مناظرہ میں سبقت کی اور کہنے لگی

کہ مجھے صورت اور صفائی کی بنا پر یہ مرتبہ حاصل ہے کہ میں تاریک راتوں کو روز روشن کی طرح منور کرتی ہوں میں بھوک و افلاس کی اندھیریوں اور محنت کشوں بے استطاعت لوگوں کے مسکنوں اپنے معطر نور کی تابانیوں سے معطر و منور کرتی ہوں میں ایسا شب افروز گوہر ہوں جس کی تابانیوں سے خطہ زمین بوقلموں کی طرح جگمگانے لگتا ہے میں وہ نعمت عطا کرنے والی شے ہوں جس کی وجہ سے مرغ لوہے کی سیخ پر بھونے جاتے ہیں اور لوگوں کی ضیافت کا سبب بنتے ہیں اور تخت ولایت پر باصد ہزاراں جاہ و جلال شمع کے گرد بیٹھتی ہوں۔ تاریکی اور ظلم کو جمعیت کے میدان سے نکالتی ہوں۔ منجملہ میری صفات کے یہ چند مثالیں پیش کی ہیں منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ خالق کائنات کی تجلی کا مظہر ہوں یہ آیت کاراستہ اور معرفت الٰہی کی دلیل میری ذات ہی ہے "۔ انی آنست من جانب الطور ناراً "۔ کا مظہر میں ہی ہوں "

آگ کی یہ لاف و گذاف سن کر خاک نے کہا کہ اے آگ تیرا کام تو رفعت و بلندی کے پرچم کو اٹھانا ہے لیکن میرا کام اس سے مختلف ہے میرا کام عزت کے تاج اور ٹوپی کو ذلت و خواری کی زمین پر ڈالنا ہے۔ تیرے تقریری ترکش میں اور اگر کوئی تیر ہو پھینک اس کو۔ اور میدانِ صحافت میں رفعت کے جھنڈے کو بلند کر سکتی ہے کر لے۔

یہ سن کر آگ نے کہا کہ اے خاک صبح و شام میں ہی اپنی روشنی کے موتی برساتی ہوں۔ انی انا اللّٰہ "۔ کا مظہر ظہور میں ہی ہوں۔ ظلمت آباد دنیا کے لیے میں ہی مشعلہ اکرام ہوں۔ رنج و غمن کے قید خانہ دوزخ کے لیے میں ہی ذریعۂ انتقام ہوں اور سینہ کے مدفن کو محبت کے شعلے سے میں نے بہت دن گرم رکھا ہے اور اسی وجہ سے یا نار کونی بردا و سلام علیٰ ابراھیم "۔ کا مژدہ سنا ہے۔

خاک نے کہا کہ اے آگ زیادہ زبان درازی مت کر اور کمزوری کے ساتھ بہادری مت دکھا۔ کیونکہ تو جتنی زبان درازی کرے گی اتنا ہی خود کو نقصان پہنچائے گی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ انکساری میں عزت ہے اور بردباری میں راحت ہے اپنی عاجزی و انکساری کی ہی وجہ سے عزیز ہوں۔ میں آنکھوں اور پلکوں پر اس لیے بٹھائی جاتی ہوں کہ میں فرشِ راہ بنتی ہوں تمام خلائق کا بوجھ اٹھاتی ہوں اور بردباری اختیار کرتی ہوں۔ گنبہ داروں کی طرح سب کے درد و تکلیف کی ساتھی ہوں۔

آسمانوں کے خزینوں کا دفینہ مَیں ہوں۔ قصرِ سبحانی کا آستانہ مَیں ہی ہوں۔ مرغِ روحانی کا آشیانہ اور حرم لایزالی کے طوفان کا کعبہ اور حریفانِ لاابالی کا قمار خانہ مَیں ہی ہوں۔ کہیں شرابِ طہور کا گھونٹ اور کبھی فسق و فجور کی دردکش بنتی ہوں کہیں تجلی جمال سے آبِ طہور کی قائم مقام ہوں اور کبھی ظہورِ جمال سے وجعلنا هباءً منثورا۔ کی مثال ہوتی ہوں مَیں اصل میں خدا کی نائب ہوں اور جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہد معطر ہوں ؛

آگ نے خاک سے کہا کہ مَیں باتوں میں تجھ سے نہیں جیت سکتی کیونکہ تو نے اپنی فضیلت کے سلسلے میں بڑی باتیں کہی ہیں۔ مَیں نے اپنی برتری کے لیے جو کچھ کہا ہے تو نے اتنی ہی عاجزی و انکساری کا اظہار کیا ہے ایک بات کہہ اور ایک میری سن دانہ کو بو کر خوشہ کو کاٹ لے ؛

اے خاک مَیں اپنے شفاف ہونے کی وجہ سے نورِ شب افروز رکھتی ہوں تیرے پاس کیا ہے؟ خاک نے جواب دیا کہ مَیں ملاقات کے شوق میں آہِ جگر سوز رکھتی ہوں تو کیا رکھتی ہے اور کس سوچ پر ہے؟ آگ نے جواب دیا کہ مَیں شدتِ مدت کی وجہ سے کرۂ ناری کی جانب جانے کا ارادہ رکھتی ہوں ؛ خاک نے جواب دیا کہ مَیں استقامت کی وجہ سے تحمل و بردباری کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہوں ؛

آگ :۔ مَیں اندھیری رات کو تیل اور فتیلہ (بتی) کی مدد سے روزِ روشن کی طرح کر دیتی ہوں۔

خاک :۔ مَیں اللہ کے فضل اور بارانِ رحمت کی مدد سے بسیطِ زمین کو بساطِ بوقلموں کی طرح گلشن بنا دیتی ہوں۔

آگ :۔ مَیں جواہرات پرکھنے کی کسوٹی ہوں۔

خاک :۔ مَیں سرائر (جمع سریرت) کے دفینوں کا خزینہ ہوں۔

آگ :۔ مَیں عزت و ناز کی مسند کی صدر نشیں ہوں۔

خاک :۔ مَیں فقر و نیاز کے مصلے پر معتکف ہوں ؛

آگ :۔ مَیں دلوں میں غل و غش (برائیوں) کو ظاہر کر دیتی ہوں ؛

خاک :۔ مَیں تمام بردں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتی ہوں۔

آگ :۔ مَیں پہاڑوں میں پوشیدہ جواہر کو پتھر کا دل چیر کر باہر کر دیتی ہوں ؛

خاک :- میں اپنے اندر سے گلہائے رنگا رنگ ظاہر کرتی ہوں ؛

آگ :- نیر اعظم میرے خوشہ کا ایک دانہ ہے ۔

خاک :- کعبہ مکرمہ میرے ایک گوشہ کے زاویہ میں ہے ۔

آگ :- میرا چلن موزوں ہے ۔

خاک :- میری برکتیں روز افزوں ہیں ۔

آگ :- میرے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے ، افرائیتم النار التی تورون ؛

خاک :- میرے لیے بھی یہ فرمایا ہے :- انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون ۔

آگ :- نور کی صفت اور حوروں کے رخساروں کا رنگ رکھتی ہوں ۔

خاک :- میں ترجمان بے مثال الله نور ، کی بشارت رکھتی ہوں ؛

قصہ مختصر جب گفتگو طویل ہوئی اور اس منزل پر آئی تو آگ نے مایوس ہو کر زبان روکی اور خاک نے کشاکش عالم پاک سے عالم افلاک کی طرف گردن اٹھائی اور آگ سے کہا کہ اے آگ کیا تجھے معلوم نہیں کہ نیاز مندوں کی محرابِ مناجات خاک ہے اور خاک نشینوں کا قیام عبادت خاک ہے اور ان رنگین چار طاقوں پر مالیوں کی طرح شاخیں اور پتے لگانے والی میں خاک ہی ہوں اور لباس کی دکان میں رنگا رنگ کے کپڑے سجانے والی میں ہی ہوں ۔

اے درویش اگر خاک کثیف ہے لیکن وہ دل کے چراغ کا تیل ہے ۔ اور اگرچہ خاک ضعیف ہے لیکن روح و جان کی سواری ہے ۔

یہی خاک باغ کی بچی کونپلوں کے منہ میں تربیت کے لیے اپنی چھاتی دیتی ہے اور عالم کے گل رویوں کی جیب میں مشک و کافور کی خوشبوئیں رکھتی ہے ۔ اور نرگس کی آنکھ میں تدبیر کی سلائی سے خاک کا سرمہ لگاتی ہے اور زبانِ سوسن کو کلیم قدرت خاک کے طلایہ کی رطوبت سے گویا کرتا ہے ۔ اور جنت بھی حور و رضوان کے ساتھ اسی خاک کی جستجو میں ہے اور مقربین مجلس قربت کی حضرت حق سے گفتگو میں بھی اسی خاک کا ذکر ہے اور کنت کنزا مخفیا ، کا پوشیدہ خزانہ بھی اس خاک کے گنجینہ کے کنج میں پوشیدہ ہے اور الٰھکم الله واحد کا درِ یگانہ سینے کے صدف اور اسی خاک کے صندوق سکینہ میں ہے ۔ خمرت طینۃ آدم کا شرف خاک ہی کو ملا ہے ، خلق الله

آدم علمٰی صورتہ کی تصویر اسی خاک نے دیکھی ہے۔ ہی ہی اب میں کیا کہوں :۔ مثنوی :-

خاک را چند انکہ دولت میرسد | جملہ زاں تخمیر وطینت میرسد
گرچہ اصل آدم آمد تیرہ خاک | لیک خاکش درگذشت از نور پاک
در طبیعتہائے خاک اندیشہ کن | در زمیں دائم تواضع پیشہ کن
بر قدمہائے عزیزاں سر بنہ | ہرچہ بستانی یکے دہ یازدہ
در جہاں برباد دہ ہرچیز است | در لکد کوبی بلامیکر و پست
گرشوی گاہی زبر گاہی نشیب | ہیچ گو نہ از مقام خود مکیب

ابلیس بارگاہِ الٰہی سے نکال دیا گیا،

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انحراف کیا تو لباسِ کرامت اور پیشانی کا خلعت اس سے چھین لیا گیا اور عالم بالا کے فوائد اور ربانی سعادتیں اس سے چھین لی گئیں اور اخوج منہا کے خطاب سے اس کو مقام قرب وجنت سے نکال کر زمین پر ڈال دیا گیا اور اس کے بعد سطح زمین سے جزائر بحور میں بھیج دیا گیا اور اس سے ملکوتی حسن چھین کر قبیح صورتی میں مبتلا کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا حسن وجمال تمام فرشتوں سے زیادہ تھا اس کے زیادہ تر بال ورد یاقوت کے تھے اور اس کے پر نورانی اور موتی پروئے ہوئے تھے ابلیس ہر طبقہ آسمان پر القابِ کمال سے موسوم تھا عرشِ اعظم کے گرداگرد رہنے والے فرشتوں کے ساتھ طواف کرتا اور خادمان بہشت کی معیت میں جنت کی روشوں پر چہل خرامی کرتا ان تمام اعزازات سے ابلیس کو محروم کر کے مقام قرب سے دور کر دیا گیا۔

اور سب سے پہلے اس پر جس نے لعنت وملامت کی وہ جناب جبریل تھے ان کے بعد میکائیل و اسرافیل وعزرائیل علیہم السلام نے بالترتیب اس کو راندہ درگاہ کیا۔ ان کے بعد ساتویں آسمان سے آسمان دنیا تک کے فرشتوں نے لعنت کے پتھروں سے سنگسار کیا اور فرشتوں کے فیضِ صحبت اور آسمانی طبقوں کی سکونت سے محروم کر دیا گیا:

ابلیس قعرِ ندامت میں،

کہا گیا ہے کہ ابلیس کو آسمان سے دریا کی گہرائیوں میں پھینکا گیا چنانچہ سو سال اس دریا میں غرق رہا اور جب اس نے دریا سے سر نکالا تو اس کی آنکھیں ارزقی اور چہرہ سیاہ تھا اس کی بدصورتی کا عالم یہ تھا کہ اگر اہلِ دنیا اس کو دیکھ

اس کی ڈراؤنی شکل دیکھ کر مرجاتے۔ جب یہ لعین اخروی سعادت سے محروم ہوا تو دنیاوی کاموں میں مشغول ہو گیا اور گمراہی و گمراہ گری کی جد و جہد شروع کی اور حق تعالیٰ سے طویل عمر کی درخواست کی۔ لہٰذا اس کو پہلے صور کے پھونکے جانے تک کی مہلت دے دی گئی۔ چنانچہ آیۂ کریمہ فانک من المنظرین الیٰ یوم وقت معلوم اس سلسلہ پر واضح ہے۔ اس لعین نے فریاد کی فبعزتک لاغوینهم اجمعین (تیرے عزت و جلال کی قسم! میں ان سب کو (انسانوں) کو گمراہ کروں گا۔ ان سب کو گمراہیوں کے بیابانوں میں گمراہ پریشان و سرگرداں کر کے ان کو اطراف و جوانب سے گھیروں گا)۔

ثم لاتینهم من بین ایدیهم و من خلفهم و عن ایمانهم و عن شمائلهم ولا تجد اکثرهم شاکرین۔

اس وقت خطابِ الٰہی ہوا کہ اے مردود تو عوام کالانعام کو تو گمراہ کر سکے گا لیکن خاصانِ خدا کو تو گمراہ نہ کر سکے گا۔ ان عبادی لیس لک علیهم سلطان۔ میرے نیک بندوں پر تیرا کوئی مکر نہ چل سکے گا۔ ان نیک بندوں کے سلسلہ میں ابلیس لعین کے لیے پہچانیں مقرر فرمائی گئیں تاکہ اس سلسلہ میں خاطر جمعی کا انتظام ہو جائے جس کی تفصیل بحر الدرر میں بیان کی گئی ہے۔ قصہ مختصر جب ابلیس راندہ درگاہ اور مردود بارگاہ کر دیا گیا اور جناب آدم علیہ السلام خطہ زمین پر مقیم ہوئے اور حضرت حق جل و علا نے حضرت آدم علیہ السلام کے بہشت میں آنے کی اجازت دے دی۔ ملائکہ نے تعمیل ارشاد کی اور حضرت آدم علیہ السلام کو اعزاز و اکرام کے ساتھ بہشت میں لے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں اور حوا کی پیدائش

جب ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت میں لے کر آئے اور ابلیس کو وہاں سے نکالا گیا تو آدم علیہ السلام کو ستر ہزار جنتی لباس پہنائے گئے جن کی کیفیت یہ تھی کہ ان کے بنتے جاتے وقت کسی رعنائی کو رعونت کا ہاتھ نہ لگا تھا اور اس کے تار و پود میں آسمان عجز پر بننے کے تاروں کے تانے بانے سے پہلے کوئی کر شامل نہ ہوئی تھی اس کو فضل و عنایت کے کاریگروں نے رحمت و رافت کے کرگھوں پر بنا تھا اور مشیت کے رنگریزوں نے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ کے رنگ میں رنگا تھا۔

اور لطف و کرم کے درزیوں نے حکمت کی سوئی سے سیا تھا جس کو زیب تن کرنے سے کبہ جڑاؤ تاج جناب آدم علیہ السلام کے سرِ اقدس پر رکھا گیا موتیوں اور یاقوت سرخ سے مرصع پٹکا کمر میں باندھا گیا نقش کمر اور اس حلہ مبارک کا امتیازی نشان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔ اس حلہ پوشی کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو جنتی تخت پر بٹھایا گیا جس کو ہر چہار جانب سے ملائکہ نے گھیر لیا۔ سات لاکھ ملائکہ دائیں جانب سات لاکھ بائیں جانب اور اتنی ہی تعداد میں سامنے اور پیچھے تھے۔ اور یہ سب صلوٰۃ و تحیات کے طبق حضرت آدم علیہ السلام پر نچھاور کر رہے تھے اس وقت ندا آئی کہ اے رضوان خازن جنت تہنیت میں بہشت کے دروازے کھول دو اور جنت کے راستوں کو رنگا رنگ فروش بچھا کر مزین کر دو۔ اے جنتی محلو! اپنے کنگرے عرش مجید تک بلند کر لو اے اشجار و انہار ترنم کے ساتھ خوشی کے ترانے گاؤ اے جنتی حورو! زیب و زینت کرو، اے ولدان و غلمان جنتی محلوں کو آراستہ و پیراستہ کرو، اے پانیو! جنت کی نہروں میں رواں دواں ہو جاؤ، اے بلبلو! درختوں پر مصروف ترنم ہو جاؤ، اے فرشتو میرے نائب اور خلیفہ کے گرداگرد حلقہ بنا لو اور ہر طرف سے طوقوا طوقوا الخلیفۃ اللہ کہتے ہوئے جناب آدم علیہ السلام کے گرد جمع ہو جاؤ اور یہ ترانے گاؤ:

آب زنید راہ راہاں کہ نگار میرسد	مژدہ دہید باغ را بوئے بہار میرسد
راہ دہید یار را آں مہ دہ چہار را	کز رخ نور بخش او نور نثار میرسد
رونق باغ میرسد چشم و چراغ میرسد	غم بکنار میرود مہ بکنار میرسد

ملائکہ مقربین ان کے استقبال کے لیے خوش خوش مناظر علیین پر آ گئے اور حوران بہشتی ان کے استقبال کے لیے نکلیں جنتی باغ کھول دیئے گئے اور رضوان جنت خدمت پر کمربستہ ہو گئے کلام الٰہی نائب و خلیفہ الٰہی کا مونس ہوا اور اللہ کی جانب آئی ہوئی سلامتی ان کے قریں ہوئی ملائکہ نے تخت اٹھا کر درِ جنت پر پہنچا دیا:

حضرت آدم کا عہد حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب الٰہی ہوا، "اے آدم ہم نے تم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص تم میں پھونکی علم اسماء کی تم کو تعلیم فرمائی اب بہشت میں داخل ہو جاؤ اور ہمارے عہد و امانت کا خیال رکھو۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی تیرا عہد کیا ہے؟ جس کو میں پورا کروں خطاب الٰہی

ہُوا کہ اس درخت سے کچھ نہ کھانا میرے اور اپنے دشمن کے کہنے میں نہ آنا حضرت آدم علیہ السلام نے عہد کیا اور اس پر فرشتوں کو گواہ بنایا گیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت میں تشریف لائے تو آسمان کے ملائکہ حورانی جنت کے ساتھ دل و جان سے جناب اللہ کی خدمت میں حاضر رہے اور جب بھی فرشتوں کی نظریں حضرت آدم علیہ السلام پر تیں وہ بشرہ آدم میں نورِ محمدی کو جلوہ گر دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے ایک روایت میں ہے کہ جبیں آدم علیہ السلام مطلع انوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور اس نور کا منبع اور سرچشمہ صلب حضرت آدم علیہ السلام تھی جس سے تسبیح وتحلیل زمزے سنے جاتے تھے یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔

صلب آدم علیہ السلام پر نورِ محمدی

تفسیر بحر العلوم نسفی میں تحریر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت پہ امانت رکھا گیا تھا جناب آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کروبیان کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام فرشتے آپ کے جلو میں عزت و احترام کے ساتھ چلتے ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال و متابعت کے سلسلہ میں حضرتِ حق سے سوال کیا۔ خطابِ باری ہُوا کہ اے آدم یہ استقبال و احترام اس نور مبارک کے لیے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں حضرت آدم نے عرض کیا الٰہی کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کر دیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح و سرور حاصل کروں اللہ رب العالمین نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرما دیا جب آدم علیہ السلام نے اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دو مرتبہ شہادت دی (اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت دگواہی) یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام جاری ہو گئی) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور بارگاہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ درود و سلام پیش فرمایا کہا جاتا ہے

کہ اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر انگشت شہادت چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

انگشت شہادت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے بعد آدم علیہ السلام نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا الٰہی اس نور کا کوئی حصہ میری پشت میں باقی ہے خطاب باری ہوا کہ ابھی خلفائے نبی آخرالزمان کا نور باقی ہے جناب آدم نے عرض کیا کہ اس بقیہ نور کو بھی میری دوسری انگلیوں میں ظاہر فرمایا جائے اس طرح نورِ صدیقی درمیانی انگلی میں نور فاروقی اس کی برابر کی انگلی میں اور چھنگلیا نورِ عثمان کو دکھایا اور حضرت علی کے نور کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں ظاہر کیا گیا۔

قصص محمد کاشانی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں اسی سبب سے رکھی گئیں کہ ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چاروں خلفاء کے نور کو ظاہر کیا جائے چھ انگلیاں نہیں رکھی گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام ان انگلیوں کی طرف نظر کرکے ان انوار کی زیارت کرتے اور ان انگلیوں سے نور کی شعاعیں ظاہر ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ آدم علیہ السلام نے شجر گندم سے کچھ نہ کھایا تھا جب آپ نے شجر گندم سے کچھ کھایا تو وہ نور حسبِ سابق پشت میں منتقل ہوگیا۔

یہ تفصیلی تفسیر بحر الدرر میں بیان کی گئی ہے اور اس حدیث کے ذیل میں روضۃ الواعظین میں بہت سی اور باتیں بیان کی گئی ہیں جن کی تفصیل اس کتاب میں ممکن نہیں صرف اجمالی طور پر چند باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔

انبیاء کی نورانی کرسیاں

انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے مطابق جناب آدم علیہ السلام کے لیے کرسیاں بنائی گئیں ان میں جس کرسی پر بھی حضرت آدم علیہ السلام رونق افروز ہوتے اس سے اس نبی کا نور ظاہر ہوتا لیکن جب آپ نبی آخرالزماں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نامزد کرسی پر بیٹھے تو اس سے ستر ہزار نورانی پرچم بلند ہوئے اور کائناتِ عالم کا کوئی حصہ ان کی روشنی سے محروم نہ رہا اور یہی نشانی حضرت آدم علیہ السلام کا ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و مودت کا سبب بنی۔

حضرت آدم کی جنت میں پہلی غذا

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں جو سب سے پہلی چیز تناول فرمائی وہ انگور، انجیر اور خرما تھے۔

انگور میوہ ہائے جنت کی بہترین اصناف میں سے تھے اس کے بعد جنت کی دوسری غذاؤں اور فواکہات کیطرف توجہ فرمائی اور جنت کے باغوں اور محلات کی سیر فرمائی اور اس کی دلکش آب و ہوا واغذیہ واشربہ سے دل بہلایا اور اسی سلسلہ میں کسی صاحب دل نے کہا ہے۔

یارے کہ مونس تو بود در تمام عمر ‏ ‏ جان را فدائے صحبتش ار مکنی رواست

ہزار شربت شیریں و میوہ مشموم ‏ ‏ چناں مفید نیفتد کہ بوئے صحبت یار

حضرت حوّا کی پیدائش

بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مونس و غمخوار کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ اس کی رفاقت میں وقت گزرے۔ آپ اسی فکر میں تھے کہ آپ پر نیند کا غلبہ ہوا رسم قیلولہ کے طور پر آپ نے آرام فرمایا اور اس طرح حضرت حوا کی پیدائش کا واقعہ رونما ہوا اور آپ کی بائیں پسلی کی پہلی ہڈی سے حضرت حوا کی تخلیق کی گئی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو احساس تک نہ ہوا بعض اقوال کے مطابق حضرت حوا کی تخلیق بہشت کے باہر کی گئی اور دونوں کو تخت پر بٹھا کر جنت میں لایا گیا۔

ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر اصحاب کی روایت کے مطابق جناب حوا کی تخلیق بہشت میں ہوئی اور اسی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

حضرت آدم اور حوا کی جسمانی خصوصیات

وہب بن منبہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ نے جناب حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی شبیہ بنایا وہ رنگ قد و قامت حسن و جمال میں آدم علیہ السلام کے مشابہ تھیں اور بعض باتوں میں انہیں حضرت آدم علیہ السلام پر فوقیت حاصل تھی۔

(۱) ان کی کھال آدم علیہ السلام سے زیادہ نازک تھی۔

(۲) رنگ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ صاف شفاف تھا۔

(۳) آواز حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر تھی۔

(۴) آنکھیں سیاہ تھیں۔

(۵) قد میں بھی حضرت آدم علیہ السلام سے کچھ کم تھیں۔

(۶) ان کے دانت زیادہ لطیف تھے۔

(۷) ہاتھ کی ہتھیلیاں زیادہ نرم تھیں۔

یہ باتیں ثمار الفرادیس سے نقل کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت حوا کے سات سو گیسو تھے جن میں جنتی موتی پروئے ہوئے تھے اور یہ گیسو مشک و عنبر سے بسے ہوئے تھے اور جب کبھی وہ بہشت کی سیر میں مصروف ہوتیں تو بہشت فرطِ مسرت سے جھومنے لگتی، جب آدم علیہ السلام کی پہلی نگاہ حضرت حوا علیہا السلام پر پڑی تو وہ دم بخود رہ گئے۔

حورانِ بہشتی کہ حسن و جمال لطف و کمال میں اپنی مثال آپ ہیں اگر ان میں سے کسی حور کو حکم خداوندی ہو جائے کہ اپنی انگلی کو دنیا کی جانب دراز کرے تو اس انگلی کی روشنی و تابانی کے مقابلہ میں آفتاب و ماہتاب کی روشنی ماند پڑ جائے اور اس انگلی کا نور اس پر غالب آجائے۔

جتنا حسن کہ خواتین عالم کو ملنا تھا وہ تمام کا تمام جنابِ حوا کو عطا ہوا اور جتنی سیاہی کہ دنیا کی عورتوں کے بالوں کو ملنی تھی وہ سب حضرت حوا کے بالوں میں دے دی گئی۔ عقلمندی اور نسوانیت جنابِ حوا کے دل میں ڈال دی گئی۔ اللہ رب العالمین نے اپنے دست قدرت سے جناب حوا کی تزئین فرمائی اور ستر ہزار جنتی حلے انہیں پہنائے گئے۔ حضرت حوا کی نزاکت کا یہ عالم تھا کہ ان ستر ہزار حلوں کے نیچے بھی ان کا جسم ہی نہیں بلکہ ہڈیوں کا گودا تک نظر آرہا تھا۔

حوّا سے حضرت آدم کا تعارف

ایک روایت کے مطابق آدم علیہ السلام نے جنابِ حوّا سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کس کے لیے آئی ہو۔

جنابِ حوا نے فرمایا کہ میں آپ ہی کے جسم کا ایک حصّہ ہوں اور اللہ رب العالمین نے مجھے آپ کی مؤانست کے لیے پیدا فرمایا ہے اور مجھے آپ کی بیوی نامزد فرمایا ہے۔

حضرت آدم و حوّا کا نکاح

ایک اور روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے معلوم کیا یارب ماھذا الحسن الجمیل الذی قد آنستنی بقوبہ ؛ اے رب العالمین یہ کیسا حسن ہے جس کو تونے میرے لیے مانوس فرمایا ہے رب العالمین نے فرمایا کہ یہ میری بندی ہے اور تم بھی میرے بندے ہو میں نے تمہارا نام آدم اس لیے

رکھا ہے کہ تمہاری خلقت ادیم زمین سے ہوئی ہے اور اس کا نام حوا رکھا ہے کیونکہ اس کو حیوان سے پیدا کیا ہے یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا رب فقد رق بہا قلبی حتیٰ کانہا عسالۃ کبدی فما ھی یا رب ؟ میرا دل اس کی جانب اس طرح مائل ہے گویا کہ یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے یہ بات کیا ہے؟ رب کریم نے فرمایا کہ اس کو تمہارے ذہنی سکون و اطمینان کے لیے پیدا کیا ہے اب تم اس کی باضابطہ طلب کرو تاکہ میں تم پر مہربانی کروں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ تیری بارگاہ میں اس کی طلب کی درخواست کرتا ہوں۔ لک الحمد و لک الشکر۔ اے رب کریم اس کے سلسلہ میں میرے اوپر کیا فرائض و ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا تقویٰ اور عمل صالح کے علاوہ اس کو دینی امور کی تعلیم، آدم علیہ السلام نے اس بات پر عمل کا اظہار فرمایا۔

حضرت آدم نے نام محمد حق مہر میں ادا کیا اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جواہرات سے مرصع کرسی بچھانے کا حکم دیا جس پر آدم علیہ السلام کو بٹھایا گیا تمام ملائکہ نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اس وقت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اب رسمی طور پر حوا کو طلب کرو، آدم علیہ السلام نے رسمی طور پر ان سے شادی کے لیے کہا۔ حق تعالیٰ نے اس طلب کو قبول فرمایا اور حوا کو جناب آدم علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا اور اس عقد کو اپنی حمد و ثنا سے مزین فرمایا اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا ذکر اس عقد کا مہر قرار دیا گیا۔ رب کریم نے فرمایا کہ اے آدم میرے حبیب۔ نبی صفی و خلیل جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی وہ ہے جن سے میں نے تخلیق کی ابتدا فرمائی ہے اور اختتام بھی انہیں کی ذات گرامی پر ہوگا۔ اور یہ نور کہ جو تمہاری دونوں ابروؤں کے درمیان چمک رہا ہے اسی ذات اقدس کا نور ہے اور ان کا نام نامی آسمانوں زمینوں، نور و ظلمت، جنت و دوزخ سے پہلے ذکر کر دیا گیا تھا اور وہ ابتدا ہی سے منصب نبوت و رسالت پر فائز تھے۔

تخلیق کائنات کا مقصد اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کی تخلیق مقصود نہ ہوتی تو نہ آپ کو پیدا کیا جاتا نہ جنت و دوزخ کو۔ ان کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

اس عقد آدم و حوا علیہم السلام پر مقرب فرشتے گواہ ہوئے اور مبارکباد بھی ملائکہ کے سلام کے

ہدایا اور تحفے مقربین بارگاہ الٰہی کے تحیات پیش و نچھاور ہوئے اور باری تعالیٰ نے اپنی خودی سے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ ذمہ دار روایتوں کے مطابق اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

خطبہ آدم علیہ السلام :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت آدم کا خطبہ نکاح

الحمد ثنائی والکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری والخلق کلھم عبیدی و امائی ومحمد جیبی ورسولی انی قد زوجت الاشیاء لیستدلوا بہ علیٰ وحدانیتی اشھد واملائکتی وسکان سمٰواتی وحملۃ عرشی انی قد زوجت امتی حوا ببدیع فطرتی وصنیع قدرتی آدم علیہ السلام بصداق تسبیحی تھلیلی وتنزیھی وتقدیسی وھی سھادۃ ان لآ الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ یاٰدم ویاحوّا اسکنا جنتی وکلا من ثمرتی ولاتقربا شجرتی والسلام علیکما ورحمتیؒ

اس وقت آدم وحوا علیہما السلام نے آیت کریمہ کے مصداق یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ جنت الفردوس میں اقامت اختیار فرمائی اور وکلا منہا رغدا حیث شئتما کی بشارت کے مطابق جنتی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ کی تنبیہ کےمطابق اس پیڑ کے قرب سے اجتناب فرماتے رہے۔

شجر ممنوعہ کی تشریح

علماء نے شجر کے تعین پر اختلاف کیا ہے جس کی تفسیر بحر الدرر میں بیان کی گئی ہے۔ ابن عباس، قتادہ، حسن بصری، محمد بن کعب، قرطبی اور مقاتل رضی اللہ عنہم کے قول مشہور کے مطابق وہ درخت گندم کا تھا بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ وہ شجر فواد شجر قلم تھا بعض نے کہا ہے کہ ان تینوں درختوں سے اجتناب کا حکم دیا گیا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان میں سے ہر درخت کو حضرت آدم علیہ السلام اور جناب حوا کی ذات سے کوئی خصوصیت حاصل تھی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ بہشت کے جس حصہ میں یہ حضرات تشریف لے جاتے تو ان درختوں کی شاخیں پھیلی نظر آتی تھیں اور جب بھی حضرت آدم علیہ السلام کی نظر اس درخت پر پڑتی تھی ان کے قلب میں اس میں سے کچھ کھانے کی خواہش ہوتی تھی لیکن ذاتِ باری کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی پاسداری میں تردد لاحق ہوتا اور خوفِ الٰہی غالب ہو جاتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ دنیا کے پانچ سو سال عالم آخرت کے نصف دن کے برابر ہوتے ہیں ان دونوں ہستیوں نے جنت میں قیام فرمایا جب نصف دن گذرا تو قیام آدم وحوا کے آفتاب کو زوال ہوا اور یہ دونوں دنیا میں بھیج دیئے گئے۔

جنت میں شیطان کی فریب کاریاں

راویوں کا بیان کہ حضرات آدم وحوا علیہما السلام بہشت میں آزادی کے ساتھ آسائش وآرام کے ساتھ مقیم تھے ابلیس بہشت اور عالم بالا سے راندہ درگاہ ہو چکا تھا اس لیے اس کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کی دشمنی جاگزیں ہوگئی اور آتش انتقام اس کے دل میں بھڑک اٹھی اور اس نے یہ خیال کیا کہ اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لاکر ایسی صورت اختیار کی جائے کہ حضرات آدم وحوا علیہما السلام میں تفرقہ پڑ جائے۔

ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرات آدم وحوا علیہما السلام کو جنت کے تمام فواکہات کھانے کی اجازت مل گئی ہے البتہ شجر ممنوعہ درخت گندم کو ممنوع قرار دیا گیا ہے یہ بات معلوم کر کے اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور فرش زمین سے عالم بالا کی طرف روانہ ہوا۔

اسم اعظم کی برکات

یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب ابلیس کا عالم بالا میں داخلہ ممنوع تھا اور اس کی طاقت سلب کر لی گئی تھی تو یہ پھر کس طرح ممکن ہو سکا کہ وہ آسمانوں کی جانب مصروف پرواز ہو اس سلسلہ میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اسے تین اسم اعظم یاد تھے جن کا ورد کرنے کی وجہ سے اس کو یہ طاقت حاصل ہوگئی کہ وہ آسمان اول سے فلک ہفتم تک پہنچ گیا اور بہشت کے دروازوں پر بنے ہوئے یاقوت سرخ کے دو چبوتروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ اور تین سو سال تک یہ انتظار کرتا رہا کہ کوئی جنت سے باہر آئے تو اس سے مطلب کی بات کی جائے لیکن تین سو سال تک کوئی نہ آیا۔ تین سو سال گذرے تھے کہ مور جنت سے باہر آیا اس کو دیکھتے ہی ابلیس کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی اس سے کہنے لگا کہ اے خوشنما پرندے تم کون ہو؟ ایھا الطائر جلیل من انت مور نے جواب دیا انا الطاؤس میں مور ہوں اور مور نے اس مخاطب سے کہا کہ ایھا الخائف

الفزع من انت آپ بھی تو اپنا تعارف کرائیں آپ کون ہیں ابلیس نے کہا کہ عالم کروبیاں کا ایک فرشتہ ہوں اور ایک لحظہ بھی اس کی ذات و عبادت سے غافل نہیں رہتا ہوں میری خواہش ہے کہ بہشت میں آؤں وہاں کے لطائف و عواطف کا اپنے دوستوں کے ساتھ مشاہدہ کروں تاکہ طاعت و عبادت میں زیادتی کا سبب ہو سکے اور خوف و رجا میں ترقی کا سبب بن سکے جس کی وجہ سے مجھے دوسروں پر سبقت حاصل ہو جائے کیا یہ ممکن ہے کہ دخول جنت میں تم میرے ممد و معاون ہو سکو اس کے صلے میں میں تم کو تین باتیں ایسی بتاؤں گا جس کی وجہ سے تم کو ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ نہ بڑھاپا آئے گا اور نہ بیماری اور ہمیشہ کے لیے بہشت میں رہو گے گو کہ یہ صفات بہشت میں رہنے والوں کو حاصل تھیں۔ مور شیطان کے دھوکے میں آگیا۔ لیکن مور نے شیطان سے معلوم کیا کہ تم صحیح بات کہہ رہے ہو۔ شیطان نے کہا کہ بالکل درست بلکہ اپنی بات کی قسم کے ساتھ تصدیق کی۔ اس طرح مور کو شیطان نے دھوکہ اور لالچ میں ڈال دیا مور نے شیطان سے کہا کہ میرے اندر یہ طاقت تو نہیں ہے کہ میں تجھ کو جنت میں لے جا سکوں لیکن ایک سانپ میرا دوست ہے شاید وہ اس سلسلہ میں تمہاری مدد کر سکے لہٰذا میں اس کو بلاتا ہوں۔

مور اور سانپ کا تعاون

شیطان سے یہ بات کر کے مور سانپ کے پاس آیا اور اس کو تمام باتیں بتا کر شیطان کی مدد پر آمادہ کر لیا اور یہ دونوں (مور اور سانپ) شیطان کے پاس آئے شیطان نے سانپ سے طویل گفتگو کی اور اس سے اپنے پرانے روابط کا ذکر کیا جس سے سانپ بہت متاثر ہوا اور شیطان سے کہنے لگا کہ رضوان اور جنتی فرشتوں کی موجودگی میں تم کو جنت میں کس طرح لے جا سکتا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ اس طرح ممکن ہے کہ تو اپنا منہ کھول دے میں تیرے منہ میں داخل ہو جاؤں گا اور اس طرح تو مجھے جنت میں جہاں میں چاہوں چھوڑ دینا۔ الغرض شیطان کی تحریک پر سانپ اپنے منہ میں چھپا کر اس کو جنت میں لے آیا اور اگل دیا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ شیطان جنت میں سانپ کی دُم کی جانب سے باہر آیا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شیطان کا ایک قدم ابھی سانپ کے منہ میں ہی تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے شجر ممنوعہ کے قریب لے جا کر چھوڑ دو اس طرح سانپ نے اس کو درخت گندم کے پاس لے جا کر چھوڑ دیا حُسنِ اتفاق کہ جنت کے نگہبانوں کو فوراً یہ اطلاع مل گئی کہ شیطان جنت میں داخل ہو گیا ہے لہٰذا انہوں نے اس کو نکالنے

کی تدابیر سوچیں لیکن حکم ربی ہُوا کہ فی الحال اس کام میں عجلت نہ کی جائے کیونکہ اس ضمن میں بہت سی مصلحتیں اور اسرار پوشیدہ ہیں۔

الغرض جب ابلیس اپنے قیام جنت پر مطمئن ہو گیا تو محبّت و اتفاق کے طور پر حضرات آدم و حوا علیہما السلام کے پاس آیا اور محبّت و عقیدت کے اظہار میں رونے لگا۔ ان دونوں نے اس لعین کو نہ پہچانا کیونکہ ماسبق کے مقابلہ میں اس کی صورت مسخ ہو چکی تھی۔ اور ان دونوں نے اس مکار سے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگا کہ اے مسجود ملائک اور اے وہ ذاتِ اقدس جن کے قدموں کی خاک آسمان کے بسنے والوں کی آنکھوں کے لیے چشمۂ بصیرت ہے آپ کی ذات گرامی نہایت قدر و منزلت والی ہے لیکن آپ کے سلسلہ میں مجھے ایک فکر لاحق ہے کہ اس مقام پر آپ کو ابدی قیام اور یہاں نعمتوں سے ابدی فیض حاصل کرنے کے مواقع کا حصول میرے لیے فکر کا سبب ہے اور اس وقت تو تم دونوں یہاں مقیم ہو اور یہاں کی تمام نعمتوں پر تمہارا تصرف ہے لیکن کل اگر تمہیں یہاں سے علیحدہ کر دیا گیا تو تمہاری کیفیت کیا ہو گی۔ جنت کی نعمتیں چھین لی جائیں گی اور دنیا کی کربتوں اور مصوبتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے یہ باتیں کر کے یہ لعین وہاں سے چلتا بنا اور جناب آدم علیہ السلام کو بحرِ فکر میں غوطہ زن چھوڑ آیا جناب آدم سوچنے لگے کہ کوئی ایسا طریقہ ہو جائے جس کی وجہ سے جنت میں خلود حاصل ہو جائے اور اس کی نعمتوں سے استفادہ ممکن رہے شیطان کو مقصد برآری کا موقع مل گیا وہ واپس آیا اور حضرت آدم سے عرض کیا کہ اگر میری بات پر اعتماد کر کے میرے کہے پر عمل کریں تو میں آپ کو ایسی بات بتاؤں جس کی وجہ سے آپ کو یہاں ابدی حیثیت حاصل ہو جائے میں آپ کو ایسے درخت کو بتاؤں گا جس میں سے تھوڑا سا چکھنے کے بعد آپ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور موت آپ کے قریب بھی نہ آئے گی۔ قرآن کریم نے اس کے قول کو آیت کریمہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلیٰ ۔ کیا میں تم کو ابدیت عطا کرنے والے درخت اور نہ فنا ہونے والی ملک کی رہنمائی کروں۔

یہ بات سن کر حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں رجحان پیدا ہوا ادھر ابلیس مور کے ساتھ مصروف گفتگو ہو گیا اور اس سے کہنے لگا کہ مجھے شجرہ خلد کی طرف رہنمائی کر مور اس کو درخت گندم کے پاس لے آیا ابلیس اس کی جڑ کے پاس بیٹھ گیا اور وہاں بیٹھ کر دل آویز نغمے الاپنے شروع کر دیئے

اور اس درمیان یہ بھی کہتا رہا۔ ما نھٰکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان لا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین ؛ اللہ رب العالمین نے تمہیں اس شجر خلد سے نہیں باز رکھا ہے مگر تم فرشتوں میں سے ہو، ابدی زندگی حاصل کرنے والے جناب حوا اس کے قریب ہی تھیں جب انہوں نے شیطان سے اس کے دل آویز نغمات سنے تو ان کا دل بھی اس امر کی طرف راغب ہوا اور وہ شیطان کے قریب آگئیں انہیں دیکھ کر شیطان نے کہا کہ و قاسمھما انی لکما لمن الناصحین ؛ میں تو تمہاری بہتری چاہنے والا ہوں اور اپنی بات کو موکد کرنے کے لیے قسمیں کھانے لگا اس موقع پر اس نے ستر بار قسم کھائی اور اپنی قسموں سے انہیں دھوکہ میں ڈال دیا۔

شیطانی وسوسہ کا پہلا شکار سب سے پہلے اس کے وسوسہ اور دھوکے میں حضرت حوا آئیں ابلیس نے ان سے کہا کہ جو کوئی اس درخت سے زیادہ کسب فیض کرے گا اس کو فائدہ زیادہ ہوگا اور وہ دوسرے پر غالب و فائق ہوگا۔ جناب حوا اس کی بات میں آگئیں اور اس درخت سے سات خوشے توڑے ایک خود کھایا دوسرے کو محفوظ رکھا اور پانچ حضرت آدم کے لیے لے گئیں۔ آدم علیہ السلام نے ان کو کھانے سے انکار کیا۔ حوا نے انہیں رغبت دلائی اور کہا کہ میں اس میں سے کھا چکی ہوں نہایت ذائقہ دار ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس دن گیہوں کی حیثیت بدلی ہوئی تھی شہد سے زیادہ شیریں دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم تھا۔

آدم علیہ السلام نے جناب حوا کو ملامت کی کہ تم نے اس کو کیوں کھایا احکام الٰہی کو فراموش کر کے نقص عہد کیا تم اللہ کے قہر و غضب سے نہیں ڈرتیں اور اس کے احکام کی اطاعت سے روگردانی کرتی ہو، حوا نے کہا کہ رحمتِ الٰہی فراواں اور اس کی مغفرت بے پایاں ہے۔

یہاں ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام اس دھوکہ میں نہ آئے تھے جنابِ حوا گئیں اور ایک جام جنتی شراب کا لا کر آدم علیہ السلام کو دیا جس کو پینے کے بعد وہ عہدِ الٰہی ان کے دل میں چھپ گیا۔ چونکہ ابتدا شراب سے ہوئی جو غفلت لانے والی ہے اور طول اہل کا سبب بنتی ہے اور خمار شکن بہشتی شراب نے خلافِ معمول کام کیا اور بھول کی مٹھاس نے اسیر فرید اثر کیا ان کی عقلی صلاحیتوں پر پردے پڑ گئے اور ابو البشر (آدم علیہ السلام)، امر و نہی کے معاملہ سے غافل ہو گئے اور نسیانی مادہ غالب آگیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے :۔ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ جناب حوا نے لقمہ

بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کے منہ میں رکھ دیا جس کا ذائقہ انہیں بہت اچھا معلوم ہُوا۔ ابھی یہ لقمہ پیٹ تک نہ آیا تھا کہ جنتی لباس ان کے جسم سے اتر گیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لباس جسم انسانی کے ناخنوں کی طرح تھا اسی لیے ناخن فرزندان آدم کے لگائے گئے تاکہ اس واقعہ کی یاد ہمیشہ تازہ ہوتی رہے اور ناخنوں سے حُلّوں کا واقعہ مدِنظر رہے حضرت آدم علیہ السلام جب کبھی ناخنوں پر نظر ڈالتے تو بہشتی لباس کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ جب انسان فرطِ مسرت و انبساط میں ہوتا ہے اور اس کی نظر ناخنوں پر جاتی ہے تو اس کی مسرت و شادمانی ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت آدم ابتلا میں

الغرض جب ان کے سروں سے جنتی تاج پرندوں کی طرح اڑ گئے اور جناب جبریل بھی ان کی خدمت گذاری سے ہٹ گئے اور ان دونوں آدم و حوا (علیہما السلام) نے ایک دوسرے کو برہنہ دیکھا تو فرطِ ندامت سے بھاگنے لگے اور جس درخت کے پاس چھپنے کے لیے جاتے وہ ان سے الگ ہو جاتا لیکن اس بھاگتے میں آدم علیہ السلام کے بال عناب کے درخت کی شاخوں میں الجھ گئے اُس وقت خطابِ الٰہی ہُوا، یا آدم تفرمنی اے آدم مجھ سے بھاگ رہے ہو، آدم علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی مَیں تجھ سے بھاگتا نہیں ہوں بلکہ شرم و ندامت کی وجہ سے چھپنا چاہتا ہوں۔

خواہم کہ زوست ہجر تو بگریزم   تا چند زویدہ اشک خونیں ریزم
از زیر درخت درد خواہم بردن   بر ہر شاخے بموئے سر آویزم

آدم علیہ السلام نے درخت عناب سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے اس نے جواب دیا کہ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اگر خلاف ورزی کروں گا تو میری کیفیت بھی تمہاری طرح ہو گی اس وقت آدم علیہ السلام کی زبان سے الاماں الاماں یارب کے الفاظ نکلے خطابِ الٰہی ہُوا کہ آدم کہاں ہو انہوں نے عرض کیا الٰہی یہاں درخت عناب کے نیچے برہنگی کی حالت پر اسیر ہوں اس درخت کی شاخوں نے مجھے روک رکھا ہے اب تو میرا حال نہیں پوچھتا اور میری حالت پر ترس نہیں آتا۔

نمی پرسی کہ چونی چونم ایجاں   جگر پر درد و دل پر خونم ایجاں
شنیدم عاشقاں را مینوازی   چرا من زاں میاں بیرونم ایجاں

اس وقت خطابِ الٰہی ہوا کہ اے آدم تمہاری یہ پریشانی تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔

گر رنج منت خوش است رنجورم دار　　در سیر شدی ز خویشتن دورم دار
گر خدمت من نہ بر مراد دل تست　　من بیدلم اے نگار معذورم دار

اس کے بعد جناب جبریل آئے تاکہ حضرات آدم و حوا کو بہشت سے باہر چھوڑ دیں اس وقت آواز آئی اے جبریل آدم کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ اس دشمن کو بھی نکال دینا جو ان کی پریشانی کا سبب بنا ہے اس درمیان آدم علیہ السلام جنت کے درختوں سے ستر پوشی کے لیے پتے طلب فرماتے رہے لیکن تمام درختوں نے انکار کر دیا سوائے درخت انجیر کے جب آدم علیہ السلام نے اس سے پتے طلب فرمائے تو اس نے انکار نہ کیا اور پتے دے دیئے کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ صرف چار پتے تھے۔

انجیر کے پتے لباس آدم بن گئے

درخت انجیر سے رب العالمین نے فرمایا کہ تمام درختوں نے آدم عاصی کو پتے دینے سے منع کر دیا تو نے کیوں پتے دے دیئے انجیر کے درخت نے جواب دیا الہٰی باوجودیکہ اس سے عصیاں کا صدور ہوا لیکن میں تو انہیں اسی نظر سے دیکھتا ہوں جس سے پہلے دیکھتا تھا کہ ان پر انعام و اکرام کی بارشیں ہوتی تھیں اور مجھے اندازہ ہے کہ ان کی یہ کیفیت زیادہ عرصہ باقی نہ رہے گی۔

جواب ملا کہ اس ایک پسندیدہ بات کی وجہ سے تو مقبول ہو گیا۔ ان تمام درختوں نے ظاہر حال کے ماتحت آدم علیہ السلام کو پتے دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد حقیقت کی طرف رجوع ہوئے اب تیری اس حسن نیت کی وجہ سے تجھ کو تمام میووں پر انفرادیت اور اولیت عطا کی جائے گی لیکن تجھے بغیر اجازت عمل کرنے کی سزا اس لیے دی جائے گی تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو لہٰذا اہل باطن تجھے کھانے سے پہلے مسل کر صاف کر لیا کریں گے اس کے بعد کھائیں گے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو بحر الدرر میں مذکور ہے۔
ایک روایت کے مطابق وہ درخت جس نے آدم علیہ السلام کو پتے دیئے وہ عود کا درخت تھا لیکن اس کے سلسلہ میں بھی ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ عود سے خطاب باری ہوا کہ آدم علیہ السلام کی خدمت کے صلے میں تمہیں خوشبو عطا فرمائی گئی ہے جس سے عالم معطر ہو گا لیکن ایک بات یاد رکھو کہ بغیر اجازت کام کرنے کی سزا یہ دی جاتی ہے کہ تمہیں جب تک آگ پر نہ جلایا جائے گا وہ خوشبو ظاہر نہ ہو گی۔
عرائض الثعلبی میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کو احکام الہٰی کی بجا آوری میں تساہل پر دس آزمائشوں میں مبتلا فرمایا۔

(۱) خطابِ الٰہی ہُوا الم انھکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطان لکما عدو مبین ۔ کیا میں نے تم کو شجرِ گندم سے منع نہ کیا تھا اور یہ نہ بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے ۔

(۲) جنتی لباس اترنا اور سترِ عورت کا کھلنا فبدت لھما سوا تھما ۔ پس ان دونوں کو ایک دوسرے کا سترِ عورت ظاہر ہو گیا ۔ علمار کا متفقہ فتویٰ یہ ہے کہ ستر کا کھلنا ان دونوں کے لیے تھا ورنہ فرشتوں کے سامنے وہ برہنہ نہ تھے اور اس پر یہ قرینہ دلالت کرتا ہے کہ رب کریم نے لفظ لھما ارشاد فرمایا ہے جو اس سلسلہ میں قوی دلیل ہے ۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام کی کھال کو سست اور سیاہ کر دیا گیا جبکہ اس سے پہلے اجلی اور روشن تھی ناخن کی مانند اور اس کا نمونہ ناخن کی شکل میں جسم انسانی میں باقی رکھا گیا ۔

(۴) قربِ خداوندی سے دور ہوئے اور اس وقت ندا الٰہی آئی ۔ یجاورنی من عصانی ؎

(۵) جناب آدم و حوا علیہما السلام کے درمیان سو سال اور دوسری روایت کے مطابق دو سو سال تک فرقت رکھی گئی ۔

(۶) آدم و اولاد آدم سے قیام قیامت تک شیطان کی دشمنی ہو گئی ۔

(۷) جناب آدم علیہ السلام کے نام کے ساتھ عاصی کا لفظ بڑھا دیا گیا وعصیٰ ادم ربہ فغویٰ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور گمراہی میں پڑ گئے ۔

(۸) شیطان کو اولادِ آدم کے معاملات مال و اولاد میں مشارکت دلائی ۔ واجلب علیھم بخیلہ ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد ؎

(۹) دنیا کو ان کی امتحان گاہ بنایا گیا اولاد آدم کو محنت ، درد ، مشقت ۔ بیماری ۔ موسمی تبدیلیوں ۔ سردی ۔ گرمی اور دوسری تکالیف میں مبتلا کر کے ابتلا و آزمائش میں ڈال دیا گیا ۔

(۱۰) کسب معاش کے سلسلہ میں آزمائش اور ابتلار میں ڈالا گیا تاکہ بغیر جد و جہد کیے اور پیشانی عرق آلود ہوئے ایک لقمہ بھی نہ دلایا ۔ اس بارے میں تفصیل آگے آئے گی ۔

اس مضمون کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں آدم علیہ السلام سے معلومات اور ندامت کا اظہار کرانے کے بعد اب حضرت حوا سے دریافت فرمایا کہا کہ تم کہاں ہو ۔

انہوں نے عرض کیا الٰہی ابھی برہنہ اور بے لباس ہوں خطابِ الٰہی ہوا کہ سب کچھ اس لغزش

کی وجہ سے ہے جو تم سے سرزد ہوئی ہے۔ اے حوا کیا سبب ہے کہ تم خود بھی گمراہ ہوئیں اور آدم (علیہ السلام) کو بھی ورغلایا اپنے اور آدم (علیہ السلام) کی برہنگی کا سبب بنیں۔ حوا نے کہا الٰہی یہ بات میرے تصور میں بھی نہ تھی کہ تیرا کوئی بندہ تیری جھوٹی قسم لے گا۔ حکم الٰہی ہوا کہ بہشت سے باہر آؤ میں تمہیں پندرہ عقوبتوں میں مبتلا کروں گا اور یہ سزا نہ صرف تمہارے لیے ہو گی بلکہ تمہاری اولاد اناث کو بھی بھگتنی ہو گی۔

حوا کی غلطی تمام عورتوں کی کمزوری کا باعث بنی

(۱) نجاست تمہارے شکم و شرمگاہ میں رکھ دی گئی جو حیض و نفاس کے خون کی شکل میں ظاہر ہو گی۔

(۲) نو ماہ حمل کا بوجھ باندھے رکھنا۔

(۳) ولادت کے ہر موقعہ پر موت کا مزہ چکھنا۔

(۴) عدت کی مشقت برداشت کرنا۔

(۵) شوہروں کا محکوم ہونا۔

(۶) طلاق کے جملہ امور کا اختیار شوہروں کے پاس ہونا۔

(۷) وراثت میں مردوں کے مقابلہ میں نصف حصہ ملنا۔

(۸) گواہی میں مردوں کے مقابلہ میں آدھی حیثیت کا ہونا۔

(۹) عقل میں کم ہونا۔

(۱۰) دین میں کم ہونا۔

(۱۱) تحیت وسلام سے محرومی۔

(۱۲) جمعہ کی حاضری اور جماعت کے اجر سے محرومی۔

(۱۳) پیغمبری کے اعزاز سے محرومی۔

(۱۴) بادشاہی وسلطنت وحکومت سے محرومی۔

(۱۵) جہاد سے محرومی اور بغیر محرم کے سفر پر پابندی۔

اسی طرح ابلیس کو بھی دس بلاؤں میں مبتلا کیا گیا ہے۔

(۱) جنت کی مملکت سے محروم کر دیا گیا اور زمین و آسمان کے خزانوں سے محروم کر دیا گیا۔

(۲) قربِ الٰہی سے محروم کر دیا گیا۔

(۳) پہلے فرشتۂ مقرب تھا لیکن اس کی صورت مسخ کر کے شیطان رجیم بنا دیا گیا۔

(۴) اس کا نام عزازیل سے تبدیل کر کے ابلیس رکھ دیا گیا۔ لانہ ابلیس من لعنۃ اللہ ای قنط۔

(۵) تمام اشقیاء کا پیشوا اور مقتدی بنا دیا گیا۔

(۶) ابدی ملعون بنا دیا گیا۔

(۷) معرفت کی صفت اس سے چھین لی گئی۔

(۸) اس کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

(۹) اس کو رندکر دیا گیا اور نیکی کی صلاحیتیں اس سے واپس لے لی گئیں۔

(۱۰) اسے دوزخیوں کا خطیب بنا دیا گیا تاکہ دوزخ میں دوزخیوں کو خطاب کرے انہیں رحمتِ الٰہی سے مایوس کرے۔

مور کو سزا اس کے بعد مور کو یہ سزا دی گئی کہ جنابِ جبریل نے اس کے سر کے بال پکڑ کر اس کو جنت سے نکال دیا اس دن تک اس کے سر پر چھ سو خوبصورت رنگا رنگ بال تھے لیکن فرشتوں نے انہیں نوچ ڈالا اور یہی دو بال باقی چھوڑ دیئے جو آج اس کے سر پر باقی ہیں اور اس کے پیر اس سزا میں مسخ کر دیئے کیونکہ اس نے شیطان کو جنت میں لانے کا ثبوت دیا تھا اور ابدی طور پر بہشت سے نکال دیا گیا۔

سانپ کا زہر مور کے بعد سانپ کا نمبر آیا اس دن تک شیر کی طرح اس کے بھی چار پیر تھے لیکن بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چارپایوں کی طرح اس کا سر زبرجدیں اور اس کا جسم مختلف قسم کے عمدہ رنگوں کا امتزاج تھا جس میں سرخ زرد اور سبز رنگ نمایاں تھے اور اس کا جسم صاف شفاف اور چمکدار تھا اور اس کے دانت سلسلہ وار اور موتی کی طرح سفید تھے اور اس کے دہانہ میں سفید مشکی زبان تھی اس کی کمر سفید چاندی کی طرح اور اس کا پیٹ سرخ موتی کی مانند اس کی گردن زبرجد اور اس کا سر یاقوت کی مانند تھا۔ حاصل کلام یہ کہ اس کا حسین وجمیل وجود مسخ کر دیا گیا اور اس سزا میں کہ وہ اپنے منہ میں شیطان کو رکھ کر جنت میں لے گیا تھا اور اس کے دانتوں میں زہرِ ہلاہل رکھ دیا گیا اور اس کو جنت سے نکال دیا گیا۔

اللہ جل جلالہ نے اپنی صفت جباری کے ساتھ اُس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس تمام معاملہ میں تیرا کردار ہی اصل رہا ہے لہٰذا اپنے قصور اور فتور کی وجہ سے نگونسار اور قلب زمین کو کاٹ اور خاک تیرہ سے غذا حاصل کر اور اسی ذلت کے ساتھ زندگی گذار۔

حضرت آدم جنت سے جاتے ہیں

ان سزاؤں کے بعد ملائکہ کو حکم ہوا کہ اب آدم (علیہ السلام) کے سر کو اس درخت کی شاخوں سے آزاد کراؤ۔ جب آدم علیہ السلام نے یہ خطاب سنا تو اس ضمن میں ایک لطیفہ قلبی کا مشاہدہ کرتے ہوئے کہا کہ اب خلاصی کا حکم آ رہا ہے تو اس درخت کو ہاتھ سے پکڑ کر عرض کیا الٰہی تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اگر تو اپنی روح میرے اندر نہ پھونکتا اگر ملائک کو میرے لیے سجدہ کا حکم نہ دیتا اور مجھے بہشت میں سکونت نہ دیتا الٰہی یہ تمام اعزازات جو تو نے مجھے عنایت فرمائے ایک لغزش پر جو مجھ سے بلا قصد صادر ہوئی ان اعزازات کو ضائع نہ فرما اور اس سعادت سے مجھے محروم مت کر۔

اول بہزار ناز بنواختیم — وآخر بہزار درد بگداختیم
چوں مہرۂ بوالعجب ہمی باختیم — چوں جملہ تراشدم بنیداختیم

لیکن فرشتوں کو خطاب ہوا اذھبو بعبدی میرے بندے کو لے جاؤ۔

تعمیل ارشاد میں فرشتوں نے آدم (علیہ السلام) کو لے جانا چاہا لیکن انہوں نے ہاتھ سے دوسرا درخت پکڑ لیا اور عرض کیا الٰہی میں تیری جدائی کی تاب نہیں رکھتا اور تو مجھے جنت سے نکال رہا ہے، تیرے بغیر مجھے سکون و قرار نہ آئے گا خداوندا مجھ پر رحم فرما۔

فرسودہ شدم زدل بغم فرسودن — خون شد جگرم زخون دل پالودن
باتو بحضر قرار و آرامم نیست — بی تو بسفر چگونہ خواھم بودن

لیکن اس عرضداشت کے بعد بھی خطاب الٰہی ہوا اذھبوا بعبدی لیکن آدم علیہ السلام نے دوسرے درخت کو پکڑ کر فرمایا الٰہی کیا تو نے یہ وعدہ نہ فرمایا تھا کہ تیری نسل کو بڑھاؤں گا ان میں سے رسول اور انبیاء کو منتخب کروں گا۔ پہلے ادریس علیہ السلام کو مقام اعلیٰ عطا کروں گا اور نوح (علیہ السلام) کو طوفان میں کشتی کے ذریعے نجات دلاؤں گا خداوندا انہیں کی وجہ سے مجھ پر رحمت و بخشش فرما۔ لیکن پھر بھی شنوائی نہ ہوئی اور فرشتوں کو حکم ہوا اذھبو بعبدی فرشتوں نے جناب آدم کا بازو پکڑا

لیکن آپ نے پھر ایک درخت کو پکڑا اور عرض گذار ہوئے الٰہی تو نے فرمایا تھا کہ ایک پیغمبر تمہاری نسل میں پیدا کروں اور اسے منصب خلعت پر سرفراز کروں گا اس نبی کے فرزند کو ذبیح بناؤں گا تمہاری نسل سے ایک اور پیغمبر موسیٰ نامی مبعوث فرماؤں گا اور اسے شرف کلام سے سرفراز کروں گا ان فرزندوں کی وجہ سے مجھ پر رحمت فرما اور میری غریبی پر بخشش فرما لیکن اس مرتبہ بھی اذھبو بعبدی کا حکم ملا۔

لہٰذا ملائکہ نے پھر کوشش کی لیکن آدم علیہ السلام نے پھر مزاحمت کرتے ہوئے ایک درخت کو پکڑ لیا اور استدعا کی الٰہی تو نے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ تیری نسل سے ایک پیغمبر کو مبعوث فرماؤں گا جن کا نام نامی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا اُس کو تو اپنا حبیب بنائے گا اور تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائے گا الٰہی اس ذات مقدس کی وجہ سے مجھ پر رحم فرما۔

رب العالمین نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب میرے مقرب بندے اور نائب کے ساتھ نرمی برتو کیونکہ وہ اب ہماری بارگاہ میں ایسے شفیع کو لایا ہے کہ اس کی برکت سے جو کچھ طلب کرے گا پائے گا اس کے بعد رب العالمین نے نہایت لطف وکرم کے ساتھ ان کو دنیا میں واپسی کے اسباب بتائے اور فرمایا کہ اے آدم ہم نے سرزمین پر تمہیں اس لیے تخلیق فرمایا ہے کہ زمین کی خلافت وامارت اور اس کو آباد کرنے کی ذمہ داری تمہارے سپرد کریں لہٰذا تم زمین پر جاؤ وہاں اقامت گزیں ہو ان باتوں سے آدم (علیہ السلام) نے سمجھ لیا کہ مشیت ایزدی اسی بات کی متقاضی ہے کہ میں بہشت سے جاؤں اور دنیا میں مقیم ہوں لہٰذا قدم بہشت سے بڑھائے۔

دل را بہوائے تو سپردیم و برفت — نیک و بد خود یکی شمردیم و برفت

خوش باد ترا عیش کہ درخدمت تو — غمہائے تو یادگار بردیم و برفت

اس وقت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی میں خود جا رہا ہوں لیکن مجھے یہ بتا دے کہ اگر اپنی اصلاح حال کے لیے توبہ استغفار کروں تو اس کو قبول فرما کر مجھے دوبارہ بہشت میں داخلہ کی اجازت مل جائے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا "ہاں" اے آدم۔

نہ مارا درمیان عہد و وفا بود — جفا کردی و بدمہری نمودی

ہنوزت گر سر صلح است باز آئی — کزاں مقبول تر باشی کہ بودی

جبرئیل حضرت آدم سے ہم قدمی کرتے ہیں جب آدم علیہ السلام نے بہشت سے

زمین کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین نے بھی ان کی مشایعت کی تو آدم علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا اے جبریل مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ جبریل نے کہا اس جگہ جہاں کہ آپ پیدا ہوئے تھے آپ نے دریافت کیا کہ مستقل طور پر یا عارضی، جبریل نے جواب دیا کہ یہ بات میرے علم میں نہیں ہے آدم علیہ السلام نے پھر دریافت فرمایا کہ وہاں میرا رفیق تنہائی کون ہوگا جبریل نے کہا کہ وہی شخصیت جس کی وجہ سے آپ نے شجر ممنوعہ چکھا آدم علیہ السلام یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا کہ دوست کا فراق کچھ کم مصیبت نہ تھا کہ دشمن کی رفاقت کی دوسری مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا آدم علیہ السلام نے جبریل سے کہا کہ ملاء اعلیٰ میں تو میری جنت سے واپسی کی خبر مشہور ہو گئی اب اس خبر کو دنیا میں مشہور کر کے میرے لیے مزید ذلت کا سامان مہیا نہ کرنا۔ جبریل نے فرمایا کہ یہ خبر تو ملاء اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک پہنچ چکی ہے اور سب نے آپ کی لغزش کو جان لیا ہے یہ سن کر آدم علیہ السلام اتنا روئے کہ پتھروں کا دل بھی اس منظر سے شق ہو گیا۔

گر بقدر سوزش من چشم من بگریستے ۔۔۔ جاں درون تن چو شمع اندر لگن بگریستے

جان و دل پر خون لبالب کاش نتوانستمے ۔۔۔ چوں صراحی درمیاں انجمن بگریستے

از دل پر درد و پر سوز جدا ایہائے خویش ۔۔۔ نوحہا کردی کہ بر من مرد و زن بگریستے

شعلۂ آہم اگر بر کوہ صحرا تافتی ۔۔۔ سنگ خارا بر دل پر درد من بگریستے

انچہ از من گم شد آں گر از سلیماں گم شدے ۔۔۔ ہم سلیمان ہم پری ہم اہرمن بگریستے

اس کے بعد جناب آدم علیہ السلام نے جبریل امین سے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں اپنے پروردگار کے ملائکہ کو الوداع تو کہہ لوں کیا معلوم کہ ان سے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو لہٰذا آدم علیہ السلام نے نگاہ پھیر کر بڑی دلدوز آواز میں ندا دی ۔علیکم السلام یاملائکۃ اللہ استودعکم واقرئ علیکم السلام مجھے اب یہاں سے لے جایا جا رہا ہے اور نہ معلوم اب میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے اب میری تم سے یہ درخواست ہے کہ مجھے عاصی عابد نہیں بلکہ عابد نامی کی طرح یاد کرنا کیونکہ میری لغزش عمداً نہیں بلکہ نسیاں کی وجہ سے تھی اسی وقت یہ صدا سنائی دی۔

اھبطوا منھا جمیعا ۔ان سب کو یہاں سے باہر کر دو لہٰذا جناب آدم و حوا کے علاوہ شیطان مور اور سانپ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے زمین پر بھیج دیا گیا۔

حضرت آدم سراندیپ میں آدم علیہ السلام کو سراندیپ پر بھیجا گیا۔ یہ ایسا پہاڑ ہے جس کی چوٹی

آسمان سے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام کا پیر پہاڑ کی چوٹی پر ٹکا تھا اور ان کا سر آسمان پر ہی تھا اور وہ فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں سن رہے تھے کہ اور تعلق ان کے قلب میں باقی تھا کہ ملائکہ کی دعا کی وجہ سے ان کا قدم ساٹھ گز آگے بڑھ گیا جس کی وجہ سے ان کا غم و اندوہ بڑھ گیا۔ جناب حوا کو جدہ مور کو حبشہ بعض روایات کے مطابق سرزمین کابل اور سانپ کو سرزمین اصفہان میں چھوڑ دیا گیا۔

شیطان مردود کے سلسلہ میں مورخین نے اختلاف کیا ہے بعض نے بصرہ اور بعض نے کہا ہے کہ اسے سرزمین میسہ میں اتار دیا اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کی کوئی معین جگہ نہ تھی کیونکہ وہ جسم لطیف کا حامل تھا جس کے لیے کسی معین جگہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس طرح قیام قیامت تک ابلیس و ابن آدم اور سانپ کے درمیان عداوت پیدا ہوگئی ان مراحل کی تکمیل کے بعد جبریل علیہ السلام نے چاہا کہ اب اپنی منزل کو واپس جائیں تو آدم علیہ السلام بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا جبریل تم جا رہے ہو اور مجھے اس دار المحن میں تنہا چھوڑے جاتے ہو اب نہ معلوم تمہاری کب واپسی ہو۔

تو بودی کہ پروائے من داشتی	دریں غربتم خستہ بگذاشتی
برفتی نہ گوئی کہ من چوں کنم	دریں غم مگر جان خود خوں کنم

زمین پر حضرت آدم کا اضطراب

یہ سن کر جبریل نے کہا کہ آدم تم عاصی بندے ہو اور ہم ملائکہ حکم کے تابع ہم وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہوگئے، اور آدم علیہ السلام کی حالت غم و اندوہ سے بدتر سے بدتر ہوتی گئی۔ وہ زمین سے مٹھیاں بھر بھر کر ریت اٹھاتے اور اپنے منہ پر ملتے اور کہتے الٰہی جبریل مجھے تنہا چھوڑ گئے تو مجھے ضائع مت فرمانا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کوہ سراندیپ پر زمین پر منہ رکھے تین سو سال تک روتے رہے اور ان کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے کوہ سراندیپ پر چشمے جاری ہوگئے کہا جاتا ہے کہ وہ چشمے ایسے رواں اور گہرے تھے کہ ان میں کشتی چل سکتی تھی۔

• ایک روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو اتنا رنج اور افسوس تھا کہ زانوؤں پر ہاتھ مارتے مارتے

ہتھیلیوں اور زانو کا گوشت ختم ہوگیا تھا صرف ہڈیاں ہی باقی رہ گئی تھیں۔

روایت ہے کہ دولت وصال سے محرومی اور نعمتوں کے زائل ہونے کی وجہ سے تین سو سال تک روتے رہے اور اس دوران ایک مرتبہ بھی ندامت کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی۔ کہا جاتا ہے کہ پرندے ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کو پیتے اور آپس میں کہتے کہ اس سے بہتر میٹھا پانی آج تک نہیں پیا تھا چونکہ آدم علیہ السلام پرندوں کی زبان سے واقف تھے لہٰذا ان کی گفتگو سن کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی اب تو یہ پرندے بھی میری حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ فرمانِ خداوندی ہوا اے آدم اپنے عزت و جلال کی قسم میں نے کسی پانی میں اتنی لذت نہیں رکھی جتنی کہ گناہ گاروں کے آنسوؤں میں اس کی آنکھ کے پانی کو تمام پانیوں پر بہترین تخلیق کیا ہے۔

بیا ای دیدہ تا یکدم بگرئیم   بنیم چوں خوش دلی خرم بگرئیم
دمے بر جان پر حسرت بنالیم   زمانے بر دل پر غم بگرئیم
خوشا آندم کہ با من یار خوش بود   کنوں در حسرت آندم بگرئیم
نشد جان محرم اسرار جاناں   بر آن محروم نامحرم بگرئیم

ایک لطیف اشارہ

جب تک بارش پہاڑ کی چوٹی پر نہ برسے پانی چشمہ کوہ سے باہر نہیں آتا اور جب تک بارانِ رحمت سر عاصی پر نہ برسے گی ندامت کا پانی اس کی آنکھوں سے نہ نکلے گا۔

حضرت آدم کا رونا

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کی کثرت گریہ و زاری کی وجہ سے جبریل امین زمین پر آئے اور کہا ھذا البکاء علی فوت الدار فکیف البکاء لفقدان رب الدار۔ لیکن آدم علیہ السلام کے رونے میں زیادتی ہی ہوئی۔

رب العالمین نے زمین کے وحوش و طیور مار و مور کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کی عیادت کے لیے جائیں لہٰذا وہ جوق در جوق اور صف در صف آدم علیہ السلام کے پاس آنے لگے اور آدم علیہ السلام سے ہمدردی کے کلمات کہتے۔ آدم علیہ السلام گردن ڈالے مصروف گریہ تھے نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تمام جانور ان سے متنفر ہو کر واپس ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم پر بھی عتاب الٰہی ہو جائے آدم علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو ان کے رونے میں اور اضافہ ہو گیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض گذار ہوئے الٰہی اب تو سا کناں

ملاء اعلیٰ ہی کی سرزنش کافی تھی اب ساکنان خطہ ارضی کی بھی باتیں سننی پڑیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ جناب باری میں یہ بات قبول ہوگئی اور حق تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔

حضرت آدم کا جنتی لباس

الحدیث فی العرائس عن حذیفة الیمانی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو ان کے جسم پر جنتی پتے لپٹے ہوئے تھے جو ان کی ستر پوشی کر رہے تھے اور دنیا کی ہوا کی وجہ سے وہ پتے خشک ہوگئے ملک ہند میں چاروں طرف پھیل گئے اور ان خشک شدہ پتوں کے اثرات دنیا کے درختوں اور پھلوں میں اثر انداز ہوگئے اور ان کا اثر قیامت تک باقی رہے گا جس سے مختلف قسم کی خوشبوئیں مثلاً مشک عنبر و عود آتی رہیں گی۔

مشک و عنبر کی تخلیق

صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ مشک تو ہرن کے نافہ سے حاصل کیا جاتا ہے اس میں یہ خوشبو کس طرح پہنچی حضور علیہ السلام نے فرمایا بیشک مشک دینے والا جانور اقسام ہرن سے ہے اس نے ان پتوں میں کچھ کھایا تھا جس کے صلہ میں اللہ نے اس کے نافہ میں مشک پیدا فرما دیا اور اس کی نسل میں آج تک باقی ہے۔ صحابہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ مشک خطہ زمین کے کن اطراف میں پیدا ہوتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تین علاقوں کے علاوہ کہیں نہیں پایا جاتا۔ سرزمین ہند اطراف سندھ اور تاتار کے علاقہ میں صحابہ نے عرض کیا کہ عنبر بھی تو بحری جانور سے حاصل ہوتا ہے کیا اس نے بھی بہشت کا پتا کھایا تھا اور بحری جانور کی غذا پتا کس طرح ممکن ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو ایسا ہی کہ عنبر سمندری جانور سے حاصل ہوتا ہے رہا معاملہ اس کے پتا کو کھانے کا تو اس سلسلہ میں بات یہ ہے کہ یہ جانور پہلے خشکی کا تھا اور سرزمین ہند کے جنگلوں میں چرتا تھا وہیں اس نے یہ پتا کھایا تھا لیکن بعد میں جناب جبریل نے اس کو سمندر کی طرف ہانک دیا اور پانی میں ڈال دیا اور اب یہ سمندری جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے چنانچہ اس کے پر ہزار گز لانبے ہیں اور جب کبھی وہ عنبر ڈالتی ہے تو وہ ہزار ہزار اور پانچ پانچ سو رطل ہوتا ہے۔ رطل نصف صاع کی برابر ہوتا۔ واللہ اعلم۔

حضرت آدم بھوک اور دوسری دنیاوی تکالیف زمیں

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب آدم و حوا رضی اللہ عنہما دو سو سال تک عالم بالا کی نعمتوں کے واپس لیے جانے پر روتے رہے اور سو سال تک ایک دوسرے سے جدا رہے اور چالیس سال تک انہوں نے نہ تو کچھ کھایا اور نہ پیا۔

ایک اور روایت کے مطابق تین سو سال شرم وندامت کی وجہ سے آسمان کی جانب نظر نہ اٹھائی ان مدتوں کے سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سو سال تک ایک دوسرے سے جدا رہے دو سو سال تک روتے رہے تین سو سال تک آسمان کی جانب نظریں نہ اٹھائیں اور چالیس دن تک کچھ نہ کھایا اور پیا اس کے بعد ایک مدت تن برہنہ بھوکے پیٹ گذاری۔ آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے جسم متاثر ہونے لگا اور اس سلسلہ میں آپ پریشان ہوئے کیونکہ جنت میں تو ایسی کسی مصیبت سے واسطہ نہ ہوا تھا۔ ایک دن جناب جبریل امین حکم خداوندی کے موجب آدم علیہ السلام کا حال معلوم کرنے آئے اور حالات معلوم کیے آدم علیہ السلام نے اپنی جسمانی کیفیت حکایتاً و شکایتاً بتائی، جبریل کو بتائی۔ جبریل نے کہا کہ یہ جسمانی تکلیف برہنگی کی وجہ سے ہے اور تمام حال بارگاہ احدیت میں جا سنایا۔ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے چار بہشتی جانوروں کے جوڑے روانہ کیے۔ جن میں دو بھیڑیں۔ دو بکریاں۔ دو اونٹ اور دو گائے تھیں تاکہ ان کی نسل کشی کی جائے اس کے بعد بھیڑ کو ذبح کرنے کا حکم مل گیا اس کا اون جناب حوا نے کاتا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو بُن کر اپنے لیے جبّہ اور جناب حوا کے لیے کرتہ، ادر اور اوڑھنی بُنی یہ کپڑے پہن کر ان کو جنتی لباس یاد آئے اور فرطِ غم میں رونے لگے یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لباس کی تیاری جناب حوا سے ملاقات کے بعد ہوئی اور یہ مشہور روایت کے مطابق سو سال کے بعد ہوئی۔ (اللہ تعالیٰ حقیقت کو جاننے والا ہے)۔

ممکن یہ ہے کہ جناب حوا کا کاتنا ایام مفارقت میں ہوا ہو اور اس کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ جناب جبریل نے اون لا کر حضرت حوا کو دے دی ہو اس کا ذکر کھانے کے واقعات میں بیان کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت آدم معیشت کی تگ و دو میں مشغول ہوتے ہیں

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے گرمی سردی اور بھوک کی بابت جبریل سے ذکر کیا اور جبریل سے دوسری کیفیات معلوم کیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اضطراب و قلق سے پریشان ہوں۔ جن کی وجہ سے عبادت بھی ٹھیک طرح نہیں ہو پاتی۔ جبریل نے وجہ معلوم کی تو آدم علیہ السلام نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ میری کھال میں باریک کیڑے ہیں جو چلتے پھرتے ہیں۔ جبریل نے کہا کہ یہ بھوک ہے آدم علیہ السلام نے کہا کہ اس سے نجات کس طرح پائی جا سکتی ہے جبریل نے فرمایا کہ اس سے نجات کا طریقہ عنقریب معلوم ہو جائے گا یہ کہہ کر آدم علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے اور جب واپس آئے تو ان کے ساتھ دو سرخ گائیں اور ایک روایت کے مطابق ایک سرخ اور ایک سیاہ گائے ہتھوڑا۔ اہرن اور لوہاری کا دوسرا سامان لا کر آدم علیہ السلام کے سپرد کیا اس کے ساتھ ہی جہنم کی آگ کی ایک چنگاری لا کر آدم علیہ السلام کے ہاتھ پر رکھ دی لیکن جیسے ہی کہ وہ آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں آئی اڑ کر پانی میں جا گری۔ جبریل نے اس کو اٹھا کر پھر آدم علیہ السلام کو دیا لیکن پہلے کی طرح پھر وہ پانی میں جا گری۔ اس طرح سات یا ستر مرتبہ ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان النار کم جزؤ من تسعة وتسعين وفی روایة من سبعة وسبعين جزء من نار جهنم۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا اغسلت بالماء سبع مرات۔ جب ساتویں مرتبہ آگ آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں آئی تو گویا ہوئی کہ اے آدم میں آپ کی اطاعت نہ کروں گی بلکہ آپ کی نافرمان اولاد سے انتقام لوں گی یہ سن کر جبریل علیہ السلام نے فرمایا بات تو ایسی ہی ہے لیکن میں اس کو آپ کے لیے لوہے اور پتھر میں بند کر دوں گا تاکہ آپ اور آپ کی اولاد اس سے مستفیض ہوں لہٰذا جبریل نے آگ کو لوہے اور پتھر میں محفوظ کر دیا اس طرح آدم اور اولادِ آدم کو اس سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو گیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ افرأیتم النار التی تورون۔

آدم علیہ السلام نے جبریل سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاتھ کو آگ نہیں جلاتی اس کی وجہ کیا ہے۔ میرے ہاتھ کو جلا دیتی ہے جبریل نے کہا کہ آپ سے احکام کی بجا آوری میں کوتاہی ہوئی ہے اور مجھ سے ایسا کبھی نہیں ہوا ہے۔ اس نے بعد آدم علیہ السلام نے جبریل کی مدد سے کھیتی باڑی کے آلات بنائے آدم علیہ السلام خطہ زمین کے پہلے فرد ہیں جنھوں نے لوہے سے سامان زراعت بنایا اس کے بعد جناب آدم علیہ السلام کو ایک تھیلی دی گئی جس میں گندم کے تین دانے تھے جبریل نے کہا اے آدم دو دانے اپنے

پاس رکھیے اور ایک دانہ حوا کو دیجئے۔ اور اسی سلسلہ میں للذکر مثل حظ الانثیین ۔ ناطق ہے ان میں سے ہر دانہ کا وزن ایک لاکھ آٹھ سو درہم تھا اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار آٹھ سو درہم تھا۔

آدم علیہ السلام نے گیہوں کے متعلق جبریل سے معلوم کیا کہ کیا ان کو کھالوں لیکن جبریل نے کہا کہ ان کو محفوظ رکھو یہ تمہاری بھوک رفع کرنے کا سبب ہوں گے ۔ آپ اسی دانہ کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور یہ دانہ قیام قیامت تک تمہاری اولاد کے لیے بھی سبب مصیبت رہے گا ۔ جبریل نے بتایا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے پیس کر روٹی پکاؤ ۔

آدم علیہ السلام نے گائے کو ہل کے ساتھ باندھ کر ہل کا لوہا زمین میں گاڑھ کر زمین کو کھودنا شروع کیا تاکہ اس کو کھیتی کے قابل بنایا جائے ۔ گائے بہشت میں چونکہ رہی تھی اور ایسی محنت ومشقت نہ اٹھائی تھی لہٰذا ہانپنے لگی اور کام میں سستی کرنے لگی ۔ آدم علیہ السلام نے اس کو دو تین لکڑیاں ماریں تو گائے نے کہا کہ اے آدم آپ مجھے کیوں مارتے ہیں ۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ تو نافرمانی کرتی ہے ۔ گائے نے کہا کہ کیا جو نافرمانی کرتا ہے وہ لکڑیاں کھاتا ہے ۔ آدم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ اس کی تو میں طنز پوشیدہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے بھی جنت میں احکام کی نافرمانی کی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے بخشش فرمائی اگر میں بھی کوتاہی کروں تو مجھ پر بخشش اور رحم کریں ۔

امام ضحاک کے قول کے مطابق گائے اس اثنا میں زمین میں چلی گئی اور جب واپس ہوئی تو اس کی کیفیت عالم بالا کی گائے کی ہوگئی لیکن لکڑی چونکہ عالم دنیا کی گائے نے کھائی تھی لہٰذا آدم علیہ السلام نے اس کے سینگ پر لکڑی ماری گائے نے آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں اور آہ وفغاں کی ۔ آدم علیہ السلام نے گائے ہانکنے والی لکڑی ہاتھ سے پھینک کر جانے کا ارادہ کیا لیکن اسی وقت جبریل آگئے اور دریافت کرنے لگے آدم کدھر کا ارادہ ہے آدم (علیہ السلام) نے فرمایا اے بھائی جبریل اس کارخانہ قدرت میں اب میرا کوئی ٹھکانہ نظر نہیں آتا اب تو یہ گائے بھی میرا کہنا نہیں مانتی جبریل نے کہا کہ تم نے اس کو ناراض کر دیا اور اس کو تکلیف پہنچائی ہے آدم علیہ السلام نے کہا کہ وہ سیدھی نہیں چلتی تھی ۔

اس وقت جبریل کو حکم ربی ہوا کہ تم آدم (علیہ السلام) سے کہو کہ تم بھی جنت میں سیدھے نہ رہے لیکن میں نے تم پر مہربانی کی اب تم گائے پر مہربانی کرو کیونکہ تم پیغمبر اور کریم ہو اور کریموں کی صفات میں معاف کرنا بھی شامل ہے ۔

حضرت آدم کاشتکاری کے کھیت میں

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب گائے نے چلنے میں کوتاہی کی اور آڑی ٹیڑھی چلنے لگی تو آدم علیہ السلام نے اس کو دو لکڑیاں ماریں۔ گائے نے کہا کہ اے آدم مجھے کیوں مارتے ہو۔ آدم علیہ السلام نے کہا کیونکہ تو سیدھی نہیں چلتی اور نافرمانی کرتی ہے اس نے کہا کہ جو کوئی حکم الٰہی سے سرتابی کرتا ہے یقیناً لکڑی کھاتا ہے۔ یہ سن کر آدم علیہ السلام بہت روئے اور روتے روتے بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو جبریل نے فرمایا

الوب يقراء بك السلام و يقول سجد لك الملائكة ابتداء و تهاون لك البقر انتهاء و كان ذلك بسبب عز الموافقة و هذا بسبب ذل المخالفة ۔ حق تعالےٰ سلام کے بعد فرماتا ہے کہ ابتدا میں تمہاری عظمت و بزرگی کی وجہ سے فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن انتہا یہ ہوئی کہ گائے بھی معاونت میں کوتاہی کرتی ہے اور تمہارا حکم نہیں مانتی وہ سجدہ عزت کی وجہ موافقت کا تھا اور یہ کوتاہی ذلت کے سبب مخالفت ہے اور جب آدم نے غیبی اشارہ پر متنبہ ہوئے تو گائے نے کوتاہی چھوڑ دی اور ٹھیک طرح چلنے لگی اور زمین کو زراعت کے قابل بنا دیا اب اس کے بعد آدم علیہ السلام نے زمین میں دانے بو دیئے آدم علیہ السلام کے دانوں سے گیہوں اور جناب حوا کے دانے سے جو اُگے اس سے یہ لطیف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں ادائیگی میں گیہوں اور جو کے درمیان دوئے کا توازن رکھا جاتا ہے چنانچہ صدقہ فطر میں گندم دو سیر اور جو چار سیر دیئے جاتے ہیں۔

مکافات عمل کی پہلی تصویر

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام عرض گذار ہوئے تو جانتا ہے کہ زراعت کرتے وقت دانے ایک پانی ایک زمین ایک ہوا ایک موسم ایک لیکن میں نے جو بیج ڈالے اس سے گندم پیدا ہوئے اور حوا کے بیجوں سے جو، اس کی وجہ کیا ہے خطاب الٰہی ہوا کہ لغزش کے معاملہ میں پہل حوا سے ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے شیطان کی متابعت میں گندم نما جو فروشی کی تھی اس لیے جزا بھی گیہوں کی بجائے جو نکلے تاکہ تمام انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جزا عمل پر ملتی ہے

قصہ مختصر بھوک بطن آدم علیہ السلام میں چمکیں مارنے لگی تو انہوں نے جبریل سے کہا کیا اجازت ہے کہ گیہوں کے چند خوشے کھا لوں۔ جبریل نے کہا کہ آپ بھول رہے ہیں اسی گیہوں کے کھانے کی وجہ سے آپ پر یہ مصائب آئے ہیں، اب پھر اس کے کھانے میں عجلت برت رہے ہیں۔ ابھی صبر کیجئے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں ۔

یہ سن کر آدم علیہ السلام رونے لگے اور سمجھ لیا کہ ابھی بہت محنت کرنی ہے اور پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی پاداش میں بہت صبر و محنت کرنی ہے لہٰذا صبر کے قدم روک کر تحمل کی آستیں پھیلائی تاکہ اس وقت تک انتظار کریں جب تک کہ گیہوں کے خوشہ خشک ہوں۔ ایک بار آدم علیہ السلام نے اور کوشش کی کہ اس کو کھا کر اپنی بھوک کو تسکین دیں لیکن پھر صبر کی تلقین کی گئی یہاں تک کہ گیہوں بالوں میں پک گئے پھر جبریل کے مشورہ سے ان کو کاٹا ڈھیر لگا کر ان پر گائے کو چلا کر گھایا اور اس طرح بالوں سے دانے علیحدہ کیے اور دو پتھروں کے درمیان رکھ کر ان کو پیسا۔ اس طرح ہر ہر مرحلہ میں آدم علیہ السلام یہ کوشش کرتے رہے کہ اس میں سے کچھ کھالیں لیکن جبریل کے کہنے سے باز رہتے پھر جبریل نے ان سے کہا کہ اب گڑھا کھود کر لکڑیاں جمع کرکے آگ جلاؤ اس کے بعد آٹا گوندھ کر آگ پر روٹی پکائی۔ کہا گیا ہے کہ اس روٹی کی لمبائی چوڑائی پانچ سو گز تھی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی روٹیاں بنا کر تنور میں رکھ دی گئیں اور جب انہیں نکالا تو آدم علیہ السلام نے انہیں کھانا چاہا لیکن جبریل امین نے روک دیا کہ ابھی اور صبر کیجئے اور انہیں ٹھنڈا ہونے دیجئے۔ آدم علیہ السلام نے کہا سبحان اللہ ایک لقمہ کے لیے اتنی محنت و مشقت برداشت کرنی پڑی ہے تاکہ وہ معدہ کی غذا بنے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب روٹی پک کر تیار ہوئی تو جبریل امین نے فرمایا اے آدم ابھی تین گھڑی دن باقی رہ گیا ہے اتنا اور صبر کرلو کہ غروب آفتاب ہو جائے اور روزہ کشائی کا وقت ہو جائے اس وقت افطار کرنا آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اس کا اجر کیا ہے جبریل نے کہا کہ اس کے تین فوائد حاصل ہوں گے۔ (۱) اس کے بدلے اللہ کریم مغفرت فرما دے گا اور عذاب نہ کرے گا۔ (۲) اللہ آپ پر راضی ہو جائے اور عذاب نہ کرے گا۔ (۳) جنت میں ابدی زندگی مرحمت فرمائے گا۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ میری ہی خصوصیت ہے یا ہر شخص ایسے ہی اجر کا مستحق ہوگا جبریل نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خصوصیت نہیں بلکہ آپ کی اولاد میں سے قیامت تک جو کوئی بھی یہ عمل کرے گا اس کو یہی اجر ملے گا۔ جب غروب آفتاب ہوگیا اور آدم علیہ السلام نے کھانا شروع کرنا چاہا اس وقت جبریل نے کہا اے آدم اتنا صبر اور کرو کہ حوا کا حصہ جدا کرکے مجھے دے دو تاکہ میں ان کو پہنچا دوں لہٰذا ان کا حصہ لے کر جبریل نے جناب حوا کو پہنچایا اور اس دن سے بیوی کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگیا اور یہ سنت آدم ہمیشہ کے لیے قائم ہوگئی۔

کھانا کھانے کے بعد آدم علیہ السلام نے جسم میں کسی اور چیز کی ضرورت محسوس کی آدم علیہ السلام نے

پھر جبریل سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ اب جسم پانی چاہتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اس کو کس طرح دور کیا جائے۔ پھر جبریل گئے اور اپنے ساتھ بہشت سے پھاوڑا لے کر آئے اور آدم علیہ السلام سے کہہ کر گھٹنے تک گہرا گڑھا کھدوایا جس کے نتیجے میں پانی کا چشمہ برآمد ہوا جس کا پانی شہد سے میٹھا برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اس کو آدم علیہ السلام نے پیا جس سے راحت قلبی حاصل ہوئی۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر جسم میں کوئی کیفیت محسوس ہوئی اور یہ کیفیت پہلی دونوں حالتوں سے مختلف تھی تو آپ نے جبریل سے معلوم کیا کہ اب کیا بات ہے جبریل نے بتایا اس کیفیت کا مجھے علم نہیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے آدم علیہ السلام کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہاتھ لگایا جس سے وہ تکلیف رفع ہوئی لیکن آدم علیہ السلام کو ناک میں شدید بو آئی اور اس رنج و محن میں وہ مزید ستر سال تک روتے رہے۔

آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونا

حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک گریہ و زاری میں مشغول رہے یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے قبول توبہ کی بشارت عطا فرمائی۔ فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم۔ اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام کو قبولِ توبہ کی بشارت دی، بے شک اللہ کریم توبہ کو قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں محققین نے بہت سی باتیں فرمائی ہیں جن میں سے پانچ کا ذکر بیان کیا جاتا ہے باقی تفصیل تفسیر بحر الدر میں بیان کی گئی ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام کی توبہ کے کلمات

(۱) امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ توبہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہیں:

لا الہ الا انت سبحانک وبحمدک رب عملت سوء وظلمت نفسی فاغفرلی فانت خیر الغافرین لا الہ الا انت سبحانک وبحمدک رب عملت سوء وظلمت نفسی فاغفرلی فتب علی انک انت التواب الرحیم۔ لا الہ الا انت سبحانک وبحمدک رب عملت سوء وظلمت نفسی فارحمنی فانت خیر الراحمین۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ملت مسلمہ میں جو کوئی فرد مذکورہ بالا کلمات کو پڑھے گا اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اگرچہ

اس کے گناہ دنیا بھر کے ریت یا سمندر کے جھاگ کی برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

وسیلۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) امیر المؤمنین قدوۃ الاصحاب جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام نے دعا کرتے وقت فرمایا تھا۔ بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تغفرلی۔ اے رب العالمین بطفیل سید المرسلین میری لغزش سے درگذر فرما۔ خطابِ الٰہی ہوا اے آدم تم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ سے دعا کی ہے تم نے ان کو کہاں سے جانا اور کس طرح پہچانا ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی جس دن تو نے مجھے تخلیق فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی اور جب میں نے آنکھ کھولی تو ساق عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اس وقت مجھے احساس ہوا تھا کہ یہ تیری عظیم ترین مخلوق ہیں کیونکہ تو نے ان کے نام کو اپنے نام کے متصل لکھا ہے۔ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ وعزتی و جلالی انہ آخر النبیین من ذریتک ولولاہ لما خلقتک پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میرے عزت وجلال کی قسم وہ ذات اقدس تمہاری ذریت میں آخر النبیین ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ کیا جاتا اور انہی کی وجہ سے تمہاری دعا قبولِ توبہ اور تمہاری سعی مشکور ہوئی ہے۔

فقر کی دوری کی دعا (۳) سیدنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دعائے آدم علیہ السلام کے کلمات یہ تھے، اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی وایمانا ویقینا دائما صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضا نما قسمت لی۔ اے خداوندا میں تجھ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس سے میرے قلب کو تسکین اور بشارت حاصل ہو جائے اور ایمان یقین ابدی۔ صادق جس سے مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اب مجھے ان مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑے گا جو تو نے میری لغزش پر مقرر فرمائے تھے۔ اسی وقت جناب باری سے خطاب ہوا اے آدم ہم نے تمہارے گناہ بخش دیئے علاوہ ازیں تمہاری اولاد میں سے جو کوئی ان کلمات کو پڑھ کر طلب مغفرت کرے گا تو اس کے گناہوں کی مغفرت کے علاوہ اس کے غم واندوہ کو دور کر دوں گا۔ فقر کو دور کر کے دنیا کی فراوانی کروں گا اگرچہ اس نے خواہش نہ بھی کی ہو۔

مغفرت کی دعا۔ (۴) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بارگاہِ الٰہی میں مقبول ترین کلام وہ ہے جس سے ابوالبشر آدم علیہ السلام نے مغفرت طلب فرمائی اور وہ کلمات جو آپ نے گناہوں کی مغفرت کے لیے پڑھے تھے یہ ہیں :۔ سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک ولا الہ الا انت ظلمت نفسی فاغفرلی فانہ لا یغفرالذنوب الا انت :۔ پاک ہے تیری ذات اے خدا، اے اللہ تیری ہی حمد، تیرا بزرگ و برتر نام، تیری بلند ذات تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں اے اللہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو میری مغفرت فرما تیرے سوا کوئی گناہوں کی مغفرت فرمانے والا نہیں ہے۔

اعترافِ گناہ

(۵)، حسن بصری، سعید بن جبیر، مجاہد و عکرمہ کا قول یہ ہے کہ ان کلمات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین :۔ اے اللہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اگر تو ہماری بخشش نہ فرمائے گا تو ہم ٹوٹے (خسارے) والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بیت المعمور

جب آدم علیہ السلام نے یہ کلمات ترغیب الٰہی سے ادا فرمائے تو رب کریم نے جنتی یاقوتوں میں سے ایک یاقوت کعبہ مقدسہ کی جگہ رکھوایا۔ یہ یاقوت اتنا بڑا تھا جتنی کہ خانہ کعبہ کی عمارت ہے جس میں دو دروازے مشرقی و غربی جانب بنے ہوئے ہیں اور اس میں نورانی قندیلیں بھی لٹکی ہوئی تھیں اس یاقوت کو بیت المعمور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام سے خطاب الٰہی ہوا کہ اے آدم میرا ایک مکان (حرم) ہے۔ میرے عرش کے محاذات میں جس کا نام کعبہ ہوگا۔ وہاں جاکر اس کا طواف کیا جائے گا جس طرح کہ میرے فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور وہاں دعا و مناجات کرکے میرا تقرب چاہتے ہیں۔ تم بھی وہاں جاکر اس کا طواف کرکے میرا تقرب حاصل کرو تاکہ تمہاری دعائیں بھی قبول ہوں تمہارے لغزش معاف تمہارا حج قبول اور تمہاری سعی مشکور ہو۔

حضرت آدم کا سفرِ کعبہ

ندا الٰہی سن کر جناب آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے سفر کا ارادہ کیا اور سراندیپ سے روانہ ہوئے ایک فرشتہ راہنما کی حیثیت سے آپ کے ساتھ تھا راستہ میں جہاں بھی آدم علیہ السلام ٹھہرتے وہ علاقہ سرسبز و شاداب ہو جاتا۔ بعض روایتوں کے مطابق راستہ میں جہاں بھی آدم علیہ السلام کا قدم پڑتا وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو جاتی اور آپ کے قدموں کی درمیانی جگہ اپنی اصل حالت میں صحرا و بیاباں ہی رہتی آپ کے دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ عام

انسان کے تین شبانہ روز کی راہ کی برابر ہوتا اور ایک روایت کے مطابق یہ فاصلہ پچاس فرسنگ ہوتا۔

بارھویں فصل

حضرت آدم و حوا کا سلسلہ توالد و تناسل اور معاشی مسائل کا آغاز

کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے جبریل امین کی رہنمائی میں مناسک حج ادا کیے اور زیارت خانہ کعبہ سے فارغ ہوئے اور جبریل کے کہنے کے مطابق جبل عرفات پر گئے اتفاقاً جناب حوا بھی اپنی جگہ جدہ سے روانہ ہوئیں دونوں کو ایک دوسرے سے ملنے کا اشتیاق تھا اور دونوں ایک دوسرے کی جدائی میں بیتاب تھے یہ بھی کوہ عرفات پر آئیں زمانہ اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے جناب آدم پر زیادہ اثر ہوا تھا لہٰذا جناب حوا انہیں پہچان نہ سکیں۔

عرفات کی وجہ تسمیہ

اس وقت جبریل امین نے تعارف کنندہ کے فرائض انجام دیئے اس دن کو جس میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی عرفہ کا دن اور مقام ملاقات کی جگہ کو عرفات کہا جانے لگا اور یہ دن اتنے سال کی محنت و مشقت کے بعد مسرت و شادمانی وصال کا دن ہو گیا۔

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیاری برسد — آرزو مند نگاری بنگارے برسد
قیمت گل نشناسد مگر آں مرغ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود و بس بہ بہارے برسد
عزت وصل نداند مگر آں سوختہ دل — کہ پس از دوری بسیار بیارے برسد

منیٰ کی وجہ تسمیہ

آدم علیہ السلام سے معلوم کیا ای شیی متمنیٰ اب آپ کی خواہش کیا ہے آدم علیہ السلام نے فرمایا اتمنی المغفرۃ والرحمۃ میں مغفرت و رحمت کی تمنا کرتا ہوں اسی سبب سے اس مقام کو منیٰ کہا جانے لگا۔ آدم علیہ السلام نے اپنی مراد کو حاصل کر لیا۔ اور قبول توبہ سے مشرف ہوئے والحمد للہ علی ذلک اس کے بعد آدم علیہ السلام نے واپسی کی اجازت طلب کی اور اجازت کے بعد مقام سراندیپ علاقہ ہند کو واپس ہوئے۔

مجاہد کی روایت کے مطابق آدم علیہ السلام سراندیپ سے چالیس مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف

لائے اور پا پیادہ چالیس حج کیے۔ مجاہد سے سوال کیا گیا کہ آدم علیہ السلام نے یہ سفر پا پیادہ کیوں کیے اور سواری کیوں اختیار نہ کی مجاہد کہتے ہیں کون سا جانور ایسا تھا جو جناب آدم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا بوجھ اٹھا لیتا۔ ان کلمات کے بعد انہوں نے قسم کے ساتھ کہا کہ ان کا ایک قدم تین شبانہ روز کی مسافت پر پڑتا تھا دوسرے یہ کہ ان کے لیے زمین سمٹتی جاتی تھی اس طرح ان کا آمد و رفت کا سفر مکمل ہوتا تھا۔

ان مذکورہ مراحل کی تکمیل کے بعد خدا کے فضل و کرم سے وہ جناب حوا کے ساتھ سکون و اطمینان کے زندگی گذارتے رہے اور ہر وقت اطاعتِ الٰہی پر کمربستہ رہتے اس دور میں خطہ زمین پر خانہ کعبہ کے علاوہ کوئی عمارت اور ان دونوں کے علاوہ کوئی متنفس نہ تھا۔

خانہ کعبہ کے متعلق یہ روایت بھی ملتی ہے کہ اس کو بیت المعمور کے طرز پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد سے تعمیر فرمایا تھا اس سلسلہ میں دوسری روایات کا ذکر بھی بنائے کعبہ کے باب میں کیا جائے گا۔

اس کے بعد مشیت ربی کے مطابق ان کے یہاں سلسلہ توالد و تناسل شروع ہوا اور شجرۂ نسل انسان بار آور ہونا شروع ہوا اور جناب حوا کے اولاد ہونی شروع ہوئی جس میں اللہ رب العالمین نے برکت دی اور ان کی تعداد کثیر ہو گئی جو بڑے ہونے کے بعد تعمیر امکنہ اور زراعت میں مشغول ہوئے۔

جناب شیث کی ولادت

کہا گیا ہے کہ جناب حوا انتیس بار حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ ان کے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوتے لیکن ایک حمل میں صرف شیث (علیہ السلام) پیدا ہوئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی اولاد میں نورِ محمدی علیہ التحیۃ والثناء اُنہی کو منتقل ہوا تھا اس لیے ان کو اس شرف و عزت سے ہمکنار فرمایا گیا۔

قابیل و ہابیل کا قصہ

ان بچوں کے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ایک کا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے یا لڑکی سے عقد ہوتا تھا سب سے پہلے حمل میں پیدا ہونے والا قابیل اور اس کی بہن اقلیما تھے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن لبودا پیدا ہوئے تھے اور حکم الٰہی کے مطابق قابیل کی شادی لبودا سے اور ہابیل کی اقلیما سے ہونی تھی لیکن اقلیما حسن و جمال کا شاہکار تھیں اور لبودا کا حسن واجبی تھا چنانچہ اس تجویز پر قابیل و ہابیل کے درمیان شکر رنجی پیدا ہوئی اور بڑھتے بڑھتے معاملہ جدال و قتال تک پہنچ گیا یہاں یہ بات عرض کرنی ہے کہ ہم اس باب میں اولاد آدم کی ولادت کا ذکر کر رہے ہیں لہٰذا ان کے مرنے کے واقعات کا ذکر مناسب نہیں ہے اس لیے اس موضوع سے قطع نظر

ہم اپنے اصل موضوع کی جانب واپس ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ قابیل وہابیل کے قضیہ میں معاملہ یہاں تک پہنچا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا جس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا اس وقت جناب جبریل تعزیت کے لیے آئے اور اس کے ساتھ ایک بشارت بھی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل کے طور پر ایک فرزند عطا فرمائے گا جس کی نسل سے سیّد الانبیاء اور سیّد اولاد آدم ہوں گے۔

تیسرا باب

جناب شیث علیہ السلام کے حالات زندگی

پہلی فصل جناب شیث کو اخلاق نور محمدی کی تفویض ہوا اور ان کی اولادوں کی عمر کے تعین کے بیان میں علمائے فن تاریخ کا بیان ہے کہ جناب آدم صفی اللہ اور جناب حوا، ایک دن ایک پُرفضا مقام پر بیٹھے تھے کہ وہاں صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ رواں دواں نظر آیا یہ پُرفضا مقام اور وہاں جنتی چشمہ نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا۔ اس چشمے کی روانی کے ساتھ جناب جبریل امین بھی ملائکہ کی جماعت کے ساتھ آئے ان ملائکہ کے ہاتھوں میں جنتی میوہ جات و خوا کہات سے بھرے ہوئے طبق تھے۔ ان حضرات نے آتے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو السلام وعلیکم یا ابا محمد کہہ کر سلام کیا کیونکہ جناب آدم جنت میں اس کنیت کے ساتھ پکارے جاتے تھے۔

جبریل نے ان طبقوں کی طرف اشارہ کر کے آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ ان پھلوں اور فواکہات کو پہچانتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ جنتی میوے ہیں جن کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ مجھے مرنے سے پہلے انہیں عطا فرمایا جائے۔ فرشتوں نے کہا کہ رب تعالیٰ نے اب یہ تمہیں عطا فرمائے ہیں ان کو کھایئے تاکہ نطفہ محمدی علیہ التحیہ والثنا جو آپ کی صلب میں ہے کا نور بربان زیادہ ہو اور اس جوئبار جنت میں غسل فرما کر جناب حوا سے صحبت فرمایئے کیونکہ اب اس نور مقدس کے منتقل ہونے کا وقت آگیا ہے۔

نورِ محمدی کا منتقل ہونا جبریل امین اور دوسرے فرشتوں کے کہنے کے مطابق آدم و حوا علیہما السلام نے عمل کیا پہلے جنتی میوے کھائے جناب حوا سے ہمبستر ہوئے۔ نہر جنت میں

غسل کرکے بہشتی خوشبوؤں سے استفادہ کرکے حسن وجمال فضل وکمال اعلیٰ منصب حاصل کیا اور اس نور کے ظہور کی علامت یہ ہوئی کہ شرق سے غرب تک ان کے نور سے منور ہوگیا اور جناب حوا سے صحبت کے نتیجہ میں نور محمدی جناب آدم سے حضرت حوا کو منتقل ہوگیا اور فرشتوں کی توجہ جناب آدم سے حضرت حوا کی طرف منتقل ہوگئی اور تمام اعزاز واکرام حضرت حوا کے حصہ میں آگئے جب آدم علیہ السلام کے بارگاہ احدیت میں اس رویہ کی شکایت کی تو جواب الٰہی ہوا اے آدم یہ مقام شکایت نہیں یہ سب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں آج تک یہ نور تمہارے پاس تھا تو سب تمہارے تابع فرمان تھے اب یہ نور رحم حوا میں جلوہ گر ہے تو ملکوت و جبروت کے عالم کے بادشاہ اور رعایا ان کے تابع فرمان ہیں۔ اور صفحہ خاطر پر ان کی صحبت کے نقوش ثبت کر رہے ہیں۔

اے نور تو منظور دل و جاں ہمہ — روئے آیت رحمت تو درشاں ہمہ
شاہاں سراپردہ ملک و ملکوت — در پیش تو خادم تو سلطاں ہمہ

کہا گیا ہے کہ اس نور سراپا کے منتقل ہونے سے حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت تک اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال دوسری روایت کے مطابق سو سال تک ابلیس لعین کو سرگرداں اور پردوں کے پیچھے مقید کر دیا گیا۔ اسی طرح ان کی ولادت سے روز بلوغ تک کے لیے بھی اس کو قید کر دیا گیا اور نور نبوی محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی جبیں سعادت سے جمال اقبال کے مطلع سے آفتاب کی طرح چمکتا تھا اور مشرق ان کے فضل وکرم سے روشن تھا۔

آدم علیہ السلام کے یہ فرزند فضل وکمال حسن وجمال صوری ومعنوی محاسن میں اپنے سب بھائی بہنوں پر فوقیت رکھتے تھے اور جناب ابو البشر کی محبوب ترین اولاد تھے اور ظاہری وباطنی حُسن میں اپنے والد کا مرقع تھے۔

شیث کی وجہ تسمیہ جناب آدم علیہ السلام نے ان کا نام شیث رکھا تھا لیکن یہ اوریا کے لقب سے بھی پکارے جاتے تھے سریانی زبان میں شیث کے معنی ہیبت الٰہی کے ہیں اسی طرح سریانی میں اوریا کے معنی معلم کے ہیں کیونکہ سب سے پہلے فرد جو تعلیم وتعلم مسائل شرعیہ کی جانب متوجہ ہوئے وہ جناب شیث ہی تھے۔

جناب شیث سے عہد لیا گیا۔ جب جناب شیث سن بلوغ کو پہنچے تو وہ فضل وکمال حسن وجمال

کا پیکر تھے اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جبیں مبارک میں درخشاں و تاباں تھا ایک دن جناب جبریل نے آکر آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ کل شیث کو بڑے حوض کے پاس لے کر آئیں میں بھی فرشتوں کے ساتھ وہاں موجود ہوں گا تاکہ ان سے اس نور کامل السر در کے سلسلہ میں عہد و میثاق لیا جائے۔

دوسرے دن آدم علیہ السلام حضرت شیث کو لے کر وہاں آئے۔ روح القدس ستر ہزار ملائک مقربین کے ساتھ وہاں موجود تھے اور ایک عہد نامہ جناب شیث علیہ السلام سے لیا۔ یہ عہد نامہ یاقوتی قلم سے جنتی حریر کے حلہ پر لکھا گیا اور اس پر ملائکہ کی شہادت لی گئی اور اس حریر کو لپیٹ دیا گیا جس کو جبریل امین نے اپنی مہر سے سر بمہر کیا۔

اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد حق تعالیٰ نے دو سبز حُلّے اپنی قدرت کاملہ سے جناب شیث کو پہنانے کے لیے مرحمت فرمائے۔ یہ حُلّے ایسے روشن اور منور تھے کہ آفتاب کی روشنی ان کی روشنی کے سامنے ماند پڑ گئی اس عہد نامہ کا مضمون یہ ہے۔

عہد نامہ کا مضمون

"اس نور کی حفاظت میں سعی بلیغ کریں گے۔ اور اس نور کو اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کو منتقل کیا جائے گا"

تابوت سکینہ

تابوت سکینہ جس میں کہ انبیاء علیہم السلام کی شبیہیں تھیں وہ بہشت سے لا کر حضرت آدم کو تفویض کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اس عہد نامہ کو تابوت میں محفوظ کر دیا جائے۔ اور عہد نامہ میں یہ بھی لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ اسی طرح نسلاً بعد نسل لکھا جائے اور ان عہد ناموں کو اسی تابوت میں محفوظ رکھا جائے۔ اور انبیاء و اصفیاء کی تحویل میں رکھا جائے۔ یہ بات واضح ہو جائے کہ اس عہد نامہ کی کتابت جس طرح کہ بیان کیا گیا سلسلہ بہ سلسلہ ہر دور میں بعد از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب شیث کے دور سے قید زیں اسماعیل علیہ السلام کے دور تک جاری کیا۔ اور حمل کے سلسلہ میں اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کی پابندی قید ز سے جناب عبداللہ بن عبد المطلب تک رہی اور وصیت کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ یہاں یہ بات قابلِ وضاحت ہے کہ جب بھی یہ نور صلب سے رحم میں منتقل ہوتا تو شیطان کو قید کر دیا جاتا اور یہ سلسلہ اس فرزند گرامی کے سن رشد کو پہنچنے تک رہتا۔ اور یہ امر اعتقادی اور محقق ہے کہ اس نور مبارک کی منتقلی عقد نکاح کے بعد ہوتی۔ جس طرح کہ آج اسلامی معاشرہ میں مروج ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد یا ان کی بیویوں میں کوئی بھی کسی اخلاقی کمزوری میں ملوث نہیں ہوا اور یہی بات ہر مرحلہ پر مدِ نظر رکھنی چاہیئے اس بات کو مکرر رکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ۔

عہدِ الٰہی اولادِ آدم و خطاب الست بربکم

دوسری فصل :- اس سلسلہ میں جناب مصنف نے مربوط اور مفصل گفتگو اپنی کتابوں بحرالدُر اور قصص التنزیل میں کی ہے لیکن ان کا خلاصہ سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرتِ پاک کے ذیل میں جس میں کہ میثاق اور سلسلہ توالد جو ظہور انسانی کا اصل مقصود تھا بیان کیا جائے گا ۔

قرآنِ کریم فرماتا ہے :- واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علیٰ انفسھم الست بربکم قالوا بلیٰ "جب باری تعالیٰ نے بنی آدم کی ذریّت کو ان کی پشتوں سے نکالا اور انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بنا کر دریافت فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، سب نے کہا "ہاں"۔

اس واقعہ کی تفصیل جو روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے معلوم کیا کہ اے آدم من خلقک تمہیں کس نے پیدا کیا۔ انہوں نے جواب دیا انت یارب، اے رب تو نے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فاسجدلی، مجھے سجدہ کرو، یہ سنتے ہی حضرتِ آدم سربسجود ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا خطاب ہوا، مَیں تم سے عہد لیتا ہوں جو حکمت کے قواعد کے استحکام اور عقدِ محبّت کے دوام کا سبب بنے ۔ آدم علیہ السلام کو یہ بات دل و جان سے محبوب ہوئی عرض کرنے لگے کہ یہ جان جو مَیں رکھتا ہوں تیری راہ میں حاضر ہے ۔

حجرِ اسود کی دُنیا میں آمد :- رب کریم کے حکم سے حجرِ اسود کو لایا گیا۔ یہ جنت کے یاقوتوں میں سے تھا جو برف سے زیادہ سفید تھا اور اس کی چمک دمک آفتاب سے زیادہ تھی لیکن یہ اب مشرکین کے ہاتھ لگنے

سے سیاہ ہوگیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر اس کو مشرکین کے ہاتھ نہ لگتے تو وہ سیاہ نہ ہوتا اور اس میں یہ خاصیت بھی تھی کہ اگر اس کو بیمار مس کرتے تو شفا یاب ہو جاتے۔ (شافی مطلق نے اس میں یہ اثر رکھا تھا۔)

اس واقعہ میں ارباب باطن کے لیے ایک تنبیہ ہے کہ ان کے قلوب کے آئینہ پر اغیار کی نظریں نہ پڑتیں تو قلب نورانی رہتا اور اس کی صفاتی کدورت میں تبدیل نہ ہوتی۔ قطعہ:۔

بایں مبیں کہ تو خاکی و خاک تیرہ بود	بداں نگر کہ تو آئینہ رخ جاں را
بگیر صیقلۂ عشق و زنگ تن نبرد ائے	مبیں در آئینہ جاں جمال جاناں را

القصہ جب فرشتے فرمان الٰہی کے مطابق حجر اسود کو بہشت سے لائے اور حق تعالیٰ نے ذریت آدم کو صلب آدم سے نکالا تو ان سے عہد لیا اور عہد نامہ تحریر فرمایا اور حجر اسود کے سپرد فرمایا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام ہر سال طواف کعبہ اور مناسک حج کی ادائیگی کے لیے مکہ تشریف لاتے۔

ایک بار مراسم زیارت ادا کرنے کے بعد کوہ عرفات جو وادی نعمان سے مشہور ہے کے دامن میں آئے، آرام کرنے لگے تو خواب میں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کے بدن کو چھویا۔ اسی وقت آپ کی ذریات کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ اسی دن سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے سلسلہ توالد و تناسل کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا دست طلب اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کے دامن تک پھیلنے لگا۔ فقیر کہتا ہے:۔

دست کرم چوں در احساں کشاد	غلغلہ در عالم جاں اوفتاد
کوکبۂ حضرت عزت رسید	گوش دل آوازہ رحمت شنید
ساختہ سلطان قدمے مجلسے	صیت کرم دادہ بھر مفلسے
مشت گدا بیں کہ فرو ریختند	دست بذیل کرم آویختند
ہر چہ نشستۂ اے بے خبر	این رہ عشق است قدم کن زسر

شیخ ابوبکر قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ید قدرت کے ایک لمس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد بطناً بعد بطناً جو بھی قیامت تک اس کائنات پر آنیوالی ہے۔ بیٹا باپ

سے اور باپ دادا سے اور اسی طرح جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام تک ایک لمحہ میں پونہ محی لمحہ بیت کے یہ تھا عدم سے وجود تک حضرت آدم کی نگاہوں میں آگئی۔ حتیٰ کہ ہر ایک فرد کے ایام نطفگی عقلگی، مضغگی سے لے کر بلوغ اور کمالِ عقل کے تمام مراحل سے متعارف کرا دیا۔ اور آپ تمام منازل کو عبور کرنے لگے۔ چنانچہ ہر انسان اس کی قدرت کی صنّاعی کو اپنی ذات میں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے فرمایا۔ ظھور ھم۔ لیکن ظھورہٗ نہیں فرمایا۔ چونکہ نسل آدم کا سارا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا۔ اس لیے تمام نسل انسانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیّت کے کمالات اور صنع و قدرت کی گواہی کے لیے طلب فرمایا اور کہا الست بربکم۔ تمام مخلوق نے از روئے صدق و یقین گواہی دی اور کہا، قالوا بلیٰ۔ جب یہ لوگ دنیا میں آئے تو اس جہاں کے تعلقات میں الجھ جانے کی وجہ سے اُس جہاں کے عہد و پیمان کو فراموش کرتے گئے۔ ان کے کانوں میں غفلت کے پردے دبیز ہوتے گئے۔ لیکن عارفانِ حق جو ماسویٰ سے مجرّد ہیں۔ ابھی تک اس صدائے حق کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

اگرچہ دردی و دردِ تو می برد ہوشم   گماں مبر کہ محبّت شود فراموشم
شنودہ ام زلبت دراَزل حدیثے چند   ہنوزِ لذتِ آوازتست در گوشم

الغرض اس طرح نسلِ انسانی کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال جونہی حضرت آدم علیہ السلام اس خواب سے بیدار ہوئے۔ تو آپ نے اپنے دایاں ہاتھ دیکھا تو نورانی چہروں کی صفیں نظر آئیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اصحاب الیمین جنت میں جانے والے ہیں۔ یہ صاحبِ عزت لوگ آپ کی نسل سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی ھٰؤلاء فی الجنۃ ولا ابالی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بائیں طرف دیکھا تو سیاہ رو لوگ نظر آئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ اصحاب الشمال اللہ کی رحمت سے محروم لوگ ہیں۔ اللہ کی طرف سے آواز آئی۔ ھٰؤلاء فی النار ولا ابالی۔

سرورِ کائنات علیہ السلام سے خطابِ الٰہی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو کس نے پیدا کیا۔ حضور علیہ السلام نے عرض کیا تیری ہی ذات نے میری تخلیق فرمائی۔ دوسری مرتبہ دریافت کیا گیا کہ آپ کا پروردگار کون ہے۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا تیری ذات ہی پروردگار ہے خطاب باری ہوا کہ اپنے پروردگار کو سجدہ کیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً بارگاہ احدیت میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اس وقت خالق کائنات نے فرمایا اے حبیب آپ سے ایک عہد و میثاق لینا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا میں عہد و میثاق کیلئے حاضر ہوں۔ حکم ربی ہوا کہ آپ اس پتھر (حجر اسود) پر ہاتھ رکھیں۔ حضور علیہ السلام نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ

انبیائے کرام سے میثاق اس قسم کا عہد حضور علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء سے لیا گیا اور یہی سوالات حضرت نوح علیہ السلام سے بھی کئے گئے تمام انبیاء سے سجدہ بھی کرایا گیا اور ان سے حجر اسود پر عہد بھی لیا گیا۔ اس عہد و میثاق کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا انبیاء سے تعارف کرایا گیا کہ یہ نبی آخر الزمان جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں میں آخر زمانہ میں مبعوث فرماؤں گا اور تم ان کا ذکر اپنی کتابوں اور صحیفوں میں دیکھو گے تم سب ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت و مدد کرنا۔ ان سب نے وعدہ کیا اور حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر عہد کیا۔ قرآن فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ٥

انبیاء سے عہد و میثاق کے بعد تمام ذریت جو نبیوں کی مانند امڈ آئی ان سے بھی رب تعالیٰ نے اپنی خالقیت و ربوبیت کے متعلق سوال کیا اور ان سب نے اللہ کی خالقیت کا اقرار کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اپنے اقرار میں سچے ہو تو میری بارگاہ میں

سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر کفار و منافقین کی گردنیں سیدھی رہیں اور سجدہ نہ کر سکے۔

محمد بن عتبہ فرماتے ہیں کہ مومن تو تعمیل ارشاد میں سربسجود ہو گئے لیکن کافر سجدہ نہ کر سکے جب سجدہ کرنے والوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک جماعت نے ان کا ساتھ نہیں دیا ہے۔ یہ ساجدین دو گروہ میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے دوسرا سجدہ شکر ادا کیا اور دوسرے گروہ نے دیکھا کہ ایک جماعت نے سجدہ نہیں کیا ہے تو وہ اپنے پہلے سجدہ پر پشیمان ہوئے اور دوسرا سجدہ شکر ادا نہ کیا۔ اسی طرح اس گروہ کے لوگ جو سجدہ نہ کر سکتے تھے دو گروہوں میں بٹ گئے ایک تو وہ جو پہلا سجدہ کرنے پر شرمندہ تھے انہوں نے دوسرے سجدہ میں ساجدین کی موافقت کی اور دوسرا گروہ جو اپنے سجدہ نہ کرنے پر مصر رہا۔

حاصل کلام یہ کہ تمام ذریت چار گروہوں میں تقسیم ہو گئی ایک وہ جنہوں نے دو سجدے کئے دوسرا وہ جنہوں نے ایک بھی سجدہ میں موافقت کی اور دوسرے میں مخالفت اور چوتھا گروہ جس نے اس کا الٹ کیا۔

روزِ الست میں مومن اور کافر میں امتیاز

جنہوں نے کہ دونوں سجدے کئے وہ مومن جیے اور مومن مرے اور جنہوں نے کوئی سجدہ نہ کیا وہ کافر جیے اور کافر مرے اور جنہوں نے پہلا سجدہ کیا اور دوسرا سجدہ نہ کیا وہ مومن ہو کر جیے اور کافر ہو کر مرے لیکن جن لوگوں نے پہلا سجدہ نہ کیا اور دوسرے سجدہ میں ساجدین کا ساتھ دیا وہ ابتدائی زندگی میں کافر رہے لیکن آخر وقت دائرہ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

نماز میں دو سجدوں کی وجہ

کہا جاتا ہے کہ نماز میں دو سجدوں کی وجہ سے ہوئی جو ذریت آدم (علیہ السلام) نے روز میثاق کئے تھے کہ آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں بعض کو سفید اور نورانی بعض کو سیاہ و تاریک دیکھا بعض کو تندرست اور بعض کو بیمار بعض کو خوش و خرم اور بعض کو ملول و افسردہ بعض کو مالدار اور بعض کو فقر و فاقہ کا شکار دیکھا۔ انبیاء علیہم السلام کو چراغوں کی مانند چمکتا پایا اور علماء کو ستاروں کی مانند جگمگاتے دیکھا۔

اصحاب یمین کو سفید اور اصحاب شمال کو سیاہ پایا تو دریافت کیا الٰہی یہ کون لوگ ہیں۔ خطاب الٰہی ہوا کہ یہ جو چراغوں کی طرح چمک رہے ہیں یہ تمہاری ذریت میں پیدا ہونے والے

نبی ہیں اور یہ جو ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں یہ وارث انبیاء تمہاری ذریت میں پیدا ہونے والے علماء ہیں اور یہ سفید نظر آنے والے تمہاری ذریت کے نیک بخت ہیں اور یہ سیاہ اور تاریک اصحاب شمال تمہاری امت کے نافرمان ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ

قصص الانبیاء اور دوسری روایتوں کے مطابق جماعت انبیاء میں بعض آفتاب کی مانند بعض ماہتاب کی طرح بعض چمکتے دمکتے سیاروں کی طرح بعض شمع اور بعض چراغ کی مانند تھے، ان کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آفتاب سے مراد ذات پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، چاند اور دوسرے بڑے ستاروں سے مراد دیگر انبیاء علیہم السلام تھے، شمعیں و چراغ علمائے زاہد و عابدین تھے سفید تمام مسلمان اور سیاہ رو کافر تھے۔ اس کے بعد اہل سعادت کو بشارت دی گئی ھولاء فی الجنۃ ولا ابالی اور اہل شقاوت کے لئے فرمایا گیا ھولاء فی النار ولا ابالی۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی تو نے سب کو یکساں کیوں نہ بنایا خطاب الٰہی ہوا کہ ہماری مشیت اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ جو ہماری نعمتوں کا حقدار بنے ہماری شکر گزاری کرنے والا ہو اور ہم ان پر اپنی نعمتیں اور رحمتیں فرمائیں اور انہیں طرح طرح کی نوازشوں سے آراستہ و پیراستہ کریں۔ اے آدم ہم نے آسمان کو پیدا کیا، وہاں رہنے کے لئے ہم نے ملائکہ کو پیدا کیا زمین کو بنایا اس میں بسنے والے پیدا فرمائے جنت کو بہترین نعمتوں سے مزین فرمایا اس کے ایک گروہ کو نامزد فرمایا دوزخ میں مختلف قسم کی سزاؤں کا انتظام کیا، اس کے لئے ایک گروہ معاندین و منکرین کا بنا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی تو نے مخلوق کے ہر گروہ کو کسی نہ کسی جگہ کے لئے مقرر فرمایا۔ مجھے کس گروہ میں رکھا ہے، خطاب الٰہی ہوا اے آدم تجھے ہم نے خاص اپنی ذات قدرت کے لئے پیدا فرمایا تاکہ تو ہمیشہ ہماری یاد میں مشغول رہے اور ہمیں فراموش نہ کرے۔

ہر کسے مشغول کارے گشت و بارا کار تو	ہر کسے را در جہاں یارے و مارا یار تو (مثنوی)
جملہ سرمستند و کس شہہار نیست	در دو عالم ذرہ بیکار نیست
حلق بکشادہ کہ اے باراں بیا	جملہ ذرات جہاں ہمچوں گیا

در خیال او ہمہ جاں میدہند
تا باو واصل شوند از خود رہند

داؤد علیہ السّلام کا مقام نبوّت

منقول ہے کہ روز الست (اصحاب یمین) دائیں بازو والوں میں ایک فرزند جو جس صورت و سیرت میں دوسروں سے ممتاز تھے اس اعزاز و اکرام کے باوجود مصروف گریہ تھے اور ان کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگی تھیں آدم علیہ السلام جو خود بھی زخم خوردہ تھے ۔ انہوں نے جب فرزند جلیل کو روتے دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور جناب جبرائیل سے ان کی بابت معلوم کیا تو جبرائیل نے بتایا کہ یہ آپ کے جلیل القدر فرزندوں میں سے ہیں جن کا نام داؤد ہے اور پیغمبر مرسل ہیں آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے رونے کا سبب کیا ہے ، جبرائیل نے بتایا کہ ایک لغزش کے سبب ان کی عمر سے چالیس سال کم ہو گئے ۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ میری عمر کے کتنے سال باقی ہیں جبرائیل نے بتایا ایک ہزار سال آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی عمر سے انہیں چالیس سال دیتا ہوں اور بارگاہ احدیت میں مصروف دعا ہوئے الٰہی میں نے اپنی عمر سے اس فرزند جلیل کو چالیس سال دیئے ۔ یہ دعا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئی اور خطاب الٰہی ہوا اب ان کی عمر سو سال ہوگی ۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نو سو ساٹھ ۹۶۰ سال عمر آدم کے گزرے تو جناب عزرائیل آدم علیہ السلام کی قبض روح کے لیے آ گئے ، آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ وعدہ الٰہی میرے لئے ایک ہزار سال مقرر ہے ابھی تو چالیس سال باقی ہیں ، عزرائیل نے ان کو داؤد علیہ السلام والا واقعہ یاد دلایا لیکن آدم علیہ السلام کو مزید چالیس سال مزید عطا فرما دیئے اور جناب داؤد کے لئے بھی وہ چالیس سال باقی رکھے لیکن اس کے بعد یہ حکم نافذ ہوا کہ آئندہ نہ کسی کی عمر میں کمی کی جائے نہ زیادتی ۔

عاشقانِ الٰہی کی آرزو

کہا جاتا ہے کہ اس دن مخلوق کو خالق نے حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنے لئے جو پیشہ و حرفہ مناسب سمجھے منتخب کرے اور مال و دولت جاہ و منصب چاہتا ہے طلب کرے اور ہر شخص کو اس کی مرضی کے مطابق جو مانگا ملا لیکن ان میں سے ایک گروہ نے اس اعلان پر کوئی توجہ نہ دی اور جاہ و منصب مال و منال پیشہ و حرفہ کچھ طلب نہ کیا جب ان سے

دریافت کیا گیا تو کہنے لگے اے خالق ہمیں دنیا اور اس کے علائق کا کیا کرنا ہے، ہمیں اس کی رنگینیوں اور آرائشوں سے محفوظ فرماوے، ہمارے لئے تو تیرے در پر پڑا رہنا ہی کافی ہے اور تیرے عرفان کی لذت کے علاوہ ہمارے لئے کوئی چیز اچھی نہیں۔

کارے ندارم در جہاں جز خدمت ساقی خود اے ساقی افزوں دہ قدح تا دارہم از ننگ و بد
ہر آدمی را در جہاں حق آورد در پیشہ در پیشہ بے پیشگی کرداست مارا نامزد
کارے زما ور خواہد او زاں پیشہ مارا ندہد او اندر سرے کایں پرور در وے کی ماند خرد

خطاب الٰہی ہوا اپنے عزت وجلال کی قسم دنیا میں کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جو میری رزاقی سے محروم رہے ہیں زمین و آسمان کو اپنی مخلوق کے رزق کا ضامن بناتا ہوں اور ان کے کھانے اور پینے کی ضروریات بغیر کسی کمی کے اس کو عطا فرماؤں گا مثلاً سب بنتے اور سینے میں میرا بندہ پہنیگا اور دوسرے کنوئیں، کھود کر پانی دستیاب کریں گے اور میرا بندہ پانی پیئے گا۔

اے بندہ ہمیں گرنیر و خود را بلہ کن
گر شاہ جہانت نہ کنم بس گلہ کن

نقل کیا گیا ہے کہ جب اولاد آدم علیہ السلام سے عہد و میثاق لئے گئے اور جانبین میں عشق و محبت کے روابط بڑھے اس کے بعد ایک عہد نامہ لکھا گیا اور حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر عہد کرایا گیا اس دن بھی جسم انسانی میں دو آنکھیں دو کان اور منہ میں زبان تھی حکم الٰہی ہوا کہ زبان کھولو جب منہ کھولا تو اس میں حجبت (دلیل) کو داخل فرمایا گیا اور اس کو حکم دیا گیا جو کوئی اس دار دنیا میں وفا کرے اور بمقتضائے امر الٰہی الحجر یمین اللہ اس عہد کا احترام کرے تو روز قیامت اللہ رب العالمین اس کی وفاداری کی گواہی دے اور اس سے نئے عہد و پیمان کی توثیق فرمائے گا۔

انسانوں کو ضروریات زندگی کی ضمانت

نقل کیا گیا ہے کہ جب فرشتوں نے ذریت آدم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی کثرت اژدہام کی وجہ سے متعجب ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے کہ اس تمام مخلوق کے لئے مکان و باغ دوکان سرائے اور دوسری ضروریات زندگی کی احتیاج ہوگی اور زمین میں ان سب کی ضروریات کو پورا کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا میں ان کی آمد بیک وقت نہ ہوگی بلکہ یہ نوبت بہ نوبت دنیا میں آئیں گے ایک آئے گا

اور ایک جائے گا ۔ دریں منزل صدائے آبنوسی
گہی ماتم بود گاہے عروسی

عزیزوں کی موت کا فلسفہ ملائکہ نے عرض کیا کہ پہلوں کا جانا موجودوں کی موجودگی کو مستفیض کردے گا یعنی ماں باپ بھائی اور دوستوں کو دیکھیں گے کہ ان کی زندگی کا درخت باد صرصر کے جھونکوں سے اکھڑ جائے ان کا عیش مکدر ہو جائے گا رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں غفلت اور طول امل کو ان پر مسلط کروں گا تاکہ اپنے قلبی دوستوں اور عزیزوں کو پیوند خاک کردیں اور ذرہ برابر بھی اس سے متاثر نہ ہوں۔ شیخ فریدالدین عطار نے فرمایا

عزیزا غم نگر غمخواریت کو ۔ چو بار عمر شد بیداریت کو
بیا اے دل سخن بپذیر آخر ۔ زچندیں رفتہ عبرت گیر آخر
چو بر خاک ذادستی زمادر ۔ بریں پستی چہ سازی باغ و منظر
چو شخصیت شیب خواہد گشت درخاک ۔ سر منظر چہ افروزی برافلاک
میان چو بندگان بربند محکم ۔ کہ نبود بے غمی فرزند آدم
الا اے غافلی او فتادہ از راہ ۔ بخواہی مرد غافل وارد راہ
بغفلت میگذاری زندگانی ۔ دریغا گر چنیں غافل بمانی

عہد و میثاق کے سلسلہ میں لطائف و نکات

(پندرہ لطائف)

پہلا لطیفہ: شرح تعرف اور زہرۃ الریاض کے علاوہ اور کتابوں میں لکھا ہے کہ مومن کے لئے سزاوار نہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے احکام کی خلاف ورزی کرے اور کافر کے لئے مناسب نہیں کہ وہ داد و دہش یا رفاہی کاموں کے کرنے پر انعام اکرام کی توقع کرے اہل تحقیق نے اس سلسلہ میں باریک بینی سے کام لیا ہے ان کا کہنا ہے کہ روز الست صلب آدم علیہ السلام میں مومن و کافر سعید و شقی سب ایک جگہ تھے ۔ کافروں کے کفر کی تاریکی مومنوں پر چھا جاتی اور مومنوں کے اقرار توحید کا نور کافروں پر ضو فگن ہوتا اور مسلمانوں سے صدور گناہ کی

کی تحریک کافروں کی مصاحبت (جو صلب آدم میں حاصل تھی) کی وجہ سے ہوئی اور کافروں کو رفاہی اعمال خیر میں سبقت مسلمانوں کی مصاحبت کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

کفّار کی نیکیاں اور مسلمانوں کی لغزشیں

قیامت کے دن حکم الٰہی ہوگا اے مسلمانوں جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئی ہیں وہ کافروں کی معصیت کے اثرات کی وجہ سے ہوئی ہیں لہذا وہ خطائیں ان کے حساب میں محسوب ہوں گی، اسی طرح کافروں سے جو اعمال خیر صادر ہوئے ہیں وہ تمہاری قربت کا نتیجہ ہیں لہذا وہ کام تمہارے اعمال میں شامل کر دیئے جائیں گے اور اس سلسلہ میں یہ کلیہ دلالت کر رہا ہے کل شیء یرجع الی اصلہ ہر شے اپنی اصل کی جانب لوٹتی ہے۔ مسلمانوں کی معصیت کافروں کے دفتر حساب میں اور کافروں کی نیکیاں مسلمانوں کے دفتر اعمال میں لکھ دی جائیں گی، رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان یوم القیٰمۃ یعطی لکل مومن یہودی او نصرانی نقبل ھذا فداک فی النار بیشک قیامت کے دن ہر مومن کو ایک یہودی یا نصرانی دیا جائے گا اور اس مسلمان سے کہدیا جائے گا کہ نار دوزخ سے نجات کے لئے یہ تیرا فدیہ ہے اور یہ دلیل محکم ہے۔

اس سلسلہ میں یہ مثال دی جاسکتی ہے کہ مشک کی تجارت کرنے والے شاہراہ میں چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف سے مشک کی خوشبو چھپانے کے لئے ساتھ میں ہینگ رکھ لیتے ہیں اور اس کو مشک میں ملا دیتے ہیں تاکہ مشک کی خوشبو ہینگ سے مغلوب ہوجائے اور یہ چوروں کی دستبرد سے محفوظ ہوجائے اور جب وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں تو وہ چمڑے کا دسترخوان بچھا کر خوشبوؤں کے امتیاز سے دونوں کو الگ کر لیتے ہیں۔

بلاتمثیل و تشبیہہ رب کریم قیامت کے دن حکمت کا دسترخوان بچھا کر بندوں کے اعمال سے ایمان کے مشک کو گناہوں کی ہینگ سے علیحدہ فرمائے گا۔ جب عنایت کی نسیم چلتی ہے تو بقیہ مشک کو بھی وہ ہینگ کی بو سے ممتاز کر دیتی ہے اور اصل کو نقل سے ممتاز کر دیتی ہے۔

کافروں کی بھلائیوں اور نیکیوں کی شاخیں جو مسلمانوں کے ایمان کا سرچشمہ تھیں اپنی اصل کی رجوع کریں گی اس طرح وہ غلطیاں اور لغزشیں جو مسلمانوں سے سرزد ہوئیں

وہ کافروں کے تخم ناپاک کا پودہ تھے وہ بھی اپنی اصل کی بوئیں گی۔

دوسری مثال: روح جو عالم بالا سے متعلق ہے اور جسم عالم سفلی (دنیا) سے تعلق رکھتا ہے۔ روح سے بادشاہ کی طرح دارالملک ملکوت سے اس خاکدان عالم لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا اور ویرانہ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا پر گذر فرمایا تو تن و بدن کا خطہ اس کے قدوم میمنت لزوم سے معمور ہو گیا اور اس لطیف روح کو اس کثیف جسم کے ساتھ مکمل طور پر امتزاج حاصل ہوا لیکن جب لوٹ کے جھکڑ عصیاں و بداعمالی کے میدان میں چلنے شروع ہوتے ہیں تو روح لطیف کو بدن کثیف سے ممتاز کر کے روح کو اپنی منزل کی جانب لوٹا دیتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور بدن کو اپنے اصل مرکز پر چھوڑ دیتے ہیں۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَمِنْهَا نُعِيْدُكُمْ اسی سے ہم نے تجھ کو بنایا اور اسی میں تجھ کو لوٹائیں گے۔

اشارہ: کافر جب قالب آدم میں تھے تو ان کی موجودگی سے جناب آدم کو کوئی تکلیف نہ تھی، اسی طرح خانہ کعبہ میں جب بُت رکھے ہوئے تھے تو ان کی موجودگی سے خانہ کعبہ کی عزت و حرمت کو کوئی خطرہ نہ تھا اسی طرح اگر معاصی اور لغزشیں اگر کسی مسلمان کے نامہ اعمال میں ہوں تو اس کو ان معاصی سے کوئی نقصان نہ ہوگا اور یہ بات کرم خداوندی سے بعید نہ ہوگی۔

دوسرا لطیفہ: اگر حق تعالیٰ دریافت فرماتا کہ تم کون ہو یا کس سے ہو اگر وہ ان الفاظ میں دریافت فرماتا تو جواب آسان ہوتا کیونکہ ممکن الوجود یا فانی کے لئے یہ جاننا یا اپنی بابت خبر دینا آسان ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کون ہے یا کس سے ہے لیکن اگر باری تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں سوال کرتا کہ میں کون ہوں؟ کس سے ہوں۔ کونین میں کس کو اس بات کا یارا تھا چاہے وہ ملک مقرب ہوتا یا نبی مرسل کہ وہ یہ کہہ سکتا وہ میں ہوں یا تو مجھ سے ہے، چونکہ سوال مشکل تھا اس لئے تلقین جواب بھی اس خالق و مالک وحدہٗ لاشریک ازلی ابدی کی شان کے لائق تھی لہٰذا اس نے جواب بھی بتا دیا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

تیسرا لطیفہ: اگر وہ ذات باری اس طرح سوال فرماتا کہ تم وہ ہو جو مجھ سے ہوا اور سب اس کے جواب میں بلیٰ (ہاں) کہہ دیتے تو کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ دوست بھی اسی کی طرف سے

ہیں اور دشمن بھی اسی کی وجہ سے کیونکہ مالک اگر اپنی ملک کو دوست رکھے یا اس کو دشمن جانے اس سے ملکیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا لہذا اس نے بتایا کہ نہیں ہیں تمہارے لئے ہوں تاکہ سوال وجواب کا فائدہ حاصل ہو جائے اور مخلوق یہ جان لے کہ یہ بات مستحسن نہیں کہ یہ حق کے لئے ہوں بلکہ خوبی تو یہ ہے کہ حق ان کے ساتھ ہو اور ان کے لئے ہو۔

چوتھا لطیفہ: اگر خالق عالم یہ سوال کرتا کہ تم میری آن سے ہو تو یہاں یہ خیال پیدا ہوتا کہ بادشاہ اپنی حکومت پر نازاں رہے لہذا اس نے ایسے الفاظ میں سوال فرمایا کہ اس شبہ کا ازالہ ہو جائے اور ملک و ملک پر نازاں ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ خلقتکم لتربحوا عنی لاربح عنکم

نا فریدم کز شما سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

پانچواں لطیفہ: اگر سوال ان کی بندگی کے بارے میں ہوتا تو وہ ترس سے پگھل جاتے کہ وہ ہم سے اقرار نہیں چاہتا بلکہ عہد نامہ لکھوانا چاہتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس لئے یہ انداز اختیار کیا جیسا کہ قرضخواہ قرضدار سے کرتا ہے اور اس سے وعدہ ویقین دہانی چاہتا ہے (وہ اپنی ربوبیت کی تو دلیلیں دیتا ہے لیکن ہماری عبدیت پر کوئی دلیل نہیں چاہتا) اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک مالدار کسی غریب سے یہ وعدہ کرے کہ میں نے تیری کفالت کی ذمہ داری لیلی اب تیری ضروریات روزانہ تجھ کو ملتی رہیں گی یہاں صرف یہ فرق پیدا ہوگا کہ صاحب حیثیت کسی غریب سے یہ وعدہ لے کہ میرے قرضے میں سے روزانہ مجھے اتنی اتنی رقم واپس کرتے رہنا۔

چھٹا لطیفہ: رب کریم نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا اور الست بعبدی "کیا تو میرا بندہ نہیں" کا سوال نہیں کیا۔ اس سوال میں ہمارا فائدہ مضمر ہے کہ اس نے اپنی ربوبیت کی زنجیر سے ہمارے انفصال کو قوی کیا اور ہماری عبدیت سے اس کو ملحق نہ فرمایا تاکہ بندگی کی کمزوریوں سے ذات باری سے ہمارا تعلق کمزور نہ ہو جس طرح ربوبیت میں نقصان نہیں اسی طرح ہمارا ذات باری سے تعلق بھی نقصان پذیر نہ ہو۔

ساتواں لطیفہ: اس رب کریم نے یہ سوال نہ کیا کہ میں کون ہوں تاکہ بندہ اس کی صفات

کے بیان میں متحیر نہ ہوا اور اس نے یہ بھی دریافت نہ کیا کہ تو کون ہے۔ اس کے جواب میں اگر بندہ کی خوبیاں ظاہر ہوجائیں تو اس میں غرور و تکبر پیدا ہوجاتا۔ اسی طرح اگر جواب میں کوئی کمزوری رہ جاتی تو اس پر یاس و ناامیدی طاری ہوجاتی یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس معبود نے زندگی کے وقت تیرے عیب کو ظاہر نہ فرمایا تو عرصات قیامت میں تیری کوتاہیوں کمزوریوں اور پسماندگی کو بھی کیوں آشکارا فرمائے گا۔

آٹھواں لطیفہ: اے درویش تیرے بارے میں اس قسم کے سوال میں اس کی کمال قدرت کا اظہار ہے کیونکہ جب سوال میں جواب کا پہلو شامل ہو تو اس سوال کا جواب آسان ہوجاتا ہے بلکہ ایک ہی کلمہ سے اس کا تسلی بخش جواب ممکن ہوتا ہے مثلاً اس نے دریافت فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں صرف ایک کلمہ بلیٰ سے اس کا مکمل جواب ہوگیا اور بارگاہ ایزدی سے ربوبیت و عبدیت کا رشتہ استوار کرلیا۔ جیسا کہ شریعت میں بھی مروج ہے مثلاً کوئی شخص دو اشخاص کی موجودگی میں اگر کسی عورت سے یہ کہے کہ تو میری بیوی ہے عورت 'ہاں' کہہ کر اس کا اقرار کرے تو ان دونوں کے درمیان رشتہ عقد استوار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح خالق عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی موجودگی اور کروڑوں گواہوں کے سامنے سوال کیا "کیا میں تمہارا معبود نہیں ہوں اور سب 'ہاں' کہہ کر اس کا جواب دیں۔ اس طرح اگر عقد توحید و شہادت ان کے درمیان واقع ہوجائے تو کوئی عجیب و غریب بات نہ ہوگی۔

نواں لطیفہ: عام طریقہ یہ ہے کہ اگر ولی اپنی کسی لڑکی کا کوئی مناسب رشتہ طے کرکے اس کو کسی کے عقد نکاح میں دیدیتا ہے اور شوہر امور خانہ داری کی ضروریات کے حصول میں مختلف جگہوں پر جاتا رہتا ہے، لیکن جب تک اس کا تعلق زوجیت اس عورت سے استوار رہے گا وہ دن کی مشغولیت سے فارغ ہوکر شام کو گھر واپس آجائے گا اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ رات گھر میں گزارے گا۔ اے درویش توجہ سے سن کہ بادشاہ ازل مالک کل جل و علا جس کی ربوبیت کی دلیل اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے اللّٰہ ولی الذین آمنوا اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا ولی (حافظ و ناصر) ہے اس خالق کائنات نے اپنی معرفت جلیلہ کو میثاق کے عہد سے ایمان کے عقد میں شہد اللّٰہ کی شہادت سے مقرر فرمایا اور کَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا کے خاندان میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى کے خطبہ سے ازدواج شادی کا

اعلان کیا ہو۔ لہٰذا یہ بشارت قابل مسرت و افتخار ہے کہ جب تک ایمان و محبت کا عقد ہمارے اور ذات باری کے درمیان باقی ہے باوجودیکہ ملہم زندگی کے ایام میں لغزشوں اور خطاؤں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ انجام کی شام اور موت کی شب کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یاد رہے گا۔ اور امید یہ ہے کہ ہم فراق کی شقاوت سے محفوظ اور اس کے وصال کی دولت سے بہرہ اندوز ہونگے۔

چنانکہ عاشق او یم زمرگ نیندیشیم — کہ مرگ زآب حیات است دوستر پیشم

چو وصل دوست میسر نہ گر دوم بے مرگ — زہر نوش چناں عاشق چنیں نیشم

اگر جمال نماید بوقت جان دادن — چہ جائے جان کہ زہر دو جہاں نا ندیشم

مرادلے است زخم و فراق او مجروح
مگر بدیدن رویش بر آورد ویشم

دسواں لطیفہ: جب ذریت بلیٰ کے جواب میں سامنے آئی اس وقت ملائکہ نے عرض کیا کہ ایسے ماحول میں جب کہ سوال کرنے والا تو خود ہی ہے تو سوال اس انداز کا ہو جس میں جواب کا پہلو پوشیدہ ہو اور جواب دینے والا بے تامل درست جواب دے سکے۔ اس وقت خطاب الہٰی ہوا کہ اے فرشتو قبر سے زیادہ وحشت ناک جگہ اور کوئی نہیں ہے اور منکر نکیر سے زیادہ ہیبت ناک سوال کرنے والے دوسرے نہیں۔ اپنے عزت و جلال کی قسم جب بندہ سے قبر میں سوال کیا جائے گا مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے اس وقت بندہ بلا جھجک جواب دے گا رَبِّیَ اللہ میرا رب اللہ ہے۔

اگر چہ پائے من از دست من بزیر گل است — ہنوز دست بداماں عہد متصل است

دریں جہان و در آں با محبت تو خوشم — ہوائے عشق تو ہر جا کہ ہست معتدل است

اگر تو بر گل گورم گذر کنی روزے — زبوئے آں بشناسی کہ آں کدام گل است

تمثیل: اگر کوئی شخص کسی کے پاس امانت رکھتا ہے تو اپنی امانت کو صندوق میں حفاظت سے رکھ کر اس کو سر بمہر کر دیتا ہے اور اس کو اس کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی واپسی کے وقت اپنے صندوق کی مہر کو محفوظ پا کر اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح ہے کہ اللہ رب العالمین روز الست ایمان و عرفان کے عوض کو تمہارے سینہ کے صندوق میں امانت رکھ کر کلمہ بلیٰ سے سر بمہر کر کے یہ امانت تمہارے سپرد کر دی جب زندگی کی گھڑیاں پوری ہو جائیں گی اور تجھے بغیر روشندان کی جگہ

جو ہر مرد و زن جوان و ضعیف کی آخری منزل وہ اہل طاعت کے لئے نورانی مسکن اور نافرمانوں کے لئے تاریک حجرہ جس کو اصطلاح میں قبر کہتے ہیں (نیکیوں کے لئے لحد اور بدکاروں کے لئے قیدخانہ سے تعبیر کرتے ہیں) میں دفن کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد دو امین (مقرب فرشتے منکر و نکیر) حکم الہٰی کے مطابق آتے ہیں اور زبانی سوال مَنْ رَبُّکَ؟ سے کھولتے ہیں۔ اس وقت بندہ سوال کرتا ہے کہ جس امانت کے بارے میں تم معلوم کر رہے ہو وہ کیا چیز ہے تب وہ بتاتے ہیں کہ وہ فلاں امانت ہے جو روز الست عہد کے وقت تیرے سپرد کی گئی تھی اب تو جائزہ لے کہ وہ مہر اپنی جگہ محفوظ ہے یا نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں جناب مصنف فرماتے ہیں ؎

نقوش مہر تو از مہر دل نخواہد رفت اگر در آتش عشقم چو موم بگذاری

اور اس سلسلہ میں ایک اور صاحب کیف نے اپنے جذبات کو اس طرح آشکارا کیا ہے :۔

جملہ را در شور آرد از الست در بلیٰ شان جز بلا ناید بدست

بر بلا کان در زمین و آسمان است وز بلیٰ گفتن نشاں در نشان است

گیارھواں لطیفہ : فرزندان آدم نے جواب میں بلیٰ (ہاں) کہا اور اس جواب میں مسلمان و کافر اپنے اور غیر سب شریک اور ایک آواز تھے۔ یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ ان جواب دینے والوں کے تین گروہ تھے۔ مومنین کافرین اور منافقین اور ان تینوں کے جواب کے انداز بھی مختلف تھے۔

مومنین کا جواب خالق عالم کے لطف و کرم کا مظہر تھا جبکہ کافروں کا جواب سیاسی اور منافقین کا جواب عوام کے اژدحام کے ردعمل سے متاثر ہو کر۔

جب دنیا میں سیاست کی ضرورت نہ رہی تو کافر اپنے جواب سے پھر گئے اور ان کی دیکھا دیکھی منافقین نے اپنی حکمت عملی سے تنہائی کو محسوس کر کے اپنے جواب سے رجوع کر لیا اور اپنا وطیرہ یہ بنایا اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ قَالُوْا آمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلیٰ شَیَاطِیْنِھِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ جب یہ مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب کافروں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو کافر ہیں اور ہم تو مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے لیکن حقیقی مومن مسلمانوں نے جو خالق عالم کے لطف و عنایت کے پروردہ ہیں باوجودیکہ ابتلا و آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں اور عذاب کی آگ میں پگھلتے

رہتے ہیں ان مصائب سے اپنے نقد ایمان اور جوہر عرفان میں اضافہ کیا اور اپنے اقرار و تصدیق پر قائم رہ کر جادہ مستقیم سے انحراف نہ کیا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے :۔
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر کے اس پر استقامت کی انہیں ملائکہ اس امر کی بشارت دیتے ہیں کہ نہ تو خوف کرو اور نہ غمگین ہو۔

بارھواں لطیفہ ، رب کریم فرماتا ہے اے بندے میں نے تجھ کو مختلف مصیبتوں میں مبتلا کیا اور طرح طرح امتحان لئے لیکن تو نے اپنی (الست والی) "ہاں" کو نہ بدلا اور اپنے اقرار سے رجوع نہ کیا اور مرتے وقت بھی ہم نے تجھے درد محنت اور مصائب سے آزمایا اور تو تمام اعزہ اقارب و اولاد سے سلسلہ منقطع کر کے ہماری رضا طلبی کی جانب متوجہ ہو گیا اور اس تکلیف کے باوجود جان کو فنا کر کے موکل (ملک الموت) کے سپرد کر دیا اور اس ہنگام مصائب میں نقد جان ایمان کو ہمارے لطف و احسان کے خزینہ داروں کی سپرد کر دیا اور لحد کی تاریکی میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کی شمع تاباں کو روشن کیا اور یُثَبِّتُ اللّٰہ کے مکتب میں رَبِّیَ اللّٰہ کا سبق سیکھ کر نکیرین کو جوابات دیئے اور یہ مصائب و آلام جو ہماری طرف سے تیری آزمائش کے لئے تھے تو نے خندہ پیشانی سے برداشت کئے علاوہ ازیں میں بھی تیری کسی لغزش سے آزردہ نہیں ہوا اور کسی نقصان پر مجھے نقصان نہ پہنچایا اب تجھ سے کیونکر اعراض کروں گا اور اپنے وصال سے محروم کروں گا۔

تیرھواں لطیفہ ؛ اگر یہ سوال کیا جائے کہ روز الست ہر شخص نے خطاب باری کا جواب دیا لیکن جب قیامت کے دن لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ (آج کے دن کس کا قبضہ و اختیار ہے) سے خطاب ہوگا اس وقت کوئی بھی جواب نہ دے ۔ اس سوال کے بہت سے جواب دیئے جا سکتے ہیں ان کی تفصیل جناب مصنف نے اپنی دوسری تصنیف بحر الدرر میں بیان کی ہے اور یہاں صرف تین جوابات پر اکتفا کیا ہے۔

پہلا جواب ؛ روز میثاق تمام مخلوق مظہر جمال تھی اور لِمَنِ الملک الیوم کے خطاب کے وقت مظہر تجلی جلال ہوگا جمال انس کا مظہر ہے اور جلال ہیبت کا آئینہ دار محبت و انس

کے عالم میں نطق ممکن ہے اور پایا جاتا ہے اور ہیبت کے عالم میں سکوت ہوتا ہے اور طاقت نطق مفلوج ہو جاتی ہے۔

دوسرا جواب: روز الست سوال مالک کی جانب سے تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُم اور روز قیامت سوال کی نوعیت دوسری ہو گی لِمَنِ الملک الیوم میں جواب عاشق سے ہے جس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مالک کے جمال میں مستغرق ہوتا ہے اس کو ملک سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

تیسرا جواب: پہلی توجہ خطاب شرعی تھا اور شریعت نطق سے متعلق ہے (اقرار باللسان و تصدیق بالقلب) اور روز قیامت دوسرا سوال اظہار حقیقت ہے اور حقیقت سکوت کو مستلزم ہے شریعت میں مجاہدہ ہے جو گفت و شنید سے متعلق ہے اور دوسرے سوال میں مشاہدہ ہے جو سکوت کا مقتضی ہے اور یہی توحید کی انتہا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ المشاھدۃ سکون اللسان بحضور الجنان (مشاہدہ حضور جناں میں زبان کی خاموشی ہے)

جاں بخاموشی برآمد بے زباں چندرا گہہ گہی میکن نوازش میہمان چندرا
چند طعن عاقلانم یک دمے بیروں خرام سوختہ چوں من کن ایں مہربان چندرا

چودھواں لطیفہ: جب جناب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو دریا میں ڈالنے کے لئے تابوت میں رکھا اس وقت خطاب الٰہی ہوا کہ چند قطرے دودھ کے ان کے منہ میں ٹپکاؤ تاکہ تمہارے دودھ کی شفقت سے انہیں واقفیت ہو جائے اور اس سے ان کی پرورش ہو اور اس کے بعد ان کو دریا میں چھوڑ دو تاکہ کل جب فرعون کے دربار میں دوسری عورتوں کے پستان انہیں پیش کئے جائیں جب تمہارے دودھ کی لذت معلوم ہونے کی وجہ سے وہ دوسری عورتوں کے پستانوں کو قبول نہ کریں گے اور انہیں رد کر دیں گے۔

اسی طرح روزِ میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے دودھ سے انہیں آشنا کرا دیا اور اسکے بعد خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کے صندوق میں بند کر کے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ کے دریا میں ڈال دیا تاکہ ابلیس کے وسوسوں کے ہاتھوں دقیانوس فرعون بے عون کے سامنے لایا جائے اس وقت زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ (شہوات کی صحبت کے لئے دنیا مزین کی گئی ہے) حرص و طمع کے پستان

اس کے سامنے پیش کئے گئے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے وہاں اس وقت آنکھ نہ کھولی اور کسی دایہ کے پستان کو قبول نہ کیا بلا تمثیل صاحب ہمت شخص وہ ہے جو رغبت کی نظر سے دنیا و عقبیٰ کو نہ دیکھے ؎

بحق او کہ بکونین چشم نہ کشایم — کہ تا نخست نہ بینم جمال مولیٰ را (مثنوی)

شیر خواہ چوں ز دایہ بگسلد — لوط خوارہ شد مرا درای ہلد

بستہ شیر زبن شو چوں حبوب — چوں نظام خویش از قوت القلوب

شیر حکمت خور کہ شد نور منیر — اے تو نور حجب را ناپذیر

ناپذیرا کردی اے جاں نور را
تا بہ بینی بے حجب مستور را

پندرھواں لطیفہ: اے درویش جب شفیق ماں اپنے شیرخوار بچے کو بلاتی ہے تو وہ بچہ ماں کی آواز پر ذوق و شوق سے لبیک کہتا ہے کیونکہ وہ ماں کی آواز سے مانوس ہوتا ہے اور ماں کے علاوہ کسی دوسرے کے بلانے پر وہ اس طرح لبیک نہیں کہتا ہے کیونکہ وہ اس دوسرے کی آواز سے الفت اور بے تکلفی نہیں رکھتا ہے۔

مومن کی موت کی پہچان اسی طرح یہ عاشق جو روز الست خطاب باری سے مشرف ہوئے تھے وہ اس آواز سے مانوس ہیں اور ان کے مرنے کے وقت ملک الموت سے خطاب الٰہی ہوتا ہے کہ اے ملک الموت میرے یہ بندے پہلے سے تمہاری آواز سے مانوس ہیں اگر تم ان کو ہزار بار بلاؤ گے تو تمہاری آواز پر نہ آئیں گے لہذا تم درمیان سے ہٹ جاؤ تاکہ میں اپنے بندوں کو مخاطب کروں کیونکہ یہ میری آواز سے آشنا ہیں یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً اور اس کی مزید تشریح کلام الٰہی سے اس طرح ہوتی ہے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا اللہ رب العالمین تمہارے وقت آخر تمہیں وفات عطا فرمائے گا۔

چشم دیگر بایدت تا روے او دیدن تواں — گوش دیگر تا کلام دوست بشنیدن تواں

رشتہ جاں را اگر پیوند با وصلت بود — خرقہ تن را از سرتاپاے دریدن تواں

گر تو خواہی تیغ راندن وقت بسمل در گلو　　　در میان خاک و خوں چوں خوں غلطیدن تواں

چوں بگوش مرغ جاں آید ندائے ارجعی　　　ایں قفس بشکستن و سوئے تو پریدن تواں

برامید آنکہ داماں تو گیرد گرد من

در لحد ریزیدن و در خاک پوسیدن تواں

جنید بغدادی کی سری سقطی سے ملاقات جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ جناب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا اتفاقاً اس وقت شیخ سقطی کو وجد آگیا اور وہ اپنے حال پر نہ رہے اور ان پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا او تھوڑی دیر کے بعد اپنے اصل حال کی جانب لوٹ آئے اور مجھ سے فرمایا اے ابو القاسم تمہیں معلوم ہے کہ میں کہاں تھا میں نے کہا نہیں کہنے لگے کہ مجھے یہاں سے اٹھا کر آسمان پر لیجایا گیا جب میں حجاب عزت کے قریب پہنچا تو وہاں سے آواز آئی یا سرّی یہ آواز سنتے ہی میری حالت بدل گئی اور میں اپنے آپ میں نہ رہا میرا ایک عضو جدا ہو گیا۔ بعد میں ان سب کو جمع کیا گیا دوبارہ آوازہ سنی اے سرّی تمہیں معلوم ہے کہ بندوں کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہے میں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں خطاب باری ہوا کہ روز اَلَسْتُ جب میں نے ذریّت آدم کو صلب آدم سے نکالا اور ان سے دریافت کیا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سب نے بلیٰ کہہ کر جواب دیا۔ میں نے ان کے سامنے دنیا کو پیش کیا تو وہ دس گروہوں میں تقسیم ہو گئے نو گروہ ایسے تھے جو دنیا سے ملتفت ہو گئے ایک قسم باقی رہ گئی اس قسم کو میں نے اپنی محبت پیش کی لیکن یہ بقیہ بھی دس جماعتوں میں منقسم ہو گئے نو نے میدان چھوڑ دیا اور ایک جماعت باقی رہ گئی۔ محنت اور آزمائشوں کو انہیں پیش کیا ان کے بھی دس گروہ ہوئے ان میں سے نو نے ہمت ہار دی اور صرف ایک بقیہ گروہ اس ذمہ داری سے نبٹنے کے لئے تیار ہوا انہیں حجابات دکھائے گئے لیکن ان کو دیکھ کر ان میں بھی تقسیم ہو گئی اور یہ بھی دوسروں کی طرح دس ٹکڑیوں میں بٹ گئے نو بحر ہیبت میں ڈوب ہو گئے صرف ایک ٹکڑی باقی بچی ان کو ندا نہ دی گئی اے میرے بندو دنیا تمہیں پیش کی گئی دوسرے اس طرف متوجہ ہوئے لیکن تم نے ان کی طرف توجہ نہ دی میں نے تمہارے لئے بہشت سجائی لیکن تم نے

اس کی جانب بھی توجہ نہ دی ہیں نے محنت و مشقت میں آزمانے کے لئے کہا لیکن تم نے اس سے بھی منہ موڑا اور اس آزمائش پر سر تسلیم خم کردیا اور تمہارے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اب تمہارا مقصد اور تمہاری خواہش کیا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارا مقصود و مطلوب تو تیری ہی ذات ہے۔

اے کوے توام مقصد و اے روئے تو مقصود　　وے آتش عشق تو دلم سوختہ چوں عود
چہ باک اگر عقل و دل و دین بنماید　　گو ہیچ ممان زانکہ توئی زیں ہمہ مقصود
ہر چیز کہ اندر دو جہاں بستہ آنم　　انست مرا در دو جہاں مونس و معبود

عطار اگر سایہ صفت کم شود از خود
خورشید بقا تا بدش از روزن مقصود

میں نے ان بندوں سے کہا کہ یہ جو تمہاری طلب ہے اس کی وجہ سے تم سخت آزمائشوں میں مبتلا ہو جاؤ گے تم سے پہلے کئی ہزار عالم وجود سے عدم میں چلے گئے ہیں۔

ہمنشیں دردی باید چو درماں بایدت　　ترک جاں باید گرفت از وصل جاں بایدت
وصل جاناں در نیابی تا زجاں در نگذری　　مرد جاناں نیستی الغصہ تا جاں بایدت
گر دمے آسودہ خواہی رنج بر باید گرفت　　ور لب پر خندہ خواہی چشم گریاں بایدت

ان لوگوں نے جواب دیا وہ بلائیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں لیکن جب وہ تیری جانب سے ہوں گی تو وہ سب ہم پر آسان ہو گی۔

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و جانانی　　سر فدائے تو دگر نہ من و سر گردانی
سر سری از سر کویت چو نخواہم برخاست　　کار دشوار نگیرد بریں آسانی
خام را طاعت برسوختہ نیست　　تارکان را بنود قوت جاں افشانی

اس وقت فرمان الٰہی ہوا کہ میرے بندو جب تم اپنی طلب میں صادق ہوا اور میں نے بھی تم کو اس طلب میں صادق پایا ہے تمہیں سارے عالم پر برگزیدہ کردیا اب تم میری آن اور میں تمہاری آن ہوں ؎

توخاصہ زما باش کہ ما نیز ترائیم　　در ہر دو جہاں مقصد و مقصود تو مائیم

گر یک قدم از کوئے طلب سوئے من آئی
ما صد قدم از راہ طلب سوئے تو آئیم

با بر صفت خویش ترا جلوہ نمودیم
تا ز آئینہ ذات تو خود را بنمائیم

چوں رنگ گل از آئینہ دل بزوریم
جاں نعرہ برآورد کہ ماں نور خدائیم

سلطان العارفین قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ حالت جذب و وجد میں فرمایا اگر کل اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے ستر سالہ زندگی کا حساب طلب فرمائے گا تو میں اس سے دس ہزار سال کا حساب مانگ لوں گا۔ مریدین نے عرض کیا اے شیخ یہ کیونکر ممکن ہے، شیخ نے فرمایا تقریباً دس ہزار سال کا عرصہ گزرا کہ حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں نے اس کا جواب "بلیٰ" کہہ کر دیا تھا اس کے بعد مجھ سے فرمایا گیا اے بایزید ہم تیرے بلیٰ کے جواب کو ضائع نہ کریں گے بلکہ اس کے مقابلہ میں کل قیامت کے دن تیرے وجود کو ذرہ ذرہ کر کے ہر ذرہ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے اور تمہارے (جناب مصنف) فقیر کے دل میں ایک بات آئی اس کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

از مطلع دل زد علم یک لمعہ از رخسار او
شد ذرہ ذرہ ہستیم در پرتو انوار او

با آنکہ ذرات تنم ہر یک ہزاران دیدہ شد
یک ذرہ ہم دیدہ نشد از پرتو رخسار او

حسنش چو آید جلوہ گر طاقت ندارد چشم سر
از دیدۂ دل کن نظر تا بنگری دیدار او

عشق نہاں بانع جان میوہ وصال جاودان
تو بر نخواہی خوردازان ہم اوست برخوردار او

بگذر زکوی آب و گل دررو بقصر جان و دل
با سر خود بین متصل سری ہم از اسرار او

اظہار حسن و دلبری می بین زہر مہ پیکری
پیداست در ہر مظہری آن حسن از اظہار او

خواہد کند در خود نظر آئینہ سازد از بشر
بازش کند زیر و زبر حیرانم اندر کار او

پر شد جہان یکسر از و شد نیک و بد مظہر از و
مومن از و کافر از و در قید نور و نار او

در پردۂ آتش نگر حسن وی آمد جلوہ گر
پیر مغاں کرد آن نظر کس چون کند انکار او

ترسا سویت بشتافتہ بوئی از کلیسا یافتہ
زلف تو برہم تافتہ آں حلقۂ زنار او

مسکین معین در یک غزل بنمود اسرار ازل
بشنو کلام لم یزل در کسوت گفتار او

جنابِ آدم علیہ السلام پر وحی کا نزول

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کی عمر شریف کے پانچسو سال گذر گئے اور انکی اولاد کثیر ہو گئی تو حق تعالیٰ نے انہیں ان کی اپنی اولاد کے لئے مبعوث فرمایا اور ان پر پچاس وقت کی نمازیں اور تین ماہ کے روزے اور غسل جنابت فرض کئے گئے۔ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور شراب کی مخالفت کی گئی اکیس اوراق حروف ہجی کے انہیں بھیجے گئے۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ چالیس صفحوں پر مشتمل ایک کتاب حضرت آدم علیہ السلام پر نازل کی گئی، صاحب تفسیر کشاف نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کئے گئے اور ان صحائف کا مضمون اسرار و حکمت طبیعی دواؤں کے فوائد و نقصانات اجنہ اور شیاطین کی تسخیر کے طریقے علم ہندسہ اور حساب پر مشتمل تھے جنہیں معجزات باہرہ سے موید کیا گیا تھا نقل کیا گیا ہے کہ جب قابیل مردود اور راندہ درگاہ بارگاہ آدم علیہ السلام میں گیا تو وہ موجودہ سرزمین یمن یا عدن کی جانب چلا گیا وہاں وہ اور اس کی اولاد شیطان کے بہکانے سے آتش پرستی میں مشغول ہو گئے، انہوں نے آتش کدے بنا لئے اور تاریخ میں سب سے پہلا آتش پرست بنا۔
اس وقت بارگاہ الہٰی سے آدم علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ سرزمین عدن یمن میں جاؤ اور قابیل اور اس کی قرابت کو راہ راست کی تبلیغ کرو حکم ربی کے مطابق آدم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے لیکن اس کی ناخلف اولاد نے جناب آدم سے ان کی نبوت پر معجزہ طلب کیا لہذا فرمان الہٰی سے ان کے لئے سنگ خارہ سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ نے درخت کو اپنے پاس بلایا وہ فوراً آپ کے پاس آ گیا سنگریزوں نے آپ کے ہاتھ میں (جناب آدمؑ) نبوت کی گواہی دی ان کے علاوہ اور بہت سے معجزات آپ سے ظاہر ہوئے جن کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے سامنے شریعت کے احکام بیان فرماتے اور اپنی اولاد کو خداشناسی اور توحید کے احکام سے مطلع فرماتے اگر ان کے درمیان کوئی اختلاف رونما ہوتا تو اس میں فیصلہ کرتے اور آپ کا حکم اس سلسلہ میں ناطق ہوتا۔

آپ نے اپنی اولاد کو ایک ہزار زبانیں (بولیاں) تعلیم فرمائی تھیں اور ان میں ایک جماعت دوسرے کی زبان نہ سمجھتی تھی جب تک کہ ایک دوسرے کی زبان نہ سیکھ لیتی۔ اس طرح آدم علیہ السلام

اپنی اولاد میں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ آپ کی حیات ابدی (موت) کا وقت قریب آیا۔
کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے چالیس ہزار افراد موجود تھے جن میں بیٹے پوتے اوران کی اولادیں شامل تھیں۔

لیکن محمد بن اسماعیل بخاری کی تحقیق کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں آپ کی اولاد در اولاد میں ستر ہزار افراد شامل تھے جن میں صرف چالیس افراد آپ کی بیٹے اور بیٹیاں تھے بیس لڑکیاں اور بیس لڑکے۔

بعض مورخین کے مطابق لڑکیاں انیس تھیں (کیونکہ حضرت شیث تنہا پیدا ہوئے تھے)
بعض حضرات نے فرمایا اسّی افراد اور ایک روایت کے مطابق ایک سو بیس افراد تھے۔

جب آپ کی عمر شریف کے ایک ہزار سال مکمل ہو گئے تو آپ کا منشور حیات پروانۂ موت سے مبدل ہو گیا اور مکتوب قضا پر لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَل مکتوب کی مہر لگ گئی، اور آپ کو مرض الموت لاحق ہوا تو تمام اولاد کو جمع کر کے شیطان کی اطاعت سے بچنے اور حکم الہٰی پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی۔

جناب آدم علیہ السلام کی حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت

اپنے انتقال کے وقت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیتیں فرمائیں اور اپنی لازوال عطایا سے مشرف فرمایا آپنے جناب شیث سے فرمایا کہ ان پانچ وصیتوں پر خود بھی عمل کرنا اور اپنی اولاد سے بھی ان پر عمل کرانا۔

۱۔ اے شیث دنیا سے دل نہ لگانا میں نے جنت سے دل لگایا میرا یہ کام پسند نہ ہوا اور میں حسرت کے ساتھ بہشت سے نکالا گیا۔
۲۔ عورتوں کے کہنے پر عمل نہ کرنا۔ میں نے حوا کے کہنے پر عمل کیا اور مصیبت میں مبتلا ہوا۔
۳۔ کسی کام کو کرنے سے پہلے اس کے عواقب و انجام کو دیکھ لینا اگر میں اپنے کام کے عواقب پر نظر رکھتا تو ان مصائب سے دوچار نہ ہوتا جو بعد میں مجھے برداشت کرنے پڑے
۴۔ جس کام پر طبیعت راغب نہ ہو اور اس کے کرنے سے دل مضطرب ہو اس کو نہ کرنا کیونکہ گیہوں کھاتے وقت میرے دل میں اضطراب پیدا ہوا تھا لیکن میں نے اس پر توجہ نہ دی اور نتیجتاً یہ مشقت برداشت کی

جو کام با مرحلہ پیش آئے اس میں دوستوں سے مشورہ کرو اگر میں بھی ملائکہ سے مشورہ کر لیتا تو ان مصیبتوں سے محفوظ رہتا۔

ان وصایا کے بعد نور محمدی علیہ التحیتہ و الثناء کی محافظت میں بہت سی باتیں کیں اور اس امانت کے سلسلہ میں مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پر فخر کا اظہار فرمایا۔

شیث علیہ السلام نے عرض کیا اے پدر بزرگوار میں نے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ سے بہت سی مرتبہ سنا ہے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا مرتبہ بلند ہے یا ان کا آدم علیہ السلام نے جواب نہ دیا تو شیث علیہ السلام نے دوبارہ سوال کیا لیکن آپ نے پھر جواب نہ دیا تیسری مرتبہ پر زور انداز میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اے فرزند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ خالق عالم نے ان کی امت کو چھ چیزیں عطا فرمائیں جو مجھے بھی نہیں ملی ہیں۔

۱۔ مجھے ایک ہی لغزش کی بنا پر جنت سے نکال دیا گیا حالانکہ امت مسلمہ کو بہت سی لغزشوں کے باوجود جنت عطا کی جائے گی۔

۲۔ میری ایک ہی لغزش کو آشکارا کیا گیا اور رب کریم نے فرمایا وَعَصیٰ آدَمُ رَبَّہٗ لیکن امت مصطفوی (علیہ التحیتہ والثنا،) کی لاکھوں لغزشوں کے باوجود ان کے جرائم کی پردہ دری نہ کی جائے گی۔

۳۔ میری ایک لغزش پر حوا (علیہا السلام) کو سو سال تک مجھ سے جدا رکھا گیا لیکن ان کی لاکھوں غلطیوں اور گناہوں کے باوجود اس امت کو دوستوں سے جدا نہ کیا جائے گا۔

۴۔ میں ایک لغزش پر سو سال تک مصروف گریہ رہا اور توبہ استغفار کرتا رہا جب کہیں میری توبہ قبول ہوئی لیکن انہیں اس کی حاجت نہیں بلکہ صرف اظہار ندامت یا دل میں پشیمانی آتے ہی ان کی خطائیں معاف اور گناہوں سے درگزر فرمایا جائے گا الندمۃ توبۃ ندامت ہی توبہ ہے۔

۵۔ مجھے ایک ہی لغزش پر برہنہ کر کے دنیا میں بھیجا گیا لیکن ان کو کسی بھی گناہ پر باز پرس

نہ ہوگی اور نہ ان کی پردہ دری ہوگی نہ ان کو ننگا کیا جائے گا۔

۶۔ میں اپنے کاموں کو درست کرنے کیلئے جب تک عرفات نہ گیا اور وہاں ندامت سے آنسو نہ بہائے میری توبہ قبول نہ ہوئی لیکن انہیں اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنے گھر سے باہر قدم نکالیں اگر وہ صرف اتنا ہی کہہ دیں اساءت میں نے گناہ کیا ہے اسی وقت خطاب الٰہی آئے گا غفرت۔ میں نے تجھ کو بخش دیا۔ والحمد للہ علیٰ نعمائہ واشکو علی الائہ

جب یہ گفتگو اختتام پذیر ہوئی تو آپ نے جناب شیث کو مزید نصیحتیں فرمائیں ان میں پہلی وصیت تجدید ایمان اور اقرار توحید اور لا الہ الا اللہ کی شہادت تھی اور آنے والے انبیا میں سے ہر ایک پر نازل ہونے والے صحیفے (کلام الٰہی) کی تصدیق تھی۔ اس کے بعد جناب شیث ؑ نے درخواست کی کہ آنے والے پیغمبروں سے انہیں متعارف کرایا جائے لہذا آپ نے ایک سفید صندوق منگایا اور اسکو کھول کر اس میں سے ایک صحیفہ (سفید کپڑا) نکال کر اس کو کھولا جو شرق سے غرب تک پھیل گیا اس میں تمام انبیا کی شبیہیں سب کے نام اور صفات ان کی نبوت کی نشانیاں ان کے معجزات ان کے زمانے اور اوقات لکھے تھے آپ نے وہ تصویریں دکھا کر تمام کیفیات سے جناب شیث کو آگاہ فرمایا۔

ان انبیاء پر ہونے والے انعامات عطایا ان پر آنے والے مصائب و تکالیف کو بیان فرمایا گیا تھا ان انبیا کے تذکروں میں سب سے پہلا ذکر خود جناب آدم علیہ السلام کا تھا ان کے بعد جناب شیث علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام کے بعد سے ان سب کا ذکر ترتیب وار بتایا گیا اور اختتام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا۔ ان کے بعد اوّل خلفا حضرت شیث کے بیٹے جناب انوش کا ذکر تھا اور آخر خلفاء میں خلفائے راشدین جناب صدیق فاروق عثمان و علی رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا تھا۔ خلفاء کے ذکر کے بعد حضرات حسنین کریمین کا ذکر کیا گیا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات

شیث علیہ السلام نے انبیاء و مرسلین و سلاطین کے تذکروں میں سب سے ارفع و اعلیٰ اصحاب جلالت و کمال عظمت و جلال ذکر نبی آخر الزمان جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا اور ان کے لئے

نصرت وظفر کی دعائیں کیں، اس کے بعد اس صحیفہ کو لپیٹ کر اس صندوق میں بند کر کے آدم علیہ السلام نے جناب شیث سے فرمایا کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے مشیت الٰہی اس بات کی متقاضی ہے کہ میں اس دار فنا سے رحلت کروں اور میرے بعد تم خلیفہ و نائب ہو گے لہٰذا تم قصر خلافت کی تعمیر تقویٰ سے کرنا اور جو شریعت خداوند کریم نے مجھ پر نازل فرمائی ہے، اس پر عمل کرنا اور جب کبھی ذات باری کا نام لینا اس نام کے نام اسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا لینا اور اس میدان محبت کے سپہ سالار سے ہمت کی استمداد کرنا۔

اس کے بعد آپ نے انگشتری جو سعادت و دولت کی ضامن تھی جناب شیث کو عطا فرمائی اور صحیفہ والا صندوق بھی آپ کی سپرد فرمایا۔

جب آدم علیہ السلام پر مرض کا شدید حملہ ہوا تو آپ کو جنت کے زیتون اور زیتوں کی خواہش ہوئی اور ایک روایت کے مطابق آدم علیہ السلام نے جناب شیث سے فرمایا کہ وہ طور سینا جائیں اور بارگاہ احدیت میں میری خواہش پیش کریں۔ تعمیل ارشاد میں شیث علیہ السلام طور سینا آئے اور بارگاہ خداوندی میں اپنے والد کی خواہش کو بیان کرنے کے لئے وقت دعا ہاتھ اٹھا کر عرض کیا الٰہی تیرا بندہ آدم (علیہ السلام) شدید بیمار ہیں اور جنت زیت و زیتون کی خواہش کر رہے ہیں ان کی دعا کے درمیان ندا آئی تعبدَ ھات اپنا لکڑی کا پیالہ لاؤ۔ جب شیث علیہ السلام نے اپنا پیالہ سامنے رکھا تو یہ دونوں چیزیں عالم غیب سے مہیا کی گئیں۔

یہ دونوں چیزیں لیکر جناب شیث رب کا شکر کرتے ہوئے مسرور و شاداں اپنے والد کے پاس آئے اور وہ چیزیں انہیں پیش کیں، آدم علیہ السلام نے روغن زیتون اپنے جسم پر ملا اور زیتون سے کچھ تناول فرمایا ان دونوں چیزوں کی وجہ سے ان کا مرض فوری طور پر زائل ہو گیا لیکن بعد میں مرض عود کر آیا اور مرض میں جب شدت پیدا ہوئی تو آپ کو جنتی میووں کی خواہش ہوئی تو آپ نے اپنے دوسرے فرزندوں کو ان کی طلب میں روانہ کیا جب یہ تھوڑی ہی دور پہنچے تھے تو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جناب جبرئیل علیہ السلام ملے جن کے ساتھ جنتی خوشبوئیں اور کفن تھا انہوں نے آدم علیہ السلام کے فرزندوں سے دریافت کیا کہ کہاں اور کس لئے جا رہے ہو۔ انہوں نے ساری بات بتائی تو جناب جبرئیل نے انہیں واپسی کا مشورہ دے کر کہا کہ ہم انہیں کے پاس ان کے مقصد کو

پورا کرنے جارہے ہیں لہذا وہ خالی ہاتھ واپس ہوئے جب یہ اپنے گھر واپس ہوئے تو ملائکہ کو جناب آدم علیہ السلام کے گرد جمع دیکھا جناب جبریل آدم علیہ السلام سے ان کا حال دریافت فرمارہے تھے۔ آدم علیہ السلام نے بتایا کہ مرض کا پورا پورا غلبہ ہو چکا ہے اور اس کی تکالیف پوری طرح حاوی ہیں۔ جن کی وجہ سے عیادت کے لئے کھڑا ہونا ممکن نہیں رہا ہے۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جناب عزرائیل ادب واحترام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے تحائف لیکر تشریف لائے اور عرض کیا السلام علیک یا آدم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ان اللہ تعالیٰ یقرئک السلام ویبلغک فی اولادک اجمعین اے آدم آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اللہ رب العالمین آپ پر اور آپ کی اولاد پر سلامتی اور رحمتیں نازل فرماتا ہے، آدم علیہ السلام نے رب کریم کی تحیت وسلام کا جواب عرض کیا اور اس کی تعظیم واحترام بجالائے۔ اس وقت جناب حوا حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں آدم علیہ السلام نے جناب حوا سے کہا کہ آپ یہاں سے چلی جائیں اور مجھے میرے رب کے نمایندوں کے ساتھ چھوڑ دیں مبادا ایں پھر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں کیونکہ اب تک میں مصائب کا شکار ہوا ہوں وہ تمہاری وجہ سے آئی ہیں، اس کے بعد جبریل علیہ السلام سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک سوال دریافت کرنا ہے کیونکہ اب میرا وقت آخر ہے موت کا مزا چکھنے والا ہوں لہذا اپنے پروردگار سے شرم کرتا ہوں اور اپنی لغزش کو یاد کرتا ہوں مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ مجھے آسمان پر عاصی عادی کے لقب سے یاد کیا جائے گا یا تائب باری کے نام سے پکارا جائے گا، یہ باتیں سنکر ملک الموت رونے لگے جبریل مضطرب ہوئے اور تمام فرشتے بھی رونے لگے، اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے آدم گردن اٹھاؤ جب آپ نے گردن اٹھائی تو جنت کو آراستہ وپیراستہ دیکھا آپ کو جنت کے قیام کی جگہ بھی دکھائی گئی، یہ مناظر دیکھ کر آدم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا اے کارخانہ ہیبت کے نگران میدان حشمت کے سپہ سالار اپنا کام جلد از جلد مکمل کرو کیونکہ جان وصال جاناں کی مشتاق ہے اور مرغ روح کو تن وبدن کی قید سے آزاد کراؤ تاکہ قدس کی فضا میں مصروف پرواز ہو۔

طائر روح کہ در مجلس تن ماندہ اسیر شاہباز یست ازیں داہگش باز رہان

بازجان ساعد سلطان ازل می طلبد   نیست کرگس کہ کند میل بمردار جہاں

قبل ازیں کہ ملک الموت جناب آدم کی روح قبض کریں تسبیح و تہلیل اور کلمہ شہادت کی تجدید میں مشغول ہوئے اس وقت آدم علیہ السلام بھی ذکر نفی و اثبات میں مشغول تھے لیکن جناب جبریل نے ملک الموت سے کہا کہ جناب ابوالبشر کی روح کو نہایت آسانی اور محبت کے ساتھ قبض کرنا اور اس کا بھی خیال رکھنا کہ ان کا ادب و احترام لازمی اور ضروری ہے تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونک کر اختصاص واکرام سے سرفراز فرمایا اور تمام ساکنان عالم بالا سے ان کو سجدہ کرایا۔ تم قبض روح کے وقت ان تمام امور کا لحاظ رکھنا۔

جب ملک الموت اپنے کام سے فارغ ہو گئے اور جناب آدم علیہ السلام کی روح قبض کر لی تو جبریل امین نے ان پر چادر ڈھانک دی اور جناب شیث کو ان کے غسل دینے کا طریقہ بتایا غسل و کفن نہلانے کے بعد جب نماز جنازہ کا وقت آیا تو شیث علیہ السلام نے جبریل امین کو جنازہ پڑھانے کو کہا لیکن جبریل نے انہیں کو نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت دی اس طرح جناب شیث نے ایک روایت کے مطابق تین تکبیروں سے اور دوسری روایت کے مطابق چار تکبیروں کے ساتھ جس طرح آج ہمارے مسلک میں پڑھی جاتی ہے۔ جبریل امین کے بتانے سے پڑھائی نماز جنازہ سے فراغت کے بعد جس دم آدم علیہ السلام کو غار کنز میں جو جبل ابوقبیس میں واقع ہے دفن کیا آپ کا جسد مبارک طوفان نوح علیہ السلام تک وہاں دفن رہا طوفان کے وقت نوح علیہ السلام نے ایک تابوت بنا کر اس میں جسد آدم علیہ السلام کو منتقل کیا تابوت کو اپنی کشتی میں لے آئے جب طوفان ختم ہو گیا تو آپ کو دوبارہ سراندیپ میں دفن کر دیا اور یہی جگہ آج بھی مدفن آدم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ حقیقت حال کو اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت

رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اٹھارہ خصوصیات سے سرفراز فرمایا۔

(۱) انہیں اپنے دست قدرت سے بنایا۔ (۲) اپنی روح ان میں پھونکی

(۳) اپنی پسندیدہ صورت پر تخلیق فرمایا یا اپنی صورت کے مطابق تخلیق فرمایا۔ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلق اللہ آدم علیٰ صورتہٖ

(۴) بہترین شکل میں تخلیق فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(۵) چھینک آنے کے بعد انہیں حمد کی تلقین فرمائی اور آدم علیہ السلام حمد الٰہی بجالائے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(۶) ان کی حمد کے جواب میں یرحمک ربک۔ تمہارا رب تم پر رحم فرماتا ہے یہ اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کرتی ہے۔

(۷) اسماء کا علم سکھایا۔ (۸) ملائکہ سے جناب آدم کو سجدہ کرایا۔

(۹) عالم بشریت کو ان سے منسوب فرمایا (۱۰) زمین پر انہیں خلیفہ و نائب بنایا

(۱۱) انکی وجہ سے ابلیس لعین کو مردود و لعین قرار دیا۔

(۱۲) ان کی وجہ سے عتاب ملائکہ ہوا۔ (۱۳) سب سے پہلا حمد الٰہی کرنے والا بنایا۔

(۱۴) سب سے پہلا بارگاہ الٰہی میں توبہ کرنے والا بنایا۔

(۱۵) سب سے پہلی منتخب شخصیت قرار دیا، (۱۶) دنیا میں سب سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمایا

(۱۷) دنیا میں ارواح خبیثہ و طیبہ میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سب سے پہلے عطا فرمائی۔

(۱۸) قیامت کے دن اپنی ذریت سے دوزخیوں کو جدا کرنے والے سب سے پہلے فرد جناب آدم علیہ السلام ہی ہوں گے۔ واللہ اعلم

جناب شیث کی نبوت اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفویض

اللہ رب العالمین کی مدد و نصرت سے جناب شیث نے علم و حکمت میں دستگاہ کامل حاصل کر کے جن و انس پر اقتدار حاصل کرلیا تو انہیں منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا۔ ان کی شریعت کے احکام بھی آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق تھے۔ انپر پچاس صحیفے نازل ہوئے جن میں علوم حکمی ریاضی الہیات اور مشکل علوم مثلاً اکسیر وغیرہ لکھے تھے۔

جناب شیث کی ولادت چونکہ (موجودہ) سرزمین شام میں ہوئی تھی لہٰذا آپ وہاں زیادہ قیام کرتے تھے۔

جناب شیث نور مصطفوی علیہ التحیتہ کی محافظت میں نہایت اہتمام کرتے تھے جب آپ کو شادی کا خیال ہوا تو اپنے بھائی بہنوں یا بہ اشارہ جبریل امین یا حکم ربی کے مطابق ایک صورتاً سیرتاً حسین و جمیل عورت محوائلہ کو اپنے حبالہ عقد میں لائے۔ یہ موصوفہ حسن و جمال میں جناب حوا کے مشابہ تھیں۔ ان سے شادی کے بعد شب باشی کے لئے یاقوت زرد کا قبہ بھی بنایا۔ صاحب عرائس کے مطابق رب تعالیٰ نے حضرت شیث کے لئے بے ماں باپ کے ایک حور کو پیدا فرمایا تاکہ ان کا جوڑا بنے۔ جناب شیث کے فرزند انوش اسی حور کے بطن سے متولد ہوئے اس حور کا نام محوائلہ تھا اور جناب شیث کی شادی کے لئے حور کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ جناب شیث نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین و حامل ہونے کی وجہ سے تنہا پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اس نور مبارک کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے ان کے لئے خصوصی طور پر ایک حور کو پیدا کیا گیا۔ اس روایت کو صاحب عرائس نے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالہ سے نقل کیا ہے لیکن بعض مورخین نے محوائلہ کو اجنہ میں سے لکھا ہے واللہ اعلم

جب محوائلہ حاملہ ہوئیں اور آثار حمل ظاہر ہوئے تو وہ اطراف و جوانب سے آنیوالی آوازیں سنتی تھیں جن میں تہنیت کے کلمات ہوتے تھے کہ تم نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حامل ہو یہ شرف و عزت تمہیں مبارک ہو۔

جب محوائلہ حاملہ ہوئیں تو انہیں ابلیس کی نظروں سے وضع حمل تک پوشیدہ رکھا گیا اور ابلیس پر پابندی عاید کر دی گئی۔ یہاں تک کہ انوش پیدا ہوئے۔ انوش کے معنی زبان عربی میں صادق کے ہیں نور مصطفوی ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ دنیا میں کھجور کا درخت لگانے کی انفرادیت ان کو ہی حاصل ہے۔

جب انوش بالغ ہوئے تو جناب شیث نے اسے فرمایا کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے اس کی حفاظت کے لئے میرے والد نے مجھ سے عہد و میثاق کئے تھے کہ اس کو ارحام طیبہ میں منتقل کیا جائے اب میں تم سے بھی اس معاملہ میں عہد لوں گا کہ یہ نور حلال طریقہ کے علاوہ منتقل نہ کیا جائے۔ انوش نے اس امر پر عہد کیا اور اس عہد و میثاق کی تکمیل کا وعدہ کیا۔

جب انوش کی عمر نوے سال ہوئی تو اللہ نے انہیں ایک فرزند قینان عطا فرمایا۔ قینان

کے معنیٰ غلبہ کے ہیں) ان کی کثیر اولاد ہوئی ان کی عمر نوسو پانچ ۹۰۵ سال ہوئی۔ جب قینان کی عمر ستر سال ہوئی تو ان کے گھر فرزند تولد ہوئے جن کا نام مہلائیل رکھا گیا جس کے معنے ممدوح کے ہیں ان کی باختلاف روایت آٹھ سو چالیس ۸۴۰ سال یا نوسو دس ۹۱۰ سال ہوئی۔ ان کے دورِ حیات میں آبادی کی کثرت ہوئی اور آبادی کی اتنی کثرت ہوئی کہ لوگ دور دور ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گئے اور مہلائیل شیث علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ ارض بابل میں آ گئے اور شہر سوس آباد کیا ان کے دور سے پہلے عوام غاروں اور جنگلوں میں رہتے تھے

جب مہلائیل کی عمر پینسٹھ ۶۵ سال ہوئی تو بارد یا آرد یا یرد متولد ہوئے ان الفاظ کے معنیٰ زبان عربی میں ضابط کے ہیں جب ان کی عمر ایک سو باسٹھ سال ہوئی تو انہوں نے برد رہ نامی عورت سے شادی کی ازدواج کے نتیجہ میں ایک فرزند اخنوع یا خنوع پیدا ہوئے اخنوع یا خنوع حضرت ادریس علیہ السلام کے دوسرے نام ہیں ان کی عمر نوسو باسٹھ ۹۶۲ سال ہوئی۔ اس دور میں دنیا میں بت پرستی شروع ہوئی اور ان بت پرستوں کو ڈرانے کے لئے جناب ادریس علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

جناب ادریس علیہ السلام کے خصائص

مورخین کے اقوال کے مطابق جناب ادریس علیہ السلام کی پیدائش سرزمین مصر کے علاقہ انیف میں ہوئی وہ پیغمبر سریانی میں اہل عرب ان کو ہرمس اور ادریس اور مثلث بالنعمہ کہتے ہیں۔ ہرمس سے مطلب عطارد ہے ستاروں اور سیاروں کی پہچان ان کے پاس اور خواص علم نجوم اور اس کی اصطلاحیں قلم سے لکھنے کی ابتدا اور رقوم کا لکھا جانا یہ تمام باتیں جناب شیث کی خصوصیات سے ہیں اور یہی سبب آپ کے اس نام سے موسوم ہونے کا ہوا۔

چونکہ آپ شریعت کی تعلیم دیتے اور آسمانی صحیفوں کی تعلیم کو عام کرتے گذرے ہوئے اور آنے والے انبیاء کے طریقے اور ان کی تعلیمات کا درس دیتے اس لئے ادریس کے لقب سے ملقب ہوئے چونکہ یہ تیسرے نبی و پیغمبر تھے اور علم و حکمت کے جاننے والوں میں ان کا تیسرا نام آتا ہے اس لئے انہیں ادریائے ثالث کہا جاتا ہے چنانچہ ان کا استاد اوغاذموں مصری کو ادریائے ثانی کہا جاتا ہے علاوہ ازیں چونکہ حکومت و سلطنت میں بھی چونکہ تیسرا مقام حاصل تھا

اس لئے مثلث باالنعمہ کے نام سے مشہور ہو گئے بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ انہیں یہ تمام نعمتیں میسر تھیں اس لئے اہل عرب میں اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

جناب ادریس علیہ السلام کی خصوصیات

حضرت ادریس علیہ السلام دس خصوصیات کے حامل تھے۔

(۱) پیغمبر مرسل تھے۔ (۲) ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے
(۳) علوم نجوم کا اظہار فرمایا (۴) سب سے پہلے قلم کا استعمال کیا۔
(۵) خیاطی سلائی کا کام آپ ہی نے شروع کیا (۶) جنگ کے لئے اسلحہ بنائے۔
(۷) مسلک توحید کی اشاعت کے لئے جہاد شروع کرایا۔ (۸) کفار و مشرکین اور ان کے متعلقین کی گرفتاری شروع کی۔
(۹) اطلس کا لباس ایجاد کیا۔ (۱۰) بلند مقام پر فائز کئے گئے ورفعناہ مکانا علیا

جناب ادریس کی بعثت

ان کی بعثت کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کے سفر آخرت فرمانے کے بعد لوگ ایمان سے برگشتہ ہونے لگے خصوصیت کے ساتھ قابیل کی اولاد شیطان کے بہکانے سے سب سے زیادہ خباثتیں کرتے انہوں نے نکاح کا سلسلہ ختم کر دیا شدید برائیوں میں مبتلا ہو گئے اور اس طرح جب معاشرہ تباہ ہونے لگا تو اللہ رب العالمین حضرت ادریس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

اس سلسلہ میں ایک روایت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ خود جناب ادریس کو شرائع اور اس کے احکام معلوم نہ تھے لیکن جب وہ کارخانہ عالم میں زمین و آسمان کے علاوہ دوسری چیزوں کو معروف عمل پاتے تو یہ سوچتے کہ اس کارخانے کو چلانے والا کوئی ہے لیکن اس صانع عالم کی بارگاہ میں خراج عقیدت (عبادت) کا طریقہ معلوم نہ تھا لہذا متفکر رہتے کہ اس کا طریقہ معلوم کریں۔

ایک دن آپ نے اپنی قوم کے چند آدمیوں کو برائیوں سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ رب العالمین کی عبادت کا درس دیا ان سب لوگوں نے آپ کی تصدیق کی اس طرح سات آدمی اس خداشناسی میں آپ کے ہمنوا ہوئے بڑھتے بڑھتے یہ تعداد نشر ہوئی اور اس کے بعد

سات سو تک پہنچ گئی اور بعد میں یہ تعداد ایک ہزار ہو گئی۔ ایک مرتبہ ادریس علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ ان ہزار میں سے سو منتخب اور باصلاحیت افراد میرے ساتھ آجائیں۔ ان سو افراد میں سے آپ نے ستر منتخب فرمائے اور پھر ان ستر میں سے صرف دس کا انتخاب کیا اور ان دس میں سے بھی صرف سات کو منتخب کیا۔ اس انتخاب کے بعد ان منتخب شدہ سات بہترین افراد کو ساتھ لے کر آپ آبادی سے باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہنا تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے صاحب شریعت بنادے اور اپنی عبادت کا صحیح طریقہ ہمیں تعلیم فرمادے۔ ان حضرات نے جنگل میں آکر اپنے ہاتھ زمین پر رکھ کر پھیلا دیئے اور اس وقت تک دین کی طلب کی دعائیں کرتے رہے جبتک وہ بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئیں لیکن ابھی ایک کمی باقی رہی کہ طریق عبادت تعلیم نہ کیا گیا ایک مرتبہ پھر مصروف دعا ہوئے اور اس مرتبہ اللہ کریم نے کرم فرمایا اور تیس صحیفے جن میں احکام الٰہی لکھے تھے نازل ہوئے اور جناب ادریسؑ منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے آپ نے بہتر زبانوں میں تبلیغ دین فرمائی اور سو سو شہر آباد کئے اور ہر شہر میں وہاں کے ماحول کے مطابق قانون مرتب فرمائے۔

خطہ زمین پر بسنے والے اور جزائر میں رہنے والے آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہوئے آپ کی شریعت کے بنیادی اصول اللہ کی توحید، معاشرتی زندگی میں عدل اور انصاف، عبادت الٰہی میں خلوص اور برائیوں سے اجتناب اور آخرت کے عذابوں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے نفسوں کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنا۔

جناب ادریس اپنی شریعت کی بنیادی عبادت نماز کی تاکید کرتے اور ہر سہ ماہی میں چند دن روزوں کے لئے مخصوص فرماتے۔

ادائے زکوٰۃ کا حکم دیتے غسل جنابت اور عورتوں کو ماہواری کے بعد غسل کرنے کا حکم دیتے۔ دشمنان دین سے جہاد کا حکم فرماتے، گدھے خچر کتے اور خنزیر کے گوشت کے علاوہ ہر اس جانور کے گوشت کو کھانے کی ممانعت فرماتے جو مضر عقل وشعور ہو۔

آفتاب کے ایک برج سے دوسرے برج کی طرف منتقلی رویت ہلال اور کواکب کا اپنے مرکز کی جانب رجوع کے وقت قربانی کا حکم دیتے۔

حضرت ادریسؑ کا طریقہ عبادت آپ کی عبادت کا وطیرہ و طریقہ یہ تھا کہ ہر روز بارہ ہزار مرتبہ اللہ رب العالمین کی تسبیح کرتے جس سے فرشتے بھی رشک کرنے لگے اور ان کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر بارگاہ الہٰی میں ان سے ملاقات کی درخواست کی، فرشتے جب ان سے ملاقات کو آئے تو طویل نشست کے بعد انہیں یہ اندازہ ہوگیا کہ جناب ادریس علیہ السلام عالم بالا کی تمام باتوں میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ جناب ادریس فرماتے تھے کہ میں تیس سال تک زحل کے ساتھ آسمانوں کے گرد گھوما اور عالم بالا و دنیا کے تمام دقائق و حقائق کی معلومات حاصل کیں اور عالم بالا کے اسرار و رموز کی واقفیت حاصل کی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب ادریس نے اپنی امت کو اپنے بعد آنے والے تمام انبیا کے نام بتلائے طوفانِ نوح کی خبریں دیں اور طوفان سے محفوظ رہنے کے طریقے بھی بتائے۔

ان کی حکومت و سلطنت کے ایک رکن نے مصر میں گنبد حرمان تک تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا اور جناب ادریس بھی وہیں تشریف لے آئے اور تمام دنیا کی سیر کرکے مصر واپس تشریف لائے اس سفر کے بعد خالق عالم نے انہیں حیات ابدی عطا فرمائی اور وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا جنت میں ابدی سکونت عطا فرمائی، اس سلسلہ میں بہت سی روایات نظر سے گذری ہیں۔

صاحب عرائس ثعلبی نے اور قصص التنزیل میں ابو مطیع مکحول نے لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک بار کے وقت جناب ادریس کو دھوپ کی تمازت سے سخت تکلیف پہنچی تو دل میں خیال ہوا کہ اتنے ہزار سال سے سورج اس آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہے جب تھوڑی سی دیر میں دھوپ کی تمازت سے میرا یہ حال ہوا ہے تو وہ فرشتہ جو اس آفتاب عالمتاب پر مقرر ہے اس کا کیا حال ہوگا لہٰذا اس کے بارے میں بارگاہ الہٰی میں عرض کیا اللھم خفف عن ثقلھا واحمل عنہ حرھا اے اللہ اس کے بوجھ کو ہلکا کر اور آفتاب کی حرارت کو اس کے لئے کم فرما دے۔

اس دعا کی برکت سے اس فرشتہ کے مصائب میں تخفیف ہوگئی اور آفتاب کی شدید حرارت سے سکون حاصل ہوا تو وہ سوچنے لگا کہ آیا یہ تخفیف غضب الہٰی کی وجہ سے ہے یا اس کی رحمت و شفقت کی مظہر ہے لہٰذا اس نے بارگاہ احدیت میں اس کی وجہ معلوم کرنے کی درخواست کی

اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ یہ سکون میرے بندہ ادریس کی شفقت کا نتیجہ ہے انہوں نے تیرے لئے دعا کی تھی جو مقبول ہوئی اس فرشتہ کو اس بات سے جناب ادریس کی ذات سے عقیدت و محبت پیدا ہوئی اور آپ کی محبت اس کے دل میں راسخ ہوئی۔ اس نے بارگاہ الہٰی میں عرض کی الہٰی مجھے ان سے ملاقات کا شرف اور اخوت و دوستی کی عزت عطا فرمائی جائے اللہ کریم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کو اجازت عطا فرمائی۔ اس نے جناب ادریس سے ملاقات کی اور اس نے رشتۂ اخوت و محبت استوار کیا۔

جناب ادریس کی حیات ابدی کی تمنا

ایک دن جناب ادریس نے اس فرشتہ سے کہا کہ تمہاری جناب عزرائیل (ملک الموت) سے بہت دوستی ہے اور وہ تمہارا بہت اعزاز واکرام کرتے ہیں اگر ہو سکے تو تم ان سے میرے بارے میں یہ درخواست کرو کہ وہ میری روح قبض کرنے میں تاخیر کریں تاکہ میں وہ بقیہ زندگی طاعت وعبادت میں گزاروں تاکہ قیامت کے دن پریشان نہ ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ اے اللہ کے نبی کیا آپ کو اس بات کا خیال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ اَجَلُهُمْ جب موت کا مقرر وقت آتا ہے تو نہ اس میں کمی ہوتی ہے نہ زیادتی۔ ادریس علیہ السلام نے فرمایا یہ بات مجھے معلوم ہے لیکن یہ بات تم ملک الموت سے کرنا۔ آفتاب پر متعین فرشتے نے اللہ رب العالمین سے جناب ادریس علیہ السلام کی گفتگو کے بارے میں کہا تو رب کریم نے فرمایا کہ تو انہیں ملک الموت کے پاس لے جا تاکہ یہ ملک الموت سے خود بات کر لیں اور ملک الموت تو ایسا فرشتہ ہے جو میرے حکم کے بغیر دائیں بائیں جانب دیکھتا بھی نہیں ہے ارشاد خداوندی کے مطابق اس فرشتے نے اپنے پر کھولے اور جناب ادریس علیہ السلام سے عرض کیا اے نبی مکرم آپ میرے پروں پر آجائیں۔ اپنے پروں پر بٹھا کر وہ فرشتہ ادریس علیہ السلام کو اپنی منزل (آفتاب) پر لے آیا اور وہاں سے ملک الموت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بھائی عزرائیل میری آپ سے درخواست ہے اگر آپ اس کو پورا کریں۔ ملک الموت نے کہا کہیئے اگر ممکن ہو سکا تو آپ کی مدد کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

تب اس فرشتے نے کہا کہ میرے ایک دوست ادریس نامی کی خواہش ہے کہ آپ

ان کی روح تاخیر سے قبض کریں۔ ملک الموت نے کہا کہ یہ تو میرے لئے ممکن نہیں البتہ اتنا ممکن ہے کہ میں تمہیں روح قبض کرنے سے پہلے بتا دوں گا اس وقت تم جو کچھ مناسب سمجھیں کریں۔ فرشتے نے کہا یہ مناسب ہے لہذا ملک الموت اپنا رجسٹر لے آئے اور اس کو دیکھ کر کہنے لگے اے میرے بھائی فرشتے تم اب کس کے بارے میں دریافت کر رہے ہو مجھے تعجب ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے۔ فرشتہ کہنے لگا یہ کیسے ممکن ہے ملک الموت نے کہا کہ اس رجسٹر میں لکھا ہے کہ ان کی موت آفتاب کے قریب ہوگی یہ مرتبہ کس کو حاصل ہوگا فرشتہ نے کہا بات تو ایسی ہی ہے۔ فرشتے نے کہا میں نے ہی تو ان کو زمین سے لا کر آفتاب کے قریب چھوڑا ہے اور خود تمہارے پاس آیا ہوں۔ ملک الموت نے کہا جا کر دیکھو تو غالباً وہ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ انکی زندگی باقی نہیں رہی۔ وہ فرشتہ ملک الموت کے پاس سے واپس آیا تو دیکھا کہ جناب ادریس رحلت فرما چکے ہیں اور ان کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا ہے اور فرشتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں بیت المعمور میں دفن بھی کر دیا ہے (جناب ادریس آج تک وہیں دفن ہیں) وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اس امر کی جانب شہادت دے رہی ہے۔

جناب ادریس علیہ السلام کی وفات

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جناب ادریس موت کا جام پینے زمین کے اندر دفن ہونے اور صور کے پھونکے جانے اور روز آخرت کے سوالات دوزخ کے عذاب اور جنت کی بشارت کی طرف سے بہت متفکر رہتے تھے اور اسی لئے وہ کثرت سے عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ ان کی عبادت و ریاضت ساکنان خطہ ارض کی کل عبادت کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی اور ملاء اعلیٰ جاتی اس عبادت کی زیادتی کی وجہ سے ملک الموت کو جناب ادریس علیہ السلام سے ملاقات کا اشتیاق تھا ایک مرتبہ رب العالمین سے اجازت لے کر وہ زمین پر آئے اور جناب ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی اور تین دن رات اکیلے ساتھ رہے چونکہ کھاتے پیتے وقت وہ جناب ادریس کا ساتھ نہ دیتے تھے اس لئے ادریس علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ وہ انسانوں میں سے نہیں ہیں اور معلومات کے بعد پتہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں پھر ملک الموت نے بھی بتا دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ جناب ادریس نے دریافت کیا کہ روح قبض کرنے آئے ہو یا ملاقات کے لئے ملک الموت

نے جواب دیا کہ ملاقات کیلئے ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ میری خواہش یہ ہے کہ تم میری روح قبض کر کے مجھے موت کی لذت سے آشنا کرو۔ ملک الموت نے جناب باری سے اجازت لے کر ان کی روح قبض کی اور بعد میں روح ان کے بدن میں واپس کر کے معلوم کیا کہ اس سے آپ کا مقصود کیا تھا۔ ادریس علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ موت کا مزہ چکھنے اور موت کے حصول کے بعد جس طرح چاہوں عمل کروں کیونکہ اس طرح مجھے حیات ابدی حاصل ہو جائے گی اب میری ایک اور خواہش ہے کہ اب آسمانوں کی سیر کروں اور جنت و دوزخ کو دیکھ کر مقام خوف و رجا میں استقامت کروں۔

ملک الموت نے حضرت حق سے اجازت لی اور ان کو آسمان پر لے گئے جب دوزخ کے قریب آئے تو آپ نے ملک الموت سے کہا کہ آپ مالک (دوزخ کا نگران فرشتہ) سے کہیں کہ وہ دوزخ کے دروازے کھولے تاکہ اس کے طبقات کو دیکھوں۔ مالک نے ان کی خواہش کے مطابق دروازے کھول دیئے۔ جب آپ نے دوزخ کے حالات معائنہ فرمائے تو دہشت سے بیہوش ہو گئے اور ملک الموت نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا جب تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آگئے تو ملک الموت نے کہا کہ میں آپ کو دوزخ نہیں دکھانا چاہتا تھا لیکن آپ کے اشتیاق کو دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا اس وجہ سے آپ کو یہ پریشانی اٹھانی پڑی۔ آپ نے فرمایا اب ایک خواہش اور ہے ملک الموت نے کہا وہ بھی بتلایئے آپ نے فرمایا کہ دوزخ کے مصائب دیکھنے کے بعد اب جنت کی نعمتیں اور آسائشیں بھی دکھا دو۔ ملک الموت ان کو جنت کے دروازہ پر لائے اور اجازت کے بعد آپ کی خواہش کے مطابق دروازہ جنت کھولا گیا۔ یہاں آنے کے بعد آپ حوران جنت و غلمان بہشتی وہاں پھلوں اور فواکہات میں ایسے مشغول ہوئے کہ دنیا و ما فیہا سے غیر متعلق ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب ملک الموت نے کہا کہ اب چلیں تاکہ میں آپ کو آپ کی جگہ واپس پہنچا دوں لیکن آپ نے اس بات پر دھیان نہ دیا جب ملک الموت نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میں حکم ربی کے بغیر نہ آؤں گا۔ اب میں تمہارے اور دوسرے فرشتوں کے کہنے پر عمل نہ کروں گا۔ ادھر خالق کائنات جل وعلا نے ایک فرشتہ کو ان کے معاملہ کی طے کرانے کے لئے بھیجدوں گا۔ اس فرشتہ نے ملک الموت عزرائیل سے دریافت کیا کہ دو قدم کی کیا بات ہے انہوں نے

پوری بات بتائی۔ ملک الموت کی بات سننے کے بعد اس نے جناب ادریس سے کہا اب آپ بتائیں کہ معاملہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے فرشتے تمہیں معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ میں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے اور رب تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا میں نے دوزخ کے حالات بھی دیکھے ہیں۔ دوسری جگہ رب کریم نے فرمایا ہے مَا هُمْ عَنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ جنت میں داخلہ کے بعد تم وہاں سے نکالے نہ جاؤ گے اسی حکم کے مطابق اب میں بہشت سے نہیں آؤں گا اب میری واپسی حکم ربی کے بعد ہی ممکن ہے۔ رب کریم نے ملک الموت سے فرمایا کہ انہیں یہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ میرے حکم کے مطابق بہشت میں آئے ہیں اور ہمارے فرمان و احکام سے دلائل اور حجتیں پیش کر رہے ہیں اور حق انہیں کے ساتھ ہے اب انہیں یہیں رہنے دو۔ مَكَانًا عَلِيًّا (بلند مکان) سے جنت کے مکانات مراد ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جناب ادریس کبھی ساتویں آسمان پر اور کبھی چھٹے آسمان پر آتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ مصروف عبادت رہتے ہیں (واللہ اعلم)

ایک روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام کی آدم علیہ السلام کی رحلت کے وقت سو سال عمر تھی بعض دوسری روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر تین سو ساٹھ سال تھی اور آپ کی بعثت رحلت ابوالبشر علیہ السلام سے دو سو سال بعد ہوئی اور ایک سو پچاس سال منصب نبوت پر فائز رہے آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے ان کی شریعت کے احکام جناب آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق تھے۔

آپ پینسٹھ سال کی عمر میں بروفا نامی ایک عورت کو اپنے حبالہ عقد میں لائے اور اس ازدواج کے نتیجہ میں ایک فرزند متوشلح پیدا ہوئے (اس لفظ کے معنی عربی زبان میں منشرح ہیں) ادریس علیہ السلام سے نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم متوشلح کو منتقل ہوا۔

جب متوشلح کی عمر ایک سو پچاسی ۱۸۵ سال ہوئی تو انہوں نے عربانا نامی ایک عورت سے شادی کی اور ان سے لمک یا لامک پیدا ہوئے لمک یا لامک کے معنی عربی میں بزرگ کے ہیں۔

متوشلح کی عمر جب نو سو ساٹھ ۹۶۰ سال ہوئی تو انہوں نے دار البقا کی طرف سفر اختیار کیا

جب لمک یا لامک کی عمر ایک سو بیاسی[۱۸۲] سال ہوئی تو عرائس کی روایت کے مطابق انہوں نے قینوش نامی عورت سے عقد کیا یہ رشتہ میں آپ کی چچازاد بہن تھیں ان کا سلسلہ نسب آدم علیہ السلام تک ان واسطوں سے ملتا ہے قینوش بنت برکائیل بن متوشلخ بن اخنوع بن قینان بن شیث علیہ السلام بن ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام اور ان کے بطن سے جناب نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ان کی ولادت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو بیس سال بعد ہوئی۔ جناب نوح علیہ السلام ایک سو پچاس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال تک مصروف تبلیغ رہے اور طوفان کے ساٹھ سال بعد تک حیات رہے اس طرح ان کی مجموعی عمر سترہ سو[۱۷۰۰] سال اور ایک روایت کے مطابق پندرہ سو سال ہوئی۔ پندرہ سو سال والی روایت کو مفسرین نے بھی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

نوح علیہ السلام کے واقعات

پانچواں باب: اس باب میں نو فصلیں ہیں پہلی فصل میں آپ کا ذکر اور وجہ تسمیہ بیان ہوگی۔

حضرت نوح کی وجہ تسمیہ

جناب نوح علیہ السلام کا سریانی میں یشکر نام تھا۔ اہل عرب ان کو نوح کہتے تھے ان کے القاب آدم ثانی راکب اور شیخ الانبیاء بھی ہیں جناب نوح نجی اللہ کہلائے جاتے ہیں۔ ان کے نوح کے نام سے مشہور ہونے کی بہت سی وجوہ ہیں یہاں صرف تین وجوہ بیان کی جائیں گی۔

(۱) ایک مرتبہ آپ کا گذر ایک شکاری کتے پر ہوا جو زخموں سے چور تھا وہ کتا آپ کے قریب آیا تو آپ نے اس سے فرمایا اے قبیح دور ہو۔ یہ سنکر کتے نے کہا اگر آپ سے ممکن ہو تو مجھ سے بہتر مخلوق پیدا کر دیں۔ ایک اور روایت کے مطابق کتے نے جواب دیا کہ آپ نقش کو برا کہہ رہے ہیں یا نقاش کو (یعنی مجھے برا کہتے ہیں یا میرے پیدا کرنے والے کو) اس بات کے بعد کتے نے کہا کہ اے نوح زبان کو روکیں کہ آدمیت کا لقب آپ نے خود اختیار نہیں کیا ہے اور وقت کے خریطہ میں نقد نبوت آپ نے خود نہیں بکھیرا ہے (یعنی خود منصب نبوت پر فائز نہیں ہوئے ہیں) میرے پیدا کرنے والے میں یہ طاقت ہے کہ وہ میرے جسم سے کتے کی کھال اتار دے اور انسانوں کی پیشانی پر ذلت کا نشان لگا دے نوح علیہ السلام یہ باتیں سن کر مضطرب ہوئے اور

کئی سال تک مصروف گریہ رہے یہی سبب آپ کے نوحؑ مشہور ہونے کا ہوا۔

(۲) جب نوح علیہ السلام طوفان کے بعد کشتی سے باہر آئے تو ابلیس لعین نے ان سے کہا آپ کی وجہ سے میرا ایک بڑا کام بن گیا ہے، یہ بات سن کر حضرت نوح غضب میں آگئے اور فرمایا اے لعین میں نے کوئی کام تیری مرضی کے مطابق نہیں کیا ہے اور نہ آیندہ کروں گا میرا کونسا عمل ایسا تھا جو تیرے فائدہ کا سبب ہوا ہے کہنے لگا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو آپ کی امت کے افراد کو بہکانے میں بہت محنت کرنا پڑتی تھی جب وہ برے اعمال کر کے مستحق عذاب بنتے تھے اور میں ان کو تادم مرگ بہکاتا تھا اور اپنے مرتے دم تک ایسا ہی کرتا رہوں گا" لیکن آپ نے میری اس طرح مدد کی ہے کہ آپ کی ایک ہی بد دعا سے سب کے سب مستحق نار ہو گئے ہیں، یہ سن کر نوح علیہ السلام اپنی دعا پر پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے کاش میں یہ دعا نہ کرتا اپنی قوم کی بدعمالیوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کرتا۔ اس پشیمانی میں آپ چالیس سال مسلسل روتے رہے اور نوحؑ مشہور ہوئے۔

(۳) اپنے بیٹے کنعان کے بارے میں بارگاہ الہٰی میں عرض کیا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ بیشک میرا بیٹا میرے اہل وعیال میں ہے اس وقت خطاب عتاب آمیز بارگاہ الہٰی سے آیا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں نہیں ہیں اور یہی خطاب عتاب آمیز سبب گریہ ہوا۔ یہ تینوں قول جو مندرجہ بالا سطور میں بیان کئے گئے ہیں وہ اس اعتبار سے ہیں کہ لفظ نوح عربی زبان کا ہے ورنہ عجمی لفظ سے اشتقاق مناسب نہیں (واللہ اعلم)

جناب نوح کی بعثت و رسالت کے اسباب آپ کی بعثت و رسالت کا سبب یہ تھا کہ جناب ادریس کی رحلت کے بعد تو ایک مدت تک کوئی مصلح یا ہادی تبلیغ دین کے لئے نہ آیا اور خطہ زمین پر بسنے والے سب کے سب کافر و منکر ہو گئے، صاحب عرائس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس زمانہ میں اولاد آدم علیہ السلام دو نسلوں میں بٹی ہوئی تھی ایک جماعت قابیل کی نسل سے تھی جو شہروں میں مکان بنا کر رہتے تھے دوسرے لوگ حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے یہ لوگ پہاڑوں کے دروں میں مقیم تھے جناب شیث علیہ السلام کی نسل کے مرد وجیہہ و شکیل تھے البتہ اس نسل میں عورتیں شکیل نہ تھیں

اور قابیل کی نسل کے لوگوں کے پاس انسانی شکل میں آیا اور ان سے کہنے لگا کہ مجھے اپنے پاس رکھ لیں میں آپ کی خدمات انجام دوں گا ان کی خوشامد کرکے وہ ان کے ساتھ رہنے لگا بعد میں اس نے بانسری بنائی اور اسکو بجانے لگا لوگوں نے جب بانسری کی آواز سنی تو بہت متعجب ہوئے کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے ایسی آواز نہ سنی تھی لوگ روزانہ اس کے پاس بنسری کی آواز سننے جمع ہوجاتے۔ اسی طرح وہ روزانہ ان کے سامنے بنسری بجاتا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دن جشن کا مقرر کیا تھا اس دن لوگ جمع ہوجاتے اور ابلیس نے نوازی کرتا تھا ایک مرتبہ پہاڑوں کا بسنے والا (بنی شیث) ایک شخص اس مجمع میں آگیا اور اس نے جشن دیکھا جس میں عورتیں اور مرد جمع تھے۔ اس نے اس قبیلہ کی حسین وجمیل عورتوں کو بھی دیکھا جن کی مثل ان کے قبیلہ میں نہ تھیں لہذا اس نے واپس جاکر اپنے قبیلہ والوں کو ساری کیفیت سنائی اور سال آئندہ اس جشن میں شرکت کا پروگرام بنایا۔ اس مجمع میں عورتوں مردوں کے اجتماع کی وجہ سے بہت سی غیر اخلاقی حرکتیں بھی ہوتی تھیں اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى اس اجتماع نے فسق وفجور کے اڈے کی شکل اختیار کرلی تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان کی اصلاح اور برائیوں پر خوف دلانے کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی جانب مبعوث فرمایا تاکہ وہ اپنی قوم کو دردناک عذاب سے ڈرائیں۔

دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث اور ان کی اولاد کو نصیحت فرمائی تھی کہ قابیل کی اولاد سے میل جول نہ رکھیں اور نہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت استوار کریں۔ ان کی تمام اولاد کو آدم علیہ السلام نے پہاڑوں میں بھیجکر ایک محافظ ان پر مقرر کردیا تاکہ ان کی فرزندان قابیل سے حفاظت کرے اور ان کو فرزندان قابیل کے شر سے محفوظ رکھے وہ محافظ ان کے لئے دعا کرتا رہتا اور فرزندان شیث کے گناہوں کی بخشش کے لئے طلب مغفرت کرتا۔ ایک دن حضرت شیث کی اولاد میں سے سو آدمی پہاڑ سے نیچے اترے تاکہ اپنے چچا کی اولاد (فرزندان قابیل) کے حالات سے آگاہی حاصل ہو۔

چونکہ فرزندان شیث نہایت ہی حسین وجمیل تھے اور بنی قابیل کی عورتیں بھی حسن وجمال کا

مرفع تھیں۔ ان عورتوں نے جب حسین وجمیل مردوں کو دیکھا تو طرح طرح کے فریب سے ان مردوں کو قید کر لیا یہ عورتیں ان کی بہت حفاظت کرتیں۔ جب بنو شیث کے آدمی واپس نہ ہوئے تو سو مزید آدمی ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے آئے اور وہ بھی پہلے آنے والوں کی طرح ان کے جال میں پھنس گئے جب یہ بھی وہیں رک گئے اور واپس نہ ہوئے تو بقیہ تمام لوگ بھی پہاڑوں سے اتر آئے اور وہیں رہنے لگے۔ اس طرح مل جل کر رہنے کی وجہ سے ان کے تعلقات بنو قابیل سے استوار ہو گئے اور آپس میں سلسلہ مناکحت شروع ہو گیا۔ بنو قابیل تعداد میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے چوتھا خطہ زمین گھیر لیا اور ان کے درمیان کفر وبت پرستی بڑھتی گئی۔

بُت پرستی کی ابتدا کہا جاتا ہے کہ بت پرستی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو مسلمانوں نے کافروں (بنو قابیل) کو ان کی زیارت نہ کرنے دی لیکن ابلیس نے انہیں تسلی دے کر کہا کہ میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جس کی وجہ سے تمہارا سر فخر سے بلند ہو جائے گا اور تم ان پر فوقیت حاصل کر لو گے سب نے اس سے کہا بتاؤ وہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ میں تمہارے لئے آدم علیہ السلام کی شبیہہ تیار کر دوں گا تاکہ تم اس کی زیارت اور اس کا طواف بھی کرو۔ ان لوگوں نے ابلیس کے مشورے سے اتفاق کیا اور اس مردود نے ان کے لئے پانچ بت تیار کئے جن کے نام وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر رکھے (ان ناموں کا ذکر قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے) ان بتوں کے بنائے جانے کے بعد یہ لوگ ان بتوں کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب بت پرستی انتہا کو پہنچی تو رب تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انہیں ان بتوں کی عبادت سے روکیں لیکن انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا اثر نہ لیا اور بت پرستی اور فواحش کے ارتکاب پر مصر رہے اور طوفان نوح میں یہ بت دب دبا کر کہیں رہ گئے لیکن ابلیس نے کوشش کر کے ان بتوں کو وہاں سے اہل عرب کے لئے نکالا اور ان بدبختوں نے ایک ایک بت کو اپنے لئے منتخب کر لیا قبیلہ خضاعہ نے اپنے لئے وَدّ کو منتخب کیا۔ حمیر نے نسر کو اپنا معبود بنایا۔ ہذیل سواع کے معتقد ہو گئے۔ کہلان نے یعوق کو اپنا خدا بنایا اور اعلم وانعم نے یغوث کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کر لیا۔

اس طرح تمام سرکردہ قبائل نے اپنے لئے ایک ایک بت کو منتخب کرلیا اور زور شور سے ان کی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے ادہر مشیت ایزدی نے بعثت مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کو ضروری جانا اور اس ظلمت آباد کے لئے رشد و ہدایت کا چراغ نور مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء سے روشناس کرایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کو توڑ کر جزائر عرب سے دور پھنکوا دیا۔

نوح علیہ السلام کی خصوصیات

دوسری فصل: علماء حق نے جناب نوح علیہ السلام کی دس خصوصیات بیان فرمائی ہیں: (۱) آپ اولوالعزم رسول تھے یعنی ان کی شریعت تمام دوسری شریعتوں کے احکام کو منسوخ کر کے اپنے احکام کو جاری و ساری کیا تھا۔ اس سے قبل جناب شیث و ادریس علیہما السلام شریعت آدم علیہ السلام پر عمل پیرا تھے (۲) مخلوق عالم کا سلسلہ نسب ان پر منتہی ہو گیا تھا اس لئے آدم ثانی کہلائے (۳) آپ پہلے نبی تھے جو تمام خطہ زمین پر بسنے والوں کے لئے مبعوث ہوئے (۴) آپ پہلے نبی تھے جنہوں نے مخلوق کو کفر کے عواقب سے ڈرایا (۵) آپ کو اس سلسلہ میں اولیت حاصل ہے کہ آپ کی بددعا سے امت ہلاک ہوئی (۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ پہلے فرد ہیں جن کے ذریعہ نشاۃ ثانیہ کرائی گئی (۷) پیغمبروں میں سب سے زیادہ عمر پائی (۸) ہزار سال کی طویل عمر میں بھی آپ کا کوئی دانت نہ گرا تھا نہ کوئی بال سفید ہوا تھا اور نہ طاقت و قوت میں ذرہ برابر کمی آئی تھی (۹) عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ دعوت تبلیغ و رشد و ہدایت کے باوجود ہر دن و رات میں ہزار رکعت سے زیادہ نماز پڑھتے (۱۰) باوجود اس کے کہ ان کی قوم کے لوگ سخت اذیتیں دیتے لیکن آپ ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے اور ان کی خاطر داری میں مشغول رہتے ہر شخص کے گھر جاتے اس کا حال معلوم کرتے اس کی تکالیف کا مداوا فرماتے لیکن ان بدبختوں پر آپ کی شفقتوں اور نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا آپ دن کو بھی ان کے گھروں پر جا کر تبلیغ کرتے اور رات کو بھی جا کر انہیں اللہ کی وحدانیت کا درس دیتے آپ کے اس طرز عمل کی وجہ سے لوگ آپ کو مجنون اور دیوانہ کے لقب سے یاد کرتے اور آپ کو طرح طرح سے ایذائیں دیتے اور مرنے والے اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتے کہ آپ کی

"تکلیف واذیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں کیونکہ ان کی آنکھیں حق کو دیکھنے سے اندھی ہو چکی تھیں یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا اَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِيْنَ دوسری جگہ فرمایا گیا اِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ اَظْلَمُ وَ اَطْغٰى اس طرح آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور صرف چند لوگ ایمان لائے لیکن کافروں اور منکروں کی تکلیفیں دینا برابر بڑھتا ہی رہا لیکن آپ صبر و تحمل کے ساتھ ان تمام مصائب کو برداشت کرتے رہے اور ان کے لئے یہ دعا فرماتے اَللّٰهُمَّ اهْدِ نِيْ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور خدا میری قوم کو ہدایت فرما یہ کفر کی تاریکی میں پھنسے ہوئے ہیں اور جانتے نہیں ہیں۔ ان کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ وہ آپ کو اتنا مارتے کہ جس سے آپ کے اعضا لوٹ جاتے اور آپ شدت تکلیف سے بیہوش ہو جاتے اور وہ بدبخت آپ کو کمبل میں لپیٹ کر گھر ڈال جاتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ شدت اذیت سے جانبر نہ ہو سکیں اور سفر آخرت اختیار کر لیں گے لیکن جب رات ہوتی تو شفاخانہ قدرت سے ان کا علاج ہو جاتا۔ رب تعالیٰ نے قوم نوح کو نقل فرمایا (وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا عطا فرماتا ہے) یعنی شافی مطلق انہیں شفا عطا فرما دیتا اس طرح کئی مرتبہ ہوا کہ آپ ان کی مجالس پر تشریف لے گئے اور انہیں تبلیغ دین فرمائی لیکن ان سنگدلوں نے آپ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ان پتھروں میں چھپ گئے اور وہ آپ کو مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ رات کو جناب جبرئیل آکر پتھر علیحدہ کر کے آپ کو وہاں سے نکالتے اور اپنے پیروں کو آپ کے جسم سے مل کر زخموں کا علاج کرتے۔ علی الصباح پھر آپ اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آجاتے اور فرماتے یا قوم قولوا لا الٰہ الا اللہ اے میری قوم تم لا الٰہ الا اللہ کہکر اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لو۔

نقل کیا گیا ہے کہ ان کی قوم میں ایک بدبخت بوڑھا جس کا نام قصی تھا اس نے ایک دن اپنے بیٹے جادو کو وصیت کی کہ اے بیٹے نوح (علیہ السلام) کو اذیت و تکلیف دینے میں امکانی کوشش کرنا اور ان کا مسخر اڑانے اور ان کی توہین کرنے میں شمہ برابر بھی کمی نہ کرنا بعد میں وہ اس لڑکے کو لیکر نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا بیٹے یہی جس شخص کے بارے میں تجھے بتا رہا تھا (خاکم بدہن) وہ ساحر و کذاب یہی ہے تو اس کی گفتگو سے کبھی متاثر نہ ہونا اور

باپ دادے کے دین کو کبھی نہ چھوڑنا ان کی ایذا اور اہانت میں کبھی کمی نہ کرنا کیونکہ میرے آباؤ اجداد نے مجھے بھی یہی سبق دیا تھا۔

بیٹے نے باپ کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کرنے میں باپ پر بھی بازی لے گیا اس بدبخت نے اپنے ناہنجار باپ کے ہاتھ سے لاٹھی لی اور اس نیک خصلت پیغمبر خدا علیہ السلام کے سر پر ماردی جس کی وجہ سے آپ کے سر مبارک سے خون بہہ کر پیشانی تک آگیا اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی تیرے علم میں ہے کہ اس قوم نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے، میں ان کو راہ حق دکھاتا ہوں اور یہ میرے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۔ اے رب میں نے اپنی قوم والوں کو شب و روز ہدایت کا درس دیا لیکن انہوں نے ہمیشہ راہِ حق سے فرار اختیار کی۔ اے رب کریم اگر تو ان پر نظر رحمت فرماتا ہے تو انہیں ہدایت کا راستہ دکھا یا مجھے ان بلاؤں پر صبر عطا فرما کیونکہ اب طاقت صبر ختم ہوگئی ہے اور ان کی حرکتیں برداشت سے باہر ہوگئی ہیں کاش مجھے یہ علم ہوتا کہ اس قوم سے کوئی بھی ہدایت پائے گا اور میری کوشش اکارت ہوجائیگی اس وقت خطاب باری ہوا کہ اے نوح اس میں سے جسے بھی ایمان لانا تھا وہ لاچکا اب ان میں کوئی بھی ہدایت حاصل کرنے والا نہیں ہے۔ وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ہم نے نوح کے پاس وحی بھیجی کہ اب تمہاری قوم میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے جنہیں ایمان لانا تھا وہ لاچکے۔ اس وحی کے بعد نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی کیا ان کی نسل میں کوئی ایسا ہے جو بعد میں ایمان لے آئے تاکہ اس امید میں اپنی کوشش جاری رکھوں خطاب باری ہوا یا نوح لم یبق من اصلاب الرجال ولا فی الارحام النساء مومن اے نوح اب ہدایت پانے والوں میں نہ تو باپ کی صلبوں میں اور نہ ماؤں کے ارحام میں کوئی باقی رہا ہے، اب ان کی نسلوں میں کوئی مشرف بہ اسلام ہونے والا باقی نہیں رہا ہے اس بات کو معلوم ہونے کے بعد جناب نوح نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا :۔
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۔ اے رب خطہ زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رکھ یہ دعا مستجاب ہوئی اور ان کے عذاب کا حکم جاری ہوگیا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ

ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُغْرَقُوْنَ اب ان کے بارے میں جنہوں نے ظلم وستم توڑے ہیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے یہ لوگ غرق کر دیئے جائیں گے۔

ان نافرمانوں کو پانی کے عذاب کے ذریعہ آتش دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا اور آپ کو مع آپ کے احباب واہل وعیال کے کشتی کے ذریعہ طوفان سے نجات دلائی جائے گی۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا آپ ہماری ہدایات کے مطابق کشتی تیار کریں۔

کشتی میں مختلف جانوروں کا قیام

کشتی بنانے اور اس میں جانوروں کے جوڑے رکھنے کی ہدایات۔ عوج بن عنق کی جسامت کا تذکرہ

تیسری فصل: جب نوح علیہ السلام سے خطاب باری ہوا وَاصْنَعِ الْفُلْكَ آپ کشتی تیار کریں۔ تب نوح علیہ السلام نے دریافت فرمایا الٰہی یہ کشتی (فلک) کیا چیز ہے خطاب باری ہوا کہ وہ مکان جو پانی پر چلتا ہے نوح علیہ السلام نے دوبارہ عرض کیا کونسا پانی۔ خطاب باری ہوا جس کو ہم نازل کریں گے اور اس میں کافر غرق ہوجائیں گے یہ کافر مردے ہیں اور مردوں کو غسل دینا چاہیئے۔ وَاِنِّیْ عَلٰی مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ اور میں جو چاہوں اس پر قدرت رکھتا ہوں نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس کے لئے لکڑی کہاں سے دستیاب ہوگی حکم الٰہی ہوا کہ درخت لگاؤ الغرض جناب جبریل نے چند شاخیں ساج (سال) کی لاکر دیں ان کو نوح علیہ السلام نے زمین میں لگایا چالیس سال کے عرصہ میں وہ تناور درخت بن گئے اس اثناء میں جناب نوح علیہ السلام کی بددعا کے اثر سے یہ کافر مصائب میں گھرے رہے ان کی عورتیں بانجھ ہوگئیں اور اس عرصہ میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ ٹپکا اس اثناء میں نہ تو نوح علیہ السلام نے انہیں تبلیغ کی اور نہ وہ نبی برحق جناب نوح علیہ السلام سے مزاحم ہوئے۔ چالیس سال کے بعد حکم الٰہی ہوا کہ درخت کاٹ کر کشتی بنانے کے لئے تمام سامان مہیا کریں جب تمام سامان مہیا ہوگیا تو جبریل امین نے کشتی بنانے کا طریقہ بتا دیا اس طرح نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کردی۔ قوم کے لوگ جب آپ کو اس کے بنانے میں مشغول دیکھتے تو اس کا مذاق اڑاتے کہ دیکھو یہ منصب نبوت سے ترقی کرکے درودگری بڑھئی کا کام کرنے لگے ہیں جو ظاہر کرتا ہے کہ تمہارا دماغ (خاکم بدہن) خراب ہوگیا ہے۔

خطہ زمین پر ایک قطرہ نہیں برستا ہے اور یہ کشتی بنانے میں مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی ان خرافات کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ۔ جب ان کی قوم کے لوگ ان پر گذرتے تو ان کا مذاق اڑاتے اب ہم ان کا مذاق نہیں اڑائیں گے جیسا کروہ پہلے کرتے رہے ہیں اب انہیں معلوم ہوگا کہ ان پر کیسا دردناک عذاب آئے گا اور وہ اس دردناک عذاب کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

خطاب الٰہی ہوا کہ اے نوحؑ کشتی بنانے میں جلدی کرو کیونکہ ہمارا غضب شدت اختیار کر گیا ہے اور یہ ہمارے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے مددگار حاصل کرنے کی اجازت لی اور اپنے بیٹوں کو ساتھ لیکر چھ افراد کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے۔ جب کشتی تیار ہوئی تو اس کی کیفیت سے متعلق مختلف روایات میں اس طرح ہے۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق اس کی لمبائی چھ سو ساٹھ ۶۶۰ گز اور چوڑائی تین سو تیس ۳۳۰ گز اور اونچائی تینتیس گز تھی۔ اس میں تین طبق (منزلیں) تھے۔ پہلی منزل میں درندے اور چوپائے۔ دوسری منزل میں دوسرے جانور اور پرندے اور تیسری بالائی منزل میں نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین تھے۔ اس کی ظاہری شکل پرندہ کی طرح تھی اس کا سر مور کی طرح اور سینہ بطخ کی طرح۔ ایک اور روایت کے مطابق اس کا سینہ کبوتر کی طرح اور اس کی دم مرغ کی طرح اس کے اندر اور باہر تارکول سے رنگ کیا گیا تھا۔

اس کے بعد حکم ہوا کہ اب اپنے جدِّ اعلیٰ آدم علیہ السلام کے جسد مبارک کے لئے ایک تابوت بنائیں تاکہ پانی برسنے اور سیلاب کی موجوں کی وجہ سے ان کا جسد مبارک متفرق نہ ہو جائے کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ ان کا جسد مبارک اس سیلاب سے متاثر ہو۔ الغرض نوح علیہ السلام نے چوب شمشاد (ساگوان کی لکڑی) سے ایک تابوت تیار کیا جو آپ کے جسد مبارک کے مطابق تھا۔ اور حکم الٰہی کے منتظر رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس حکم الٰہی آگیا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ جب وعدہ الٰہی پورا ہوا اور تنور ابلنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ اب کشتی میں سوار ہونے سے پہلے اس میں ہر صنف کے

جانوروں کے دو دو جوڑے ساتھ لے لو۔

وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے بارے میں مفسرین نے مختلف باتیں بیان کی ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس سے نورِ صبح اور طلوع فجر مراد ہے۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ اس سے تنور ہی مراد تھا جس میں روٹی پکائی جاتی تھی اس تنور کے بارے میں بھی کئی قول ہیں بعض نے کہا کہ جناب نوحؑ ایک روٹی والے کی دوکان پر کھڑے تھے جس نے مذاقاً کہا کہ وہ طوفان جس کی آپ خبر دیتے ہیں کہاں ہے اور اس طوفان کا پانی کہاں سے آئے گا۔ یہ سنکر نوح علیہ السلام نے فرمایا تیرے تنور سے اِدھر یہ فقرہ زبانِ نبی سے ادا ہوا اُدھر تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگیا۔ لیکن اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کا تنور تھا جو آپ کو ورثہ میں ملا تھا اور بعض حضرات نے اس کو لوہے کے ایک ٹکڑے سے تعبیر کیا ہے تو باب الکندہ کے دائیں جانب ہے جو سرزمین کوفہ میں واقع ہے (قبیلہ کندہ کے لوگ کوفہ میں مقیم تھے) اسی طرح بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی اپنی بیٹی کے ساتھ گھر میں روٹی پکا رہی تھیں کہ ایک دم تنور سے پانی ابلنے لگا تو وہ اس تحیر آمیز واقعہ کو دیکھ کر نوح علیہ السلام کے پاس بھاگتی ہوئی آئیں اور سارا واقعہ بتایا جس سے آپ نے سمجھ لیا کہ وعدہ الٰہی پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے ؏

کز تنور پیرہ زن سیلاب طوفان زادہ شد

اس وقت حکم الٰہی ہوا کہ جانوروں کی ہر قسم کے جوڑے اپنے ساتھ رکھیں اَحْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا روئے زمین کے حیوانات کو کس طرح جمع کروں، رب تعالیٰ نے ہواؤں کو حکم دیا جس نے مشرق و مغرب شمال و جنوب سے جانور جمع کر دیئے اب نوح علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی شیر اور گائے کو کس طرح اکٹھا کروں کیونکہ ازل سے ان دونوں کے درمیان عداوت پیدا کر دی گئی ہے۔ رب کریم نے فرمایا کہ یہ عداوت کس نے پیدا کی ہے۔ نوح نے عرض کیا الٰہی تو نے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اب ان کے درمیان محبت و الفت پیدا کر دوں گا اور ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔

نقل ہے کہ رب تعالیٰ نے اسی دن سے شیر کو بخار میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ کسی دوسرے جانور کو نقصان نہ پہنچائے، اس کے بعد حکم الٰہی ہوا کہ کشتی پر کوئی جانور جفتی نہ کرے تو الد و تناسل نہ ہو

اور کشتی میں گنجائش کی کمی نہ پڑ جائے۔ اسی طرح کوئی مرد اپنی عورت کے ساتھ کھانا نہ کھائے اور شراب بھی نہ پیئے تاکہ خواہشات نفسانی کا سبب نہ بن جائے۔ نوح علیہ السلام کو یہ بھی حکم ہوا تھا کہ آپ ایک سال کی غذا اپنے ساتھ رکھ لیں بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ کشتی کی درمیانی منزل میں کھانے اور پینے کا سامان تھا کیونکہ بالائی منزل میں نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی رہنے کی جگہ تھی۔ حکم ربی یہ ہوا تھا کہ تابوت آدم علیہ السلام کو بالائی حصہ میں رکھیں تاکہ یہ تابوت عورتوں اور مردوں کے درمیان پردہ اور دیوار کا کام کرے۔

حیوانوں میں آپ چیونٹیوں کو اپنے ساتھ بالائی منزل میں لے آئے تھے تاکہ وہ جانوروں کے پیروں میں روندے جانے سے محفوظ ہو جائیں۔

حضرت نوح کے نام سے سانپ اور بچھو کے اثرات زائل ہوتے ہیں

الغرض جب ہر جانور کے جوڑے آپ نے لیلئے سانپ اور بچھو باقی رہ گئے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ابھی یہ دونوں موذی باقی رہ گئے ان کے بارے میں تیرے حکم کا انتظار ہے کیونکہ ان دونوں سے دوسروں کو نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہے اس وقت رب تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا کہ وہ جاکر سانپ اور بچھو کا زہر نکال لیں اس کے بعد ان دونوں نے حضرت نوح سے عہد کیا کہ آئندہ جو کوئی فرد انسانی آپ کا نام لے کر اس طرح کہے گا سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ تو کوئی بچھو یا سانپ اس کو ضرر نہ پہنچائے گا۔

الغرض نوح علیہ السلام کشتی میں سب سے پہلے چیونٹیوں کو لائے اور اپنے ساتھ بالائی منزل میں رکھا اور سب سے آخر میں دراز گوش گدھے کو لایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب گدھے نے اپنے اگلے دو پیر کشتی میں رکھے تو شیطان لعین نے اس کے ساتھ حیلہ کیا اور اس کی دم میں لٹک گیا ہر چند کہ نوح علیہ السلام اس کو پکارتے رہے اور گدھا کوشش کرتا رہا لیکن اس کی کوشش بار آور نہ ہو سکی نوح علیہ السلام نے فرط غضب میں فرمایا کہ کشتی میں جلد داخل ہو جا اگرچہ تیرے ساتھ شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کلمات ادا ہوتے ہی گدھا کشتی میں آ گیا۔

شیطان کشتی میں داخل ہوتا ہے - جب نوح علیہ السلام نے کشتی کا جائزہ لیا تو ابلیس کو ایک

گوشہ میں چھپا ہُوا دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا تو کس کی اجازت سے کشتی میں آیا ہے۔ کہنے لگا آپ کی اجازت سے۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا مجھے تو تیری آمد کا علم نہیں۔ کہنے لگا آپ نے دراز گوش (گدھے) سے نہیں کہا تھا کہ ادخل وان کان معک الشیطان میں اس وقت اس کی دم میں لٹکا ہُوا تھا اور اس کو آنے نہیں دے رہا تھا جب آپ نے اجازت دیدی تو ہم دونوں کشتی میں آ گئے۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو کشتی سے نکال دیں لیکن اس نے کہا کہ آپ کے لئے میری نگہداشت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے میں کشتی سے نکلنے والا نہیں ہوں اس وقت وحی آئی کہ اے نوح اس کو چھوڑ دو اس کے یہاں رکھنے میں حکمتیں پوشیدہ ہیں لہذا نوح علیہ السلام نے اس کو نکالنے کا خیال ترک کر کے اس کو نصیحتیں فرمائیں اور اس سے معلوم ہُوا کہ وہ کیا وجوہ تھے جن کی وجہ سے تو نے خود کو مردود ازلی بنایا اور بنی آدم کو ورغلانے اور راہ حق سے بھٹکانے کا کام کیا۔ ایمان و عرفان کی بنیاد اپنے ضمیر سے اکھاڑ پھینکی اور کفر و طغیان کے پرچم لہرا دیئے۔ کہنے لگا اب آپ مجھے کیا کہتے ہیں اگر ان غلطیوں کا تدارک ہو سکتا ہو تو میں حاضر ہوں اور ان باتوں کی اگر تلافی ممکن ہو سکے تو میں تیار ہوں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ بارگاہ احدیت میں توبہ و استغفار کر شاید کہ ان غلطیوں کی تلافی ہو جائے کہنے لگا ابھی تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میری توبہ قبول بھی ہو جائے گی یا نہیں۔ نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تو جواب ملا اس کی توبہ صرف اس شرط پر قبول ہو گی کہ وہ تابوت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے۔ نوح علیہ السلام نے ابلیس سے کہا کہ اب سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ تو تابوت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے۔ کہنے لگا واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی میں نے اس وقت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا جب وہ حیات تھے اب مردہ مٹی کے ڈھیر کو سجدہ کروں ناممکن ہے لہذا وہاں سے اللہ رب العالمین سے پناہ طلب کرتے ہوئے واپس ہوئے۔

ابو مطیع نسفی فرماتے ہیں کہ جب جانور یکے بعد دیگرے کشتی میں آنے لگے تو بکری نہایت دشواری کے ساتھ سوار ہو رہی تھی اس وقت نوح علیہ السلام نے اس کی دُم پکڑ کر کشتی میں ڈال دیا اس کی دم ٹوٹ گئی اور اس کی شرمگاہ ظاہر ہو گئی اور وہ سلسلہ اس کی نسل میں آج تک جاری ہے اسی طرح بھیڑ کے ساتھ ہُوا۔ بھیڑ جب آئی تو اس نے آپ کی اطاعت کی اور سیدھی طرح

آسانی کے ساتھ چلنے لگی۔ نوح علیہ السلام نے اس کی دم پر ہاتھ پھیرا اس کی وجہ سے اسکی چکی ٹرہ گئی اور شرمگاہ چھپ گئی، یہ واقع مطیع و فرمانبردار لوگوں کے لئے بشارت اور نادرمانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے۔ (کیونکہ نافرمانی یا تساہل پردہ دری کا سبب بنا ہے جبکہ اطاعت پردہ پوشی کا سبب بن گئی جیساکہ اوپر والے واقعہ سے ظاہر ہے) نقل کیا گیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام اپنی اولاد اہل بیت ومتبعین کو کشتی میں لیکر آرہے تھے جو آپ کا بیٹا کنعان، سام یا بیطون نامی اور آپ کی بیوی واعلہ۔ یہ ماں اور بیٹیا دور سے کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور خود کو ان سے الگ کرکے ان کا مذاق اڑا رہے تھے، ہرچند نوح علیہ السلام نے بیٹے سے فرمایا یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْكَافِرِيْنَ اے بیٹے ہمارے ساتھ آجا اور نافرمانوں میں مت شامل ہو تو وہ کہنے لگا ... وِیْ اِلٰی اجبلٍ یعصمنی مِنَ السَّمَآءِ میں پہاڑ پر چلا جاؤں گا اور پانی سے محفوظ ہو جاؤں گا۔ اس کی بات سن کر نوح علیہ السلام نے فرمایا لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم آج کے دن کوئی بچانے والا نہیں مگر وہ مالک الملک جس پر خود کرم فرماوے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک موج آئی اور انہیں بہا کر لے گئی وَحَالَ بَيْنَهُمُ الْمَوْجُ وَكَانَ الْمُغْرَقِيْنَ

جب بیٹا جو سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق جگر گوشہ کہلاتا ہے اولادنا اکبادنا۔ بیٹے کو جب نوح علیہ السلام کے سامنے بہا کر لے گئی اس وقت آپ کو بہت افسوس ہوا۔ اور اپنے جگر گوشہ کی واپسی کے لئے بارگاہ احدیت میں عرض گذار ہوئے رَبِّ ان ابنی من اھلی وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ یہ میرا بیٹا میرے اہل وعیال میں سے ہے۔ تو نے میرے اہل وعیال کی نجات کا وعدہ فرمایا ہے اے میرے رب تجھ سے وعدہ خلافی ممکن نہیں ہے، فرمان الٰہی آیا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ وہ تمہارے اہل وعیال میں سے نہیں ہے کافر کا مسلمان سے کیا کام اس نے اپنے کفر کی وجہ سے سارے رشتہ اور علاقے ختم کر دیئے؛ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُكَ ان تكون مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ان باتوں کے بارے میں آپ سوال نہ کریں جو امور آپ سے متعلق نہیں اگر آپ نے ان امور کے بارے میں سوالات کئے تو آپ جاہلوں میں شمار ہونے لگیں گے اور اس خطاب عتاب کی وجہ سے آپ

متوحش ہوئے۔ آپ نے یہ عہد کیا کہ آیندہ قیام قیامت تک گنا ہگاروں معاندین اسلام کی
کی سفارش نہ کریں گے۔

سرِ خجالت ما و آستانِ حضرت دوست   کہ ہر چہ بر سر ما میرود ارادت اوست

بعض روائتیں مختلف کتابوں اور زہرۃ الریاض میں نظر سے گذریں۔ جب کنعان نے دیکھا کہ پانی
بڑھتا جارہا ہے تو اس نے اپنے لئے ایک صندوق بنایا اور اس کے جوڑوں اور سوراخوں کو تارکول
سے بند کیا اور اس میں پناہ لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ صندوق پانی پر تیرنے لگا۔ مشیت الٰہی نے کچھ
اور ہی سوچا اور اس پر پیشاب کی بیماری مسلط فرمادی پیشاب صندوق میں بھرتا رہا حتیٰ کہ صندوق
پیشاب سے بھر گیا اور اس کی وجہ سے صندوق پانی میں بیٹھ گیا اور اس طرح وہ بھی پیشاب میں ڈوب
گیا۔ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ امر الٰہی سے آج کوئی بچنے والا
نہیں مگر جس پر کہ وہ ذات باری خود ہی کرم فرمائے۔

یوسف بن مہران نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب پانی چڑھنا شروع ہوا تو عوج بن
عنق جو اولاد آدم سے تھا (اس کی ماں عوق جو جناب آدم علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ اس کے باپ کا نام سیمان
تھا لیکن یہ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور تھا) نوح علیہ السلام کے پاس یہ درخواست لیکر آیا کہ اس کو بھی
کشتی میں پناہ دی جائے لیکن نوح علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ منکرین اسلام کو
کشتی میں پناہ دوں یہ فرما کر واپس کر دیا۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی ذی روح سوائے عوج بن عنق کے اس طوفان سے نجات حاصل کر سکا یہ
اپنے قد کی وجہ سے محفوظ رہا۔

عوج بن عنق کی درازقامتی

عوج بن عنق قد میں اتنا بلند تھا جس کو اس طرح خیال کرنا چاہیے
کہ طوفان کا پانی بلند پہاڑوں سے بھی چالیس گز بلند ہو گیا . . .
لیکن ابھی اس کے زانوؤں تک پہنچا تھا۔ صاحب عرائس فرماتے ہیں کہ اس کا طول بیس تیس سو اور
پونے چار ہزار گز تھا۔ اس گز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مروج گز سے بھی کہیں زیادہ تھا ابر اس کی کمر تک آتا
تھا یہ دریائی تہہ سے مچھلی پکڑنے کے بعد اس کو سورج کی کرنوں سے بھون کر اپنی غذا بناتا تھا اس کی ماں
بھی عظیم الجثہ تھی جس جگہ وہ بیٹھ جاتی ایک جریب زمین گھیرتی اس کی انگلیوں کی لمبائی تین گز اور ان کا

عرض دو گز تھا۔ اس کی ہر انگلی میں دو ناخن تھے جو نہایت تیز تھے باوجودیکہ یہ آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا لیکن اس کی یہ ہیئت قابل تعجب تھی۔ دنیا میں ظلم وستم اور (غنڈہ گردی) کی بنیاد رکھنے والا یہ پہلا شخص تھا اور اس کی شامت اعمال کی وجہ سے وہ عتاب الہٰی میں مبتلا ہوا۔ اس کی ہلاکت میں بھی قدرت نے عجیب طریقہ اختیار فرمایا اس پر ہاتھی برابر سانپ اونٹ برابر بھیڑیے اور گدھے برابر گدھ مسلّط فرمانے انہوں نے اس (عوج بن عنق) کو ختم کر کے اس کا گوشت کھا لیا۔

قدرت نے طوفان سے اس کی بقا میں حکمت رکھی تھی یہ زمان آدم علیہ السلام میں پیدا ہوا طوفان نوح علیہ السلام دیکھا اور بہت سے انبیا کے ادوار میں زندہ رہا یہاں تک کہ جناب یونس علیہ السلام کے دور میں کیفر کردار کو پہنچا۔ اسکی عمر تین ہزار چھ سو سال ہوئی۔ اس کی بقا کا سبب اور حکمت یہ تھی کہ اس نے جناب نوح علیہ السلام کو کشتی کے بنانے میں مدد کی تھی جس کی وجہ سے قدرت نے اس کو یہ انعام دیا کہ اس کو طوفان سے نجات عطا فرمائی (قدرت کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس کی راہ میں جو کوئی بھی بلا استثناء مسلم و کافر کوئی کام کرتا ہے تو مسلمان کو دنیا و آخرت میں اس کا اجر ملتا ہے لیکن کافر کو اس عمل خیر کا بدلہ دنیا میں دیدیا جاتا ہے۔ سو ایسا ہی عوج کے ساتھ ہوا اور اس کو طوفان سے نجات دے کر دنیا میں نبی وقت کی خدمت کا صلہ دے دیا گیا)۔ (محمد اطہر نعیمی مترجم)

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ عوج کو نوح علیہ السلام کی مدد کرنے کا صلہ طوفان سے نجات کی صورت میں مل گیا باوجود اپنی برائیوں کے عذاب سے نجات حاصل کر لی لیکن وہ لوگ جنہوں نے باعث تخلیق عالم جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور مدد کی ہو اگر وہ عذاب سے نجات حاصل کر لیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے باقی رکھنے میں مصلحت یہ تھی کہ وہ اپنی طویل العمری کی وجہ سے آنے والی نسلوں کو آنکھوں دیکھا حال سنائے اور اس کی کیفیات اور محیر العقول حالات سے باخبر کرے۔

بعض روایات کے مطابق اسکی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام عمالقہ کے جنگ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو یہ مسافت ایک فرسنگ دور تھی عوج نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر لایا تاکہ اسکو موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر گرا کر اس کو ختم کر دے لیکن قدرت نے اس کے مکر کے ازالہ کے لئے ایک ہدہد کو متعین فرمایا جس نے اس پتھر میں اپنی چونچ سے

سوراخ کر دیا اور وہ پتھر اس کی گردن کا طوق بن گیا اس افتاد کی وجہ سے عوج گر پڑا۔
کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا قد دس گز تھا اور دس گز کا عصائے موسوی دس گز آپ نے جست لگائی اس طرح اس کے ٹخنے پر لاٹھی پڑی جس سے اس کو کاری زخم آیا اور یہی زخم اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر نے اس کو گھیر لیا تلواریں خنجر اور بھالے لیکر اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔
کہا جاتا ہے کہ اس کی ٹانگ کی ہڈی سے دریائے نیل پر پل بنایا گیا تھا جس پر لوگ ایک سال تک چلتے رہے تھے۔

طوفان نوح کے مصائب

چوتھی فصل: جب طوفان آنے کا وقت آیا تو خطاب الٰہی ہوا کہ اے نوح اب طوفان آنے والا ہے اس سے نہ تو گھبرانا اور نہ کسی سے سفارش کرنا وَلَا تُخَاطِبنی فِی الَّذِین ظلموا انھم مغرقون اے نوح اب کشتی میں آجائیں اور کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ کلمات پڑھیں رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین الحمد للہ الذی نجانا مِنَ القوم الظالمین یہ دعا پڑھتے ہوئے نوح علیہ السلام ایمان لانے والوں کو اپنے ساتھ لیکر کشتی میں آگئے۔
قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ایمان لانے والے آٹھ نفر سے زیادہ نہ تھے خود جناب نوح علیہ السلام ان کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان کی چار بیویاں۔
کنعان اور اس کی ماں واعلہ جو مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے طوفان میں غرق ہو گئے جس کا ذکر اوپر گذر گیا واستثناء الا من سبق علیہ القول ان دونوں کے متعلق بتایا گیا ہے۔
محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ کشتی میں دس مرد تھے چار تو یہ باپ بیٹے اور چھ دوسرے اور ان سب کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں اس طرح مردوں اور عورتوں کی کل تعداد بیس تھی
مقاتل نے کہا کہ اٹھاسی مرد و عورتیں تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ سب اسّی افراد تھے۔ بعض نے کہا کہ اسّی سے زیادہ نہ تھے اور آٹھ سے کم نہ تھے۔
کہا جاتا ہے کہ کشتی میں آنے والے سب لوگ آگئے تو انہوں نے اس کے بالائی حصہ پر شامیانہ تان لیا

اور اس کے سوراخوں کو تارکول وغیرہ سے بند کر لیا اور خالق کائنات نے آسمان سے پانیوں کے دھارے چھوڑ دیئے۔ ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر اور دست قضا نے زمین سے چشمے ابال دیئے وفجرنا الارض عیونا غوطہ اکبر (ملک شام میں ایک جگہ کا نام) میں ایک چشمہ سے پانی ابلنا شروع ہوا اور آسمان پر کالے کالے بادل گھر گھر کر آنے لگے اور قہر الہٰی کی مظہر شدید ترین بارش ہونے لگی اور بادِ سموم کے جھونکے جھکڑ چلنے لگے ایسا شدید اندھیرا چھایا کہ آفتاب کی روشنی سیاہ بادلوں میں چھپ گئی اور اندھیرے میں دن اور رات کا امتیاز ختم ہو گیا۔ فرمان الہٰی کے مطابق ساتوں سیارے برج آبی سرطان میں فوراً جمع ہو گئے۔ کاشفان علم نجوم و سیارگان سرطان کو طالع عالم کہتے ہیں لہٰذا انہوں نے دوسرے سیاروں کا اس کے ساتھ جمع ہونے کا مطلب یہ لیا ہے کہ ایسی شدید بارش ہوئی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ایک ایک برسنے والا قطرہ ایک مشک پانی کے برابر ہو گا اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا اور ایسی شدید بارش مسلسل چالیس روز برستی رہی علاوہ ازیں زمین کے چشموں سے بھی پانی ابلتا رہا اس طرح ہر طرف پانی ہی پانی تھا خطہ زمین کے سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے بھی چالیس گز بلند پانی کی سطح ہو چکی تھی۔

کشتی نوح (علیہ السلام) بِسْمِ اللّٰهِ مجریھا و مرسٰھا کوفہ سے تیرتی ہوئی تمام دنیا کا گشت لگا کر جب حرم کعبہ پر آئی تو سات مرتبہ گرد حرم طواف کیا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سات دن حرم کعبہ کے گرد طواف کرتی رہی۔ ایک اور روایت کے مطابق جہاں آج حرم کعبہ مقدسہ ہے وہاں ایک پہاڑ متعین کر دیا گیا تھا تاکہ اس خطہ زمین کو پانی سے نقصان نہ پہنچے۔ یہاں ایک نکتہ قابل توجہ ہے کہ وہ خالق جو مٹی کے گھر عذاب کے پانی سے محفوظ کرتا ہے اور بندہ مومن کا دل جو کعبہ حق ہے اور ذات باری کا حرم محترم وہ یہاں پانی کے طوفان سے کعبہ مقدسہ کو پانی سے محفوظ کر دیتا ہے اگر موت کے وقت سکرات موت اور وسواس شیطانی جو زوال ایمان کا سبب بن سکے اگر ان کے ایمان کو محفوظ رکھے تو تعجب کی کیا بات ہے اور یہ کرم اس کے فضل و عنایت سے بعید بھی نہیں ہے۔

کشتی میں ایک عجیب واقعہ

کشتی کے تمام در یچے سوراخ اور تختوں کے درمیان کی تمام جھریاں تارکول وغیرہ سے بند کر دی گئی تھیں اس میں اندھیرا اور حبس ہو گیا تھا اندھیرے کا عالم یہ تھا کہ رات و دن کا امتیاز مشکل تھا۔ جب ایسی دقت ہوئی تو

نوح علیہ السلام نے دعا فرمائی الٰہی روز و شب کو ممیز کرنے کا انتظام کر دے۔ رب تعالیٰ نے دو نورانی موتی جنت سے روانہ فرمائے۔ اور نوح علیہ السلام نے ان کو کشتی کی دیوار میں رکھ دیا ان موتیوں کی نورانیت ایسی تھی کہ آفتاب کا نور ان کے آگے ماند پڑ گیا تھا یہ دونوں یکے بعد دیگرے منور و روشن ہوتے۔ ایک موتی آفتاب کی طرح تھا جب تک وہ روشنی دیتا تو کشتی والے یہ سمجھ لیتے ابھی تک دن ہے جب دوسرا موتی روشنی دینے لگتا تو معلوم ہو جاتا کہ اب رات ہو گئی اور انہیں دونوں علامتوں سے پہچان لیتے اور اپنے معمولات انجام دیتے اس سلسلہ میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب موت کا طوفان آئے گا اور بندہ مومن رب العالمین کے فرمان کے مطابق عشق احد سے لحد کی ظلمت آباد میں آتا ہے اور ظلمت بعضها فوق بعض میں گم ہو کر نوح علیہ السلام کی طرح نوح بارگاہ قدس میں مناجی ہوتی ہے تو حضرت حق اپنے فضل و کرم سے قبر میں دو نور ظاہر کرتا ہے ایک نور وحدانیت کلمہ لاالہ الا اللہ اور دوسرا انور محمدی علیہ التحیۃ والثناء تاکہ بندہ اس مکان میں جو مار و مور کا مسکن ہو تا کہ ان دونوں نوروں کی برکت سے قبر تیرہ کی تاریکی دور ہو جائے اور کلمہ شمع شبستان بن جائے يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الاٰخرة عارف رومی نے فرمایا ہے۔

در آن زمان کہ شوی از مکان و خانہ نفور	ہمیں نگر کہ منم مونس اندر گور
کہ ہیچ وقت نبودی ز چشم من مستور	سلام من شنوی در لحد خبر شود ت
شراب و شاہد و شمع و کباب و نقل و بخور	خمار چشم در آور بگور تو تحفہ

در آں زماں کہ چراغ ازل بگیر اند

چہ ہائے و ہو کہ برآید ز مردگان قبور

ایک اور واقعہ، کشتی میں نجاست و غلاظت کی وجہ سے سخت بدبو اور سڑاند آنے لگی جس کے نتیجہ میں بیماری پھیل گئی۔ نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں معاملہ عرض کیا خطاب الٰہی ہوا کہ ہاتھی دم پر ہاتھ پھیر کر ہماری قدرت کا مشاہدہ کرو۔ نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی پر عمل کیا ہاتھ پھیرتے ہی ہاتھی کی دم سے خنزیر کا جوڑا برآمد ہوا اور فوراً ہی کشتی کا میلا کھانا شروع کر دیا اور اس نے تمام غلاظت ختم کر دی اور اہل کشتی نے اس مصیبت سے نجات حاصل کی۔ ابلیس کشتی میں بھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آیا اس نے خنزیر کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور اس کی ناک سے ایک جوڑا چوہے کا نکلا۔

ایک دوسرا واقعہ: کشتی میں آنے کے بعد نوح علیہ السلام نے کشتی والوں (انسانوں اور جانوروں) کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مجامعت نہ کریں لیکن چوہے نے اس حکم کا اتباع نہ کیا اس طرح اس کی نسل بڑھتی گئی اور کشتی میں کثرت سے چوہے ہو گئے اور کشتی کے تختے کاٹنے لگے۔ جناب نوحؑ نے بارگاہ احدیت میں شکایت کی خطاب الٰہی ہوا کہ شیر کی پیشانی اور دونوں ابروؤں کے درمیانی حصہ پر ہاتھ پھیرو جیسے ہی کہ آپ نے اسکی پیشانی پر ہاتھ پھیرا فوراً شیر کو چھینک آئی جس سے اس کی ناک سے ایک بلی نکلی۔ اس بلی نے تھوڑے ہی دنوں میں تمام چوہے ختم کر دیئے، اس طرح کشتی والوں کو اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

ایک واقعہ: بعض روایتوں کے مطابق کتے نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی اور اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کی بلی نے دیکھ کر اس کی شکایت نوح علیہ السلام سے کر دی نوحؑ علیہ السلام نے اس پر غصہ کا اظہار کیا لیکن کتے نے انکار کیا اور بلی پر جھوٹ کا الزام لگایا چند دن کے بعد پھر اس نے اسی حرکت کا اعادہ کیا اور بلی نے جا کر نوح علیہ السلام کو بتایا۔ نوح علیہ السلام نے جب کتے کو بلا کر زجر و توبیخ کی تو اس نے حسب سابق انکار کیا اور بلی کو مورد الزام قرار دیا تو بلی بہت شرمندہ ہوئی اور فرطِ ندامت سے بارگاہ احدیت میں عرض کیا الٰہی تو جانتا ہے کہ دو مرتبہ مجھے کتے کے ہاتھوں ندامت اٹھانی پڑی ہے حالانکہ میں حق پر تھی اور وہ نوح علیہ السلام کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا لیکن دونوں مرتبہ اس نے مجھے جھوٹا بنا دیا اے خدا تو میری مدد فرما بلی کی دعا قبول ہوئی اور قدرت نے کتے کے جوڑے کو ایک دوسرے سے جفت بنا دیا اور ان کی جفتی کی رازداری کا پردہ فاش کر دیا لہٰذا کتا جب تیسری مرتبہ اس حرکت کا مرتکب ہوا تو بلی نے فوراً جا کر حضرت نوحؑ (علیہ السلام) کو اطلاع دی اور انہوں نے اس منظر کو خود دیکھ لیا اس ذلت و رسوائی کے بعد کتے نے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی اس نے مجھے ذلیل کرایا ہے لہٰذا اس کو بھی سزا دے اور اس کو بھی اسی طرح ذلیل کر حق تعالیٰ نے اس کی دعا کو شرف قبول عطا فرمایا اور بلی کو چغلی کی سزا یہ دی گئی کہ اس کے بعد جب بھی نر و مادہ جفتی کریں گے مادہ اس قدر شور و شغب کرے گی کہ آس پاس کے لوگوں کو پتہ چل جائیگا اور وہ اس معاملہ سے باخبر ہوں گے۔ یہ واقعہ چغل خوروں کے لئے قابل عبرت اور پردہ پوشوں کے لئے بشارت کا سبب ہے۔

چھٹی فصل — طوفان نوح ختم ہوگیا

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی ہے کہ طوفان کی ابتداء سے انتہا تک چالیس شبانہ روز لگے ہیں لیکن کشتی مختلف روایات کے مطابق پانچ یا چھ ماہ سطح آب پر رہی طوفان ختم ہوتے وقت زمین سے خطاب ہوا یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَكِ اے زمین پانی کو نگل لے آسمان کو حکم دیا گیا یَا سَمَاءُ اَقْلِعِیْ اے آسمان خشک ہوجا۔ زمین نے فوراً پانی اپنے اندر کھینچ لیا اور آسمان سے بارش رک گئی۔ کشتی کو کہا گیا کہ اب تو بھی ایک پہاڑ پر ٹھہر جا خطہ زمین کے تمام پہاڑ گردن اٹھا کر دیکھنے لگے کہ اب کشتی اس

تواضع کیلئے حکم ربی

پر قیام کرے گی۔ کوہ جودی جو مقام نصیبین یا خطہ یمن میں واقع ہے وہ جنوں کا مسکن ہے اس نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا اور انکساری

اور اس پر انعام

سے زمین کی جانب نظر کرلی اس کی ادا رب کریم کو پسند آئی (من تواضع للہ رفعہ اللہ) جس نے اللہ رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تواضع اختیار کی اس کو اللہ تعالیٰ بلندی عطا فرماتا ہے) اور کشتی نوح علیہ السلام کو اس پر ٹھہرا یا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ طوفان سے پہلے تمام پہاڑوں نے اپنی سربلندی کی وجہ سے یہ خیال کیا تھا کہ ہماری بلندی کی وجہ سے سیلاب کا پانی ہم تک نہ آئے گا لیکن جودی نے اس موقع پر اپنی حیثیت کو مدنظر رکھا تھا اور اس کے خیال میں بھی نہ آیا تھا کہ اس تک سیلاب کا پانی نہ آئے گا لہذا اسکی یہ تواضع خالق کائنات کو پسند آئی اور اس پہاڑ کو پانی سے محفوظ فرمادیا اور کشتی نوح کو بھی وہیں ٹھہرا دیا۔

کشتی کے ٹھہرنے کے بعد نوح علیہ السلام نے اس پر سے سرپوش (شامیانہ) ہٹادیا اور حکم ربی سے کشتی سے باہر آئے ایک ماہ تک کشتی پہاڑ پر رکی رہی اس اثنا میں نوح علیہ السلام نے کوّے کو حالات معلوم کرنے کے لئے زمین کی جانب روانہ کیا وہ بدبخت جب زمین پر آیا تو مردار کھانے میں مشغول ہوگیا اور نوح علیہ السلام کو جاکر اطلاع نہ کی یہ دیکھ آپ کو جلال آگیا آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کی خوراک مردار ہی ہوگی اور یہ فرمانا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوگیا پھر آپ نے کبوتر کو حالات کا جائزہ لینے اور پانی کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا اور اس سے فرمادیا دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم بھی دانہ دیکھ کر رک جاؤ۔ جب کبوتر زمین پر آیا اس وقت زمین پر اتنا ہی پانی تھا

جنتی کہ کبوتر کے پیروں پر سرخی ہے ـــــــ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کبوتر سرخ زمین
پر اترا اور کبوتر کے پیروں پر اس سرخ زمین کی نشانی قیامت تک کے لئے ثبت ہوگئی
کبوتر اپنی آمد کے ثبوت میں زیتون کا ایک پتہ لیکر واپس آگیا نوح علیہ السلام نے اس کی
احساس ذمہ داری کی وجہ سے اس کو دعا دی کہ وہ انسانی طبائع کے مطابق رہے اور
اس کو ہمیشہ امن و امان حاصل رہے یہ دعا بھی مستجاب ہوئی۔

قصہ مختصر کہ عاشورہ کے دن (محرم کی دس تاریخ) نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے
ساتھ کشتی سے باہر آئے اور اس دن کو اپنے اور ساتھیوں کے لئے معزز و مفتخر سمجھا اس
دن آپ نے روزہ رکھا اور زیب و زینت کی کہ اس دن نہ صرف مجھے بلکہ دوسرے انبیاء
پر انعامات خداوندی ہوئے ہیں اور ہر نبی نے زحمت سے راحت حاصل کی ہے۔ آج کے دن
اللہ رب العالمین نے دس نبیوں کو فضل و کرم سے ہمکنار فرمایا ہے اور آج کے دن انہیں
خلعت فاخرہ سے نوازا ہے اس لئے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے روزہ
کی تاکید فرمائی ہے کہ آج کے دن روزہ رکھنے کا اجر عظیم ہے۔

سرمہ لگانے کی ابتدا: نوح علیہ السلام کشتی سے باہر آئے کشتی کی تاریکی سے آنکھیں
اندھیرے کی عادی ہوگئی تھیں لہذا آفتاب کی تمازت سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں تو حکم الٰہی
ہوا کہ اے نوح آنکھوں میں سرمہ لگاؤ، نوح علیہ السلام کی یہ دو سنتیں باقی رہیں (آج بھی عاشورہ
کے دن روزہ رکھنا اجر عظیم کا سبب ہے اور سرمہ لگانے کا اجر و ثواب کا باعث ہے) کشتی

طوفان کے بعد پہلی انسانی آبادی سے اترنے کے بعد دامن کوہ میں ایک بستی بسائی
گئی اور اس کا نام مدینۃ الثمانین رکھا گیا، بستی کے
مکمل ہونے کے بعد نوح علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے سب کے سب سوائے ان کے
بیٹے اور بیویوں کے علاوہ سب راہی ملک بقا ہوگئے اس لئے خطہ زمین کی تمام آبادی
نوح علیہ السلام کی ذریت سے ہے۔

خطہ زمین کی تقسیم مدینۃ الثمانین بنانے کے بعد نوح علیہ السلام نے دنیا کو اپنی اولاد
میں اس طرح تقسیم فرمایا۔ شام جزائر عراق فارس خراسان

(جو وسط زمین ہے) اپنے افضل وارشد فرزند سام کو عطا فرمائے۔ دیار مغرب انجبار حبشہ ہندوستان حام کو دیئے چین اور ترکستان یافث کو دیئے۔

عرب، روم، فارس اور وسطی دنیا کے بسنے والے سب سام سے نسبت رکھتے ہیں جبکہ تمام ترکستانی قبائل خمر زو خرخیز خاقان وخمر لنج بربر یاجوج ماجوج یافث تک پہنچتے ہیں۔ اور بقیہ (رنگ کے اعتبار سے کالے) تمام ہندوستانی زنگی حبشی سوڈانی کالے حام کے ساتھ منسوب ہیں۔ حام کی اولاد کی سیاہ روئی کے سلسلہ میں دو روایات منسوب ہیں۔ ایک روایت قتادہ کے حوالہ سے عرائس میں بیان کی گئی ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے کشتی والوں کو مجامعت سے منع کر دیا تھا اس ممانعت کے باوجود حام نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کی۔ نوح علیہ السلام نے اس کو بہت نفرین کی اور اس کے بارے میں دعا فرمائی کہ اللہ کریم اس کے نطفہ کو متغیر فرما دے۔ اس دعائے بد کے ثمرے میں حام کی پشت میں موجود نطفوں کو سیاہ کر دیا گیا اور قیام قیامت تک کے لئے ان کی نسلیں سیاہ ہو گئیں۔

اس دعا کے بعد نوح علیہ السلام کو افسوس بھی ہوا کہ ان کو اتنی سخت سزا دے دی گئی۔ اس بددعا سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ والدین کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کے حق میں بددعا کرنے سے احتراز کر کے اپنے آپ کو شرمندگی سے محفوظ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی میں۔ آپ نے کے بعد علیل ہو گئے اور اسکی وجہ بظاہر یہ تھی کہ کشتی کی متعفن آب وہوا اور جانوروں کے سانسوں کی وجہ سے کشتی کی فضا خراب ہو گئی تھی جو کشتی میں روشندان نہ ہونے کا ردِ عمل تھا۔ ان کے علاج کے لئے شافی مطلق جل و علیٰ نے فرمایا کہ انگور کی شاخ کو زمین پر گاڑ دیں ہم اس کو سرسبز و شاداب کر کے اس میں تازہ میٹھے انگور پیدا کر دیں گے آپ انگور توڑ کر انہیں نچوڑ کر اس کا عرق پی لیں شفایاب ہوں گے۔ جب نوح علیہ السلام نے کشتی سے لائے ہوئے درختوں کی شاخوں کو تلاش کیا تو اس میں انگور کی شاخ موجود نہ تھی جس کو کہ شیطان نے چھپا دیا تھا۔ نوح علیہ السلام نے چاہا کہ اس کو جا کر کشتی میں تلاش کریں لیکن ایک فرشتے نے ان سے عرض کیا کہ آپ یہاں بیٹھیں تو میں آپ کو پوری بات بتاؤں آپ نے فرمایا بتاؤ اس نے کہا کہ اس کا شیرہ نچوڑنے میں آپ کو ایک شریک بنانا ہوگا اور اس کا حصہ

پورا پورا دینا بھی ہوگا۔ نوح علیہ السلام نے رضا مندی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ سات حصوں میں سے ایک حصہ اس کا اور چھ میرے۔ فرشتہ نے کہا آپ تو نیکو کار ہیں۔ مزید بھلائی کریں۔ آپ نے فرمایا چھ میں ایک اس کا پانچ میرے۔ اس نے مزید رعایت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا پانچ میں سے ایک اس کا اور چار میرے۔ اس طرح فرشتہ مزید سہولت کرتا رہا اور نوح علیہ السلام اس کا حصہ بڑھاتے رہے یہاں تک کہ معاملہ دو تہائی اور ایک تہائی پر ہو یعنی دو تہائی شریک کے اور ایک تہائی نوح علیہ السلام کے لئے ——— اس سلسلہ میں فقہا نے فرمایا ہے کہ مثلث میں دو خط شیطان کے ہیں جب وہ ختم ہو جائیں تو ایک حصہ پاک صاف باقی رہ جائے گا۔

نقل ہے کہ جب یہ تقسیم طے پا گئی تو ابلیس شاخ انگور کو اٹھا لایا جب اس کو لگایا گیا تو آپ نے فوراً وہ بارآور بیل کی شکل اختیار کر لی اور اس میں انگور آ گئے۔ نوح علیہ السلام نے ان کو توڑ کر نچوڑا اور اس فشردہ کو پی لیا اس مشروب کو پینے سے ان کو دماغی سکون ملا اور جسم مائل بر استراحت ہوا اور نوح علیہ السلام محو استراحت ہوئے۔ ان کی نیند کے دوران ہوا کے چلنے سے ان کے جسم سے پیراہن کا دامن اڑا اور ستر کھل گیا اتفاقاً ادھر سے حام کا گذر ہوا اس نے جب اپنے والد کا ستر دیکھا تو بجائے اسکے کہ اس کو ڈھانپ دیتا اس نے اس منظر پر مذاق اڑایا اس کی یہ حرکت بارگاہ احدیت میں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی تھوڑی دیر گذری تھی کہ یافث کا گذر ہوا اس نے بھی یہ منظر دیکھا تو نظریں بچا کر ادھر سے گذر گیا لیکن جب سام ادھر آئے اور انہوں نے یہ حالات دیکھے تو فوراً دامن سیدھا کر کے ستر ڈھانپ کر بھائیوں کو ملامت کی۔ ادھر جب نوح علیہ السلام بیدار ہوئے تو جبریل امین نے سارا واقعہ اور تینوں بھائیوں کے طرز عمل کے بارے میں نوح علیہ السلام کو بتایا۔ یہ باتیں معلوم کر کے جناب نوح جلال میں آئے اور نفرت کی نگاہ سے حام کو دیکھا ان کی غضب بھری نگاہ پڑتے ہی وہ کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا (اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین)

امام عطا نے فرمایا ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ تیری اولاد سام کے ملازم اور غلام ہوں گے۔ یافث کے متعلق فرمایا کہ تیرے اور تیری اولاد کے بال کانوں سے نیچے نہ آئیں گے ان دونوں دعاؤں کا اثر آج بھی ظاہر ہے۔

حام نے والد کی بددعا کا اثر جب اپنے اوپر محسوس کیا تو سفر کی ٹھانی اور وہاں سے روانہ

ہوگیا راستہ میں ایک دریا کے کنارے اپنی رفیق زندگی سے مباشرت کی اور سودائی خلط ان کے نطفوں میں نفوذ کر گئی اور اس اختلاط کے نتیجے میں حام کی بیوی نے توام بچے جنے جن میں ایک لڑکا ایک لڑکی تھی دونوں باپ کی طرح سیاہ فام تھے۔ ہر چند ان کے علاج کی کوشش کی لیکن رائیگاں گئی اور یہ سیاہی قیام قیامت تک اس کی نسل میں باقی رہ گئی۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ طوفان کے بعد جب ہر طرف امن و امان ہوگیا زمین سرسبز و شاداب ہوگئی اور کشتی سے آنے والے لوگ آباد ہوگئے تو ابلیس نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ آپ نے میرے اوپر احسان کیا ہے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے اور احسان مندی کے اظہار کے لئے آیا ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج جو بات آپ مجھ سے معلوم کریں گے اس کا میں صحیح جواب دوں گا اور اس جواب میں کوئی خیانت اور جھوٹ نہ ہوگا لیکن نوح علیہ السلام نے اس کی طرف توجہ نہ دی اس وقت وحی الٰہی آئی کہ آپ اس سے سوال کریں اور ہم اس کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلوائیں گے۔ نوح علیہ السلام نے ابلیس سے دریافت کیا کہ کس قسم کے لوگوں کو گمراہ کرنا تیرے لئے زیادہ آسان ہوتا ہے کہنے لگا کہ حریص و بخیل لوگوں کو گمراہ کرنا بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ آسان ہوتا ہے ان سے زیادہ گمراہ کسی کو آسانی سے نہیں کیا جا سکتا۔

آپ نے اس سے دوسرا سوال یہ کیا کہ میرا تیرے اوپر کیا احسان ہے کہنے لگا کہ آپ نے قوم کے لئے بددعا کر کے میرے لئے آسانی کر دی اور سب کے لئے عذاب کی دعا کر کے مجھے مشغولیت سے بچا دیا۔ اس کی یہ بات سن کر اپنی دعا پر افسوس ہوا۔

علاج از واقعہ قبل وقوع باید کرد　　　دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

اس بارے میں تذکرہ سابقہ اوراق میں گذر چکا ہے لیکن اس دعا پر نوح علیہ السلام ہمیشہ افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام کو کوزے خم اور کاسے بنانے کا حکم دیا گیا اور تعمیل ارشاد الٰہی میں آپ نے یہ تمام برتن اپنے ہاتھ سے بنائے۔ اس کے بعد ان تمام برتنوں کو توڑنے کا حکم ملا تو آپ نے ایک لکڑی لیکر ان تمام برتنوں کو توڑ دیا لیکن ان کے توڑنے سے دل میں ایک کسک پیدا ہوئی اس وقت عالم الغیب والشہادۃ نے اپنے علم ازلی سے آپ کے دل کی کسک کو معلوم کر کے اس کا سبب دریافت فرمایا تو نوح علیہ السلام نے کہا الٰہی ان کے بنانے میں

نے بہت محنت کی تھی اب ان کو توڑنے کا افسوس ہے۔ حکم ربی ہوا کہ اے نوحؑ تم تھوڑے عرصہ ان برتنوں کے بنانے میں مشغول رہے جن کے اندر نہ تو حس و حرکت ہے اور نہ ان کے جسم میں جان اور نہ ان کی بیوی نہ بچے غرضیکہ وہ بے جان چیزیں تھیں ان کا کسی سے روحانی رشتہ نہ تھا ان کا کوئی گھر تھا نہ در کہیں ہمیں کسی کے ساتھ تعلقات اور رشتہ استوار کرنا گوارا نہیں ان کے اوپر غذاب کی دعا کرتے ہو لیکن ہماری رحمت کب اس امر کی مقتضی ہوگی کہ ایک قوم کو ہلاک کر دے جس کا خمیر ہم نے اپنے دستِ قدرت سے تیار کیا ہو اور ان میں اپنی روح پھونکی ہو اور اب وہ باغ زندگی میں ثمر آور درخت ہیں۔ اور سالوں ہم نے اپنے فضل و کرم سے ان کی پرورش کی ہے ان سب کو ان صفات کے باوجود تمہاری ایک دعا کی وجہ سے ہلاک کر دیا اب ہم قسم سے یاد فرماتے ہیں کہ آئندہ کسی قوم کو اس طرح عذاب سے ہلاک نہ فرمائیں گے۔ ہم نے انسانوں کے درمیان سلسلہ جاری کیا ہے کسی کو لاتے ہیں اور کسی کو واپس لے جاتے ہیں اور ان کے اعمال کی جزا و سزا روز قیامت کیلئے مقرر کر دی ہے

اے نوحؑ ہمارے بندوں کی ہلاکت کے درپے نہ ہو یہ لوگ باوجودیکہ کافر ہیں لیکن یہ بھی ہمارے ہی بندے ہیں۔ خطاب الٰہی سنکر جناب نوحؑ علیہ السلام چار سو سال تک مصروف گریہ رہے اور کسی طرح قرار نہ تھا۔ جب رب العالمین نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان سے دوبارہ خطاب فرمایا لیکن جناب نوحؑ علیہ السلام کو یہ خطاب بھی مزید ندامت کا سبب ہوا اور آپ کے قلب مبارک پر غم و اندوہ کے بادل گہرے ہو گئے یہاں تک کہ ان کی وفات کا وقت قریب آگیا۔

آپ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں میں سے سامؑ کو اپنا نائب مقرر فرمایا طوفان کے وقت سامؑ کی عمر اٹھانوے سال تھی اور اپنے والد (جناب نوح علیہ السلام) کی وفات کے بعد ذمہ دار اقوال کے مطابق ساڑھے تین سو سال مزید زندگانی پائی اس طرح عمر ۴۴۸ چار سو اڑتالیس سال ہوئی۔

جناب نوحؑ علیہ السلام نے ان کو نائب مقرر کرتے وقت یہ نصائح فرمائیں، آپ نے فرمایا اے بیٹے میں تمہیں دو باتیں کرنے اور دو سے پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہوں اور جن باتوں کے ذکر نے کا حکم کرتا ہوں وہ امور شرک سے متعلق ہیں جن سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

(۱) بارگاہ الٰہی میں شرک سے احتراز کریں (اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے) جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی شرک ہو وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔

(۲) تکبّر سے احتراز کرو کیونکہ بہشت میں داخلہ سے روکنے کا یہ بہت بڑا سبب ہے۔
اسی طرح ان دو باتوں پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔
(۱) کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے میں کوتاہی نہ کرنا کیونکہ جو اس کلمہ پر مداومت کرتا ہے وہ تمام مقامات کو پیچھے چھوڑتا ہوا مقام قرب تک چلا جاتا ہے اور وہی اس کی منزل ہوتی ہے۔ اس کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اگر اس کلمہ کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں آسمان و زمین کے طبق (حصے) رکھے جائیں تو کلمہ شریف کا حصہ آسمان و زمین پر بھاری ہوگا۔
(۲) دوسری بات یہ کہ کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کی مداومت ہے کہ مخلوق کے لئے اس سے بہتر دعا اور فراخی رزق کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کلمہ نہیں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وفات

کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئے اس وقت نوح علیہ السلام سیر کے لئے ایک پہاڑ پر گئے ہوئے تھے ملک الموت وہیں ان سے ملاقات کے لئے گئے اور انہیں موت کے وقت سے آگاہ کیا۔ نوح علیہ السلام نے موت کی تکلیف کا تصور کر کے نعرہ لگایا جس کو سن کر جنگل کے تمام جانور جمع ہو گئے اس وقت جناب نوح نے ملک الموت سے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دیدیں کہ جا کر میں اپنی اولاد سے رخصت ہو لوں ملک الموت نے کہا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس جنگل میں میری نماز جنازہ کون پڑھے گا۔ ملک الموت نے کہا کہ اس کام کے لئے میرے ساتھ جبریل امین اور ملائکہ سفر میں ہیں جو صرف اسی کام کے لئے آتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے آپ وعدہ الٰہی کی تکمیل کے لئے آمادہ ہو گئے اس وقت جبریل امین نے آپ سے دریافت کیا یا اطوال الانبیاء عمراً کیف وجدت الدنیا قال نوح وجدتہ کدار لہ بابان دخلت فی احدھما وخرجت من الاخر اے انبیاء میں سب سے طویل عمر پانے والے آپ نے دنیا کو کیسے پایا آپ نے فرمایا اس مکان کی مثل جس میں دو دروازے ہوں ایک سے داخل ہوئے اور دوسرے سے نکل گئے۔

اس کے بعد ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی فرشتوں نے غسل دیا اور نماز جنازہ

پڑھی، کہا جاتا ہے کہ ہفت آسمان کی مخلوق کسی کی موت پر ایسا نہ روئی جیسی کہ آپ کی رحلت پر
شیخ نظامی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔

منہ دل بر جہان کین دونِ ناکس — وفاداری نخواہد کرد با کس
بصد نوبت دہد جانی بآغاز — بیک نوبت ستاند عاقبت باز
ہمان بہتر کزین خط خطرناک — زجور خاک بنشینم بر خاک
بگریم از برائی خویش یک بار — کہ بر ما کم کسے گرید چو ما زار
درین راہی کہ بس شیب و فراز است — بہ بی برگی مرو کین رہ دراز است
ہمہ ہستند ہمراہ تو تا گور — زن و فرزند و اخوان و زر و زور
روند این ہمرہان غمناک باتو — نیاید ہیچکش در خاک باتو
زچندین رفتگاں عبرت نہ گیری — چہ دانی مرگ را تا خود نہ میری

درین دیر دو در آنکس درون شد
کزین در گہ در آمد زان برون شد

آٹھویں فصل

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کے سلسلہ میں دس لطائف

پہلا لطیفہ: جب نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے ناامید ہوگئے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا اس وقت جبریل امین آئے اور عرض کیا اے نبی مکرم آپ ان کی سزا کی دعا کے ساتھ مسلمانوں کی مغفرت کے لئے بھی تو دعا فرمائیں تب آپ نے دعا فرمائی رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا اے اللہ میری اور میرے والدین اور وہ لوگ جو میرے گھر میں حالت ایمان میں داخل ہوں سب کی مغفرت فرما۔ آپ نے صرف انہیں کلمات پر اکتفا کیا تو جبریل امین نے عرض کیا اے نبی اللہ ادع للمومنین والمومنات الذین یکونون من بعدك من امۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ نے اپنے کشتی والوں اور خود کے لئے تو دعا کی لیکن وہ مسلمان جو آپ کے بعد دوسرے انبیاء کی امت میں ہوں گے اور ان کے بعد۔۔۔۔۔۔

حبیب رب العالمین کی امت میں ہوں گے ، ان کو فراموش نہ کریں جب نوح علیہ السلام نے
وللمومنین والمومنات کا اضافہ فرمایا ۔ جب نوح علیہ السلام کی دعائے بد سے کوئی
کافر نہ بچا اور سب نے موت کی سزا پائی اسی طرح اگر ان کی دعائے مغفرت سے کوئی مسلمان ایسا نہ بچے
جس کی مغفرت نہ ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ بات کرم خداوندی سے بعید
نہیں ہے بلکہ ایک پُر لطف بات یہ ہے کہ دعائے بد سے جناب نوح کی دعا پر کوئی آمین کہنے والا
نہ تھا بلکہ دعائے مغفرت میں تمام انبیاء ، ملائکہ اولیاء متفق ہیں ۔

قوم کی ہلاکت غضب کی مظہر ہے جب کہ مغفرت لوازم رحمت سے ہے اور رحمت غضب
پر غالب ہوتی ہے ، دوسرے یہ کہ عذاب اس کے غضب سے ہوتا ہے لیکن اس کا نام معذب
نہیں جب کہ مغفرت اس کی صفات میں سے ہے اور اس کے اسماء صفات میں غفور و غفار نام
شامل ہیں ، چنانچہ آیہ کریمہ نبئی عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی
هو العذاب الالیم میرے بندوں کو بتا دو کہ میں مغفرت و رحمت فرمانے والا ہوں اور
میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے ۔ اس بنا پر اگر تمام مومنین و مومنات رحمت الٰہی سے حصہ پائیں تو
اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے ۔

دوسرا لطیفہ : طوفان نوح کی طرح ایسا طوفان اس کے بعد واقع نہ ہوا کیونکہ جیسا کہ پہلے
اوراق میں گذرا کہ رب کریم نے اس کو قسم سے مؤکد فرمایا تھا کہ آئندہ کسی قوم پر ایسا عذاب
نازل نہ کیا جائے گا ۔ ... لیکن اس کی رحمت کے دھارے تو دن میں پانچ بار آتے ہیں
(پنج وقتہ نماز) چنانچہ ارشاد نبوی اِنَّ رَبَّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دھرکم نفحات میں اس بات کی
جانب اشارہ ہے کہ دنیا میں عذاب کا طوفان ایک بار آتا ہے اور تمام خطہ زمین کو گھیر لیتا ہے ۔
لیکن اس سے کوئی کافر فوت نہیں ہوتا جبکہ طوفانِ رحمت ہر روز پانچ مرتبہ آتا ہے جس سے
متواتر مغفرت کی بوندیں ٹپکتی رہتی ہیں ۔

اگر وہ رب کریم تمام مومنوں کو بلا تخصیص نیک و بد مطیع و عاصی دانی و قاصی کو
گناہوں اور برائیوں کے خیل سے پاک و صاف کر دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے ۔ حدیث
پاک میں مخبر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مثل الصلوٰۃ الخمس کمثل نھر جار

تیسرا لطیفہ : نوح علیہ السلام نے کشتی کے بنانے میں چالیس سال کی مدت صرف فرمائی اور جب وہ مکمل ہوئی تو ہم نے جنگل کے کیڑوں کو اس میں جانے سے منع نہ فرمایا اور نوح علیہ السلام کو حکم دیا قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ان پر رحم فرمایا اور طوفان میں ان کی نسل کو باقی رکھا اور طوفان کی زحمت سے محفوظ کر دیا۔

عزیز گرامی! آپ کو معلوم ہے کہ نوح علیہ السلام کی صرف ایک کشتی تھی جس کا طول و عرض بھی آپ کو بتایا گیا ہے اس کے بنانے میں جو مدت صرف ہوئی اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس کشتی میں پرندوں میں چڑیوں سے لیکر دوسرے تمام پرندے جمع کر دیئے چوپایوں ہاتھی اور اس کی مثل دوسرے جانور جمع کر دیئے بغرضیکہ دنیا میں پائے جانے والے تمام چرند و پرند اور دیگر درندے جمع کر دیئے۔

اگر کل قیامت کے دن حضرت حق جل جلالہ لاتعداد جنت کی نعمتوں سے بہشت کو ایک لفظ کن فرما کر آراستہ و پیراستہ فرماوے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں واضح طریقہ ہر ہر چیز کی مدت کا تعین فرما دیا ہے ان سب کو مبرا فرماوے اور اپنے فضل و کرم کی بارش فرماوے تو تعجب کی کیا بات ہے وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کی بشارت اس امر کی جانب دلالت فرما رہی ہے۔

چوتھا لطیفہ : معزز ناظرین جس دن کہ جانوروں کو کشتی میں سوار کرایا جا رہا تھا جب کہ مور کا نمبر آیا تو حکم ربی ہوا کہ مور بہت کمزور جانور ہے اور دوسرے جانوروں کے چاروں پیر مضبوط لہذا اس کی ہلاکت کا خطرہ ہے لہذا اس کو اپنے ساتھ بالائی طبقہ میں رکھیں اور اس کی حفاظت بھی کریں۔

اسی طرح رب العالمین صفائے امت کے ساتھ عمل فرماتا ہے قرآن مجید ان کا ذکر اس طرح فرماتا ہے فمنهم ظالم لنفسه تاکہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ کریم احسان کے دسترخوان پر پہلے تو طفیلیوں کو بٹھاتے ہیں اور ان کے بعد معزز مہمانوں کو بٹھایا جاتا ہے تم نے سنا ہوگا کہ ایک مرتبہ حاتم نے رؤسا، قوم کی دعوت کی تھی اتفاقاً اس وقت ایک فقیر بھی آگیا حاتم نے اس فقیر کو لے جا کر شہ نشیں پر لا کر بٹھایا تمام معزز مہمان اس کے اس طرز عمل پر متحیر رہ گئے اور حاتم سے کہنے لگے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ حاتم نے ان کی بات سن کر کہا کہ تم تو میرے

مہمان اور میری دعوت پر آئے ہو لیکن یہ شخص میری سخاوت کا شہرہ سن کر آیا ہے اور یہ بات میری ذات پر مقدم ہے۔

عزیز گرامی حاتم تو ایک مخلوق ہے جس کے جود و کرم کا شہرہ تمام دنیا میں پھیل چکا تھا اس نے ایک گدائے بینوا کو اپنے دستر خوان کرم کے شہ نشین پر بٹھا کر دوسرے مہمانوں پر فوقیت دی۔

حق سبحانہ وتعالیٰ جو اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین ہے اگر قیامت کے دن ہم گدایان محمدی اور محتاجان بینوا کو اپنے کرم و احسان کے دستر خوان پر بٹھا کر وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلیٰ دَارِ السَّلَام ہمارے جرائم سے درگذر فرمائے تو کیا عجب ہے۔

خود محتاج است خواہد طالبی ہمچناں کہ توبہ خواہد تائبے

جود می جوید گدایان وضعاف ہمچو خوبان کائینہ جویند صاف

روئے خوبان ز آئینہ زیبا شود روئے احساں از گدا پیدا شود

پس ازین فرمود حق در والضحیٰ بانگ کم زن اے محمد با گدا

آن یکی جودش گدا آرد پدید وان دگر بخشد گدایاں را مزید

بس گدایان آئینہ جود حق اند آنکہ با حق اند جود حق اند

وانکہ جز ا نیست او خود مردہ است

او بریں در نیست نقش پردہ است

پانچواں لطیفہ: جب کنعان نے کشتی پر آنے سے انکار کیا اور طوفان کی موج اس کو بہا کر لے گئی نوح علیہ السلام نے درخواست کی اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ۔ اس وقت جواب الٰہی ہوا اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ

اس واقعہ میں دو اشارے ہیں ایک نذارت اور دوسری بشارت۔

نذارت یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے نے اپنی کوتاہی کی وجہ سے اپنی اہلبیت کی نسبت کو خراب کیا اور اپنے والد کی نسبت کو قطع کر لیا انہ لیس من اھلک لہٰذا تمہیں ہوشیار رہنا چاہیئے کہ تمہاری نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ منقطع نہ ہو۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا بارگاہ خداوندی میں مردود تھا آپ نے ہر چند کوشش کی کہ اس کو اپنا اہل ثابت کریں لیکن رب تعالیٰ نے فرما دیا انہ لیس من اھلک

قرآن کریم میں جابجا دو سو جگہ تمہارا تعلق اپنی ذات کے ساتھ قائم فرمایا۔ ارشاد باری ہوا یا عبادی اگر قبول ازلی تیرے احوال کا معاون نہ ہوتا تو تجھے کبھی اپنا نہ کہا جاتا۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔

چھٹا لطیفہ: دو پیغمبروں کو پانی سے واسطہ پڑا نوح علیہ السلام کو طوفان سے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل کے پانی سے وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر موسیٰ علیہ السلام نے کشتی کے بغیر دریائے نیل کو پایاب فرمایا اور جناب نوح کو کشتی کے ذریعہ طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس بارے میں دو باتیں غور طلب ہیں۔

۱۔ طوفان نوح میں پانی کا آنا اور اسکی تیز اور بڑی موجیں خارق عادت کے طور پر تھیں کہ ان موجوں میں کشتی کو صحیح و سالم حالت میں رکھا اور اصل کشتی کو بغیر کسی تکلیف کے طوفان سے نجات مل گئی۔

۲: موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کا پانی موجود تھا اور خرق عادت بات یہ ہوئی کہ آپ نے بغیر کشتی دریا کو پایاب فرمالیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جہاں ہم کشتی سے کام لیتے ہیں وہاں بغیر کشتی کے بھی اپنی مشیت سے کام چلا دیتے ہیں اور اگر کسی کی مغفرت توبہ کی وجہ سے ہوتی ہے تو کسی کو بغیر توبہ بھی بخش دیتا ہے۔

آدم علیہ السلام دو سو سال تک اپنی لغزش کی وجہ سے مصروف گریہ رہے تب کہیں جاکر مغفرت کا انعام ملا۔ لیکن اس امت کے دل شکستگان اپنی تھوڑی عمر اور گناہوں کی طویل فہرست کے ساتھ ناامیدی کا شکار ہوئے تو تسلی کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التائب من الذنب کمن لاذنب لہ قرآن کریم نے بشارت دی ان اللہ یحب التوابین بیشک اللہ رب العالمین توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور خالق کائنات نے فرمایا کہ دو سو سال کے گناہوں کو میں ایک آن میں بخش دیتا ہوں اور تمہاری ایک گھڑی کی ندامت الندم توبۃ سے میں ستر سال کے گناہ بخش دوں گا۔

ساتواں لطیفہ: حق تعالےٰ نے قوم نوح (علیہ السلام) کے لئے آگ سے پانی نکالا۔ قرآن فرماتا ہے وفار التنور فرعون اور اس کے ساتھیوں کے لئے پانی سے آگ کو ظاہر فرمایا اعزقوا فادخلوا نارا موسیٰ علیہ السلام کے لئے پانی میں خشکی پیدا کردی وطریقا فی البحر یبسا اور جناب موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے سنگ خارا سے پانی کے سوتے نکال دیئے اضوب بعصاک الحجر۔ اور دوسرے موقع پر فرث اور دم سے شیر خالص پیدا فرمایا لبنا خالصا اگر کل قیامت کے دن اپنے مومن بندوں کے لئے ظلمت معاصی اور لغزشوں سے نور رحمت اور مغفرت کا ظہور فرماوے تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

آٹھواں لطیفہ: نوح علیہ السلام اللہ کا نام لے کر کشتی میں بیٹھے بسم اللہ مجریها ومرسٰها اس نام کی برکت سے کشتی پانی پر بہتی رہی اور جب آپ نے فرمایا الحمد للہ الذی نجانا من القوم الظالمین تو اس حمد و ثنا کی برکت سے کافروں کے ضرر و ایذا سے نجات حاصل کرلی اور کشتی سے صحیح و سلامت باہر آئے یا نوح اھبط بسلام منا وبرکات اے عزیز امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنا کے لئے ان تینوں باتوں کی رعایت رکھی گئی ہے پہلے بسم اللہ درمیان میں حمد الٰہی اور آخر میں سلام چنانچہ نوح علیہ السلام نے طوفان آب سے نجات حاصل فرمائی تھی اسی طرح بندہ مومن طوفان عذاب سے نجات حاصل کرے گا۔ وہاں نوح علیہ السلام نے کلمہ الحمد للہ سے کافروں کے ضرر سے نجات حاصل کی تھی یہاں بھی بندہ مومن لواحق کفار دوزخ اور مجالست اشرار سے عالم برزخ میں سورہ الحمد کی برکت سے نجات پائے گا وہاں نوح علیہ السلام نے سلام کی برکت سے دار السلام میں امن و استحکام پائیں گے ادخلوھا بسلام آمنین۔

نواں لطیفہ: اے درویش! تین چیزوں نے تواضع اختیار کی اور جبین نیاز کو زمین تذلل میں رکھا۔ پہلا جودی پہاڑ اس پر کشتی نوح ٹھیر اکر عزت و افتخار سے ہمکنار کیا اور جودی ہی انکساری کی وجہ سے اس کو کشتی کا امین بنایا گیا۔ دوسرا جبل طور جب دوسرے پہاڑوں کو جناب موسیٰ کے تکلم اور گفتگو کی خبر ہوتی اور انہوں نے ندا الٰہی سنی ولکن انظر الی الجبل تو سب نے فخر سے سر اٹھائے اور خود کو محل ظہور نور کا حقدار سمجھنے لگے لیکن طور نے اپنا سر نیچا کرکے بارگاہ احدیت میں عرض کیا الٰہی میں تو تیری بارگاہ عظمت و جلال کا چھوٹا سا ہوں مجھے یہ

تاب کہاں کہ تیرے انوار جلال کا مشاہدہ کرسکوں یہ کہہ کر وہ دولت کی گیند سعادت کے میدان سے اٹھا لیگیا فلما تجلیٰ ربہ للجبل

تیسری چیز کہ جب خطاب الہٰی ہُوا کہ ہماری رحمت مومنوں کے لئے ہے تو محسنین اور مطیع نے گردن بلندگی کہ یہ سعادت ہمارے حصّہ میں آئے گی ان رحمت اللہ قریب من المحسنین لیکن گنہگاروں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بہنے لگیں اور ندامت سے سر نیچے کر لئے اور ان کے دل میں اس نعمت سے محرومی کا خیال غالب آگیا تو لطف ازلی نے ان کی دستگیری کی اور ان پر نوازش ہوئی یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا مِن رحمت اللہ کی بشارت سے سوکھے دھانوں میں زندگی پڑ گئی اور کرم برسرکرم ہُوا اور وہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی جس کا تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا اس طرح اس کریم نے بعد میں آنے والوں کو پہلے آنے والوں پر مقدم کر دیا ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا مِن عبادنا ظالم لِنفسہ اس بشارت میں پہلے عاصیوں کو یاد فرمایا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ ہماری نظر عجز و انکسار پر ہے عبادت و ریاضت پر نہیں ہماری نظر صدق پر صدقہ پر نہیں۔

نیاز کے نبری پی بمنزل مقصود ۔ مگر سلوک رہش از سر نیاز کنی
نیاز مندی تو یک نفس بہ از صد سال ۔ کہ روز روزہ بداری و شب نماز کنی
گرت بناز براند مرد کہ آخر کار ۔ بصد نیاز بخواند ترا و ناز کنی

دسواں لطیفہ: جب رب تعالیٰ نے جناب نوحؑ کو اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے بھیجا ان انذر قومک جب جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون کی جانب بھیجا تو انہیں فرمایا کہ اس کے ساتھ نرمی اختیار کریں فقولا لہ قولا لینا لیکن جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی طرف مبعوث فرمایا تو حکم ربی ہُوا کہ ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم یہ تفاوت کیوں اور یہ طریقہ تینوں کے ساتھ مختلف کیوں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اس سلسلہ میں صاحبان بصیرت نے فرمایا ہے کہ جناب نوح علیہ السلام کے اپنوں کے شجرہ عبادت طاعت بے ثمر تھے ضلال و انکار کی خشک سالی میں محبت کی کلیاں محبت کی شاخوں پر نہیں کھلتی تھیں اور ان کی زندگی کے باغ میں توکل کے پھول نہیں کھلتے تھے ایمان کے میوے انسان کی

شاخوں پر نظر نہ آتے تھے اور ایسا درخت جو لطافت طراوت نہ رکھتا ہو اور اس میں میٹھے پھل بھی نہ آتے ہوں بے ثمر ہو جائے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ آرے اور کلہاڑی کے لائق رہ جاتا ہے۔ پس اے نوح (علیہ السلام) اٹھئے اور ان اندنذر قومک کا تبر ہاتھ میں لے کر ان بے ثمر درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیجئے۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام شراب عشق کے نشے میں مست تھے اس وقت لن ترانی کے قدح شراب عتاب لن تترانی ان کے حلق میں ٹپکائی گئی اور کوہسار اسرار سے وانا اول المسلمین اور جعله دکا وخر موسیٰ صعقا گونجی اور جب جام خمار شکن فلما افاق نوش فرمایا تو احتساب کا عصا ہاتھ میں لیکر فرعون کے محل کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اس کے دماغ سے اسکی خدائی کے خناس کو نکال دیں اور اس نجس ناجنس کو قدرت وطاقت وصلاحیت نہ رہے کہ وہ مبنر پر جاکر انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کر سکے اور اس پلید کو یہ طاقت کہ وہ جہالت کی کرسی پر بیٹھ کر ما علمت لکم من الہ غیری کے فقرے زبان پر لائے ان کلمات کو سن کر جناب موسیٰ علیہ السلام نے میدان صلابت میں قدم تیز کر دیئے اور سیاست کی تلوار کو غلظت کی سان پر تیز کرکے تبلیغ و ہدایت میں مشغول ہو گئے اس وقت انہیں سختی کرنے کی بجائے نرمی کرنے کی ہدایات موصول ہوئیں۔ فقولا له قولا لینا

لیکن طالع محمدی علیہ التحیتہ والثناء جو ازل میں لطف کی روشنائی سے لکھا گیا تھا اور آپ کی طینت کو کرم کے پانی سے دھویا گیا تھا اور ان کی دولت کے منشور کو بارگاہ عزت میں گواہوں کی موجودگی اس طرح افشا کیا گیا تھا وما ارسلنٰک الا رحمتہ للعالمین کیونکہ آپ کے عہد کے لوگ کفر کی بیماری میں مبتلا ہیں اور شرک کی حرارت نے ان کے جگروں کو خراب کر دیا ہے اور جب یہ تشخیص ہو جائے کہ جگر میں حرارت پیدا ہو گئی ہے تو طبیب حاذق اس کا علاج کھٹی دواؤں سے کرتے ہیں لہٰذا حکیم ازل نے اپنی لم یزلی کی حکمت سے یہ معلوم کرکے اگران کو لطف کا شہد دیا گیا تو ان کے جگر کی حرارت بڑھ جائے گی لہٰذا حکیم مطلق نے ان کے علاج کے لئے فرمایا واغلظ علیہم یعنی ان کو شہد کی بجائے اقتلوا المشرکین کے سرکہ کو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کے شہد کے ساتھ اس سکنجبین کو اس کفر کے بیمارستان کے مریضوں کو

دیا جائے " تاکہ وہ صحیح المزاج ہو کر جزا و سزا کے لئے بما کانوا یعملون کے قابل ہو جائیں۔
سوال : اے عزیز غلظت کے حکم کے سلسلہ میں معاملہ کفار کے ساتھ تھا لیکن جب معاملہ مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو نرمی اور ان کے گناہوں پر مغفرت اور ان کے ساتھ لطف و کرم کا حکم ہوتا جیسا کہ فرمایا گیا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فضا غلیظ القلب لانفضوا من حولك فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر
"تفاسیر میں ہے کہ جب جبریل امین آیت کریم خذ العفو وامر بالمعروف و اعرض عن الجاھلین لے کر آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے نبی مکرم قد اتینك بمکارم الاخلاق میں آپ کے پاس مکارم اخلاق لیکر آیا ہوں اور حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا وہ کیا ہیں، جبریل نے کہا رب تعالیٰ فرماتا ہے وصل من قطعك واعط من حرمك واعف عمن ظلمك واحسن الی من اتی من اسماء علیك جو آپ سے کٹے آپ اس سے ملیں جو آپ کو محروم کرے آپ اس پر بخشش فرمائیں، جو آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف فرمائیں جو آپ سے برائی کرے آپ اس کے ساتھ حسن سلوک فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے ان باتوں کو اپنا وطیرہ زندگی بنا لیا اور ان پر عمل پیرا ہو کر اس ثناء کے ساتھ ممدوح ہوئے ...
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اے حبیب آپ خلق عظیم کے حامل ہیں اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

بروز حشر آنکہ خستہ گردد ز نامۂ عصیاں ... کہ ریزد ابر ارسلناک الا رحمۃ باران
مبارک خواجۂ دین احمد مرسل کہ بنشاندش ... عنایت نامۂ تلک الرسل بر مسند رحمان
خلیل و آدم اندر پیش او چوں کاف و نون خوانند ... گرفتہ لوح ابجد ہمچوں طفلان در دبیرستان
شعاعی یافت ہم ز انگشت دست مہ شگاف او ... کہ روشن شد بعالم دستگاہ موسیٰ عمران
نشانی ہم نبود از چاشنی ہائے نمکدانش ... بنات مصر بود از چہ لبان یوسف کنعان
دلش باغ آمد و عین اللہ و عین الیقین چشمہ ... تنش جان آمد و روح اللہ و روح الامین دربان
چو زاد از مادر کن طفل کون از حمل شش روزہ ... بلال صیت تو بانگ نمازش گفت در آذان
میان لبست و دوران بگشاد نہ از انسان لائی لولاکت ... کہ گشتش رام در زیر دوران نہ بر کرۂ دوران

نداده حسن تو سنگیس دل خصمان کاذب را زبان از خنجر الصدق سیف الله در بندان
رسولاں را تو ئی خاتم نگینت چرخ فیروزه ید الله دست گه داده نزادر اصبع الرحمان
بصحرائے قیامت چون توئی ساقیٔ مخموران
میٔ از ساغر رحمت برین تشنہ لباں افشان

چھٹا باب

حضرت ہود علیہ السلام

جب حضرت ہود علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو چہار دانگ عالم میں آوازہ گونجی کہ ان کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہے ان کے فرائض میں بتوں کی تباہی منکرین کی سزائیں اور باطل کے چراغوں کو بجھانا ہوگا۔ خالق کائنات نے انہیں قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا کتاب ہدایت میں ہے وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا (قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو مبعوث کیا گیا) قوم عاد کے متعلق کہا کہ وہ جثہ اور قدوقامت کے اعتبار سے ممتاز تھے ان میں زیادہ سے زیادہ قد ایک سو بیس گز اور کم سے کم اسی گز تھا۔ طاقت و قوت میں بھی وہ اپنی معاصر اقوام میں ممتاز تھے بعض روایات کے مطابق اس قوم کے لمبے آدمی کا قد چار سو گز درمیانے آدمی کا تین سو بیس گز اور پستہ قد آدمی ایک سو بیس گز کا تھا۔ ان کی طاقت کا عالم یہ تھا کہ اگر یہ لوگ پتھر پر زور سے قدم رکھتے تو پیر گھٹنے تک زمین میں دھنس جاتا تھا۔ اپنے قد کے برابر پتھر کے ستون بنا کر ان پر محل تعمیر کرتے ان کے سزا دینے کا طریقہ بھی منفرد تھا اگر کسی سے ناراض ہوتے تو اس کو محل پر سے گرا دیتے۔

عاد کی وجہ تسمیہ قبیلہ عاد کے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ عاد بن عوص بن ارم بن سام جو جناب نوح کے فرزند ہیں، یہ قبیلہ اپنے جد اعلیٰ عاد کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ قبائل بت پرست تھے اور ان تین بتوں کی عبادت کرتے تھے، صدای، ثمود اور الہبہ ان کی مادری زبان عربی تھی یہ زبان سلسلہ بہ سلسلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سیکھی تھی۔

تبلیغ دین جب ان قبائل میں فتنہ و فساد کی کثرت ہوئی تو باری تعالیٰ نے جناب ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے مسلسل پچاس سال اس قوم کو ہدایت فرمائی اور ایمان کی جانب متوجہ کیا اللہ کی وحدانیت کا درس دیا اور کفر و شرک سے

باز رہنے کی تبلیغ کی لیکن وہ اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ میں تھے اس لئے سوائے چند لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا اور یہ ایمان لانے والے بھی اپنے ایمان کا برملا اظہار نہ کر سکے۔ اشراف قوم میں مرثد بن سعد بن عفیرہ کے علاوہ کوئی راہ ہدایت کی طرف نہ آیا حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ سے قوم کے لوگ چراغ پا ہوا ن کے قتل کے درپے ہوئے لیکن جب حضرت کے جان نثاروں کو اس فتنہ پردازی کا علم ہوا تو انہوں نے آکر آپ کو مطلع کیا۔ لہذا آپ نے ہدایت یافتہ لوگوں کی سلامتی اور نافرمانوں کی سزا کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی دعا مستجاب ہوئی اور منکرین قحط سالی کا شکار ہو گئے۔ بارانِ رحمت کی اور آبی وسائل ختم ہوئے چشمے سوکھے کنوؤں کا پانی زیر زمین چلا گیا۔ سبزہ زار خشک و ویراں ہوئے تو انہیں پانی کی تلاش اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے غذائی ضروریات کی فراہمی کے لئے بادیہ پیمائی کی سوجھی اور یہ سزا ان پر سات سال مسلط رہی۔ ہر چند حضرت ہود علیہ السلام ان کو شفقت سے ایمان کی طرف متوجہ فرماتے لیکن وہ فطری جہالت کیوجہ سے انکار کرتے اور کہدیتے کہ ہم آپ کے کہنے سے اپنے معبودوں کی عبادت ترک نہ کریں گے۔

دوسری فصل

خانہ کعبہ قبولیتِ دعا کی جگہ ہے

جب قوم عاد مصائب وآلام سے پریشان ہو گئی بھوک اور پیاس سے جان پر بن آئی اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو ایک جماعت کو خانہ کعبہ میں دعا کے لئے بھیجا۔ اس دور میں بھی یہ رواج تھا کہ جب کوئی شدید مصیبت آتی اور اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ رہتی تو خانہ کعبہ میں جاکر دعائیں کرتے، اس سے مصیبت دفع ہو جاتی۔ اس دور میں عمارت کی بجائے ایک سنگ سرخ رکھا ہوا تھا وہیں جاکر سب دعائیں مانگتے تھے۔

عمالقہ کی وجہ تسمیہ اس دور میں مکہ میں عمالقہ نامی قوم رہتی تھی جن کی نسبت عمالیق یا عملیق سے بھی ان کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام تک ان واسطوں سے جا ملتا تھا۔ عمالیق بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

مکہ کے سردار معاویہ بن بکر تھے جن کی والدہ کا نام کلمیدہ تھا یہ خیبر کی بیٹی تھیں جن کا تعلق

بھی عاد کی اولاد سے تھا۔ عاد کے فرزندوں میں سے پانچ آدمی قیل بن عنفیر نعیم بن ہزال۔ عقیل بن ضدی عاد بن کبر۔ مرثد بن سعد ہیں۔ عفیرہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن اس کے برملا اظہار کی جرأت نہ ہو سکی تھی جہلہ بن خیبر جو معاویہ بن بکر کا ماموں تھا اس کو بھی بارش کی دعاؤں کے لئے مکہ بھیجا گیا۔ ان کے علاوہ ان کے ہر شخص کے ساتھ ستر افراد تھے۔ یہ سب لوگ مکہ میں آکر معاویہ بن بکر کے یہاں ٹھہرے معاویہ نے ان لوگوں کے کھانے پینے کا حسب منشا انتظام کیا۔ ان کی دلجمعی کے لئے ایک مغنیہ کا بھی بندوبست کیا۔ اس وفد کے ممبران قحط کے مصائب سے بچکر مکہ مکرمہ آئے اور سکون کا سانس لیا یہاں عیش و آرام نصیب ہوا تو اصل مقصد یعنی دعائے باراں کو بھلا بیٹھے اور مسلسل ایک ماہ معاویہ بن بکر کے یہاں قیام پذیر رہے۔ دوسری طرف میزبان مہمانوں کی کثرت اور طول مدت کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ کوئی لفظ زبان پر نہ لائے کہ مبادا ان کا یہ فعل نخالت و تنگ دلی پر محمول کیا جائے لیکن مجبوری حد سے گذری چنانچہ معاویہ نے ایک قطعہ موزوں کر کے اس مغنیہ کو یاد کرا دیا تاکہ وہ گاتے وقت اس قطعہ کو بھی گائے اور انہیں یاد دلائے کہ ان کے آنے کا اصل مقصد عیش و آرام کا حصول نہ تھا بلکہ دوسرے بھائیوں کی تکلیف کے ازالہ کے لئے دعا کرنا تھا۔ وہ قطعہ یہ ہے۔

الا یا قیل دیحک قم فیھتم　　لعل اللہ یصفی غماما

فیسقی الارض عاد و ان عادا　　قد امشوا ان ینبون کلاما

جب مغنیہ نے ان اشعار کو گایا تو انہیں اپنا فرض منصبی یاد آیا اور اپنی غفلت

مرثد بن سعد

پر ایک دوسرے کو سرزنش و ملامت کرنے لگے اور اس کے بعد دعاؤں کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے اور قربانی اور نذرانے کے سامان اکٹھے کئے۔ اس موقع پر مرثد بن سعد (جو مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا تھا) نے کہا کہ جب تک تم نبی وقت پر ایمان نہ لاؤ گے خالق عالم تمہاری دعاؤں کو قبول نہ فرمائے گا۔ اس موقعہ پر انہوں نے چند اشعار بھی پڑھے جن میں کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

عصمت عاد رسولھم فا منوا　　عطا شا ما یتلھم السماء

ان کی اس گفتگو سے ان لوگوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ان کے دل میں ایمان کی شمع فروزاں ہے لہٰذا ان سے الگ ہو کر دعا کے لئے چل دیئے اور جلدی جلدی اپنے نذرانے چڑھائے قیل

آگے بڑھا اور دعائیہ کلمات کہنے لگا۔ اس دعا کے چند الفاظ اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

اللهم انی المریض لمرض فاذا واهبة به ولا لا سرها وقابه اللهم اسق عاداً اما کنت تسقیه یا الهنا ان کان هوداً صادقاً فاسقانا قد اهلکت

لیکن مرثد چونکہ مسلمان تھے لہذا انہوں نے ان الفاظ میں اپنا اظہار مدعا کیا۔

امهم اعط سوال وحدی ولا تدخلنی فی شی مما یدعوک به وفد عاد

قوم عاد پر عذاب الٰہی

دعا کرتے ہی بادل کے تین ٹکڑے سفید، سرخ و سیاہ رنگ کے ظاہر ہوتے جنسے یہ آواز آتی یاقیل اختر لنفسک وقومک من هذا السحاب۔ اے قیل ان تینوں میں سے ایک رنگ تو اپنے اور قوم کے لئے پسند کر لے اس وقت قیل نے سیاہ رنگ کو پسند کیا کیونکہ سیاہ رنگ کا ابر پانی زیادہ برساتا ہے۔ قیل نے جواب میں کہا اخترت سحاب اسود فانها اکثر السحاب ماءً اس منادی نے ان کے جواب میں کہا اخترت رماداً رمداً لا یبقی من آل عاد احداً لا یترک والدا ولا ولدا تم نے ہلاک کرنے والی ریت کا عذاب مانگا۔ اب قوم عاد کے بڑوں اور چھوٹوں میں سے کوئی بھی نہ بچے گا۔ اس وقت خالق کائنات نے ان بادلوں کو جن کو قیل نے پسند کیا تھا حکم دیا کہ قوم عاد کی طرف روانہ ہو جائیں۔ دوسری طرف جب وفد کے اراکین نے ابر سیاہ کو دیکھا تو خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے کہ یہ ابر ہماری خشک کھیتوں کو سیراب کر دیگا اور ہمارے خشک کنوئیں اور چشمے پُر آب ہو جائیں گے۔ اور ہمیں دوبارہ زندگی مل جائے گی۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا

لیکن ان کے جواب میں عالم الغیب کے ترجمانوں نے فرمایا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ بارش برسانے والا ابر نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف آتش بار ہوا ہے جس کے تم ایک مدت سے مستحق تھے اور جس کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ اب وہ پہنچنے والا ہے۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بے فیض ہوا تھی جو زمین کے چوتھے حصے میں تہ زنجیروں

میں جکڑی ہوئی تھی۔ اور ہر رسی پر ستر ہزار فرشتے محافظت کے لئے مقرر تھے۔ ان فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا کہ اس ہوا کا تھوڑا سا حصہ کھول کر قوم عاد کی طرف جانے دیں۔ فرشتوں نے دریافت کیا بار الہا! وہ مقدار کتنی ہو جتنی کہ گائے کی ناک سے سانس لیتے وقت نکلتی ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ اے معبود اگر اتنی میں اس ہوا کو چھوڑا گیا تو یہ تمام پہاڑوں کو بھی اکھیڑ کر پھینک دے گی۔ اس وقت حکم ہوا کہ انگوٹھی کے حلقہ برابر ہوا کو چھوڑ دیا جائے۔ جب فرشتوں نے اتنی مقدار میں چھوڑا تو سات شب و روز اس قوم پر ہوا کے جھکڑ چلتے رہے۔ قرآن کریم نے اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا سَخَّرَنَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا ای دائما متتابعة ہم نے سات شب و روز مسلسل ان پر ہوا کا عذاب مسخر رکھا۔

سب سے پہلے جس کو اس طوفان کا احساس ہوا وہ ایک عورت تھی جس کا نام مہدہ تھا۔ اس نے جب ہوا کو دیکھا تو چیخ مار کر بیہوش ہو گئی۔ جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے بیہوشی کی وجہ معلوم کی تو اس نے بتایا کہ مجھے ہوا میں آتشیں زبانیں شعلہ بار نظر آ رہی تھیں جن کے آگے ایک تندرست و توانا شخص چل رہا تھا ان کے پیچھے ایک جماعت ہوا کو دھکیلتی ہوئی ہماری طرف لا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ کو خود پر قابو نہ رہا دہشت طاری ہو گئی اور چیخ نکل گئی۔

جب جناب ہود علیہ السلام نے اس سیاہ ابر کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ عذاب الٰہی کا مقدمۃ الجیش ہے اس وقت حکم الٰہی ہوا کہ اپنی قوم سے کنارہ کشی کرو اور اپنے متبعین کو لیکر آبادی سے باہر چلے جاؤ۔ الغرض جناب ہود علیہ السلام چار ہزار ساتھیوں کو لے کر لینوع کے چشمے کی طرف چل دیئے وہاں پہنچکر اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے حصار کھینچ دیا اور فرمایا کہ خبردار کوئی اس حصار سے باہر نہ آئے اور میرے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ حصار ان کے لئے روئے زمین پر ایک مضبوط قلعہ ہو گیا اور جناب ہود علیہ السلام کی برکت کی وجہ سے یہ علاقہ مسلمانوں کے لئے امن و عافیت کی جگہ بن گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عاد علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر ایک جزیرہ میں چلے آئے اور یہی خوفناک ہوا ان کی قوم کے لئے باد شمیم ہو گئی اور ان لوگوں کے لئے سکون و آرام کا سبب بن گئی۔

نافرمانوں کے راستے بند ہو گئے

جب حضرت ھود علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر چلے گئے تو قوم کی عورتوں نے اپنے اموال کو جمع کیا اور لوگوں نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کا راستہ روک دیا اور سانپ بچھو راستہ میں بکھیر دیئے اس طرح وہ اپنی جگہوں سے آگے نہ بڑھ سکے۔ الغرض وہ اسی علاقہ میں ایک گھاٹی میں اکھٹے ہو گئے اور ایک دائرہ کی شکل میں عورتوں کو بٹھا کر مرد ان کے اطراف ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب ھود کی ہوا ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہوا کے پہلے ہی جھکڑ میں ان کی عورتیں بچے سواری کے جانوروں اور مویشیوں کو اڑا کر فضا میں لے گئی اور پھر ان کو نیچے گرا کر ریزہ ریزہ کر دیا ان کے مکانات اور محلوں کو بھی اڑا کر پاش پاش ہی نہیں بلکہ ریزہ ریزہ کر دیا اور اس خاک کو ان کے سروں پر اڑا دیا اور ان کے مردوں کو بھی اسی جگہ ہلاک کر دیا۔ ان میں سے وہ لوگ جو اپنے گھروں میں رہ گئے تھے ان کو مکانوں سے باہر کھینچکر نکالا اور پٹخ پٹخ کر مار دیا بعض کی یہ حالت ہوئی کہ تکلیف کی شدت سے ان کے جسم کی کھالیں ادھیڑ دیں ان کے جسم میں ہوائیں گھس جاتیں اور زمین پر پٹخ دیتیں بعض لوگوں نے خود کو زمین میں کمر تک دھنسا لیا تھا لیکن ان کا بھی یہی حشر ہوا۔

خلجان کی ہلاکت کا واقعہ

ان کا ایک سردار خلجان بن سعد جو نرینہ گی مال و دولت کے اعتبار سے اپنی قوم میں معزز حیثیت رکھتا تھا۔ اپنے قبیلہ کے ساتھ ایک غار میں پناہ لئے ہوئے تھا اور حفاظت کے پورے انتظام کر لئے تھے چار دن تک محفوظ رہا لیکن پانچویں دن حضرت ھود ان کے پاس آئے اور فرمایا تم نے دیکھ لیا کہ دوسروں کے ساتھ کیا ہوا ہے مگر اب بھی تم ایمان لے آؤ تو اس عذاب سے بچ جاؤ گے لیکن انہوں نے انکی بات نہ سنی اور چھٹے دن ہوا نے اس غار پر آفت ڈھائی اور خلجان کے علاوہ سب لوگ ختم ہو گئے۔ ساتویں دن جناب ھود پھر خلجان کے پاس آئے اور فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے ساتھیوں پر کیا گزری اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ خلجان کہنے لگا اگر میں ایمان لے آؤں تو تمہارا خدا مجھے کیا دیگا۔ جناب ھود نے فرمایا کہ تجھے جنت میں داخلہ ملیگا اور تیرے بقیہ ساتھی جو کسی نہ کسی وجہ سے بچ گئے ہیں اگر تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے تھوڑی مدت میں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سو اولاد نرینہ عطا

فرمائے گا۔ اس طرح قلیل عرصہ میں تمہارا قبیلہ بڑھ جائے گا اور ہلاک ہونے والوں کا بدل ہو جائے گا خلجان کہنے لگا کہ اس ابر مہیب میں بختی اونٹوں کی طرح لوگ نظر آتے ہیں وہ کون ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فرشتے ہیں جنہیں خالق عالم نے ان پر مسلط فرمایا ہے۔ خلجان کہنے لگا اگر ہم ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہمیں قصاص کے طور پر عنایت فرمائے گا۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہاری عقل پر افسوس ہے کہیں ایسا ہوا ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنا لشکر جو باغیوں کی سزا کے لئے بھیجا ہو وہ باغیوں کے حوالہ کر دیا ہو۔ القصہ خلجان ایمان نہ لایا اور ہود علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور وہ غار میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اب غار میں بھی ہوا داخل ہوئی اور اس کو بھی ختم کر دیا۔

قصہ مختصر یہ کہ قوم عاد کا کوئی منکر متنفس اس دن کے بعد باقی نہ بچا علاوہ ان لوگوں کے جو مکہ دعا کے لئے گئے ہوئے تھے اور معاویہ بن بکر کے یہاں مقیم تھے۔ نزول بلا کے تین دن گذرنے بعد چاندنی رات میں یہ لوگ مکہ میں معاویہ کے یہاں بیٹھے تھے کہ دور سے ایک شتر سوار آتا نظر آیا اور ان کے قریب آ کر رک گیا ان لوگوں نے اس سے معلوم کیا کدھر سے آ رہے ہو اور کس قوم سے ہو۔ اس نے جواب دیا قوم عاد سے ہوں اور اسی طرف سے آ رہا ہوں اب مصر کا ارادہ ہے ان لوگوں نے اپنی آبادی کی خیریت دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ ان کا خرمن زندگانی بے نیاز دیے پڑا ہوا وں نے منتشر اور متفرق کر دیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت ہود کے متبعین کے بارے میں سوال کیا تو اس مسافر نے بتایا کہ وہ لوگ دریا کے کنارے امن و عافیت کے ساتھ ہیں۔ قیل اور اس کے ساتھی اپنے قبیلہ والوں کے متعلق معلوم کر کے بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے اے اللہ ہماری زندگی ان کے بغیر بیکار ہے ہمیں بھی وہی شربت چکھا دے جو ہمارے دوستوں نے پیا ہے یعنی ہمیں بھی اسی طرح موت دیدے جس طرح ہمارے اعزہ و اقربا ختم ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم فرمایا اور وہ سب لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے جس طرح ان کے احباب و رشتہ دار فوت ہوئے تھے۔ بعض روایات جو قصص التنزیل وغیرہ کتابوں میں منقول ہوئی ہیں۔ ابو مطیع کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے حیات ابدی کی تمنا کی تو ایک ندائے غیبی سنی کہ اس جہان فانی میں ہمیشگی اور ابدی حیات امر محال ہے تب انہوں نے کہا۔

ازیں منزل چو آخر کوچ باید   نہادن دل دریں منزل نشاید

اب ہمیں بھی وہی جام پلایا جائے جس کو پی کر ہمارے قبیلہ والے ہلاک ہوئے ہیں۔

ازاں جامے کہ ہمراہیاں چشیدند   رفیقاں نیز رطلے بر کشیدند

لقمان بن عاد کی لمبی عمر

لقمان بن عاد جوان لوگوں کے ساتھ تھا جو دعا کے لئے آئے تھے اس کی آمد کا عجیب واقعہ ہے کہ یہ وفد کے لوگوں سے الگ مکہ آیا تھا اور دعا میں بھی ان کے ساتھ شریک تھا لہذا دعائے ہلاکت میں بھی ان کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اس کو سات گدھوں کی عمر دی جائے۔ اس کو صاحب النسر بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے اس کی دعا قبول ہوئی۔ لقمان نے سات نر کرگس (گدھ) یکے بعد دیگرے پالے ان میں سے ہر ایک کی عمر اسّی سال ہوئی ساتواں جس کا نام لقمان نے لبد رکھا تھا (جس کے معنیٰ اس دور کی لغت میں زمانے کے ہیں) اس کے مرنے کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ ایک دن پہاڑ کی چوٹی سے گدھ آ رہے تھے لیکن لقمان نے اپنے گدھ کو ان میں نہ دیکھا تو پریشان ہوا اور فوراً اسکی تلاش میں پہاڑ کی چوٹی پر آیا لیکن یہاں آکر اس کو ایسی کمزوری کا احساس ہوا جیسا کہ اس سے قبل نہ ہوا تھا یہاں آکر اس نے دیکھا کہ اس کا گدھ لبد زمین پر پڑا ہے لقمان نے اس کو بلایا لیکن وہ باوجود کوشش کے اڑ کر نہ آسکا اور وہیں گر کر مر گیا اور لقمان نے بھی وہیں جان جان آفریں کے سپرد کر دی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُدھر گدھ زمین پر پنجے ہلا رہا تھا اِدھر لقمان سکرات موت میں مبتلا تھا۔ یہاں تک کہ دونوں کی جان ایک ساتھ نکلی۔

اگر گدائے فقیرے دگر کہ شاہ اجل   کہ در قضائے تو خواہد رسید پیک اجل

تو پا دراز بخورد حکیم خود مپکن   کہ عمر کوتہ و از حد گذشت طول امل

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ جب مرثد بن سعد کو اپنے قبیلہ والوں اور متبعین ہود علیہ السلام کے متعلق حالات معلوم ہوئے تو وہ جلد از جلد حضرت ہود کی خدمت میں آگئے اور مرتے دم تک ان کے ساتھ رہے۔

قوم ہود کی ہلاکت کے بعد کے واقعات

قوم عاد جب اللہ کے قہر و غضب میں مبتلا ہوئی انکے مکانات وغیرہ منہدم ہو گئے لوگ تباہ و برباد

ہو گئے تو ہود علیہ السلام اپنے متبعین کو لیکر آبادی سے باہر چلے گئے اور حضرموت کے قریب ایک شہر بناکر وہاں مقیم ہو گئے اس وقت آپ کی عمر شریف چارسو چونسٹھ سال تھی تو داعی اجل کو لبیک کہہ کر دنیائے دوں سے راہی عالم بالا ہو کر مقیم دارالرضوان ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرموت کی پہاڑیوں میں ایک غار ہے جہاں سنگِ رخام کا ایک تخت بچھا ہوا ہے یہاں حضرت ھود علیہ السلام کی نعش مبارک رکھی ہے وہیں ایک سنہری تختی ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے

بِسْمِ اللّٰہ العلی الاعلیٰ انا ھود النبی الرسول رب الارض والسماء الی الملاء مِنْ عاد فرعوتھم الی الایمان وخلع الاصنام تقصونی فاھلکتھم الریح العقیم فاصبحوا کالرمیم

وفات حضرت ہود علیہ السلام

لیکن جناب سفیان ثوری عطا ابن ثابت اور عبدالرحمان بن صابط رضی اللہ عنہم کی روایت کے مطابق اس علاقہ کی تباہی و بربادی کے بعد جناب ہود مکہ تشریف لے آئے اور اپنے آخر وقت تک وہیں مقیم رہے۔ ان کا مزار مقدس دوسرے اٹھانوے انبیا حضرات شعیب و صالح علیہم السلام کے ساتھ رکن یمانی اور مقام زمزم کے درمیان ہے۔ واللہ اعلم

لیکن وہب ابن منبہ کی روایت کے مطابق جب جناب ہود علیہ السلام نے حج کے مناسک پورے کئے ایک دن ملک الموت ان کے پاس آئے اُن کے ہاتھ میں ایک جنتی حُلّہ تھا جناب ہود نے اس کو دیکھ کر فرمایا کیسا عمدہ لباس ہے۔ ملک الموت نے کہا اگر پسند ہو تو پہن لیں۔ جناب ہود نے فرمایا اگر تمہاری اجازت ہو۔ ملک الموت نے وہ حلّہ جناب ھود کو پیش کیا۔ جناب ھود نے اس کو پہن لیا تو ملک الموت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں ملک الموت ہوں اور یہ حلّہ آپ کا کفن ہے میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ ہود علیہ السلام گھبرائے اور ان کے سات اعضاء لرزنے لگے۔ جناب ہود نے ملک الموت سے فرمایا اگر مہلت دو تو میں اپنے اہل و عیال میں ہو آؤں۔ ملک الموت نے کہا کہ اتنی بات کی بھی اجازت نہیں کہ آپ یہاں سے قدم بھی اٹھائیں لہٰذا ان کی روح وہیں قبض کی گئی اور جناب جبرئیل علیہ السلام بہشتی خوشبوؤں کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت لیکر آئے آپکو غسل دیا گیا نماز جنازہ پڑھی اور صفا مروہ کے درمیان دفن کر دیا۔

چوتھی فصل

واقعات هود علیہ السّلام پر چھ لطائف و اشارات

انبیائ سے برادرانہ رشتہ: قرآن کریم فرماتا ہے وَاِلیٰ عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا پانچ پیغمبروں کو قرآن کریم میں قوم کا بھائی کہہ کر پکارا گیا ہے، جناب ہود علیہ السلام کے لئے کہا گیا وَاِلیٰ عَادٍ اخاهُمْ هُوْدًا جناب صالح علیہ السلام کے لئے خطاب ہوا وَاِلیٰ ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا جناب شعیب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَاِلیٰ مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا جناب لوط کے لئے فرمایا اِذْ قَالَ لَهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ لیکن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں برادر کا لفظ استعمال نہ فرمایا گیا بلکہ آپ کو امت کا جسد وروح کہا گیا لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ یہ انداز تخاطب اس لئے ہے کہ بھائی کتنا بھی مہربان ہو لیکن اس کی مہربانی اور رشتہ ایسا نہیں جیسا کہ تن وجان کا، بھائیوں میں عداوت ممکن ہے اور ایسا واقع بھی ہوتا رہا ہے جیسے ہابیل و قابیل کی جنگ برادران یوسف کا طرز عمل لیکن کوئی شخص اپنے تن جان کا دشمن نہیں ہوتا، یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ تمام انبیاء نے منکرین کی تباہی و بربادی کے لئے بددعا کی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کی۔

لب بشکر خندہ بیارا ستہ امت خود را ز خدا خواستہ
ہمتش از گنج توانگر شدہ جملہ مقصود میسر شدہ

رشتہ برادرانہ کی وضاحت بھائی چند قسم کے ہیں نسبی بھائی جیسا کہ فرمایا اِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ دوسرے دودھ شریک بھائی وَاِخْوَانُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اتباع اور فرمانبرداری کرنے والوں کو بھی بھائی کہہ کر پکارا گیا جیسے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ اسی طرح رشتہ اخوت و برادری ہم نشینی اور ہم زبانی سے بھی استوار ہوتا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے اخ العرب، قیامت کے دن ان بھائیوں سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ ہوگا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ۔ اس دن تمام رشتوں کے بھائی ایک دوسرے سے بھاگیں گے لیکن تن وجان علیحدہ نہ ہو سکیں گے كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ بلاشبہ

ازتکاب جرم جسم سے ہوتا ہے لیکن اس کی جواب دہی قلب و روح سے ہوتی ہے الندم توبۃ کذالک گناہ امت سے سرزد ہوں گے لیکن شفاعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے حضور نے فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من امتی بعض اہل بصیرت نے فرمایا یہ اس حدیث کی تاویل ہے لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ اومائۃ مرۃ حضور علیہ السلام تو ہماری ابتداء اور انتہا سے قبل معصوم پیدا کئے گئے تھے جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ السلام جان عالم ہیں اسی لئے تن و جان کے لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ہمارے لئے استغفار فرماتے تھے۔

ما ہمہ جسمیم و بیا جان تو باش ما ہمہ موریم و سلیمان تو باش
زآفت ایں خانہ گنبد پذیر دست برآور ہمہ را دستگیر
دائرہ بنمائے ز انگشت دست تا بتو بخشیدہ شود ہر کہ ہست
با تو تکلف نہ کند وقت کار
از پے آمرزش مشت غبار

ہوا کی قسمیں وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں، چار راحت و رحمت کی تقریب ہیں اور چار عذاب کی۔ پہلی چار باشرات۔ مبشرات، ناشرات اور ذاریات۔ باشرات کے لئے قرآن فرماتا ہے، وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ۔ مبشرات کے لئے کہا گیا وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ ناشرات کے لئے ارشاد ہے ... وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ذاریات کے لئے یہ فرمایا وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا

لیکن چار عذاب کی ہواؤں۔ صرصر۔ عقیم۔ قاصف۔ عاصف۔ صرصر کے لئے یہ الفاظ بیان فرمائے گئے وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ، باد عقیم کے لئے فرمایا وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ۔ عاصف جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ۔ قاصف کے بارے میں اس طرح کہا گیا۔ فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ کَذٰلِكَ بندہ مومن کی ذات ان آٹھ ہواؤں کا مجموعہ ہے جن میں سے چار حصہ سعادت اور چار سبب شقاوت۔ سعادت کی چار ہوائیں محبت۔ مودت۔ قربت اور وصلت ہیں۔ محبت کی ہوا توبہ کرنے والوں کے سینوں پر

چلتی ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اور مودت کی ہوائیں صالحین کے دلوں کے گلشن پر چلتی ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَہُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا قربت کی ہوا ربا من دل کے سانس پر چلتی ہے وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ کہیں وصلت کی ہوائے شمیم صمیم مشتاقان راز تک پہنچتی ہے عشقنی وعشقتہ و رفعۃ الحجاب بَیْنِیْ وبینہ

عشق می باید کہ بردار حجاب — تا بروں آید جمالش از نقاب

عشق میباید کہ در بزم شہود — پردہ بردارد زانوار وجود

روئے جاں بے آئینہ دیدن تواں — آئینہ گردد حجاب اندر میاں

چوں بہ عین خود بے عین غیر

مہتی گردد ترا امکان غیر

لیکن شقاوت کی ہوائیں بھی جاری ہیں غفلت ۔ فرقت ۔ سخط ۔ قطعیت

غفلت کی ہوا عوام الناس پر چلتی ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ ۔ فرقت کی ہوا نصاریٰ پر چلتی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ اور ریح سخط یہود پر چلتی ہے وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ اِلیٰ قَوْلِہٖ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ اور ریح قطعیت مشرکوں پر چلتی ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۔

حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ

حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہوا کا ہے جو مسلمانوں کے لئے نسیم سحر کی طرح ہے اور کافروں کے عذاب الٰہی اور کل قیامت کے دن حضور علیہ السلام سے بھی ایسے ہی معجزہ کا ظہور ہوگا ۔ جب پل صراط سے گزرتے وقت وادی جہنم سے ہوائیں چلیں گی تو وہ مسلمانوں کے لئے پل صراط کو عبور کرنے کا سبب بنیں گی اور کافروں کے لئے جہنم میں جانے کا سبب ہوگی ۔ ہوا کے مزاج کا تغیر دنیا میں بھی چار طرح سے ہوتا ہے کیونکہ ہوا بعض کے لئے کشتی نجات کا سبب بنتی ہے اور موسم خزاں میں پتوں کے گرنے کا سبب بنتی ہیں ۔ کبھی آگ ہوا سے سرد ہو جاتی ہے اور کبھی آگ کی

تیزی کا سبب بن جاتی ہے۔ ہوا جس طرح ابر کو اڑا کر لاتی ہے۔ اسی طرح ابر باراں کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ جس طرح آج دنیا میں ہوا کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے اسی طرح کل قیامت کے دن بھی ظاہر ہوگا جو کسی کے لئے سبب آرام و آسائش ہوگا تو دوسروں کیلئے اذیت و تکلیف کا سبب ہوگا

کلمہ کا حصار مومنین کی نجات کا سبب ہے

ہود علیہ السلام نے مومنین کے گرد ایک خط کھینچا تھا تاکہ اسکے حصار میں پناہ لیکر ہوا کے عذاب سے مامون و محفوظ ہو جائیں جو مسلمان اور متبعین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے قلعہ میں داخل ہوئے ہیں کل قیامت کے دن عذاب دوزخ سے نجات حاصل کرلیں تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ خالق عالم نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ حِصنی فَمن دخل حصنی آمن من عذابی

صاحبان فکر و نظر نے فرمایا ہے کہ تمام ہوائیں ایک جوہر ہیں لیکن جوہر کے اتحاد سے اختلاف اثر انداز ہوتا ہے ایک طرف وہ مفرح روح ہوتی ہے اور دوسری نسبت سے اجسام کے انتشار کا سبب ہوتی ہے بعض کے لئے خوشی آرام کا سبب تو بعض کے لئے تکلیف و مصیبت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اس طرح نفس انسانی کے قلوب کے لئے راحت و آرام تو بعض کے سینوں پر زخم و جراحت جب یہ نفس انسانی کو جو باغستان وجود کے لئے نسیم سحری ہے جس سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں نکل کر بالیدگی کا سبب ہوتی ہیں جو روح القدس کا پرتو ہوتی ہیں اور بوئے جان پرور کے ساتھ یاد باناں بھی دلاتی ہے۔

عقل و جان جو حضرت مریم کو بیت المقدس میں عطا کی گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے انہیں کلمات میں سے ایک سے استفادہ کیا گیا کَلِمَتُہٗ اَلْقٰاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوحٌ مِّنْہُ لیکن جب یہی نفس مغموم شیطانی اثرات کے زیر اثر آتا ہے تو کتے سے بدتر سمجھا جا سکتا ہے۔ نفس اور خواہشات یہ دونوں شیطان گزیدہ کتے کی طرح سے ہیں۔ جب یہ کتنے گناہوں اور لغزشوں میں آلودہ لوگوں کو اس وقت سے اس وقت تک کاٹتے رہے ہیں اور یہ اسی بدنہاد بدسرشت ساتھی کی وجہ سے ابدی ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لہذا نفس کو غنیمت سمجھ کر اس پر اس کو مسلط نہ ہونے دے۔ ہمت کے دامن کو بلند رکھے اور پائے عزلت کو گمنامی سے کھینچ لے۔

بتر دل از ہمہ خوباں اگر خردمندی — بشرط آنکہ دل خود را بزلف دلستاں بندی
بران نظر کہ بدیدار دوست کردی باز — ضرورت است کہ از دیگران فرو بندی
اگر بہ تیغ ترا میتواں بریدا ز دست — حدیث عشق رہا کن کہ سست پیوندی

نشاند شاخ وفائی تو اوحدی در دل
اگرچہ شاخ نشاطش ز بیخ برکندی

پانچویں فصل

نور محمدی اولاد ہود علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک

تاریخ دان حضرات کے بقول جناب ہود علیہ السلام کا نام عبرانی میں ماہر ہے انہوں نے ایک عورت لیشا نامی سے شادی کی اس سے شالخ پیدا ہوئے۔ شالخ کے معنی بعض روایات کے مطابق رسول یا وکیل کے ہیں۔ نور نبوی جناب ہود سے ان کی پیشانی میں منتقل ہوا۔ ان سے فالغ کے پاس آیا جن کا عبرانی نام قاسم تھا کہا گیا ہے کہ انہوں نے خطہ زمین کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ ان کی والدہ کا شجرہ نسب یہ ہے غزوہ بنت صفونی ابن عویلم ابن سام ابن نوح۔ فالغ سے اشروع یا اشبوع کو منتقل ہوا اور بعض روایات کے مطابق شارع کا نام بھی آیا ہے جو عربی لفظ ہے۔

شارع کی وجہ تسمیہ

عبرانی میں ان کا نام اشروع ہے۔ شارع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ نیکیوں اور اچھے کاموں میں ہمیشہ سبقت کرتے تھے ان کے تمام اوقات عبادت و ریاضت میں بسر ہوتے ان کی والدہ کا نام غروہ ہے جو کوثل کی بیٹی تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:۔

غزوہ بنت کوثل بن عویلم بن سام بن نوح علیہ السلام

اشروع سے نور پاک ارغوا، کو منتقل ہوا جس کے معنی ابھی قاسم کے ہیں) اور ان کے پاس نشو و نما پاتا رہا۔ بعض روایات میں ارغوار کی جگہ ناخور بھی آیا ہے جس کے معنی دن کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام مملکہ ہے جو مراحیل کی بیٹی ہیں۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے مملکہ بنت مراحیل بن عویلم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

ارغوار نے ایک عورت سے شادی کی جن کا نام سکتین تھا۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے۔ سکتین بنت سلمیٰ بنت خوبلیا جن کے بیٹے کا نام تارخ ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ارغوا یا ناخور

سے تارخ کو منتقل ہوا جمہور مورخین نے تارخ کا نام آذر بھی لکھا ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تارخ کی شادی اوٰنی بنت نمرود سے ہوئی جن سے حضرت ابراہیم متولد ہوئے۔ ابراہیم کے معنیٰ (اب رحیم) یعنی مہربان باپ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے وفات تک واقعات اگلے باب میں بیان ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے حالات

مقامِ ولادت حضرت ابراہیم علیہ السّلام

مورخین کا اجماع ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی ولادت نمرود بن کنعان بن سخاریب بن انوش بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کا شمار ان چار لوگوں میں سے ہے جنہوں نے سارے عالم پر غلبہ حاصل کیا۔ ان چار میں سے دو مسلمان تھے اور دو کافر مسلمانوں میں حضرت سکندر ذوالقرنین اور دوسرے حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ دو کافروں میں ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود تھا۔ نمرود کے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی اس کی سلطنت کی حدود وسیع ہونی شروع ہوگئی تھیں اور اس کی حکومت کا پرچم ہر طرف لہرانے لگا تھا۔ اس کے عدل و انصاف کے چرچے روز بروز اطراف واکناف میں پھیلنے شروع ہوگئے تھے اور انجام کار یہ ہوا کہ شیطان لعین کی صلاحیتیں ابھرنے لگیں۔ اس کی مفسدانہ و باغیانہ طبیعت میں جولانی آئی اور اس نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نمرود نامسعود کے دماغ میں خدائی کا خیال فاسد ڈال دیا اور نمرود کے دماغ میں خدائی کا خیال روز بروز راسخ ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے تمام عوام الناس کو اپنی خدائی کی طرف بلایا۔ اس ننگ انسانیت کے حکم سے اس کے مجسمے تیار کر کے عبادت خانوں میں رکھوا دیئے گئے تاکہ تمام لوگ انہیں مجسموں کی عبادت کریں اور خدا پرستی کو چھوڑ دیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ خدا پرستی کی جگہ بت پرستی رائج ہوگئی۔

ایک دن نمرود نے ارکان سلطنت اور درباری نجومیوں اور کاہنوں کو جمع کیا اور ملکی مسائل پر مشورہ کیا۔ اس اجتماع کی تین وجوہ بتائی گئی ہیں۔

ا: نمرود نے خوفناک و ہولناک خواب دیکھا تھا کہ آسمان پر ایک ستارہ طلوع ہوا۔ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب آگئی اور ایک نوبت ایسی آئی کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اس خواب سے نمرود کی کیفیت منقلب ہوگئی۔

۲ : دوسری وجہ بھی ایک خواب ہی تھا کہ ایک لشکر آیا اور ان میں ایک شخص نے نمرود کے تخت کو لکڑی سے کھٹکھٹانا شروع کیا یہاں تک کہ اس کا تخت ٹوٹ گیا۔ قابل و لائق منجموں نے جو اس کے دربار سے منسلک تھے بالاتفاق نمرود سے کہا کہ علم نجوم کے اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمہاری حکومت زوال پذیر ہونے والی ہے اور یہ ایک ایسے فرزند کی وجہ سے ہوگا جو عزت و عظمت میں منفرد ہوگا۔ وہ فرزند اس سال پیدا ہوں گے نئی شریعت عظمیٰ کے پیرو ہوں گے۔ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیکر بتوں کی اطاعت و عبادت سے روکیں گے۔ ان کی وجہ سے تمہاری سلطنت کی بنیادیں ہل جائیں گی اور ان کی آمد کی وجہ سے حکومت تیرے ہاتھ سے نکل جائیگی۔

خلید بن عاص جو کاہنوں کا سردار تھا اس نے بڑے زور شور کے ساتھ بادشاہ سے کہا کہ اس خطرہ کا فوری تدارک ضروری ہے اور سیلاب کا پانی آنے سے پہلے بند کا باندھنا ضروری ہے۔ نمرود نے کہا کہ اس سلسلہ میں پہلا اقدام یہ کرنا ہے کہ ہم ایک پولیس فورس بنائیں جو اس امر کی نگرانی کرے کہ کوئی مرد عورت کے پاس نہ جا سکے اور اس سال میں پیدا ہونے والی تمام لڑکیوں کو باقی رکھا جائے اور لڑکوں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ مشورہ متفقہ طور پر منظور ہوگیا اور اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے دستے متعین کر دیئے گئے کہ کوئی مرد کسی عورت سے مخالطت نہ کر سکے۔ چونکہ آذر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے اور نمرود کے دربار کی ایک اہم شخصیت اس لئے ان پر کسی نگران کو متعین نہ کیا گیا۔ اسی طرح نگران عورتوں کی ایک جماعت حاملہ عورتوں پر متعین کر دی گئی تاکہ وہ بے خوف و خطر ہر گھر میں جاکر ولادت اور اولاد نرینہ کی بابت معلومات و نگرانی کر سکیں۔ اس طرح جو بھی عدم سے وجود میں آتا وہ ان عورتوں کی وجہ سے دوبارہ ملک عدم میں چلا جاتا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال اس بدبخت کی وجہ سے ایک لاکھ بچے اسکے ظلم کا شکار ہوئے لیکن مشیت ایزدی جب اس بات کی متقاضی ہوئی کہ نطفہ جناب ابراہیم صلب مادر سے رحم مادر میں منتقل ہو۔ منجم اور کاہن مجتمع ہوکر نمرود کے پاس آئے انہوں نے نمرود سے کہا کہ علم نجوم کے حساب سے یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ اس مولود کے استقرار حمل کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ آج رات رحم مادر میں منتقل ہو جائیں گے لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ آئندہ شب کوئی مرد شہر میں نہ رہے اور دن نکلنے تک گھر واپس نہ آئے اس طرح تمام عورتیں شہر میں رہیں اور کسی حالت

میں بھی باہر نہ نکلیں۔ دروازوں پر ذمہ دار عہدہ داروں کو حفاظت کے لئے متعین کر دیا گیا۔ ایک دروازہ پر آذر یا تارخ کی ڈیوٹی لگی۔ نمرود بھی اپنے رفقاء کے ساتھ بستر سے باہر چلا گیا ادھر عورتیں شہر میں آزادی کے ساتھ گھومتی پھر رہی تھیں جب شام ہوئی اور تاریکی شب کا شامیانہ عروسی عالم پر نصب ہو گیا اتفاقاً حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ گھومتی ہوئی اس دروازہ تک آگئیں جہاں ان کے شوہر اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے جیسے ان کی نظر اپنی حسین وجمیل بیوی پر پڑی محبت کی آگ دل میں بھڑک گئی اور شہوت کا شعلہ فزوں تر ہو گیا موقع میسر آگیا اور بیوی سے اختلاط ہوا اور فطری تقاضا کو پورا کیا کارکنان قضا و قدر نے امر الٰہی لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا کی تعمیل کی اور وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُولًا کے وعدہ کو پورا کیا۔ نطفہ ابراہیم صلب آذر سے رحم مادر میں منتقل ہوا۔

حالات ولادت سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے دوسرے دن تمام منجم روتے پیٹتے نمرود کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ جس اندیشہ کے مطابق یہ تمام انتظام کئے گئے جس کے لئے فکر و تدبیریں رہے وہ ہزار ہا لڑکوں کو قتل کرا دیا۔ مردوں کو گھروں سے نکالا عورتوں کو شہر میں مقید کیا لیکن وہ مقصد پورا نہ ہو سکا

صد ہزاراں طفل سر بریدہ شد
تا کلیم اللہ صاحب دیدہ شد

لطیفہ: آج ایک فرزند کی وجہ سے ایک لاکھ فرزندوں کو اس کے طفیل فدیہ کر رہا ہوں تاکہ وہ ذات مقدس سلامت باکرامت رہے اور یہی میری مشیت ہے۔ اگر کل قیامت کے دن بندہ مومن آتش دوزخ سے سلامت رہے اور ان کے بدلے یہودی نصرانی مجوسیوں کو عذاب دیدیا جائے تاکہ مسلمان اس منزل سے ان کے فدیہ کے بدلے نجات حاصل کر لیں اور کافروں کو مومنوں کے بدلے مالک[1] کے سپرد کر دیا جائے یہ رب کریم کی حکمت و رحمت سے بعید نہ ہو گا۔

حفاظت حمل و ولادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے اپنے حمل کو پوشیدہ رکھا لیکن جب اس کا اخفا ممکن نہ رہا تو انہوں نے آذر کو بتایا کہ میں حاملہ ہوں اگر ہمارے لڑکا ہوا تو اس کو بادشاہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے کیونکہ اس کے

---

[1] دوزخ کا نگران فرشتہ

احسان ہم پر بہت ہیں۔ اگر ہم نے اس کی یہ خدمت کی تو اس کے مزید احسان کے حقدار ہو جائیں گے۔ تو آذر کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی۔ جب ولادت کا مہینہ آیا تو انہوں نے آذر سے کہا کہ ولادت کے وقت عورتوں کو سخت تکالیف و مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور موت سامنے نظر آتی ہے مجھے وہم ہوتا ہے کہ اس وقت مجھے دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے لہٰذا میری خواہش ہے کہ بت خانہ جا کر بڑے بت کے سامنے میرے لئے دعا کرو تا کہ میں اس مرحلہ سے آسانی سے گذر جاؤں اور جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سلسلہ دعا کو جاری رکھو۔ القصہ بیوی کی خاطر آذر متواتر چالیس دن بت خانہ جا کر دعائیں کرتے رہے تا کہ بیوی وضع حمل کے مراحل سے آسانی سے گذر جائے۔ اس دوران حضرت ابراہیمؑ کی والدہ نے مکان کے تہہ خانہ میں ضروریات کا تمام سامان اکٹھا کر لیا تھا۔ وضع حمل کے وقت تہہ خانہ میں چلی گئیں اور قدرت نے فرزند عطا فرمایا۔ وضع حمل کے بعد بت خانہ سے آذر کو بلایا اور ان سے کہا کہ خدا تمہیں سلامت رکھے لڑکا آیا ہے لیکن اس گفتگو کے وقت بہت رنجیدہ تھیں کیونکہ نمرودی خفیہ پولیس کا خوف طاری تھا۔ آذر نے تہہ خانہ جا کر بیٹے کو دیکھا آنکھیں ٹھنڈی کیں اور سہولت ولادت پر شکر بجالائے۔

اس سلسلہ میں جو واقعات میری نظر سے گذرے ہیں ان میں سے اکثر قصص التنزیل میں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ اس مختصر کتاب میں صرف ایک ہی واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ولادت کے بعد جناب ابراہیمؑ کی پرورش کا سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ آذر کی عدم موجودگی میں جنابِ ابراہیمؑ کی والدہ انکی خبر گیری کرتیں اور انہیں دودھ پلاتیں لیکن اگر والدہ دیر تک تہہ خانہ میں نہ آتیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام انگلیاں منہ میں لے لیتے آپکی انگلیاں منہ میں لے لیتے۔ ان کی انگلیوں سے دودھ اور شہد نکلتا اور جناب ابراہیم علیہ السلام اس سے غذا حاصل کرتے۔

تربیت ابراہیمی

تیسیر میں لکھا ہے۔ ایک دن ان کی والدہ نے تفتیش کی کہ یہ حضرت ابراہیمؑ بہت بہت دیر تنہا رہتے ہیں لیکن بھوک پیاس کی وجہ سے روتے نہیں ہیں اس کی وجہ کیا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عادت کے مطابق تین انگلیاں منہ میں لیتے ہیں یہی کیفیت جناب ابراہیم علیہ السلام کی تھی۔ ان کی ایک انگلی سے پانی دوسری سے دودھ اور تیسری انگلی سے شہد نکلتا تھا منقول ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ نے باختلاف روایت مکان کے تہہ خانہ میں یا غار میں حضرت ابراہیمؑ کو تنہا چھوڑ دیا اس وقت جناب جبرئیلؑ کو حکم ربی ہوا کہ ان کی انگلیوں سے جنت کے چشموں میں سے دودھ و شہد کے چشمے

رواں کردیں کیوں کہ ان کی تربیت عالمِ قدس سے مقرر کر دی گئی اور والدین کا رہینِ منت نہیں بنایا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بچے علی العموم ہفتہ بھر میں جتنی نشو و نما پاتے حضرت ابراہیم وہ منزل ایک دن میں طے فرما لیتے اور دوسروں کی طرح ماہانہ بالیدگی ہفتہ بھر میں حاصل کر لیتے اور ایک ماہ میں دوسروں کی طرح سال بھر کی نشو و نما حاصل فرماتے۔

جناب ابراہیمؑ کی پہلی گفتگو

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بولنا سیکھا تو آپ کا قلب مبارک حقایق اسرار کا عارف و واقف بن گیا۔ پہلی گفتگو جو اپنی والدہ سے کی اس کو اہلِ سیر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام: ہمارا پروردگا (پالنے والا) کون ہے ؟

والدہ	! میں تمہاری والدہ !
جناب ابراہیم	! تمہارا پروردگار کون ہے ؟
والدہ	! تمہارا والد آذر !
جناب ابراہیم	! ان کا پروردگار کون ہے ؟
والدہ	! بادشاہ وقت !
جناب ابراہیم	! اور بادشاہ کا پروردگار کون ہے ؟

یہ سوال سن کر ان کی والدہ مزید کوئی جواب نہ دے سکیں صرف یہ کہا خاموش رہو! بادشاہ رب اعظم ہے اور اس پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ میں خوبصورت ہوں یا آپ ؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم زیادہ حسین ہو۔ پھر جناب ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا میرے والد۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرا حسن تمہارے والد سے زیادہ ہے۔ جناب ابراہیم نے ایک اور سوال کیا کہ بادشاہ زیادہ خوبصورت ہے یا میرے والد۔ والدہ نے کہا کہ تمہارے والد زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس پر انہوں نے یہ سوال کیا کہ اگر میرے والد کا پروردگار بادشاہ ہے تو اس نے خود سے زیادہ حسین میرے والد کو کیوں کیا۔ اور اگر آذر تمہارے پروردگار ہیں تو انہوں نے خود پر تم کو حسن و جمال میں کیوں فوقیت دی۔ اسی طرح اگر آپ میری پروردگار ہیں تو مجھے خود پر کیوں ترجیح دی۔ وہ معمر و تجربہ کار عورت ان سوالات کے جواب سے

عاجز ہو گئیں اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کے پاس آئیں جب آذر نے ان کے چہرہ پر تشویش کے آثار دیکھے تو معلوم کیا کہ پریشانی کا سبب کیا ہے۔

رازیست مرا در دل کاشفتۂ آن زارم
زاں آتش پنہانی می سوزم و می سازم

اور بہت ہی مجبوری اور لاچاری سے کہا کہ یقین کر لو کہ یہ تمہارا فرزند مسعود بادشاہ کے دین میں تبدیلی کا سبب بنے گا۔ آذر نے کہا کہ کون سا بیٹا۔ بیوی نے کہا ابراہیم۔ اور استقرار حمل سے ولادت اور پرورش کے تمام مراحل سے آذر کو تفصیل سے مطلع کر کے اس وقت تک کی تمام گفتگو کا حال سنا دیا بیوی سے سارے واقعات سن کر آذر کو سخت غصہ آیا اور جوش غضب میں اس فرزند کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ لیکن جیسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرہ تاباں پر نظر پڑی خالق عالم نے ان کی محبت آذر کے دل میں راسخ کر دی اور وہ اپنے ارادہ فاسد سے باز رہا۔ اور جناب ابراہیم نے باپ سے سوال کیا کہ اے باپ میرا پروردگار کون ہے۔ کہا تیری ماں۔ آپ نے فرمایا کہ میری ماں کا رب کون ہے کہا میں آپ نے پھر سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے کہا نمرود۔ آپ نے فرمایا اب بتاؤ کہ نمرود کا پروردگار کون ہے، آذر کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ غصہ میں آ کر جناب ابراہیم کے ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ تمہاری یہ گفتگو تمہاری صلاحیتوں سے فزوں تر ہے ابھی تمہارے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ہیں اور مسئلہ ربوبیت پر گفتگو کرنے لگے ہو اور ارباب دین کے معتقدات کو حرف غلط کی طرح مٹانے پر تلے ہوئے ہو لیکن اس بے علم و کم عقل کو یہ علم نہ تھا کہ ان کو یہ علم عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَة کا عطا کردہ ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِيْنَ اور یہ صلاحیتیں کارخانہ قدرت سے عطا ہوئی ہیں۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا۔

علم کہ از کارگہ غیبی است
نیست درو شبہہ لاریبی است
ہر کہ دم از علم لدنی زند
غوطہ بدریائے معانی زند

تیسری فصل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آسمانی سیاروں کے متعلق گفتگو

ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ ملنے کے لئے غار میں آئیں۔ آپ نے اس سے معلوم کیا کہ اس جگہ کے علاوہ کوئی اور جگہ بھی ہے۔ والدہ نے جواب دیا کہ اس تنگ و تاریک غار میں تمہیں حفاظت کی وجہ سے رکھا ہے تاکہ تم دشمنوں کے شر سے محفوظ رہو۔ ورنہ یہ خطہ زمین تو بڑا وسیع و عریض ہے آپ نے یہ سن کر والدہ سے کہا کہ مجھے اس غار سے باہر لے چلیں۔ والدہ نے کہا اتنا انتظار کرو کہ آفتاب اس طرح غروب ہو کہ جس طرح عشق عاشق کے دل میں جاگزین ہو جاتا ہے۔ تفاسیر میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۔ اشہب شب مشک افشانی کرتا ہوا میدان ہوا سے ایسے زمین پر آیا جس طرح زنگی لشکر نے ولایت روم پر حملہ کیا ہو۔ طاؤس جلوہ گر نے آفتاب کو بلندی سے زمین کی طرف متوجہ کیا۔ ان سیاروں کو جو مشاطگان عروس کے سنوارے ہوئے تھے زمین پر آئے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ انہوں نے آمد و رفت شروع کی اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی والدہ تنگ غار سے آسمان کی کھلی فضا میں لے کر آئیں فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا جب ابراہیم علیہ السلام کی نظر لاجوردی آسمان پر پڑی اور مشہور روایات کے مطابق جب آپ نے زہرہ کو چمکتے دمکتے دیکھا کہ تخت زرین پر دلہنوں کی طرح جمال زیبا اور حلہ دیبا میں ملبوس نیلگوں حجرہ کے جھروکے کے قریب تکیہ لگائے رونق افروز ہے اس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ هٰذَا رَبِّيْ یعنی یہ میرا رب ہے یعنی زہرہ کا یہ زہرہ کہ وہ میرا رب ہو۔ اس کی یہ ہمت کہ جلیل کے خلیل کے ساتھ رشتہ معبودیت اختیار کر سکے وہ خلیل کہ کارگاہ عالم کے بزرگ ذوی علم جس کی ملت میں پناہ لیں گے اور اس کے سایہ عاطفت میں فلاح و نجات حاصل کریں گے اس کی ہمسری کر سکے۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا زہرہ شب گیرہ کا کیا زہرہ کہ وہ ان کی گمراہی کے درپے ہو۔ آیہ کریمہ کی تفسیر اس امر پر دلالت کرتی ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا کی شہادت دے رہا ہے

عزیزان گرامی! تیز زبان قلم جواہر اور حقائق کا ترجمان اور اشارات و دقائق کا نکتہ دان ہے۔ اس امر کا متقاضی ہے کہ آدہم مشکیں سواد کو نور افشانی کاغذ کے میدان میں دوڑائے۔ اندریں حال ملامت سے احتراز کرنے اور حالات کا جائزہ لیتے ہوئے چند لطیف نکات پر

اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر واقعہ کی مفصل معلومات حاصل کرنی ہوں تو تفسیر بحرالدرر کا مطالعہ ان معلومات کو فراہم کرے گا تاکہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا کی تفسیر معلوم ہو سکے گی اور اس میں اشارات بدیعیہ اور عبادات ملیعہ سے آراستہ و پیراستہ مضمون کی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا " اے رات تو چاہتی ہے کہ اپنی سیاہی کی وجہ سے فَهُوَ يَهْدِينِ کی بشارت سے محروم کر دے یا تیرا گمان یہ ہے کہ مجھے آسمانی باغ کے ستاروں جیسے پھولوں سے فریفتہ کرائے تو سوچ اور سمجھ دے کہ میں نمرود کی دوزخ کو باغ ارم جنت النعر دوس بناتا ہوں اور دھوئیں کے ہر مرغولے سے باغ لگاتا اور ہر چنگاری سے گلدستہ بناتا ہوں۔ اے سیاہ رات پھول کی طرح میں تیرے باغ پر خندہ زن ہوں۔ میں وہ شخصیت ہوں کہ میرے سامنے باطل کے سیاہ دل لشکر ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ نمرود نے ایک لاکھ ماہر تیر انداز میری طرف بھیجے لیکن میں انتہائی بہادری کے ساتھ منجنیق پر سوار ہوا اور آتشیں لشکر کے قلب پر حملہ آور ہوا۔ اعجاز الٰہی کے گرز سے سب کو کچل ڈالا اور انہیں شہر خموشاں کا ساکن بنا دیا اب کسی جگہ آتش سرکش کے لشکر سے درگزر نہ کروں گا اور رات کی تاریکی جو فلک کی دام خریدہ ہے اس نے چند پیادوں کو میری راہ میں بٹھایا ہے کب شکست قبول کروں گا۔ آخر کار مکارہ و مغرورہ رقاصہ اور اس مغنّیہ عورت کی طرح لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ کی طرح باطل کر دوں گا۔ جب زہرہ کا زوال ہوا چاند نے سنہری خیمہ کو صحرائے فلک پر اشارہ کیا اور ماہتاب نے اپنی طنابیں پہاڑ کی چوٹیوں پر گاڑ دیں فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي کی صدا بلند ہوئی۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ سنہری حلقے ہلالی مرصع سے نکلے اور قیصر و کسریٰ کے سرسبز و شاداب خطوں کو منور کرنے لگے اور مہوشوں کی طرح برقعے کی نقاب سے جھلک دکھاتے اور شہسواروں کی طرح میدان جولاں میں جوہر دکھاتے ہیں اور مبارک ایام نسیم صبا کی طرح مسرت و شادمانی سے مست ہو کر چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گئے۔ لیکن عہد جوانی آب زندگانی کے قدح کی طرح ساکن و مطمئن تھا یہ دیکھ جناب خلیل علیہ السلام نے فرمایا کہ چاند جو ہر مہینہ سابقہ شب کی طرح اپنے حال پر نہیں رہتا اور اپنی حالت بدلتا رہتا ہے ایک

جگہ قائم ہی نہیں رہتا بلکہ اپنی منازل بھی تبدیل کرتا رہتا ہے اس لئے ظاہر اثمر یہ ہے کہ وہ معبود
ہونے کے لائق نہیں، یہ چاند تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاصد ہے جو آسمان کے گرد چکر لگاتا ہے
ایک پرندہ ہے جو فضائے آسمانی پر اڑتا رہتا ہے ایک محافظ ہے جو دروازہ آسمان پر متعین ہے
اور گذرے زمانہ کے ہاتھوں وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کی وادی میں گم ہے۔ اے چاند تو رنگ
ریزی کا دعویٰ تو کرتا ہے اور موسم بہار میں رنگارنگ انواع و اقسام کے سامان کی دوکان
لگاتا ہے لیکن تجھے یہ نہیں معلوم کہ میں ایسے مولود مسعود کا پدر بزرگوار ہوں جو ایمان کے موسم بہار میں
بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے خم سے گوناگوں رنگوں سے صِبْغَةَ اللّٰهِ کی بشارت بہتر رنگوں کو
ظاہر کرتا ہے استفترق امتی الی اثنین و سبعین فریقا اگر آفتاب کا دل تیرے
حال پر نہ جلتا اور محبت کی نظر تجھ پر کارگر نہ ہوتی تو وہ سیاہ روئی کی وجہ سے منہ نہ دکھاتا الغرض
اس نے احساس برتری میں ماہتاب کے چہرہ پر طمانچہ مار کر بارگاہ احدیت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا

میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں پناہ لی لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ
الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ماہتاب نے آفتاب کا طمانچہ کھا کر شرم و
ندامت سے سیپی کی طرح بحر مغرب کی گہرائیوں میں پناہ لی اور
نہنگ آفتاب کو جنگ کے لئے روانہ کر دیا اور صبح امید کی پہلی کرن مطلع امید سے نمودار ہوئی
اور شب سیاہ باف حلہ شب کو صبح امید بن کر تیار کیا۔ ان حالات میں جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام
نے دیکھا تو طلیعہ خورشید جمال کے افق کے مطلع سے انتہائی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ آپ
زبانِ حال سے بیساختہ پکار اٹھے فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَا اَكْبَرُ
یہ نیر اکبر جب آفتابی لشکر کے ہراول دستہ کی طرح فلک و انجمن کے معرکہ میں نوری پرچم مطلع ظہور پر بلند
کرتا ہوا آیا لیکن اس خاتون مسند نشین کی طرح اس کا محفہ فلک چہارم سے باہر آیا اس وقت خواجہ
سراؤں کی آواز کی طرح کسی نے پکارا غضوا ابصارکم لیکن جب آفتاب عالم تاب کو
اقطار و اکناف عالم میں گشت کرتی گئی اور آفتاب بھی زوال پذیر ہوا اور منازل بروج سے انتقال
پذیر ہوا تو اس زوال کو دیکھ کر جناب ابراہیم علیہ السلام نے اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور
فرمایا اے خورشید عالم تاب روشنی تو رکھتا ہے لیکن اس کو دوام نہیں صفا تو تیرے پاس ہے

لیکن وفا نہیں ۔ اگر سپہر ابر کوئی موکل تیرے سامنے لائے تو شعاعوں کے تیر اس سے نہ گذر سکیں گے اور ہیں کہ خوان دو جہاں کا میزبان ہوں دو قرص نیرین سے دو روٹیوں کی طرح کیونکر گذارہ کروں گا اور سنگ بطلان یَا قَوْمِ اِنِّی بَرِیْئٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ کا تمام مشرکوں پر پھینکونگا قلب و نظر کو سلطان توحید کی تخت گاہ کو دوبارہ سنواروں اور سجاؤں گا بموجب اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یعنی دل و جان اور روحانی توجہات اس خدائے ذوالجلال کی جانب مبذول کرادیں وہ بے نیاز ہے سب اس سے نیاز کرتے ہیں لیکن اس کو کسی کو نیاز نہیں ۔ وہ معبود ہے خالق ہے اس کے علاوہ کوئی مقصود نہیں وہ رحمان ہے اس کا حجم نہیں ۔ وہ رحیم ہے لیکن رقت و مقدار و کیفیت رقت سے پاک ہے ۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی عدد نہیں وہ صمد ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ۔ وہ بیدار ہے اس کے لئے نیند نہیں وہ جبّار ہے لیکن کسی اور کے بہکانے میں آنے والا نہیں ۔ وہ بے مثل ہے اس کا کوئی مثیل نہیں وہ صاحب تدبیر ہے لیکن اس کا کوئی مددگار نہیں ۔ وہ یکتا و تنہا ہے اس کا کوئی بدل نہیں ۔ وہ ابدی ہے اس کو فنا نہیں وہ زندہ ہے اس کو موت نہیں وہ قدیم ہے اس کے حدث فعل نہیں ۔ وہ کریم ہے اس کے جود و نوال کو کوئی روکنے والا نہیں ۔ وہ حکیم ہے اس کو کوئی آزار نہیں وہ علیم ہے اس کو کوئی کمی نہیں ہے ۔ وہ سبحان ہے اس کا کوئی مشیر نہیں وہ مالک الملک ہے اس کی حکومت کو زوال نہیں وہ ایسا بادشاہ ہے جس کا وزیر نہیں وہ ایسا معبود ہے جس کا مثیل نہیں وہ ایسا اول ہے جس کی ابتدا نہیں وہ ایسا آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے ۔ وہ ظاہر ہے جو پردہ نہاں میں ہے وہ باطن ہے لیکن پھر بھی عیاں ہے ۔ شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں ۔

اے ز پیدائی خود بس ناپدید جملۂ عالم تو و کس ناپدید

عقل و جاں را گرد ذاتت راہ نیست وز صفاتت ہیچ کس آگاہ نیست

چون برون جان درون جان توئی ہرچہ گویم آن نہ آں ہم توئی

اے دریغا ہیچ کس را نیست تاب دیدہا کور و جہاں پر آفتاب

جملۂ عالم بتو بینم عیاں وز تو در عالم نمی بینم نشان

ہست با ہر ذرہ درگاہ دگر بس ز ہر ذرہ بدو راہ دگر

عجز ازاں ہمشیرہ شد بامعرفت
زانکہ نی در شرح آید نہ صفت

اے درویش! راہ سلوک کا طالب اور راہِ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کا مالک
جب وادی طلب میں صدق و اخلاص کے ساتھ قدم رکھتا ہے اور دولت اقرار و ایمان کی زبان
سے یہ پکارتا ہے "اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ" اس وقت وہ رسوم و عادات کو ترک کر کے تقلید کے
قلادہ کو بے نیازی کی گردن میں کوشش کے ہاتھ سے ڈالتا ہے اور تجدید طہارت کے بعد نیاز کی نماز
کی تکبیر تحریمہ باندھتا ہے اور تفرید کے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر زبان حال سے کہتا ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ
وَجْهِیَ لِلَّذِیْ اس وقت اس کے قول و فعل میں مطابقت ہوتی ہے۔ اس طرح حیرت کی رات میں
سکون و اطمینان کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ظلمات بشریت جو اس کے حواس میں جاری
ساری ہیں ان کو زاویہ وجود کے ذریعہ منصہ شہود پر لاتا ہے اور کشف اوّل جو زہرہ ہائے عقل کی تختیوں
میں سے ایک تختی ہے، آسمان عنایت سے فلک قلب پر جلوہ فگن ہوتی ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ
رَاٰی کَوْکَبًا راہِ حق کا ساز اس سے راہبری حاصل کرتا ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ
اور وہ اس راہ میں جتنا بھی سفر کرتا ہے اس صنعت کی ظلمت کو نور صانع کے بالمقابل کمتر سمجھتا ہے اس
طرح خالقِ عالم کا نور طالب کے دل پر پرتو فگن ہو جاتا ہے اور وہ اس نور کے مشاہدات سے مغلوب ہو کر یہ
پکار اٹھتا ہے هٰذَا رَبِّیْ جب دو اور دو سے جدا ہو جاتی ہے تو عقل کا نورِ حادث نورِ قدم میں گم ہو کر
ماقبل کی باتوں پر تردید کا ہاتھ عقل کے سینہ پر رکھ کر لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کی صدا لگا کر خالق کائنات
کی پناہ تلاش کرتا ہے اور جب اسکی سیر کشف کی منزل کو طے کرتی ہے تو اسلام کے چاند کی روشنی اسکے
قلب میں جلوہ گر ہو کر هٰذَا رَبِّیْ کی نعمت سے متصف ہو کر قلب کی نورانیت کا سبب بنتی ہے اور وہ اپنے
سرِ نیاز کو سینہ بے کینہ کے برج سے نکال کر نماز بے نیاز کی ادائیگی کے لئے مصلّے کی طرف جاتا ہے حالانکہ
ابھی نور ربوبیت کا پرتو بھی پوری طرح حاصل نہیں ہوا لیکن تدریجی ترقیوں کے ساتھ اندرونی اور
بیرونی انوار سے سینہ مزین ہونا شروع ہو جاتا ہے اور نورِ اسلام سے انشراح صدر ہو کر سینہ مزین ہو جاتا
ہے اور اس بشارت کی دستگیری سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ
لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ تاکہ طالب حق جناب ابراہیم (علیہ السلام) دل مقام

تسلیم میں صراطِ مستقیم پر راسخ ہو جائے اور مشاہدہ نورِ حق کا یہ نشان باقی رہ جائے فَلَمَّا رَاَی الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ اور جب چاند سے توجہ مبذول ہو اور اسے زوال پذیر دیکھے تو طالب صادق اس کی زوال پذیری سے متاثر ہو کر حق تعالیٰ کی پناہ میں آکر زبانِ حال سے کہہ اٹھے لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الضَّآلِّیْنَ لیکن جب صبح یقین نمودار ہو تو ہدایت ربانی کا تیسرا کشف ایمانی آفتاب کی کرنوں کو احسان کے کنگروں پر چمکتا دمکتا دیکھ کر طالب نورالٰہی میں مستغرق ہو جائے اور زبان حال سے پکار اٹھے هٰذَا رَبِّیْ هٰذَا اَكْبَرُ اس طرح یہ نور دولت کی شناخت کا سبب بنا اور وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ جب اس آفتاب جہاں تاب کی کرن مشرق سے نکلی اور مغرب کی جانب جاکر غروب ہوئی تو یہ بھی مرید کی ارادت کا باعث ہوئی اور ظاہر میں نوری سامان اٹھایا اور حیرت کی وادی میں پہنچا کر اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ کا خط کھینچدیا اور حادثات عالم سے بے فکر ہو گئے، پھر اس دار ناپائدار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے درویش جب تک یہ انوار روحانی و قلبی حجابات کو دور کر کے چمکتے رہیں گے اتنا ہی قلب مصفا ہو کر منور ہوتا رہے گا۔ اگر قلب ایک ستارہ کی مانند صاف ہو گا تو اس میں ستارہ کی شبیہہ نظر آئے گی اور اگر آئینہ دل طبیعت کی زنگار سے پورا صاف ہو جائے تو چاند کی طرح معلوم ہو گا لیکن اگر عمدہ قسم کی قلعی سے اس کو بالکل مصفی کر دیا گیا ہو تو سورج کی تابانیوں کی طرح چمکتا دمکتا نظر آئے گا اور اس وقت محبوب ذات بغیر آئینہ کے اپنی صفات و جمال کو دکھا دے گا اور حجاب روحانی و قلبی درمیان سے اٹھ جائیں گے۔ کیونکہ عارف مقام تجرید و تفرید میں آئینہ کا بھی واسطہ گوارا نہیں کرتا اور آئینہ صفات جو نقاب ذات تھا اب پرتو نور ذات میں پوشیدہ ہو کر حقیقت وحدت ذات کے جمال کی تلاش میں منہمک ہو جاتا ہے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ اب مرتبہ کمال تک پہنچ جاتی ہے اور عارفِ ذات راہِ حیرت و استعجاب میں گم ہو کر حقیقت کی تلاش میں جد و جہد کرتا ہے چنانچہ اس فقیر (مصنف) نے ایک راز کا انکشاف کیا ہے۔

من دراں دیدار حیرانم کہ چیست | سر حسنش من نمیدانم کہ چیست
وقت دیدن معرفت افزوں شود | عاقل اینجا آید و مجنوں شود
خاص و عام و وحدت و کثرت برفت | ہر چہ بود از غیر آں حضرت برفت
از نظر یک سو شد افعال و صفات | ذات ظاہر گشت ہم از عین ذات

رائی و مرئی ہمہ ذات وے است دیں صفات و فعل مرآت وی است
آنکہ خود بیند جمال خویشتن فیض گیرد از وصال خویشتن
در میان آئینہ بیگانہ شود ہر چہ غیر است از میان بیروں رود
چشم بکشا ای معین در نور دوست
ہر دو عالم لمعۂ انوار اوست

چوتھی فصل

علمائے تفسیر کی رائے علمائے تفسیر اس سلسلہ میں مختلف اقوال ذکر فرماتے ہیں۔
(۱) کلمہ ھٰذا ربی میں ربوبیت کا اطلاق چاند سورج اور ستاروں پر کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شایان شان نہ تھا مگر تاویل کے ساتھ اس کی تاویل بعض حضرات نے اس طرح فرمائی کہ اس طرح جناب ابراہیم مکلف (بالغ) نہ تھے۔ اور بچوں پر کفر و ایمان کا اطلاق نہیں کیا جاتا لیکن بعض اہل علم نے اس تاویل کو درست قرار نہیں دیا کیونکہ یہ عصمت انبیاء کے منافی ہے اور حضرات انبیاء ارتکاب کفر سے مامون و محفوظ ہیں اور مذکورہ بالا کلمات صریح کفر کی تعریف میں آتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیاء میں سے ہیں اس لئے ان کی طرف ان اقوال کے ارتکاب کی نسبت عمداً تو درکنار سہواً بھی مناسب نہیں۔
(۲) بعض حضرات نے یہ تاویل کی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے یہ اقوال مقام استدلال سے متعلق ہیں اور دلیل و برہان تلاش کرنے والا تلاش و تجسس میں ہر اس چیز کی تلاش میں رہتا ہے جو حصول مقصد کا سبب بنے باوجودیکہ اس کو ہر چیز معرض یقین میں نظر آتی ہے اور اس وقت زبان حال سے پکار اٹھتا ہے کہ یہی میرا پروردگار ہے لیکن معنیٰ امنوّر (یعنی یقین) میں وہ تردد سے خالی نہیں اس حالت میں حزم و یقین کا حصول بھی معرض تردد میں ہے۔ چنانچہ آخر مرحلہ میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ زبان حال سے اقرار کر لیا۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا اور اس کے بعد یقین کا مرحلہ آیا وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ کی بشارت نے دستگیری فرمائی۔
تکملۃ اللطائف میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر اور استدلال کی منزل میں تھے اس وقت فرشتوں کو ندا ہوئی کہ اے فرشتو حجابات اٹھا دو تاکہ جناب ابراہیم ہماری

خالقیت و مالکیت کا مظاہرہ دیکھیں ۔اس طرح امداد و اعانت خداوندی سے ملکوت السمٰوٰت والارض کو دیکھا قرآن نے منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی اے ابراہیم کب تک متلاشی رہو گے ۔ کہاں تلاش کرو گے اور کس کے ساتھ تلاش کرو گے ۔آسان طریقہ یہ ہے کہ گردن اطاعت خم کرو اور ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر کے ہماری جانب متوجہ ہو جاؤ مقصود حاصل ہو جائے گا اِذْ قَالَ لَہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تیرا فرمانبردار ہوں اور تیرے علاوہ ہر چیز سے بیزار ہوں وری اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ

خلیل آسا در حق را طلب کن شبی را روز و روزی را بشب کن

ستارہ با مہ خورشید انور بود حسن و خیال و عقل و اکبر

بگرداں زیں ہمہ اے راہرو روی ہمیشہ لاحب الافلین گوئی

(۳) اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ بالا اقوال ان کے اپنے عقیدہ کے اظہار کے لئے نہ تھے بلکہ یہ الفاظ مخالفین کی عقائد کی ترجمانی تھی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کواکب پرستوں سے ان کے عقائد باطلہ کے سلسلہ میں مناظرہ کرتے تھے ۔اسلئے ان کے عقائد کا اظہار کر کے ان پر سوال الزامی قائم کرتے تھے چونکہ کافروں کا عقیدہ یہ تھا کہ طاقت و عبادت کا سرچشمہ یہی ستارے ہیں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے باطل عقائد کا اظہار انہیں کے انداز میں کیا مثلاً اگر کوئی مناظر کسی ایسے شخص سے گفتگو کرے جو اقسام کے قِدم کا قائل ہو اس سے جب یہ کہا جائے کہ جب جسم قدیم ہے تو ہم اس کو مرکب اور متغیر کیوں پاتے ہیں اس وقت یہ جواب ہوتا ہے کہ جسم قدیم ہے اور یہ مخالف کے مسلک کے مطابق ہے اور اس کے محل کو ظاہر کیا گیا ہے ۔

(۴) چوتھا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ آیت مذکورہ میں ہمزہ استفہام پوشیدہ ہے یعنی ھٰذَا رَبِّیْ سے پہلے جس طرح یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ ای ایخادِعُوْنَ اللّٰہ اور ہمزہ استفہام کا ترک کلام عرب میں رائج ہے ۔

(۵) آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح کی جاتی ہے ھٰذَا رَبِّیْ فِیْ زَعْمِکُمْ وَاعْتِقَادِکُمْ کیونکہ

خدائے ذوالجلال روز قیامت مشرکوں سے فرمائے گا اَیْنَ شُرَکَائِیَ یعنی میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تمہارے یہ معتقدات تھے۔

(۶) یہاں ایک لفظ محذوف مانا جائے گا یَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَبِّیْ یعنی ان کا (کافروں) کا قول یہ تھا کہ یہ ہمارا رب ہے، چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اسی سلسلہ میں رہنمائی کرتی ہے۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ای قال ربنا۔ جب حضرات ابراہیم واسماعیل علیہم السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کرنی شروع کیں اس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی اے باری تعالیٰ اس کو ہماری طرف سے قبول فرما۔

(۷) ساتویں تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آیات الٰہی کی نشانیوں اور تغیرات زمانہ کے مسلسل معائنہ میں ایسے محو اور گرویدہ ہوئے کہ ہر چیز میں انہیں تجلی الٰہی جلوہ فگن نظر آئی اپنے اور غیر کے مطالعہ میں انفرادیت ختم ہو گئی اور ایسی محویت طاری ہوئی کہ ہر چیز میں اسکی جھلک دیکھتے ہی بیساختہ پکار اٹھے۔ هٰذَا رَبِّیْ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلے مرحلہ میں تیقن کا ذکر کیا گیا ہے اور اس طرح فرمایا گیا ہے وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ اس کے بعد فرمایا گیا فلما جن اس سے ظاہر ہو گیا کہ رات کی تاریکی میں ستاروں کا چمکنا اس امر پر شاہد ہے اور لفظ فلما یقین کا فائدہ دے رہا ہے کیونکہ ما بعد فلما ماقبل کی عبارت پر مبنی ہے لہٰذا اس کلمہ کو بولنا یقین کی وجہ سے ہوا جواب حقیقی کی جانب اشارہ ہوگا۔ اور یہی معنی امام قشیری نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے فلما جن علیه اللیل یعنی احاطہ سحر الطلب ولم یجنل له مصباح الشهود فطلع انجم العقل فشاهد الحق بسرہ بنور البرهان قال هٰذا ربی ثم زید فی ضیاء نطلع قمر العلم نطالعه بحقیقة البیان فقال هٰذا ربی ثم اسفر الصبح فطلع شموس العرفان قال هٰذا ربی فلا یبق مکان ولا مهمة قرار قال یاقوم اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ اذ لیس بعد العین ریب و بعد الظهور ستر فی هٰذا المعنی سیر"

گر فصل بہار آمد کہ عالم سبز و خرم شد
گر وصل نگار آمد کہ جاں با عیش ہمدم شد

بیا ہمچوں خلیل امشب زغار تن برون بنگر — کہ نور حق پدیدار از ہمہ ذرات عالم شد
ہزاراں جام ہر لحظہ بکام دل ہمی ریزد — ازاں دریا کہ یک قطرہ نصیب عرش اعظم شد
بلا یک بہر یک قطرہ بماند چون صدف تشنہ — ہزاراں بحر بے پایاں نصیب خاک آدم شد
مگر آن ساقی وحدت نقاب از رخ برافگندہ — کہ جام و بادہ یکساں گشت و بحر و قعر درہم شد
مرا میگفت ای عاشق بہ معشوقی رسی آخر — بحمد اللہ کہ از عالم نہ رفتم تا کہ آن ہم شد
چو بحر عشق موجی زد سحاب جمع و باران گشت — وجود واجب و ممکن مثال بحر شبنم شد

معین را در صغر آن کس منبر در سخن آرد
کہ در گہوارۂ طفلے قرینِ ابنِ مریم شد

مذکورہ بالا تاویلات کے بعد اس موضوع پر علمی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی جائے تو اس سلسلہ میں دو باتوں پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔

پہلی بحث: فَلَمَّا رَاٰی الشَّمْسَ بَازِغَۃً قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَا اَکْبَرُ عارفان علم نجوم نے کہا ہے کہ ھٰذا کا اشارہ شمس کے ساتھ مناسب نہیں کیونکہ مونث ہے اور اس سلسلہ میں تاویل بھی کی جاسکتی ہے اور اس تاویل میں بھی کئی قول ہیں بعض حضرات نے کہا ہے کہ شمس کی طرف اشارہ سے مراد اس کا طلوع ہے ای ھٰذا الطالع وقیل ھٰذا النور وقیل ھٰذا الشخص یعنی یہ طلوع ہونے والا سورج یا اس کی روشنی یا اشارہ کرنے والا شخص بعض حضرات نے اس کی تاویل میں کہا کہ اس کی تذکیر یعنی مذکر کے صیغہ سے ذکر کرنے سے مراد خبر کی تذکیر ہے نہ اصل شئے کی صیانۃ للرب عن شبھۃ التانیث

دوسری بحث: اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ لفظ کواکب کا استعمال اس بات کا متقضی ہے کہ کواکب حرکت کرتے رہتے ہیں اسلئے حادث ہیں اور یہی ان کے رب نہ ہونے کی دلیل ہے اسی طرح طلوع شمس بھی حدوث پر دال ہے کیونکہ وہ تدریجی مراحل طے کرتا ہے اور متحرک رہتا ہے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شمس کی بجائے کواکب کی مثال کیوں نہ دی کہ اس کو ربوبیت کی اہلیت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہوگا کہ دلیل تو ان کے فرمان سے ظاہر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عقل مند بیوقوف عاقل و غافل سب برابر ہیں اور محققین کے نزدیک یہ بات

منتعبین ہے کہ وہ طلوع ہوتا ہے اور عوام الناس کے لئے اس کا غروب ہونا ہی اس کی عدم ربوبیت پر دال ہے لیکن گفتگو چونکہ علم نجوم کے ماہرین سے تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج ربع شرقی سے وسط آسمان تک آتا ہے اور یہاں اس کے شباب کا دور ہوتا ہے لیکن جب وہ ربع غربی تک آتا ہے اس کے انحطاط کا دور ہوتا ہے اور اس کی قوت مسلوب ہو جاتی ہے اسی لئے دلیل کے اظہار میں تاخیر کی اور یہی بات امام فخر الدین رازی نے مفاتح میں کہی ہے۔

پانچویں فصل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے مناظرہ

جب آپ کی والدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غار سے اپنے گھر لائیں تو آذر نے آپ کے احوال و افعال کی نگہداشت کی اور شفقت پدری سے ان کی خاطر داری کی ان پر الطاف و انعام تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تبلیغ دین کے سلسلہ میں احکام الٰہی آتے اور علی الاعلان تبلیغ کا حکم ملا تو اپنے اس فریضہ کی تکمیل کے لئے احکام خداوندی کا برملا اظہار فرمایا۔ آذر باپ ہونے کی حیثیت سے اپنے بیٹے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے حالات کا مطالعہ کرتے رہتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آبائی دین کی مخالفت شروع کر دی ہے تو اپنی استقامت دین کی بنا پر آپ کا یہ فعل آذر کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت ابراہیم کی باتیں انہیں کبھی تو بہت تکلیف دیتیں۔ کہیں کوئی کوئی بات بھلی بھی معلوم ہو جاتی۔ آخر کار ایک دن باپ بیٹوں میں اس سلسلہ میں مناظرہ ہوا جس کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے آذر سے معلوم کیا یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا یعنی اے والد مہربان آپ کو اس بات پر شرم محسوس نہیں ہوتی کہ اس حق آراستہ چہرہ کو لکڑی کے ایک ٹکڑے کے سامنے جھکا دیتے ہو یعنی ان کو سجدہ کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور دل جو مہبط و مسکن انوار عالم غیب ہے اس کو چاند تاروں کی محبت میں گنوا دیتے ہو۔ اگر یہ چیزیں با اختیار ہوتیں تو آپ کو جہنم کا ایندھن بنائے بغیر نہ چھوڑتیں اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ آپ اور دوسرے حوالہ کے سوا غیر کی عبادت کرتے ہیں جہنم کے ایندھن بنیں گے، آج میں اس ایندھن کو غیرت کے تیر سے توڑنا چاہتا ہوں تاکہ کل جہنم کی تیز آگ کے کام آئے۔ آذر جب ان مسکت اعتراضات کا جواب نہ دے سکے تو حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف واذیت دینی شروع کی اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَآ اِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آذر کے درمیان مناظرہ کی وجہ یہ تھی کہ آذر بت تراشی کی صنعت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور ان کے تراشے ہوئے بت بہت بہتر سمجھے جاتے تھے اور قیمتی بھی ہوتے۔ روش کے مطابق دوسرے سوداگر اپنے مال کی تعریف کر کے اس کو فروخت کرتے لیکن برادران ابراہیم علیہ السلام کو اس سلسلہ میں زیادہ جدوجہد کی ضرورت نہ ہوتی اور ان کے بنائے ہوئے بت گراں قیمت پر فروخت کرتے تھے۔ ایک دن آذر نے چند بت تیار کئے اور ان کی خوبیاں بتا کر بیٹوں کو دیا تاکہ ان کو بازار لے جاکر فروخت کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ایک بت ملا لیکن انہوں نے اس کو اٹھانے کی بجائے رسی باندھ کر گھسیٹتے ہوئے بازار کی طرف چلے اور راستہ میں آواز دیتے جارہے تھے مَنْ يَّشْتَرِيْ مَالَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ کون ہے جو ایسی چیز کو خریدے جو نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان اس طرح اس کو مٹی و کیچڑ میں کھینچتے ہوئے بازار لائے تاکہ لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جائے اس دن یہ بت فروخت نہ ہوا اور اس کو فروخت کئے بغیر گھر کی طرف روانہ ہوئے راہ میں ایک چشمہ کے کنارے بت کے سر کو پانی میں ڈال کر فرمایا "پانی پیلو" یہ فرماتے جاتے اور اس کی طرف دیکھ کر اس کی مجبوری و لاچاری پر ہنستے جاتے۔ اس طرح اس بت کو ذلیل وخوار کرتے ہوئے گھر واپس آئے تو آذر نے معلوم کیا کہ اے ابراہیم تم اپنے والے بت کو فروخت کر کے نہیں آئے حالانکہ تمہارے بھائی اچھی قیمتوں پر بیچ کر کے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ بتوں کا بازار آجکل مندا ہے اور بازار میں ان کی اٹھان بالکل نہیں ہے۔ آذر نے کہا اس دور میں جب تک مال کی تعریف نہ کی جائے اس کو کوئی نہیں لیتا اور کوئی اس کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میں انکی تعریف کس طرح کروں جب کہ بت اس کی اہلیت نہیں رکھتے یہ تو گونگے اور بہرے ہیں اور عاجز و لاچار بھی۔ اگلے جملہ کو قرآن کریم نے اس طرح نقل فرمایا ہے يَآ اَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بت کو بازار لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کیا کہ کوئی شخص ایسی چیز کا خریدار ہے جو کسی کو نہ تو فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔

حضرت ابراہیم کی ایک عورت سے گفتگو

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام ایک راستہ سے گذر رہے تھے کہ ایک عورت نے کھڑکی سے منہ نکال کر آپ سے دریافت کیا کہ اے ابراہیم تمہارے والد کہاں ہیں۔ آپ نے دریافت کیا ان سے کیا کام ہے۔ اس عورت نے کہا کہ ان سے ایک (معبود) بت خریدنا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے کیوں نہیں خرید لیتیں۔ وہ عورت کہنے لگی کہ تم ہمارے ان معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو جب کہ تمہارے والد (آذر) ان کی مدح وستائش کرتے ہیں۔ آپ نے اس عورت سے معلوم فرمایا کہ تیرا پہلا بت کیا ہوا کہنے لگی کہ اس کو رات چور لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی تجھ سے اپنے پاس معبود کی تعریف کروں اور تجھے معبود کی صفات سے آگاہ کروں۔ اس عورت نے کہا مناسب ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ معبود ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ تیرا معین و مددگار ہو اگر تو روٹی پکانا چاہے تو وہ تیرا تنور گرم کرے اور سالن پکانے کا ارادہ ہو تو چولھے میں آگ جلائے اگر تو گھر سے باہر جائے تو گھر میں تیری نیابت کرے۔ یہ سن کر اس عورت نے شرمندہ ہو کر گردن نیچی کر لی تب آپ نے فرمایا اگر ایسا معبود نہیں خریدتی تو ایک ایسے معبود کا پتہ بتاؤں اگر تو مصیبت میں ہو تو تیری اعانت کرے اگر تو اسے پکارے تو تیری مدد کرے اور میدان تیہ میں گم گشتہ راہ لوگوں کی طرح ایک نظر ڈال کر ضلالت و گمراہی کی راہ سے ہدایت و رہنمائی کی راہ دکھائے اور ایسے مختار کل کی طرف متوجہ کر دے جس کا ذکر زبان کی آرائش اور تن و جان کی آسائش کا سبب ہے۔

اے نام تو آرام دل و جان ہمہ — جمعیت خاطر پریشان ہمہ
یک قطرہ ز بحر کرمت بس باشد — شستن نامہائے عصیان ہمہ

اس ضعیفہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ یہ باتیں آپ نمرود سے کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نمرود سے کیوں کہوں اس ذات مقدس سے کیوں نہ کہوں جو نمرود اور نمرودیوں ہی کا نہیں بلکہ تمام مخلوق کا رب ہے۔ جب اس ضعیفہ (خریدار) نے حضرت ابراہیم کی گفتگو سنی تو اس کا انشراح صدر ہو گیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ ایسی مقدس ذات کے لئے کوئی مفتخر و معظم ہدیہ و تحفہ چاہیئے اور میں تو ایک غریب عورت ہوں یہ میرے لئے ممکن نہیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو وہ ذات اقدس تحفہ و تحائف سے بے نیاز ہے اسکی رحمت و

رافت صرف ایک کلمہ کی ادائیگی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کی مسرت کا ٹھکانہ نہ رہا اور فی الفور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تلقین کردہ کلمہ پڑھ کر اللہ کی وحدانیت اور جناب ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کر کے عرض کیا کہ اب اس آستانہ سے تا زندگی سر نہ پھیروں گی۔

تا سر ز غم عشق تو ہرگز نہ نہم　　بار غم تو بہ ہیچ منزل نہ نہم
شرطیست مرا با تو کہ تا من باشم　　جز داغ تو ہیچ داغ بر دل نہ نہم

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خریدار ضعیفہ عورت سے گفتگو کر کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آذر نے ایک اور بت تراش رکھا ہے اور اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے نہایت شفقت سے اپنے والد سے کہا۔ یَا اَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا اے والد بزرگوار خود ساختہ چیزیں معبود ہونے کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ آذر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں سے تنگ آ کر بزعم خود ایسی بات کہی جس کا پورا ہونا امر محال تھا۔ لہٰذا اس نے کہا کہ اگر یہ بت تمہاری رسالت اور تمہارے خدا کی وحدانیت کی گواہی دیدیں تو میں تمہارا دین اختیار کر لوں گا اگرچہ میں تمہارا باپ ہوں لیکن اس کے باوجود انکار کی زنار توڑ کر اطاعت کا پٹہ گلے میں ڈال لوں گا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے رحمت الٰہی جوش میں آئی اور دعا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئی اور معبود کہلوانے والے بتوں نے اللہ کی وحدانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا برملا اظہار کیا اور زبان حال سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ابراھیم خلیل اللّٰہ پڑھ کر حقانیت دین ابراہیمی کا اقرار کر لیا۔

تا قبلۂ عشاق جہاں روئے شد　　روئے بت و بتگراں ہمہ سوئے تو شد
رہباں چو سر زلف، چو چوگان تو دید　　انگشت برآورد و یکی گوئی تو شد

وحدانیت و رسالت کا اقرار دفع مصائب کا سبب ہے

آذر نے جب یہ معجزہ دیکھا تو بیساختہ کہہ اٹھے کہ اے ابراھیم فن بت تراشی میں لوگ میرے ہاتھ چومتے ہیں لیکن میں تمہارا یہ جادو دیکھ کر تمہارے قدم لیتا ہوں حضرت ابراہیم نے آذر کی یہ بات سن کر پابوسی کے انداز میں کہا کہ اے پدر بزرگوار اپنے تراشے ہوئے یہ بت آپ مجھے دیدیں۔ تاکہ میرے دل کو تسلی ہو جائے چونکہ میں خلیل اللہ ہوں لہذا ان کی لکڑی سے خلال کروں کیونکہ کرم اور

بخشش کا ظہور پتھروں سے لائق نہیں اور یہ ان سے توقع کرنا قرین قیاس بھی نہیں ہے یہ سنکر آذر نے کہدیا جاؤ یہ بت میں نے تمہیں دیدیئے یہ سن کر حضرت ابراہیم نے تبر ہاتھ میں لیکر بت خانہ آئے اور بتوں کی بُرائی دور کرنے کیلئے ان کو توڑنے کا ارادہ کر لیا جیسے ہی مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا اسی وقت جناب جبرئیل تشریف لائے اور تبر کا دستہ پکڑکر کہنے لگے اے خلیل علیہ السلام ذرا ٹھہر جائیں اور ان پر ضرب نہ ماریں کیونکہ ان بتوں نے پتھر کا ہونے کے باوجود اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی ہے اور اس کے اظہار کے لئے کلمہ شہادت پڑھکر حقانیت اسلام کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس کا توڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

عزیزان گرامی! یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی پیغمبر کے معجزہ کے اظہار کی وجہ سے اگر کوئی ایک بار بھی کلمہ شہادت ادا کرے تو وہ ٹوٹنے اور پارہ پارہ ہونے یا کسی نقصان پہنچنے سے محفوظ ہوجائے گا اور وہ مسلمان جس نے مسلسل ستر سال تک خالق کائنات کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو اگر کل قیامت کے دن اس پر کرم خداوندی ہوجائے اور وہ ذلت و رسوائی سے محفوظ و مامون ہوجائے تو کیا تعجب ہے۔

چھٹی فصل

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بُت شکنی مشرکین سے مناظرہ اور بادشاہ وقت کے پاس تشریف آوری

حضرت ابراہیم علیہ السلام اسلام کے محاسن وفضائل اور کفر کی برائیوں کے اظہار میں دن رات کوشاں رہتے تھے، جب لوگ اپنے خود ساختہ معبودوں کے بارے میں آپ سے اہانت آمیز گفتگو سنتے تو جاکر آذر سے شکایت کرتے تو آذر اپنے بیٹے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو سخت سست باتیں سناتا لیکن وہ جو کچھ بھی کہتا اس کا مناسب جواب پاتا۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قوم کے لوگوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا دین ایجاد کیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے باپ دادا کے دین کو بھی چھوڑ دیا ہے وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ اَتُحَاجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰانِ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبِّیْ شَیْـًٔا۔ آپ نے فرمایا تم مجھ سے اس خدائے وحدہٗ لاشریک کے بارے میں دلیل طلب کرتے ہو

جس نے مجھے ہدایت کی راہ دکھائی اور مجھ پر قبولیت کے دروازے کھول دیئے اور مجھے تمہارے معبودان باطل سے مامون و محفوظ فرمایا اور بتوں کی وجہ سے جو نقصان متوقع تھا وہ صفات و کمال الٰہی کی وجہ سے نہ پہنچ سکا۔ اب مناسب اوقات میں مجھے حکم ربی ملتا ہے کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) اللہ کی وحدانیت کا پرچار کرو اور اس کی خوبیوں سے دوسروں کو آگاہ کرو۔

بتوں کو توڑنے کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی ایسے موقع کے منتظر تھے جس میں بادشاہ و رعایا دونوں ایک جگہ جمع ہوں تاکہ تبلیغ دین کا موقع میسر آجائے حسن اتفاق کہ عید مستقبل قریب میں آنے والی تھی لہذا آپ نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔

اس معاشرہ کا طریق کار یہ تھا کہ عید کے دن انواع و اقسام کے پرتکلف کھانے پکاتے اور لباس فاخرہ لیکر بت خانہ جاکر ان کو حصول برکت کے لئے بتوں کے سامنے رکھ دیتے اور وہاں سے عیدگاہ چلے جاتے واپسی میں آکر اپنے کھانے اور لباس اٹھا لیتے اور ان کھانوں کو اس نیت سے کھاتے کہ یہ امراض سے شفایابی اور صحت میں اضافہ کا سبب ہوں گے اسی طرح لباس کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا یہ لباس بتوں کی وجہ سے متبرک ہو گئے ہیں اور سال بھر تک ان کی وجہ سے برکتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

چنانچہ جب عید کی صبح آفتاب عالمتاب مسرتوں اور خوشبوں کا پیغام لیکر مطلع پر ظاہر ہوا اور اس کی روشنی سے کائنات عالم منور ہوئی۔ لوگوں نے عقیدت و محبت کے ساتھ عید کی خوشیاں دوبالا کرنے کے لئے معمول کے مطابق بت خانوں کا رخ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رواج کے مطابق اپنی علالت کا جواز پیش فرما کر ان کے ساتھ جانے سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ آپ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ شگون کی وجہ سے اپنے ساتھ نہیں لے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اپنے نہ جانے کی وجہ بیماری بنائی۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النجوم فقال اِنِّیْ سَقِیْمٌ اس آیت کریم کا مطلب جناب مصنف نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا آیت کا مفہوم معارض فی الکلام کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ یہاں نجوم سے مراد ستارے اور آفتاب و ماہتاب ہیں اور آیت کا مفہوم قرآن کریم کی دوسری آیت کے مطابق اس طرح سمجھا جائے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا اور اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں سقم سے مراد عیدگاہ نہ جانے والے قول کا قائل ہوگا جیسا کہ ماسبق کی آیت ھٰذَا رَبِّیْ کی تشریح کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے

جس طرح سالک راہ طریقت کی نظر اسباب وآثار پر ہوتی ہے اور اس کا قلب کثرت وقلت کے اسباب وعلل سے مزکی ومصفےٰ نہیں ہوتا، اس کے قلب ونظر میں اتنی وسعت پیدا نہیں ہوتی کہ وہ مشاہدات جمال کی تاب لا سکے۔ اسی قول کی تاویل میں قبطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نجوم سے مراد علم نجوم ہے اور اس کا قرینہ اور سبب یہ ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ میں نی اور انی کے حروف استعمال کئے گئے ہیں لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علم نجوم کے سلسلے میں تامل کر کے اِنِّی سَقِیْم فرمایا کیونکہ انسان حالت تندرستی میں بھی بیماری اور علامت کا مصداق ممکن ہے جس طرح کہ کسی کو حالت زندگی میں مردہ کا مصداق گردانا جاتا ہے جس کی تائید قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ فرماتی ہے

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ

سقیم کے سلسلہ میں جناب کشاف کی تاویل

صاحب کشاف نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص بیماری سے خالی نہیں ہے۔ ابو مطیع نسفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس دور میں یہ بات مشہور تھی کہ زہرہ ستارہ کو دیکھنا ابتلا طاعون کا سبب ہے اور وہ لوگ اس کے بیمار سے سخت نفرت کرتے تھے لہٰذا حضرت ابراہیم نے زہرہ کی طرف توجہ فرما کر ان سے کہا کہ تمہارے تخیل کے مطابق میں طاعون کا شکار ہونے والا ہوں لہٰذا اسی وجہ سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ عید گاہ پہنچانے سے باز رہے۔

نظر الخلیل فی النجوم وقال انی سقیم

ونظر الجلیل فی الذنوب وقال انی رحیم

خلیل کی نظریں ستاروں پر تھیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ مجھ سے بیماری کی وجہ سے دور رہو اور جبار جلیل جلالہٗ نے اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ناامید نہ ہو مجھ سے امید اور آس لگاؤ میں گناہوں کی مغفرت کرنے والا ہوں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

حضرت ابراہیم کی بت شکنی

حسن اتفاق سے بت خانوں کے نگران آذر تھے جب انہوں نے دیکھا کہ بیٹا (حضرت ابراہیم علیہ السلام) عید گاہ کا ارادہ نہیں رکھتا تو آذر نے بتخانہ کی چابیاں حضرت ابراہیم کے سپرد کیں اور انہیں ہدایت کی کہ وہ بتوں کی بہ تمام و کمال حفاظت کریں۔

ایک جماعت جو عید گاہ کے لئے نکلی تھی وہ پہلے بت خانہ آئی۔ ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے بتوں کی فکر میں ہوں اور ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ کروں گا تاللہ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ان لوگوں نے اس بات کو امر محال سمجھ کر اس طرف کچھ توجہ نہ دی بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات آہستہ کہی تھی لہٰذا انہوں نے یہ بات نہ سنی تھی۔ لہٰذا جب بتخانہ خالی ہوگیا تو ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے قسم قسم کی شراب رکھی دیکھی تو طنزاً ان بتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا اَلَا تَاْکُلُوْنَ ؟ یعنی تم کچھ کھاتے پیتے کیوں نہیں ہو دوبارہ فرمایا مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ تم کس حالت میں ہو کہ بات بھی نہیں کرتے۔ یہ بات فرمانے کے بعد آپ نے تبر اٹھایا اور بتوں کے توڑنے کا ارادہ کیا۔ پہلے ان کے ہاتھ توڑے اور بعد میں تمام بتوں کو توڑ کر صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا تبر کو بڑے بت کی گردن پر رکھدیا تاکہ بعد میں جب سوال و جواب کا موقع آئے تو اس کا حوالہ دیا جائے۔

کہا گیا ہے کہ اس بت خانہ میں تہتر[۷۳] بت تھے اور یہ سب کارروائی اس لئے کی کہ جب لوگ عید گاہ سے آکر معلوم کریں گے تو کہدیا جائے گا کہ تبر جس کے ہاتھ میں ہے اس سے معلوم کیا جائے فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ اس کارروائی سے فارغ ہو کر حضرت ابراہیم بتخانہ سے باہر تشریف لے آئے اور دروازہ بند کر دیا۔

بڑے بُت کا حلیہ

بیان کیا گیا ہے کہ یہ بڑا بت سنہری تھا جس پر ہیرے جواہرات کی پچی کاری کی گئی تھی اس پر عمدہ قسم کے کپڑے ڈالے گئے تھے اور عزت و احترام کے اظہار پر ایک تخت پر رکھا گیا تھا۔ اس مکان میں سنہری زرتار پردے لٹکائے گئے تھے اور اس بت کے ہاتھ پیروں میں قیمتی پردوں سے مزین زیورات پہنائے گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نفیس قسم کا یاقوت لگایا گیا تھا جس کی چمک دمک سے تاریکی دور ہو جاتی تھی۔ اس کے قریب رکھے ہوئے بت چاندی کے اور اطراف کے عام لوہے کانسی رانگ اور لکڑی و پتھر کے تھے اور وہ تمام اس ترتیب سے رکھے گئے تھے کہ چھتیس اس بڑے بت کے دائیں جانب تھے اور چھتیس بائیں جانب۔

قصہ مختصر جب لوگ عیدگاہ سے واپس بت خانہ آئے تو دیکھا کہ ان کے معبودان باطل (بت) تبر کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں۔ اس منظر کی تاب نہ لا کر انہوں نے شور و فغاں مچائی اور کہنے لگے مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ کون وہ ظالم ہے جس نے ہمارے بتوں کی یہ درگت بنائی ہے وہ لوگ جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفت گو سنی تھی اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آپ عیدگاہ بھی نہیں گئے ہیں اس لئے انہوں نے بہ یقین کر لیا کہ یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا دھرا ہے لہذا وہ نمرود کے پاس گئے اور بتوں کی حالت بیان کی۔ نمرود نے ان سے معلوم کیا کہ وہ کون ہے جس نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے تب ان لوگوں نے بتایا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ ہم نے ایک نوجوان جن کا نام ابراہیم ہے اپنے خداؤں کو برا کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ جملہ سنا تھا تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ لہذا نمرود نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی طلبی کے احکام جاری کر دیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں گئے تو رسم و رواج کے رواج کے مطابق آپ نے سجدہ نہ کیا حالانکہ دربار کا رواج یہ تھا کہ ہر شخص دربار میں آنے کے بعد پہلے سجدہ کرتا۔ اس کے بعد گفت و شنید کرتا لیکن جب ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو سجدہ نہ کیا تو نمرود نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے کہا تمہارا پروردگار کون ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ یہ سن کر نمرود نے کہا یہ تو میں بھی کرتا ہوں اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ اور اس کے ثبوت میں اس نے دو آدمی قید خانہ سے بلائے ایک کو آزاد کر دیا اور دوسرے کو قتل کرا دیا اور کہنے لگا تم نے دیکھا کہ میں نے ایک کو حیات اور دوسرے کو موت دے دی لیکن اس نادان نے اس بات کو نہ سمجھا کہ احیاء سے مطلب تخلیق ہے نہ کہ بقا حیات اسی طرح موت سے مراد روح کا نکلنا ہے نہ کہ کسی عمل سے روح و جسم کے تعلق کو منقطع کرنا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال کیا کہ ان کی آنکھیں جوش تعصب میں اندھی کان بہرے اور قلب مردہ ہو چکے ہیں۔ اب ان کو حق بات سمجھانا

سخت مشکل ہے لہذا آپ نے پروردگار کی مزید تشریح و توضیح کر کے فرمایا کہ تو نے اپنے اس فعل سے خود کو پروردگار ثابت کرنا چاہا ہے لیکن اس کی خصوصیات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ المشرق فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سنی تو متحیر رہ گیا فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی آئی "میرے عزت جلال کی قسم قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایک مرتبہ سورج مغرب سے طلوع نہ کروں تاکہ اس نافرمان کا عجز اور میری قدرت کا اظہار ہو جائے۔"

ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس وقت بحکم الٰہی جبریل امین آئے تاکہ اگر نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ مطالبہ کرے کہ آپ سورج کو مغرب سے نکلوادیں تو جبریل سورج کو مغرب سے نکالیں کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے سورج پھیرا گیا تھا جب کہ نور محمدی علیہ السلام کے حامل کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلند تھا۔ چونکہ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن کر مبہوت ہو گیا تھا اس لئے اس نے ایسا کوئی مطالبہ نہ کیا لہذا باری تعالیٰ نے اس کو قرب قیامت کے لئے موخر فرمادیا وَ اللّٰہُ قَادِرٌ عَلٰی مَا یَشَآءُ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس چیز کو وہ چاہے۔ اس گفتگو کے بعد نمرود نے حاضرین کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا۔ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یَاۤ اِبْرَاھِیْم اے ابراہیم (علیہ السلام) ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ان کے بڑے نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا: فَسْئَلُوْھُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ اگر وہ (بت) بول سکتے ہوں تو انہیں سے معلوم کر لو حاضرین نے کہا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ بت بولتے نہیں ہیں اور کوئی کام بھی نہیں کر سکتے ان کی طرف اس کام کو منسوب کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ یہ سنکر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم ایسے خداؤں کی عبادت کرتے ہو جن سے نہ نفع ہو سکتا ہے اور نہ نقصان بلکہ وہ تو اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو بھی دور نہیں کر سکتے ایسے خداؤں

کی عبادت کرنا قرینِ عقل نہیں ہے مشرکین اس مسکت سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور ان کی گردنیں شرم کے مارے جھک گئیں اور سب ذلیل وخوار ہوئے۔ اپنی شرم وندامت کو چھپانے اور اپنی بتوں سے نفرت دور کرنے کے بہانے تلاش کرنے لگے اور تجویز کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (حاکم بدہن) سزا دیکر ان کے فتنوں سے نجات حاصل کی جائے۔ نمرود نے کہا کہ سب سے پہلے تو ابراہیم (علیہ السلام) کو قید کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس نے اراکین سلطنت سے مشورہ کیا اور مشورہ سے یہ طے پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا دیا جائے۔ اس تجویز کو پیش کرنے والا قوم ثمود کا ایک بدبخت جس کا نام ہمیزاں (علیہ اللعن) تھا جس پر سب نے اتفاق کیا لیکن وہ قدرت کے انتقام سے نہ بچا اور ذلت کی موت مرا۔

ساتویں فصل

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتش نمرود

مختلف اقوال کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سات سال قید خانہ میں رہے۔ ادھر یہ باطل پرست انتہائی بدسلیقگی کے ساتھ اس آگ کو جلانے اور اس کے سلسلہ میں انتظامات میں لگے رہے۔ انہوں نے ایک احاطہ کی چار دیواری کی بنیاد رکھی یہ جگہ ایک پہاڑی کے دامن میں تھی جس کی بلندی ساٹھ گز تھی۔ اس پہاڑ پر ایک منادی ندا دیتا تھا کہ نمرود کے حکم کے مطابق ہر شخص ایک معین مقدار میں ایندھن مہیا کرے اور جو مرد عورت بڑا اور چھوٹا اس حکم سے سرتابی کرے گا اس کو ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ چالیس یا اس سے بھی زیادہ دن تک ایندھن جمع کیا جاتا رہا۔ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی جانور ایندھن کو نہ لے جاتا اگر کسی جانور پر اس کو زبردستی بار کر دیا جاتا تو وہ اس کو گرا دیتا یا خود گر پڑتا۔ صرف ایک جانور خچر اس کام کو انجام دیتا رہا اسی وجہ سے قدرت الٰہی سے اس کی نسل کو بانجھ کر دیا گیا اور وہ نسل نیست ونابود ہو گئی۔

مشرکین کی جماعت کے افراد بعض تو نمرود کے خوف سے بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دشمنی کی بنا پر اور بعض اپنے دینی درد اور ذوق کے مطابق ثواب کے لئے ایندھن جمع کرتے رہے

بیان کیا گیا ہے کہ ایک بوڑھی مشرک بیمار عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ صحت یاب ہو گئی تو اتنی کثیر لکڑیاں دیگی جو اس پہاڑ کی چوٹی کی اونچائی کے برابر ہونگی اور یہ عہد اس نے سب سے بڑے

بت کو قسم کھا کر کیا تھا اور اب وہ اپنے عہد کو پورا کرنے سے روگردانی کر رہی تھی۔ اس کی طرح اور بہت سی عورتوں نے اپنے معبودان کی خوشنودی کی خاطر رسیاں بٹیں اور ان کو فروخت کر کے لکڑیاں جمع کرتی تھیں۔

لکڑیوں کی مقدار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے تقریباً بارہ مربع میل میں لکڑیاں جمع کی تھیں جن کی بلندی اس پہاڑ کی برابر تھی۔ آخر کار انہوں نے

اور آگ کی کیفیت اس ڈھیر میں آگ لگائی جس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ وہ ملک شام میں نظر آتے تھے اور یہ آگ موجودہ شہر کوفہ کے نواح میں جلائی گئی تھی اور اس آگ کی چٹخ کی آواز ایک دن کی مسافت کی دوری سے سنی جاتی تھی۔ اس آگ کی شدت کا عالم یہ تھا کہ فضا میں جو پرندہ اوپر سے گذرتا وہ اس کی حدت سے جل بھن کر کباب ہو جاتا۔

طبری کی روایت کے مطابق وہ آتش گاہ دس[1] فرسنگ کے احاطہ میں تھی جس کے گرد چہار دیواری کھینچی ہوئی تھی اور اس میں جلانے کے لئے مسلسل ایک سال تک ایندھن جمع کیا گیا تھا جب وہ احاطہ لکڑیوں سے بھر اٹھا۔ دوسرے مورخین نے بھی اس کی مثل اپنی روایات بیان کی ہیں۔

حاصل کلام جب آگ خوب روشن ہو گئی تو لوگ اس کو دیکھنے کے لئے آتے اور جوش تعصب میں اظہار مسرت کرتے۔ نمرود نے بھی اس کا نظارہ کرنے کے لئے ایک جگہ بنائی تھی۔

القصہ جب اس کی حدت عالم شباب کو پہنچی تو وہ تاج پہنکر پانچہزار فوجی ہندی تلواریں جن کی چمک آفتاب کی روشنی کو شرمائے جلو میں لئے برآمد ہوا اس کے ساتھ ہزاروں خنجر بکف غلام تھے اور ستر ہزار سپاہی صبا رفتار سواریوں پر سوار یا قوتی جوشن پہنے راستہ میں کھڑے تھے۔ اس شان و شکوہ کے ساتھ نمرود کی سواری آتش گاہ کی طرف چلی۔ قریب پہنچکر نمرود نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ اب ابراہیم (علیہ السلام) کو جیل خانہ سے لے کر آئیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس انداز سے مجمع میں لائے کہ آپ کے دستِ مبارک میں ہتھکڑیاں پیر میں بیڑیاں اور گردن میں طوق پڑا ہوا تھا اور آگ کی طرف لے چلے ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیخوف و خطر یقین محکم کے ساتھ طوق و سلاسل سے بے پروا چلتے رہے اور زبان حال سے فرماتے تھے :-

---

[1] ایک فرسنگ چار ہزار گز کا ہوتا ہے۔

عاشقی رنج است و مردان را بسینہ راحت است
سلسلہ بندیست و شیران را بگردن زیور است

حاضرین ان کے حال پر متاسف اور رنجیدہ تھے لیکن آپ فرحان وشاداں لوگوں کے دل رنجور لیکن آپ ماحول سے بے پروا خالق ومالک خدائے ذوالجلال کی جانب متوجہ اور فرط مسرت میں فرماتے تھے۔

باروئے تو بر صحن چمن می خندم — بابوئے تو بر مشک ختن می خندم
در رقص ایم بہ پیش تیغ تو چنانک — نظارہ ہمی کنند و من می خندم

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس لائے گئے تو اس مردود نے آپ سے کہا کہ اے نوجوان خود کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو بہتر یہ ہوگا کہ اپنے باطل دین کو چھوڑ کر میری خدائی کا اقرار کرو اور اپنے فاسد عقائد کو چھوڑ دو تاکہ اس عذاب سے نجات حاصل ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آگ خالص سونے کو نہیں جلاتی۔

ز آتش زر خالص برفروزد — چو غشے نبود اندروی چہ سوزد

بعض اہل اشارت نے کہا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تبسم کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت اس تصور میں تھے کہ جذبہ وشوق کی جو آگ میرے سینے میں روشن ہے اگر اس کی ایک چنگاری بھی تمہاری اس آگ پر ڈال دی جائے تو وہ اس تمام ہنگامہ کو مع اس آگ کے نیست ونابود کر دے۔

واللہ اندر بحرہائے آتشیں در میردم — از برائے آنکہ بس مشتاق دیدار توام

شیخ نجدی کا کارنامہ

جب اس آگ کی لپٹیں نکلنی رک گئیں اور انگارے دھیمے ہونے لگے تو اس سے مشرکین بہت متعجب ہوئے ادھر انہیں یہ بھی فکر تھی کہ اس آگ کے قریب تو کوئی جا نہیں سکتا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں کس طرح ڈالا جائے۔ اس وقت شیخ نجدی (ابلیس لعین) ایک پیر مرد کی شکل میں بزرگانہ لباس میں ملبوس چادر کاندھے پر ڈالے نمرود کے پاس آیا۔ نمرود نے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں بیس سال سے تمہارا خدمت گذار ہوں اور اب جنگل میں تمہارے لئے دعا میں

کرتا ہوں مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری رعیت میں سے ایک جادوگر نے تمہارے دین میں فتنہ گری شروع کی ہے جس کے جلانے کا تم نے انتظام کیا ہے لیکن اسکو آگ میں ڈالنے کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے چونکہ مجھے اس سلسلہ میں کافی درک حاصل ہے لہٰذا میں اس کے لئے طریق کار سے مطلع کرنے حاضر ہوا ہوں۔ نمرود نے شیخ نجدی ابلیس کی آمد کو فال نیک تصور کیا اور بہت خوش ہوا۔

ابلیس نے اپنی سعادت مندی کے دور میں دوزخ میں منجنیق دیکھی تھی اور اس کو اُس کے بنانے کا طریقہ بھی معلوم تھا۔ اس لئے اس نے لانبی لانبی لکڑیاں منگائیں رسیاں لنگر اور گوپھیں منگاکر منجنیق بنائی اور اس میں ایک پتھر رکھکر آگ میں پھینکا۔ اس منظر کو دیکھ کر تمام حاضرین نے داد تحسین دی اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے یہ طریقہ بہت مناسب سمجھا گیا۔ لہٰذا آپ کا لباس اتار عریاں کر منجنیق کے گوپھن میں رکھدیا گیا اور ایک جماعت تن و توش والی آگے بڑھی اور گوپھن کی رسی کو کھینچکر آگ میں پھینکنے کی تیاری کی ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قلب مبارک میں عشق الٰہی کی آگ کو تیز تر کیا جس کے آگے مجازی آگ کی لپٹیں ماند پڑ گئیں اور آپ نے خالق عالم کی طرف لو لگائی اور زبان حال سے فرمایا۔

آتش افروختہ در کوئی توام می سوزند　　چہ شود گر بتفرج نظرے اندازی
خلق گویند کہ ہر چیز بسوزد سازد　　چہ غم از سوختنم چوں تو بمن سازی

اسی وقت ساکنان ہفت آسمان و زمین بحر و بر اجبال و اطراف میں اس خلیل خدا جل جلالہٗ کے نازنین اور خلیل علیہ السلام کے رنج میں آہ و بکا میں مبتلا ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں التجا کرنے لگے اے باری تعالیٰ خطہ زمین پر صرف یہی تیرا نام لیوا انسان ہے جو تیری ذات اقدس سے تعلق خاطر رکھتا ہے۔ کیا تو گوارا فرماتا ہے کہ اس کے ساتھ تیرے یہ نافرمان بندے ظلم و ستم کریں اگر تیری اجازت ہو تو ہم اس نیک بندہ کی مدد کریں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ تمہاری طرف رجوع ہو تو تم اس کی مدد کر سکتے ہو۔

ملائکہ کی پیشکش رد ہوگئی اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ میں ہوا کا فرشتہ ہوں اگر آپ فرمائیں تو میں ان پر ہوا کو مسلط کردوں جس طرح میں نے ہوا کے عذاب سے قوم عاد کو سزا دی تھی

ان کو بھی سزا دوں اور بہ نیست و نابود ہو جائیں۔ اور اس آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں کو منتشر کر دوں۔ دوسرے فرشتے نے آکر عرض کیا کہ میں پانی پر متعین ہوں اگر فرمائیں تو اس آگ کو سرد کر کے ان سب کو غرق کر دوں۔ تیسرے نے عرض کیا میں زمین پر متعین ہوں اگر فرمائیں تو میں اس خطہ زمین کو پلٹ دوں۔ ان فرشتوں کی گفتگو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا خلوا بینی وبین خلیلی حتیٰ بفعل ما یشاء میرے اور میرے معبود کے درمیان حائل نہ ہو میں اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہوں۔

کہ در دلم آتش زند کہ سینہ ام بریاں کند   بگذار خود کام مرا تا ہر چہ خواہد آن کند

اگر وہ ذات اقدس مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرمائے تو اس کا فضل و احسان ہوگا لیکن اگر مجھے ہلاکت میں مبتلا فرمائے تو میری خطاؤں کا ثمرہ اور میری طاعت و عبادت میں کمی یا اس میں کسی نقص کا سبب ہوگا اگر وہ اپنی ربوبیت کی مصلحتوں کی وجہ سے مجھے باقی رکھے گا تو اس کا شکر ادا کروں گا اور اگر میری بندگی کی وجوہ سے اس میں مبتلا فرمائے تو صبر کروں گا۔

اے ملائکہ مقربین قبل ازیں کہ نمرود مجھے منجنیق کے ذریعہ اس عقوبت کی آگ میں جلانے کے لئے ڈالے میں نے پہلے ہی اپنے دل کو بندگی کی منجنیق میں رکھ کر محبت کی آگ میں ڈال دیا ہے تاکہ میرا جسم نمرود کے انتقام کی آگ سے جل جائے اور میرا دل اس عالم میں عشق و شوق کی بھڑکتی آگ سے روشن ہو کر محبت کی مجلس میں فروزاں رہے۔

عود دل در مجمر عشقت چو در آتش نہاد   حاصل آمد بزم قربت را بخوری بیشتر
گر یقین دانی کہ جز او شاہد و مشہو د نیست   غیر را در خاطرت نبود عبوری بیشتر

نقوش مہر تو از لوح دل نخواہد رفت   اگر در آتش عشقم چو موم بگذاری
چو چنگ میکشم ایں گوشمال زخم فراق   مرادم آنکہ بہ بزم وصال بنوازی

توکل کا شاندار مظاہرہ الغصہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام منجنیق کی گوپھن سے نکل کر آگ کے قریب آئے تو جناب جبریل آئے اور عرض کیا ھل لک من حاجۃ اے ابراہیم کوئی ضرورت ہے، اس وقت حضرت ابراہیم کا جواب قابل توجہ ہے اما الیک فلا

تم سے کوئی حاجت نہیں۔ جبرئیل نے یہ سن کر کہا کہ جس سے حاجت رکھتے ہیں تو اس سے طلب کیوں نہیں فرماتے ۔ کیونکہ اس سے زیادہ مصیبت کا وقت اور ہولناک مقام کونسا ہوگا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا علمہ بحالی حسبی من سوالی اس خالق کو میرے حال کا علم ہے اور وہ میرے سوال سے مستغنی ہے۔

رازیکہ مرا ہانست باغیر تو چوں گویم　　　تو دانی و من دانم اظہار نمی خواہم

پیر ہرات قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مذہب عشق میں سوال حجاب ہے۔ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ بندہ کو کس چیز کی ضرورت ہے۔

با آتش عشق اگر نہ سازم چہ کنم　　　جان در رہ عشق او نبازم چہ کنم
گویند چو پروانہ چرا میسوزی　　　چوں عاشق آں شمع طرازم چہ کنم

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرکے صرف مالک و مختار کو تمام امور سپرد کردیئے تو اس مالک و مختار نے بھی ان کے تمام امور کو باحسن وجوہ انجام دلادیا۔ اور اس مرحلہ پر آگ کو حکم ہوا یَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اے آگ ابراہیم کیلئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوجا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علمہ بحالی حسبی من سوالی فرمایا تو جبریل امین نے عرض کیا کہ جس سے آپ لو لگائے ہیں اس سے اپنی ضرورت کیوں بیان نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا جب دوست دوست کو جلانا ہی چاہتا ہے تو زندگی کس کام کی۔ اسی وقت خطاب ربانی ہوا یَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرئیل سے مشورہ کیا کہ اس ذات سے کیا طلب کروں۔ جبرئیل نے کہا اپنے نفس کو طلب فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نفس معیوبہ میرا نفس عیب رکھتا ہے اور ایسے نفس کا ایسی بے عیب ذات سے طلب کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

جبرئیل نے کہا کہ روح کو طلب فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ روح تو اس کی طرف سے عاریت ہے لہذا

ایسی چیز مانگی نہیں جا سکتی۔

جبریل نے کہا دل کو طلب فرمائیں۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ دل بھی اسی کا دیا ہوا ہے اور اس کے حق کا طلب کرنا مستحسن نہیں معلوم ہوتا۔

جبریل نے فرمایا کہ آگ سے نجات طلب کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ من اوقد ناراً آگ کو کس نے جلایا تو جبریل علیہ السلام نے کہا نمرود نے۔ آپ نے فرمایا کہ نمرود کو کس نے اس کام کی طاقت دی۔ جبریل امین نے کہا کہ اللہ کریم نے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا الخلیل راض بحکم الجلیل خلیل جلیل کی رضا میں راضی ہے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبریل امین سے معلوم کیا۔ دوست کو معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ جبریل نے کہا بے شک۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا علمہ بحالی حسبی من سوالی الا من النفس دعوی والا من نمرود شکوی ولا من النار بلوی ولا اطلب سوی الموالی۔ اس کو میرے حال کا علم ہے وہ میرے سوال سے واقف ہے مجھے اپنے نفس پر کوئی دعوٰی نہیں نہ نمرود سے کوئی شکوہ اور نہ دوزخ سے کوئی شکایت اور میں کس سے اپنے مطلب کی بات اپنے مولیٰ کے سوا کس سے طلب کرتا ہوں۔ اس وقت خطاب آیا اے آگ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے دل سے سب کچھ نکال کر ماسوی اللہ سے ترک تعلق کر لیا تو بھی اپنی فطرت بدل دے اور اے آگ تو ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی کے ساتھ سرد ہو جا۔

تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشا ایست

ایک روایت میں ہے کہ جب جناب جبریل نے حضرت ابراہیم سے عرض کیا ھل لك من حاجة خلیل علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل میں نے خود کو اس کے پاس بیچ ڈالا ہے اور قبولیت کے وقت کا منتظر تھا اب وہ وقت آ گیا ہے اب سوائے اس کے کہ اس کے سپرد تمام امور کر دوں القصہ جب آگ سے یا نار کونی برداً وسلاماً کا خطاب ہوا اس وقت حضرت جبریل نے اپنا پیر آگ پر مارا جس کی وجہ سے باختلاف روایت چالیس یا اسی مربع گز زمین گل و گلزار ہو گئی۔

اس میں نسیم سحر کی طرح پر فضا ہوائیں چلنے لگیں برگ و شجر فرط مسرّت سے وجد میں آنے لگے اور زبرجدی تخت نظر آنے لگے ادہر قمریوں نے فا نظروا الی آثار رحمت اللہ کے ترانے گانے شروع کر دیئے۔ خوش نوا جانوروں نے تسبیح و تقدیس کے گانے گائے جس کے اثر سے آگ میں نفیس ترین پانی کا چشمہ نمودار ہوا اور ایک لباس بہشت بریں سے آیا۔ ایک اور روایت کے مطابق دو جنتی لباس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آئے اور ایک خیمہ جنت سے لا کر اس گلزار میں نصب کیا گیا جس کے گرد اگرد پھلواری لگا دی گئی اور اس کی ترتیب و تزئین کی گئی۔ ایک تخت بچھایا گیا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا کر جبرئیل و میکائیل علیہم السلام ان کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے اور ایک فرشتہ جو خلیل علیہ السلام کی شبیہہ پر تھا بھیجا گیا جو ایک ہاتھ سے جبین خلیل سے پسینہ صاف کرتا اور دوسرے ہاتھ سے پنکھا جھل رہا تھا۔ ان تمام انتظامات کے علاوہ باری تعالیٰ نے جناب خلیل علیہ السلام اور آگ کے درمیان برف کی دیوار حائل کر دی تاکہ آگ کی حرارت آپ تک نہ آ سکے۔ اسی طرح دونوں وقت بہشتی کھانے حضرت اسرافیل علیہ السلام لاتے رہے۔ اس طرح تین یا سات دن گذرے تو نمرود نے اس جگہ پر جو اس نے آگ کا منظر دیکھنے کے لئے بنائی تھی آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ کہا گیا ہے کہ اس کو (نمرود) کو حضرت ابراہیم کا حال معلوم کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ نمرود نے خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں صحیح و سلامت ہیں۔ صبح کو اس نے درباری کاہنوں سے خواب کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے تعجب کی بات ہے اگر پہاڑ کے مضبوط پتھروں کو اس آگ میں ڈالا جاتا تو وہ بھسم ہو جاتے اور اس کی حدت کی تاب نہ لا سکتے۔ نمرود نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ ابراہیم (علیہ السلام) سلامت ہیں۔ اس گفتگو کے بعد جب نمرود اس بالاخانہ پر آیا اور اس آتشیں احاطہ پر نظر ڈالی تو وہاں ایک نورانی قبہ نظر آیا جہاں ایک تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام شان و شکوہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک شبیہہ ان کی برابر بیٹھا ہوا ہے اور اس خیمہ کے اطراف و جوانب سبزہ اگا ہوا ہے جہاں پھلواری لگی ہے ہر طرف بہار نظر آ رہی ہے اور آب حیات کا چشمہ موجزن ہے۔ نمرود نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کو یقین نہ آیا کیونکہ یہ تمام حالات قرین قیاس نہ تھے اور عقل انسان اس ماحول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی لہٰذا اضطراری حالت میں اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

پکار کر دریافت کیا کہ اے ابراہیم تم نے اس ہلاکت خیز ماحول سے کیونکر نجات پائی اور آسائش و آرام کے انتظام کس طرح ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ نمرود نے دوبارہ دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ دوسرا شخص کون ہے فرمایا یہ اللہ کا بھیجا ہُوا فرشتہ ہے جس کو سایہ کے فرشتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میری موانست کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر نمرود کہنے لگا بڑا صاحب قدرت معبود رکھتے ہو جس نے اپنی بااختیار حاکمیت کا مظاہرہ اس طرح فرمایا ہے۔ اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم آگ سے باہر آجاؤ۔ آپ نے فرمایا بالکل آسانی کے ساتھ اور اسی وقت قدم مبارک اٹھایا اور دہکتے ہوئے انگاروں میں سے گذرتے ہوئے نمرود کے پاس تشریف لے آئے۔

ایک روایت کے مطابق جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھا تو اس پر ہیبت و دبدبہ طاری ہو گیا اسے انتہائی تعجب ہُوا۔ اسی کیفیت کے زیر اثر وہ خود اپنی نشست سے اٹھا اور حضرت ابراہیم کے آگے سر بسجود ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پروردگار کا تقرب چاہتا ہوں اور اسکی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے قربانی نہیں بلکہ ایمان کی ضرورت ہے اگر تم تقرب الٰہی حاصل کرنا چاہتے ہو تو قربانی دینے سے پہلے میرے دین کا اتباع کرو ورنہ تمہارا کوئی نیک عمل مقبول نہ ہوگا۔ نمرود کہنے لگا کہ میں اپنی سلطنت و دولت و ثروت راحت سے روگردانی نہ کروں گا لیکن تمہارے ذریعہ اس پروردگار کے آثار قدرت دیکھ کر البتہ اظہار نیازمندی کرتا رہوں گا حضرت ابراہیم کے کہنے کے مطابق اس نے چار ہزار گائیں اور دوسری روایت کے مطابق چالیس ہزار گائیں چار ہزار بکریاں اور اونٹ اس نے بارگاہ الٰہی میں قربان کیئے۔ نمرود کے ایمان سے مشرف ہونے میں اس کے درباری اور حاشیہ نشین مزاحم ہوئے اور اس کو بہکانے لگے۔

ایک روایت کے مطابق نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے کچھ مہلت طلب کر لی اور اپنے ایک معتمد وزیر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رشتہ میں چچا بھی لگتا تھا مشورہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ پہلے تم زمینی مخلوق کے معبود تھے اس کے بعد عالم بالا کی مخلوقات کے معبود بھی ہو گئے

اب اگر تم اپنے منصب کو چھوڑ معبود سے عابد بن جاؤ تو یہ تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا۔ نمرود کو اسکی بات مناسب معلوم ہوئی اور اس نے اپنے ارادہ میں تبدیلی کرلی۔ مہلت کی مدت گذرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس تشریف لے گئے اور ایفائے وعدہ کے لئے فرمایا نمرود آپ کے ساتھ نہایت عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا اور کہنے لگا کہ اب ایمان وتصدیق الٰہی میں کچھ توقف ہوگیا ہے اور اس میں مزید وقفہ لگے گا۔ چنانچہ وہ اپنی شیطنت اور بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے ابدی عذاب میں مبتلا ہونے کے لئے مرگیا۔ ادھر حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا کہ وہ اب نمرود کے پاس نہ جائیں۔

جب لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان وشوکت اور نصرت الٰہی کو دیکھا تو ایک جماعت ان کی متبع ہوئی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئی۔ اسی دن سارہ خاتون جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد بہن تھیں (یا ران کی بیٹی) مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اسی دن حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی تصدیق فرمائی۔ نمرود کے متبعین کی ایک جماعت کے ایمان لانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک کو اطمینان ہوا اور نمرود اور اس کی جماعت کا خوف قلب مبارک سے جاتا رہا۔

آٹھویں فصل

آتش نمرود اور علمی لطائف

آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نجات کے سلسلہ میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ جب آپ نے ھٰذا ربّی فرمایا اس وقت آپ کا قلب مبارک اور باطن نور الٰہی سے منور تھا اور آپ نے اِنّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ فرمایا لہٰذا ظاہر کو آگ سے روشن کیا گیا اور اس آگ کو آپ پر گل وگلزار بنایا گیا۔

دوسری بات یہ کہ جب روز الست ملائکہ نے اپنی تعریف اور دوسروں کی قدح میں کہا تھا وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ہم تیری تسبیح وتحمید وتقدیس کے زیادہ سزاوار ہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ کی رحمت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ فرشتوں کو انسانوں کے مراتب علیا سے خبردار کیا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوا کر اپنی تسبیح وتحمید سے غافل نہ کیا اور فرشتوں کو بتا دیا کہ تم نوری فضا میں تسبیح وتحمید کرتے ہو دیکھو میری یہ مخلوق آگ میں بھی میری

تسبیح سے غافل نہیں اے فرشتو تم خود مشہود میں مصروف تسبیح ہو تو ابراہیم نارِ نمرود میں مشغول عبادت ہیں، اس طرح خالق و مالک نے اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ کی حقیقت کو واضح کر دیا۔

دوسری بات یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں جاتے ہوئے خوف زدہ تھے اور اس وقت زبان مبارک پر لفظ اواہ جاری تھا۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے انہیں اس سے خطاب فرمایا۔ اِنَّ اِبۡرَاهِيۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيۡمٌ" اس کے بعد انہیں آگ میں داخل کیا اور آگ کو ان پر سرد کر کے یہ بتا دیا کہ خوف آگ سے نہیں بلکہ آگ کو پیدا کرنے والے سے ہے۔

(۲) آگ کو اللہ تعالیٰ کا حکم الہٰی کے سلسلہ میں (یَا نَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اس حکم میں سلامًا کا لفظ نہ ہوتا تو آگ اتنی سرد ہوجاتی کہ اس کی ٹھنڈک تکلیف کا سبب بن جاتی، سلامًا کی وجہ سے وہ حدِ اعتدال سے نہ بڑھی۔

اے عزیز یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ یہاں حرارت و برودت ایک جگہ جمع ہوئیں اسی لئے خطاب الہٰی اس طرح ہوا یَا نَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ یہ قاعدہ ہے کہ جب حرارت و برودت ایک جگہ اکٹھی ہوجاتی ہیں تو ماحول معتدل ہوجاتا ہے اور یہی اعتدال نشو و نما کا سبب بنتا ہے لہذا آس پاس کی وہ تمام شاخیں جو جھلس گئی تھیں سرسبز و شاداب ہوگئیں اور درختوں کے پتے اور پھل جو خشک ہوگئے تھے تر و تازہ ہوگئے۔ بندہ مومن کا دل بھی اسی طرح اجتماع ضدین ہے ایک خوف جو آتش دوزخ کی حرارت کی نشان دہی کرتا ہے، دوسرا رجا کہ اس کی ٹھنڈک اور مسرت جنت کی پُر کیف اور حیات بخش ہواؤں کی حکایت بیان کرتی ہے۔ چنانچہ روز قیامت جب يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ کا اظہار ہوگا اور بندہ مومن کو وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا کی بشارت ملے گی لیکن جب عالم برزخ میں دوزخ کے عذاب کا تصور اور وہاں سے گذر ہوگا اس وقت خوف کی حرارت اور رجا کی ٹھنڈک مجتمع ہو کر اس کو دوزخ کی آگ میں جلنے سے باز رکھیں اور وہ آگ حقیقت میں گلستان میں تبدیل ہوجائے گی اور دوزخ بہشت کی طرح روح و ریحان میں تبدیل ہوجائے گی۔ چنانچہ عارف رومی نے فرمایا ہے :۔

مومناں در حشر گویند ای ملک — نی کہ دوزخ بود راہ مشترک

مومن و کافر برو یابد گزار — ما ندیدیم اندریں رہ دود نار

یک بہشت و بارگاہ امینی　　پس کجا بود آں گذرگاہ
پس ملک گوید کہ روضۂ خضر　　کہ فلاں جا دیدۂ در رہ گذر
دوزخ آں بود و ریاستگاہ سخت　　بر شما شد باغ و بستان و درخت
چوں شما ایں جملہ آتش ہائے خویش　　بہر حق کشتید جملہ پیش پیش
نفس ناری را چو مائل ساختید　　اندرو تخم وفا انداختید
بلبلانِ ذکر و تسبیح اندرو　　خوش سرایاں در چمن برطرف جو

دوزخِ ما نیز در حق شما
سبز گشت و گلشن و برگ و نوا

(۳) ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کے خود ساختہ معبودوں کو عیبدار کیا تھا لہٰذا اس دن (آگ میں ڈالے جانے کے دن) ان کے تمام متبعین بدلہ لینے کے لئے میدان عمل میں آگئے اور اپنے باطل دین کے تحفظ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادی۔

لیکن وہ بندہ موحد و مومن جس نے پچاس سال تک اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو اگر اس کو سزا کے طور پر ایک دن عذاب نار کا سامنا کرنا پڑے، اس دن اللہ کے تمام فرشتے اور نبی اس ذات کی شفاعت کے لئے میدان میں آجائیں کیونکہ یہ تمام اس کے دین کی بقا اور تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے تھے اور دین اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے کوشش کرتے تھے اور اس کی سفارش کے سلسلہ میں بارگاہ احدیت میں معروضات بھی پیش کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے معروضات کو بندہ مومن کے حق میں قبول فرمائے گا اور بندہ مخلص کو عذاب نار سے نجات عطا فرماوے گا اور یہ نعمت رب کریم کی لاکھوں دوسری نعمتوں کے علاوہ اگر نصیب ہوجائے تو کیا تعجب کی بات ہے۔

(۴) منقول ہے کہ جب آگ سے یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ فرمایا گیا تو ایک قول کے مطابق شب و روز دوسری روایتوں کے مطابق چالیس یا ستر دن تک دنیا کی آگ میں سے حرارت ختم ہوگئی۔ آگ تو موجود تھی لیکن اس کی اصل صفت جلانا اس سے معدوم ہوگئی تھی اس وقت خالق کائنات کی حاکمیت کا ایک اور اندازہ ہوا جب کہ خالق عالم صرف اس آگ سے فرمایا جس کو نمرود نے جلوایا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ دنیا میں جلنے والی تمام آگ بھی نار نمرود کی طرح سرد ہوگئیں کہ

رنگ تو باقی رہ گیا لیکن اصل ماہیت ختم ہو گئی۔

اسی سلسلہ میں شیخ شبلی قدس اللہ روحہ سے دریافت کیا گیا۔ کریمُ العفوَ اور اکرمُ الاکرمین کے معنی کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے معنیٰ کی مثال یہ ہے کہ کل قیامت کے دن دوستی کی وجہ سے گناہوں سے درگزر کریں اور علاوہ ازیں اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی سے بازپرس نہ ہو۔ کیونکہ آگ بندہ کے گناہ کو آب رحمت تک پہنچا دیتی ہے اور یہ رعایت تمام بندوں کو حاصل ہو جاتی ہے۔

(۵) بیان کیا گیا ہے کہ نمرود کے سامجیقوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو سخت بندشوں میں جکڑ کر اور زنجیروں میں باندھ کر آگ میں ڈالا تھا اس وقت آگ سے رب تعالیٰ نے فرمایا تھا یانار خذ من ابراھیم نصیب اعدائہ ولا تعرض بخلیلی اے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں سے بدلہ لے لے اور میرے خلیل سے تعرض نہ کر لے آگ وہ پھندے اور زنجیریں جو جسد ابراہیم علیہ السلام پر کسی گئیں ہیں انہیں نہ جلا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بالکل تکلیف نہ پہنچا اور ان کے بارے میں کوئی تعرض اور تصرف نہ کر سرور کائنات نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصیب امتی من نار جھنم کنصیب ابراھیم من نار نمرود بن کنعان میری امت آگ کے عذاب سے ایسے ہی نجات حاصل کرے گی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود سے ہوئی تھی۔

اس دن جب بندہ مومن متبع ملت محمدیہ علیہ التحیتہ والثنا، کو دوزخ میں ڈالنے کے لئے لایا جائے گا اس وقت آگ کو حکم ہو گا کہ جسم مومن پر شیطان کے مکر و فریب کی وجہ سے جو یہ پھندے کسے ہوئے ہیں ان سے زیادہ تعرض نہ کرنا اور میرے بندے جلانے اور اس کو جدا کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھانا بلکہ اس ہاتھ کو تنگ کرنا تاکہ بندہ مومن دوزخ سے نجات حاصل کرے۔ اس کے تمام گناہ جل جائیں اور اس کو کوئی تکلیف و اذیت نہ ہو۔

(۶) کہا گیا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے قبل گھوڑے کے بالوں کی رسی سے باندھ دیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بندش کو نبوت کی خداداد طاقت سے توڑ دیا نمرود نے کہا اب ریشمیں ڈوریوں سے باندھا جائے گا لہذا جب ریشمیں ڈوریوں سے باندھا گیا تو اس کو بھی آپ نے توڑ دیا۔ تیسری مرتبہ آپ کو گائے کی کچی کھال کی رسی کاٹ کر اس سے

باندھا گیا اور آپ کو دھوپ میں بٹھا دیا لیکن آپ نے اس کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ یہ حالات دیکھنے کے بعد فولادی زنجیر بنائی گئی لیکن ایک ہی جھٹکے میں اس کو بھی توڑ ڈالا اس وقت جناب شیخ نجدی ابلیس لعین نے نمرود سے کہا کہ اگر انہیں روئے زمین کے تمام باندھنے والے سامان سے باندھ دیا جائے تب بھی وہ اسے اپنے زور بازو سے (فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا) اسکو توڑ دیں گے۔ تب نمرود نے اپنے مشیر اعلیٰ ابلیس سے دریافت کیا بتاؤ اب ان کو باندھنے کی سبیل کیا ہوگی، اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ ان کو جس سے چاہو باندھو اور باندھتے وقت یہ کہدینا کہ وہ مرتبہ خلت جو حضرت ابراہیمؑ کو حاصل ہے یہ بندشیں آزاد نہ ہوں الغرض ایسا ہی کیا گیا اور وہ بندشیں نہ ٹوٹ سکیں۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی یہ بندشیں میری خلت کے واسطہ باندھی گئی تھیں۔ اس وقت ندا آئی کہ اگر خلت کے نام پر باندھی گئی ہیں تو اسی منصب و عزت کی وجہ سے کشادہ بھی ہو جائیں گی۔ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ تقریب یہ ہے کہ کافر احکام شرعیہ کے پابند اور جواب دہ نہیں ہیں بلکہ شرعی ذمہ داریاں اور اس کے احکام کی باز پرس سب اہل ایمان کے لئے ہے کان العبد یقول الٰہی یہ تمام اوامر و نواہی ایمان کی وجہ سے مجھ پر عائد ہوئے اور کوتاہیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے جن گناہوں کا ارتکاب ہوا (العیاذ باللہ) میں سزا کا مستوجب قرار دیا گیا اس وقت ندا غیبی ہوئی کہ اگر ایمان کی وجہ سے پابندی کا سامنا کرنا پڑا ہے تو ایمان کے واسطہ و وسیلہ سے آزادی بھی میسر آجائے گی۔ جز یا مومن

فان نورك اطفاء لهبی

دوسری روایت کے مطابق ابلیس نے نمرود کو مشورہ دیا کہ انہیں ان کے بالوں سے باندھو کیونکہ نبی کے بال عزت و حرمت والے ہوتے ہیں اور انبیاء سے متعلق اشیاء شکست و ریخت سے محفوظ ہوتی ہیں اسی لئے ان کے بال بھی نہ ٹوٹیں گے اور وہ آزاد بھی نہ ہوں گے۔ الغرض آپ کے بال تراش کر اس کی رسی تیار کی گئی اور اس سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا گیا جب دھوپ میں تیزی آئی اور تمازت بڑھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس وقت آپ نے نمرود سے کہا کہ ساقی سے سرد پانی کے لئے کہو نمرود نے ساقی کو حکم دیا کہ تعمیل ارشاد کی جائے۔ حاضرین میں سے کسی نے

کہا کہ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ باندھ کر دھوپ میں لٹا دیا اور اب ٹھنڈا پانی پلایا جا رہا ہے نمرود نے کہا باوجودیکہ ابراہیم (علیہ السلام) ہمارے دشمن ہیں لیکن مجھ پر ان کا حق ہے کیونکہ انہوں نے مجھے مناظرہ میں ساکت کر دیا تھا۔ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ اس ایک ہی بات کو جان کر مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تھی اور ان کا حق مجھ پر ثابت ہو گیا تھا اب میں ان حقوق سے بری الذمہ ہو رہا ہوں، نمرود کی اس گفتگو میں دو اشارے ہیں ایک تو ابلیس کا بالوں کی رسی سے باندھنے کا مشورہ (کیونکہ نبی کے بال توڑے نہیں جا سکتے) اے درویش جبکہ پیغمبر کے بال اتنے مضبوط ہوں کہ توڑنے سے نہ ٹوٹ سکیں تو اس بندہ مومن کا کیا حال ہو گا جس کا ایمان انبیاء اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ مستحکم ہو۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اگر کید و مکر ضعیف (اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ ضَعِيْفًا) سے ٹوٹ جائے تو تعجب کی کیا بات ہے۔

دوسری بات یہ کہ ایک مسئلہ میں کافروں کے اعتقاد کے خلاف جو ابراہیم خلیل نے انکو پیش کیا کہ۔ کوئی حق ثابت کرے کہ اسکو اس شدید گرمی میں ٹھنڈے شربت سے سرفراز کرتا ہے تو اب اس بندہ ... ن کے سلسلہ میں جو ان اعتقادی مسائل پر اللہ کی رضامندی کے لئے تحقیق و تجسس کرتا ہے۔ اگر وہ بندے عرصات قیامت میں آفتاب کی تمازت سے تشنہ لب ہو جائیں تو وہ ربّ کریم اپنی رحمت کے پانی سے انہیں سیراب فرما دے تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

جب نمرود نے اپنے ترکش کے سارے تیر حضرت ابراہیم پر آزما لئے اور ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو اس کے ذہن میں ایک اور نئی بات آئی اور اس نے آسمان کے خالق کو بزعم خود ختم کرنے کا پروگرام بنایا لہٰذا خطا کے تیر کو جفا کی کمان سے پھینکا اور اپنے باطل گمان کے مطابق آسمان کی طرف چھوڑ دیا۔ حق تعالیٰ نے جناب جبریل کو حکم فرمایا کہ فلاں دریا سے مچھلی لے کر اس کے تیر کی نوک پر لگا دی جائے اور خون کے چند قطرے اس تیر پر لگائے جائیں تاکہ یہ بدعقیدہ ناامید نہ ہو اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے۔ اس موقعہ پر فرشتوں نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا کہ اے بارالہا کہ یہ منکر خدا اس باطل دعوٰی کے ساتھ میدان عمل میں آیا ہے اور تو نے جبریل امین کو جو حکم دیا ہے اس کی مصلحت کیا ہے بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ اسکے زعم باطل کو ختم کیا جائے۔ حکم ربی ہوا کہ ایک مرتبہ پیاس کے وقت اس نے ہمارے دوست ابراہیم (علیہ السلام) کو ٹھنڈا پانی پلوایا تھا آج اس احسان کا

بدلہ دیا جا رہا ہے۔

ہر آں کس با تو دارد حق آبی　　فراموشش مکن در ہیچ بابی

ایک اور روایت کے مطابق رب کریم نے فرشتوں سے فرمایا اگرچہ نمرود کافر ہے لیکن وہ وطن سے دور ہوا کے تھپیڑے کھا رہا ہے، غریب الوطن ہے اور اس کی ذات سے ملک کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہے لہذا ہم اس کو دل شکستہ اور مغموم واپس کرنا نہیں چاہتے، لہٰذا کافر اور منکر اگر بارگاہ احدیت میں منکر یا معاند کی حیثیت سے آتا ہے اور اس کے ساتھ رب کریم انعام و اکرام فرماتا ہے تو اس مومن مخلص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ کی رضا مندی و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ماں باپ آل اولاد کو چھوڑ کر صرف اس ذات باری کی طرف لو لگاتا ہے علائق دنیوی سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور مَنْ رَّبُّكَ کے جواب میں بر ملا کہتا ہے رَبِّیَ اللہ میرا تو پروردگار اللہ رب العالمین ہے۔ بندہ کی اس اظہار عبدیت و اطاعت پر اگر خالق و مالک اس کی مغفرت اور بخشش فرما دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

(۷) شرح تصرف میں ہے کہ جب خطاب الٰہی یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ ہوا تو آگ سرد ہو گئی اور جناب ابراہیم علیہ السلام مصروف گریہ ہوئے تو سوال کیا گیا کہ اے ابراہیم رب تعالیٰ نے آپ پر ایسی شدید آگ کو سرد کر دیا ہے اور آپ پر ایسی زبردست نعمت کا اظہار فرمایا ہے اب رونے کا سبب کیا ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ رنج و محنت میں برداشت کروں بلائیں مجھ پر ہوں اور خطاب الٰہی کا شرف آگ کو حاصل ہو باللہ عذ بتنی بنار الارض والسماء ثم نادینی کان احب الیّ من نعم الدنیا خدا کی قسم اگر وہ مجھے دنیا اور آخرت کی

آگ کو خطاب کی وجہ

برابر عذاب دے کر مجھے پکارتا تو وہ مجھے زیادہ محبوب ہوتا اور تمام نعمتیں اس پکار کے آگے ہیچ ہو جائیں۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے ابراہیم آگ کی کیا حیثیت اس کو کس کی وجہ سے خطاب کیا گیا ہے اگر آپ کی خلت کا واسطہ نہ ہوتا تو آگ کو خطاب کا شرف ہرگز نہ ملتا۔ اور اس کو ہرگز مخاطب نہ کیا جاتا۔

من اگر خورشید بینم بیاد روئے تست
در سواد شب نشاں زلف عنبر بوئے تست

(۸) زہرۃ الریاض میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ جناب خلیل علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریلؑ نے آب کوثر کے دو قطرہ پانی لاکر اس پر ڈالدیا جس کی وجہ سے وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور اس کے بعد دو قطرہ پانی چار حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ ایک قطرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے گرا اور اس سے ایک درخت بید کا پیدا ہوا اور ایک قطرہ آپ کے پس پشت گرا اور اس سے عرعر (چیڑ) کا درخت پیدا ہوا۔ ایک قطرہ آپ کی دائیں جانب گرا جس سے ایک پھولدار درخت پیدا ہوا اور ایک قطرہ بائیں جانب آیا جس سے امرود کا درخت اگ آیا اور اس بائیں جانب والے درخت کا میوہ قد آدم کے مساوی تھا اور یہ درخت اس وقت تک بارآور رہا جب تک عیسائیوں نے جناب عیسٰی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا۔ دوسری ناگفتنی باتیں جو نصارٰی کی زبانوں سے سنی گئیں ان کی وجہ سے وہ درخت سرسبز و شاداب اور بارآور نہ رہا۔ اسی طرح درخت گل کا میوہ لکڑی کی طرح تھا اور اس کی خاصیت یہ تھی کہ کوئی درد سے بیتاب مریض اگر اس کے پھل کو استعمال کرتا تو اس کو سکون حاصل ہوجاتا۔

جب مجوسیوں نے حق تعالٰی کا شریک ٹھہرایا اور خالق خیر و شر یزداں واہرمن تجویز کر لئے تو دوسرے درختوں کے پھل بھی ان کی شامت اعمال کی وجہ سے ختم کر دیئے گئے اور درخت گرا دیئے گئے اور اس لکڑی کی بجائے دس ہزار کانٹے پیدا ہوگئے اور یہ کانٹے اس قوم کے لئے اذیت کا سبب بن گئے۔ اسی طرح درخت بید کا میوہ نہایت شیریں جو کھجور کی مثل تھا لیکن بعد میں آنے والی امتوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس درخت میں پھل آنے بند ہوگئے لیکن جب قریش نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا تو جو میوے اس درخت میں لگے ہوئے تھے وہ بھی گر گئے۔ اسی طرح درخت عرعرہ میں خربوزہ کی مانند پھل آتے تھے۔ جب یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا تو اس درخت میں پھل ختم ہوگئے اور تاقیام قیامت اس درخت سے میوہ کی دولت چھن گئی۔

اے درویش تیرے اصل شجر میں طاعت و عبادت کے میوے لگتے ہیں لہٰذا تیرے لئے لازم ہے کہ تو افعال ناپسندیدہ اور اقوال ناشائستہ سے احتیاط برتے تاکہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کے فرمان کے مطابق تیرا شجر عبادت بھی بارآور ہوتا رہے اور وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا کی بشارت کے مطابق تجھے سعادت حاصل رہے۔

(۹)
حسن عقیدت پر جزا

تکملۃ اللطائف میں منقول ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت آسمان کے فرشتے اور فضا کے پرندوں پر گریہ وزاری طاری ہوئی اور پرندوں میں سے ایک کمزور پرندے نے خود کو آگ میں گرا دیا جس کا یہ فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید میں تھا۔ اس موقع پر جناب باری نے جبریل سے فرمایا کہ قبل ازیں کہ یہ پرندہ آگ تک پہنچے اسکو اٹھالو یہ آگ تک نہ پہنچنے پائے اور اس سے معلوم کرو کہ یہ تیرا فعل کس وجہ سے ہے جبریل علیہ السلام نے پلک جھپکتے ہی سدرۃ المنتہیٰ سے آکر اس کو فضا ہی سے اٹھالیا اور آگ میں نہ گرنے دیا اور زمین پر رکھ کر اس سے گرنے کی وجہ دریافت کی تو اس پرندے نے جواب دیا کہ اے جبریل تمہیں معلوم نہیں کہ رب کریم نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا ہے میرے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ میں ان کو اس مصیبت سے بچاؤں لہٰذا ان کی متابعت میں کم از کم اتنا ہی کردوں کہ ان کی طرح خود بھی آگ میں گر جاؤں۔ جبریلؑ نے اس کا یہ معروضہ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تو رب کریم نے فرمایا کہ اے جبریل اب اس مرغ کو یہ بشارت دیدو کہ تم نے جو اخلاص ذات خلیل (علیہ السلام) سے ظاہر کیا ہے اس کے صلہ میں ہمارے خزانہ کرم سے تمہاری ہزار تمنائیں پوری کی جائیں گی۔ اب جو مانگنا ہو مانگ لو۔ اس مرغ نے کہا کہ مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ میری تمنا تو صرف اتنی ہے کہ اس خالق و مالک کی یاد میں مشغول رہوں اور اس کا نام میرے ورد زباں رہے۔ اے جبریل میں نے سنا ہے کہ اس ذات احدیت کے ایک ہزار ایک نام ہاں، ان میں سے سو صفاتی نام مجھے یاد ہیں بقیہ یاد ہونے کی تمنا رکھتا ہوں۔ تاکہ ان کو بھی وردِ زبان رکھوں۔ رب کریم نے اس کی تمنا کو قبول فرمایا تاکہ وہ شب و روز گلشن میں رب کے نام کی مالا جپتا رہے کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس پرندے کا نام کیا ہے؟ اس کو عربی میں عندلیب (بلبل) اور فارسی میں ہزار داستان کہتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب اس کو سارے صفات کی تعلیم کی گئی تو اس وقت آگ کو سرد کر دیا گیا اور اسکو گل و گلزار میں تبدیل کر کے اس بلبل کو اس گل و گلزار میں نغمہ سنجی کے لئے چھوڑ دیا گیا اور اسی دن سے اس پرند کو گل و گلزار سے عشق ہو گیا۔

از عشق بیں کہ بلبلِ شیدا چہ می کند ۔۔۔ گر عشق نیست ایں ہمہ غوغا چہ میکند
بخرام سوی کلبۂ اخزن ما شبی ۔۔۔ تا بنگری کہ عشق تو با ما چہ میکند

دل ازمقام عشق کہ سرمنزل فناست　　　گرنیست بر ہلاک خود اینجا چہ میکند
تابوت ما ببر بسر کوئی دبیر عشق
وانگہ ببیں کہ بوئے مسیحا چہ میکند

ایک اور روایت سے معلوم ہوا کہ اس دن شہد کی مکھی نے بھی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے منہ میں پانی بھرا اور آگ کے گرد گھومنے لگی تاکہ اس کو مناسب جگہ چھڑک کر آتش نمرود کو سرد کردے اس کی یہ ادا مقبول ہوئی اور اسکو بھی نواز دیا گیا اور اس کے منہ میں جو پانی تھا اس کو شہد میں بدل دیا گیا اور یہ بشارت عطا ہوئی عَسَلٍ مُّصَفًّی فِیْہِ شِفَاءٌ اور شہد میں شفا عطا فرمائی گئی اور یہ انعام اس لئے دیا گیا تاکہ اس امر کا اظہار ہوجائے کہ عقیدت مند کو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کو انعام عطا ہوتا ہے۔ ع

کس با تو زیاں نہ کرد من ہم نہ کنم

(۱۰) زہرۃ الرّیاض میں نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت مشیت کا تقاضا تھا کہ یا تو آگ کو ختم کردیا جائے یا حضرت ابراہیم کو آگ کی بجائے کسی اور جگہ پہنچا دیا جائے لیکن ایسا نہ ہوا تاکہ دشمنوں کے کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کیونکہ وہ کہتے کہ اگر حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے جاتے تو یقیناً جل جاتے لہذا ان کو آگ میں پہنچا کر آگ سے محفوظ رکھا تاکہ قدرت الٰہی میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس جگہ اہل بصیرت نے دو باتیں بیان کی ہیں اول ان کی تحقیق یہ ہے کہ مرضی الٰہی یہ ہے کہ مومن کو پورے طور پر گناہوں سے پاک کردے۔ دوم یہ کہ انہیں معصوم بنا کر مصائب میں مبتلا کرنے کے بعد ان پر نظر رحمت فرمائے تاکہ اس ذات باری کی رحمت وشفقت میں کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے۔

دوسری تحقیق یہ کہ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کے مصداق دوزخ سے بچا کر انہیں جنت میں داخل فرمادے یا بعضوں کو عذاب دوزخ میں مبتلا فرما کر دوسروں کو اس عذاب سے محفوظ فرمادے لیکن ایسا نہ ہوا۔ یہ اسلئے کیا گیا تاکہ سب کو اس کی قدرت کا احساس ہوجائے کہ اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ بغیر پانی کے آگ کی طبیعت کو بدل دے بعینہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ عذاب نار کو گل وگلزار میں بدل دیا اور یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ

فرما کر آگ کو سلامتی کے ساتھ سرد کر دیا۔ اسی طرح قوم نوح علیہ السلام پر پانی کے مصائب کو ختم کیا اور فرعون کو پانی میں غرق کر کے دوزخ کا مستحق بنایا۔ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا فرما دیا۔

(۱۱) انبیاء کی وجہ سے دوسروں کے مصائب ختم ہوتے ہیں!

کہا گیا ہے کہ آگ کو بھڑکاتے وقت نمرود کے خزانہ کا ایک قیمتی موتی کھو گیا اور اس سے اقرار جرم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس نے اقرار نہ کیا لہٰذا اس کو مجرم قرار دے کر یہ سزا دی گئی کہ اس کو حضرت ابراہیم سے پہلے آگ میں ڈال دیا جائے۔ غلام نے بہت واویلا مچایا لیکن نمرود اور اس کے مشیروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے مایوس ہو کر بتوں سے مدد چاہی لیکن بت اس کی مدد کو نہ آئے۔ زمین و آسمان پر اس کی صدائیں بیکار گئیں اور اس کو رہائی نہ مل سکی۔ جب اس کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالنا چاہا اور وہ فضا میں معلق ہوا تو اس نے کہا اے خدا میری مدد فرما۔ جبرئیل کو حکم ربّی ملا کہ جاؤ اور میرے بندے کی مدد کرو جبرئیل نے بارگاہ الہٰی میں عرض کیا کہ الہٰی تو واقف ہے کہ وہ بندہ تو کافر ہے اور کافروں کا غلام بھی ہے۔ رب کریم نے فرمایا باوجودیکہ وہ کافر ہے لیکن اس نے مجھے پکارا ہے اور میری ربوبیت کا اقرار کیا ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ میں اس کو مایوس نہ کروں۔

نکتہ۔ اے درویش جب کہ ایک کافر اضطراری حالت میں اللہ رب العالمین کا نام زبان پر لاتا ہے تو نمرود کی سزا سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔ ایک مسلمان جو سالہا سال تک اللہ کا نام لیتا ہے اگر عذاب دوزخ سے نجات حاصل کرے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

(۱۲) آگ کا استفسار

بیان کیا گیا ہے کہ حکم الہٰی کے مطابق جب آگ ان دونوں (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور اس غلام پر) پر گل و گلزار ہو گئی تب اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے الہ العالمین جو کوئی تیرے احکام کی نافرمانی کرتا ہے اس کو تو آگ کا عذاب دیتا ہے لیکن اگر میں تیرے احکام کی نافرمانی کروں تو مجھے کس طرح عذاب دے گا۔ اس وقت فرمان الہٰی آیا اے آگ لو عصیتنی عذبتک بنار قلوب المحبین اگر تو میرے احکام کی خلاف ورزی کرے گی تو میں تجھے محبین کے دلوں کی آگ میں جلاؤں گا۔

مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے شرح تعرف میں دیکھا ہے کہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے

اور دوزخ کی آگ سات سو محبوبوں کے دلوں میں سلگنے والی آگ کا سات سوواں حصہ ہے۔

استغفرالله اِنَّ الله غفارا ولا علی عاشق اثم ولا عارا

بالنار خافنی قومی فقلت لهم النار توحم من فی قلبه نارا

میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کیونکہ وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اس لئے عاشق کے لئے نہ کوئی گناہ ہے اور نہ شرمندگی۔ میرے دوستوں نے مجھے آگ سے ڈرایا تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ جس کے دل میں آتش شوق الہٰی جلتی ہے اس پر آگ بھی کچھ اثر نہیں کرتی۔

خالق عالم نے آگ سے فرمایا کہ اپنے عزت وجلال کی قسم تجھے ایسا عذاب دوں گا جیسا اس سے قبل کسی کو نہ دیا ہو اگر اپنے محبوبوں کو دوزخ کی آگ میں ڈال دوں گا تاکہ دوزخ کی آگ انکے مقابلہ میں ختم ہو جائے اور ہتھکڑیاں بیڑیاں فنا ہو جائیں اور دوزخ بھی پکار اٹھے اور رحم کی درخواست کرے، اس وقت حق تعالیٰ اپنے محبوبوں کو وہاں سے نکالنے کا حکم دے گا اور اس کے بعد ہزاروں سال دوزخ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے گذریں گے اس وقت پکارے گی یارب ان اردت من تعذ بنی بمعرفت قلوب العارفین فانی لا اطفاها اے خالق مجھے جس عذاب میں بھی تو مبتلا فرمائے گا تیری مرضی ہے لیکن میری درخواست ہے کہ اس نور معرفت سے جو تو نے اپنے عارفوں کے دلوں میں امانت رکھا ہے عذاب نہ دے کیونکہ میرے اندر اس کی برداشت کی طاقت نہیں ہے۔

آتشی افروخت عشق و جسم و جان من بسوخت گفتم آہی بر کشم کام و زبان من بسوخت

آتش دوزخ ندارد تابش روز فراق آہ زیں آتش کہ پیدا و نہان من بسوخت

نار دوزخ گرچہ سوزد پوستہائی عاصیاں آتش ہجر آتش مغز استخوان ما بسوخت

تشنۂ دیدار یارم در بیابان طلب کاتش ایں تشنگی روح و روان من بسوخت

چوں نشانی بی نشانی در رہ گمنامی است برق استغنا ازاں نام و نشان من بسوخت

چونکہ رمز آت جان دیدار جاناں شد عیاں ظلمت تن در ظہور نور جان من بسوخت

گر معینی بیش ازیں گفتنی رخسنش شمۂ

ایں زمان نور رخش شرح و بیان من بسوخت

آتش نمرود سے نجات

علمائے سیر اور ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ سے محفوظ فرمایا اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہوا تو اس واقعہ سے بہت سے لوگ نمرود سے منحرف ہو کر دامن ابراہیمی سے وابستہ ہوئے اور دین حق کو قبول کر لیا۔ انہیں میں سے آپ کے برادرزادہ حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ یہ تارخ کے بیٹے باران کے نور نظر تھے ان کے ساتھ باران اکبر کی بیٹی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا) حضرت سارہ بھی ہدایت سے مشرف ہوگئیں جناب لوط علیہ السلام کے والد اور حضرت سارہ کے والد ہمنام تھے اور امتیاز کے لئے حضرت سارہ کے والد کو باران اکبر کہا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سارہ شاہ حران کی بیٹی تھی اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاران کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس وقت وہ آپ کے نکاح میں آئی تھیں (اللہ حقیقت کا جاننے والا ہے) مسلمان ہونے والوں میں رعفصہ خاتون بھی جو نمرود کی بیٹی تھیں شامل ہوئیں۔ ان کا ذکر آئندہ واقعات میں آئے گا۔

بابل سے شام کو ہجرت

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سلامتی کے ساتھ نمرود کی لگائی آگ سے باہر تشریف لائے تو بہت سے لوگ آپ کے اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور یہ واقعہ زبان زد عام ہو گیا اور ملت ابراہیمی روز بروز ترقی کرتی گئی، یہ دیکھ کر نمرود بہت پریشان ہوا اور اس نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ اس واقعہ اور تمہارے دین کی روز بروز ترقی سے میرا ملکی نظام تباہ و برباد ہو رہا ہے میری سلطنت کی بنیادیں ہلی جا رہی ہیں لہٰذا تم اپنے متبعین کو لیکر میری مملکت سے باہر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق تمہارا خدا ہر جگہ تمہارا حافظ و ناصر ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے گفتگو کے بعد اپنے متبعین کے ساتھ سرزمین بابل سے ہجرت کر کے عازم ملک شام ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق جب نمرودیوں نے دیکھا کہ ملت ابراہیمی روز بروز ترقی پذیر ہے تو انہیں یہ بات بہت ناگوار گزری اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس وقت بعض لوگوں نے کہا کہ یہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے گا کیونکہ جس طرح تم ان کے جلانے سے عاجز رہے اسی طرح ان کا قتل بھی ممکن نہ ہوگا۔ الغرض یہ طے پایا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنے علاقہ سے باہر

بھیج دیا جائے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس منصوبہ کا علم ہُوا تو آپ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام کو ساتھ لیکر روانہ ہو گئے۔ ابھی ایک منزل سفر کیا تھا کہ حکم ربی ہُوا کہ سارہ کو اپنے نکاح میں لاؤ اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہلی وحی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سارہ نہایت حسین و جمیل تھیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حسن یوسفی جمال سارہ کا دوسرا حصہ تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ جنت کی حور تھیں صرف اتنا فرق تھا کہ وہ دنیاوی لباس میں تھیں اور ماہواری جیسے عوارض نسوانی انہیں لاحق تھے اور یہ بات تحقیقی ہے کہ خطہ زمین پر ان سے زیادہ حسین کوئی دوسرا فرد نہ تھا۔

نکاح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیس درہم میں ایک دراز گوش خرید کر حضرت سارہ کو اس پر سوار کر دیا اور جس دن آپ حران پہنچے اس دن آپ کی عمر شریف اڑتیس سال ہوئی تھی۔ یہاں آپ نے چند دن قیام کیا اور وہاں سے عازم مصر ہوئے۔ اس زمانہ میں مصر کا حاکم صادق بن صادون تھا جو قبیلہ قبط سے تھا اس کے ظلم و ستم سے رعایا عاجز اور مصائب کا شکار تھی۔ اس نے ملک میں اعلان کرا رکھا تھا کہ تمام عورتیں شادی کے اس کے پاس پیش ہوں اسکے بعد وہ شوہر کے پاس جا سکتی تھیں۔۔۔۔۔ اگر کوئی عورت اس کو پسند آ جاتی تو وہ اسے اپنے لئے روک لیتا تھا اور اس کی یہ خباثت اس حالت کو پہنچ گئی تھی کہ اس نے راستے کی چوکیوں پر اپنے گماشتے مقرر کر رکھے تھے کہ اگر کوئی حسین عورت آنے جانے والوں کی نظر آ جائے تو اس کو پکڑ کر لے آئیں۔

زبدۃ الریاض میں لکھا ہے کہ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصر کے قریب پہنچے تو جناب لوط علیہ السلام نے موتفکات کے مقام میں قیام فرمایا اور اپنے چچا سے علیحدہ ہو گئے۔ یہیں آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور اس علاقہ کے لوگوں کی ہدایت کا فرض آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ القصہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کی حرکات اور شاہی گماشتوں کی اطلاع ملی تو غیرت و حمیت کے تقاضوں کے مطابق آپ نے ایک صندوق تیار کرایا اور اس میں حضرت سارہ کو بٹھایا تاکہ مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو قافلہ کے سامان کی تلاشی لینے والے اہلکاروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے سامان کی تلاشی لیتے وقت اس صندوق کے بارے میں معلوم کیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مختلف باتوں سے انہیں ٹالنا چاہا اور اُن سے کہا کہ اس میں دیبا و حریر ہے اور اس کا مناسب ٹیکس جو دسواں حصہ ہوتا ہے لیلو۔ لیکن انہوں نے منظور نہ کیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ اس کی برابر درہم تول کر یعنی روپیہ لے لو لیکن وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے جب ان سے یہ کہا گیا کہ اس میں قیمتی موتی ہیں اس کو نہ کھلواؤ لیکن انہوں نے اس پر بھی اعتبار نہ کیا الغرض انہوں نے صندوق کو کھلوایا جب ان کی نظر جناب سارہ کے حسن و جمال پر پڑی تو آنکھیں خیرہ ہو گئیں گویا آفتاب آسمان سے زمین پر اتر آیا ہے جس سے ماہتاب کی روشنی بھی خیرہ ہو گئی ہے۔ جمال سارہ کو دیکھ کر وہ سرکاری کارندے مبہوت ہو گئے اور تمام واقعہ بادشاہ سے بیان کیا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کو شاہی محل میں بلوالیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معلوم کیا کہ اس خاتون سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً کہ اگر بادشاہ کو یہ بتایا کہ یہ میری بیوی ہیں تو معمول کے مطابق ان کو روک لے گا یا مجھ پر اُن کو طلاق دینے کے لئے زور دیگا فرمایا کہ یہ میری بہن ہے اور نیت یہ کی دینی اعتبار سے واقعی بہن ہی ہوتی ہیں۔ بادشاہ نے آپ کا جواب سن کر کہا کہ ان کو میری تحویل میں دے دو میں تم کو کثیر مال و دولت دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی شادی ان کے والد کی اجازت پر موقوف ہے۔ جب بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جوابات سے مایوس ہو گیا تو مجبوراً اس نے حضرت سارہ پر دست درازی کرنی چاہی ادھر اس باعصمت خاتون نے دعا فرمائی کہ اے خالق و مالک مجھے اس ظالم و جابر اور بدکار کی دستبرد سے محفوظ فرمادے ادھر ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے اُدھر بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئے اور بادشاہ کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے اور حرکت نہ کر سکے۔

ایک روایت میں ہے کہ شاہی کارندے حضرت سارہ کو شاہی حرم سرا میں لے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باہر روک لیا۔ اس وقت آپ کی غیرت کو جوش آیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ کر مصروف عبادت ہو گئے۔ قدرت الٰہی سے محل کے در و دیوار آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو گئے تاکہ جناب ابراہیم علیہ السلام اندر کے تمام حالات سے واقف رہیں اور ان کے

قلب میں کسی قسم کا شبہ نہ پیدا ہو سکے۔ اس طرح جو کچھ اس کے محل کے اندرونی حصہ میں ہو رہا تھا اس کو جناب ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی اس ظالم نے جناب سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کے ہاتھ شل ہو گئے اور اس کی بینائی جاتی رہی جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس کا حال خراب ہو گیا۔ محل میں زلزلہ آگیا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب گرنے ہی والا ہے اس بدبخت پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اس کمرہ سے نکل کر بھاگا اور جناب سارہ کو اپنے پاس بلا کر حالات معلوم کئے تب جناب سارہ نے فرمایا کہ میں اس مرد بزرگ کی بیوی ہوں اور یہ اس خالق کائنات کے دوست ہیں جس نے یہ دنیا بنائی ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ خالق کائنات اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے وہ کس طرح یہ بات گوارا فرمائے گا کہ اس کے دوست کی بیوی پر کوئی بری نظر ڈالے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے، ہاتھ اور آنکھیں ٹھیک ہو جائیں میں تمہاری طرف سے بے نیاز ہوتا ہوں جناب سارہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اسکی حالت ٹھیک ہو گئی لیکن اس بدباطن نے پھر اسی حرکت کا اعادہ کیا پھر اس کے ہاتھ شل اور آنکھیں بے نور ہو گئیں، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے دل سے حضرت سارہ کا خیال نکال دیا اور ان کا احترام اس کے دل میں جاگزین ہو گیا۔ پھر اس نے ایک نہایت حسین و جمیل کنیز آپ کی خدمت میں پیش کی اور کہا ھا اَجْرُكِ عَلٰی دعائِكِ یہ تمہاری دعا کا صلہ ہے۔ اسی مناسبت سے وہ کنیز ہاجرہ کے نام سے موسوم ہو گئیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ مصر نے آپ کی خدمت میں گائے اور بکریاں بھی پیش کیں۔ شاہی حرم سرا سے جناب سارہ تیزی سے باہر آئیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام پیش آنے والے واقعات سے خبردار کریں لیکن حضرت ابراہیم نے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شکر الٰہی ادا کرنا شروع کر دیا۔

شیخ ابن حجر نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ جب جناب سارہ باہر تشریف لائیں اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام مصروف نماز تھے، آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا مھیم اور یہ لفظ فرمانے والے آپ پہلے شخص ہیں۔ اس لفظ کے معنیٰ "ما اظھر یعنی کیا بات ہے"۔ جناب سارہ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ظالم کے مکر سے محفوظ رکھا ہے۔

سوال : یہاں مذکورہ بالا واقعہ کی روشنی میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتبہ میں تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مصری بادشاہ کے محل کی تمام دیواریں شفاف کردی گئیں تاکہ وہ اندر کے حالات کا معائنہ کرسکیں تو حضور علیہ السلام کو افک کے واقعہ میں تمام حالات کا معائنہ کیوں نہ کرایا گیا۔ اس سلسلہ میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگر افک کے موقع پر حجاب نگاہ مصطفوی علیہ التحیتہ والثناء سے اٹھ جائے تو وہ حضور علیہ السلام کی معلومات کے ہوتا جب کہ خداوند کریم نے برأت عائشہ صدیقہ کے لئے آیت قرآنی نازل فرما کر ان کے اعزاز و اکرام کو بڑھا دیا اور حجابات نہ اٹھائے۔ دوم یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہوں سے حجابات اٹھانے کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت ابراہیم اپنے حرم کی خود نگہداشت فرمائیں جب کہ حضور علیہ السلام کا معاملہ آیا تو خالق نے فرمایا اے حبیب تم آرام کرو میں تمہارے اہل کا نگہبان ہوں۔ جناب سارہ کے پاسبان حضرت خلیل تھے اور حرم مصطفےٰ علیہ السلام کا محافظ رب جلیل۔

مندرجہ بالا جملہ معترضہ کے بعد ہم اصل قصہ کی طرف آتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ اس مقام اتہام سے باعصمت تشریف لے آئیں تو حضرت ابراہیم کے قلب مبارک میں اس جگہ سے تکدر پیدا ہوا اور آپ وہاں سے سرزمین فلسطین کی طرف تشریف لائے یہ جگہ ملحقات دمشق میں سے ہے اس وقت نہ تو اس مقام پر پانی تھا اور نہ سبزہ بے آب و گیاہ علاقہ لہٰذا آپ نے وہاں ایک کنواں کھودا جس کی شہرت روئے زمین پر پھیل گئی ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو کھانے پینے کی چیزیں تھیں وہ ختم ہوگئیں۔ آبادی بہت فاصلہ پر تھی جہاں سے سامان خوراک دستیاب ہوسکتا تھا۔ لہٰذا جناب ابراہیم علیہ السلام نے سامان لانے کے لئے تھیلہ اٹھایا اور روانہ ہوگئے لیکن جب قطع مسافت کرتے ہوئے بیابان پہنچے تو یہ احساس ہوا کہ جیب تو خالی ہے خریداری کیسے کی جائے گی آخر کار اپنے تھیلہ کو ریت سے بھرا اور واپس گھر تشریف لے آئے اور یہ کام اس لئے کیا کہ گھر والے انہیں خالی ہاتھ آتا ہوا نہ دیکھیں اور انہیں فوری طور پر تسلی ہوجائے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی دل تنگی اور کوفت کی وجہ سے فوراً آرام کے لئے لیٹے اور سو گئے جناب سارہ نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ ذرا تھیلہ کو تو دیکھو کہ اس میں کیا لائے ہیں جب انہوں

نے اسے کھولا تو اس کو گیہوں سے بھرا پایا۔ ان دونوں خواتین نے ان میں سے تھوڑے گیہوں پیس کر روٹی پکائی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیدار ہوئے تو رفیقہ حیات جناب سارہ و ہاجرہ نے کھانے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ کیا چیز ہے لاؤ تو ان پاک بیبیوں نے فرمایا کہ اسی گیہوں کی روٹی پکائی ہے جو آپ لائے تھے۔ اس بات کو سنتے ہی کہ ریتے کو اللہ تعالیٰ نے گیہوں میں بدل دیا ہے آپ سجدہ شکر بجالائے۔

اس عطاء الٰہی میں سے کچھ گیہوں تو آپ نے کھانے کے لئے روک لئے اور بقیہ زراعت کے لئے بیج کے طور پر محفوظ کر دیئے۔ حق تعالیٰ نے اس کنوئیں کے پانی میں برکت عطا فرمائی جس کو کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے کھودا تھا۔ اس کنوئیں کا شہرہ اطراف واکناف عالم میں ہوا۔ عرب کے تشنہ لبوں کو جب اس متبرک کنوئیں کی اطلاع ملی تو کشاں کشاں اس آبادی کے اطراف میں آکر مقیم ہوئے اور وہاں اچھی خاصی آبادی ہوگئی اور وہ بستی آج تک (مولف کتاب کے زمانہ تک) ابراہیم آباد کے نام سے مشہور ہے۔

کچھ عرصے کے بعد وہاں کے لوگ سرکشی پر آمادہ ہوگئے اور ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی۔ ان کی اس حرکت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے وہاں سے بھی منتقل ہونے کا ارادہ کر لیا اور ایک دن وہاں سے روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے مقام قسط میں آکر مقیم ہوگئے۔ یہ جگہ رملہ اور ایلیاآت کے درمیان واقع ہے ایلیا بیت المقدس کا دوسرا نام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہاں سے روانگی کے بعد اس کنوئیں کی حالت خراب ہوگئی اور اس کی سابقہ کیفیت باقی نہ رہی۔ اس وقت وہاں کے رہنے والوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہیں اب پشیمانی ہوئی کہ ہم نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ناراض کر کے یہاں سے جانے دیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور بہت تضرع اور زاری کی کہ آپ کسی طرح واپس تشریف لے چلیں لیکن آپ راضی نہ ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہماری کنوئیں کی حالت خراب ہوگئی اور اس میں پانی کی وہ فراوانی نہیں جو آپ کے سامنے تھی۔ آپ نے درخواست کو قبول فرماتے ہوئے درگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے اور دعا کی کہ اس کنوئیں کے پانی میں برکت دیدے۔ لیکن آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ آئندہ

اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی حائضہ عورت اس کنوئیں سے پانی نہ نکلے ۔ عرصہ دراز تک یہ کیفیت جاری رہی لیکن ایک دن ایک حائضہ عورت نے اس کنوئیں سے پانی نکالا اس دن سے کنوئیں میں پانی کی فراوانی ختم ہوگئی اور اس کے بعد بغیر ڈول اور لسکے اس کنوئیں سے پانی حاصل نہیں کیا جا سکا قسط کے قیام کے بعد آپ نے کسی جگہ کو اپنے مستقل قیام کے لئے مخصوص نہ کیا یہاں تک کہ آپ اس دنیائے فانی سے عازم ملک جاودانی ہوئے ۔

نمرود کی بیٹی

زهرة الرياض ۔ میں لکھا ہے کہ نمرود کی ایک لڑکی رعضہ نامی تھی جو عقل و فراست میں یکتائے روزگار تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا ۔ اسکے چند دن بعد اس نے نمرود سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ابراہیم (علیہ السلام) کے حال سے واقفیت حاصل کروں اور اس جگہ جہاں سے نام نہاد شرفاء وقت نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا جا کر دیکھوں ۔ نمرود نے بیٹی سے کہا کہ اے نور نظر کتنے روز گذر چکے ہیں جب کہ اتنی شدید اور بھڑکتی آگ میں ان کو ڈالا گیا تھا اب وہاں کیا رکھا ہوگا جو تو ان کی خبر معلوم کرنا چاہتی ہے اب تو وہ جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے لیکن بیٹی نے اصرار کیا کہ میں تو ان کے حال سے باخبر ہونا چاہتی ہوں ۔ جب نمرود نے اپنی بیٹی کا اصرار دیکھا تو اجازت دیدی جب وہ اس مچان پر آئی تو دیکھا کہ اس آگ میں ایک باغ لگا ہوا ہے اور ایک جنتی تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام رونق افروز ہیں ۔

رعضہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو تعجب سے دریافت کیا کہ اے ابراہیم آپ کس حال میں ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کو آگ نے نہیں جلایا بلکہ اس کے برخلاف آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا اور آپ کے لئے یہ باغ گل و گلزار لہلہاتا نظر آرہا ہے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا من كان في قلبه معرفة الله لا تحرقه النار ۔ جس کے قلب میں معرفت الٰہی موجزن ہوتی ہے اس کو آگ نہیں جلاتی ۔ یہ سن کر رعضہ نے درخواست کی کہ مجھے اجازت ہے کہ میں بھی آپ کے پاس آجاؤں ۔ تب جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بشرطیکہ تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللّٰهِ کا اقرار کرے تو اس کے بعد اس آگ میں قدم رکھ سکتی ہے اور بے خوف و خطر یہاں آسکتی ہے ۔ یہ سن کر رعضہ مچان سے اتری اور محل سے دوڑتی ہوئی

بلند آواز سے کلمہ ابراہیمی پڑھتی ہوئی آگ میں چلی آئی جیسے ہی اس نے آگ میں قدم رکھا اس کے قدموں کے نیچے آگ سرد ہوتی گئی اور وہ قدم اٹھاتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی اور وہاں سے اپنے باپ نمرود کے پاس واپس آگئی جیسے ہی نمرود نے اس کو صحیح و سلامت دیکھا اور اس کے ایمان لانے کی بابت معلوم ہوا تو اس نے اپنی مملکت کی فلاح و بقا کی خاطر لڑکی کو دین اسلام سے ورغلانے میں سعی بلیغ کی۔ پہلے تو اس کو بہت سمجھایا لیکن جب کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی تو اس کو ڈرایا دھمکایا اور آخر میں یہ طے ہوا کہ اس لڑکی کو سخت تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں۔ اس میں پہلی سزا یہ تجویز ہوئی کہ اسکے ہاتھ پیروں میں میخیں گاڑ کر بازار میں لٹکا دیا جائے۔ ادھر انہوں نے اپنی تجویز پر عمل کیا ادھر رب کریم نے جناب جبرئیل کو حکم فرمایا کہ جاؤ اس نیک صالح لڑکی کو اس مصیبت سے نجات دلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دو لہذا حضرت جبرئیل نے اس کو وہاں سے اٹھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس لڑکی رعضہ کی شادی اپنے بیٹے مدین کے ساتھ کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کے بطن سے بیس لڑکے پیدا فرمائے اور وہ تمام منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب رب کریم سے درخواست کی رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى اے رب مجھے دکھا تو کس طرح مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس واقعہ میں کئی حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال میں کیا حکمت تھی کہ آپ نے احیاء موتیٰ کے سلسلہ میں رب کریم سے درخواست کی۔ علماء نے اس سلسلہ میں چند اقوال بیان فرمائے ہیں؛

عبدالرحمان۔ قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام دریا کے کنارے تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک چوپایہ کو مرا ہوا دیکھا۔ اس کی لاش آدھی پانی میں تھی اور آدھی خشکی پر۔ پانی والے حصہ کو دریائی جانور کھا رہے تھے اور خشکی پر پڑے ہوئے حصہ کو جنگلی جانور اور پرندے کھا رہے تھے اس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ

اس جانور کے زندہ کرنے کی کیفیت کیا ہوگی۔ اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی جو کچھ میں علم الیقین سے جانتا ہوں اسے عین الیقین سے دکھا دے رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی
دوسرا قول: سدی۔ سعید۔ جبیر اور مجاہد نے کہا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب خلت پر سرفراز فرمایا گیا تو کسی فرشتہ یا حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کیا الٰہی کیا یہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنچائی جائے گی۔ رب کریم نے فرمایا ہاں۔ الغرض جب یہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تو آپ نے عرض کیا الٰہی مجھے کوئی انہونی بات دکھائی جائے تاکہ یہ بشارت متحقق اس منصب کی تائید اور اس بشارت کی تصدیق ہو جائے حکم ربی ہوا اے خلیل کیسی حجت چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ منصب خلت کی بشارت کا مطلب دوست کی طرف سے دوست کی فرمانبرداری کی اطلاع ہے اور یہ بشارت ہے کہ بندہ کی کوئی بات معبود رد نہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم تمہاری کونسی دعا ایسی ہے جو مقبول نہ ہوئی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے اپنے دشمن نمرود کے سامنے تیری صفات بیان کی تھیں رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ موت کا منظر تو میں نے دیکھ لیا اور اس کی کیفیات اور ہیبت میرے دل میں اب تک باقی ہے اب میری خواہش یہ ہے کہ مجھے زندہ کرنے کا منظر بھی دکھا دے تاکہ تیرے کمال قدرت کا نظارہ کروں اور نمرود کا عجز بھی واضح ہو جائے۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی
تیسرا قول امام حسن بصری کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہشت میں بہت ہی خوبصورت پرندے ہیں وہ قدوقامت میں بختی اونٹوں کی برابر ہیں جو فضاء جنت میں اڑتے رہتے ہیں کسی ایک درخت سے دوسرے پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اہل جنت کے دل میں خیال آئے گا کہ آیا ان کا ذائقہ کیسا ہوگا وہ فوراً قدرت الٰہی سے ذبح ہو کر شوق کی آگ میں بریان ہو کر اخلاص کے طباق میں سجائے جائیں گے اور اہل جنت کو پیش کر دیئے جائیں گے وہ خواہش کرنے والا اپنے ذوق و ضرورت کے مطابق کھائے گا۔ جب وہ کھا چکے گا تو وہ مرغ اپنی اصل حالت میں آکر حسب معمول بہشت کے درختوں کی شاخوں پر اڑتا چلا جائے گا۔
ابراہیم علیہ السلام نے جب عالم دنیا سے یہ منظر دیکھا تو استدعا کی رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔

چوتھا قول اس سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی الٰہی آئی کہ اے ابراہیم ہم نے تمہیں خلت کی مسند پر بٹھایا اور تمہارے لئے وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا کا خطبہ نبوت کے منبر اور رسالت کی کرسی پر پڑھوایا۔ آپ نے عرض کیا الٰہی یہ وہ وقت ہے جو میرے خیال میں میری حیثیت سے زیادہ ہے اور میری خدمات سے زیادہ کا صلہ ہے۔ اس مقام اعلیٰ پر فائز ہوا ہوں اس کی بلندی ایسی ہے جو میرے فہم و ادراک سے ماورا ہے اور تیری کبریائی رفعت بلا تمثیل و تشبیہ اتنی بلند ہے کہ خواہشات کی کمند کی وہاں تک رسائی نہیں۔ اے خدا اس عطیہ کے سلسلہ میں کسی دلیل کا اظہار فرما دے تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میں منصب خلت پر کس لئے فائز ہوا ہوں۔ بشارت خداوندی ہوئی کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء جو عرصہ سے پردہ اخفا میں تھا تمہاری پیشانی میں نمایاں و درخشاں ہوگا۔ اس وقت خلت کی خلعت کو نبوت کے لباس پر پہناؤں گا اور تمہاری بزرگی کے پرچم کو امامت کے جھنڈے کے ساتھ سب کے سامنے لہراؤں گا جو اس آیت کے مصداق ہوگا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

احیاء موتیٰ کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اب اس نور محمدی کے ظہور کی علامت کیا اور کب ہوگی۔ حکم الٰہی ہوا کہ یہ اس دن ظاہر ہوگا جس دن تمہاری دعا سے مردے زندہ ہوں گے۔ تب جناب ابراہیم علیہ السلام نے استدعا کی۔ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ارشاد باری ہوا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ کیا تم ایمان نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا بیشک میں ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ سب کچھ اطمینان قلب کے لئے ہے تاکہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے باوجودیکہ میرا اعتقاد تیری ذات کے ساتھ درست ہے لیکن عاشقوں کو انتظار کی تاب نہیں ہوتی وہ ایک لمحہ کے فوری وصال کو ایک سال کے وصال کے وعدہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ محبوب کی یہ بات محب کو پسند آئی لہٰذا خطاب ہوا فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ چار پرندوں کو لیکر ذبح کرو اور چاروں کے گوشت کا قیمہ کر کے آپس میں مخلوط کر دو اور چار پہاڑیوں پر اس گوشت کو رکھ دو اور اس کے بعد قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھو۔ چاروں جانوروں کا گوشت علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی اصل ہیئت میں آجائے گا۔ اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ وہ چاروں پرندے مرغ۔ کوا۔ مور اور بطخ تھے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے حسب ہدایت ان چاروں جانوروں کو ذبح کر کے ان کا قیمہ کیا اور گوشت کو آپس میں ملا کر چار پہاڑیوں پر رکھ دیا اور ان پرندوں کے سر اپنے پاس رکھ لئے اور بعد میں ان جانوروں کو بلایا۔ آپ کے فرماتے ہی وہ گوشت اڑ اڑ کر علیحدہ ہوا اور اپنے بقیہ اجزاء سے جا کر مل گیا اور ایک جسم و جان ہو کر وہ جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور وہ سر جو آپ کے پاس رکھے ہوئے ان کے جسموں سے لگ گئے اور بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اپنی اصل حالت میں آکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ لَقَدْ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا پڑھتے ہوئے مصروفِ پرواز ہو گئے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام اس منظر کو دیکھنے میں مشغول تھے۔ اس وقت حضرت جبریل آپ کے پاس آئے اور دریافت فرمایا۔ آپ نے کیا دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسری وجہ: مذکورہ بالا واقعہ میں بہت سے لطیف اشارات ہیں جنہیں اہل بصیرت و اشارت نے بیان فرمایا ہے۔

جانوروں کا انتخاب

ان چار پرندوں کو جنہیں ذبح کے بعد دوبارہ حیات نو بخشی گئی کیا وجہ تھی کہ یہی جانور اس کام کے لئے منتخب کئے گئے۔ اس سلسلہ میں اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ ان چاروں پرندوں کو مخلوق الٰہی میں ان چار اصناف سے جو مکلف یعنی اپنے اعمال کی جوابدہی کے ذمہ دار قرار دیئے گئے ہیں ایک قسم کی قدر مشترک یا مماثلت ہے۔ وہ چار اصناف یہ بتائی گئی ہیں۔ انسان اجنہ، شیاطین اور مخلوق عالم بالا ملائکہ چنانچہ مور جو تمام پرندوں میں خوبصورت ترین پرندہ خیال کیا جاتا ہے۔ وہ انسان کی طرح ہے کیونکہ انسان تمام حیوانات میں افضل و اعلیٰ ہے۔ قرآن فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ بیشک ہم نے انسان کو نیک ساعت میں تخلیق فرمایا ہے۔ دوسرا کوّا جو تمام پرندوں میں طویل عمر رکھتا ہے اس کی مثال اجنہ سے دی گئی کیونکہ ان کی عمریں بھی طویل ہوتی ہیں۔ اسی طرح تیسرا جانور مرغ جو تمرد سرکش اور خواہشات کے اتباع میں سرفہرست ہے اس کی مثال شیاطین سے

دی گئی کیونکہ یہ جنس بھی تمرد و سرکشی میں اپنی مثال آپ ہے۔ چوتھا پرندہ بطخ اسکی تشبیہ ملائکہ سے دی گئی کیونکہ اس کی بیقراری ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح ملائکہ بھی طاعت و عبادت الٰہی میں بیقرار رہتے ہیں۔

جس طرح آج ہم نے طاؤس (مور) کو حیات نو عطا کی ہے کل روز قیامت انسان کو جو اشرف ترین مخلوق ہے اسی طرح زندہ کریں گے۔ آج کوّے کو حیاتِ نو ملی اسی کی طرح اجنہ کو بھی زندگی عطا کی جائے گی۔ مُرغ جو شہوات و خواہشات کا غلام ہے اس کے بدن میں جان ڈالی گئی ہے، اسی کی طرح شیاطین کے جسم میں جان ڈال دی جائے گی اور جس طرح بیقرار بطخ کو زندگی کا لباس پہنایا گیا ہے اسی طرح مقربین بارگاہ الٰہی یعنی ملائکہ کو انکی طاعت و عبادت کے ساتھ دوبارہ اٹھایا جائے گا جس طرح یہ چاروں پرندے آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلانے سے آئے۔ کل یہ چاروں اقوام بھی حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے پر حاضر ہو جائیں گے

پرندوں کے انتخاب کی وجہ

تمام حیوانات میں پرندوں کے انتخاب کی وجہ کیا ہے ؟

اس سلسلہ میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ تمام حیوان جسم اور روح کا مجموعہ ہیں اور پرندوں کی روح کو ایک طرح کی خصوصیت یہ حاصل ہے کہ وہ جسمانی ہونے کے باوجود زمین اور فضا میں یکساں طور پر گھومتے ہیں۔ ان کے برخلاف دوسرے حیوان صرف زمین پر ہی گھوم سکتے ہیں فضا تک ان کی رسائی نہیں اس وجہ سے ان کی روحانیت قوت جسمی پر غالب ہے اور پرندوں کے انتخاب کی منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے، انہیں چاروں پرندوں کے انتخاب کی وجہ کیا ہے ؟

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے اس کی یہ وجہ بتائی ہے کہ ان میں ہر پرندہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی واقعہ وابستہ ہے۔

(۱) مور نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خیانت کی اور ابلیس کو جنت میں لے آیا۔ کوّے نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بے ایمانی کی اسے اس کام کے لئے بھیجا گیا تھا کہ جا کر طوفان کے پانی کی بابت معلومات کر کے آؤ لیکن وہ مردار کھانے میں لگ گیا اور خبر لیکر واپس نہ آیا۔ بطخ نے حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خیانت کی کہ ان کے کپڑوں کو چھیڑ دیئے

چیتھڑے کردیا۔ الغرض ان تمام جانوروں نے انبیاء علیہم السلام کی اہانت کی تھی اور ان کی بددعا کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے۔ مور حضرت آدم علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں سرزمین ہند پر ڈالا گیا اور کوے کا رزق مردار چیزیں مقرر کردی گئیں۔ مرغ کے درمیان جنگ ودیعت کردی گئی اور بطخ کو حضرت یونس علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں بے سکون اور آوارہ کردیا گیا اور بعد میں انہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ہاتھوں ذبح کرایا گیا۔

ان چاروں پرندوں میں کوئی نہ کوئی بری خصلت پائی جاتی ہے اور یہی وجہ ان کے ذبح کرائے جانے کی ہے۔ مثلاً مرغ خواہشات نفسانی کا پیکر ہے جب کہ بطخ پیٹ کی بندی۔ کوا لالچی اور لمبی امیدیں باندھنے والا اور مور اپنے حسن وجمال میں بدمست۔

اس تمہید کے بعد اے طالب راہِ طریقت اور حقیقت کی زندگی کے متلاشی فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً کے طلب گار اپنی جان کے گریبان کو پکڑ کر اس میں سے مرغ کی شہوت کو نکال کوے کی حرص اور بے جا امیدوں کو علیحدہ کر بطخ کی شکم پروری کی عادت سے اپنے آپ کو شکم پروری سے بچا اور مور کی رعنائی کے غرور کو عالم فضا میں ڈال دے۔

کیونکہ جو خواہشات کا غلام ہوجاتا ہے وہ حیاتِ ابدی سے حصہ حاصل نہیں کرتا اور اس کی موت زندگی سے بہتر ہوتی ہے اور جو درازی عمر کی تمنا کرتا ہے اس کی فنا بقا سے بہتر ہوتی ہے اور جو بھی شکم پروری کا شکار ہوجاتا ہے اس کے معاملہ کی ابتدا ہی قطع کرنی بہتر ہوتی ہے اور جو عاشق نمائش وزیبائش کا دلدادہ ہوجاتا ہے اس کے وجود کو ختم کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

لطیف اشارہ: جناب ابراہیم علیہ السلام نے جب تک احیاء موتی کا منظر اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیا وہ مرتبہ کمال کو نہ پہنچے تو بھی اگر چاہتا ہے کہ تیرا دل بھی حیات ابدی سے ہمکنار ہوجائے تو تیرے باطن میں جو چار پرندے اس فضاء عالم میں مصروف بردار ہیں جب تک ان چاروں کا سر قطع نہ کرے گا..... مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مصداق ان حسنات کے حصول کے بغیر حیات حقیقی کی دولت کو حاصل نہ کرسکے گا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ چار مرغ جو تیرے اندر پوشیدہ ہیں کون سے ہیں۔ ان میں سے ایک حرص ہے اس کے سر کو استقلال کی چھری سے کاٹ ڈال اور قناعت کے پہاڑ پر رکھ دے۔ دوسرا طول امل ہے اس کو موت کی یاد کی چھری سے ذبح کر کے قطع امل کے

پہاڑ پر رکھ۔ تیسرا رعنائی ہے اس کو ریاضت کی چھری سے کاٹ کر زہد کے پہاڑ پر رکھ۔ چوتھا پرندہ طمع ہے اس کو توکل کی چھری سے ذبح کر کے تفویض کے پہاڑ پر رکھ دے۔ اس کے بعد ان چاروں پرندوں کو طاعت و عبادت کی طرف متوجہ کرنا تاکہ وہ حق تعالیٰ کی بزرگی کی وجہ سے تیری طرف بھاگیں اور سلامتی و نجات کے راستہ میں تیرے ہمسر ہوجائیں۔

ایک اور اشارہ یہ چار پرندے چار طبع انسانی کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے صفات ذمیمہ اور اخلاق ردیہ جبلت کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اب اہل بصیرت کا کام یہ ہے کہ خود کو ان کی صفات ذمیمہ سے محفوظ رکھے اور خود ان کی مخالف باتوں کے ساتھ متصف کرے تاکہ موت و حیات کی حقیقت اس پر واضح ہوجائے۔ اس سلسلہ میں شیخ سنائی نے فرمایا ہے:

چار مرغ اند چار طبع بدن بہر دین جملہ را بزن گردن
پس بایمان و عشق و عقل و دلیل زندہ کن ہر چہار را چو خلیل

ایک لطیف اشارہ رب تعالیٰ نے فرمایا اے خلیل (علیہ السلام) چار کام تمہارے اور ایک کام ہمارا، آپ کے ذمہ ذبح کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا، قیمہ کرنا اور ان کو بلانا اور ہمارا کام ان کو زندہ کرنا تھا۔ اسی طرح اے گنہگار بندے چار کام تیرے ذمہ ہیں اور ایک کام ہمارا ہے۔ تیرا کام توبہ کرنا۔ شرمندہ ہونا۔ التجا کرنا اور گناہوں کی عذر خواہی کرنا اور ہمارا کام تمام گناہوں کی مغفرت کرنا ہے۔

اے بندہ مطیع چار کام تجھے کرنے ہیں جس کے بدلہ میں چار انعام ہماری طرف سے ہوں گے۔ شکر خدمت تیری جانب سے اور توفیق طاعت ہماری طرف سے۔ گناہوں پر ندامت تیری جانب سے اور گناہوں کو بھلائیوں سے بدلنا ہماری جانب سے۔ شہادت تیری طرف اور اصلاح معاملات ہماری طرف سے۔ عمل صالح تیری جانب سے اور ان اعمال صالحہ کی قبولیت اور ان کی وجہ سے درجات کی بلندی ہماری طرف سے انعام ہوگا۔

ایک اور اشارہ ابراہیم علیہ السلام کے ذبح کردہ پرندے چار کیفیتوں میں مبتلا تھے۔ خون آلودہ ہوکر۔ جان جان آفریں کے سپرد کی۔ ہر ایک کے اعضا علیحدہ علیحدہ ہوئے

پھر یہ تمام اجزا ایک دوسرے کے ساتھ مختلط ہو گئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور حکم ربی مجتمع ہو گئے وہ جانور آلائش سے پاک صاف ایک دوسرے کا گوشت مخلوط شدہ مختلف پہاڑوں پر رکھا تھا۔ جیسے ہی حضرت ابراہیم نے بحکم ربی انہیں پکارا ان کے گوشت علیحدہ ہوئے اور حسب سابق اپنے اجسام میں تبدیل ہو گئے۔ لیکن ان پر ایک کیفیت اور طاری ہو گی جس سے اپنے بیگانے اور عزیز قریب غیروں کا سا رویہ اختیا کریں گے وہ یوم الحساب یا روز قیامت ہو گا۔ اس دن لوگ چار کیفیات سے دوچار ہوں گے پہلا گناہوں کی آلودگی دوسرے شرف دیدار الٰہی سے دوری۔ تیسرے عرصہ محشر میں بے یار و مددگار گھومتے پھریں گے اور اس وقت ایک دوسرے کی شکل سے بیزار ہوں گے وہ کافروں اور بیگانوں سے ملیں گے لیکن جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت رحمت الٰہی کی وجہ سے حاصل ہو جائے گی تو تمام آلودگیوں سے پاک ہوں گے اور انہیں آسودگی حاصل ہو جائے گی۔ تن کی سے آزاد ہو کر دل شاد ہوں گے عذاب سے خلاصی حاصل کر کے جنت میں مہمان ہوں گے اور پھر انہیں دنیا و آخرت کی نعمت عظمیٰ یعنی رویت الٰہی میسر ہو جائیگی۔

ولادت حضرت اسماعیل علیہ السّلام

تاریخ نگاروں نے اپنے شہ پاروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیاوی آسودگی حاصل ہوئی۔ مال اور مویشی کثرت سے جمع ہو گئے۔ اس وقت قلب مبارک میں آیا کہ رب کریم نے دنیا کی تمام نعمتیں عطا فرما دی ہیں لیکن اگر خالق عالم ایک انعام اور عطا فرمائے اور اولاد نرینہ سے سرفراز فرمائے تاکہ وہ منصب نبوت اور منصب رسالت پر متمکن ہو تو وہ امت کو جادہ مستقیم کی طرف بلائے تو یہ اس کا ایک اور انعام ہو گا۔

قضائے ربانی سے جناب سارہ لاولد تھیں اور ان سے اولاد ہونے کی توقع بھی نہ تھی جب انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش کا علم ہوا اور ان کے ذوق و شوق کا اندازہ ہوا تو ان کے دل میں یہ آیا کہ ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں تاکہ ان کی اولاد نرینہ کی تمنا پوری ہو جائے۔ جناب ہاجرہ نو عمر اور حسین و جمیل تھیں۔ جب وہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی مصاحبت سے مشرف ہوئیں۔ اسی شب نطفہ صلب پدر (حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے رحم ہاجرہ میں منتقل ہو گیا اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم رحم ہاجرہ میں جلوہ افروز

ہو گیا اور مدت حمل پورا ہونے پر حسب تمنا فرزند تولد ہوا یہ فرزند ایسے تھے کہ اب تک نہ تو آسمان
نے ایسی ہستی کو دیکھا تھا اور نہ روئے زمین پر ایسی ہستی جلوہ افروز ہوئی تھی۔ شفیق باپ نے
عبرانی زبان میں ان کا نام اشموئیل رکھا اور بعد میں کثرت استعمال سے اشموئیل سے اسماعیل ہو گیا
نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کی وجہ سے جناب اسماعیل کی ذات مقدس ایسی مرجع خلائق
ہوئی جو کوئی انہیں دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا اور ان کی محبت اس دیکھنے والے کے قلب میں جاگزین
ہو جاتی خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت کا یہ عالم تھا کہ دو گھڑی بھی اپنے سے جدا نہ کرتے اور
اپنی گود یا کاندھوں پر لئے رہتے۔ فطرت انسانی کے ماتحت جناب سارہ کو اس انداز محبت سے
رشک پیدا ہوا کیونکہ ان کی بھی یہ خواہش تھی کہ یہ شرف ان کی اولاد کو حاصل ہوتا اور نور محمدی
علیہ السلام کا شرف ان کی نسل کو ملتا۔ ایک دن فرط قلق سے مجبور ہو کر انہوں نے قسم کھائی کہ
ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کر کے ان کی حالت کو بدل دیں گی۔ جب ہاجرہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ
وہاں سے چلی گئیں اور آس پاس کے علاقہ میں گھومتی رہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت
سارہ سے سفارش کی کہ وہ ہاجرہ سے اپنا دل صاف کر لیں اور اپنی قسم کو پورا کرنے کے لئے جناب
ہاجرہ کے کان چھید دیں اور ان کے اندام نہاں سے کچھ حصہ بھی کاٹ دیں۔ لہٰذا جناب سارہ نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے مشورہ پر عمل کیا اور صفائی قلب کے بعد ان کے کان چھید دیے (اس طرح
یہ رسم عورتوں میں جاری ہو گئی) لیکن اس کے باوجود ان کے دل میں خلش باقی رہی، ادھر
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حق زوجیت کی وجہ سے اور جناب سارہ کے حق ملکیت کی وجہ سے
خدمت گزاری جناب ہاجرہ کو مشغول رکھتی اور یہی خدمت گزاری اس بات کا موجب ہوئی کہ حضرت
ابراہیم ان خدمات کے اعتراف کی وجہ سے ان کی طرف انعطاف توجہ زیادہ فرماتے۔ ایک دن
حضرت سارہ کی امید بر آئی ان کی دعائیں بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئیں اور جناب ابراہیم علیہ السلام
کو حکم ملا کہ وہ جناب سارہ کی خواہش کے مطابق عمل کریں۔ حضرت ابراہیم نے سارہ سے دریافت
فرمایا آپ کیا چاہتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ ان دونوں ماں اور بیٹے کو ایسی جگہ
چھوڑا جائے جہاں نہ پانی ہو نہ سایہ بے آب و گیاہ بنجر علاقہ اور فریدبراں آبادیوں سے دور بھی
ہونا چاہیئے وہاں آپ ان کو چھوڑ کر فوراً واپس آ جائیں حضرت سارہ کی مرضی کے مطابق عمل کرنے

میں جناب ابراہیم علیہ السلام غور فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل بہشت سے ایک برق رفتار سواری جنت سے لے آئے۔ لہذا ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں (حضرت اسماعیل و ہاجرہ) کو اپنے پیچھے براق پر بٹھایا اور جبریل علیہ السلام کی معیت میں سرزمین مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ قطع مسافت کے بعد جب (وادی ام القریٰ) سرزمین حرم میں آئے تو جبریل علیہ السلام کے مشورہ سے وہاں سواری سے اترے اور چاہ زمزم کے مقام پر کھڑے ہو گئے جبریل امین نے بتایا کہ مشیت ایزدی یہ ہے کہ ان کو یہاں چھوڑ دیا جائے۔

حضرت اسماعیلؑ مکہ میں

اس دور میں مکہ مکرمہ پتھر کی طرح سخت اور عاشقوں کے سینہ کی طرح تپتا ہوا مقام تھا۔ اس کی ہوائیں کوہ اثیر کا نمونہ اور اس کی زمین کبریت احمر کے مناظر پیش کرتی تھیں۔ اس علاقہ کا تپتا ہوا ریت یاقوت سرخ کا سماں پیش کر رہا تھا کہ اس علاقہ میں نہ کوئی گھر تھا نہ کوئی رفیق و غمگسار نہ یار و مددگار

وبلدة لیس بہا انیس الا الیعافیر والعیس

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا

انیس ولم یسمر بمکة سامر

اس علاقہ کی یہ فضا اور ایسا ماحول تھا چنانچہ اس جگہ جناب جبریل نے ان نفوس قدسیہ کو ٹھہرنے کا مشورہ دیا اور خود وہاں سے چوتھے آسمان پر چلے گئے۔ حضرت ابراہیم نے انہیں مقام زمزم کے عقب میں مسجد حرام کی جگہ دونوں ماں اور بیٹے کو بٹھایا۔ تھوڑی کھجوریں اور پانی کا برتن ان کے پاس رکھا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب جناب ہاجرہ نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا تو ان کو روکنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ جب ابراہیم علیہ السلام دور چلے گئے تو وہ ان کے پیچھے بھاگیں لیکن پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توجہ نہ دی۔ جب ہاجرہ نے ان کا یہ طرز عمل دیکھا تو بہت پریشان ہوئیں۔ لیکن حضرت ابراہیم نے اپنے وعدہ کی پاسداری میں جو انہوں نے جناب سارہ سے کیا تھا کوئی جواب نہ دیا تو جناب ہاجرہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے ابراہیم اس خدائے عزوجل کا واسطہ جس نے آپ کو منصب خلافت عطا فرمایا ہے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آیا آپ ہمیں اس بیابان مقام پر اس خالق مالک کے حکم کے مطابق چھوڑے جا رہے ہیں؛ حضرت ابراہیم

نے فرمایا" ہاں" یہ سنتے ہی حضرت ہاجرہ لٹے قدم واپس ہوگئیں اور اپنے قلب کو تسلی دی = اذا لایضیعنا رضیت باللہِ ربا وحسبی اللہ علیہ توکلت اب ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوگی ہم اپنے رب کی رضا میں راضی ہیں وہی ہمارے لئے کافی ہے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے، ان الفاظ سے اپنے دل کو تسلی دی اور اس ربِّ کریم کی طرف لَو لگائی۔ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت ابراہیم ثنیہ آئے یہاں سے حضرت ہاجرہ نظر نہیں آ رہی تھیں لہذا دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ جس کے الفاظ قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمائے رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ (آخر آیت تک) یہ دعا کرنے کے بعد وہاں سے حضرت سارہ کے مکان کی طرف حسرت و یاس کا پیکر بنے واپس ہو گئے۔

حضرت ہاجرہ صفا و مروہ پر

ادھر اس ویران مقام پر حضرت ہاجرہ اپنے شیر خوار فرزند کے ساتھ بے یار و مددگار علائق زندگی سے بے تعلق تن تنہا اس جگہ بیٹھ رہیں۔ ماں بیٹے کے چہرہ کو دیکھتیں اور بیٹا ماں کے چہرہ پر نظر ڈالتا اور روتا۔ حضرت ہاجرہ ضرورت کے وقت کھجوریں کھاتیں اور شدت پیاس کے وقت پانی پی لیتیں۔ بھوک کے وقت فرزند شیر خوار کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ کھجوریں اور پانی ختم ہو گیا اب نہ کھانے کو کھجور اور نہ پینے کو پانی رہا تو بھوک پیاس کا غلبہ ہوا اور حضرت اسمٰعیل کے لئے چھاتیوں میں دودھ نہ رہا اور وہ بھوک پیاس کی شدت سے بیتاب ہوئے اور زمین پر لیٹے تڑپتے رہے۔ اس وقت شفقت مادری جوش میں آئی اور زندگی کے لئے جد و جہد کرنی شروع کی۔ لہذا وہاں سے اٹھیں اور کوہ صفا جو نزدیک ہی تھا چڑھیں لیکن کوئی متنفس نظر نہ آیا لہذا وہاں سے اتر آئیں اور وادی میں گھومنے لگیں اور وہاں سے چلتی ہوئیں کوہ مروہ تک آئیں۔ اس طرح فرط پریشانی میں دونوں پہاڑوں کے درمیان ہر مرتبہ اپنے نونہال کی خبر گیری کے لئے آتی رہیں تاکہ یہ دیکھتی رہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی جنگلی جانور نے آکر بچہ کو اذیت دی ہو۔ آخری پھیرے پر جب وہ مروہ آئیں تو ایک آواز سنی تو خیال ہوا کہ کسی نے آواز دی ہے لیکن آواز دینے والا کوئی نظر نہ آیا وہ آواز دینے والے منادی غیب جناب جبریل امین تھے۔ اس وقت جناب ہاجرہ زبان حال سے کہہ رہی تھیں۔

تو در پردہ از تو ندا میرسد　　بگوشش دلم زاں صدا میرسد
زپردہ برون آئی تا بینمت　　بجان و دل و دیدہ بگزینمت
چو میخوانیم راہ بنما بخویش　　کہ از زخم ہجرِ توام سینہ الیش

دریں وادی غم ترا خواندہ ام
بفریاد من رس کہ در ماندہ ام

اس مضمون کی صدا دیتے ہوئے فرمایا اے منادی اگر تم مدد کرنا چاہتے ہو تو یہی مدد کا وقت ہے۔

چشمۂ زمزم ابل پڑا

جگر در تاب و دل در موجِ خون است
گر آری رحمتی وقتش کنونست

دوبارہ آواز آئی کہ اے حاجرہ اپنے قیام کی جگہ آجاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے فرزند کی حفاظت فرمائے گا اور وہ اس دنیا میں باقی رہیں گے۔ یہاں وہ اپنے والد کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کریں گے اور اس خطہ کو اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے گا۔ جناب ہاجرہ جب یہ باتیں سنتی ہوئی حضرت اسمٰعیل کے پاس آئیں تو چاہ زمزم کی جگہ حضرت جبریلؑ موجود تھے۔ جبریلؑ امین نے ان سے فرمایا کہ اے نیک خاتون آپ کون ہیں آپ نے فرمایا اسماعیل کی ماں۔ اور حضرت ابراہیم کی بیوی۔ جبریلؑ امین نے سوال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہیں یہاں کیوں اور کس کے بھروسہ پر چھوڑا ہے۔ ہاجرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اسی کے بھروسہ پر چھوڑا ہے۔ جبریلؑ امین نے فرمایا کہ جب اس کے بھروسہ پر چھوڑا ہے تو اس کا بھروسہ بہت کافی ہے۔ اسی گفتگو کے درمیان ایک مرتبہ جو جناب ہاجرہ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ قریب میں پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے چشمہ زمزم کے سلسلہ میں مختلف روایات دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب شدت تشنگی سے زمین پر پیر مار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایڑیوں کی ضرب سے یہ چشمہ جاری فرمایا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق جناب جبریلؑ نے زمین پر ٹھوکر ماری تھی جس سے یہ چشمہ ظاہر ہوا تھا۔ تیسری روایت کے مطابق جناب جبریلؑ نے زمین پر اپنا پیر مارا جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔

اس وقت جناب ہاجرہ کی مسرت قابل دید تھی خود بھی سیراب ہوئیں اور بیٹے کو بھی پلایا اور اس طرح بھوک اور پیاس سے نجات حاصل کی۔ اس وقت آپ نے چاہا کہ پانی کی چاگل بھر لیں لیکن لیکن حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اس کو بھرنے کی ضرورت نہیں یہ پانی ختم نہ ہوگا اور آپ کی ضروریات کو پورا کرتا رہے گا۔

حضرت ہاجرہ نے پتھر اور مٹی جمع کر کے اس پانی کے چاروں طرف مینڈھ (آڑ) بنائی تاکہ پانی جمع ہوجائے اور دور تک پھیل کر ضائع نہ ہو۔ اس وقت ایک ندا غیبی سنی کہ پانی کے ضائع ہونے کا خوف نہ کرو اور اس کی روانی سے متفکر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پانی تمہارے مبارک فرزند کے لئے جاری فرمایا ہے وہ اس میں برکت عطا فرمائے گا اور وہی خالق و مالک تمہارے بیٹے کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا اور یہ فرزند اس جگہ اپنے والد کی مدد سے ایک مکان اللہ کے لئے بنائیں گے اور اطراف و اکناف عالم سے لوگ اس کی زیارت کو آیا کریں گے اور وہ آنے والے اس متبرک پانی کو پئیں گے۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت ہاجرہ کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم الله ام اسمٰعيل لوتركت لكان زمزم ماء معينا اگر حضرت ہاجرہ بخل کی وجہ سے اس قسم کے پانی کو نہ روکتیں تو قیام قیامت تک یہ پانی جاری رہتا اور سارا عالم اس سے مستفیض ہوتا۔

مکہ آباد ہونے لگا حاصل کلام یہ کہ جب اس علاقہ میں پانی دستیاب ہوگیا اور جناب ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی ضروریات کی کفالت ہونے لگی اس طرح وقت گزرتا رہا اور ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ ایک قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ بالائے مکہ کی طرف سے آیا اور وادی کے زیریں حصہ میں مقیم ہوا۔ یہ قبیلہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے بنی اعمام (چچا کی اولاد) میں سے تھا جو سرزمین یمن میں مقیم تھے لیکن تجارت کے لئے یمن سے براہ مکہ شام کی طرف جارہے تھے۔ اس دور میں ایک عادت یہ تھی کہ جو قافلہ اس راستہ سے گزرتا وہ وادی مکہ سے جلد سے جلد گزرنے کی کوشش کرتا کیونکہ اس علاقہ میں پانی نہ تھا اس وجہ سے اہل قافلہ کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس مرتبہ بھی قافلہ والوں کے پانی ختم ہوگیا ضروریات تو

علیحدہ شدت پیاس کی وجہ سارا قافلہ پریشان تھا بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اس قدر نقاہت ہوئی کہ آگے جانے کی ہمت ہی نہ رہی اور تھک کر وہیں رک گئے۔ اتفاقاً قافلہ والوں نے پرندوں کا ایک غول اس علاقہ میں اڑتا ہوا دیکھا اور اپنے تجربہ کی بنا پر سوچنے لگے کہ پرندے اس علاقہ میں نظر آتے ہیں جہاں پانی دستیاب ہو لیکن اس وادی میں پانی کہاں سخت تعجب ہوا کچھ لوگ کہنے لگے کہ اس وادی میں تو پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا لیکن پرندوں کا وجود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہاں پانی کا کوئی چشمہ نکل آیا ہے لہذا دو آدمیوں کو پانی کی تلاش اور پرندوں کی موجودگی کی وجہ کا پتہ لگانے کے لئے روانہ کیا وہ تلاش کرتے ہوئے اس چشمہ کے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک خاتون شیر خوار بچے کو لئے ہوئے پانی کے چشمہ کے پاس بیٹھی ہیں۔ ان لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے جناب ہاجرہ سے دریافت کیا کہ آپ کا تعلق انسانوں سے ہے یا آپ جنوں کے قبیلہ سے ہیں۔ جناب ہاجرہ نے سارا واقعہ بتا کر کہا کہ رب تعالیٰ نے یہ چشمہ میرے اور میرے نور نظر کے لئے جاری فرمایا ہے اور یہ ہمارے اور آنے والی نسلوں کے کام آئے گا۔ ان لوگوں نے اس پانی کو پیا اور اس کو نہایت خوش ذائقہ پایا۔ پانی پینے کے بعد حضرت ہاجرہ سے دریافت کیا کہ آپ کے علاوہ کسی اور کا اس پانی پر حق ہے حضرت ہاجرہ نے فرمایا نہیں۔ ان لوگوں نے اس علاقہ کو اپنے اور اپنے مویشیوں کیلئے بہت پسند کیا اور واپس آکر اپنے ساتھیوں کو حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادہ کے متعلق باتیں بتائیں وہ سب لوگ وہاں سے پانی کے قریب آگئے اور خوب شکم سیر ہو کر پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اس کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگوں نے جناب ہاجرہ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے ساتھ یہاں مقیم ہوجائیں اور آپ کی خدمت گزاری کریں۔ جناب ہاجرہ نے فرمایا اس شرط پر کہ اس پانی پر تمہارا کوئی دعویٰ نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کرلیا اور وہاں سے یمن واپس آئے بعد میں اپنے قبیلہ ساز وسامان اور مویشیوں کو لیکر وہاں آگئے۔ انہوں نے اپنے بنی اعمام (چچا کی اولاد) کو بھی ساتھ لے لیا۔ یہ لوگ قطورا کے نام سے مشہور تھے۔

بنی جرہم کا سردار مضاض بن عمرو تھا اور قطورا کے سردار سمیدع بن عامر تھے۔ مضاض نے بالائی مکہ اور سمیدع نے زیریں حصہ میں قیام کیا اور اپنے رہنے کے لئے مکانات بنائے ان

دونوں قبیلوں نے جناب ہاجرہ و اسماعیل کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، ادہر ان دونوں کو ان قبیلوں کی وجہ سے سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔ جناب اسماعیلؑ نے انہیں قبیلے والوں میں نشو و نما پائی اور انہیں سے زبان عربی سیکھی۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جناب اسماعیل علیہ السلام وہ پہلے فرد ہیں جو فصاحت و بلاغت اور روانی کے ساتھ عربی بولتے تھے منجملہ تمام صفات و کمالات کے والد محترم کی تمام خوبیاں جناب اسماعیل علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور ان کی یہ خوبیاں سیرت کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں جن کی سند حد تواتر کو پہنچ چکی ہے۔

'اسماعیل کے معنیٰ عربی زبان میں مطیع اللہ: اللہ کی اطاعت کرنے والے کے ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بات تصدیق کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ہفتہ اور بعض روایات کے مطابق ہر مہینہ صبح کے وقت براق پر سوار ہو کر ملک شام سے روانہ ہوتے اور چاشت کے وقت مکہ پہنچ جاتے اور جناب ہاجرہ و اسماعیل علیہ السلام کی خیریت معلوم کر کے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد پھر واپس شام تشریف لے آتے۔ فوری واپسی کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے جناب سارہ سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ جناب ہاجرہ کے پاس زیادہ دیر قیام نہ کریں گے۔ اور ان کی خیریت معلوم کر کے فوراً واپس آجایا کریں گے۔ القصہ یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا، یہاں تک کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کی عمر شریف سولہ سال ہوئی اور سبزہ نوجوانی ان کے خد و خال سے نمایاں ہوا اس زمانہ میں جب ابراہیم علیہ السلام ان کی خیریت معلوم کرنے آتے تو کبھی رات کو قیام بھی کر لیتے تھے اور کبھی ایک دو روز ٹھہر جاتے تھے۔ اسی دوران ان کو بیٹے کی قربانی کا حکم ملا۔ اگرچہ فرزند کے تعین میں بعض مورخین نے اختلاف کیا ہے کہ وہ بیٹے حضرت اسماعیل تھے یا اسحاق علیہم السلام، ہر مورخ نے اپنے قول کے ثبوت میں دلائل پیش کئے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث :.... انا ابن الذبیحین اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اس فرزند سے جناب اسماعیل کی ذات گرامی مراد ہے اور اکثریت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے اور جناب مصنف نے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر میں اس موضوع کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

حضرت اسماعیل کی قربانی

فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ اس آیت کریمہ کے سلسلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ "بُنَيَّ" کا مصداق حضرت اسماعیل ہیں یا اسحاق علیہم السلام۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت مثلاً حضرات عمر فاروق علی مرتضیٰ تابعین اور تبع تابعین مثلاً کعب احبار سعید بن جبیر، قاسم بن ابی بکر، مسروق، عبدالرحمان بن سائط۔ ابوالہذیل زہری کا فرمان ہے کہ اس سے حضرت اسحاق کی ذات مراد ہے اور دوسری جماعت جن میں عبدالرحمان بن عباس، عبداللہ بن عمر، عمرو بن العاص۔ ابوالطفیل عامر بن واصلہ رضی اللہ عنہم اجمعین، امام جعفر صادق، سعید بن مسیب یوسف بن مہران۔ مجاہد شعبی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ "بُنَيَّ" کا مصداق حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں ان میں ہر گروہ نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ اس کتاب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے دوسرے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور "بُنَيَّ" کا مصداق حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تسلیم کیا ہے

قربانی کا حکم

کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نذر مانی تھی کہ اگر خداوند قدوس انہیں اولاد نرینہ عطا فرمائے گا تو اسے اللہ کی راہ میں قربان کریں گے، قدرت الٰہی سے انہیں دو فرزند حضرات اسماعیل و اسحاق علیہم السلام عطا ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی نذر ادا کرنا بھول گئے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ مکہ کی قربان گاہ میں ایک شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ نذر کے مطابق اپنے بیٹے کی قربانی کیجئے۔

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سلام کے معنیٰ یہاں تسلیم مراد لئے گئے ہیں جس کا دائرہ تمام امور احوال اولاد، ابدان، اموال تک وسیع ہے لہٰذا رب تعالیٰ نے چاہا کہ اس سلسلہ میں جناب ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا جائے تاکہ تسلیم سپردگی کا صحیح مفہوم ظاہر ہو جائے اور آپ کا جسم مبارک جو خلت کی ٹکسال کا زر خالص تھا اس کو نمرود کی آگ میں صاف کر دیا اور اس کیفیت کا اظہار اس طرح کردیا کہ ایک فرشتہ کو سائل کے لباس میں بھیجا تاکہ ان کے سامنے اللہ کا نام لیں اور اللہ کا نام سنتے ہی جو کچھ بھی ان کے پاس تھا

وہ راہ خدا میں دیدیا جس کی تفصیل آئندہ ابواب میں بیان کی جائے گی۔ اب اپنی ذات کے بعد بیٹے سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا اور ان کے ذبح کا حکم دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک گائے تھی اور اس کا ایک نہایت خوبصورت بچھڑا تھا جس سے ہر شخص پیار کرتا تھا اور خاندان ابراہیمی کی نظروں کا تارا تھا اس کے چاروں پیروں کو مہندی لگائی جاتی اور اس کی خوبصورتی کے اضافہ کے لئے طرح طرح کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس گائے کو بھی اپنے بچے سے بہت محبت تھی اگر بچہ سامنے نہ ہوتا تو وہ دانہ چارہ نہ کھاتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کچھ مہمان آئے گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا اور آپ کو مہمانوں کی خاطر کرنی ضروری تھی حکم ربی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ پیش نظر تھا لہذا آپ نے اس گوسالہ کو ذبح کر کے جلدی سے کھانا تیار کر کے مہمانوں کے سامنے کھانے کے لئے رکھ دیا۔ اس گائے نے اپنے بچے کے ذبح ہونے کا منظر دیکھا تھا اور اس کے درد دل کی کیفیت کا اندازہ خالق کائنات کو ہوا لہذا اس خالق عالم نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ جس طرح تم نے اس گوسالہ کو ذبح کیا ہے اپنے بیٹے کو بھی قربان کرو۔

ایک عجیب واقعہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ ایک شخص نے ایک گوسالہ کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس کی ماں کی محبت کی خاطر اس شخص کے داہنے ہاتھ کو جس سے اس نے اس گوسالہ کو ذبح کیا تھا خشک کر دیا۔ ایک دن وہ آدمی راستہ میں جا رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک پرندہ کا بچہ گھونسلے سے گر پڑا ہے۔ اس نے ازراہ ہمدردی اٹھا کر گھونسلہ میں رکھدیا اسی لمحہ اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا اور ایک ندا سنی کہ رحمت فرجمناك. قسوت فعذبناك تو نے جذبہ رحم کا اظہار کیا تھا تو ہم نے تجھ پر رحم کیا اور جب تو نے سنگدلی کا ثبوت دیا تھا تو ہم نے تجھ پر عذاب کیا تھا اور سزا دی تھی۔

ایک اور امتحان جب حق تعالیٰ نے جناب ابراہیم کو منصب خلت پر سرفراز فرمایا اس وقت ملائکہ نے کہا کہ اے رب کریم اس بندہ کو تو نے مال و زر فرزند و زن صحت و تندرستی تمام نعمتوں سے سرفراز فرما دیا۔ اس تمام نعمتوں پر ان کی آزمائش ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بیشک یہ تمام نعمتیں ان کو ملی ہیں لیکن یہ تمام نعمتیں انہیں ہماری محبت سے باز نہیں رکھ سکتیں

اور یہ ہماری محبت کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں۔ جاؤ اور ابراہیم کو آزمالو۔ لہٰذا یہ دونوں مقرب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان کی حیثیت سے شکل انسانی میں آئے ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کی پذیرائی کی اور ان کے لئے کھانا لائے اور ان سے فرمایا کہ بسم اللہ کھانا تناول فرمائیں ان مہمانوں نے کہا کہ ہم بغیر قیمت یا بدلہ دیئے نہ کھائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا بدلہ قیمت یا اجرت یہ ہے کہ آپ کھانے سے پہلے حق تعالیٰ کا نام لے کر شروع کریں۔ اور آخر میں فراغت کے بعد اس کا شکر ادا کریں۔ یہ سن کر ان حضرات نے فرمایا حق لك ان یتخذ اللہ خلیلا آپ اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوست ہوں — ان مہمانوں کو گھر میں چھوڑ کر ابراہیم علیہ السلام ریوڑ چرانے چلے گئے لیکن یہ دونوں مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں جنگل کی طرف چل دیئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بارہ ہزار ریوڑ تھے جن کی حفاظت بارہ ہزار کتے کرتے تھے اور ہر کتے کے گلے ہزار مثقال وزنی سونے کا پٹہ تھا۔ ایک دن ان سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے کتوں کے گلے میں اتنے وزنی طلائی پٹے کس لئے ڈالے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ دنیا مردار ہے اور مردار کتوں کی خوراک اس لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ القصہ جبریل علیہ السلام ایک سائل کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آئے اور کہا کہ یہ ریوڑ کس کے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کی امانت میرے پاس ہے۔ جبریل نے کہا کہ ان میں کچھ کو بیچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ دوست کا نام لو اور تہائی لیجاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے اس کے صفات میں سے حلیم کا نام لیا اور ایک روایت کے مطابق لا الٰہ الا اللہ کہا اور ایک روایت کے مطابق سُبحانَ المَلِکِ القُدُّوس کہا موسوی روایت کے مطابق سبحانہ ما اعظمہ من عظیم ما اقدمہ من قدیم وما اکرمہ من کریم ما احلمہٗ من حلیم ما رحمہ من رحیم جب جبریل کی زبان سے یہ کلمات سنے آتش شوق محبت بھڑک اٹھی اور فرمایا اے دوست ایک مرتبہ اس ذات کا نام اور دہراؤ اور ایک تہائی ریوڑ اور لیلو۔ جبریل امین نے دوسری مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا ایک مرتبہ اور دوست کا نام لیدو اور بقیہ تمام تمام مال و دولت لیجاؤ۔ اس طرح انہوں نے تین مرتبہ رب تعالیٰ کا نام سنکر

سارے ریوڑ دیدیئے تو پھر کہا کہ ایک مرتبہ اور اس کا نام لیدو اور کتوں کے گلے میں جو پٹے ہیں وہ بھی تمہارے ہو جائیں گے۔ اس طرح یہ مرحلہ بھی مکمل ہؤا لیکن آتش شوق ہر مرتبہ تیز تر ہوتی رہی تو جناب ابراہیم نے فرمایا کہ پیارے آقا کا نام ایک مرتبہ اور سنا دو اور میری آزادی بھی ختم کردو اور مجھے اپنا غلام بنالو تاکہ اس کے نام پر یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے۔ اس وقت جبریل علیہ السلام کو خطاب ہؤا اے جبریل تم نے میرے خلیل کو دیکھا۔

اس تمام گفتگو کے بعد حضرت جبریل نے جناب ابراہیم سے اپنا تعارف کرایا اور اللہ کی مرضی سے آپ کا امتحان لینے آیا تھا اب مجھے آپ کے ریوڑ اور دولت کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ آپ کو یہ مال مبارک ہو اس میں آپ حسب سابق تصرف کریں لیکن اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا" اے جبریل جو مال میں اللہ کے لئے دے چکا ہوں اس کو واپس نہیں لے سکتا۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں میں نے دو روایتیں دیکھی ہیں۔

مصارف خیر کیلئے پہلا وقف

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ربی ہؤا کہ اس حال میں تم تصرف کرنا نہیں چاہتے تو اس تمام ساز و سامان (گلہ) کو فروخت کر کے اسے راہِ خدا میں وقف کردو تاکہ غربا و مساکین کے کام آئے اور اس کا اجر ابدالآباد تک باقی رہے۔

(۲) ان تمام مویشیوں کو آزاد کردو اور یہ جنگلی بھیڑیں بکریاں تمام اسی نسل سے ہیں۔ جن سے قیام قیامت تک لوگ استفادہ کرتے رہیں گے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مال کا امتحان تھا جس کا ذکر کیا گیا۔

رہا بدنی امتحان سو اس کا مظاہرہ نمرود کی آگ میں ڈالے جانے کے وقت ہؤا اس وقت بھی آپ کی زبان مبارک پر حسبی اللہ تھا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر گل و گلزار کر دیا۔

اولاد کی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانی و مالی امتحان کے بعد اولاد کے سلسلہ میں امتحان لیا گیا۔ اس کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ ۸ ذی الحجہ کی

کی آنے والی شب کو جناب ابراہیم محراب مناجات میں قیامت میں استقامت کی دعا فرما رہے تھے اور واحد دیکھتا معبود کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے، اس اثنا میں ان کی دماغی پرواز شروع ہوئی اور نور بصیرت نے بصارت کو متوجہ کیا اور بعد میں نظر بندی کی کیفیت پیدا ہو گئی اور دوسری منزل ایسی آئی کہ مدہوشی کا احساس ہونے لگا، احساس و تخیل کی پرواز رکتی معلوم ہوئی اور جناب ابراہیم کو خواب کی کیفیت میں یہ محسوس ہوا کہ ایک فرشتہ ان کے سرھانے کھڑا ہے اور جناب اسمٰعیل ان کی گود میں ہیں وہ فرشتہ حضرت ابراہیم سے کہہ رہا ہے کہ میں تمہارے پروردگار کا فرستادہ ہوں۔ رب تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ اس فرزند کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیجئے، یہ سنتے ہی آپ نیند سے اضطراری حالت میں بیدار ہو گئے اور اس خواب کو شیطانی وسواس خیال فرماتے ہوئے لَاحَوْلَ پڑھنی شروع کی اور بقیہ رات مصروف عبادت رہے دوسرے تمام دن متفکر رہے کہ رات کا خواب شیطانی وسواس کا نتیجہ تھا یا بشارت الٰہی۔

چونکہ آٹھویں ذی الحجہ کو آپ تمام دن بحر تفکر میں غرق رہے تھے اس لئے اس کو یوم الترویہ کہا جانے لگا۔ دوسری رات کو پھر آپ نے ویسا ہی خواب دیکھا جس میں بشارت ملی کہ آپ اپنے بیٹے کو مرضی الٰہی کے مطابق قربانی کیلئے پیش فرمائیں۔ دوسرے دن یعنی نویں تاریخ کو ایسی ہی کیفیت تھی لیکن لیکن رجحان قلب اس طرف ہو گیا کہ یہ خواب حکم الٰہی کی طرف توجہ دلا رہا ہے اس لئے نویں ذی الحجہ یوم العرفہ کہلایا۔ تیسری رات یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات آپ نے اس فرشتہ کو دیکھا لیکن آج پہلی راتوں کے برخلاف اس کے پاس شعلے نکلتی ہوئی آگ بھی تھی۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اٹھیے اور اپنے بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر دیجئے اور یہ بات یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کی جانب نہیں بلکہ اپنی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے، اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یقین مستحکم ہو گیا اور آپ کو یقین واثق ہو گیا کہ مشیت الٰہی فرزند دلبند کی قربانی کی مقتضی ہے اور قربانی کا وقت آ گیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ایک فرشتہ نے بتایا قم فقرب القربان لرب العالمین اٹھیے اور رب العالمین کی بارگاہ میں تقرب

حاصل کرنے کے لئے قربانی کیجئے ۔ دوسرے دن اٹھ کر آپ نے سو بکریوں کو پہاڑ کی چوٹی پر جاکر
قربان کر دیا معمول کے مطابق آگ آئی اور یہ قربانی قبول ہوگئی لیکن دوسری رات پھر آپ نے
ایسا ہی خواب دیکھا جس میں حکم ملا کہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے قربانی کیجئے دوسرے دن
آپ نے سو عمدہ اونٹ منتخب کر کے قربان کر دیئے آگ آئی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ یہ قربانی
بھی قبول ہوگئی ۔ تیسری رات جب یہی حکم ملا تو آپ نے استفسار

حضرت اسماعیل قربانی کے لئے تیار ہیں!

کیا کہ دو دانوں سے مجھے قربانی کا حکم مل رہا ہے اور میں قربانی پیش
کر رہا ہوں ۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کس چیز کی قربانی کروں اس
فرشتہ نے جواب دیا دلدل کہ اسماعیل اپنے بیٹے اسماعیل کی قربانی پیش کریں یعنی
آپ کو مامور کیا گیا ہے کہ اپنے بیٹے اسماعیل کو قربان کریں ۔ دوسرے دن علی الصباح
۱۰ ذی الحجہ کو آپ نے بی بی ہاجرہ سے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سر دھوئیں کنگھی
کریں تیل لگائیں اور عمدہ لباس پہنا دیں ۔ ہاجرہ نے دریافت کیا کہ اس اہتمام کی کیا ضرورت
ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے فرزند دلبند اسماعیل سے فرمایا کہ رسی اور چھری اپنے ساتھ رکھ لو ۔ ایک روایت میں ہے کہ
جب آپ سے چھری اور رسی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے ریوڑ کی طرف
سے جاؤں گا ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں قربانی کروں ۔ والد کے حکم کی تعمیل
میں حضرت اسماعیل نے چھری اور رسی ساتھ لے لی ۔

راستہ میں حضرت اسماعیل اپنے والد سے باتیں کرتے چلے انہوں نے معلوم کیا بابا جان
آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ایک دوست کے یہاں ۔
حضرت اسماعیل نے ایک اور سوال کیا کہ آپ کے دوست کا مکان کہاں ہے تب حضرت
ابراہیم نے جواب دیا کہ ہمارا دوست گھر اور جگہ سے بے نیاز ہے آسمان کو اس نے شامیانہ
اور زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے ۔ حضرت اسماعیل نے ایک اور سوال کیا کہ اے پدر بزرگوار
کیا وہ مہربان دوست ہمارے ساتھ طبق میں کھانے وقت شریک ہوگا ۔ ابراہیم علیہ السلام
نے فرمایا کہ اس کی بقا کھانے اور پینے سے بے نیاز ہے وھو یطعم ولا یطعم وہ

دوست کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا۔ اسماعیل علیہ السلام نے ایک سوال کر دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست مالدار ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیشک زمین و آسمان کے خزانے سب اس کی مِلک ہیں۔ ابھی ان دونوں نے تھوڑی سی مسافت طے کی تھی کہ جناب ابلیس اپنی روایتی مکاری کے ساتھ میدان عمل میں آئے اور کہنے لگے اب میں ان تینوں ماں باپ اور بیٹے کو فتنہ میں ڈالتا ہوں ابھی تو وقت ہے اگر یہ وقت نکل گیا تو یہ میری دستبرد سے باہر ہو جائینگے۔

شیطانی ترغیب

لہٰذا پہلے تو وہ ایک ضعیف العمر شخص کی شکل بنا کر جناب ہاجرہ کے پاس آئے اور ان سے معلوم کیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) بیٹے کو لیکر کہاں گئے ہیں۔ ہاجرہ نے فرمایا اپنے ایک دوست سے ملانے۔ یہ سن کر ابلیس لعین نے کہا غلط بلکہ وہ انہیں ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ جناب ہاجرہ نے فرمایا کہ باپ اپنے بیٹے پر بہت مہربان ہیں لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس کو ذبح کریں گے۔ شیطان نے کہا انہیں گمان یہ ہے کہ حکم ربی یہ ہے کہ بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے۔ یہ سنکر ھاجرہ نے فرمایا اگر یہ مرضی الٰہی ہے تو حکم الٰہی پر ہماری گردن تسلیم خم ہے اور اس کی رضا میں راضی ہیں۔ اور دل و جان سے حکم الٰہی کی تعمیل میں حاضر ہیں اور اللہ کی فرمانبرداری سے بہتر اور کونسا کام ہو سکتا ہے۔ ابلیس لعین ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چلا گیا بعض روایات کے مطابق اس وقت ابلیس ایک سفید پرندہ کی شکل میں حضرت اسماعیل کے قریب آکر کہنے لگا۔ اے اسماعیل تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد تمہیں کہاں لئے جا رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اپنے کسی دوست سے ملاقات کرانے۔ ابلیس نے کہا نہیں بلکہ خدا کی قسم تمہیں قتل کرنے کے لئے۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا غلط تم نے کہیں دیکھا یا سنا ہے کہ باپ نے کہیں بیٹے کو قتل کیا ہو۔ ابلیس نے کہا کہ انہیں گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہے۔ یہ سنتے ہی اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ حکم خداوندی ہے تو سمعاً وطاعةً لامر اللہ حکم الٰہی پر گردن اطاعت خم ہے۔

جب ابلیس ماں اور بیٹے کی طرف سے مایوس ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف توجہ کی اور کہنے لگا کہ اے بزرگ اس بچہ کو کہاں لیکر جا رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ

ایک ضروری کام سے فلاں گھاٹی تک جا رہا ہوں کہنے لگا کہ آپ اس فرزند کو ذبح کرنے کے لئے لیجا رہے ہیں اور یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا ہے یہ خیال غلط ہے اور یہ شیطانی وسواس میں سے ہے جو خواب میں نظر آتے ہیں جس میں اپنے فرزندوں کو قربان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خبردار ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ بعد میں پشیمانی اٹھانی پڑے گی جو اس وقت بیکار ہوگی یہ بات سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پہچان لیا کہ یہ کارنامہ جناب ابلیس کا ہے جو اپنا ورغلانے کا مشن پورا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے اس کو ڈانٹا یہ ذات شریف اس دروازہ سے بھی دھتکارے گئے۔ حضرت ابراہیم نے اس وقت یقین کامل کے ساتھ فرمایا اسی خدا کی قسم جس نے مجھے اس امر عظیم کا حکم دیا۔ بھاگ جا مجھ سے اور میری اولاد سے تیرا مقصد پورا نہ ہوگا۔ وہاں سے بھاگ کر انہوں (ابلیس) نے ایک پہاڑ میں پناہ لی اور حضرت اسماعیل سے کہا کہ اے اسماعیل اب تمہارے باپ ابراہیم تمہارا خون بہائیں گے اور تمہاری قبر میرے اندر بنے گی۔ جب آپ کے کان میں یہ آواز آئی تو آپ نے حضرت ابراہیم سے عرض کیا کہ پہاڑ سے میں نے یہ آواز سنی ہے مجھے تعجب ہے کہ پہاڑ گفتگو کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے نور چشم یہ شیطان ہے جو تمہیں طرح طرح سے بہکا رہا ہے اس طرف توجہ مت کرو۔ جب یہ دونوں حضرات پہاڑ کے قریب آئے تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے رونے لگے۔ سبحان اللہ نبی یوقد نبیا لیذبحہ تعجب کی بات ہے ایک نبی دوسرے کو ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

فانظر ماذا تریٰ

جب یہ دونوں حضرات دامن کوہ پر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ راز حضرت اسماعیل پر ظاہر کیا اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی مجھے خواب میں تمہیں ذبح کرنے کا حکم ملا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ اس مشورہ کے سلسلے میں اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ اس مشورہ کی غرض یہ تھی کہ فرزند کا امتحان لیں کہ وہ اس آزمائش کے وقت ان کے تاثرات دیکھیں کہ وہ صبر کا اظہار کرتے ہیں تاکہ باپ کے دل کو سکون واطمینان حاصل ہو جائے یا جزع فزع کرتے ہیں کہ باپ تلقین صبر کریں۔

اس وقت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا اے پدر بزرگوار کیا مجھے ذبح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے آپ نے فرمایا بیشک۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب اسماعیل علیہ السلام

نے یہ بات اپنے والد کی زبان سے سنی تو بیحد اظہار مسرت فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے بیٹے میں نے تمہیں ذبح کی خبر سنائی اور تم اس پر اظہار مسرت کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ والد محترم میں اس موقع پر کیوں نہ اظہار مسرت کروں کہ اس کی رضا اور حکم کی وجہ سے تقاضے دولت سے مشرف ہوں گا اور اس کی عنایات بے پایاں کی وجہ سے بہشت بریں کی نعمتوں کا مستحق ہو جاؤں گا اگر تمام عمر سخت مصائب اور پریشانیوں میں گذرے اور اس کے بدلے میں رضا الٰہی حاصل ہو تو میں تمام عمر کے مصائب خندہ پیشانی سے قبول کروں گا اور فرط مسرت سے اس عالم میں پھولا نہ سماؤں گا۔ پھر کس طرح اس نعمت کو جو نہایت آسانی سے میسر آرہی ہے چھوڑ دوں۔

دلدار مرا گفت کہ خونت ریزم　　گفتم کہ فتوح است ازاں نگریزم

ای کاش بدری بجائی یک جان صد جان

تا می کشی و بار دگر می خیزم

یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے باباجان آپ کو حکم ملا ہے اس کی بخوشی تعمیل کریں اور جس طرح بھی حکم ملا بعینہ اس کو کر گزریں آپ اپنے فرزند کو قربان کریں اور یہ میرے لئے اعزاز ہے کہ میں اس کی رضا میں راضی رہوں کہ اسکی بقا کے لئے جان دے دوں۔

کمترین بازیست اندر عاشقی جان باختن　　در بساط پاکبازی کفر و ایمان باختن

کار مردانست دریک دا دجانان ہر دو کون　　حاصل آوردن بدشواری و آسان باختن

غافلاں را گوئی سر می آید از خوباں در تیغ　　باش تا سلطان من آید بچوگاں باختن

شمع تو خوش می برا فروزد مفر ما مردنم

زانکہ ناموزد کسی پروانہ را جان باختن

اے والد مہربان جس وقت آپ کو نمرود آگ میں ڈال رہا تھا اس وقت آپ نے صبر کیا تاکہ دوست آپ سے راضی ہو جائے۔ اب آج وقت ذبح صبر کا مظاہرہ کر کے اس رب کریم کی رضامندی اور خوشنودی کا حقدار بنوں گا سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائیں گے۔

مشیت الٰہی کی وجہ سے اگر میں آپ سے جدا ہوں گا تو اسی کے فضل سے اس کے رحمت رضوان میں ہوں گا اگر دنیاوی نعمتیں مجھے حاصل نہ ہوں گی تو کوئی بات نہیں میں جنت اور آخرت کی نعمتیں حاصل کر لوں گا۔ اے بابا ذبح کی تکلیف ایک گھڑی سے زیادہ نہ ہوگی اور اس کا برداشت کرنا مجھے مشکل نہ ہوگا اور میرے لئے صبر کرنا آسان ہوگا لیکن مجھے فکر اس بات کی ہے کہ آپ اس صدمہ کو کس طرح برداشت کریں گے اور ساری عمر تکلیف و اذیت میں گذاریں گے۔ ابا جان خلیل کو نیند کہاں جس میں بیٹے کو ذبح کا حکم کیا جائے۔ کیا آپ کو خیال نہیں کہ بلاؤں کی منزل کا دروازہ نیند ہے۔ بلاؤں کے قافلے اور مصیبتوں کے قفل اس عالم دنیا میں عالم خواب میں کھلتے نظر آتے ہیں۔

شرمت نامد کہ در غمش خواب کنی   وانگہ ز غمش دو دیدہ پر آب کنی
او ناظر و واقف تو اندر ہمہ حال   تو در نظر دوست چرا خواب کنی

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ اگر آپ گھر سے چلتے وقت مجھے اس بارے میں بتا دیتے تو میں اپنی والدہ محترمہ کے گلے میں باہیں ڈال کر دو آنسو بہا لیتا۔

اندر فراق یاراں بگذار تا بگریم   چو ابر نو بہاراں بگزار تا بگریم
گر میکشی از انم در سینہ نیست حسرت   از درد و داغ ہجراں بگزار تا بگریم

تن خاک شد براہت تا بودت غباری
بر خاک کویت ای جاں بگذار تا بگریم

چند تجاویز: ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ بیٹا میں نے تمہیں گھر سے چلتے وقت اس وجہ سے نہیں بتایا تھا تاکہ تمہاری ماں اپنی محبت کی وجہ اس راہ میں حائل نہ ہو جائیں اور تعمیل ارشاد ربانی نہ ہو سکنے کی وجہ سے مجھ سے مواخذہ شرعی ہو جاتا۔ باپ کی بات سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا والد بزرگوار میری صرف یہی خواہش ہے کہ ہر حال میں آپ کا مطیع و فرمانبردار رہوں اور باپ کا جو منصب ہے اس کے مطابق ادب و احترام بجا لاؤں اور یہ ایسا کام ہے جس سے آپ کی اور رب العالمین کی بھی رضامندی حاصل ہو جائے گی۔ میں نے اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی رضامندی کے حصول کا عہد کر رکھا ہے۔ میری جسارت پر کچھ خیال فرمائیں مجھے اب چند باتیں (وصیتیں) عرض کرنی ہیں ع بداں کرم کہ تو داری امید واری ہست۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جان پدر بتاؤ وہ کیا باتیں ہیں۔ جناب اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ذبح کے وقت میرے ہاتھ پیر رسّی سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیں تاکہ میں وقتِ ذبح ہاتھ پیر نہ ماروں (کیونکہ جان کنی کی تکلیف سخت ہوتی ہے)

(۲) یہ کہ ذبح کرتے وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیں تاکہ میرے خون کے دھبے آپ کے کپڑوں پر نہ آئیں جس کی وجہ سے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا ہو۔

(۳) ذبح کرتے وقت چھری کو خوب تیز کرلیں تاکہ آسانی سے ذبیح ہو جس سے نہ تو مجھے تکلیف اور نہ آپ کو زیادہ محنت اور پریشانی اٹھانی پڑے۔

(۴) ذبح کے وقت میرا چہرہ زمین کی طرف کردیں تاکہ آپ کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑے مبادا شفقتِ پدری غالب آجائے اور آپ سے امرِ الٰہی کے پورا کرنے میں کوئی کمی رہ جائے۔

بیٹے کی یہ چار باتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نعم العون انت علےٰ امر اللہ تعالیٰ اے بیٹے امرِ الٰہی کو پورا کرنے کے سلسلہ میں تم نے اچھی باتیں کہی ہیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دو باتیں اور کہیں۔

(۵) اے والدِ محترم ایک گذارش یہ ہے کہ میرے زائد کپڑے اتار دیں تاکہ وہ خون آلود نہ ہوجائیں اور میں اگر تہ لے جاکر میری والدہ کو دیدیں جو میرے فراق میں بیچین اور بے قرار ہوں گی تاکہ اس کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک مل جائے اور ان کے دل کو سکون ہوجائے ان سے آپ یہ بھی فرمادیں کہ تمہارے بیٹے نے التجا کی ہے کہ اس موقع پر پریشان نہ ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ سے پیش فرستادہ (یعنی میری وجہ سے) کے واسطے سے خیر طلب فرمائیں اور بھلائی کے علاوہ اور کوئی کام نہ کریں۔ علاوہ ازیں یہ کام آپ کے لئے اطمینان وسکون کا سبب ہوگا نہ کہ تعزیت اور رنج وغم کی وجہ اور مجھے رب کریم سے یہ توقع ہے کہ وہ میری توقعات کو پورا فرمائے گا اور مجھے مایوس و ناامید نہ فرمائیگا۔

(۶) اور میری چھٹی وصیت یہ ہے کہ جب کبھی کسی نوخیز لڑکے کو دیکھیں کہ وہ بچپن کی حدود کو پار کرنے والا ہے اور اس کے خدوخال پر سبزہ اگنے والا ہے تو اس کو دیکھ کر میری ایسی ہی کیفیت کو یاد کرلیں اور بہار کے موسم میں دریا پر گذر ہو جب اس کے رواں دواں پانی کو دیکھیں تو میرے آنسوؤں کو یاد کرلینا اور اگر باغ کی جانب آپ کا گذر ہو اور وہاں گل لالہ پر نظر پڑجائے تو میرے خون

آلود رخساروں کی یاد سے غافل نہ ہونا اور باغ میں گل سوسن کی تلاش میں ہوں تو میرے چہرہ نگارین کو یاد کر لیں۔ اور اگر باغ کے گوشہ میں بنفشہ کے پھولوں کو سرنگوں دیکھیں تو اپنے شکستہ دل خستہ بیٹے کو یاد کر لیں۔

در چمن چوں بگذری روئی مرا آری بیاد جعد سنبل بنگری موئی مرا آری بیاد

برلب جوئے اگر سروسہی پیش آیدت اعتدال قدد لجوی مرا آری بیاد

چوں صبائے مشک افشاں آید از صحن چمن

برمشامت بگذرد بوی مرا آری بیاد

جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل شکستہ بیٹے سے ایسی دل گداز باتیں سنیں تو آپ کے قلب مبارک سے آہ نکلی اور آزردہ خاطر ہو کر ذات بیکس پناہ سے رجوع کیا اور دو رکعت نماز میں جبین نیاز کو جھکا دیا اور بعد میں اس خالق و مالک سے دعا کی ارحم ضعفی وکبر سنی اے خالق و مالک میرے ضعف اور کبر سن پر رحم فرما اور زبان حال سے فرمایا الٰہی لئن لم ترحمنی بشوم ذنبی فارحم ھذا الصبی الصغیر الذی لا ذنب لہ اگر میرے گناہوں پر نظر نہیں ہو سکتی تو میرے اس فرزند پر رحم فرما جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ ادھر جناب ابراہیم بارگاہ الٰہی میں عرض معروض میں مشغول تھے ادھر جناب اسماعیل نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے باری تعالیٰ تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس آزمائش میں مجھے ثابت قدم فرما۔ دعا کے بعد والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ نہیں دیکھ رہے کہ آسمان کے دروازے کیسے کھلے ہیں اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس حیرت و استعجاب سے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح فضاء آسمانی کے پرندے ہمارے حال پر تعجب کرتے ہوئے بارگاہ احدیت میں تسبیح کر رہے ہیں اور پہاڑ اس واقعہ کی کیفیت سے لرز رہے ہیں اور ہم پر بیتنے والے واقعہ پر پریشان ہیں۔ فرشتے بارگاہ احدیت میں معروض کناں ہیں کہ اے باری تعالیٰ تیرے دو پیغمبر مقام ابتلا میں ہیں۔ ایک نے عجز و انکساری سے تیری رضا میں اپنے چہرہ کو خاک پر رکھا ہے۔ دوسرے چھرے ہاتھ میں لئے منتظر ہیں کہ تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لئے بیٹے کو قربان کریں۔ الٰہی اپنے ان دونوں بندوں کے حال پر رحم فرما۔ اور انہیں اس مقام ابتلاء و آزمائش میں کامیاب و کامران فرما۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی جب یہ باتیں سنیں محبت کی آگ دل میں بھڑک اٹھی اور ضبط کے بندھن ہاتھ سے چھوٹ گئے اور ایسا روئے کہ آسمان زمین پہاڑ عرش و کرسی ملائکہ انہیں روتا دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور ان کے ساتھ رونے لگے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام قربان گاہ میں

جناب اسماعیل نے جب یہ مناظر دیکھے تو والد بزرگوار سے فرمایا اس کار خیر میں تاخیر نہ فرمائیں اب انتظار کا وقت نہیں رہا اور علاوہ ازیں محبت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ محبوب کی رضا مندی و خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیئے یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ حضرت ابراہیم نے چھری کو پتھر پر اتنا رگڑا کہ اس سے چنگاریاں نکلنے لگیں چھری تیز کر کے آپ بیٹے کے سرہانے آئے اور فرمایا ھذا ولدی و زینۃ قلبی وقرۃ عینی الٰہی یہ میرا بیٹا میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے تو نے مجھے بیٹے کی قربانی کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے خلوص نیت کے ساتھ میں اس کو تیری بارگاہ میں قربانی کر رہا ہوں اور ایسے وقت میں بھی کلمات تحمید و تشکر ادا کر رہا ہوں۔ اے اللہ اس فرزند کی قربانی پر مجھے صبر جمیل عطا فرما اور چھری حلقوم اسماعیل پر رکھتے ہوئے یہ کلمات زبان پر لائے بسم اللہ و باللہ تقبلہ منی و ادفی وعدی فیہ بیوم لقائک پھر فرط محبت سے پیشانی اسماعیل پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تمہیں خراج تحسین پیش کر کے قیامت تک کے لئے رخصت کرتا ہوں اور جدائی کے لمحات روز قیامت ختم ہوں گے اور اس وقت تمہاری صورت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں سے اس وقت آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ اباجان ان باتوں کو چھوڑیئے اور تعمیل حکم خداوندی میں عجلت کیجئے اور جس کام سے دوست راضی ہو اس کو جلد تر کرنا بہتر ہے لہٰذا اس کام میں تاخیر نہ کریں کیونکہ میں عتاب الٰہی سے ڈرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل نے فرمایا یا رب فدیت لک نفسی ورضیت بقضائک فتقبل منی لے اللہ ہم نے اپنی جان تیری رضا کے لئے پیش کر دی تو اس کو قبول فرمالے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ بلا تردد چھری چلا دیجئے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ رب العالمین نے حلقوم اسماعیل پر ایک سخت چیز پیدا فرما دی جس کی وجہ سے چھری نہ چل سکی ہر چند کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوشش

کی لیکن چھری نہ چلی۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام نے کہا ابا جان معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میرے چہرہ پر پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہاتھ پوری طرح نہیں چلتا اس لئے میرا رخ تبدیل کر دیجئے تاکہ آپ یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کر سکیں اور اپنے فرض سے قاصر نہ رہیں فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ لیکن کوشش کے باوجود چھری نہ چلی بلکہ اس کی دھار الٹ گئی۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام نے والد سے کہا کہ اب چھری کی نوک میری شہ رگ پر رکھ کر دبا دیں تاکہ شہ رگ کٹ جائے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا زانو چھری پر رکھ کر دبایا اس وقت چھری زبان حال سے گویا ہوئی کہ جناب ابراہیم جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اس وقت آپ کو آگ نے نقصان کیوں نہ پہنچایا۔ آپ نے فرمایا کہ آگ کو یہ حکم تھا کہ وہ مجھے نہ جلائے چھری نے کہا کہ آگ کو نہ جلانے کا ایک مرتبہ حکم ملا تھا لیکن مجھے ستر مرتبہ حکم مل چکا ہے کہ میں حلقوم اسماعیل پر نہ چلوں اور آپ غضب کرتے ہیں کہ مجھے کاٹنے کا حکم دے رہے ہیں لیکن مجھے منع کرنے والے کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ جب حضرت ابراہیم نے چھری سے یہ باتیں سنیں تو متحیر رہ گئے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے ابا جان کیا بات ہے آپ رک کیوں گئے اور تعمیل حکم ربی میں سستی کیوں کر رہے ہیں مجھے ڈر ہے کہ اس تاخیر کی وجہ سے آپ کا دامن عفت ملوث نہ ہو جائے پھر کوشش کریں ایسا نہ ہو کہ ہم پر کوئی عذاب نازل ہو جائے اپنی باتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حیرانی کا اظہار کر رہے تھے اسی وقت ایک ندائے غیبی سنی جس کی وجہ سے تمام شکوک و تردد ختم ہو گئے وہ آواز اس مفہوم کو ظاہر کرتی تھی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَالِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب صحیح کر دکھایا اور جو کچھ تم سے ممکن تھا وہ تم نے کیا۔ اب ہماری رحمت و عنایت کا وقت ہے ذرا اپنے پیچھے نظر ڈالیں اور جو کچھ نظر آئے اس کو ذبح کر دیں اور یہی آپ کے بیٹے کا فدیہ ہے۔ جب آپ نے عقب میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ پہاڑ کی طرف سے ایک مینڈھا چلا آ رہا ہے، کچھ لوگوں نے مینڈھے کی بجائے بکری لکھا ہے جو چالیس ہزار سال یا اسی ہزار سال تک جنت کے مرغزاروں میں چرتی رہی تھی اور دوسری روایت کے مطابق وہ بکری ہابیل کی قربان کی ہوئی تھی اور اس کی اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے جنت میں پرورش کرائی تھی۔ ایک اور

روایت کے مطابق اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ وہ بکری نیچے آئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے نیچے لائے تھے اور اس بات کی تفصیل آئندہ سطور میں بیان کی جائے گی۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو اسی طرح بندھا چھوڑ کر مینڈھے کی طرف متوجہ ہوئے وہ انہیں دیکھ بھاگا اور جمرہ اولیٰ کے قریب آکر رکا حضرت ابراہیم نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے سات کنکریں ماریں۔ وہاں سے وہ بھاگ کر جمرہ وسطیٰ پر آیا یہاں بھی حضرت ابراہیم نے اس کا پیچھا کر کے اس کے سات کنکر مارے اور جمرہ عقبیٰ پر آکر اس کو پکڑا اور وہاں سے اس کو منیٰ لے آئے (جو قربان گاہ تھا) اور لاکر اس کو ذبح کر دیا۔ اس دن یہاں سے سال بسال قربانی کرنا قیام قیامت کے لئے سنت ابراہیمی قرار دے دیا گیا۔

روایت ہے کہ جب جبریل مینڈھے کو لیکر جنت سے روانہ ہوئے

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ تو انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھا جبریل کی صدا سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر کہا۔ اسماعیل علیہ السلام نے آنکھیں کھول کر جب فدیہ کے طور پر آتے ہوئے مینڈھے کو دیکھا تو فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ حق تعالیٰ کو یہ کلمات پسند آئے اور ان ایام (یعنی ایام تشریق) میں ان کلمات کا پڑھنا نماز باجماعت کے بعد مسلمانوں پر واجب قرار دیا گیا تاکہ ان کلمات کے پڑھنے کا ثواب نہ صرف جناب ابراہیم۔ اسماعیل۔ جبریل علیہم السلام کو بلکہ تمام امت مسلمہ کو ملتا رہے۔ اسی اثنا میں حضرت جبریل نے جناب اسماعیل کے ہاتھ پیر کھول ڈالے اور ان سے فرمایا۔ اے اسماعیل رب کریم فرماتا ہے جو تمنا دل میں ہو مانگ لو کیونکہ یہ وقت قبولیت کا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے زمین پر لیٹے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی الٰہی جس مسلمان مومن یا میری توحید کا اقرار کرنے والے نے سفر آخرت اختیار کیا ہو ان سب کی بخشش فرما دے اور ان کی فرد جرم کو مغفرت کے پانی سے دھو دے۔ ارشاد باری ہوا کہ ہم نے سب کی بخشش کر دی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے تمام مراحل سے فارغ ہو کر حضرت اسماعیل کے ہاتھ پیر کھلے دیکھے اور دریافت کیا کہ تمہیں کس نے کھولا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے ذبح ہونے سے رہائی دلائی اور میرے لئے

فدیہ بھیجا۔ رب تعالےٰ نے فرمایا وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ

یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ کے طور پر بکری بھیجی اور گائے یا اونٹ نہ بھیجا اس میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب جناب ابراہیم نے حضرت ہاجرہ سے چھری اور رسی ساتھ لیتے وقت فرمایا تھا کہ شاید بکری کی قربانی کریں۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کی صداقت کے لئے بکری یا اس کی قسم کا جانور بھیجدیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فقرا (غریب لوگ) بکری خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور اونٹ یا گائے ان کی دسترس سے باہر ہے کیونکہ ان کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ ایک شخص کے لئے بکری ہی کافی ہوتی ہے اس لئے بکری یا اس کی مثل جانور بھیجا گیا۔

ایک سوال مذکورہ بالا آیت میں فدیہ کو ذبح عظیم سے تعبیر کیا گیا اس کی وجہ کیا ہے اس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ وہ فدیہ قدوقامت کے لحاظ سے اپنے ہم جنسوں میں عظیم الجثہ تھا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا جثہ ایک ہاتھی کی برابر تھا یا اس میں گوشت ہی گوشت تھا پوست اور ہڈی کا نام و نشان نہ تھا علاوہ ازیں اس میں اوجھڑی بھی نہ تھی اور اس کے تمام اجزا کھانے کے قابل تھے (شریعت اسلامی میں حلال جانور کے جسم کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے) اور عظیم ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ فدیہ رب کریم کا منظور نظر جبریل کا لایا ہوا ابراہیم خلیل کے لئے ہدیہ اور جناب اسماعیل کا فدیہ تھا اور یہی اس کی عظمت کی دلیل ہے۔

ایک اور روایت روضۃ الصفا میں مناہج الطالبین کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے آباؤاجداد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح سے منع کیا گیا تو آپ نے رب تعالیٰ سے وجہ معلوم کی تو رب کریم نے فرمایا کہ میں نے نور محمدی (علیہ التحیۃ والثناء) کی وجہ سے حضرت اسماعیل کی حفاظت کی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی کہ مرتبہ ختم الانبیاء علیہ السلام سے مطلع کیا جائے تو رب تعالیٰ نے ان کی نظروں سے حجابات اٹھوا دیئے اور انہوں نے (ابراہیم علیہ السلام) ختم المرسلین علیہ السلام کی امت اور آل و اصحاب کے مراتب کو دیکھا۔

ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا کہ یہ سب اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہیں ان فرزندان میں جب جناب حسین رضی اللہ عنہ ان کی شہادت کی وجہ سے ان کے منازل و مقاصد کو دیکھا تو رب تعالیٰ سے عرض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ایسے مرتبے رکھنے والے ہیں ـ رب کریم نے فرمایا کہ یہ بھی اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ ہیں جن کا نام حسین ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مرتبے میں انہیں اسماعیل سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں، رب کریم نے فرمایا کہ میں نے ان کو اسماعیل کے فدیہ کے طور پر قبول کیا ہے۔

نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل اس طرح ذبح عظیم سے مراد حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے اور جناب اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں نہ کہ جنت سے آنے والا مینڈھا کیونکہ اس پر بہشت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اب اس کے بعد (گوسفند یا لیس) بکرے یا مینڈھے کی کیا اہمیت ہے کیونکہ قرآن کریم میں ذبح عظیم کے الفاظ سے نوازا گیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس بکرے یا مینڈھے کو ذبح کر کے پہلے اس کے جگر کو بھون کر اس میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا اس کے بعد یہ مناسب خیال کیا کہ جناب ہاجرہ کو بھی تمام حالات سے باخبر کر دیا جائے۔ جب یہ دونوں باپ بیٹے گھر واپس لوٹے تو دیکھا کہ جناب ہاجرہ مضطرب و پریشان دروازہ پر کھڑی ہوئیں ان کا انتظار کر رہی ہیں جب شفیق ماں نے بیٹے کو اور سعادتمند بیٹے نے ماں کو دیکھا تو بیٹیا (جناب اسماعیل) اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکے اور بیساختہ آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ جناب ابراہیم اور ہاجرہ بیٹے کے رونے سے بہت متاثر ہوئے اور والدہ محترمہ نے بڑھ کر بیٹے کو خوش آمدید کہا اور حالات معلوم کئے تو جناب اسماعیل نے فرمایا کہ والد بزرگوار حکم الٰہی کی تعمیل میں مجھے قربان کرنے لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور فدیہ روانہ فرمایا۔ حضرت ہاجرہ نے فرطِ مسرت سے بیٹے کو سینے سے لگایا اور بلائیں لیں اور اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر ادا کیا۔

سولھویں فصل

واقعۂ قربانی میں لطیف نکتے

۱ : جناب ابراہیم علیہ السلام کو اس واقعہ کے سلسلہ میں خواب میں بشارت کی کیا مصلحت تھی جب کہ آپ نبی مرسل تھے اور وحی الٰہی ان پر براہ راست آتی تھی یہ حکم وحی کے ذریعہ کیوں نہ ملا ؟

اس سلسلہ میں اہل علم حضرات نے چار جواب دیئے ہیں۔

پیغمبروں کے مدارج مختلف ہیں بعض کے پاس براہ راست وحی آتی تھی اور بعض کے پاس احکام خواب کے ذریعہ آتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے ان دونوں صفات سے نوازا۔ اس طرح محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعض احکام اور بشارتیں خواب میں ملیں جیسے واقعہ حدیبیہ اور فتح مکہ کی بشارتیں خواب میں ملیں اور دوسرے سال ان کی تصدیق ہوتی۔ قرآن کریم فرماتا ہے: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ

بے گناہ کا قتل رب تعالیٰ کے نزدیک تمام گناہوں سے زیادہ عظیم گناہ ہے اس لئے مشیت الٰہی کا یہ تقاضا نہ ہوا کہ یہ بات وحی کے ذریعہ بتائی جائے بلکہ اس کا حکم خواب میں دیا گیا اس کے بعد اس کا تدارک فدیہ سے کیا گیا۔

بعض لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان کا منصب فرشتوں میں متعین کرانے کے لئے یہ سب باتیں کرائی گئیں۔ چنانچہ احادیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حلقوم اسماعیل پر چھری رکھی تھی اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور فرشتے اس منظر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم اپنے اس بندہ کو خلت پر سرفراز فرمادے کیونکہ انہوں نے باوجود بالمشافہ وحی نہ آنے اور براہِ راست تخاطب کے بغیر صرف خواب پر فرزند کو قربانی کیلئے پیش کر دیا اگر انہیں براہِ راست حکم مل جاتا تو نہ معلوم کیا کر گزرتے۔

اس بات کا حکم خواب میں دینے کی وجہ ایک اور بھی ہے کہ آپ کا شب میں سونا باری تعالیٰ کو پسند نہ آیا اور یہ حکم ملا چنانچہ ریاض القدس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت اسماعیل نے یہ واقعہ سنا تو والد محترم سے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ قال یا ابت لم اشتغلت بالمنام حتیٰ ابتلاك

اللہ تعالیٰ بھذا الواقعہ جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خواب کا واقعہ سنایا تو انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نیند میں کیوں مشغول ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امتحان میں ڈالا یہ اس شخص کے لئے ابتلاء و آزمائش ہے جو منصب خلت پر فائز ہونے کے بعد اپنی راتیں سو کر گزارے۔

صاحب زہرۃ الریاض نے لکھا ہے کہ اہل اللہ کا راتوں کو سو کر گزارنا خالق و مالک کو پسند نہیں۔ اسی لئے جنت میں جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو نام جنت ان کے سر سے اڑ گیا۔ جب ان سے کہا گیا الحضرۃ والنوم کہ محبوب کی بارگاہ میں سونا مناسب نہیں ہے جناب یوسف علیہ السلام غفلت کی نیند سوئے تو ستر سال تک والد سے جدا رہے ان کے لئے کہا گیا العادۃ والنوم۔

جناب داؤد علیہ السلام سے خطاب ہوا الخلافۃ والنوم لیکن محبوب رب العالمین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب پیارے انداز میں تخاطب ہوا المحبۃ والنوم قم اللیل الا قلیلا محبت اور نیند آپ شب بیداری فو کریں لیکن رات کے تھوڑے حصہ میں۔ جب جناب خلیل علیہ السلام محو خواب ہوئے تو ان سے فرمایا گیا الخلۃ والنوم کہ منصب خلت اور نیند یکجا جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس کی پاداش میں اپنے فرزند کو قربان کریں اس وجہ سے اہل بصیرت حضرات نے کہا ہے کہ اہل محبت کی کسوٹی بستر استراحت یا آرامگاہ ہے جو کوئی اس راستہ میں قدم رکھے گا اس کے لئے بوجھ اٹھانے یا آرام کو نیا گننے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

براہ عشق سلامت چگونہ در گنجد   زہی محال کہ در عشق خواب و خورد گنجد

جو تیر غمزہ کشاید رفیق تیر انداز   نہ دوستی بود اندر میان سپر گنجد

بدیدۂ کہ تو با یار کردیش بدخوی

نہ مردمی بود او مردم دگر گنجد

۲ : بیٹے کو ذبح کرانے کی حکمت کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل کے ذبح کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ ان کے دل کو غیر کی محبت سے خالی کرایا جائے۔ کہا گیا ہے کہ ذبح کے حکم کے وقت حضرت اسماعیل کی عمر سولہ سالہ تھی اور یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ والدین کے

دلوں میں اولاد کی محبت زیادہ ہوجاتی ہے اور اس دور میں والدین اولاد کو سہارا سمجھنے لگتے ہیں -
قرآن کریم نے اس کی منظر کشی اس طرح فرمائی ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ای فلما بلغ
ان یسعی معه فی اعماله : یعنی جب اولاد ایسی منزل پر آجاتی ہے کہ وہ والدین
کا دست وبازو بن سکے اور یہی وہ وقت تھا کہ جناب اسماعیل کی محبت قلب ابراہیم علیہ السلام
میں پوری طرح جاگزین ہوئی، غیرت الٰہی نے چاہا کہ قلب ابراہیم علیہ السلام صرف محبت الٰہی
کا مسکن رہے اس لئے بیٹے کی محبت کا امتحان لینے کے لئے ان کے ذبح کا حکم فرمایا -
تم نے نہیں دیکھا کہ جناب آدم علیہ السلام نے جنت کی مملکت کو دیکھا اور اس کی انواع و
اقسام کی نعمتوں پر نظر کی تو ان کی تادیب مصلحت کی تلوار سے ہوئی اور جنت کی مملکت
انہوں نے چھوڑ دی، اسی طرح جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں حضرت یوسف
علیہ السلام کی محبت جاگزین ہوئی تو ستر یا اسی سال ان کے فراق میں تڑپتے رہے۔ رسالتماب
علیہ الصلوٰۃ و السلام کے قلب مبارک میں حسنین کریمین کی محبت آئی تو ان کو ان حضرات کی
شہادت کی خبر سے ہر دم ملول رکھا گیا اور جب عائشہ صدیقہ کی طرف رجحان کی زیادتی ہوئی
تو مشرکین مکہ کی مکاری سے ان سے مکہ چھوڑوا کر دوسری جگہ مسکن بنوا کر یہ ثابت کر دیا اور
دنیا کو بتایا کہ محبت حقیقی یہ ہے کہ محبت کے علاوہ دل میں اور کوئی خیال نہ آئے اور محبت بھی کسی
کی صرف خدائے پاک کی جس کے علاوہ دل میں کسی غیر کا گذر نہ ہو -

مرا در دل بغیر از دوست چیزی در نمی گنجد — بخدمت خانہ سلطان کسی دیگر نمی گنجد
درون قصر دل دارم یکی شاہی کہ گاہ گاہی — ز دل خیمہ زند بیرون بہ بحر و بر نمی گنجد
بصدر مسند دل خیالش کی زند تکیہ — کہ مہد کبریائی او بہ ہر کشود نمی گنجد

نزنت گر چند مولیٰ شد حجابی جان بود زیرا
میان عاشق و معشوق مولیٰ در نمی گنجد

اور یہی وجہ ہے کہ مصلحت کی چھری حلقوم اسماعیل پر رکھوا لی - پدری محبت دل میں آئی لیکن
جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور انہیں بتایا گیا کہ بیٹے کی محبت میں تم نے حد سے تجاوز کیا اس لئے ابراہیم
علیہ السلام نے بیٹے کی محبت دل سے نکال دی اور ماسوائے اللہ کی محبت دل سے نکال پوری

قوت سے چھری حلقوم اسماعیل پر رکھدی اس وقت خطاب ہُوا یا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اے ابراہیم آپ نے اپنے خواب پر عمل کر دکھایا۔ ہمارا مقصد تو صرف یہ تھا کہ بیٹے کی محبت دل سے نکال دیں ورنہ بیٹے کے ذبح کرانے سے ہمیں کیا فائدہ آئے ابراہیم کیا آپ کو معلوم نہیں جو ہماری محبت کا دعویٰ کرتا ہے ماں باپ بیوی بچوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔

عاشقی بر من پریشانت کند کم عمارت کن کہ ویرانت کند
گر دو صد خانہ کنی زنبوردار چوں مگس بے خاں و بی مانت کند
او ہمائے سایہ کردہ بر سرت تاکہ افریدون وخا فانت کند
برگلویت تیغ ہا را دست نیست گرچو اسماعیل قربانت کند
گرچو افلاطون و لقمانی بہ علم
او بیک دیدار نادانت کند

۳ : اے راہ حق کے متلاشی اگر کسی شخص کو یہاں یہ وہم پیدا ہُوا کہ اگر عاشق کا دل معشوق کے سوا کسی دوسری طرف توجہ کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو اس محبوب مجازی سے علیحدہ کر دیا جائے یہاں اس واقعہ میں کیا مصلحت تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جو بے خطا و بے قصور تھے اس امتحان میں کیوں مبتلا کیا گیا اور وہ دوسروں کی وجہ سے ابتلاء و آزمائش میں ڈالے گئے۔ اس سلسلہ میں صاحب ریاض الابرار نے ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے کہ محبوبوں کو عاشقوں کی وجہ سے اس لئے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے کہ دل کو چرانے والے (عاشق کے دل پر قبضہ یا اس کو قابو میں کرنے والے) یہی لوگ ہوتے ہیں اور زمانہ کا دستور یہ ہے کہ چور کو پکڑا جاتا ہے اور جس کا مال چوری ہوتا ہے اس سے باز پرس کرنا کیا معنی رکھتا ہے، مزید تشریح کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کی محبت کا مرکز یا اس کا مسکن جس کو عاشقوں کا دل بھی کہا جاتا ہے اس میں یہ لوگ نقب لگا کر اس قیمتی متاع کو لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے قاعدہ کے مطابق جواب طلبی اور نگرانی کی ذمہ داری کی اس سے باز پرس اور سختی کی جاتی ہے تاکہ آیندہ کے لئے احتیاط ہو جائے اور دوسرے اس پر تصرف کی ہمت نہ کر سکیں یا محافظ کی غفلت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ اس لئے اہل اشارت و بصیرت ایک

بات یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس سلسلہ میں محبوبوں کو پکڑتے ہیں کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ہمارے محبوبوں کے دل پر قبضہ مخالفانہ کر رکھا ہے۔

بلا تمثیل و تشبیہ حضرت اسماعیل سے معاملہ حضرت ابراہیم کی وجہ سے ہوا اور حسنین کریمین سے قلب مصطفیٰ علیہ السلام کی وجہ سے۔

کل روز قیامت کہ ہم گنا ہگاروں کو سزا و جزا کے وقت چوروں کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا کیونکہ ہم نے اجسام کو خدمت سے چرایا ہے اور محبت سے دل اٹھا لئے ہیں اور شمولیت کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹنا لازمی ہے۔ اگر نعوذ باللہ ان خطاؤں کی وجہ سے دولت وصال سے علیحدہ کر دیئے گئے تو ہم کیا کریں گے لیکن دوست کی وفا بمقتضاء قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ پر نظر کریں تو غیرت و شرم کے پردہ کے پیچھے سے یہ معنیٰ سنائی دیتے ہیں۔

تو بہ تیغ جہل می آئی و ما با تیغ حلم ما نمی ترسیم از تو تو ہمی ترسی زما

۴: اہل اشارت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ اس کے سلسلہ میں فرمایا کہ جب آپ نے اپنے فرزند سے فرمایا اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اس میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ جب جناب خلیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا فرمائی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ اے رب مجھے نیک و صالح اولاد عطا فرما جب اللہ نے دعا خلیل قبول فرمائی اور اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ان کا شعوری دور شروع ہوا تو آپ نے ان کی صلاحیت و سعادت کا امتحان لیا کہ یہ فرزند میری دعا کے مطابق پرہیزگار ہیں یا نہیں، اس لئے آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے قربانی کا ذکر فرمایا، سعادت مند نے جواب میں فرمایا یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے بابا جان آپ کو جو حکم کیا گیا ہے اس پر عمل کریں، اس جواب سے آپ کو فرزند کی صلاحیت و سعادتمندی کا یقین ہو گیا۔

اور اس بشارت میں اہل محبت کے لئے ایک لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹے کو قربان کرنے کا حکم فرمایا لیکن مقصود الٰہی یہ نہ تھا کہ درحقیقت حضرت اسماعیل کو ذبح کرایا جائے بلکہ یہ بتانا مقصود تھا کہ ہم نے تمہیں ایسا ہی فرزند عطا فرمایا جیسے کہ تم نے خواہش کی تھی۔

اسی طرح سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربّ کریم سے امتِ صالحہ کے لئے دعا فرمائی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اللہ جل جلالہٗ نے اس امت کی صلاحیت اور نیکوکاری کی اطلاع حضور علیہ السلام کو اس طرح دی اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ بیشک اس دنیا کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوں گے اور یقین ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس امت کی صلاح و فلاح کو حضور علیہ السلام کے سامنے ظاہر فرمائے گا اور حکم ربی ہوگا کہ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کے مصداق سب کو دوزخ کی آگ سے گذارے گا اس سے مقصود ان کو جلانا نہ ہوگا بلکہ اس امر کا اظہار ہوگا کہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ سب کو اس منزل سے بلا تکلیف و صعوبت نہایت سکون و آرام سے گذار دیں اور ان پر دوزخ اور اس کی صعوبتوں کا کوئی اثر نہ ہو ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقَوْا پھر ہم ان کو نجات عطا فرمائیں گے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی اور اس طرح ان کو صلاح و سداد اور تقویٰ برملا ظاہر ہو جائے اور کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اور اہل محبت کی محبت و عقیدت ظاہر ہو جائے اور سب طالب حق اس بات کو جان لیں کہ دل شکستگان الٰہی سے مخصوص اور صاحب اہمیت اور مقربین مجلس ہیں کہ ان کے سامنے جنتی شراب کے جام و سبو رکھے ہیں اور یہ حزم و جلال کے ندیم ہیں کہ حسن و جمال کے پردے ان کے سامنے پڑے ہوئے اور محبت کے خوشبودار عطر سے بسے ہوئے ہیں کہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کی بشارت سے شوق کی آگ پر کباب ہوتے جا رہے ہیں اور مسرت و شادمانی کا جام وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا عشق و محبت کی آگ رکھنے والوں کے سامنے رکھا گیا ہے اور لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی بشارت ان کے کانوں میں ڈال دی گئی ہے اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ کا وعدہ ان کے ساتھ پورا کیا گیا ہے اور بہ تقاضائے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ان کے ساتھ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے چنانچہ عارف رومی نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

یک چند رندند ایں طرف در ظل حق پنہاں شدہ — واں آفتاب از سقف دل در جان شان تاباں شدہ

ہر نجم ناہیدی شدہ ہر ذرہ خورشیدی شدہ — خورشید و انجم پیش شان چوں ذرہ سرگرداں شدہ

ای عقل و دل گم کردگان جان سوی کیوان بردگان — بی چتر و سنجق ہر یکے کے خسرو سلطان شدہ
بسیار مرکب کشتہ شد گرد جہاں سرگشتہ شد — از جان سفر کن در نگر قومی سراسر جان شدہ
چوں آئینہ آن سینہ شان آں سینہ بے کینہ شان — دل شان چو میدان فلک سلطان سوئے میداں شدہ
وز ہی ہی بیہائے شان وز لعل شکر خای شان — نقل و شراب دان دگر در شہر ما ارزان شدہ

با ایں عطای ایزدی با ایں جمال سرمدی
سبحان پرستان را نگر مستغرق جاناں شدہ

۵ : جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل سے خواب کا تذکرہ فرمایا تو انہوں نے جواب میں یا ابت افعل ما تؤمر فرماکر خود کو مرضی الٰہی پر چھوڑ دیا اور تقرب الٰہی برضا و رغبت قبول فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ بچوں کی عادت یہ ہے کہ بچے آزمائش و امتحان اور اسی قسم کے مواقع پر اضطراب کا ثبوت دیتے ہیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے رضاء الٰہی کے حصول کے سبب اپنی عادت کو چھوڑ دیا اور انہوں نے اپنی عادت تبدیل فرمائی لہٰذا ہم نے بھی چھری کی عادت (جس کی عادت کاٹنا ہے) تبدیل کر دی اور اس کو اس کے اصل کام (کاٹنے سے) روک دیا۔

اسی طرح آدمی کہ طبعاً وہ مجبور ہے زمانہ کے حادثات حالات کے مد و جزر اور اس قسم کے دوسرے حادثات سے دوچار ہوتا ہے وہ صبر و ضبط و تحمل جزع و فزع سے بارگاہ الٰہی میں عرض مدعا کرتا ہے ایسے مواقع پر خالق و مالک بندہ سے فرماتا ہے کہ تو نے ہماری رضا کے لئے اپنی عادت میں تبدیلی پیدا کی ہے تو ہماری رضا پر راضی اور قضا الٰہی پر راضی ہے اور ہر بلاؤ مصیبت پر شاکر و صابر ہے اور دل و جان سے ہماری مرضی پر قانع ہے اگر کل قیامت کے دن تیرے پل صراط پر گذرتے وقت تیرے اعمال کی وجہ سے تجھے دوزخ سے محفوظ کر دیں تو تعجب کی بات کیا ہے جز یا مومن فان نورک اطفاء لھبی

۶ : اہل تحقیق نے کہا ہے کہ عالم اسباب میں ہر مرحلہ پر مشیت الٰہی کارگر ہے اور وہی حاکم حقیقی ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ ہمارے لئے یہ آسان تھا کہ ہم تمہیں نار دوزخ سے بچا لیتے لیکن مورخین کے اعتراض کی وجہ سے ہم نے ایسا نہ کیا بلکہ ایسے وقت میں

آپ کو اس سے محفوظ رکھا جب کہ بظاہر کسی کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا اور دنیا کو دکھایا کہ ہم ہر مرحلہ پر اپنے نام لینے والے کی مدد کرتے ہیں اور اسی پر مومنین کا نار دوزخ سے محفوظ رہنا قیاس کیا جا سکتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں اجمالی طور پر کچھ بیان کیا جا چکا ہے حاکمیت الٰہی کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

جب بہشت کو پیدا کیا گیا تو اس نے عرض کیا کہ میری طرح کوئی دوسرا مہمان نواز نہیں اس کو ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے درست کیا کہ اے بہشت اگر تو مہمان نواز اور ضروریات کو پورا کرنے والی ہے تو نے حضرت آدم علیہ السلام کو ضرورت کے وقت جسم پوشی کے لئے پتے بھی نہ دیئے۔ جب ہم نے آگ کو پیدا کیا تو اس نے عرض کیا کہ میری طرح کوئی جلانے والا نہیں۔ اس کا غرور ہم نے اس طرح ختم کیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا تو ہم نے اس سے کہا کہ اس نے لاف زنی کو چھوڑا اور ابراہیم کو جلایا لیکن وہ اپنے دعویٰ کی صداقت میں کچھ نہ کر سکی۔ جب ہم نے چھری کو پیدا کیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے زیادہ کاٹنے والی کوئی چیز نہیں لیکن اس کا دعویٰ بھی غلط ہوا۔ ہم نے اس سے کہا کہ تیرا کہنا اگر درست ہے تو حلقوم اسماعیل پر کیوں نہیں چلتی۔ ہم نے دریا کو پیدا کیا تو اس نے کہا مجھ سے زیادہ ڈبونے کی صلاحیت کس میں ہے جناب یونس علیہ السلام جب دریائے نیل کو پایاب کر رہے تھے تو اس سے کہا کہ اب تیری صلاحیتوں کو کیا ہوا اب جناب موسیٰ علیہ السلام کو کیوں غرق نہیں کرتا۔ معدہ نے پیدائش کے وقت کہا کہ مجھ سے زیادہ ہضم کرنے والا کوئی نہیں لیکن حضرت یونس کے واقعہ نے اس کے غرور کے بت کو پاش پاش کر دیا جب یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگلا تو ہم نے کہا کہ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو یونس (علیہ السلام) کو ہضم کر کے دکھا۔ جب ہم نے موت کو پیدا کیا تو اس نے کہا میں تو قاطع حیات ہوں اور اس صفت میں میرا کوئی مقابل نہیں لیکن حضرت عزیر کے سلسلہ میں ہم نے اس سے کہا کہ اگر تیرے اندر یہ صفت ہے تو عزیر کی حیات کو کیوں نہیں منقطع کرتی۔ جب ہم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ میں ہادی و رہنما بنکر آیا ہوں تو ہم نے انہیں ابوطالب کی ذات پیش کی کہ اگر آپ نمائندہ ہیں تو ابو طالب کو کیوں راہ حق نہیں دکھاتے۔

۷ : عزیز درویش نور محمدی جو مخلوقاتِ الٰہی میں سے ایک مخلوق ہے اس کو اللہ رب العالمین جبین اسماعیل میں امانت رکھا اس لئے مشیت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ چھری حلقوم اسماعیل پر اثر انداز نہ ہو کیونکہ نور محمدی علیہ التحیتہ والثنا نور احدیت کا پرتو تھا جو غیر مخلوق ہے اور نور و رحمت الٰہی کا پرتو قلب مومن پر ہوا۔ قرآن فرماتا ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کیا نہیں کھول دیا تمہارے سینے کو اسلام کے لئے اور نور الٰہی کا پرتو بنا۔ اب اس کیفیت کے بعد رب کریم کو یہ کس طرح گوارا ہوگا کہ آتش دوزخ قلب مومن پر دسترس حاصل کرے۔

۸ : نارِ نمرودی کو خطاب الٰہی ہوا کہ اے آگ تو نمرودی ساز و سامان کی نمائندہ ہے اور ابراہیم میرے ہیں اور میرے لئے ہیں دریائے نیل سے خطاب ہوا کہ فرعون تیری آن ہے اور موسیٰ ہماری آن، حلقوم اسماعیل پر چلنے والی چھری سے خطاب ہوا کہ وہ ذبح ہونے والا مینڈھا تیری آن ہے تو حضرت اسماعیل ہماری آن ہیں اور دوزخ سے فرمایا گیا کہ گناہ تیری آن ہیں تو گناہگاری ہماری آن۔

۹ : اہل محبت و علم نے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کے لئے زمین پر لٹایا اور ان کا چہرہ زمین پر رکھا اس وقت خالق کائنات نے چھری کے نقصان سے اسماعیل (علیہ السلام) کی گردن کو محفوظ رکھا۔ اور اس کی کاٹ سے محفوظ کر دیا۔ اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام حق تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی گردن کو زمین پر رکھا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کو ذبح یا گردن کٹنے سے محفوظ کر دیا۔ اگر کوئی نافرمان بندہ جو سزا اور عتاب کا مستحق ہوا گر اللہ کی فرمانبرداری میں روزانہ چونسٹھ بار اپنی جبین نیاز اس کی بارگاہ میں جھکائے تو وہ ذلت اور سزا سے کیوں کر محفوظ نہ ہوگا اور اس سلسلہ میں نص قرآنی شاہد ہے کہ داروغہ جہنم سے فرمایا جائے گا یا نار الضحی یا نار حرقی ولا تولی مواضع السجود اے آگ اس کی ذات میں تصرف کر سکتی ہے، اس کو جلا سکتی ہے لیکن اس شخص کے مواضع سجود کو اس لئے نہ جلانا کیونکہ ان کے ذریعہ بارگاہ احدیت میں اس لئے سجدے کئے ہیں۔

۱۰۔ اہل بصیرت نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے ان کی مرضی معلوم کی اور انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا تو بعد میں اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے معلوم کیا کہ اے باباجان آپ زیادہ سخی ہیں یا میں۔ ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ظاہر بات یہ ہے کہ میں زیادہ سخی ہوں کیونکہ میں اپنے بیٹے کو راہ الٰہی میں قربان کر رہا ہوں اس پر اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا اباجان تعجب کی بات یہ ہے کہ میں کیوں زیادہ سخی نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے قربان کرنے کے بعد بھی آپ کا ایک اور بیٹا موجود ہے جو آپ کی تسلی کا سبب ہو سکتا ہے لیکن میری جان تو ایک ہی ہے جو ذبح کے بعد دنیا میں باقی نہ رہے گی۔ ؎

چون جان رفت از تن باز سوئی تن می آید

یہ سنکر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جان پدر سمجھ لو اور غلطی نہ کرو کہ مرتبہ کے لحاظ سے میری سخاوت زیادہ ہے کیونکہ تم تو ایک ہی لمحہ میں زندگی کے جھگڑوں اور موت کی تکالیف سے نجات حاصل کرو گے اور خالق عالم کے جوار رحمت میں آرام کرو گے لیکن میرا رنج وغم اس قبیل سے نہیں ہے کہ وہ جلد ختم ہو جائے بلکہ جب کبھی مجھے یہ خیال آئے گا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہے اور اسکا خود ہی خون بہایا ہے اور یہ رنج وغم میں نے اپنے سینہ پر خود مسلط کیا ہے اور موت کی حرارت اس شرارت کا نمونہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح موت کا تو علاج ہے لیکن فراق اور جدائی کا کوئی مداوا نہیں ہے۔

اگر درد دلم را چارہ بودی   چرا یار از برم آوارہ بودی
چہ نقصاں آمدی در کار خوباں   کہ مرگ عاشقاں یکبارہ بودی

فرزند و پدر میں یہ گفتگو جاری تھی کہ حکم الٰہی پہنچا کہ تم دونوں اپنی سخاوت کا اظہار کر رہے تھے لیکن میری ذات تم دونوں سے زیادہ سخی ہے کیونکہ تم نے بکرا قبول کر کے اسکو قربان کیا۔ اے ابراہیم (علیہ السلام) تم نے اپنے بیٹے کو میری راہ میں قربانی کے لئے پیش کیا اور اے اسماعیل تم نے اپنی جان ہماری راہ میں قربان کرنے میں پس و پیش نہ کی اے ابراہیم (علیہ السلام) ہم نے تمہارا بیٹا تمہیں بخش دیا اور جان اسماعیل پر رحم فرمایا بغیر طلب کئے فدیہ روانہ کیا اور بغیر ذبح ہوئے اجر و ثواب کا مستحق بنا دیا۔

ہم چو اسماعیل پیشش جان بدہ	شاد و خنداں پیش تیغش سر بنہ
تا بماند جانت خنداں تا ابد	ہم چو جان پاک احمد با احد
عاشقاں جام فرح آنگہ کشند	کہ بدست خویش خوباں شاں کشند
آں کسی را کش چنیں شاہی کشد	سوئے تخت و بہترین جائے کشد

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

۱۲ : زہرۃ الریاض میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری حلقوم اسماعیل علیہ السلام پر رکھی قدرت الٰہی سے حضرت اسماعیل کی گردن پر فوری طور پہ ایک سیسہ کا ایک سنر نمودار ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کی قوت کے باوجود چھری حلقوم اسماعیل پر نہ چل سکی اور نہ اس سنر کو کاٹ سکی۔ اس وقت قدرت الٰہی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ نہ تو تمہارے ہاتھ میں ضعف تھا اور نہ چھری کی کاٹ میں کمی تھی اور درحقیقت یہ ہماری قدرت پر منحصر تھا کہ ان دونوں چیزوں میں اثر باقی رکھیں۔ چھری میں یہ طاقت تو ہے کہ سیسہ کی چادر کے ٹکڑے کو کاٹ دے لیکن جب وہ گوشت پوست تک پہنچے تو نہ کاٹ سکے اور رک جائے اگر کل قیامت کے دن آتش دوزخ کی ایک چنگاری جو آہنی پہاڑ کو پگھلا دے وہ اگر ہمارے گنہگار بندوں کے گناہوں کو ختم کر دے اور ان کا ایک رونگٹا بھی متاثر نہ ہو تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

۱۳ : حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے ہماری بارگاہ جرأت کا ثبوت دیا کیونکہ تم نے مردوں کو زندہ کرنے کو کہا اب ہم تم سے یہ کہتے ہیں کہ تم زندہ کو مردہ کر دو۔ اے ابراہیم تم کو بیٹا ہم نے اس لئے دیا تھا کہ تم پر یاس او ر ناامیدی طاری تھی۔ ہم نے تجھے بیٹا دے کر یہ ثابت کیا کہ ناامیدی کا ہمارے پاس علاج ہے لیکن جب تمہیں یہ بیٹا عطا ہو گیا تو تم نے اس کی محبت میں لو لگائی یہ ادا ہمیں پسند نہ آئی اور ہم نے تمہیں بیٹے کو قربان کرنے کو کہا تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ہمیں اپنے علاوہ کسی دوسرے سے لو لگانا پسند نہیں ہے۔ اب چونکہ تم نے اپنی اور بیٹے کی محبت کو فنا کر دیا تو ہم نے جنت سے فدیہ بھجوایا تاکہ تمہیں

احساس ہوجائے کہ اللہ سے معاملہ کرنا نقصان و زیاں کا سبب نہیں ہوتا۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

۱۴: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے میں تاخیر کی تو اسماعیل علیہ السلام نے انہیں جلدی کرنے کو کہا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا بیٹا تمہیں اس صعوبت کا اندازہ نہیں ہے اور اس کام کی سختی کا احساس نہیں ہے جو ذبح میں جلدی کرنے کو کہہ رہے ہو۔ حضرت اسماعیل نے کہا کہ بابا جان جو مناظر میری نظروں کے سامنے ہیں اگر آپ میری جگہ ہوتے تو انہیں دیکھ کر آپ بھی ایسی ہی تمنا کرتے اور خود میری جگہ قربان ہوجاتے۔ حضرت ابراہیم نے دریافت فرمایا کہ بیٹا آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا عرش سے فرش تک مکیں تو آپ کو دیکھ رہے ہیں لیکن ان سب کے پروردگار کی نظر رحمت میری طرف ہے لہذا میری تمنا یہ ہے کہ اسی عالم میں اپنی جان نچھاور کردوں۔

دشمن خویشیم و یار آں کہ مارا میکشد　　　غرق دریا ئیم و مارا موج دریا میکشد
زانگبیں ماشادو خنداں جان شیریں میدہیم　　　کان شہ شیریں لقا مارا بحلوا می کشد
کشتگان نعرہ زناں یا لَیْتَ قَوْمِی یَعْلَمُون　　　خفیہ صد جان میدہد گرچند بیدا می کشد
صد تقاضا می کند ہر روز مردم را اجل
عاشق حق خویشتن را بی تقاضا می کشد

۱۵: ارباب علم و صاحبان وکاشفان رموز فرماتے ہیں کہ قربانی کی دس قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم قربانی مقبول ہے جو سعادت کا سبب ہے جیسے ہابیل کی قربانی۔

(۲) شقاوت و بدبختی کا سبب بننے والی قابیل کی قربانی ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ہابیل کا ذریعہ معاش بکریاں یا لگہ ہ رزی حاصل کرنا تھا انہوں نے اپنے گلہ سے بہترین بکری نکال کر قربانی کے لئے پیش کی جب کہ قابیل کا پیشہ کاشتکاری تھا ران جناب نے ایک خوشہ جو کا لاکر رکھا آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو لے گئی جب قابیل کی شاخ ویسے ہی پڑی

رہی اس کی وجہ سے اس کے دل میں ہابیل کی طرف سے حسد پیدا ہوا اس نے ہابیل کو قتل کردیا رب تعالیٰ نے اسے مردود بارگاہ فرما دیا اور قیام قیامت ہونے والے خون ناحق کے عذاب میں اس کو بھی شامل عقوبت کردیا۔ من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیمة ومن سن سنة سیئة فلها وزرها من عمل بها صدق رسول اللہ۔ جس نے کسی نیک کام کی راہ دکھائی تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس کے علاوہ اس کار خیر کے کرنے والوں کے اجر کے ساتھ اس ابتداکرنے والے کو بھی اجر ملتا رہے گا اسی طرح کسی برائی کی ابتداکرنے والے کو جو گناہ ہوگا اس برائی پر دوسرے عمل کرنے والوں کی اس ابتدا کا عذاب اس موجد کو ملتا رہیگا

(۳) تیسری قربانی قدر و منزلت کا سبب بنتی ہے جیسے عبدالمطلب کی نسبت اپنے بیٹے عبداللہ قربانی کرنے کے واسطے اور یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ میں بیان ہوگا۔

(۴) شفقت وعنایت کے لئے ہوتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور امت مسلمہ پر حضور علیہ السلام کا کرم ہے کہ حضور علیہ السلام نے عید اضحیٰ کے موقع پر دو خصی مینڈھوں کی قربانی فرمائی ایک اپنی جانب سے اور دوسری ملت اسلامیہ کے ان افراد کی جانب سے جو قربانی کی استطاعت نہیں، اللہ وحدانیت حضور کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔

یہ دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عنایت پر لائی گئی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غربا امت پر فرمائی کیونکہ مالدار لوگ خود قربانی کر کے تقرب الٰہی حاصل کریں اور غریب رسول کریم علیہ السلام کی قربانی سے بہرہ مند ہو جائیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے یہ دو قربانیاں فرمائیں تو جبرئیل امین حکم ربی لیکر حاضر ہوئے کہ رب کریم نے فرمایا ہے کہ اے حبیب امت مصطفوی کا کوئی بھی غریب اور مفلوک الحال جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ میں اپنی غربت کی وجہ سے قربانی نہ کرسکا اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں بھی قربانی کرتا لہذا ہم اس کو ستر قربانیوں کا درجہ دیں گے اور دنیا سے جب وہ

جائے گا تو اس کو شہداء کا مرتبہ عنایت کریں گے اور یہ سب اس قربانی کی وجہ سے ہوگا جو آپ نے ملت کے غرباء کے لئے فرمائی ہے اور آپ کی شفقت اور عنایت کا سبب ہے۔

(۵) طلب فضیلت و شفقت کے لئے ہوتی ہے اور وہ حجاج کرام رمی جمار کے بعد منا میں قیام کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ۔

(۶) رحمت و محبت کی قربانی ہے اور وہ یہ ہے جو غیر حاجی دسویں ذالحجہ کو کرتے ہیں اور یہ اس امر کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام پر جو رافت و رحمت فرمائی اور فدیہ کے طور پر تنہا حضرت اسماعیل کے لئے جنت سے دنبہ بھیجا اور نار دوزخ سے نجات کی ضمانت دی اور یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا ثمرہ تھا اگر ان کے لئے جنت سے فدیہ نہ آتا اور وہ اپنے بیٹے کو ذبح فرما دیتے تو سب پر اس کی مطابقت میں اولاد نرینہ کو قربان کرنا لازم ہو جاتا جب فرزند ابراہیم علیہ السلام کا ذبیحہ جانور سے تبدیل کر دیا گیا تو اس امت مرحومہ پر عذاب دوزخ بھی اس قربانی کے صلہ میں معاف کر دیا گیا۔ رسول خدا علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اِن الضحایا یمحو الخطایا وان الضحایا یدفع البلایا وان الضحایا فداء المومنین من النار کفداء المذبیح من المذبیح بیشک قربانی گناہوں کو محو کرتی ہے اور قربانی بلاؤں کو دور کرتی ہے اور قربانی مسلمانوں کے لئے آتش دوزخ کا نعم البدل بنتی ہے جس طرح جناب ذبیح علیہ السلام کے ذبیحہ کیلئے فدیہ آیا۔

(۷) قربانی قدرت اظہار عظمت و سلطنت روز قیامت ہے اور یہ قربانی آگ ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب اولین و آخرین اپنی اپنی جگہ پر آجائیں گے اسی وقت موت کو ایک مینڈھے کی شکل جنت و دوزخ کی درمیانی جگہ (اعراف) میں لاکر ندا کی جائے گی اہل جنت و دوزخ تم اس کو پہچانتے ہو وہ یک زبان ہو کر کہیں گے کہ یہ موت ہے۔ اس استفسار کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس وقت ہاتف غیبی ایک اور ندا کرے گا کہ اب اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور دوزخی ابدالآباد تک دوزخ میں رہیں گے۔ اب کسی کا اپنی منزل سے تبادلہ ممکن نہیں۔ اس خبر سے اہل جنت میں مسرت و شادمانی

کی لہر دوڑ جائے گی جب کہ اہل دوزخ کے غم واندوہ میں اضافہ ہوگا وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ قال المفسرون اذا قضى الامر ذبح الموت وقع اهل النار فى الحسره والندامة ولا ينفعهم ذالك ۔ آپ ڈرائیں ان کو حسرت کے دن سے جب کہ فیصلہ ہو جائے گا اور یہ لوگ اپنی غفلت کی وجہ سے ایمان نہ لائے تھے مفسرین کرام نے آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب وعدہ الہٰی پورا ہوگا اور موت ذبح کر دی جائے گی اس وقت اہل دوزخ حسرت و ناامیدی کا شکار ہو جائیں گے لیکن اب کیا ہوگا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ان کی ندامت اور حسرت اب بیکار اور بے مصرف ہوگی۔

(۸) کرامت کی قربانی ہے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے امتحان کے لئے تھی تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت کا معیار اور ان کی صداقت کا شعار عشق و محبت کے متوالوں اور کارکنان قضاء و قدر پر ظاہر ہو جائے۔ اور اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ کے دعویٰ پر قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا کی مہر تصدیق ثبت ہو جائے۔

(۹) عشق و محبت کی قربانی ہے جس کا منتہائے مقصود اشتیاق وصال اور رویت باری تعالیٰ ہے چنانچہ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں ایک جوان کو کھجور کے درخت کے نیچے نماز پڑھتے دیکھا وہ درخت کھجوروں سے لدا ہوا تھا جب وہ جوان نماز سے فارغ ہوئے تو میں ان کے قریب گیا اور سلام مسنون عرض کیا اس نے مجھے جواب سلام دیا اور چند کھجوریں اس درخت سے توڑ کر مجھے عطا فرمائیں۔ کھجوریں لیکر میں نے اس جوان سے کہا کہ اے عزیز میری خواہش یہ ہے کہ تھوڑے دن تمہارے ساتھ رہوں اس جوان نے میرا نام لیکر جواب دیا اے مالک تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے لہذا میں ان سے رخصت ہو کر اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا حسن اتفاق کہ کچھ عرصہ کے بعد حج کے موقع پر منیٰ میں مسجد خیف کے قریب اسی جوان کو نماز ادا کرتے دیکھا۔ میں وہیں رک گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اللهم قرب الناس قرابينهم ولا املك الا نفسى فاقرب اليك بنفسى اے اللہ رب العالمین آج میدان منیٰ میں جب لوگ اپنی قربانیاں پیش کر رہے ہیں لیکن میرے پاس سوائے میری جان

اور کچھ نہیں ہے لہٰذا اسی کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں اور گردن پر اس طرح اشارہ کیا جیسے کوئی وقت ذبح کرتا ہے ایسا کرتے ہی وہ جوان زمین پر گرا اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

بدست دوست دریں عہد ہر کہ قربان شد — بکیش زندہ دلاں پائی تازہ سر جان شد

چہ عیدی بہ ازیں عاشق بلاکش را — کہ پیش خنجر براں عشق قربان شد

زبہر کشتن خود دست و پا زدم بسیار

ولی بکوشش خود سرخروی نتواں شد

(۱۰) دسویں اور آخری قسم کی قربانی اور اس کی حقیقت۔ یہ قربانی دراصل وہ بارگاہ احدیت میں فنا ہونے والوں کی قربانی ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ نفس امارہ کو مخالفت کی قربان گاہ میں ادامر و نواہی کے ذریعہ بے دست و پا کرنا ہے اور طمع لالچ کو کاٹنے والی چھری سے اس کا سر کاٹنا اس کے بعد اس میں نصیحت کی پھونک مار کر نفسانیت کی کھال اتارو اور بھوک کی تلوار سے حرص و امید کا شکم چاک کر کے مجاہدہ کے خنجر سے اس کے جوڑ جوڑ کو علیحدہ کر کے ریاضت کی دیگ میں ڈال کر طہارت و پاکیزگی کا پانی اس پر ڈال کر بدن کے چولھے پر رکھ کر محنت و مشقت کا ایندھن اس کے نیچے رکھ کر ریاضت کی آگ سے اس کو روشن کردو۔ اور اقرار و اذکار کی دیگ اس کے برابر رکھو اور اس کو ذوق و شوق کی آگ میں جوش دو اور تنہائی کا سرپوش اس پر ڈھانکو انانیت کی ناک اور حرص و ھوس کے غدود جوش و مستی کے ابال سے نکال ڈالو محبت و مودت کا نمک اور زعفران نیاز و کرم کے ساتھ شامل کرو مسکینی کی دارچینی اور بیخودی کے چنے صدق و محبت کے مشک و گلاب میں حل کر کے شامل کرے اس کے بعد ایمان کی روٹی احسان کے تنور میں پکا اور دل کے نمکدان کو محبت کے نمک سے پر کر کے طاقت کی سبزی اور زہد کے سرکے لئے ساتھ دسترخوان پر سجا اور شراب ناب کی چاشنی تیار کر کے ماشائستہ کے ترک سے شائستہ تیار کر کے بلوریں جام و ظروف میں آراستہ کرو پھر خوف کے زعفران اور رجاء کے باغ اور تجربہ کے مغز تغزیہ کی خشخاش ریاضت کے گلاب اور عشق کی مشک سے مزین اور خوشبودار کر کے اخلاص کے دسترخوان پر رکھ اور مہمانوں اور ارادت لاریبی کے آنے والوں کو وجود کی خانقاہ کے شہودی دسترخوان پر بٹھا کر اس غذائے روحانی سے دعوت کر اگر میں مسکین (مصنف کتاب) کی یہ باتیں سمجھ میں آئیں تو فنا فی اللہ

کے آستانہ سے باقی باللہ کی منزل تک ترقی کر سکے گا اور اللہ سے توفیق طلب کر۔

چودھویں فصل

بنائے خانہ کعبہ

خانہ کعبہ روئے زمین کی اصل آفرینش ہے قرآن فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ اسی لئے مکہ مکرّمہ کو اُمُّ الْقُرٰی کہا جاتا ہے اور اس کی تحقیق و تفصیل حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے مفسرین نے ص ، وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ص ایک دریا کا نام ہے جو آسمان و زمین کی تخلیق سے قبل رواں دواں تھا اور اسی جگہ سطح آب پر عرش مجید تھا قرآن مجید فرماتا ہے وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی السَّمَآءِ اور عرش ابھی پانی پر تھا۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عرش مجید جو جہاں اب قرار گزیں ہے اس کو کھودا جائے تو اس کے گرداگرد پانی ہی پانی تھا لیکن عرش مجید کے اعزاز و احترام میں پانی نے اس کو اٹھانے کی جگہ دیدی اور اس کی یہ ادا رب کریم کو پسند آئی اور اس کو عزت و احترام عطا ہوا اور اس کو بقا عطا کی گئی اس کے بعد وہاں خانہ کعبہ کی زمین کو ظاہر کیا گیا اور اس کی سطح زمین پر ظاہر کر دیا گیا اور تمام زمین اس سے پھیلی۔

ایک روایت کے مطابق وہ جوہر یا مادہ جو زمین و آسمان کا اصل خلقت تھا جب نظر قدرت نے اس کو پگھلایا تو وہ نصف آگ اور بقیہ نصف نے پانی کی شکل اختیار کر لی اور آگ کے دھوئیں اور پانی کے جھاگ نے آسمان و زمین کی شکل اختیار کر لی جیسا کہ اس ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔ القصہ جب یہ جھاگ سطح آب کے اس حصہ سے جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور اس جگہ سے زمین کو بچھانے کا سلسلہ شروع ہوا زمانہ آدم علیہ السلام میں یہ جگہ سرخ تھی اور فرشتے اس کی زیارت اور اس جگہ کا طواف کرنے آیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اس دن سے اہمیت اختیار کر گیا جس وقت کہ جناب باری نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

آدم علیہ السلام کا خانہ کعبہ میں قیام

جب حضرت آدم علیہ السلام نے سرزمین سراندیپ سے خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ فرمایا اور وہاں سے روانہ ہو کر مقام ابطح پر رکے تو فرشتوں کی ایک جماعت انکے استقبال کے لئے آئی اور بارگاہ نبوی میں عرض گذار ہوئی، کہ آپ کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل سے ہم یہاں ہیں اور ہر سال حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں تاکہ جب آپ یہاں تشریف لائیں تو ہمارے عزت واکرام میں اضافہ ہو۔ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی رہنمائی میں طواف کعبہ کیا اور حج کے مناسک ادا کئے جو ان کی توبہ کی قبولیت اور ان کی لغزش کا مداوا ثابت ہوئے۔ ان ارکان سے فراغت کے بعد ان کے لئے بیت المعمور اتارا گیا اور اسی جگہ رکھا گیا تاکہ آدم علیہ السلام کی اس خواہش کی تکمیل ہو کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنیں اور ان کی معیت میں اس مقدس حصہ کی عبادت کریں اور اس طرح اس فرض کی تکمیل ہوجائے کہ جو ان کے لئے اس مقدس مقام کی عبادت کیلئے مقرر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام پر بیت المعمور کی عبادت فرشتوں کی عبادت کی طرح مقرر کی گئی۔

بیت المعمور کی اصلیت

بیت المعمور یاقوت سرخ کے ایک دانہ سے بنایا گیا تھا جس کے دو دروازے تھے ایک جانب مشرق اور دوسرا جانب مغرب۔ یہ دونوں دروازے زمرد سرخ و زرد سے بنے ہوئے تھے جس میں دس ہزار قندیلیں زمرد سرخ سے بنی ہوئی روشن رہتی تھیں جن کی روشنی آفتاب و ماہتاب سے زیادہ ہوتی تھی اور اسی عمارت میں حجر اسود تھا جو جنت کے سفید موتیوں میں سے ایک عمدہ قسم کا موتی تھا جو پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی کرسی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

تیسیر میں لکھا ہے کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے آنسوؤں کو جذب کرنے کے لئے رکھا گیا تھا جو وہاں مصروف عبادت رہتے تھے اور ان فرشتوں کے ذمہ یہ کام بھی تھا کہ وہ بیت المعمور کو اجنہ اور شیاطین کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھتے تھے کیونکہ بہشت ابھی اس امر کی متقاضی تھی کہ جنتی چیزوں کی حفاظت بھی اہل جنت ہی سے کرائی جائے کیونکہ اگر کسی کی نظر اس جنتی چیز پر پڑ جائے تو وہ بھی اہل جنت سے ہوجاتا ہے۔ اب اس مومن کے بارے میں کیا

خیال ہے کہ جو صفائے قلب کے ساتھ ایمان اور معرفت توحید الہٰی کو مدنظر رکھ کر بارگاہ الہٰی میں حاضر ہوتا ہے اور اللہ کی وحدانیت کی شہادت دیتا ہے کیا وہ دیدار الٰہی اور حصول جنت کا حقدار نہ ہوگا اور یہ بات تعجب خیز بھی نہیں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات اور بیت المعمور

جب حضرت آدم علیہ السلام اس عالم فانی سے راہی ملک بقا ہوئے تو اس مقدس عمارت کو آسمان کی جانب اٹھا لیا گیا اور بحکم خداوندی خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی گئی اور یہ عمارت طوفان نوح علیہ السلام تک باقی رہی اور اس وقت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک پوشیدہ رہی

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بحکم خداوندی فرشتوں کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ فرشتے آپ کو تعمیر کے لئے پتھر مہیا کرتے تھے جو وزن و حجم میں اتنے بڑے ہوتے تھے کہ تیس آدمی بھی اس کو نہ اٹھا سکتے تھے اس طرح آدم علیہ السلام نے اس عمارت کو مکمل کو مکمل فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

کعبہ کی زیارت کی تمنا بھی سبب مغفرت ہے

کہا گیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام بناء کعبہ سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الہٰی میں عرض کیا الہٰی ہر کام کرنے والا جو اس عمارت کی تعمیر میں شامل رہا اس کو مزدوری عطا فرمائیں گے حالانکہ وہ مزدوری کیا ہوگی؟ اللہ کریم نے فرمایا بیشک وہ اجر کا حق دار ہے اور اس کی مزدوری یہ ہے کہ جو شخص تمہاری اولاد میں سے اس مکان مقدس کی زیارت اور طواف کرے گا ہم نے اس کو بخش دیا جناب آدم نے فرمایا باری تعالیٰ اس میں کچھ زیادتی فرمائی جائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا جو شخص خانہ کعبہ کی حاضری کی تمنا رکھتا ہوا اور وہ یہاں حاضری نہ دے سکے تو اس کو اس تمنا اور آرزو کی وجہ سے بخش دیا جائے گا اور یہ بخشش ان آنے والوں کی دعاؤں اور زیارت کے بدلے میں ہوگی اور وہ حاضری نہ دینے والے ان زائرین کے اجر و ثواب میں حصہ دار ہوں گے اور زائرین کی طرح ان کے گناہوں کی بھی مغفرت فرمائی جائے گی۔ یہ معلوم کر کے ابوالبشر آدم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار تیرا یہ انعام کافی وافی ہے

تعمیر خانہ کعبہ سے متعلق ایک اور واقعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان (لنکا) سے چالیس بار حرم کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ اس سفر میں جدھر بھی آپ کا گزر ہوتا اور جس سرزمین پر آپ کے قدم مبارک پڑتے وہ سرسبز و شاداب ہوجاتی اور اس علاقہ میں آبادی ہوجاتی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ایک قدم تین شبانہ روز کی مسافت پر پڑتا تھا اور دوسری روایت کے مطابق ان کے ایک قدم کی مسافت پچاس فرسنگ ہوتی تھی۔

خانہ کعبہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے عبادت کا گھر رہا اور یہ سلسلہ طوفان نوح تک جاری رہا۔ جب طوفان کا وقت قریب ہوا تو حکم ربی ہوا کہ اے فرشتو اس مکان میں حجراسود اور دوسرے پتھر جو جناب آدم و شیث علیہم السلام نے بناء کعبہ میں استعمال کئے تھے وہ وہاں سے اٹھا کر پہاڑوں میں محفوظ کر دیئے جائیں۔ طوفان کے بعد اس زمین کی رنگت سرخ ہو گئی تھی اور تمام مخلوق الہی اطراف واکناف سے آتی اور اس جگہ کا طواف کر کے تقرب الہی حاصل کرتی اور یہاں اپنی ضروریات کے لئے بارگاہ الہی میں دعائیں کرتی اور ان کی قبولیت تمناؤں اور آرزوؤں کے پورا ہونے کا اثر ان پر ظاہر ہوجاتا تھا یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک قائم رہا۔

زمانہ خلیل علیہ السلام میں جب حضرت حق تعالیٰ نے اس مکان مقدس کی دوبارہ تعمیر کے سلسلہ میں ملت ابراہیمی کو شرف بخشنا چاہا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو یہ فرض تفویض ہوا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام سے مکہ آئیں اور تعمیر کعبہ میں حضرت اسماعیل کی مدد کریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خشوع و خضوع کے ساتھ اس مضمون کے کلمات ادا فرماتے تھے

جمال کعبہ چناں میدواندم بنشاط   کہ خارہای مغیلاں حریر می آید

حضرت ابراہیم تعمیر کعبہ کے لئے مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مکہ تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام دامن کوہ میں بیٹھے ہوئے تیر چھیل رہے تھے۔ معزز باپ نے اپنے بیٹے کو مشیت الہی سے

آگاہ فرمایا تو جناب اسماعیل نے اس سلسلہ میں تمام و کمال امداد و اعانت کا یقین دلایا لیکن اس کام میں پہلی دشواری یہ پیش آئی کہ خانۂ کعبہ کی حدود طوفان نوح کی وجہ سے معدوم ہو گئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سلسلہ میں ربانی ہدایت کے منتظر تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس امر پر مطلع فرمایا۔ اس ذیل میں کئی روائتیں منقول ہیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک ابر آسمان پر نمودار ہوا جس سے شیر کی شکل ظاہر ہوئی اور وہ انسانوں کی طرح کہنے لگا کہ جہاں اس ابر کا سایہ پڑے اس جگہ بتمام و کمال نشان لگالیں۔

دوسری روایت میں ایک واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس ابر سے حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تو نے ہمارے خلیل کی رہنمائی کی ہے لہذا تمہاری یہ محنت رائگاں نہ جائے گی۔ تم فضاء مکہ میں اس وقت تک ٹھہرو جب تک کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو اور تم انپر بھی اسی طرح سایہ فگن ہونا جس طرح حدود کعبہ معین کرنے کے سلسلہ میں کیا تھا۔

نکتۂ خاص است اینجا اے عزیز جو ابر خانہ خدا کی حدود کے تعین میں معاون و مددگار ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں فرماتا اور اس طویل عمر عطا فرما دیتا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنے کے لئے بقا عطا فرما دیتا ہے۔ اگر کوئی مومن کامل اس خانہ کعبہ کو بنوانے والے پر ایمان کامل رکھتا ہے۔ اگر آفتاب قیامت کی تیزی کی وجہ سے اس کی کرامت کا ابر ان کے سروں پر سایہ فگن ہو اور انہیں جنت کی بشارت مل جائے تو یہ بات کرم اندازی سے غیر متوقع نہ ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس جگہ کو جہاں بیت المعمور تھا صاف کر دے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میرا گھر تعمیر کریں گے خس و خاشاک کے ہٹانے کے علاوہ ہوا کو یہ بھی حکم ملا تھا کہ وہ اطراف مکہ میں اس وقت تک ٹھہرے جب تک کہ اس مکان کے مالک و مختار تشریف لائیں اور جب اس سرزمین کے نافرمان اور بدکردار مشرک وکافر باعث تخلیق عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کریں اور اذیت پہنچائیں اور حضور علیہ السلام بدر کے دن ان کافروں پر وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ایک مشت خاک پھینکیں تو اس وقت تمہارا کام یہ ہوگا کہ اس وقت اس مشت خاک کو ان کافروں کے منہ پر ڈال دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ رب تعالیٰ نے ایک مکڑی کو مامور فرمایا کہ وہ حدود خانہ کعبہ کے گرداگرد اپنے لعاب سے ایک حصار بنائے اور اس سلسلہ میں اس مکڑی سے کہا گیا چونکہ تونے حدود کعبہ متعین کی ہے، لہٰذا تمہیں اس کا اجر یہ دیا جائے کہ جب سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں مقیم ہوں گے تب تجھے اس غار کی پردہ داری کا فرض ادا کرنے پر دنیا و آخرت کی سرخروئی عطا کی جائے گی۔

نکتہ : اے درویش تیرے دل نے چند سال پردہ داری کی ولکن یسعنی قلب عبد المومن اگر وہ غایت راحت رحمت انا عند المنکسرۃ قلوبھم سے حصہ حاصل کرے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا حدود اربعہ متعین کر کے بتایا اور اس کی تعمیر کے سلسلہ میں حکم ربی بتایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر میں مشغول ہو گئے، اس کام میں اسماعیل (علیہ السلام) اپنے والد محترم کی مدد پتھر اٹھا کر اور گارا لا کر کرتے رہے لیکن جب دیواریں بلند ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنائی کرنے میں دشواری پیش آنے لگی، آخر کار ایک پتھر تلاش کر کے اس پر کھڑے ہو کر آپ نے کام شروع کر دیا، اس پتھر پر کھڑے ہونے کی وجہ سے اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات پڑ گئے جس کی وجہ سے وہ پتھر مقام ابراہیم کے نام سے موسوم ہوا، قرآنی زبان سے اس طرح کہا جائے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔

دوسری روایت کے مطابق ملائکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پتھر لانے میں مدد کرتے رہے تھے اور ان ہی کی معاونت سے یہ تعمیر مکمل ہوئی اور ان تعمیر کرنے والوں سے ذات باری تعالیٰ نے سعی مشکور کو قبول فرمانے کے لئے استدعا کی جس کو اس ذات پاک نے قبول فرما لیا، اس سلسلہ میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

جب حضرات اسماعیل و ابراہیم علیہم السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں بنائیں اور اسکی تعمیر کو مکمل کیا، اس کے بعد بارگاہ احدیت میں دعا کی اے اللہ ہماری اس جد و جہد کو قبول کر

اس دعا کا ثمرہ اس طرح ملا کہ جناب جبریل اس دعا کی قبولیت کی بشارت لے کر آئے اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کو مناسک طواف قیام منیٰ وقوف عرفہ رمی سعی قربانی اور متعلقات حج کی تعلیم فرمائی اسی طرح آج ان مناسک پر عمل کیا جاتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس جگہ پہنچے جہاں اب خانہ کعبہ ہے تو آپ نے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ اس کے نشان کے لئے ایک پتھر لاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر اٹھا کر لائے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے ناپسند فرمایا اور کہا کہ کوئی دوسرا پتھر لاؤ۔ لہٰذا حضرت اسماعیل علیہ السلام دوبارہ گئے تو جبل ابوقبیس سے آواز آئی میرے اندر آپ کی ایک امانت موجود ہے اور حجر اسود (جناب جبریل علیہ السلام نے طوفان نوح کے وقت اسے ابوقبیس کے پہاڑ میں امانت کے طور پر رکھا تھا) جناب اسماعیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا تاکہ اسے اس کی جگہ پر لگا دیا جائے۔

زہرۃ الریاض میں کہا گیا ہے کہ ابوقبیس نامی پہاڑ خراسان میں تھا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد کے فرمان کے مطابق مناسب پتھر کی تلاش میں نکلے تو پہاڑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ اے بار الٰہا مجھے اجازت عطا ہو تاکہ میں اس امانت کو جو میرے پاس طوفان نوح کے وقت سے ہے اسماعیل علیہ السلام کی سپرد کر دوں لہٰذا جب اسے اجازت مل گئی تو وہ وہاں سے رواں دواں مکہ میں اس جگہ آ کر رکا۔ ادھر جناب جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام واقعہ کی اطلاع دیدی اور وہ پتھر وہاں سے لیکر اس کی جگہ نصب کر دیا اس کے بعد ابوقبیس پہاڑ نے حضرت ابراہیم سے درخواست کی کہ آپ میری سفارش فرمائیں کہ مجھے یہاں سے نہ ہٹایا جائے ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی درخواست کو پیش فرمایا اور اس کو اس بات کی ضمانت مل گئی کہ یہاں سے ہٹا کر خراسان نہ بھیجا جائے گا۔

خطہ ارض کا پہلا پہاڑ بیان کیا گیا ہے کہ خطہ زمین پر جو پہلا پہاڑ عالم وجود میں آیا وہ جبل ابوقبیس تھا اور ایک روایت زہرۃ الریاض میں نقل کی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کو پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیر کیا جائے۔ طور سینا

طور زینا۔ کوہ لبنان۔ جودی۔ حرا۔ خانہ کعبہ کی بنیادیں کوہ حرا کے پتھروں سے بنائی گئی تھیں۔ اور یہ روایت کشاف سے لی گئی ہے۔

تعمیر کعبہ میں پانچ پہاڑوں کے پتھروں کا استعمال

مندرجہ بالا پہاڑوں میں سے کچھ تو اطراف مکہ سے دور تھے۔ لیکن ملائکہ کی مدد سے ان پہاڑوں سے پتھر لائے گئے جن سے خانہ کعبہ تعمیر ہوا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیر کا فلسفہ یہ تھا کہ بندگانِ خدا اس عمارت کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کریں گے تو انہیں ان پہاڑوں کے برابر اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

پانچ پہاڑوں کے پتھر اور اسلام کے پانچ رکن

بعض لوگوں نے اس سلسلہ میں ایک اور نکتہ کا اظہار کیا ہے کہ ایک ظاہری کعبہ ہے جو پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے اسی طرح باطنی کعبہ کی تعمیر بھی پانچ ستونوں پر کی گئی ہے جو اساس دین ہیں اور یہ اس لئے کہا گیا کہ بناء اور استحکام اور یقین انہیں پانچ بنیادی اصولوں پر منحصر ہے لیکن اس سلسلہ میں بعض اہل بصیرت کا خیال ہے کہ یہ پانچ پہاڑ کسی نہ کسی شرف اور تاریخی واقعہ سے منسلک ہیں جن میں سے بعض کے بارے میں تفصیلی واقعات کتابوں میں بیان کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ کوہ جودی کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ اسے سیدنا نوح علیہ السلام کے طوفان سے ایک نسبت حاصل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ (کشتی نوح جودی پہاڑ پر پڑی تھی) کوہ سینا کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے تعلق پیدا ہوا آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا کوہ طور پر آگ کی لپٹ نظر آئی لیکن طور زینا کو باری تعالیٰ کی قسم یاد دلانے سے رابطہ قائم ہوا قرآن کریم ناطق ہے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ان تین پہاڑوں کے متعلق تو مذکورہ بالا سطور سے معلوم ہوا لیکن دوسرے پہاڑوں سے متعلق بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کوہ لبنان پر ہوگا اور حرا وہ پہاڑ ہے جو علاقہ سرانديپ میں واقع ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی قیام گاہ تھی۔

خانہ کعبہ کی تولیت

الغرض کعبہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد ان دونوں باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مناسک حج ادا کرنے حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے اس مبارک مکان کی تولیت اپنے سعادت مند اور خدا رسیدہ بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی سپرد فرمائی اور اس کی حفاظت کی تلقین کر کے اپنے دوسرے گھر ملک شام کی جانب روانہ ہوئے سے پہلے کوہ عرفات پر چڑھے اور ملک شام کی جانب نظر اٹھائی دوسری مرتبہ پہاڑ سے مکّہ کی جانب نظر اٹھائی۔ اس وقت آپ کے دل میں خلش پیدا ہوئی کہ حضرت اسماعیل کی نسل جو اس علاقہ میں ہوگی وہ اس بے آب وگیاہ علاقہ میں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو سرزمین شام پر آباد ہیں اور دنیاوی عیش و آرام سرسبز زمین انواع واقسام کے پھل اور فواکہات بہرہ مند ہیں۔ ان تمام نعم ولذائذ سے محروم رہیں گے۔ یہ تصور کر کے ان پر رقت طاری ہوگئی اور بارگاہ احدیت میں دست بدعا ہوئے اور اولاد اسماعیل علیہ السلام کی سہولت و مرفع الحالی کے لئے دعائیں کیں ان سے فارغ ہوکر اپنی سواری کی رکاب میں پیر رکھنے والے تھے کہ وحی الہٰی آئی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تمام دنیا کو اس خانہ کعبہ کی زیارت کی دعوت دو وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ چونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر تمہارے ہاتھوں انجام پائی ہے لہٰذا عالم انسانیت کو اس کی زیارت کی دعوت بھی تمہیں دو۔

کعبہ میں عبادت کیلئے دعوت ابراہیمی

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی میری آواز کہاں تک پہنچے گی خطاب باری ہوا کہ تمہارا کام ندا کرنا ہے اور اس آواز کو تمام دنیا میں پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

الغرض ابراہیم علیہ السلام اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے ایسی جگہ آئے جہاں دعا فرما رہے تھے (کہا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) ان کے قدم مبارک کی برکت سے بڑا ہونا شروع ہوا اور اتنا بڑا ہوا کہ ایک پہاڑ کی مانند ہوگیا) حضرت ابراہیم علیہ السلام یمن کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو آواز دی کہ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ بَنٰی بَیْتًا وَ اَمَرَکُمْ اَنْ تَحُجُّوْہُ توجہ سے سنو کہ تمہارے رب نے ایک مکان بنوایا ہے اور حکم الٰہی ہے کہ تم سب وہاں حج کے لئے جاؤ اب تمہارا فریضہ ہے کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں اس مکان مقدس جاؤ اور شرف حج حاصل کرو تاکہ تمہاری حاضری بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو اور تمہاری جدوجہد مستحسن و مشکور ہو اور تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو جائے۔ اس کے بعد

جانب مشرق متوجہ ہو کر یہی کلمات فرمائے حق تعالیٰ نے ان کی آواز دائیں بائیں شمال وجنوب میں پہنچا دی اور تمام مخلوق نے ان کی آواز پر لبیک کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق تمام عالم انسانیت کے بسنے والوں نے اور وہ لوگ جواب تک رحم مادر یا صلب پدر میں تھے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور وعدہ کیا کہ وہ اس سعادت سے بہرہ افروز ہوں گے کہا گیا ہے جو ایک مرتبہ سعادت حاصل کرے گا اس نے ایک بار لبیک کہا تھا اور جو یہ سعادت ایک مرتبہ سے زیادہ حاصل کرے گا اس نے اتنی ہی بار لبیک کہا ہوگا۔

القصہ جناب ابراہیم علیہ السلام ندا سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کی تولیت کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا متولی بنا کر خود عازم ملک شام ہوئے اور دوسرے سال حضرت اسحاق علیہ السلام اور جناب سارہ کی معیت میں خانہ کعبہ تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان حضرات کی مہمانداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور جناب سارہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کی جس کی وجہ سے حضرت سارہ بہت خوش ہوئیں حضرت اسحاق علیہ السلام ہر سال مکہ تشریف لاتے اور اسماعیل کے ساتھ رشتہ اخوت استوار کرتے اور حج کے بعد والدین کے پاس واپس ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت سارہ کی عمر ایک سو ستائیس سال اور ایک روایت کے مطابق ایک سو تیس سال ہوئی تو راہی ملک بقا ہوئیں اور مقام حبرون میں آسودۂ خاک ہوئیں۔

پندرھویں فصل

خانہ کعبہ کی تعمیر سنگ و خشت سے کیوں ہوئی

خانہ کعبہ جو کہ بیت اللہ کہا جاتا ہے اس کی تعمیر میں سنگ و خشت استعمال کیا گیا جس طرح مکانوں میں استعمال ہوتا ہے اس میں اور مکانوں کے برخلاف زر و جواہر کیوں نہ استعمال کئے گئے؟

اس کا جواب اہل بصیرت نے اس طرح دیا ہے کہ عزت و حرمت کا معیار خوبصورتی یا اس کی قیمت سے نہیں ہے بلکہ معیار شرف و عزت وہ ہے جس کو خالق کائنات نوازے نہ کہ اہل دنیا اس کے رطب اللسان ہوں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے خاک سے پیدا فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ اور اس کے بعد اس کو شرف و عزت

سے ہمکنار فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ہم نے بنی آدم کو شرف و عزت سے ہمکنار فرمایا۔
حضرت آدم علیہ السلام کے وجود انسانی کو نور سے منور فرمایا اور نوری مخلوق فرشتوں کا اس کو
کو مسجود بنایا تاکہ تمام مخلوق کو پتہ چل جائے کہ بزرگی اور عزت و حرمت کا معیار سیرت ہے صورت
نہیں ہے۔

حاجیاں را کی بود برگرد سنگ و گل طواف
بلکہ میجو یند دیدار از در و دیوار دوست

مکّہ کی سرزمین اس کیوں منتخب ہوئی

میں کیا حکمت تھی کہ اس سنگلاخ اور بے آب و گیاہ علاقہ
کو بیت اللہ کے لئے مقرر کیا گیا جب کہ نہایت سرسبز و شاداب اور
پرفضا مقامات موجود تھے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ زائرین کے خلوص و محبت و عقیدت کا امتحان لیا جائے کہ پریشان حال
شوریدہ بال سفر کی صعوبتوں سے نڈھال اطراف و جوانب سے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ
پکارتے ہوئے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ انہیں نہ کھانے کی پروا نہ پینے کی نہ آرام کا خیال نہ
بیوی کی فکر نہ بچوں کا خیال۔ اس عالم میں جذبات میں بھرے ہوتے ہیں کہ اس راہ کے
پتھر لعل و جواہر اور کانٹے گل و گلزار معلوم ہوتے ہیں۔

بیا و بنگر اگر چشم حوز دہ بین داری ۔۔۔ کہ سنگریزہ بطحا عقیق و مرجان است
ز بوستاں حرم گل کسے نواند چید ۔۔۔ کہ خار بادیہ اش در نظر چو ریحان است

رباعی

ای دل بی دل بنزد آں دلبر رو ۔۔۔ در بارگہ وصال او بے سر رو
پنہاں ز ہمہ خلق چو رفتی بدوش ۔۔۔ خود را بدرش داں و آنگہ در رو

آداب و زیارت: صاحبان بصیرت کا کہنا ہے کہ جو خانہ کعبہ کی حاضری کا تصور کرتا ہے
اس کو خواہشات کا اتباع کرنا مناسب نہیں ہے جو بھی زیارت کعبہ کا ارادہ کرے اسکے
لئے ہوا و ہوس نفس پرستی کرنا کس طرح گوارا کیا جا سکتا ہے اور یہ حاضری باطن کے
احرام بندی کے کس طرح ممکن ہو گی اور اس احرام کی شکل یہ ہے کہ نیاز کا پاجامہ پہن نیاز
مندی کا کمر بند کس لیا جائے اور وفا و بردباری کی چادر کاندھوں پر ڈال کر عشق و محبت میں

سرشار ہو کر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صدائیں لگاتا بارگاہ احدیت کی طرف منہ کر کے خدا واحد کا سودا سر میں سما کر اسی مضمون کی صدا لگاتا رہے

ای قوم بحج رفتہ کجائید کجائید — معشوق ہم اینجاست بیائید بیائید
معشوق تو ہمسایہ و دیوار بدیوار — در بادیہ سرگشتہ شما در چہ ہوائید
گر قصد شما دیدن آن کعبۂ جان است — اول رخ آئینہ بہ صیقل بزدائید

تعمیر کعبہ کی اہمیت اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام سے فرمایا کہ میرا گھر وادی غیر ذی زرع (بے آب و گیاہ علاقہ) میں بناؤ جس کے ایک طرف وسیع و عریض بری علاقہ اور دوسری طرف طویل و عریض بحر بے کراں ہو اور ایسے علاقہ میں وہ عزت و حرمت والا مکان موسوم بہ بیت اللہ ہو کہ جس کے ذوق نظارہ میں عاشق مست ہوں اور ہم ان کے ذوق و شوق کو دیکھیں کہ ایک پتھر کی عمارت کی زیارت کی خاطر ہزاروں میل کا سفر کر کے سفر کی ہزاروں دقتیں برداشت کرتے راہ کے پتھروں کو پیروں سے ہٹاتے ذوق و شوق میں لبیک کا والہانہ ورد کرتے ہوئے آتش شوق کو بھڑکاتے ہوئے آئیں۔

بکوش روی نگرداں زجور یار کشی — مگر مراد دل خویش در کنار کشی
بہر صفت میسر شود بکن جہدے — کہ خویش را بسر کوئی آن نگار کشی
زجاہ و حشمت دنیا وگرچہ می طلبی — سعادت تو ہمیں بس کہ جور یار کشی
چو اختیار دولت عشق روی دلدار است — ضرور تست کہ جورش باختیار کشی
اگر بآخر عمر این مراد خواہی یافت — روا بود کہ ہمہ عمر انتظار کشی

چو اوحدی دولت اربا گلیست حیف مدار
ز بہر خاطر گل گر جفائی خار کشی

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است حضرت حق نے ظاہر میں کعبہ بنایا لیکن باطن میں بھی کعبہ کی بنیاد رکھی اور دل کو سینہ میں کعبہ کی مثال بنایا۔ مکہ مکرمہ میں کعبہ کو اسرار عطا ہوئے اور اس کعبہ کے گرد اگرد مطاف خلائق بنایا اور کعبہ دل کو الطاف خالق کا مطاف قرار دیا۔ وہ کعبہ مخلوق کا قبلہ ہے اور یہ کعبہ

باطن قبلہ حق کا پرتو ہے وہ کعبہ ابراہیم کا بنایا ہوا اور یہ کعبہ مصدر لطف کریم ہے - وہاں عرفات ہے تو یہاں فرمان ہیں - وہاں مروہ صفا ہیں تو یہاں مروت و وفا ہیں - وہاں مقام خلیل ہے تو یہاں مقام لطف جلیل ہے وہاں چشمہ زمزم ہے تو یہاں منبع افراح (جمع فرحت) دمادم ہے اگر وہاں رکن یمانی ہے تو یہاں کنوز (جمع کنز خزانہ) رحمانی ہیں اگر وہاں حجر اسود ہے تو یہاں اسرار محبت کا رنگ ہے - وہاں مزدلفہ و منیٰ ہیں تو یہاں الفت قربت و اصطفا ہیں - ایسا کعبہ مقدس جو دوستوں کے سینہ میں دفینہ بنایا گیا ہے اسکی مثل نہ تو جنت الماویٰ میں ہے نہ فردوس اعلیٰ میں - اس خطہ پاک کو کہ جو بہشت کہلاتی ہے وہ بھی اس بہشت کی خوشہ چیں ہے کیونکہ وہ بہشت تمہاری اقامت گاہ ہوگی اور یہ بہشت باعث تسکین نظر اور تماشا گاہ ہے - اُس بہشت کی بلبل اس بہشت کے گل کے فراق میں نالاں اور اس کی جدائی میں ملول و پریشان رہتی ہے -

در دلِ مومن مقامِ کبریا است

اس بہشت کو جناں کہا جاتا ہے تو اس کو باغ جان - اس جنت کی جیم زیر کے ساتھ ہے جو طویل کا اختصار ہے تو اس کی میم نصب کے ساتھ ہے جو حق تعالیٰ کی منتظر ہے - وہ بہشت آسمان پر ہے جس کی بنیاد ابد (ہمیشگی) پر ہے اور یہ بہشت جو انسان کے اندر ہے اس کا سایہ ازل پر پڑا ہے - اس جنت میں حور و قصور ہیں تو اس جنت میں بھی ایسی ہی اشکال نظر آتی ہیں - اگر وہاں جمال حق نظر آئے گا تو یہاں پرتو جمال حق نظر آتا ہے -

اندر آئینۂ دل حسن و جمالے دیدم ہمچو خورشید کہ در آب زلالی دیدم
خیرہ شد دیدۂ عقل از لمعات رخ دوست با وجود از پس صد پردہ خیالی دیدم
من اگر والہ و مدہوش شدم معذورم کہ در آئینہ عجب حسن و جمالی دیدم

کعبہ اور بہشت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخلوق الٰہی کے حج کے لئے بلانے کے سلسلے میں خطاب الٰہی ہوا کہ خانہ کعبہ کی طرف بلانے کے لئے ان کو بلایا گیا لیکن بہشت میں بلانے کے لئے کسی کو حکم نہ فرمایا بلکہ بندوں کو بہشت میں خود بلایا وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دار السلام

(بہشت) کی طرف بلانا ہے۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی طرف بلانے کی ایک وجہ تھی کہ وہ علاقہ بے برگ و شجر اور بے آب وگیاہ تھا اس لئے ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تم بلاؤ اور بہشت میں آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش تھے نہ کوئی رنج اور نہ غم اس لئے اس ذات بے نیاز نے بندوں کو خود دعوت بہشت دی۔

اس کے سلسلہ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے چونکہ کعبہ دنیا میں ہے اس لئے بلا واسطہ خطاب الٰہی نہ ہوا اور دنیا عالم اسباب ہے۔ اس لئے اس میں سبب پیدا فرمایا اور بہشت کا تعلق عالم آخرت سے ہے جہاں سبب کی ضرورت نہیں اس لئے وہاں بلا واسطہ خطاب فرمایا گیا۔

دعوت کعبہ اور دعوت بہشت دنیا کا قاعدہ ہے کہ بادشاہ جب رعیت کو خدمت اور شہری حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو اپنے احکام رعایا کو بلا واسطہ نہیں دیتے بلکہ کسی واسطہ سے احکام شاہی نافذ کراتے ہیں اگر ایسا ہو تو نظام شاہی معطل ہو جائے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ لیکن اس کے برخلاف انعام دیتے وقت بادشاہ بلا واسطہ انعام اپنے ہاتھ سے دیتے ہیں کیونکہ ایسا کرنا بادشاہ کے کرم تعلق خاطر اور بندہ نوازی کی دلیل ہوتا ہے اور کعبہ کی جانب بلانا اطاعت گزاری کے لئے تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطہ سے بلایا گیا۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ لوگوں کو حج کے لئے ندا کیجئے اور بہشت میں طلبی عطائے انعام کے لئے تھی اس لئے اس میں کسی واسطہ کی تلاش نہ ہوئی اس لئے خطاب الٰہی ہوا وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کعبہ مقدسہ کے لئے بلانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے تو تلبیہ لَبَّیْکَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہ نہ کہلوایا گیا اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کیوں کہلوایا گیا اس کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ حقیقی طور پر بلانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی تھی اس لئے واسطہ درمیان سے ختم کر کے براہ راست بلانے والے کو مخاطب کیا گیا۔

ہر چند نیا یدز تو در گوشش ندایم — لبیک زنان من پس کوئی تو درایم
نشنودم ازاں قافلہ گر بانگ درائی — من نعرہ زنان بر سر کوئی تو درایم

مناسک حج کی حکمتیں اے عالم انسانیت کے بسنے والے اور اے ہوا و ہوس کی حکومت میں زندگی بسر کرنے والے بہیمیت کی منزلوں میں اقامت کرنے والے اور اے کعبہ وصال سے محروم رہنے والے اس حال میں کب تک پڑا رہیگا بڑھ اور اپنی اصلاح کی جانب قدم اٹھا اِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ تو اب تک پرانی الجھن میں پڑا ہوا تھا کب تک دشمن تیرے ساتھ دست و گریباں رہیں گے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ تیرے اہل و عیال جن پر تو تکیہ کئے ہوئے ہے وہ تیرے دشمن ہیں۔ دنیاوی نعمتوں اور شیطانی وسوسات سے پرہیز کر ہوا و ہوس کو چھوڑ اور جد و جہد کے دامن سے ملحق ہو کر دنیاوی بندھنوں کو توڑ ڈال زن و فرزند سے علیحدہ ہو جان و مال کے خیال کو دل سے نکال اور اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کی وادی میں قدم رکھ اور اِنِّي ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّي کی مبارک صدا دے اور نفس امارہ کی وادی کو مجاہدہ کے قدموں سے پار کر کے عالم مجاہدہ میں قدم رکھ اور برائیوں کے مسکن قلب کو امانت کے پانی سے غسل دے لباس بشریت سے مجرد ہو کر بزرگی کا احرام باندھ اور تمنائے روحانی کی منیٰ میں توقف کر اور نفس بہیمی کو چھوڑ کر اطاعت و فرمانبرداری خالق اختیار کر اور وہاں سے کعبہ وصال میں اَدْعُ نَفْسَكَ اس طرح جب کعبہ وصال پہنچ جائے اپنے دل کا طواف یعنی حجر اسود کے گرد اگرد چکر لگا الحجر یمین اللہ بلکہ اس تشبیہ کے مطابق القلب بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن اس منزل پر آکر عہد کو تازہ کر اس مرحلہ سے ہٹ کر مقام خلت پر (مقام ابراہیم) اور دو رکعت شکرانہ کی ادا کر کے اپنی عبودیت کا اظہار کر کے دوزخ سے نجات اور حصول جنت کی تمنا کر اب ان منازل کو طے کر کے اپنے عشق و محبت کا اظہار کر کے کعبہ وصال کے دروازہ کی جبیں سائی کر اور اس دروازہ پر بیخود و بے خوف ہو کر پڑ جا اور حصول مقصد کی امید و آس لگا تیرے لئے یہ بشارت ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

دل بیدل بہ نزد آں دلبر رو — در بارگہ وصال او بی سر رو

پنہان ز ہمہ خلق چو رفتی بدر رشش خود را بدر رشش ہمان وانگہ در رد

سولھویں فصل

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے خصائص

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعض خصوصیات جو کتابوں میں بیان کیگئی ہیں سترہ ہیں۔

(۱) خُلّت یعنی وہ محبت جو دل کی گہرائیوں میں ہو اور خلیل وہ محبوب ہوتا ہے جس کے دل میں محبت کی ایک جھلک نمودار ہوئی ہو یا ایک رمق بھی آئی ہو اور حبیب وہ ہے جو محبوب کی طرح ہو جو صفت محبوبیت کے ساتھ محبت کی وادی میں گامزن ہو قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی طرح مزید محبت والفت کا طلب گار رہے۔

(۲) ضیافت : اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ مہمانوں کی تلاش میں رہتے اور کبھی تنہا کھانا نہ کھاتے۔

واقعہ : جناب ابراہیم علیہ السلام ایک مرتبہ مہمانوں کی تلاش میں گئے ہوئے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں بڑی تلاش کے بعد ایک پیر مرد کے پاس پہنچے جب اس کو اپنے گھر لائے اور اس سے احوال معلوم کئے تو اس کو بے دین پایا امکانی کوشش کی کہ اس کو ہدایت کی راہ دکھائیں لیکن وہ ضعیف العمر اپنی روش میں سختی سے قائم رہا اور ان طریقوں کو اختیار نہ کیا جو ملت ابراہیمی میں رائج و جاری تھے مثلاً ناخون کا کاٹنا اور مونچھوں کو تراشنا اس بوڑھے شخص پر حضرت ابراہیم کی تبلیغ کا اثر نہ ہوا اور وہ ملول وافسردہ ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام سے دسترخوان سے اٹھ گیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کی طرف اس کے کفر اور ضد کی وجہ سے کوئی توجہ نہ دی

اس شخص کے چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم الہٰی بہ انداز عتاب ملا کہ اے ابراہیم اس کی بداعمالیوں برائیوں اور ضد کے باوجود برسوں سے ہم روزی دے رہے ہیں۔ آج ایک وقت (دوپہر کو) وہ تمہارے دسترخوان سے بھوکا اٹھ گیا اور تم نے اس کو جانے دیا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے تعاقب میں گئے اور اس کو پکڑ لائے اس بوڑھے شخص نے حضرت ابراہیم سے اس رویہ یعنی پہلے جانے دینے اور بعد میں بلانے کے متعلق دریافت کیا

تو آپ نے اسے تمام کیفیت بتائی جس سے وہ بہت متاثر ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زبان حال سے گویا ہوا اے کریم تیرے کرم کے قربان جو اپنے دشمنوں کی وجہ سے دوستوں پر عتاب فرماتا ہے۔

اے خلیل رب جلیل مجھے ایمان کی تلقین فرماتا ہے کیونکہ اب ایسے معبود برحق سے انحراف ممکن نہیں لہذا اس نے ملت ابراہیمی کو اختیار کیا اور مقربین بارگاہ میں شامل ہو گیا

ہر دل کہ بنور خود منور داری چوں شمع گزش بہ تیغ سر بر داری
نومید ز رحمتت نخواہد گشتن زیں ساں کہ نظر بحال کافر داری

پیر گفت انکہ کند گاہی خطاب آشنا را پئے بیگانہ عتاب
راہ بیگانہ نگہش چوں سپرم را بہ شنا پیش چرا بر خورم

مہمانوں کی کثرت ایک مرتبہ مہمانوں کی زیادتی کی وجہ سے حضرت ابراہیم کے گھر میں سامان خور دنوش کی کمی ہو گئی۔ جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم سے رجوع کیا آپ نے ملازموں سے فرمایا کہ اونٹ لے کر فلاں دوست کے پاس جاؤ اور اس کے پاس سے ادھار غلہ لے آؤ ملازم حسب فرمان اس شخص کے پاس گئے تو اس نے جواب دیا کہ میرے پاس تو اتنا سامان خوراک نہیں ہے اس کی واپسی تک تو میں بھی محتاج اور ضرورت مند ہو جاؤں گا۔ لہذا میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔ ملازموں نے کہا کہ ہمیں گھر سے نکلے بہت وقت ہو گیا غرباء و مہمان ہمارے منتظر ہوں گے اب ہمارا خالی جانا بہت برا ہو گا لیکن اس بات کا بھی اس پر اثر نہ ہوا اور وہ لوگ وہاں سے خالی ہاتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں انہیں خیال آیا کہ خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں لہذا اونٹوں پر ریت لاد لی اور شہر کی طرف روانہ ہوئے اور گھر آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت آرام کر رہے تھے ایک کنیز نے ایک اونٹ پر لدے ہوئے تھیلے کو کھولا اس میں سے آٹا نکال کر روٹی پکائی اور آپ کی خدمت میں لا رکھی۔ جب روٹی کی خوشبو حضرت ابراہیم کی ناک میں آئی تو دریافت کیا کہ یہ آٹا کہاں سے آیا خدام نے جواب دیا کہ مصری دوست کے یہاں سے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

اس علم کے ذریعہ جو ربِّ جلیل کی جانب سے عطا ہوا تھا معلوم کر لیا کہ یہ سامان خوراک خلیل مصری کے یہاں سے نہیں بلکہ خلیل آسمانی کی جانب سے ہے۔

حضرت ابراہیم کی خصوصیات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیات یہ تھیں کہ آپ ناخن تراشنے مونچھیں پست کرنے بغل اور غیر ضروری بال صاف کرنے والی پہلی شخصیت تھے، اسی طرح مسواک کلّی اور پانی سے استنجا بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کیا۔ سب سے پہلے آپ ہی کے ریش مبارک میں سفید بال نمودار ہوئے، آپ سے پہلے کسی کی داڑھی میں سفید بال نہ ہوتے تھے۔ جب آپ نے ریش مبارک میں سفید بال دیکھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی یہ کیا بات ہے جس سے تو نے مجھے دوچار کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار اور بزرگی ہے، یہ معلوم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَيَّضَ الْقَاءَ وَسَمَّاهُ وَقَارًا

حضرت ابراہیم کے بال سفید ہو گئے فردوس الاخبار کی روایت کے مطابق حضرت علی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جس شخصیت نے بارگاہ الٰہی میں التجا و مناجات کی، وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ذات بابرکات تھی۔ ایک اور روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی داڑھی میں سفید بال دیکھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض گذار ہوئے، الٰہی یہ کیا نئی چیز ہے جس سے تو نے اپنے خلیل کو دوچار فرمایا ہے۔ جواب باری ہوا کہ یہ علم حلم و وقار کی دولت ہے اور ایمان و اسلام کا نور ہے اور اپنے عزت و جلال کی قسم میں کسی مخلوق کو یہ دولت اس وقت تک عطا نہ کروں گا جب تک وہ میری وحدانیت کی شہادت نہ دے اور میرے کرم سے یہ بعید ہے کہ پھر بھی میں اس کو دوزخ کی آگ میں جلاؤں یا اس کے لئے میزان عمل قائم کروں یا اس کے لئے مسند عدالت و انصاف بچھاؤں، یہ کلمات سن کر جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا اس دعا کے بعد جب آپ دوسری صبح بیدار ہوئے تو آپ کا سر مبارک ثغامہ (ایک پہاڑی سفید گھاس جس کا پھول سفید ہوتا ہے) کی طرح سفید تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق جناب ابراہیم علیہ السلام کے بالوں کی سفیدی اس وجہ سے تھی کہ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر شریف سو سال سے زیادہ تھی۔ اس عمر میں لوگوں کو اس امر پر شک ہوا اور کہنے لگے دیکھو تعجب کی بات ہے کہ یہ ضعیف العمر مرد اور بوڑھی عورت نہ معلوم کہاں سے اس لڑکے کو لے آئے ہیں اور اس کو اپنا بیٹا کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت اسحاق کو جناب ابراہیم سے اتنا مشابہ کر دیا کہ دونوں کی پہچان ممکن نہ رہی۔ لہٰذا باپ بیٹے میں امتیاز کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید کر دیئے گئے۔

ختنہ کی ابتدا

ان ابراهيم اختتن بالقدوم وهو ابن ثمانين سنة

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام کے مقام قدوم میں تشریف لائے اس وقت عمر شریف اسّی سال تھی وہاں تشریف لاکر آپ نے ختنہ فرمایا۔ تاریخ میں آپ کی شخصیت انفرادیت کی حامل ہے کیونکہ سب سے پہلے آپ نے ہی ختنہ ایجاد فرمائیں۔

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ قدوم سے مراد تیشہ یا وہ کاٹنے کا آلہ مراد ہے جس سے ختنہ کی جاتی ہے اس طرح حدیث کا مفہوم اس طرح ہوگا کہ سب سے پہلے جس نے ختنہ کیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کی عمر اس وقت اسّی سال تھی۔

یہ بھی منقول ہے کہ ختنہ کے بعد ابراہیم نے شدید تکلیف اٹھائی، اس وقت وحی الٰہی آئی، اے ابراہیم تم نے احکام ملنے سے پہلے ختنہ کرنے میں جلدی کی جو مناسب نہ تھا اسی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ آپ نے فرمایا بیشک ایسا ہوا لیکن اس میں حسن نیت کارفرما تھی، میرے دل نے کہا کہ کار خیر میں تاخیر نہیں بلکہ تعجیل مناسب ہے۔

پاجامہ اور جوتی پہننے کی ابتدا

سب سے پہلے جس شخصیت نے پاجامہ اور جوتے پہنے وہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت تھی اور ان کے پہننے کا سبب عرائس میں امام ثعلبی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی ربانی آئی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) جب تم سجدہ کرو تو

زمین اور تمہارے ستر کے درمیان کوئی شے حائل ہونی چاہیئے تاکہ زمین کو تمہارا ستر نظر نہ آئے۔ لہذا آپ نے پاجامہ سلوا کر پہنا۔ علاوہ ازیں جناب ابراہیم علیہ السلام کو بہت سی چیزوں پر سبقت کا شرف حاصل ہوا۔

(۱) مال غنیمت کو سب سے پہلے آپ نے ہی تقسیم فرمایا۔

(۲) راہ حق میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والی شخصیت آپ کی ہی تھی۔

(۳) قیامت کے دن ردائے رحمت سب سے پہلے آپ کو ہی اڑھائی جائیگی

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اول من یکسی یوم القیمۃ ابراهیم علیہ السلام اور یہ اس بات کا بدلہ تھا کہ نار نمرود میں ڈالتے وقت آپ کو برہنہ کیا گیا تھا لہذا اس اعزاز سے نوازا گیا اور آپ کے قیام کی جگہ کو عزت دی گئی۔ قرآن کریم فرماتا ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى اس اعزاز کے بعد آپ کو انسانوں کی امامت کے فرائض تفویض ہوئے قرآن کریم میں آیا اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انہیں (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے اتباع کا حکم فرمایا گیا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ملت حنیف ابراہیم کا اتباع کرو۔

آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) پر بیس صحیفے نازل فرمائے گئے جن میں اکثر نصائح سے بھرپور تھے۔ ان صحیفوں کی پچیس نصیحتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) اے اولاد آدم میں تجھ سے تیری نماز و عبادت کی وجہ سے راضی ہوں تو بھی میری عطا، رزق کی وجہ شادان و فرحاں ہو جاؤ۔

(۲) کعب احبار نے کہا ہے کہ صحف ابراہیم میں اس طرح بیان ہوا ہے۔ "ٹھہر ٹھہر اے ابن آدم رزق مقرر شدہ ہے۔ حریص محروم ہے بخیل مذموم اور فاسد رنج و غم کا شکار دنیا آنی جانی اور خدائے حی و قیوم رازق مطلق ہے۔

(۳) اے ابن آدم جو تیرے قبضہ و اختیار میں ہے اس میں سے اس آنے والے دن (روز قیامت) کے لئے کچھ پہلے سے بھیج دے۔

(۴) اے آدم کے فرزند جس نے تجھ پر انعام فرمایا ہے اس کی شکر گذاری کر اور جو تیرا شکریہ

ادا کرے اس پر انعام کر۔

(۵) اے ابن آدم تمام عمر طلب دنیا میں خرچ کر دی آخرت کی طلب کے لئے کونسا وقت لائے گا۔

(۶) اے اولاد آدم ہم نے تیری آنکھوں کے آگے پلکوں کا سائبان بنایا تاکہ نادیدنی چیزوں کے دیکھنے سے تو آنکھیں بند کرے اور تیری زبان کے آگے لبوں کا پشتہ لگایا تاکہ نہ کہنے والی باتوں سے محافظت ہو جائے اور تو اپنے لب بند کرے۔

(۷) اے انسان تو ان میں سے نہ ہو جو طول امل سے دنیا طلب کریں اور تقلیل عمل سے حصول آخرت میں کریں ان کی گفتگو تو عابدوں کی سی ہو لیکن عمل منافقوں کا سا ہو اگر عطائے الٰہی نہ ہو تو قناعت نہ کریں اور کسی تکلیف و آزمائش میں پڑ جائیں تو صبر نہ کریں۔ اگر حالات لیے ہی رہیں تو مصیبت میں پڑ جائیں اور پائے استقامت میں لغزش آ جائے اور سمجھ لو کہ میں تیرے زمانہ کو عبرت دلانے کے لئے تمہیں آزمائش میں ڈالوں گا

(۸) اور اے ابن آدم تیرا دوست تجھ سے اپنی وجہ سے دوستی رکھتا لیکن جو کوئی تجھ سے دوستی رکھتا ہے وہ اپنا خداوند نظر رکھتا ہے لیکن میں تجھ کو تیری وجہ سے محبوب رکھتا ہوں لیکن تو خود مجھ سے ہرگز دور نہ کرنا۔

(۹) اے ابن آدم میں نے تیری گردن میں تختیاں لٹکائی ہیں ایک تیرے عیوب کے لئے اور دوسری دوسروں کے لئے تو نے اپنے عیوب سے چشم پوشی کر کے دوسروں کے عیوب پر نظر ڈالنی شروع کی ہے جو انصاف کی بات نہیں ہے۔

(۱۰) اے آدم کی اولاد جو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وہ مستحق جنت ہوتا ہے اور جو اس کے علاوہ اور نیکیاں کرتا ہے مثلاً تواضع اختیار کرتا ہے اور میری بارگاہ اور یاد میں اپنی عمر گذارتا ہے اور محرمات سے اپنے نفس کو باز رکھتا ہے اور میری رضامندی کے لئے غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور اپنے قریب جگہ دیتا ہے فقیروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور میری خوشنودی کے لئے یتیموں پر رحم کرتا ہے وہ جنت کا مستحق ہوتا ہے۔

(۱۱) اے ابن آدم اگر تو اپنے جسم میں کھوٹ اپنے جسم میں بیماری مال میں نقصان دیکھے تو

سمجھ لے کہ یہ لب تیری لغو و لا یعنی باتوں کا ثمرہ ہے۔

(۱۲) اے فرزند آدم تو جنت کو محبوب رکھتا ہے اور خالق جنت طاعت کو پسند فرماتا ہے لہذا تو اس چیز پر عمل کر جو مجھ کو محبوب ہے تاکہ تجھے اس مقام پر (جنت) میں پہنچا دوں جہاں تو جانے کی خواہش رکھتا ہے اگر تو دوزخ کو برا جانتا ہے تو تیرا معبود حقیقی (اللہ رب العالمین) گناہوں سے نفرت فرماتا ہے تو گناہوں سے نفرت فرماتا ہے تو گناہوں کو ترک کر دے اور انہیں برا جان جس کو میں برا جانتا ہوں تاکہ میں تجھے گناہوں سے محفوظ کر لوں۔

(۱۳) اے ابن آدم شبہات سے اجتناب کر تاکہ مجھے پہچانے اور بھوک کو اختیار کر تاکہ میری زیارت سے مشرف ہو اور خود کو میری عبادت کے لئے وقف کر دے تاکہ مجھ تک پہنچ سکے

(۱۴) اے آدم کے بیٹے بہشت کے حصول کے لئے اتنا ہی کوشش کر جتنی کہ دنیا کے لئے کرتا ہے تاکہ خداوند تعالیٰ بغیر حساب کے جنت عطا فرمائے اور قناعت اختیار کر تاکہ اللہ کرم فرمائے اور دنیا سے مستغنی فرمائے اور ارتکاب حرام سے قطع تعلق کر تاکہ تیرا دین خالص ہو جائے اور جھوٹ کو ترک کر تاکہ صدیقین میں شامل ہو جائے۔

(۱۵) اے ابن آدم جو کچھ رکھتا یا چاہتا ہے وہ محتاجوں سے واپس نہ لے تاکہ میں اپنی رحمت سے تجھ کو واپس نہ لوں اور میرے مہمانوں کی عزت کر جیسا کہ میں تیرے مہمانوں کی عزت افزائی کرتا ہوں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا تیرے مہمان کون ہیں تاکہ ہم ان کی عزت کریں وحی آئی ہر غریب و فقیر جو تمہارے پاس آئے وہ ہمارا مہمان ہے۔

(۱۶) اے عالم انسانیت کے بسنے والو تم ہمیشہ غلطی کرتے ہو اور میں ہمیشہ معاف کرتا ہوں اپنے گناہوں پر توبہ کرو تاکہ میں ان گناہوں کی برملا مغفرت فرماؤں تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

(۱۷) اے انسانو جب تمہیں غصہ آئے تو مجھے یاد کرو تاکہ میں تم پر اس وقت رحمت فرماؤں جو میرے غضب کا وقت ہوگا۔

(۱۸) جو تھوڑا رزق ملنے پر میرا شکر ادا کرے گا میں اس کے تھوڑے اعمال پر ہی راضی ہو جاؤں گا۔

(۱۹) تین باتوں میں ایک تیرے ساتھ دوسری میرے ساتھ اور ایک ہمارے درمیان مشترک ہے میری خصوصیت روح کا بدن میں داخل کرنا ہے اور تیرا خاصہ تیرا عمل ہے اور مشترک تیرا مانگنا اور ہمارا مطابقہ کرنا لہذا لقمہ حرام سے اپنی دعا کو محجوب نہ کر۔

(۲۰) اے آدم کی اولاد جتنا تیرا دل دنیا کی طرف راجح ہوگا اتنی ہی اپنی محبت تیرے دل سے نکال لوں گا اور جتنی حرص تو کرے گا اتنا ہی ایمان تجھ سے واپس لے لوں گا۔

(۲۱) تیری پیدائش کا مقصد یہ نہیں کہ تو دنیا جمع کرے بلکہ تجھے تو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور دوسرے یہ کہ تو مظلوموں کو یہ موقع نہ دے کہ وہ مجھ سے استغاثہ کرے اور انہیں اس کا تھوڑا سا بھی موقع مل جائے تو میں اس کو قبول کر لوں۔

(۲۲) اے آدم کے بیٹے تیرے لئے رزق و بزرگی بھیجتا ہوں لیکن شکریہ کی بجائے فرشتے تیرے برے اعمال میرے پاس لاتے ہیں میری ہی عطا کی ہوئی روزی کھاتا ہے اور میرے گناہ کرتا ہے ان گناہوں کے باوجود تو دعا کرتا ہے تو میں قبول کر لیتا ہوں اور جو کچھ تو مانگتا ہے دے دیتا ہوں تجھے بہشت کی طرف بلاتا ہوں تو نہیں آتا ہے — کیا یہی انصاف ہے،

(۲۳) اے آدم کے فرزند میری ذات سے نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کر اور مساجد کو تعمیر و آباد کر کے میرا تقرب حاصل کر۔ علماء کی صحبت اختیار کر کے میری رضا طلب کر جھوٹ کو بالکل چھوڑ دے صبح و شام نماز کے بعد ایک گھڑی بھی مجھے یاد کر لے تاکہ ان دونوں اوقات کے درمیان تو میرے ذمہ میں آجائے۔

(۲۴) اے ابن آدم دعا سے ملول نہ ہو کیونکہ میں اجابت سے ملول نہیں ہوتا تو نے معاصی میں کتنی ہی کوشش کی ہو لیکن میری رحمت سے ناامید مت ہو فَاِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔

(۲۵) اے ابن آدم بغیر سوال اور طلب کے ہم نے تجھے ایمان عطا کیا ہے لہذا بہشت کے معاملہ میں باوجود سوال اور طلب کے کیونکر بخل کروں گا

(۲۶) اے ابن آدم جو تجھ سے الگ ہو اس سے مل اور جو تجھے محروم کرے اس کے ساتھ

بخشش کر اور جو تجھ سے گفتگو روک دے اس سے بات کر اور جو تیرے بارے میں خیانت کرے اس کو نصیحت کر اور جو تیرے ساتھ خیانت کرے اس کو معاف کر اور تیرے حق میں ظلم کے کانٹے بوئے تو اس کے ساتھ نیکی کر تاکہ جنت میں جانے والوں میں تو پہلے ہو اور حصول رحمت میں تجھے سبقت حاصل ہو، تجھے ان معاملات کی وجہ سے نشر انبیاء کی عبادت کی برابر اجر ملے گا۔

(۲۷) اے ابن آدم الرحیل الرحیل کوچ اور کوچ کو یاد رکھو کیونکہ مسافت طویل سامان سفر کم اور مصائب زیادہ اس سفر کو خلوص عمل سے آسان کر اس سلسلہ میں مختار معبود کل دیکھنے والا ہے کہا گیا ہے کہ صحف ابراہیمی کی یہ آخری نصیحت تھی۔

خدا کی رضا کے لئے آنسو بہانے کی سزا ایک روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اے خدا اس بندہ کی جزا کیا ہے جس کے رخسار تیری خوف سے نکلنے والے آنسوؤں سے تر ہو جائیں خطاب باری ہوا اے ابراہیم اس کے لئے میری طرف سے مغفرت، جنت رضوان کی نعمتیں مختص کر دیگئی ہیں۔
حضرت ابراہیم نے دوسرا سوال کیا اے رب غریب یتیم اور بیوہ کی کفالت کرنے والے کی کیا جزا ہے، رب کریم نے فرمایا اس کو قیامت کے عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی جس دن اس جگہ کے علاوہ اور کوئی سایہ دار جگہ نہ ہوگی جناب خلیل نے زبان حال سے فرمایا لک الحمد اے رب کریم تو ہی حمد کا سزاوار ہے۔

فصل سترھویں

حضرت خلیل اللہ کا عہد نامہ

ادیان سابقہ کی کتابوں کے بموجب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال ہوئی اور صاحب معارف قرطبی کے مطابق دو سو سال ہوئی اور مسعودی نے ایک سو پچانوے (۱۹۵) سال بیان کی ہے۔ مورخین نے مسعودی کے قول کی تائید کی ہے لیکن محدثین نے دو سو سال کے قول کو ترجیح دی ہے۔

جب عمر شریف کا آخری دور آیا اس وقت آپ نے تابوت سکینہ جو آپ کو حضرت

آدم علیہ السلام سے ذریعہ بذریعہ ملا تھا۔ یہ ایک صندوق تھا جس میں مختلف خانے بنے ہوئے تھے اور ہر خانہ ایک نبی کے لئے مخصوص تھا۔ یہ خانے سبز زبرجدیں تھے اور اس میں آخری خانہ جناب رسالت مآب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس خانہ کا ایک ذیلی حصہ تھا جس کا رنگ سرخ تھا جس میں شبیہہ مبارک نقش تھی اور شبیہہ مبارک دائیں جانب ایک جوان عمر شخص کی شبیہہ تھی۔ یہ شبیہہ حضرت ابو بکر کی تھی ان کی پیشانی پر لکھا تھا کہ سب سے پہلے جو در یتیم نبی آخر الزمان کی تصدیق کریں گے وہ یہی شخصیت ہوں گے۔ شبیہہ نبوی کے بائیں جانب حضرت عمر فاروق اعظم کی شبیہہ تھی۔ جس کی پیشانی پر تحریر تھا کہ یہ دینی معاملات میں لوہے کی طرح سخت ہوں گے اور ناعاقبت اندیش ملامت کرنے والوں سے مطلق خوفزدہ نہ ہونگے ان کی شبیہہ کے عقب میں حضرت عثمان ذی النورین کی شبیہہ تھی جہاں لکھا تھا کہ یہ تیسرے خلیفہ ہوں گے ان کی شبیہہ کے سامنے حضرت علی کی شبیہہ تھی کہ یہ حملہ کرنے والے شیر ہیں جو مقابلہ سے نہیں بھاگتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور ان شبیہوں کے اطراف میں اکابر مہاجر وانصار صحابہ کی تصویریں تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام تصویریں اپنی اولاد کو دکھائیں جس سے معلوم ہوا کہ مستقبل میں تمام نبی حضرت اسحاق (فرزند ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔ اس وقت آپ نے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ مجھے یہ حکم ربی ہے کہ میں تم سے ایک عہد لوں اور وہ یہ ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے پاس امانت ہے وہ تمہاری اولاد میں صرف اس شکل میں منتقل ہو جہاں کسی برائی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ یہ مطہرات کو نکاح کے ذریعہ منتقل کیا جائے اس عہد کے لئے آپ حضرت اسماعیل کے ساتھ کوہ بثبیرہ پر تشریف لے گئے اس وقت وہاں ابر کا ایک ٹکڑا آگیا جس کے سایہ میں باپ نے بیٹے سے عہد لیا اور عہد نامہ لکھا کہ تابوت سکینہ حضرت اسماعیل کے سپرد کر دیا اس کارروائی کے دوران آسمان سے مشک وعنبر کی بارش ہوتی رہی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خطہ قدس کی جانب واپس آگئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال بعض روایات میں ہے کہ یہ عہد تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد لیا گیا تھا۔ اللہ حقیقت حال کا زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ کعب احبار کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان کی تلاش میں گھر سے صحرا کی جانب آئے بیابان جنگل میں ایک پیر مرد کو جاتے دیکھکر اس کے لئے سواری بھیجدی اور اس کو لیکر گھر آئے اس کے سامنے کھانا رکھا جب اس نے کھانا شروع کیا تو اس کے طرز عمل سے یہ آشکارا ہوا کہ وہ رعشہ کا مریض ہے کبھی لقمہ کان کی طرف لیجاتا اور کبھی ناک کی جانب اس کے بعد وہ لقمہ منہ میں رکھتے لیکن وہ لقمہ ہضم نہ ہوتا اور حلق سے واپس آجاتا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت پریشان ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ حالت کیسے ہوئی، مہمان نے جواب دیا کہ عمر کی زیادتی کی وجہ سے۔ آپ نے دریافت فرمایا آپ کی کتنی عمر ہو گئی ہے، اس ضعیف العمر نے جواب دیا کہ اتنے سال اور اس بات کا خیال رکھا کہ حضرت ابراہیم کی عمر سے دو سال زیادہ تھے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ دو سال میں میری بھی یہی کیفیت ہو جائے گی، مہمان نے جواب دیا بیشک۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی تھی الہٰی جب تک میں موت کی تمنا نہ کروں اس وقت تک ملک الموت کو میرے پاس نہ بھیجا جائے۔

دوران گفتگو حضرت ابراہیم نے اس مرد مہمان کو پہچان لیا تھا کہ یہ حضرت عزرائیل ہیں لہٰذا ان سے کہا کہ آپ میری روح قبض کر لیں قبل اس کے کہ میں اس منزل کو پہنچوں ملک الموت اٹھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔

جناب ابراہیم مقام جبرون میں حضرت سارہ کے پہلو میں مدفون ہوئے، یہ روایت

ملک الموت سے ملاقات کا واقعہ دوسرے انداز میں علامہ ثعلبی کی تھی لیکن امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے مکان میں عبادت کے لئے ایک کمرہ مخصوص فرمایا تھا جو فارغ اوقات میں مقفل رہتا تھا۔ ایک دن جب آپ نے کمرہ کا دروازہ کھولا تو ایک شخص کو کھڑا دیکھا جس کے چہرے سے غیریت نمایاں تھی۔ آپ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ آپ کو یہاں کون لایا، اس نے جواب دیا کہ اس گھر کا مالک۔

آپ نے فرمایا کہ یہ تو میرا گھر ہے اور میں تو آپ کو نہیں لایا ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اس کی مالک تو وہ ذات ہے جس کا اس مکان پر تصرف آپ سے اور مجھ سے زیادہ ہے ابراہیم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ فرشتہ ہے لیکن یقین نہ ہوا کہ کونسا فرشتہ ہے اور کیا نام ہے لہذا آپ نے نام دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ میں ملک الموت ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے منسوب فرشتے مجھے وہ شکل دکھاؤ جس میں تم مسلمانوں کی روح قبض کرتے ہو۔ ملک الموت نے کہا کہ ایک لمحہ کو دوسری طرف دیکھیں جب آپ نے دوبارہ نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک جوان عمر خوبصورت شخص عمدہ لباس پہنے جس کے چہرہ سے وجاہت ٹپک رہی ہے اور جسم سے خوشبوؤں کے لپٹے آ رہے ہیں جن کے دیکھنے سے قلب کو سکون واطمینان حاصل ہو رہا ہے ہیں ...... یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر نزع کے وقت کسی کے پاس کچھ عمل نہ ہو تو ان کے لئے صرف تمہارا دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا اے ملک مقرب کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھے وہ شکل بھی دکھائیں جس میں کہ کافروں کی روح قبض کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ممکن تو ہے لیکن شاید آپ کو اس کو دیکھنے کی تاب ہو پھر بھی آپ ذرا دوسری طرف دیکھیں۔ آپ نے اپنی نظر دوسری طرف کی لیکن بعد میں جب نظریں گھمائیں تو دیکھا کہ ایک شخص مہیب صورت والا سیاہ فام جس کے تمام بدن پر بال اگے ہوئے ہیں سیاہ کپڑوں میں ملبوس اور بدن سے سخت بدبو آ رہی ہے اور ان کی ناک اور کان سے کیڑے نکل رہے ہیں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو دیکھا کہ جناب عزرائیل اپنی اصلی حالت میں کھڑے ہیں ان سے گفتگو کرتے ہوئے جناب نبی خلیل نے فرمایا اگر کسی گنہگار کو وقت مرگ کوئی عذاب نہ بھی ہو تب آپ کو اس حال میں دیکھنا عذاب سے کم نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم نے ملک الموت سے دریافت کیا کہ آپ ملاقات کے لئے آئے ہیں یا روح قبض کرنے کے لئے۔ ملک الموت نے کہا یہ آپ کی اجازت پر منحصر ہے آپ نے فرمایا هل رایت خلیلا یقبض روح خلیله کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو دوست کی روح قبض کرتا ہو۔ ملک الموت نے کہا اس کا

جواب تو میں رب تعالیٰ سے معلوم کر کے بتاؤں گا، ملک الموت گئے رب تعالیٰ سے معلوم کر کے آئے اور کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے هل رایت خلیلا لا یرید لقاء خلیله کیا آپ نے ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ملنے کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ یہ سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جلدی کرو کیونکہ اس سے بڑی بشارت اور کونسی ہوگی۔

چنیں کہ عاشق اویم زمرگ نیندیشم ۔۔۔ کہ مرگ زاب حیاتست دوست نزدیشم
چو وصل دوست میسر نگردد بمرگ ۔۔۔ از بہر نوش چنان عاشق چنیں نیشم
اگر جمال نماید بوقت جان دادن ۔۔۔ چہ جائے جان کہ زسر دو جہان نہ اندیشم

مرادلیست نہ زخم فراق او محزون
نگہ بدیدن او روبر آورد ریشم

اٹھارھویں فصل

نور محمدی عبدالمطلب تک منتقل ہونیکے واقعات

حضرت اسماعیل علیہ السلام جناب ابراہیم کی اولاد میں سب سے بڑے تھے انہیں ابوالعرب کہا جاتا تھا اور ان کا لقب اعراق الثریبیت تھا۔ آپ کی ولادت ملک شام میں ہوئی لیکن بچپن ہی میں ہجرت کی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا اور سرزمین مکہ پر رہکر جوانی کی حدود میں قدم رکھا۔ آپ نے بچپن ہی میں فن تیر اندازی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔

مکان کی دہلیز تبدیل ہوگئی ایک مرتبہ قبیلہ جرہم والوں نے جو آپ کے ساتھ سرزمین حرم پر آباد تھے سات بکریوں کے سر آپ کی خدمت تحفتاً بھیجے۔ رب کریم کو ان کی یہ ادا پسند آئی اور اس نے ان کی بکریوں میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ان کی شمار ممکن نہ رہی۔

جب حضرت اسماعیل سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور آپ تنہا رہ گئے۔ قبیلہ کے لوگوں نے آپ کی تنہائی اور تکالیف کا خیال کرتے ہوئے آپ سے خلوص و محبت کے اظہار کے طور پر عمارہ بنت سعد بن اسامہ جرہمہ

سے آپ کی شادی کرادی۔ یہ محترمہ اپنی خودرائی اور عادتوں کی وجہ سے اس نور کی دولت کی حاصل نہ ہوسکیں جو اسماعیل علیہ السلام کے پاس امانت تھا اور حضرت اسماعیل کے حبالہ عقد سے نکل آئیں اور اس سلسلہ میں منجملہ اور عوامل کے ایک وجہ اور بھی ہوئی کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل سے ملنے تکہ تشریف لائے آپ اس وقت گھر سے باہر شکار کے لئے تشریف لے گئے تھے آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا ایک عورت باہر آئی آپ نے ان سے حضرت اسماعیل کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ باہر گئے ہوئے ہیں آپ نے گھر کے حال احوال دریافت کئے تو اس عورت نے تنگدستی کی شکایت کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیٹھنے کو بھی نہ کہا نہ کوئی توجہ دی ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا ارادہ فرمایا اور چلتے وقت اس عورت سے فرمایا کہ اپنے شوہر کو میرا سلام کہنا اور کہدینا کہ مکان کی چوکھٹ تبدیل کرلیں اور واپس ملک شام کی جانب روانہ ہو گئے شام کو جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو ایک مانوس خوشبو محسوس کی اپنی بیوی عمارہ سے دریافت کیا کہ میری عدم موجودگی میں میرے کوئی عزیز ملنے کے لئے آئے تھے۔ عمارہ نے کہا ہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے آپ کے حالات معلوم کررہے تھے، میں نے تمام حالات بتلائے وہ آپ کو سلام کہتے ہوئے رخصت ہوتے وقت یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ مکان کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔

حضرت اسماعیل نے اپنی بیوی عمارہ سے کہا کہ وہ میرے والد حضرت ابراہیم تھے اور وہ مجھ سے یہ فرما گئے ہیں کہ تم سے علیحدگی اختیار کرلوں لہذا میں تمہیں طلاق دیتا ہوں تم اپنے رشتہ داروں کے پاس چلی جاؤ۔

اس کے بعد جناب اسماعیل علیہ السلام نے ہالہ بنت حارث جو اپنے قبیلہ کی حسین ترین عورت تھیں نکاح کیا ان کے ساتھ زندگی اچھی طرح گذرتی رہی۔ ایک دن پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اتفاقاً اس دن بھی اسماعیل علیہ السلام شکار کیلئے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے ہالہ سے حالات معلوم کئے تو انہوں نے تمام حالات آپ کے گوش گزار کئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے شوہر کہاں ہیں۔ ہالہ نے بتایا کہ

شکار کے لیئے گئے ہیں۔ آپ نے مزید دریافت کیا کہ گذر کیسی ہو رہی ہے ہالہ نے کہا اللہ کا شکر ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درخواست کی کہ اپنے قدم رنجہ سے ہمارے گھر کو مشرف فرمائیں۔

بیا بمنزل ما رنجہ کن قدم شریف　　کو بہر ما حضرت جان خود نثار کنیم

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اترنے کی مہلت نہیں ہے ہالہ نے کہا کہ آپ کے بال الجھے اور غبار آلودہ ہیں آپ اگر اجازت دیں تو میں انہیں دھو کر تیل لگا کر کنگھی کر دوں ابراہیم علیہ السلام نے اجازت دی ہالہ ایک پتھر اٹھا کر لائیں ابراہیم علیہ السلام نے ایک پیر اس پتھر پر رکھا اور دوسرا رکاب میں رکھا رہنے دیا۔ اس طرح سلیقہ مند بہو نے آپ کا سر پہلے داہنی طرف اور پھر بائیں طرف سے دھویا بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس پتھر نے جس پر ابراہیم علیہ السلام نے قدم رکھا تھا نشان قدم قبول کر لیا بعض مفسرین نے قدم مبارک کے نقش کا واقعہ مقام ابراہیم سے منسوب کیا ہے اور یہ واقعہ تعمیر خانہ کعبہ میں بیان کیا گیا ہے۔

ہالہ جب آپ کے بال دھو کر فارغ ہوئیں تو ایک طبق میں پنیر رکھ کر لائیں اور طبق اس وقت دونوں ہاتھوں سے پکڑے رہیں جب تک حضرت ابراہیم کھاتے رہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو ان کی یہ عادات بہت پسند آئیں اور ان سے بہت خوش ہوئے جاتے وقت ہالہ سے کہا کہ اپنے شوہر کو میرا سلام کہنا اور یہ بتا دینا کہ چوکھٹ کو باقی رکھیں یہ نہایت مناسب ہے۔

دعائے خلیل اللہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہالہ سے دریافت کیا کہ گھر میں روٹی ہے ہالہ نے جواب دیا۔ میں جانتی ہی نہیں کہ روٹی کیا ہوتی ہے۔ آپ نے دوبارہ معلوم کیا کہ گھر میں ستو ہیں آپ نے پھر یہ جواب دیا کہ پتہ نہیں ستو کیا چیز ہوتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی رَبَّنَا اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ الی آخر وَارْزُقْھُمْ مِنَ الثَّمَرٰتِ

گذشتہ روایات سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیت حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہجرت مکہ کے وقت نازل ہوئی اور ان کا برگزیدہ پیغمبروں کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ وہ سرزمین مکہ و طائف کو

اپنی جگہوں سے اٹھا کر سرزمین مکہ کے قریب لے آئیں تاکہ آپ کی اولاد فراخی اور مرفع الحالی سے گذر رہی ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں جگہیں پھلوں اور میووں کی وجہ سے مشہور تھیں۔

القصہ جب اسماعیل علیہ السلام شام کو شکار سے واپس آئے اور گھر میں اپنے والد کی خوشبو سونگھی۔ اپنی بیوی ہالہ سے دریافت کیا کہ میری عدم موجودگی میں کوئی صاحب تشریف لائے تھے، آپ نے فرمایا ہاں ایک بزرگ صورت شخص کہ ایسی شخصیت کبھی میری آنکھوں نے نہ دیکھی تھی، بادشاہی دبدبہ اور بزرگی کا اثر نور نبوت ان کی پیشانی پر ظاہر و باہر تھا تشریف لائی تھی

زفرش پدیدار آئین شاہی　　زذاتش نمودار نور الٰہی

زعطر شمیمش معطر دماغم　　زنور جبینش منور چراغم

ہالہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا کہ ان بزرگ نے اس پتھر پر قدم رکھا تھا جس کا اثر پتھر پر نمایاں ہے اسماعیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ صفات رکھنے والی شخصیت یقیناً میرے

نبی کا نشان قدم برکت رکھتا ہے

والد بزرگوار کی ہے، آپ نے قبیلہ جرہم کے لوگوں کو جمع کیا اور نشان قدم ابراہیمی کی زیارت کرائی اور مصروف گریہ ہو گئے اور اس نشان قدم سے برکت حاصل کر رہے تھے، ہالہ نے ابراہیم علیہ السلام کا سلام اور باتیں حضرت اسماعیل کو بتائیں۔ ہالہ نے کہا کہ وہ مرد بزرگ فرما گئے ہیں کہ اب مکان کی چوکھٹ اچھی ہے اس کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سن کر اسماعیل علیہ السلام نے ہالہ سے کہا مبارک ہو وہ مکان کی چوکھٹ تمہیں ہو میرے والد تم سے خوش ہو کر گئے ہیں اب تمام عزت و افتخار جو اس خانوادہ کے لئے مخصوص ہے تمہیں کو ملے گا اور وہ نور بہجت سرور جو میرے پاس امانت ہے تمہارے حصہ میں آئے گا۔

اس طرح زندگی کے ایام گذرتے رہے اور یہ نور صلب اسماعیل علیہ السلام سے رحم ہالہ میں منتقل ہوا۔ بعض مورخین نے اس نور مبارک کی دولت کے سلسلہ میں ہالہ کی بجائے سیدہ بنت مضاض بن عمرو الجرہمی کا نام لیا ہے۔ ایک روایت میں سلمیٰ بنت حارث بن مضاض بتایا گیا ہے بہرحال وہ نور ان سے منتقل ہو کر صلب قیذار میں آیا قیذار کی پیدائش کے وقت وہ نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔

قیذار کو اللہ تعالیٰ نے سات صفات عطا کی تھیں جو اس دور میں کسی دوسرے شخص کو نہ ملی تھیں۔

۱۔ آپ مایہ ناز شکاری تھے ہرن کو بھاگ کر پکڑ لیتے تھے۔
۲۔ قادر تیر انداز تھے ان کا تیر کبھی نشانہ سے خطا نہ ہوتا تھا۔
۳۔ بہترین شہ سوار تھے۔
۴۔ آپ کی پکڑ نہایت سخت تھی۔
۵۔ چہرہ نہایت پرہیبت تھا۔
۶۔ بڑے بہادر تھے۔
۷۔ قوت مردمی کا یہ عالم تھا کہ شب و روز میں اسی۸۰ مرتبہ مجامعت کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔

حسن و جمال میں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیکر تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے حضرت اسماعیل نے ان کی صلاحیتیں دیکھیں تو آپ نے وصیت نامہ لکھا اور تابوت سکینہ قیذار کے سپرد کر دیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس دار فانی سے وادی ملک جاودانی کو کوچ کر گئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عادات خصائل و محامد اتنے ہیں جن کا ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ رب کریم نے ان کو صادق الوعد فرمایا، قرآن کریم نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝

آپ کے اس خطاب کی ایک وجہ مورخین نے یہ بیان کی ہے آپ نے کسی سے فرمایا تھا کہ فلاں شخص کی واپسی تک میں یہیں موجود رہوں گا، اتفاق سے وہ شخص اس بات کو بھول گیا اور اس طرح آپ وہاں سات شبانہ روز کھڑے رہے جب وہ اس طرف آیا تو دیکھا کہ آپ ہیں کھڑے ہیں، ایک روایت یہ رات ایک سال بیان کی گئی ہے۔

جب آپ کے سفر آخرت کا وقت آیا تو آپ نے سوتیلے بھائی حضرت اسحاق کو بلایا اور انہیں وصیتیں فرمائیں ان میں ایک وصیت یہ تھی کہ وہ اپنے لڑکے کی شادی حضرت اسماعیل کی بیٹی عیص کے ساتھ کر دیں۔

آپ ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال کی عمر میں دنیائے فانی سے راہی ملک جاودانی ہوئے آپ کو حجر یا آپ کی والدہ کے قریب رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان دفن کیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ

ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر اسّی سال تھی۔ آپ کے اور حضور علیہ السلام کی ولادت کے ولادت کے درمیان دو ہزار چھ سو سال کا وقفہ ہے لیکن بعض حضرات نے یہ وقفہ کم لکھا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جب قیذار کو رہلت کا منصب ملا تو انہوں نے والد بزرگوار کے فرمان اور تحریروں سے معلوم کیا کہ سید انبیاء سند الاصفیاء علیہم السلام انہیں کی نسل سے ہوں گے۔ قیذار کے والد بزرگوار حضرت اسماعیل نے بیٹے سے یہ عہد لیا تھا کہ یہ نور صرف ارحام طیبہ و طیبات کو تفویض کیا جائے لہٰذا قیذار (بعض روایتوں میں ان کا نام قندر بھی آیا ہے) نے یہ خیال کیا کہ اولاد اسحاق علیہ السلام اس وقت تمام نسلوں میں بزرگ تر تھے لہٰذا انہوں نے اس خاندان میں شادی کی لیکن یہ نور انکی بیوی کو نہ مل سکا پھر دوسری شادی کی بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اولاد اسحاق سے آپ نے ایک سال میں سو شادیاں کیں لیکن ان میں کسی کو بھی حمل نہ رہا۔

حضرت قیذار اپنے والد کی طرح شکار کے دلدادہ تھے جب وہ جنگل میں جاتے تو جنوں کی عورتیں انسانی شکل میں ان کے پاس آتیں اور شاہانہ تحفہ پیش کر کے کہتیں کہ ہم انسان بادشاہوں کی نسل سے ہیں ہمیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب آپ ان سے گفتگو کرنی چاہتے تو ہر جن مصروف تکلم ہو جاتا اور کہتا اے قیذار تم نور نبی آخر الزمان کے حامل ہو لہٰذا ان کو حلال ذریعہ کے علاوہ منتقل نہ ہونے دینا اس لئے آپ محتاط ہو جاتے اور ان سے اعراض فرماتے۔ وہ عورتیں آپ کا رویہ دیکھ کر رونے لگتیں اور زبان حال سے کہتیں خوشا وہ عورت جس کے رحم میں نور محمدی قرار پکڑے۔

حلال ذبیحہ کی پابندی اسی طرح قیذار جب شکار کے لئے جاتے تو وحوش و طیور آپ سے کلام کرتے اور کہتے کہ ہمیں بغیر نام الٰہی ذبح نہ کرنا کیونکہ ایسا ذبیحہ جس پر وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو آپ کے لئے کھانا مناسب نہیں ہے۔

نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن قیذار شکار کے لئے گئے تو جنگل کے وحوش و طیور نے ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس امانت کے امین ہیں اگر یہ آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ ہیں

خشیت اور خوف الہٰی کی زیادتی ہوجائے لیکن اب اس امانت کے منتقل ہونے کا وقت قریب آگیا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ آئندہ آپ اس آسانی کے ساتھ شکار نہ کر سکیں گے۔

کہا گیا ہے کہ اس وقت ان کی عمر دو سو سال ہو چکی تھی لیکن اس وقت تک اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو رنجور ہو کر گھر واپس آئے اور عہد کیا کہ آئندہ اس وقت تک کھانا پینا ترک رکھیں جب تک کہ اس بھید سے واقف ہو جائیں جس کا وقتاً فوقتاً اشارہ کیا جاتا رہا ہے اس فکر میں تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ایک فرشتہ آپ کے ساتھ انسانی شکل میں آیا اور عرض کیا قیذار تم اس وقت خطہ زمین کے حاکم ہو اور وہ نور محمدی جو تمہارے پاس اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کے ذریعہ آیا ہے یہ شرف و عزت اسی نور کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا فرمائے گا لیکن وہ حضرت اسحاق کی اولاد سے نہ ہوگا لہٰذا اگر آپ نذر مانیں اس خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کریں گے جو آپ کے جد حضرت ابراہیم کا رب ہے تو یہ راز آپ پر منکشف ہو جائے گا۔

لہٰذا قیذار اسی جگہ آئے جو حضرت اسماعیل کی قربان گاہ کے نام سے مشہور تھی وہاں آپ نے سات ریوڑ بکریوں کے قربان کیے اور دعا فرمائی کہ اے رب تعالیٰ اگر میری قسمت میں اولاد نرینہ ہے تو میری قربانی کو قبول فرما۔ قیذار قربانی پیش کرتے جاتے اور آسمانی آگ آتی اور اس قربانی کو لیجاتی رہی۔ اس وقت ندا آئی کہ اے قیذار ہم نے تمہاری دعا اور تمہاری قربانی قبول کی۔ اب آپ درخت وعد کے سایہ میں جا کر سو جائیں اور جو خواب آپ کو نظر آئے اس پر عمل کریں۔ چنانچہ قیذار نے اس پر عمل کیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک ندا کرنے والے نے کہا کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے وہ نور محمدی ہے جن کی وجہ سے سارا عالم پیدا کیا گیا ہے اور اس نور کی حامل کوئی غیر عربی عورت نہ ہوگی اور عرب کی ایک عورت جس کا نام غاضرہ ہے اس سے نکاح کرو تاکہ یہ امانت اس کو بھی مل جائے۔ قیذار نیند سے بیدار ہو کر خوش خوش روانہ ہوئے راستہ کی تمام چیزیں اس نور کی وجہ سے انہیں سجدہ کر رہی تھیں اور زبان حال سے گویا تھیں کہ وہ وقت آگیا ہے یہ نور مبارک تمہاری صلب سے منتقل ہو جائے۔

قیذار نے گھر آکر اطراف و اکناف میں آدمی روانہ کئے تاکہ غاضرہ نامی عورت کو تلاش کر کے لائیں۔ الغرض تفتیش سے معلوم ہؤا کہ غاضرہ نامی عورت بنی جرہم کے بادشاہ (جو قحطان کی نسل سے ہے) کی بیٹی ہیں لہذا آپ نے اس کا پیام دیا اور اس سے شادی کر لی۔ زفاف کے نتیجہ میں وہ نور مبارک ان کی صلب سے رحم غاضرہ میں منتقل ہو گیا۔

تابوت سکینہ ادھر تابوت سکینہ جو ان کی تحویل میں تھا اس کے بارے میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد مسلسل تقاضا کرتی رہی تھی اور ان کے دعوی کی دلیل یہ تھی کہ نبوت کا سلسلہ حضرت اسحاق کی اولاد میں مقرر ہے اور آپ کی اولاد میں صرف ایک نبی آنے والے ہیں لہذا اس تابوت پر ہمارا حق ہے۔ لیکن ان کا جواب یہ تھا کہ یہ میرے پاس میرے والد حضرت اسماعیل کی طرف سے عطیہ ہے لہذا اس پر میرا حق ہے۔ ایک دن آپ نے اس کو کھولنے کا ارادہ کیا اس وقت ایک آواز آئی کہ اس کا کھولنا صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے چونکہ آپ نبی نہیں ہیں بلکہ وحی پیغمبر ہیں لہذا اس کو جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی سپرد کر دیں کیونکہ ان کے علاوہ موجودہ دور میں کوئی دوسرا نہیں کھول سکتا۔ لہذا قیذار تابوت سکینہ کو لے کر حضرت یعقوب کے پاس روانہ ہوئے اور مکہ سے کنعان کا رخ کیا اور اپنی بیوی غاضرہ کو نصیحت کی کہ آپ حاملہ ہیں لہذا جب وضع حمل کا وقت آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت[1] گاہ میں چلی جانا قدرت آپ کو لڑکا عنایت فرمائے گی۔ اس نومولود کا نام حمل رکھنا اس وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ جن دنوں آپ غاضرہ کی تلاش میں تھے ان دنوں ہر طرف سے یہ آواز آتی تھی ابشر فقد حملت کہ غاضرہ کو بشارت حمل دیدیں۔

الغرض قیذار مکہ سے پا پیادہ تابوت سکینہ لیکر روانہ ہوئے اور جب کنعان کے قریب پہنچے تو تابوت سے آواز آئی جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد نے سنا۔ یعقوب علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا کہ قیذار اسماعیل علیہ السلام کا تابوت لیکر

---

[1] یہاں عبارت میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جناب اسماعیل کی ولادت مکہ میں نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے یہ فرمانا کہ ولادت گاہ اسماعیل چلی جانا قرین قیاس معلوم ہوتا۔ ممکن ہے کہ قیذار نے وہ جگہ بتائی ہو جو مسکن ہاجرہ و جناب اسماعیل تھا۔ محمد اطہر صدیقی

آرہے ہیں اٹھو تاکہ ان کا استقبال کیا جائے۔ جب قیذار قریب آئے ایک دوسرے کو دیکھا تو آپس میں لپٹ گئے۔ یعقوب علیہ السلام نے ان سے معلوم کیا، کیا بات ہے تمہارے چہرہ پر رنج و غم کے آثار نظر آرہے ہیں اور بہت کمزور دکھائی دیتے ہو۔ کیا کسی دشمن کا خوف ہے یا کسی غلطی کے ارتکاب کا نتیجہ ہے۔ یہ تسلی آمیز گفتگو سن کر ان کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ گئیں کہنے لگے نہ تو دشمن کا خوف ہے اور نہ کسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، رنج یہ ہے نور محمدی جو میرے پاس تھا اب میرے پاس نہیں ہے اور وہ نور میری پیشانی سے میری بیوی کے رحم میں منتقل ہوگیا ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ وہ عورت اولاد اسحاق علیہ السلام سے ہے آپ نے کہا نہیں بلکہ قبیلہ جرہم سے متعلق ہے جس کا تعلق ملک عرب سے ہے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نور محمدی کے ثمرات تمام عرب میں جاری و ساری ہوں گے اور تمہیں خوشخبری ہو کہ کل تمہارے یہاں ولادت ہو چکی ہے میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ان سے فرشتے انسانی لباس میں زمین کی طرف اترے ہیں اور جیسا کہ مجھے معلوم ہے یہ سب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ قیذار نے تابوت حضرت یعقوب کی سپرد کیا اور گھر کی طرف روانہ ہوئے جب گھر آئے تو دیکھا کہ بیوی ولادت سے فارغ ہو چکی ہیں اور حمل کے عروج کا آفتاب درجہ کمال کو پہنچا ہے اور نور محمدی ان کی پیشانی میں درخشاں و تاباں ہے۔

تجدید عہد اور قیذار کی وفات

جب حمل سن بلوغ کو پہنچے تو قیذار نے ارادہ کیا کہ انہیں پہاڑ پر لے جاکر عہد لیں لہٰذا انہیں لیکر جبل ابو قبیس پر آئے اور انہیں زبانی وصیت فرمائی کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے اس کو صرف حلال ذریعہ سے ارحام طیبہ میں منتقل کیا جائے۔ اس نصیحت کے بعد بیٹے کو لیکر وہ یثرب پر آئے اس وقت انسانی شکل میں ملک الموت آئے اور قیذار سے معلوم کیا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں۔ قیذار نے بتایا تو کہنے لگے کہ آئیے آپ سے کچھ مشورہ کے طور پر باتیں کریں اور ان سے کان میں بات کرنے لگے اور اس گفتگو کے درمیان کان کے راستہ ان کی روح قبض کرلی جس کی وجہ سے قیذار گر گئے۔ یہ دیکھ کر حمل کو غصہ آگیا اور ملک الموت سے کہنے لگے تم نے میرے باپ کو کیا کردیا۔ ملک الموت نے کہا

پہلے انہیں دیکھو تو کہ مردہ ہیں یا زندہ ان کی توجہ اس طرف ہوئی اور یہ وہاں سے غائب ہو گئے جب حمل نے نظر اٹھائی تو وہاں کوئی دکھائی نہ دیا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ ملک الموت تھے جو روح قبض کر کے چلے گئے لہذا ان کی تجہیز و تکفین کر کے اس جگہ دفن کر دیا۔

حمل کی شادی حمل نے سعیدہ نامی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے نتیجہ میں ایک لڑکا ہوا جس کا نام بنت رکھا گیا جو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہوئے اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ حمل اور اس کی بیوی سعیدہ یمن کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں ولادت ہوئی لیکن ابھی ان کی عمر چالیس دن بھی نہ ہوئی اور والدہ حالت نفاس میں تھیں کہ موت کا فرشتہ آیا اور سعیدہ نے انتقال فرمایا۔ دوران سفر بارش نے آلیا تو باپ انہیں لیکر ایک غار میں چلے آئے قدرت الہٰی سے انہوں نے غار ہی میں انتقال فرمایا مشیت ایزدی سے نومولود کو زمین نے اپنے اندر پوشیدہ کر لیا۔ چالیس دن کے بعد ایک قافلہ اس غار میں آیا تو زمین نے اس نومولود کو اگل دیا قافلہ والوں نے جب ان کو دیکھا تو یہ خیال کیا کہ یہ بچہ کم از کم ایک سال کا آیا ہے انہیں اس کیفیت کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہنے لگے کہ یہ بچہ زمین سے باہر آیا ہے لہذا اس کا نام اسی مناسبت سے بنت ہونا چاہیئے بہرکیف یہ اسی نام سے مشہور ہوئے نور محمدی علیہ التحیتہ والثناء ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ یہ نہایت اعلیٰ کردار اور نیک سیرت تھے اور اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے تھے ان سے یہ نور ہمیسع کو منتقل ہوا اور اس کی وجہ تسمیہ ان کی بلند ہمتی اور اعلیٰ کردار تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں یہ واحد شخصیت تھے جو شام یمن، حجاز و نجد کے حاکم تھے اور اولاد اسحاق علیہ السلام ان کی رعایا تھے۔ ان کی مملکت کی حدود مصر اور ایران کی سرحدوں سے ملتی تھیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی ہر دیکھنے والا ان سے مرعوب ہو جاتا تھا اور ان کے آگے سربسجود ہوتا ان کی والدہ کا شجرہ نسب یہ ہے۔ حارثہ بنت مراد بن زارعہ بن حمیر۔

ان کی والدہ کو یہ نور مبارک ہمیسع سے منتقل ہوا اور اولاد آدم پر ان کو یہ انفرادیت حاصل تھی کہ انہوں نے پڑھنا لکھنا سیکھا۔ انہیں چوبیس زبانیں آتی تھیں اور ان زبانوں میں خط و کتابت بھی

کرتے تھے (ان سے جو اولاد ہوئی ان کے متعلق صاحب مصنف نے صراحت سے نہیں بیان کیا ہے۔
ان کی اولاد سے جو اولاد ہوئی انہوں نے جیبہ بن قحطان سے شادی کی اور یہ نور اُدّ ازاں کو منتقل ہوا۔ ان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ جہیر الصوت تھے اور ان کی آواز بارہ بارہ میل کی حدود میں سنی جاتی تھی ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت حارث تھا۔ ان سے نور نبوت عدنان کو تفویض ہوا ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جن و انس ان کی تاک میں رہتے تھے تاکہ ان کو ختم کردیں کیونکہ اس جوان صالح کی نسل سے ایسی شخصیت پیدا ہو گی جو انسان اور اجنہ ہی کی نہیں بلکہ تمام مخلوقات الہٰی کی سردار ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں جنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔

ایک مرتبہ عدنان تنہا گھوڑے پر سوار جا رہے تھے راہ میں فارس کے اسی جوانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دو پہاڑوں کے درہ میں گھیر لیا۔ عدنان ان سواروں کا تنہا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ خود بھی زخمی ہوئے اور گھوڑا بھی زخمی ہو گیا لہذا گھوڑے سے اتر کر پہاڑ کی طرف بھاگے دشمنوں نے تعاقب کیا۔ عدنان نے مایوس ہو کر ملجا، و ماویٰ بیکساں رب العالمین کی طرف رجوع کیا اسی آن پہاڑ سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور انہیں اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد ایک چیخ سنائی دی جس سے تمام دشمن ہلاک ہو گئے۔ اور یہ واقعہ ان معجزات سے متعلق ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ظاہر ہوئے۔

ان کی والدہ کا نام ملہات بنت یعز بن قحطان تھا۔
عدنان سے یہ نور معد کو منتقل ہوا ان کی کنیت ابو قصاعہ تھی انہوں نے اپنے باپ کی اولاد میں بہت شہرت حاصل کی۔

بنو معد کی شجاعت کا واقعہ

منقول ہے کہ ضحاک بن معد چالیس افراد کے ساتھ بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے لشکر سے لڑے اور ان کو مقابلہ سے بھگا دیا مال و زر لوٹ لیا اور شکست خوردہ لوگوں کو قید کر لیا۔

بنی اسرائیل اپنے نبی وقت کے پاس آئے اور ان سے بہت نالہ و زاری کی کہ معد کے لئے دعا بد فرمائیں تاکہ اس لڑائی کی وجہ سے خدا تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے۔ اس دور کے نبی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ وحی الہٰی آئی کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کی نسل سے ہوں گے۔

معد کی وجہ تسمیہ ان کا نام معد رکھے جانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لفظ مَعَد تازہ پھل اور فواکہات کے لئے استعمال ہوتا ہے چونکہ مَعَد کا چہرہ ہر وقت ترو تازہ دکھائی دیتا تھا بہ اپنے دَور کے حسین ترین لوگوں میں سے تھے ان کو دیکھنے والا تعجب اور تحیر میں رہ جاتا تھا۔

ان کی والدہ اَمِیّہ بھی بنو عدنان سے تھیں۔

بعض لوگوں نے ان کی وجہ تسمیہ یہ کہی ہے کہ یہ یہود (بنی اسرائیل) سے معروف پیکار رہتے اور ان سے مقابلوں میں مظفر و منصور ہوتے اور کثیر مال غنیمت لیکر آتے اسی وجہ سے مَعَد مشہور ہو گئے تھے۔

مَعَد سے نورِ نبوت نِزار کو ملا۔ نزار نذر سے مشتق ہے جس کے معنے قلیل (یعنی کم) کے ہیں۔ ان کی وجہ تسمیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش کے موقع پر مَعَد نے ایک ہزار اونٹ بارگاہ الہٰی میں قربان کئے۔ قبیلہ والوں نے مَعَد کو لعنت ملامت کی تو انہوں نے کہا کہ تم تو ایک ہزار کو زیادہ کہہ رہے ہو لیکن میں تو اس کو بھی کم ہی سمجھتا ہوں۔ ان کی والدہ کا نام مُعانَہ ہے جو جوشش بن عدی کی بیٹی ہیں۔

نِزار سے نورِ نبوت مُضَر کو منتقل ہوا۔ شیخ سعید گازرونی کہتے ہیں کہ جس سے بھی آنکھیں چار ہو جاتیں وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ مُضَر کی صفات میں سے ایک صفت ان کی انتہائی دین پسندی تھی وہ شریعت ابراہیمی کی ترویج میں انتہائی کوشش کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے بیٹے الیاس کو بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں سے یہ قول بہت مشہور ہے۔ من یزرع شرا ند امۃ خیرا البوما العجلہ فاحمل نفسک علے مکروھھا فیما اصلحھا واصرافھا عن مطلوبھا فیما افسدھا

مورخین نے لکھا ہے کہ اونٹ کی حدی سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کی تھی ان کی والدہ کا نام عنکلات بن عدی بن عدنان تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا نام عبیدہ آیا ہے

مضر سے یہ نور کامل الیاس کے حصہ میں آیا یہ بھی مومن تھے اس لئے انہیں الیاس کہا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مضر بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے تھے لیکن اولاد نرینہ نہ ہوئی تھی لیکن جب فرزند کی بشارت ملی تو اللہ تعالیٰ نے ایسا بیٹا دیا جو سرداروں کا بھی سردار بنا۔ اسی لئے ان کو سید المبشرہ کہا جاتا ہے۔ تمام قوم کے اہم امور انہیں کی رائے کے مطابق فیصلہ کئے جاتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کبھی اپنی پشت سے تسبیح کی آوازیں سنا کرتے تھے جو نور محمدی علیہ التحیۃ کا کارنامہ تھا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایام حج میں تلبیہ کی آوازیں سنی جاتی تھیں۔

الیاس کی والدہ کا نام خزیمہ یا حنفا اباد بن احاطب بن عمرو بن احمیر تھا۔

الیاس سے نور محمدی مدرکہ کے حصہ میں آیا مدرکہ انہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف کے کارناموں کو پہچانا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے عقب میں ایک خرگوش بھاگا جا رہا تھا جسے انہوں نے پکڑ لیا اس دن سے یہ مدرکہ کہلائے جانے لگے ان کی والدہ کا نام جاذعہ بنت عامر تھا۔

مدرکہ نے نور محمدی علیہ التحیۃ والثنا خزیمہ کے سپرد کیا ان کی والدہ سلمٰی بنت اسد تھیں۔ مدرکہ کو خواب میں بشارت ملی کہ برہ بنت آذ بن طابحہ سے نکاح کر دیا۔ موصوفہ اپنے خاندان کی معزز ترین خواتین میں سے تھیں۔ اس شادی کے نتیجہ میں کنانہ پیدا ہوئے اور یہ نور ان کے حصہ میں آگیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ ایک طوائف کے یہاں ملازم تھے اس لئے ان کو کنانہ کہا جاتا ہے لیکن دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ ان کا نام علی اور ان کی والدہ کا نام ہند بنت قیس تھا۔

قریش کون تھا

نور محمدی ان حضرات سے منتقل ہوتا ہوا کنانہ سے نضر کے پاس آیا اور جمہور مورخین کے مطابق انہیں کا لقب قریش تھا۔ قریش کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قریش چوپایوں میں سب سے بڑا جانور ہوتا تھا لہذا اسی نسبت سے یہ اپنی قوم کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اس لئے یہ قریش کہلائے گئے۔ بعض اصحاب کی رائے ہے کہ قریش کے معنی جمع ہونے کے ہیں اور قریش کے یہاں حج کے موقع پر تمام حاجی دعوت طعام میں شریک

ہوتے تھے اس لئے یہ قریش کہلائے جانے لگے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے قریش قرش سے مشتق ہے جس کے معنیٰ کسب کرنے کے ہیں اور یہ بھی تجارت میں مشغول رہتے تھے اسی سبب سے اس لقب سے مشہور ہو گئے۔

بعض محققین کے مطابق تقریش سے اس لفظ کا تعلق ہے جس کے معنیٰ تفتیش کے آتے ہیں چونکہ یہ بھی محتاجوں اور غریبوں کے حالات اور تکالیف کے ازالہ میں کوشش کرتے تھے اس لئے اس لقب سے ملقب ہو گئے۔

قبائل عرب کہ جن کا سلسلہ نسب نضر تک جاتا ہے وہ قریشی کہلاتے ہیں۔

قریش کا خواب

قریش نے خانہ کعبہ میں مقام حجر پر خواب میں دیکھا کہ ایک سبز درخت ان کی کمر پر اگا جس کے پتے انتہائی نورانی تھے۔ اس درخت کی شاخیں اتنی بلند ہوئیں کہ آسمان تک پہنچ گئیں اور درخشندہ و تاباں چہروں والے ان کی کمر سے اس درخت کی شاخوں سے لپٹے ہوئے آسمان تک پہنچ گئے اور اس درخت کی شاخیں اولین و آخرین کی تعداد کے مطابق ہو گئیں۔ جب یہ خواب سے بیدار ہوئے تو ایک کاہن کے پاس تعبیر کے سلسلے میں گئے اور اس کو خواب سنایا اس نے کہا اگر یہ خواب درست ہے تو تمہیں اور تمہارے خاندان کو وہ عزت و شرف نصیب ہوگا جو آپ کے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے کو میسّر نہیں ہوا ہے (اسی قسم کا ایک خواب عبد المطلب نے بھی دیکھا تھا جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا) مترجم

کہا گیا ہے رب تعالیٰ جل شانہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ دیکھیں خطّہ زمین پر کوئی موحّد ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ حاملین نور جو اولاد اسماعیل میں ہیں ان کے علاوہ خطّہ زمین پر کوئی موحّد نہیں ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے حبیب نبی آخر الزمان کا نور ہے جو اس وقت نضر کی صلب میں تھا جن کی والدہ کا نام برّہ بنت برّی تھا۔

ان کے بعد یہ نور مالک کے حصہ میں آیا۔ انہیں مالک اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت ملک عرب کے حاکم تھے ان کی والدہ جندکہ بنت حارث ہیں، مالک سے یہ نور فہر کو منتقل ہوا ان کا دوسرا نام عامر تھا ان کی والدہ کا نام عاتکہ یا عکرشہ تھا۔

فہر سے یہ مبارک نور لوئی کے پاس امانت رکھا گیا۔ عربی قاعدہ کے مطابق ہمزہ تصغیر کے ساتھ لائی بھی آیا ہے جس کے معنی وحشی جنگلی گائے کے ہیں ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عمر تھا۔

فہر سے یہ مبارک امانت کعب کے پاس آئی ان کی والدہ کا نام وحشیہ بنت شیبان ہے۔

مرۃ نے اس ذمہ داری کو کلاب کی سپرد کیا جن کی والدہ کو جند بنت شرق کہا جاتا ہے۔ کلاب نے اس نور مبارک کو قصیّ کی تحویل میں دیا ان کی والدہ کا نام زند ہے، ان کو قصیّ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکّہ سے بنی قضاعہ کے علاقہ قصیّ میں آکر مقیم ہو گئے تھے جو مکّہ مکرمہ سے بہت فاصلہ پر ہے بعض لوگوں نے کہا کہ باطل کو رد کر کے حق کو اختیار کرنے کی وجہ سے یہ لقب ملا تھا۔ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق ان کا نام مجمع بھی تھا۔ خزاعہ کے خلفشار کے موقع پر مکّہ کے بہت سے لوگ اطراف واکناف میں منتشر ہو گئے تھے اور یہ ان کی واپسی کا سبب بنے اس لئے مجمع کہلائے جانے لگے۔

ابونا قصی کان یدعیٰ مجمعًا   بہ جمع اللہ القبائل من فہر

دار الندوہ کے بانی: ان کی والدہ فاطمہ بنت عون کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ عرب کی مشہور و معروف نشستگاہ **دار الندوہ** انہیں کی تعمیر کردہ تھی جہاں عرب کے اہم امور پر غور و خوض کیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ حضور علیہ السلام کے زمانہ تک جاری رہا۔

علاوہ ازیں حاجیوں کے پانی کا انتظام چاہ زمزم کی ذمہ داری اور خانہ کعبہ کے حاجب کے فرائض بھی انہیں کے ذمہ تھے۔

قصیّ سے نور مبارک عبد مناف کو منتقل ہوا ان کا دوسرا نام مغیرہ ہے ان کی والدہ حبّیٰ بنت خلیلہ ہیں۔ مناف ایک بت کا نام تھا۔ مغیرہ نے عاتکہ کی بیٹی سے شادی کی جن سے ہاشم اور عبد الشمس پیدا ہوئے یہ دونوں بچے جڑواں تھے اور ایک خاص بات یہ تھی کہ ان دونوں کی پیشانی بھی آپس میں جڑی ہوئی تھی کوشش کے باوجود یہ پیشانیاں علیحدہ نہ ہو سکیں بالآخر انہیں تلوار سے علیحدہ کیا گیا، عرب کے ایک تجربہ کار نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ کسی دوسری چیز سے ان کو علیحدہ کیا جاتا اب مستقبل میں ان کے درمیان تلوار چلتی رہیگی اور جیسا کہ اس نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ مغیرہ کے دو بیٹے اور بھی تھے نوفل و مطلب

ہاشم حضور علیہ السلام کے والد حضرت عبداللہ کے جدامجد تھے اسی طرح عبدالشمس بنی امیہ کے جداعلیٰ نوفل جد جبیر بن مطعم کے مورث اعلیٰ اور مطلب مشہور زمانہ امام شافعی کے اجداد میں سے تھے۔

ہاشم کی سخاوت کا واقعہ ہاشم کا دوسرا نام عبدالعلیٰ تھا اور ایک روایت کے مطابق ان کا نام عمر تھا لیکن ہاشم کے لقب سے مشہور تھے اور یہ لقب ان کی سخاوت کی وجہ سے تھا۔ یہ مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط رونما ہوا مخلوق خدا سخت پریشانی میں مبتلا ہوئی ہاشم علاقہ شام سے جاکر بہت سا آٹا خرید کر لائے لاکھوں کی تعداد میں روٹیاں پکوانے اور صبح و شام ایک اونٹ ذبح کر کے ثرید تیار کر کے (ثرید ایک کھانے کا نام) لوگوں کی دعوت کرتے اور یہی ان کی شہرت کا سبب بنا۔ اسی لئے رحلت الشتاء والصیف کو سنت قرار دیا تھا اور یہی ان کی بزرگی اور مشہوری کا سبب بنا۔ انہوں نے کئی شادیاں کیں لیکن نور نبوی منتقل نہ ہوا۔ یہاں اس امر کا اظہار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جب تک کہ نور نبوی ان کی پیشانی پر چمکتا رہا یہ کسی بت کو سجدہ نہ کر سکے۔

نور محمدی کی برکت محمد اسحاقؒ کا بیان ہے کہ ان کے بارے میں رب تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا تم گواہ رہو کہ میں نے ان کو تمام بری باتوں سے محفوظ رکھا ہے کیونکہ نور محمدی ان کی صلب میں امانت ہے جس کا اثر ان کے گوشت اور خون میں رواں ہے۔ جب تک یہ نور ان کے پاس رہا تمام اہل کتاب ان کی دست بوسی کرتے اور جس طرف ان کا گذر ہوتا تمام چیزیں ان کو سجدہ کرتیں۔ عرب کے قبائل یہ تمنا کرتے کہ ان کی لڑکی ان کے حرم میں داخل ہو جائے۔ ان کے فضائل و کمالات کی شہرت دور دور تک ہوئی۔ نور کے اثرات جو ان کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے اور ان کی تعریف و توصیف کتب سماوی میں دیکھ کر قیصر روم نے اپنی بیٹی کو ان کے نکاح میں دینے کی خواہش کی لیکن آپ نے اس کو قبول نہ کیا۔

جب ہر طرف سے اس قسم کے پیغامات ملنے شروع ہوئے تو آپ نے عہد کیا کہ اس

دور کی تقدس مآب خاتون سے نکاح کریں گے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ میں نے سلمیٰ دختر عمرو سے نکاح کیا ہے۔

اس خواب کو دیکھنے کے بعد مکۂ مکرمہ سے یثرب[1] کی جانب روانہ ہوئے اور یہاں آکر بنی نجار کے عمرو بن زید بن عار بن نجار کی بیٹی سلمیٰ کو اپنے حبالہ عقد میں لائے اور تھوڑے دن مدینہ ہی میں مقیم رہے ہیں۔ سلمیٰ کو عبد المطلب کا حمل رہا۔ موصوفہ حسن و جمال فضل و کمال فصاحت و بلاغت اور ملاحت میں خدیجہ کی مماثل تھیں۔

اس شادی کے بعد ہاشم تجارت کے ارادہ سے ملک شام گئے اور مقام غزہ میں وفات پائی۔ ان کی قبر آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

---

[1] اس وقت مدینہ طیبہ کو یثرب کہا جاتا تھا جس کے معنیٰ تجار کی سرزمین کے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کی بدولت اس کی آب و ہوا تبدیل کر دی گئی اور وہ سبب زائل ہو گیا۔ لہٰذا علماء متاخرین نے فرمایا اب طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز ہے۔ اطہر نعیمی

پہلی فصل

حضرات عبدالمطلب اور عبداللہ

عبدالمطلب کی ولادت عبدالمطلب کی ولادت ان کے والد ہاشم کی وفات کے بعد (یثرب) مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ بعض روایتوں کے مطابق اس وقت صغیر السن تھے اور بعض روایتوں کے مطابق ان کی عمر پچیس سال تھی (لیکن پہلی روایت قرین قیاس ہے) ان کا دوسرا نام شیبۃ الحمد بھی تھا اس نام رکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وقت ولادت ان کے سر کے تمام بال سفید تھے اور ایک اور روایت کے مطابق ان کے سر میں ایک بال سے زیادہ سفیدی نہ تھی اس لئے ان کا نام شیبۃ الحمد ہوگیا بعض لوگوں کے مطابق چونکہ یہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اس لئے شیبۃ الحمد کے لقب سے ملقب ہوئے بعض لوگوں کا خیال ہے لوگوں کی بہت تعریف کرتے تھے اس لئے یہ نام ہوگیا۔ واللہ اعلم

عبدالمطلب کے نام سے شہرت کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے والد ہاشم کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کا شرف مطلب کو ملا وہی قریش کے سردار مقرر ہوگئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تبرکات مثلاً کمان۔ نذار کا علم۔ خانہ کعبہ کی کنجیاں سب مطلب کے پاس آئے۔

اس وقت شیبہ کی عمر سات سال تھی اور اپنی والدہ کی زیر سرپرستی پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک دن یثرب (مدینہ) کے میدان میں بچوں کے ساتھ تیراندازی میں مشغول تھے۔ قریش کے ایک آدمی کا اس طرف گذر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ان کا تیر ہر مرتبہ نشانے پر لگتا ہے یہ تیر پھینکتے وقت یہ کہتے انا ابن ھاشم ادمی سھا میں ہاشم کا بیٹا تیر پھینک رہا ہوں۔ اس شخص نے مکہ آکر مطلب کو برادر زادہ کے متعلق بتایا ان کے چہرے پر جو بزرگی اور تقدس کے آثار نمودار تھے سنائے اس کے علاوہ ان کے رشد و ہدایت کے علاوہ ہیبت و وقار کی تصویر کھینچی علاوہ ازیں ان کی غربت و فلاکت تنہائی کی بھی منظر کشی کر کے مطلب کو

بہت شرمندہ کیا۔ یہ باتیں سن کر مطلب کو سخت شرمندگی ہوئی۔ اور اسی وقت عہد کیا کہ گھر میں بعد میں داخل ہوں گا پہلے اپنے بھتیجے کو مدینہ سے مکہ لاؤں گا۔ اس شخص نے کہا اگر تم ایسا ہی ارادہ رکھتے ہو تو میرا اونٹ موجود ہے الغرض مطلب اس کا اونٹ عاریتاً لے کر بغیر کسی سے کہے سنے عازم مدینہ ہوئے اور شیبہ کو خاموشی سے بغیر ان کی والدہ کو اطلاع کئے ہوئے اونٹ پر ساتھ بٹھا کر مکہ لے آئے راستہ میں مطلب سے جس نے بھی ان کے متعلق معلوم کیا تو مطلب نے بتایا کہ مدینہ سے غلام خرید کر لا رہا ہوں اور یہ بات اس لئے نبھ جاتی تھی ۔۔۔ کہ عبدالمطلب (شیبہ) مناسب لباس بھی نہ پہنے ہوئے تھے اور راستہ میں آفتاب کی تمازت سے اور تکلیف بھی اٹھائی تھی۔ اس لئے تکان کی وجہ سے چہرہ کی رنگت اڑی اڑی سی تھی۔

عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ مکہ آکر مطلب نے شیبہ کو عمدہ لباس پہنا کر بنو عبد مناف کے اشراف کی مجلس میں لا کر بٹھایا چونکہ راستہ میں مطلب نے انہیں اپنا غلام کہلایا تھا اس لئے (شیبہ) عبدالمطلب مشہور ہو گئے اب یہ مکہ میں مقیم ہو گئے اور مطلب کے بعد تمام مناصب و اعزاز انہیں مل گئے۔

قوم کی سیادت و امامت کی ذمہ داریاں بھی انہیں کی سپرد ہو گئیں ان کی بندگی اور عبادت کی شہرت اطراف و اکناف میں پھیل گئی، اسی طرح باہر کے لوگ جب حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ آتے تو ان کے لئے ہدایا و تحائف لیکر آتے اس طرح اپنی ذاتی صلاحیتوں شجاعت بصالت فہم و ذکا، فصاحت و بلاغت مکارم اخلاق کی وجہ سے فرید عصر بن گئے۔ جو شخص ان کی امان میں آجاتا وہ تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا۔ آس پاس کے تمام بادشاہ ان کی عزت و تکریم کرتے تھے اور ان سے کمال محبت رکھتے تھے۔ البتہ ایک شخصیت ایسی تھی جس کی نظروں میں ان کی ذات کھٹکتی تھی وہ تھا کسریٰ بن ہرمز۔ کیونکہ مکہ کا علاقہ اس کے زیر نگیں تھا اس لئے اس کو ان کی عزت و تکریم ناگوار گذرتی تھی۔

عبدالمطلب کے وسیلے دعائیں مانگی جاتیں جب کبھی اہل عرب پر کوئی افتاد پڑتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی تو عبدالمطلب کو ساتھ لے کر ساری قوم کوہ بثیرہ پر آتی اور عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے قربانی کر کے خون کو بتوں پر ڈالتے۔ نور محمدی

علیہ التحیتہ والثناء کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ ان مصائب وآلام کو دور فرما دیتا۔

اپنے والد ہاشم کی طرح انہوں نے بھی بہت سی شادیاں کیں ان میں سے ایک کا نام قبیلہ بنت عامر تھا۔ ان کے یہاں جو سب سے پہلے اولاد ہوئی وہ ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام حارث تھا اور اس کے بیٹے کی وجہ سے یہ ابو الحارث کہلاتے تھے حارث ہر معاملہ میں مثلاً زمزم کے کوئیں کی کھدائی اور دوسرے مشکل کاموں میں باپ کی مدد کرتے تھے۔

دوسری فصل

چاہ زم زم کی کھدائی

ایک دن عبدالمطلب مقام حجر میں سوئے ہوئے تھے انہیں خواب میں یہ بتایا کہ اٹھو اور پاک چیز پر سے کسی کی نقاب اٹھا دو یہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو بہت متعجب ہوئے کہ وہ پاک شے کیا ہو سکتی ہے جس سے نقاب کشائی کی بشارت دی گئی ہے فوراً ایک آواز نے ان کی حیرت و استعجاب کو دور کر دیا کیونکہ اس مرتبہ انہیں بتایا گیا تھا کہ مضنوطہ سے مٹی ہٹا دو۔ ایک روایت میں مضنوطہ کی بجائے برّہ کے الفاظ آتے ہیں۔ عبدالمطلب کو یہ خیال ہوا کہ مضنوطہ یا برّہ کیا چیز ہے الغرض وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر آئے۔ بعد میں اشراف قریش کو خواب کی باتیں بتائیں اور ان سے مشورہ چاہا مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ اگر یہ خواب درست ہوا تو ہاتف غیبی دوبارہ ہدایت کرے گا۔

دوسرے دن عبدالمطلب اسی جگہ آئے اور دعا کی اے خدائے ابراہیم رؤف و رحیم میں چاہتا ہوں کہ اس بھید کو مجھ پر آشکارا فرما دے اور اس معاملہ میں میری رہنمائی فرما"۔ دعا کے بعد وہ اسی جگہ سو گئے حسب سابق خواب دیکھا کہ کوئی اُن سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب اٹھو اور چاہ زمزم کی بازیابی کی کوشش کرو۔ عبدالمطلب نے خیال کیا کہ زمزم ایسا کنواں ہو سکتا ہے کہ اطراف و اکناف عالم سے آنے والے حاجیوں کی ضروریات کو کافی ہو جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق عبدالمطلب کو بتایا گیا تھا کہ" زمزم ایسا پانی ہے جو جبریل کی ٹھوکر سے نکلا ہے جس نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کے خاندان کو سیراب کیا ہے، یہ پانی برکتوں والا ہے جو تکلیفوں کو دور کرتا بیماریوں سے شفا دیتا اور غذائیت بہم پہنچاتا ہے

اور وہ اس جگہ ہے جہاں قربانیوں کا خون اور جانوروں کی آلائش ڈال دی جاتی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ جہاں کوا سرخ بتوں کے مقابلہ میں اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے، عبدالمطلب نے کہا اور کوئی پہچان بتائی جائے تو اس ہاتف غیبی نے بتایا کہ جہاں چیونٹیوں کا بل (گھر) ہے اور کل تم کوے کو زمین پر چونچ مارتے دیکھوگے، اس گفتگو سے عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ حقیقت ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا یہ دوسرے دن خانہ کعبہ میں جا کر بیٹھ گئے اور کسی انہونی بات کے منتظر رہے۔

اتفاقاً چند گائے حرم کے میدان کے زیریں حصہ پر جو اس وقت خزورہ کے نام سے پہچانی جاتی تھی گھوم رہی تھیں ان میں ایک تلوار کی جھپک دیکھ کر بھاگی اور مقام زمزم کے عقب میں آکر رک گئی۔ یہ جگہ اساف ونائلہ بتوں کے نام سے مشہور تھی، ان دونوں بتوں کی خصوصیت یہ تھی کہ اہل عرب جو قربانیاں کرتے ان کا خون ان بتوں پر ملتے تھے القصہ ان گایوں کو وہاں ذبح کر دیا گیا۔ ان کا گوشت پوست تو ذبح کرنے والے اٹھا کر لے گئے۔ خون اور اوجھڑی پڑی رہی ایک کوا آیا اور اس نے اس اوجھڑی کو کریدنا شروع کیا۔ اس کے اس "کھودنے" سے وہاں ایک چیونٹی کا بل نظر آیا۔ عبدالمطلب نے اس سارے واقعہ کو آنکھوں سے دیکھا اور اسی جگہ کھدائی شروع کر دی۔

چاہ زمزم کی دوبارہ دریافت چاہ زمزم کی دوبارہ بازیابی کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کی حیات ظاہری میں خانہ کعبہ کے تمام امور انہیں کے ذمہ تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد ان تمام کاموں کی ذمہ داری جناب ثابت کو تفویض ہوئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے اور آپ کے قائم مقام تھے اس طرح خانہ کعبہ کی تولیت اور قبیلہ جرہم کی قیادت ان کے ذمہ ہوگئی اور ان کے انتقال کے بعد مضاض بن عمر جرہمی کو یہ منصب مل گیا۔ مضاض ثابت بن اسماعیل کے نانا تھے اور ان کو یہ منصب ملنے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد ثابت کی کفالت مضاض کے ذمہ تھی۔

اہل مکہ اس وقت دو قبیلوں میں منقسم تھے، جرہم جس کے رئیس مضاض تھے اور قبیلہ قطورا جس کی قیادت سمیدع کے پاس تھی یہ دونوں اشخاص یمن سے متعلق تھے اور آپس میں

ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے مکہ کے بالائی حصہ کی ذمہ داری مضاض کے پاس تھی تو زیرین مکہ کا نظم ونسق سمیدع کے ذمہ تھا۔

ایک زمانہ تک نظام چلتا رہا لیکن ایک مرتبہ آپس میں چپقلش ہوئی اور اس کے نتیجہ میں سمیدع مضاض کے ہاتھوں مارے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سرزمین مکہ پر ظلم وتشدد کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ اس طرح پورے مکہ کی حکمرانی مضاض کے حصہ میں آگئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے رشتہ داری کی وجہ سے خانہ کعبہ کا نظم ونسق چونکہ مضاض کے پاس تھا اس لئے مضاض کے مرنے کے بعد یہ شرف وعزت خاندان جرہم میں باقی رہا۔

چونکہ مضاض کی خاندان اسماعیل سے قرابت تھی اور ثابت کے انتقال کے بعد مضاض نے اس خاندان کی کفالت بھی کی تھی اس لئے بھی اس قرابت کی وجہ سے انہوں نے اس منصب کو نہ چھوڑا۔ الغرض جب خاندان اسماعیل کی تعداد بڑھتی گئی اور سرزمین مکہ پر گنجائش باقی نہ رہی تو یہ لوگ آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئے۔ اس طرح سرزمین مکہ پر بنی جرہم کا اقتدار قائم رہا لیکن جب انہوں نے ظلم وستم کی گرم بازاری کی عدل وانصاف کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ ان کے ظلم وجور سے مقامی وغیر مقامی سب ہی متاثر ہوئے۔ خانہ کعبہ کے اموال وہدایا سے تصرف بیجا کرنا شروع کر دیا۔ ہدایا میں خیانت کا ارتکاب کیا۔ ان کی یہ حرکتیں سب ہی کو ناگوار تھیں لیکن خاندان اسماعیل جو اس منصب کے اصل حقدار تھے ان بدعنوانیوں پر خاموش نہ رہ سکے اور ان کے دلوں کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔

اس طرح بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ نے بنو خزاعہ سے معاہدہ کیا اور بنو جرہم سے کہلایا کہ خانہ کعبہ کی تولیت مکہ مکرمہ کا نظم ونسق ہماری ذمہ داری ہے عرصہ تک ہم لوگ رشتہ داری کی وجہ سے خاموش رہے ہیں لیکن اب یہ بات زیادہ عرصہ اس لئے برداشت نہیں کی جاسکتی کہ تمہاری بدعنوانیاں بڑھتی جا رہی ہیں تم نے ظلم وستم کی انتہا کر دی ہے خانہ کعبہ کے اموال سے بیجا تصرف ان کا غلط استعمال مقامی اور بیرونی لوگوں پر ظلم وستم کی وجہ سے ہر طرف بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہے اب دو ہی راستے ہیں یا تو آسانی کے ساتھ یہ ذمہ داریاں ہماری سپرد کر دو ورنہ فیصلہ تلوار کرے گی۔

چاہ زمزم بند ہونے کی وجہ قبیلہ جرہم والے اپنی کثرت اور اقتدار کے نشہ میں اندھے ہو رہے تھے لہذا انہوں نے ان کی بات پر دھیان نہ دیا اور اقتدار کے نشے میں لچے اور برے کا امتیاز نہ کرتے ہوئے مقابلہ کے لئے میدان میں آگئے اور بمصداق "انظلم مغلوب" میدان جنگ میں آکر ایسے مبہوت اور پریشان ہوئے کہ کچھ کرتے بن نہ پڑی۔ اور بنی بکر و خزاعہ سے معافی اور امن کے طلبگار ہوئے اور صلح کر لی، معاہدہ صلح کے بموجب یہ طے پایا کہ مکہ کا نظم و نسق بنو اسماعیل کے حوالہ کرے کہ یہ لوگ مکہ سے باہر چلے جائیں گے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مکہ مکرمہ کے امور کی نگرانی کرے گی اور خانہ کعبہ کی تولیت بھی انہیں کے سپرد کر کے اپنے ساز و سامان آل اولاد کے ساتھ مکہ سے چلے جائیں گے۔

جب قبیلہ جرہم کے لوگ تولیت کعبہ سے مایوس ہو گئے اور مکہ سے نکالے جانے کے فیصلہ پر خاموش ہو گئے تو ان کے سردار عمر بن حارث نے عداوت اور دشمنی کی بنا پر حجر اسود کو اس کی جگہ سے نکالا اور اس فدیہ کی زریں شبیہہ (جو حضرت اسماعیل کے لئے جنت سے آیا تھا) جو شاہ اسفندیار نے خانہ کعبہ میں رکھوائی تھی جس کو غزال کعبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور وہ چند مشہور اسلحہ جو خانہ کعبہ میں رکھے تھے اٹھا کر چاہ زمزم میں ڈال دیئے اور اس کو اوپر سے بند کر کے زمین کو ہموار کر دیا اور مکہ مکرمہ سے یمن کو منتقل ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اپنے ظلم و ستم کی پاداش میں یہ لوگ ایک مہلک بیماری عدسہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

اولاد اسماعیل اور خانہ کعبہ کی تولیت القصہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو خانہ کعبہ کی تولیت واپس ملی تو وہ مکہ مکرمہ واپس آئے اور خانہ کعبہ کی تولیت سنبھالی تو چاہ زمزم ان کی نظروں سے پوشیدہ رہا اور نہ ایسا موقع آیا کہ کسی کو اس کی یاد آتی اور وہ اس کو بالکل بھلا بیٹھے اور کسی کی زبان پر اس کا نام تک نہ آیا۔

عبد المطلب کی سرداری کا زمانہ جب عبد المطلب نے مکہ کی سرداری سنبھالی اور انہیں چاہ زمزم کی بازیابی کی بشارت ہوئی تو انہوں نے اپنے فرزند حارث کو اپنی معاونت کے لئے ساتھ لیا اور اس کی بازیابی کے لئے سامان رکھا گیا لیکن اہل مکہ مخالفت پر آمادہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ تم ہمارے بتوں

کے قریب کھدائی کرو اور کنواں کھودو اس مخالفت میں ایک اور جذبہ بھی کارفرما تھا کہ یہ فخر عبدالمطلب کو ہی کیوں نصیب ہو۔ غرضیکہ جب مخالفت نے زور پکڑا تو انہوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ تمہاری دعویٰ یہ ہے کہ یہ برکت اولاد اسماعیل علیہ السلام کی وجہ سے تھی اور یہ کنواں حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کی سیرابی کا سبب بنا تھا تو اس میں آپ ہی کیوں سبقت کریں تمام اولاد اسماعیل کو اس کام میں شریک کیا جائے لیکن عبدالمطلب کا موقف یہ تھا کہ بشارت مجھے ملی ہے لہذا یہ کام میں ہی انجام دوں گا لہذا یہ کام میں ہی انجام دوں گا جھگڑا بڑھتا گیا آخر کار فیصلہ اس امر پر ہوا کہ کسی عاقل و فہیم سے اس امر پر فیصلہ کرایا جائے یہ بات منظور ہو گئی اور یہ طے پایا کہ بلاد شام میں ایک کاہن جو اپنے علم و فضل میں یکتا ہے اس کا فیصلہ سب کو منظور ہو گا اور کوئی اس سے انحراف نہ کریگا۔ اس فیصلہ کے مطابق مکہ کے ہر قبیلہ کا ایک ایک نمائندہ عبدالمطلب کے ساتھ شام روانہ ہوا گرمی کا موسم تھا راستہ میں پانی کمیاب ہی نہیں بلکہ نایاب تھا اتفاقاً راستہ میں پانی سب کے پاس ختم ہو گیا اور راستہ بھول گئے۔ شدت تشنگی سے سب کی جانوں پر بن آئی لیکن عبدالمطلب نے کہا کہ یہ وقت بیٹھ جانے کا نہیں ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اونٹوں کو ساتھ لیکر پانی کی جستجو کریں شاید کہیں پانی مل جائے یا منزل مقصود کا ایسا راستہ مل جائے جس سے ہم جلد پہنچ جائیں۔

عبدالمطلب کے مشورہ کے مطابق سب نے کمر ہمت باندھی اور اپنے اونٹ لیکر چلنے کے لئے تیار ہوئے قدرت الٰہی سے عبدالمطلب کے اونٹ کے پیر کے نیچے سے ایک پتھر پھسلا اور لطف خداوندی سے اس کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ سب نے یہ منظر دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کا نعرہ بلند کیا اور اپنی سواریوں سے اتر آئے اور خود بھی سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور مشکوں کو پانی سے بھر لیا۔

اس وقت لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اب تم سے مخاصمت اور مخالفت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے اس خونخوار وادی میں پانی عطا فرمایا اور تمہاری برکت سے ہم سب کی جانیں بچائی ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چاہ زمزم بھی اللہ تعالےٰ تمہارے ہی ہاتھوں بازیاب فرمائے گا۔ اب واپس چلو یہ شرف و عزت تمہارے لئے ہی ودیعت

ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں کسی کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ صرف تمہاری ذات کی وجہ سے قدرت نے ہم پر کرم فرمایا ہے اور موت کے منہ سے نکال کر حیاتِ نو بخشی ہے اس خالق و مالک نے آپ کو چاہ زمزم عطا فرمایا ہے اب آپ واپس مکہ چلیں۔ آبِ زمزم کا کنواں آپ کو مبارک ہو اب کسی کے لئے اس میں شرکت کی گنجائش نہیں۔

الغرض جب عبدالمطلب شام کے راستہ سے کامیاب و کامران واپس ہوئے اور چاہ زمزم کی کھدائی شروع کی تو اس کام میں سخت محنت کرنی پڑی، اس سارے کام میں عبدالمطلب فرزند حارث ہمدرد و معاون رہے اس وقت عبدالمطلب کو خیال ہوا کہ اگر ایک کی بجائے دس بیٹے مددگار ہوتے تو معاشرہ میں ایک مقام بھی حاصل ہوتا اور ایسے مواقع پر مدد بھی ملتی، لہذا اسی وقت نیت کی کہ اگر حق تعالیٰ دس فرزند عنایت فرمائے تو اپنے جد کریم (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی نیت کے مطابق ایک بیٹے کو راہ الہٰی میں قربان کریں گے یہ بات دل میں راسخ ہو گئی۔

قصہ مختصر ان کی محنت بار آور ہوتی نظر آئی اور چاہ زمزم کے آثار نظر آنے لگے اور وہ سازو سامان جو قبیلہ بنی جرہم کے سردار عمرو بن حارث نے کنوئیں میں چھپایا تھا ملنے لگا وہ تلواریں زرہیں اور زریں ملے تو یہ خبر تمام قریش میں مشہور ہو گئی اور سب نے آکر عبدالمطلب کی کوششوں کی تعریف کی اور شاباش دی اور کہنے لگے یہ تمام سامان وہ ہے کہ اس سامان سے ہماری اور آپ کی ماضی کی تاریخ وابستہ ہے اور یہ سب ہمارے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے لہذا اس میں صرف آپ کا ہی حصہ نہیں ہے اس میں ہمارا حصہ بھی ہے۔

عبدالمطلب نے کہا کہ اب تم حصہ بٹانے آئے ہو تمہیں یہ خیال نہیں کہ جب میں نے کنواں کھودنے کا اعلان کیا تھا اس وقت لوگوں نے میری زبردست مخالفت کی تھی اور مجھے کنواں نہ کھودنے دیا تھا اب تم حصہ لینے آئے ہو۔ لیکن میں مروت اور رشتہ داری کا خیال کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ رسم و رواج کے مطابق قرعہ ڈال لو اور جو کچھ اس میں نکلے وہ تم لے لو۔ قریش نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

اس فیصلہ کے بعد تمام سامان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ میں اسلحہ اور دیگر

اشیاء اور دوسرے حصہ میں آہو کے زریں کو رکھا گیا اور اس کے لئے تین ناموں سے قرعہ ڈالا گیا (عبدالمطلب خانہ کعبہ اور قریش مکہ) حسن اتفاق کہ آہو زریں خانہ کعبہ کے حصہ میں اور اسلحہ عبدالمطلب کے حصہ میں آیا۔ اور قریش اس قرعہ اندازی میں محروم رہے۔ عبدالمطلب نے اس آہوئے زریں کو خانہ کعبہ کے دروازہ میں لٹکا دیا۔ جو اس نسبت سے خانہ کعبہ کے نام سے مشہور ہوا اور عبدالمطلب نے اسلحہ کو فروخت کر کے محتاج خانہ کھولا۔

غزال کعبہ کو ابولہب نے ایک رات شراب کے نشے میں اتار کر فروخت کر دیا اور اسکی رقم کو شراب نوشی میں ختم کر ڈالا جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔ ایک روایت کے مطابق عبدالمطلب نے تلواروں کو گلا کر ان کا ایک تختہ بنوایا اور اس کو خانہ کعبہ کے دروازہ پر جڑوا دیا اور آہوئے زریں (غزال کعبہ) کے ستارے بنوا کر اس تختی پر جڑوا دیئے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب چاہ زمزم کی بازیافت کا مرحلہ مکمل ہو گیا تو اس سے عبدالمطلب کی عزت اور مقام فزوں تر ہو گیا تو آپ نے متعدد شادیاں کیں جس کے نتیجہ میں متعدد اولادیں ہوئیں جن میں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام ارباب تاریخ نے حارث، ابولہب، حجل، مقوم، ضرار، زبیر، ابوطالب، عبداللہ، حمزہ و عباس لکھے ہیں۔ بعض لوگوں نے دس لڑکے بتائے ہیں اور ان تین ناموں کا اضافہ کیا ہے عیداق یا غیداق، قثم اور عبدالکعبہ لیکن جن لوگوں نے دس لڑکے لکھے ہیں انہوں نے اپنے قول کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ عیداق و حجل ایک ہی لڑکے کے دو نام تھے، قثم اور عبدالکعبہ عبدالمطلب کی اولاد میں شامل ہی نہ تھے۔

لڑکیوں کے نام صفیہ، فاطمہ، بیضاء، برہ، امیمہ اور اروی بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں زبیر، عبداللہ، ابوطالب اور لڑکیوں میں صفیہ فاطمہ بنت عمرو بن عابد مخزومی کے نور نظر تھے۔

اولاد عبدالمطلب

اپنی والدہ کی اولاد نرینہ میں حضرت عبداللہ ابوطالب و زبیر سے عمر میں چھوٹے تھے اور اسی وجہ سے اپنے والد کے منظور نظر رہے لیکن ان سے محبت کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی میں تاباں تھا اور اسی وجہ سے ان کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔

حمزہ حجل اور مقوم ایک ماں کی اولاد تھے اور بعض روایتوں کے مطابق صفیہ بھی

اسی ماں کے بطن سے تھیں۔ ان کا نام ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بیان کیا گیا ہے۔
عباس، قثم اور ضرار، نتیلہ بنت خباب بن کعب کے بطن سے تھے حارث اور ابولہب کے حقیقی بہن بھائی نہ تھے، حارث کی ماں کا نام صفیہ بنت جندب تھا اور ابولہب کی ماں کا نام لبنیٰ بنت ہاجر تھا۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم دولت ایمان سے سرفراز ہوئے جب کہ ابوطالب اور ابولہب نے اسلام کا دور دیکھا لیکن یہ شرف انہیں میسّر نہ ہو سکا۔
اہل بیت کے بعض اصحاب کا قول ہے کہ ابوطالب نے آخر عمر میں اسلام قبول کر لیا تھا اور جب وہ دنیا سے گئے تو حلقہ بگوش اسلام تھے لیکن حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حضور علیہ السلام کی پھوپھیوں میں صرف صفیہ مسلمان ہوئیں، ان کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ بھی تشریف لے گئیں بعض لوگوں کا قول ہے کہ اروی اور عاتکہ[1] نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔

تیسری فصل

حضور علیہ السلام کے والد حضرت عبداللہ کے ذبح کا واقعہ

ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ جب عبدالمطلب کے فرزندوں کی تعداد ایک سے دس ہوئی اور تمام سن بلوغ کو پہنچے تو عبدالمطلب کو اپنی نذر کو پورا کرنے کا خیال ہوا انہوں نے سوچا کہ ایک لڑکے کو قربان کر کے اس ذمہ سے عہدہ برآ ہوں لہذا انہوں نے تمام لڑکوں کو جمع کیا اور صورت حال ان کے سامنے رکھی سب نے یکزباں ہو کر کہا کہ ہم پر آپ کو پورا پورا اختیار حاصل ہے جس طرح چاہیں کریں چاہے تو ہم سب کو قربان کر دیں باپ کو اولاد کی اطاعت شعاری پسند آئی اور انہوں نے اس کا فیصلہ قرعہ پر چھوڑا اور خانہ کعبہ کے ایک مجاور سے جو ہمیشہ ایسے کام کیا کرتا تھا۔ اس موقع پر قرعہ نکلوایا۔ ان پرچیوں پر حضرت عبدالمطلب کے تمام بیٹوں کے نام لکھے ہوئے تھے اس نے قرعہ ڈالا جو حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا باوجودیکہ حضرت عبداللہ عبدالمطلب کو تمام اولاد

---

[1] اس روایت کے مطابق عاتکہ بھی حضور علیہ السلام کی پھوپھیوں میں شامل ہیں ۱۲ محمد اطہر نعیمی

سے زیادہ محبوب تھے لیکن یہ محبت ایفائے عہد میں آڑے نہ آئی اور عبدالمطلب نذر کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جناب عبداللہؓ کے ننہالی رشتہ دار جو قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے مزاحم ہوئے اور انہوں نے کہا یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخصیت تمہاری ساری اولاد میں اہل ترین ہے وہ ذبح کر دی جائے اور کمتر اہلیت والے جو نہ تو فصاحت و بلاغت رکھتے ہیں اور صورت و سیرت میں عبداللہؓ کے مماثل ہیں باقی رہیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے بھی کہا کہ اگر عبدالمطلب نے ایسا کیا تو آئندہ نسلوں پر یہ پابندی ہو جائے گی کہ جو شخص ایسی نذر مانے وہ ایک لڑکا راہِ خدا میں قربان کرے اس طرح یہ رسم عام ہو گی اور ممکن ہے کہ اس ذبح کرنے والے کی نسل بھی منقطع ہو جائے گی لہٰذا اس معاملہ میں کافی غور و خوض ضروری ہے۔

الغرض مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ حجاز کی مشہور و معروف کاہنہ نجاح نامی جو اپنے فن میں نظیر نہیں رکھتی اس سے رجوع کیا جائے اور اس سے اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے۔

خواب کی تعبیر عبدالمطلب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس گئے اور اسے تمام حالات بتلائے نجاح نے معلوم کیا کہ آجکل تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت کیا دی جاتی ہے۔ عبدالمطلب نے بتایا کہ آجکل دس اونٹ کی شرح مقرر ہے۔ کاہنہ نے کہا کہ پہلی مرتبہ دس اونٹ اور عبداللہؓ کے نام کا قرعہ ڈالا جائے اگر قرعہ میں اونٹ آجائیں تو فبہا ورنہ دس اونٹ اور بڑھائے جائیں اور جب تک قرعہ میں اونٹ نہ نکلیں ہر مرتبہ دس اونٹوں کا اضافہ کیا جاتا رہے۔

اس کاہنہ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے قرعہ اندازی کی گئی یہاں تک کہ سو اونٹوں پر قرعہ میں اونٹ نکل آئے۔ یہ بات سن کر قریش میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور عبدالمطلب کو مبارکباد دی اور اللہ سے دعا کی کہ خالق و مالک عبداللہؓ کے بدلے اونٹوں کے فدیہ کو قبول کر لیا جائے۔۔ لیکن عبدالمطلب نے کہا لا ورب البیت خدا کی قسم میں ابھی مطمئن نہیں ہوا۔ لہٰذا چند مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ قرعہ اندازی میں اونٹ ہی آئے تو عبدالمطلب نے کہا کہ رب کا شکر ابھی کرتا ہوں کیونکہ اب مجھے اطمینان کامل حاصل ہوا ہے۔

اس طرح جناب عبداللہؓ نے جاں ذبی کے اس مشکل مرحلہ سے نجات حاصل فرمائی اور

اسی وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا ابن الذبیحین میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں ان میں ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت عبداللہ مراد ہیں۔

عبدالمطلب نے سو اونٹوں کو ذبح کر کے چراگاہ آخرت پہنچایا اور اس طرح احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس واقعہ کی وجہ سے آزادی کی دیت سو اونٹ مقرر ہوئے۔

عبدالمطلب کے خوابوں کی تعبیر

ایک خواب کا پس منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب اپنے حجرہ میں عزلت نشین تھے کہ نیند کا غلبہ ہوا۔ اور محو خواب ہوئے حالت خواب میں تھے لیکن تقدیر ان کی اس کیفیت پر خندہ زن تھی کہ یہ شخص محو خواب ہے لیکن ان کی تقدیر جاگ رہی ہے۔

اس سونے والے کی آنکھیں خواب آلود ہیں لیکن قلب و نظر باطنی ان چیزوں کو دیکھ رہی ہے جس کو دیکھنے کے لئے دوسروں کی آنکھیں ترستی ہیں۔ اور کارکنان قضاء و قدر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ہیں ادھر عبدالمطلب کی قسمت کا ستارہ ثریا پہ محو پرواز ہے خواب کی کیفیات کا سینہ متحمل نہ ہوسکا قلب پر وہشت طاری ہوئی اور نیند سے بیدار ہوئے اور نیند سے کیا جانے قسمت جاگ گئی۔ دلی کیفیات پر اطمینان حاصل کرنے کے لئے رواج کے مطابق کاہنہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے عبدالمطلب کو دیکھتے ہی کہا کہ اے عرب کے سردار آپ کے چہرہ پر اضمحلال کے آثار نمودار ہیں کیا وجہ ہے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ کاہنہ نے کہا کہ کم از کم اس کی کیفیت بیان کریں تاکہ میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کر سکوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ایک زنجیر میری پشت سے نکلی اور شش جہات میں پھیل گئی، ایک کونہ مشرق کے انتہائی سرے اور دوسرا مغربی سمت اسی طرح شمال و جنوب میں۔ بالائی سرا ثریا تک اور نچلا حصہ تحت الثریٰ تک چلا گیا۔ میں اس زنجیر کو تعجب سے دیکھتا رہا وہ زنجیر ناگہانی طور پر پھیلی اور ایک درخت کی شکل اختیار کر لی، یہ درخت بہت ہی بڑا تھا اور اس میں دنیا زمانہ کے پھل لگے ہوئے تھے۔ اس درخت سے نوری خوشبو کے بھبکے نکل رہے تھے اور نورانی کرنیں اس کی جانب سجدہ ریز تھیں اور لمحہ بہ لمحہ نور و تقدس کے آثار اس سے ظاہر ہو رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی شاخیں پکڑے لٹک رہی تھی لیکن قریش ہی کی ایک جماعت اس کی شاخیں کاٹنے اور اس کو جڑ سے اکھاڑنے کے درپے تھی لیکن یہ مخالف جماعت جب بھی قریب آنے کی کوشش کرتی، ایک خوبرو نوجوان کہ اس جیسا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا انہیں ایسا کرنے سے روک دیتا تھا اور انہیں منتشر کر دیتا بعض لوگوں کی آنکھیں بھی حلقہ جسم سے نکال دیتا۔

میں نے بھی کوشش کی کہ اس نورِ مبارک سے میں بھی مستفیض ہوں لہٰذا میں نے اس جوان خوبرو سے ایک سوال کیا کہ اس نور سے کون فیضیاب ہوگا انہوں نے فرمایا وہ لوگ جو اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں اس سے مستفیض ہوں گے۔ اب میرا استعجاب کم ہوا تو اس کے تنے کے قریب دو متبرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ میں نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا کہ میں نوح نجی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں — جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ درخت وہ ہے جو تمہارے آباؤ اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہاری صلب سے ظاہر ہوا ہے۔

جب عبدالمطلب نے یہ خواب سنایا تو کاہنہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور سوچ بچار کے بعد کہنے لگی کہ جو واقعہ تم نے سنایا ہے اگر درست ہے اور اس طرح پیش آئے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک شخصیت تمہاری نسل میں پیدا ہوگی جس پر باشندگان زمین اور ساکنان ملاءِ اعلیٰ ایمان لائیں گے اور ان کی متابعت اور اطاعت میں کمر باندھیں گے۔ اور زنجیر اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس دین کو استحکام نظم وضبط ربط اتفاق و اتحاد کی دولت میسر ہوگی۔ ششش جہات تک اس کا پھیلنا اس بات پر دال ہے کہ وہ دین ہمہ گیر ہوگا جو شش جہات میں پھیلے گا اور لوگوں کا شاخوں کو پکڑ کر لٹکنا اس امر پر دال ہے کہ اس کی شاخیں انتہائی مضبوط ہوں گی۔ اس دین کے متبعین عزم و ہمت کے پیکر اور صبر و استقلال کے پہاڑ ہوں گے۔

نوح و ابراہیم علیہم السلام کی موجودگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ ان کے مخالف قوم نوح کی طرح عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے اور ان کی موافقت کرنے والے ملت حنیفہ کی

متابعت کی برکت سے اپنے مقاصد پر قبضہ و قدرت حاصل کر کے کامیاب و کامران ہوں گے اور ان کی شریعت قیام قیامت تک باقی اور درخشندہ ہوگی۔

جامہ سیہ کفر بود نور محمد رسید — طبل بقا کوفتند ملک مخلد رسید
روی زمین سبز شد جیب دریدہ آسمان — باد گرمہ شگافت روح مجرد رسید
دین چو سطرلاب شد رایت ہفت آسمان — شرح دل احمدی ہفت مجلد رسید
پیک دل عاشقان رفت بسر چون قلم — مژدہ ہمچوں شکر در دل کاغذ رسید

دوش در استارگان غلغلہ افتادہ بود
کز سوئے نیکا ختران اختر اسعد رسید

پانچویں فصل

عبدالمطلب اور ابرہہ

اس عنوان کے تحت پیش آنے والے واقعات کو چند فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب یمن کے یہودی نژاد بادشاہ ذونواس شاہ نجران میں قتل و غارت مچائی تو نجران کے پارسیوں کو ملت موسوی کی مخالفت کی بنا پر جلا ڈالا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے قُتِلَ اَصۡحَابُ الۡاُخۡدُوۡدِ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ اور قسم اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں کھائی والوں پر لعنت ہو اس بھڑکتی آگ والے پر۔ (ترجمہ از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

نجران کا ایک رئیس دوس بن ثعلبان نامی بھاگ قیصر روم کے پاس آیا اور ذونواس اور اس کے ساتھیوں کی چیرہ دستیوں کی لرزہ خیز داستانیں اور انجیل کی بیحرمتی کے واقعات سنائے یہ سنکر قیصر روم جو خود بھی مجوسی تھا سخت مشتعل ہوا لیکن باوجود دینی جذبہ کے کچھ کرنے سے اس لئے مجبور رہا کہ یمن و نجران اس کی حدود مملکت سے بہت دور تھا۔ اور وہاں لشکر بھیجنا بہت مشکل کام تھا لہٰذا اس نے دوس بن ثعلبان سے معذرت کرلی اور ایک خط نجاشی شاہ حبشہ کو لکھا جس میں ذونواس کے خونین مظالم کی منظر کشی کے بعد یہ لکھا چونکہ حبشہ سے یمن اتنا زیادہ دور نہیں ہے اس لئے تمہارا مذہبی

فریضہ یہ ہے کہ تم اس دین کی محافظت کرو جس کے تم متبع ہو اور ذو نواس سے اپنے مذہبی بھائیوں کے خون کا بدلہ لو۔

یہ خط لیکر جب دوس بن ثعلبان نجاشی کے پاس آیا تو نجاشی نے خط کو پڑھ کر لشکر کی تیاری کا حکم دے دیا اور مختلف روایات کے مطابق سات ہزار یا ستر ہزار جنگ آزمودہ جوانوں پر مشتمل لشکر ابرہہ اور ارباط نامی سرداروں کی رہنمائی میں روانہ کر دیا اور انہیں ہدایات دیں کہ یمنی لشکر کے مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آئیں اور ان کے علاقہ کو تاراج کر دیں اور جو کچھ کہ انہوں نے اہل نجران کے ساتھ کیا ہے وہی رویہ ان کے ساتھ برتا جائے اور اس میں کسی قسم کی رو رعایت نہ کی جائے، اس طرح وہ اپنے کئے کی سزا پالیں، غرضیکہ نجاشی نے لشکر جرار تیار کر کے روانہ کر دیا اور جب یہ لشکر اب ساحل پہنچا اس وقت دوس بن ثعلبان نے کسی شخص کو روانہ کیا کہ بنی نجران کے بچے کھچے آدمیوں کو یا ان کے بقیہ لشکریوں کو ساتھ لے آئے وہ لوگ حبشہ کے لشکر سے آکر مل گئے۔

بادشاہ یمن کو جب حبشہ والوں کے لشکر کی آمد اطلاع ملی تو سرداران حمیر جو فنون جنگ میں مہارت رکھتے تھے بلایا اور اپنے متبعین و رفقاء کو جمع کیا اور مجوسیوں کے لشکر کے مقابلہ کیلئے آگیا۔

جب دونوں لشکر جمع ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے تو جنگ چھڑ گئی اور نتیجہ میں ذو نواس کو اس کے ظلم و ستم کی سزا مل گئی، حمیریوں کے لشکر نے پسپائی اختیار کی، ذو نواس لشکر سے بھاگ نکلا اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا لیکن شامت اعمال نے پیچھا نہ چھوڑا اور وہ مع گھوڑے کے غرق ہو گیا۔ اور اپنے کئے کی پاداش میں اسفل السافلین میں پہنچ گیا۔

ادھر ابرہہ اور ارباط نے نجاشی کے حکم کے مطابق خوب قتل و غارت مچائی مردوں کو قتل اور عورتوں، بچوں کو قیدی بنایا اور اس طرح چند سال کے لئے یمن میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

انجام کار ارباط اور ابرہہ میں اتفاق نہ رہ سکا اور آپس میں چپقلش پیدا ہوئی ان دونوں نے اپنی پارٹیاں بنالیں لیکن جب کسی طرح آپس میں نہ نبھ سکی تو دونوں گروہوں میں لڑائی ٹھن گئی، لیکن قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو ابرہہ نے ارباط سے کہہ دیا کہ

اصل میں تو لڑائی ہم دونوں کے درمیان ہے بجائے اس کے کہ دونوں کے حلیف لڑیں ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کریں۔

تا قبضۂ شمشیر کہ بالا آید یا آتش اقبال کہ بالا گیرد

اگر تمہارا ہاتھ پہلے اٹھ جائے اور تمہارا وار چل جائے تو ملک تمہارا لیکن اس کے برخلاف اگر فتح میرے مقدر میں ہے اور میرا داؤں پہلے پڑ جائے تو ملک میرا ہے یہ بات اریاط کو پسند آئی اور دونوں اپنے اپنے لشکر سے باہر نکلے۔

اریاط خوش شکل خوش لباس اور قدآور شخص تھا جب کہ ابرہہ بدصورت پستہ قد اور چالاک تھا۔ یہ مجوسی دین پر راسخ العقیدہ بھی تھا۔ اس نے اپنے ایک غلام عنود کو اعتماد میں لیکر اس کام پر مقرر کیا تھا کہ جب میں اریاط سے نبرد آزما ہوں تو تم پشت سے آکر اس پر حملہ کر دینا اس کے صلہ میں تم کو بہت کثیر انعام ملے گا۔

الغرض جب ابرہہ اور اریاط مقابل ہوئے تو عنود نے پشت سے آکر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں ابرہہ کی ناک ہونٹ کٹ گئے اور اس عنود نامی غلام نے اریاط کو ایسے جچا تلا ہاتھ مارا جس سے اس کی گردن بھٹے کی طرح اڑ گئی چونکہ ابرہہ اس حملہ کے نتیجہ میں نکٹا ہو گیا تھا اور لوگ اس کو اشرم کے لقب سے پکارنے لگے اور تمام لشکر ابرہہ کا مطیع ہو گیا اور ابرہہ کو اپنا حکمران تسلیم کیا۔

اریاط کے مارے جانے کے بعد جب نجاشی کو اس جنگ وجدل کی اطلاع ملی تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے ابرہہ کو سزا دینے کی قسم کھا کر لشکر لیکر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا تاکہ ابرہہ کا سر کاٹ کر اس کی داڑھی خون آلود کر کے اس کو زیر زمین کر دے۔

جب ابرہہ کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے بادشاہ کے لئے بہت سے تحفے تحائف ارسال کئے اور قاصد کے ذریعہ کہلایا کہ میں اور اریاط آپ کے خادم و غلام تھے۔ اب وہ ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لشکر کے انتظام و انصرام سے واقف نہ تھا اور مجھے اس بات کا خوف ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ حکومت ہمارے سے چلی جائے اور لشکر کی بددلی سے دشمن فائدہ حاصل کرے۔

رہا خدمت گزاری کا سوال تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایک غلام اگر چلا گیا تو میں

اس کی بجائے حاضر ہوں اور اس یقین دہانی کے ساتھ کہ خدمت گزاری میں سرمو فرق نہ آنے دوں گا اور جب تک زندگی ہے خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھوں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ اب میں نے ملک بادشاہ کے نام پر سنبھال رکھا ہے اور اس کی ترقی و خوشحالی کے لئے کمر ہمت باندھ رکھی ہے۔

ابرہہ اپنی داڑھی اور سر کے چند بال اور یمن کی تھوڑی سی مٹی تحفہ و تحائف کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کروں اور قاصد سے کہا کہ بادشاہ سے میری طرف سے عرض کرنا کہ میں اس قابل کہاں ہوں کہ بادشاہ بنفس نفیس میری سزا دہی کے لئے تشریف لائیں اپنے بال اور یمن کی مٹی اس لئے روانہ کر رہا ہوں کہ کسی غلام کو حکم دیں کہ وہ ان بالوں کو خاک آلود کر دے تاکہ آپ اس طرح اپنی قسم کو پورا کریں اور نقض قسم آپ پر لازم نہ آئے۔

بادشاہ کو ابرہہ کی عذر خواہی کا انداز پسند آیا اور اس نے ابرہہ کو معاف کر دیا۔ اور ایک شاہی فرمان ابرہہ کے نام روانہ فرمایا کہ ہم نے تمہارا اختیار و اقتدار یمن پر منظور کر لیا اب تمہارا فرض یہ ہے کہ ہمارے احکام پر گردن اطاعت خم کرو اور سمعنا و اطعنا کی ذمہ داری قبول کر لو۔

اس طرح بادشاہ نے ابرہہ پر اپنی شفقتیں قائم رکھیں اور اس کے قاصد کی خاطر و مدارات کی اور شاہانہ انعام و اکرام سے نوازا اور ابرہہ کا اقتدار یمن پر تسلیم کر کے اس کو وہاں کا حاکم برقرار رکھا۔ اسی طرح ابرہہ نے اپنے علاقہ کا نظم و نسق بحسن و خوبی چلایا جس کے نتیجہ میں وہ علاقہ روز بروز ترقی کرتا رہا۔ اس کے بعد ابرہہ نے یمن میں ایک کلیسا کی بنیاد رکھی جو اس کے زوال کا باعث بنا۔

قلیس نامی کلیسا کی تعمیر

مورخین نے اپنے زریں خیالات کو تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف سے لکھ کر اسکو دو آتشہ بنا دیا ہے کہ جب ابو یکسوم ابرہہ بن صباح جو اپنی بے شرمی اور بے عزتی کی وجہ اشرم کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔ نجاشی کی نوازشوں کی وجہ سے یمن کا با اختیار حاکم بن گیا

اور اس کے اختیار و اقتدار کو کئی سال گزر رہے تو اس اثنا میں اس نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ہر سال یمن سے لوگ جوق در جوق پا پیادہ سفر کرتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد واپس ہوتے ہیں۔ ابرہہ نے تفتیش کرائی کہ یہ لوگ کس مقصد کے حصول کے لئے پا پیادہ سفر کرتے ہیں۔

چہ می جویند ازیں منزل بریدن   چہ می خواہند ازیں محمل کشیدن

ازیں آمد شدن مقصود شان چیست   دریں محراب گہہ مقصود شان کیست

ابرہہ کو بتایا گیا کہ سرزمین مکہ پر ایک عمارت جناب خلیل علیہ السلام کی تعمیر کردہ جو رب جلیل کی منظور شدہ و تائید یافتہ ہے اس کی زیارت کے لئے یہ سب لوگ جاتے ہیں اس عمارت کا طواف کرتے ہیں اور دوران طواف اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کو پا لیتے ہیں۔

ابرہہ نے دریافت کیا کہ وہ عمارت کس چیز سے بنائی گئی ہے کوئی اس میں انوکھی یا نرالی بات ہے لوگوں نے کہا کہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں، ظاہر میں سنگ و خشت کی ایک عمارت ہے لیکن باطن میں اس کی عظمت قدر و منزلت ایوان عرش تک پہنچتی ہوئی ہے اس کی نخوت غرور و تکبر کو مہمیز لگی اور اس نے اپنے ذہن میں یہ خیال پختہ کر لیا کہ خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک ایسا عمدہ بت خانہ تعمیر کرے گا کہ جس کی وجہ سے آئندہ کوئی خانہ کعبہ نہ جائے گا اور یہ عمارت ایسی تعمیر کی جائے گی کہ ربع مسکون (دنیا) میں کوئی عمارت اس کی نظیر نہ ہو گی اور یہ عمارت اپنی مثال آپ ہو گی۔ اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے ماہرین فن تعمیر کو بلایا اور کہا کہ ایسی تعمیر کریں جس کی نظیر اطراف و اکناف عالم میں نہ ملے۔

الغرض ماہرین فن تعمیر نے اس عمارت کا نقشہ بنایا اور ماہر فن معماروں نے اس عمارت کی تعمیر شروع کی قیمتی پتھروں لعل و جواہر کے استعمال کے سبب شاہی خزانہ خالی کر دیا۔ عمارت کی تعمیر و تزئین نقش و نگار میں انہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں وقف کر کے اس عمارت کو نمونۂ روزگار بنا دیا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود اس میں دعائے خلیل رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا شامل نہ ہو سکی اور خالق کائنات کی ضمانت امن وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا اس کو میسر نہ ہو سکی اور حجر اسود جو خالص عطائے الہی اور جنتی پتھر جس کو جناب آدم صفی اللہ سے نسبت رکھا تھا اس کی زینت نہ بن سکا۔

بخال وخط چو بتاں حسن خود بیارایند — ولی بناز و کرشمہ بیار مانہ رسند
ہزار سرو بہ بستاں کشد قد موزوں — ولی براہ دروش بانگار مانہ رسند

اس عمارت کی تکمیل کے بعد اس میں قیمتی پردے اور غلاف ڈالے گئے اور اس کے کھلنے و بند ہونے کے اوقات معین کر کے لوگوں کو اس کی زیارت کی دعوت دی گئی۔ خانہ کعبہ کی طرح اس کے طواف اور اعتکاف کے لئے لوگوں کو مقرر کیا گیا اور ان تمام مراحل سے فراغت کے بعد ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں نے آپ کے نام سے معنون و منسوب کر کے ایک عمارت (عبادت گاہ) تعمیر کی ہے تاکہ لوگ مکہ کی بجائے اب مقام صنعاء میں اس عبادت کی طرف رجوع ہوں اور در کعبہ کو انحراف کا قفل ڈال کر صنعاء کی عبادت کا قفل التماس اور اعتقاد سے کھولیں اور خانہ کعبہ کا راستہ عبادت گزاروں کے لئے بند ہو جائے اور عقیدت و محبت کے ساتھ قلیس کا راستہ کھل جائے اور دیر و عجلت سے قبول ہونے والی دعائیں بادشاہ کے ذریعہ پوری ہوں۔ اس خط کو روانہ کرنے کے بعد انتہائی زور شور سے اس کینہ (عبادت گاہ) کی تشہیر کی اور بلا امتیاز خویش و بیگانہ سبکو اس کی زیارت کی دعوت دی۔

جب اس نام نہاد عبادت گاہ کی تعمیر کی خبریں اطراف و جوانب میں مشہور ہوئیں تو بعض ضعیف الاعتقاد عبادت کی غرض اور بعض تماش بین صرف عمارت کی آرائش و زیبائش دیکھنے کے لئے یمن آنے لگے۔ بعض آنے والے اور بعض بادشاہ کے مقرر کردہ لوگ طواف و اعتکاف میں مشغول ہو گئے لیکن اڑتی اڑتی جب یہ خبر مکہ تک پہنچی تو مکہ کے اطراف کے لوگ خصوصاً آل عدنان ہبیط قحطان اس اطلاع سے بہت متاثر ہوئے۔ نعیم بن عدی کنانی کے بیٹوں میں سے ایک لڑکا جس کا نام نفیل تھا اس نے اس مکر و فریب کا پردہ چاک کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور کمر ہمت باندھ کر اس نے صنعاء (یمن) کا سفر کیا۔ قطع راحل کرتا ہوا وہ جب صنعا آیا تو شب کا وقت تھا آسمان پر تارے چمکے ہوئے تھے۔ ماہتاب اپنی ضوافشانیوں میں مشغول تھا خانہ خدا کے اس عقیدت مند نے باطل کے اس صنم کو پاش پاش کرنے کی تدابیر اختیار کیں اور اس گرجا میں داخل ہوا اور کسی نہ کسی طرح اس تثلیث کے پرستاروں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ رات گھر میں بسر کرے لہذا خدام نے اس کو اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا اور مطمئن ہو کر چلے گئے۔

نوفل نے رات میں اس کنیسہ میں قضاحاجت کی اور اس کی محراب کو نجاست سے آلودہ کر کے صبح کے انتظار میں دروازے پر آنکھیں لگائیں کہ کب صبح طلوع ہو دروازہ کھلے اور میں باہر نکلوں۔ الغرض جب اس کنیسہ اپنی (نام نہاد) عبادت گاہ جوان کا ملجاؤ ماوی تھا دروازہ کھولا تو نوفل تیر کی مانند باہر نکل آیا اور اپنے گھر کی طرف دوڑتا بھاگتا چل دیا۔

جب رات کی تاریکی دور ہوئی اور آفتاب عالمتاب کی کرنیں نمودار ہوئیں تو منتظم کنیسہ اور دوسروں کو عبادت خانہ میں غلاظت کی بو محسوس ہوئی۔ تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ رات کے مہمان نے ضروریات سے فراغت کے لئے عبادت خانہ کو منتخب کیا ہے یہ بات جب منتظم اعلیٰ ابرہہ کو بتائی گئی کہ عرب کے مہمان نے ہی یہ حرکت کی ہو گی۔ یہ سنتے ہی اس کو سخت غصہ آیا اور دن بھر فرط غیض میں کوئی کام نہ کر سکا اور طیش میں آکر یہ فیصلہ کیا کہ اب تک تو میں نے خانہ کعبہ کی اہمیت گھٹانے کے لئے اقدام کئے تھے اور اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ تھا لیکن اب اس سے معاملہ نہ نپٹے گا بلکہ اس کو نقصان پہنچانا اور اس کو ختم کرنا نہایت اہم ہے لہذا اب میں اس کو نیست و نابود کر دوں گا اتفاقاً اسی دن قیس بن ساعدہ ابرہہ کے پاس آیا اور اپنے بھائی محمد بن خزاعی کی موت کی خبر سنائی یہ ذات شریف ابرہہ کے اشارے پر قبائل عرب میں قلیس کے اعلان و اشاعت کے لئے گیا تھا اور اہل عرب کے جذبات عقیدت و محبت کا شکار ہو گیا اور بنی ہذیل نے اس کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ اس اطلاع نے ابرہہ پر جلتی پر تیل کے مصداق بہت اثر کیا اور اس کی آتش انتقام تیز تر ہو گئی۔ اور اس نے یہ قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر خانہ کعبہ کی مٹی بھی وہاں نہ چھوڑوں گا اسے بھی ہاتھیوں کی پشت پر لاد کر یمن لے آؤں گا۔

لہذا اس نے اپنے ارادہ فاسدہ کی تکمیل کے لئے شاہ حبشہ سے مدد کی درخواست کی اور خصوصیت کے ساتھ محمود نامی ہاتھی بھی لئے کھلا۔ اس سفید ہاتھی کو فتح و کامرانی کا نشان سمجھا جاتا تھا اور یہ اپنی دو خصوصیات کی وجہ سے دوسرے ہاتھیوں میں ممتاز تھا ایک تو اس کی سفیدی اور دوسری یہ بات فصحاؤ بلغاء نے اپنے کلام میں اس کی بہت تعریف کی تھی۔ اس کے متعلق انھوں نے ان جذبات کا اظہار کیا تھا کہ محمود نامی اتنا سفید تھا کہ اس پر نظر نہیں ٹھیرتی تھی اور

اس کی سفیدی سے آنکھ کی پتلی کے سیاہ حصہ پر منعکس ہو کر معدوم ہو جاتی تھی اور اسکی بلندی و رفعت کا یہ عالم تھا کہ نظروفکر اس کے زانو سے منتجاوز نہ ہوتی تھی۔

بہ ہیکل قوی راست چوں کوہ قاف ۔۔۔ چو شیر عرین چابک اندر مصاف

نمودہ ببالائے آن پیلبان ۔۔۔ زحل دار بر ہفت ہین آسمان

نجاشی نے ابرہہ کی درخواست کو قبول کر کے چند دوسرے ہاتھی محمود کے بدلہ میں روانہ کردیئے ۔

دندان یکے سخت شدہ در دل مریخ
خرطوم دگر حلقہ زدہ گرد ثریا

ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ مردان آہن پوش اور جفاکش ہاتھیوں کو یمن سے مکہ مکرمہ روانہ کیا

ابرہہ کی خانہ کعبہ کے انہدام کے لئے روانگی اور قہر خداوندی میں ابتلاء

خطاب باری ہوا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ۔ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابرہہ بن صباح نے خانہ کعبہ کے انہدام کے لئے سفر کا ارادہ کیا تو اس کام کے لئے ایک لشکر جرار تیار کیا۔ تفسیر یعقوب کشائی میں بیان کیا گیا ہے کہ تین لاکھ سوار و پیادے چار ہزار ہاتھی نشین سپاہی۔ اس فوج کی فنی مہارت کا عالم یہ تھا کہ ان کے گھوڑوں کے قدموں کی ٹاپوں سے زمین دہلتی تھی اونٹوں کی تعداد تو شمار سے باہر تھی۔ ابرہہ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ فتح کے بعد خانہ کعبہ کی مٹی تک کھود کر ہاتھی اور گھوڑوں پر اٹھا کر یمن لے جائی جائے گی اور اہل مکہ کے ساتھ قتل و غارت میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور ان کو جنگی قیدی بنانے میں کوئی سہولت نہ برتی جائے۔

جب یہ خبر قبائل عرب میں پھیل گئی تو لوگ اس کی مدافعت کے لئے میدان عمل میں آگئے یمن کے علاقہ کا ایک معزز فرد حمیر کا بادشاہ ذونفر جس کے عرب کے چند قبائل بھی حلیف تھے کمر ہمت باندھ کر میدان عمل میں آگیا۔ اپنے ساتھ عرب کے قبائل کا ایک لشکر مرتب کر کے

عام راستہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور راستہ ہی میں ابرہہ کے مقابلہ پر آ گیا لیکن بد قسمتی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور ذو نفر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ذو نفر ابرہہ کے لشکریوں کے ہاتھوں قید ہو کر ابرہہ کے سامنے پیش ہوا لیکن اس نے حالات کا جائزہ لے کر سیاست سے کام لیا اور اس کے قتل کا حکم دیا لیکن ذو نفر نے درخواست کی کہ میرے قتل سے درگذر کریں تاکہ میں آپ کا کوئی کام کر کے اعتماد بحال کروں۔ ابرہہ نے اس کی درخواست قبول کی اور اسکے خون سے درگذر کر کے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قطع منازل کرتا ہوا وہ مکہ کی طرف بڑھتا رہا۔ راستہ میں قبیلہ خثعم کا رئیس نفیل بن حبیب نے عرب کے قبائل کی ایک جماعت کے ساتھ ابرہہ کا راستہ روک لیا اور ابرہہ سے مزاحم ہوا لیکن قسمت نے نفیل کا ساتھ نہ دیا اس کے ساتھ کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور خود نفیل بھی قید ہو گیا۔

جب نفیل کو ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے نفیل کے قتل کا حکم دیا لیکن نفیل نے عاجزی و انکساری اور بادشاہ سے اپنی جان بخشی کی درخواست کی اور عرض گذار ہوا کہ اگر بادشاہ مجھے اپنی حفظ و امان میں لے لے تو میں خود کو اس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا اور عرب کی غریب آبادی کو بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار بنانے میں جہد بلیغ کروں گا اس کی درخواست کو ابرہہ نے منظور کر کے اس کی جان بخشی کی۔ نفیل نے اپنی اطاعت کا ثبوت اس طرح دیا کہ ابرہہ جب سرزمین طائف پر گذرا تو وہاں کے لوگوں نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آ گئے اور نہایت عاجزی و انکساری کا اعتراف کیا۔ اس رویہ کے پیش نظر ابرہہ نے طائف والوں کو امان دیدی اور ان پر ظلم و ستم نہ کیا اور ان کو ان کے گھروں کو واپس جانے کو کہا۔

جب یہ لشکر مکہ و طائف کے درمیان مقام مغمش میں پہنچا یہاں ایک کنواں تھا جس کو مغمش کہا جاتا تھا اور یہی وجہ اس کی وجہ تسمیہ بن گیا۔

یہاں آ کر ابرہہ نے اسود بن مقصود حبشی کو مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ کیا تاکہ وہ اہل عرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اہل عرب پر یلغار کرے لیکن اسود نے چوپایوں کو، جو

میدان تہامہ میں چر رہے تھے ہنکا کر لے گیا جن میں دو سو اونٹ صرف عبدالمطلب کے تھے۔
قریش، کنانہ، ہذیل کے لوگوں نے چاہا کہ کسی طریقہ سے یہ اونٹ واپس لے جائیں لیکن ان میں مقابلہ کی طاقت و ہمت نہ تھی اس لئے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔
ابرہہ نے اس اثناء میں حناط حمیری کو سفیر بنا کر قریش کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہا کہ شرفاء، مقتدرا اور سرداران قریش کو بتا دو کہ میں صرف خانہ کعبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے آیا ہوں میرا مقصد قتل و غارتگری جنگ و جدل نہیں ہے لیکن اگر تم اس حالت میں ہو کہ میرا مقابلہ کر سکو تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔
ابرہہ نے حناط کو ہدایت کر دی تھی کہ اگر قریش والے مصالحت پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے سرداروں کو اپنے ساتھ لیتے آنا۔
حناط جب مکہ آیا تو اس نے قریش کی سرداری کے منصب پر عبدالمطلب کو سرفراز پایا، اُن سے اس نے تمام حالات اور ابرہہ کے ارادوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کی۔
عبدالمطلب نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد حناط سے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے مقابلہ کی طاقت نہیں اور ہماری جنگی تیاریوں کو بادشاہ کے عظیم لشکر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔
رہا خانہ کعبہ کا معاملہ تو اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ مکان مقدس طہر بیتی اس خالق و مالک سے نسبت رکھتا ہے کہ جو ہم سب کا معبود ہے اگر اس کو یہ منظور ہے کہ وہ اس بادشاہ کے ہاتھوں اس کو تباہ و برباد کرائے تو اس میں ہمارا کیا دخل ہے، اس گفتگو کے بعد حناط عبدالمطلب کو ساتھ لے کر ابرہہ کے لشکر میں آیا۔
یہاں عبدالمطلب کی ملاقات اپنے پرانے دوست ذونفر سے ہوئی عبدالمطلب نے اس سے کہا کہ تم اس آڑے وقت میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو۔ ذونفر نے کہا کہ میں خود اس وقت مصیبت میں ہوں اور عملاً خود کو بادشاہ کا قیدی تصور کرتا ہوں میں تمہاری اس حال میں کیا مدد کر سکتا ہوں البتہ ایک شخص کے متعلق بتاتا ہوں جو بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہے اس سے میری دوستی ہے وہ بادشاہ کا منہ چڑھا خادم ہونے کی وجہ سے تمہاری مدد کر سکتا ہے لہذا ذونفر نے انیس کو بلایا اور اس سے عبدالمطلب کی پرزور الفاظ میں سفارش کی اور عبدالمطلب کے فضائل و

مناقب بھی بیان کئے کہ یہ وہ شخصیت ہے کہ جو اہل عرب میں عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا دسترخوان دن میں دو مرتبہ غریبوں کے لئے بچھایا جاتا ہے علاوہ ازیں انسان ہی نہیں بلکہ وحوش و طیور بھی ان کے خوان کرم سے حصہ پاتے ہیں اب یہ بادشاہ سے ملنے آئے ہیں لہذا تم مناسب الفاظ میں بادشاہ سے ان کا تعارف کراؤ اور بادشاہ سے ان کی سفارش بھی کرو۔ الغرض انیس نے دو نفر کے کہنے سے عبدالمطلب کو بادشاہ کے پاس پہنچایا اور حسب سفارش ان کا تعارف بھی اچھے انداز میں کرایا۔

خود جناب عبدالمطلب کی شخصیت نہایت بارعب تھی ان کے چہرہ سے جمال و جلال برستا تھا صورت سیرت میں بے مثال حیثیت کے حامل تھے۔ جب ابرہہ کے سامنے آئے اور اس کی نظر ان پر پڑی فوراً اپنی مسند سے اترا اور عبدالمطلب کو اپنے قریب مسند پر لاکر بٹھایا۔ اس پر ان کی شکل دیکھتے ہی ایسا رعب طاری ہوا کہ شاہانہ جلال و آداب کی پاسداری اس سے ممکن نہ رہی۔ چونکہ ابرہہ عربی سے ناواقف تھا اور عبدالمطلب اس کی زبان نہ جانتے تھے اس لئے ترجمان کو بلاکر اس نے پذیرائی کے سلسلہ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اُن کو خوش آمدید کہا۔

عبدالمطلب کی شکل سے اس پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی تھی کہ ابرہہ نے یہ سوچ لیا کہ اگر عبدالمطلب خانہ کعبہ کے سلسلہ میں کچھ بات کہیں گے تو میں اپنے ارادہ میں ترمیم کر لوں گا اور اس کی تخریب سے باز آجاؤں گا اور اپنے ملک واپس ہوجاؤں گا۔

اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ

اس نے عبدالمطلب سے آمد کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری آمد کی غرض یہ ہے کہ تمہارے لشکری میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں لہذا ان کی واپسی کا انتظام کیا جائے میں تمہارا شکر گذار ہونگا

عبدالمطلب کی گفتگو سن کر ابرہہ کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ پہلی نظر میں آپ کی جو عزت میری نظر میں پیدا ہوئی تھی وہ آپ کی گفتگو سے ختم ہوگئی ہے۔ میں نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر جو تاثر قائم کیا تھا وہ آپ کے مطالبہ سے یکسر ختم ہوگیا یہ مطالبہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے کیونکہ معاشرہ میں آپ کو جو عزت و مقام حاصل ہے وہ

صرف اس مکان کی وجہ ہے جس کو میں تاراج کرنے آیا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا اور میں نے آپ کو دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ اگر آپ مجھ سے حکومت اقتدار کی منتقلی کے بارے میں کچھ کہتے تو میں اس کو بھی کر گذرتا اور حکومت سے دست بردار ہو جاتا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ نے مجھ سے خانہ کعبہ کے سلسلے میں کچھ بھی نہ کہا اور آپ کی زبان سے وہی الفاظ ادا ہوئے جو آپ کے دل میں تھے اور وہ صرف اونٹوں کی بازیابی کا مسئلہ تھا لیکن میرے لئے یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ میں تو دن بھر سائلوں کو چند در چند مُدّ دیتا ہی رہتا ہوں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میرے لئے اس وقت اونٹوں کی بازیابی کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں رہا خانہ کعبہ کا معاملہ تو اس سلسلہ میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ خانہ کعبہ ایسی ذات کی طرف منسوب ہے جو دانا بھی ہے اور مختار کل بھی وہ اپنے گھر کی خود محافظت فرمائے گا۔

ابرہہ نے کہا کہ وہ کون شخصیت ہے جو اس کو میرے قہر و غضب سے محفوظ کرے گا؟

عبدالمطلب نے طنزیہ اور تمسخرانہ انداز میں جواب دیا کہ اے بادشاہ تو اس ذات سے بخوبی واقف ہے۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کا جواب سن کر ان کے اونٹوں کی واپسی کا حکم دیدیا اور عبدالمطلب وہاں سے اٹھ آئے اور اونٹوں کو ان کے محافظوں کی سپرد کرنے کے بعد مکہ مکرّمہ واپس آئے اور قریش کے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا ضروری سامان لیکر قرب وجوار کی محفوظ پہاڑیوں میں روپوش ہو جائیں۔ قریش نے ان کے مشورہ پر عمل کیا اور مکہ سے روانہ ہو گئے۔ اس مرحلہ سے فراغت کے بعد عبدالمطلب خانہ کعبہ آئے اور اس کی چوکھٹ پکڑ کر بارگاہ احدیت میں دعا کی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ دعا کے بعد عبدالمطلب پر رقت طاری ہو گئی اور وہ الحاح وزاری میں مشغول ہوئے اور بارگاہ الہٰی میں عرض کیا۔

یارب لاارجوالھم سواکا یارب فامنع منھم حماکا

ان عدوا البیت فمن عاد اکا فامنعھم ان یخربوا اکادا

اے اللہ رب العالمین اے عبادت کے لائق ذات یہ سب جانتے ہیں کہ کسی مکان کا مالک اپنی ملک میں کسی قسم کا نقصان گوارا نہیں کرتا جب دنیاوی امور میں اس طرح ہوتا ہے تو خانہ کعبہ جو ایمان سے متعلق ہے اور تیری ذات کے ساتھ منسوب ہے اس وقت معرض خطر میں ہے کیونکہ لشکر جرار اور ہاتھیوں کی بھرمار سے اس کے درپے آزار ہے وہ اس کو تاراج کرنے کے لئے اس بستی کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر تو اس مفسد لشکر کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ گوارا فرماتا ہے کہ وہ اس کو منہدم کر دیں تو اپنی مشیت کے مطابق جس طرح مناسب ہو کر کیونکہ تو قادر مطلق ہے ——— اس استغاثہ و مناجات کے بعد عبد المطلب اپنے ساتھیوں کے پاس پہاڑ میں محفوظ مقام پر ہے آئے۔

دوسرے دن صبح کو ابھی آفتاب عالم تاب کی کرنیں پوری طرح افق عالم پر نمودار نہ ہو پائی تھیں اور شب کے آثار خاکدان عالم پر باقی تھے کہ حبشہ والوں کا لشکر مکہ مکرمہ سے دو فرسنگ دور وادی محاز سے روانگی کے لئے تیار ہوا۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ روانگی سے قبل ہاتھیوں کو زنگا رنگ کی جھولوں اور قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا جائے اور روانگی شروع ہوئی ابرہہ نے کہا کہ ہاتھیوں کو ہراول دستہ میں رکھا جائے اور محمود نامی ہاتھی سب سے آگے رہے کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ فتح و نصرت اس کے قدموں کی رہین منت ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ نفیل خشمی جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہوا ہے آگے بڑھ کر محمود نامی ہاتھی کے کان میں کہا کہ" اے ہاتھی واپس لوٹ جا کیونکہ جس طرف تو جا رہا ہے وہ حرم خدا ہے اور ذات باری کی طرف منسوب ہے خبردار اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچانا۔ جب محمود ہاتھی نے اس ذات مقدس کا نام سنا تو گردن جھکائی اور جب اس کو خانہ کعبہ کی طرف بڑھایا گیا تو شطرنج کے بیجان (فیل) ہاتھی کی طرح خاموش کھڑا رہا اور سونڈ زمین پر رکھ دی فیل بانوں نے امکانی کوشش کی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ مہاوت کبھی تو اس کا نام لے کر بڑھاتے اور کبھی گالیاں دیتے کبھی گردن پر انکس مارتے اور کبھی اس کی پیشانی پر ضربیں لگاتے کبھی اس کے ساتھ نرمی و تلطف کے ساتھ پیش آتے لیکن ساری کوششیں عبث و بیکار رہیں۔ محمود نے ایک قدم بھی آگے کی طرف

نہ بڑھایا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے کسی دوسری سمت موڑا جاتا تو وہ رواں دواں ہونے کے لئے تیار رہتا۔ البتہ دوسرے ہاتھی اپنے فیل بانوں کے ساتھ مکمل تعاون پر آمادہ تھے لیکن شگون تو اسی محمود نامی ہاتھی سے لینا تھا اور اسی سے توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ لہذا اس کے اس رویّہ سے سخت پریشان تھے کہ ناگہانی زمین پر اندھیرا ہوتا محسوس ہوا اور جب آسمان پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سمندر کی جانب سے کوّے کے پروں کی طرح سیاہ پرندوں کے غول کے غول مصروفِ پرواز تھے یہ پرندہ کوتا گردن اور گردن پر گہرا سبز رنگ یا غ کی تازہ گھاس کے مانند لمبی چونچ اور دراز پنجے قدوقامت میں قدری سے بڑا اور گوریا سے چھوٹا لاکھوں کی تعداد میں ایک عجیب انداز کے ساتھ فضائے آسمانی پر چھا گئے۔۔۔۔
مشاہدین کا بیان ہے کہ وہ وقت ایسا تھا جس سے بہ ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان پر ایک سیاہ چادر تان دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے پرندے نہ تو معروشام کے علاقہ سے متعلق تھے اور نہ خشکی و تری میں ایسے پرندے مصروفِ پرواز دیکھے گئے تھے ہر پرندے کی چونچ اور پنجوں میں ایک ایک پتھر جو مسور کے دانہ سے بڑا اور چنے سے چھوٹا تھا دبا ہوا تھا جس پر ہر اس شخص کا نام تحریر تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت مقرر تھی۔
یہ پرندے فوج در فوج آتے پہلے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور پھر ابرہہ کے لشکر کی جانب متوجہ ہو جاتے۔
یہ قدرتی لشکر دنیاوی سازوسامان سے آراستہ لشکر پر حملہ کرتا اور ان پر سنگباری شروع کر دیتا اور اس چھوٹے سے پتھر میں قدرت نے یہ طاقت رکھی تھی کہ یہ جس جگہ بھی گرتا وہاں سے گزرتا ہوا آرپار ہو جاتا۔ اگر کسی سوار کے خود پر گرتا تو اس کے قولے کو چھیدتا ہوا سوار اور اس کے گھوڑے کے نیچے سے نکلتا ہے جس کے نتیجہ میں سوار اور سواری دونوں ہلاک ہو جاتے ——— صاحب شرف النبی نے لکھا ہے کہ یہ پرندے ان پتھروں کو بحکم الٰہی دوزخ کی تہہ سے اٹھا کر لاتے تھے وہ ان پتھروں کو ابرہہ کے لشکریوں پر مارتے جس سے جو راکب و مرکب سے گذرتا ہوا تحت الثریٰ تک پہنچ جاتا ہے۔
مذکورہ بالا روایت حضرت ابن عباس کی روایت کے مخالف واقعہ کا اظہار کرتی ہے جسکو

صاحب مستقصی نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت ام ہانی کے گھر میں ان میں کے بہت سے پتھر موجود تھے جن سے ہم بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔

قصہ مختصر کہ اس بساط پر نہ بادشاہ رہا اور نہ فوج نہ سوار رہے نہ پیادے نہ عام ہاتھی رہے اور نہ محمود نامی مشہور ہاتھی۔

اور شطرنج کی بساط کے مطابق رخ نے شاہ کو مات دیدی اور تمام لشکری خواہ وہ سوار ہوں یا پیادے قہر الٰہی اور غضب خداوندی کا شکار ہو کر سرنگوں ہو گئے۔

ابرہہ چونکہ اس معرکہ سے بھاگ گیا لیکن چند روز کے بعد اس کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور اس کی کیفیت اس طرح ہوئی کہ جب ابابیل کے لشکر نے ابرہہ کے لشکر پر یلغار کی تو یہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر سر پہ پیر رکھ کر بھاگا اور حبشہ کی راہ پکڑی لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور راستہ میں کوڑھ کا شکار ہو گیا اور اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا ہاتھ سے انگلیاں گل گل کر گرنے لگیں اور جسم کے جوڑوں سے خون ٹپکنے لگا۔ اس حالت میں وہ گرتا پڑتا نجاشی کے پاس آیا اور صورت حال بتلائی۔ اتفاقاً ایک پرندہ جو نجاشی کے قتل پر مامور تھا اپنا مشن پورا کرنے کے لئے وہاں پہنچ گیا جس کے پنجے اور چونچ میں ابرہہ کے نام کے پتھر موجود تھے جیسے ہی کہ ابرہہ کی نظر اوپر اٹھی اس کو مصروف پرواز دیکھ کر نجاشی سے کہا کہ وہ ایسے ہی پرندے تھے جنہوں نے میرے لشکر کو تاراج کیا ہے، اس اثنا میں وہ پرندہ اپنا کام کر چکا تھا اور پتھر ابرہہ پر گرائے جا چکے تھے تاکہ ابرہہ بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ واصل جہنم ہو جائے۔

قصہ مختصر یہ کہ قریش کے کچھ کچھ ابرہہ کے لشکر کی پسپائی تباہی و بربادی اور ان مصائب و ابتلاء کے بعد کوہ حرا سے اتر کر تفتیش احوال کیلئے اترے اور ابرہہ کے لشکریوں کو دیکھا کہ وہ بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں اور ان میں زندگی کی رمق بھی باقی نہیں ہے، لہٰذا انہوں نے یہ طے کر کے کہ سب کا ایک طرف سے جائزہ لینا شروع کریں اور بعد میں جا کر سب لوگوں کو بتا دیں۔

عبدالمطلب جو ایک فہیم و فطین اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لیکر

ساتھیوں سے کہا ممکن ہے کہ لشکریوں نے مکر کا نھٹا ہو اور ان کے بے حس وحرکت پڑے رہنے میں کوئی سازش ہو جو ہمارے نقصان کا سبب بن سکے لہٰذا تم یہاں ٹھہرو میں حالات معلوم کر کے آتا ہوں کیونکہ میرے ابرہہ سے ذاتی تعلقات ہیں لہٰذا وہ مجھے نقصان نہ پہنچا ئیں گے اور میں بخیر و خوبی واپس آجاؤں گا اور اگر قدرت نے ان سے ان کی بداعمالیوں کا بدلہ لے لیا ہے تو میں صحیح خبر تمہیں آکر بتاؤں گا۔

عبدالمطلب نے اپنی دانست اور امور ملکی کے تجربہ کی بنا پر یہ سمجھ لیا تھا کہ ابرہہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے اور اس کے غرور کا بت پاش پاش ہو چکا ہے لیکن مکہ والوں کو حقیقت حال کا یقین دلانے سے پہلے انہوں نے یہ مناسب خیال کیا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کے چھوڑے ہوئے مال و متاع کو محفوظ کر لیا جائے لہٰذا وہ ابرہہ کی لشکر گاہ میں آئے اور مرضی کے مطابق تمام کام سرانجام دے دیا اور تمام قیمتی ساز و سامان کو جمع کر کے اس کو دفن کر دیا۔ اس مال و دولت کی وجہ عبدالمطلب کا معاشرتی مقام بہت بلند ہو گیا ؏

دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار

اس کام سے فراغت کے بعد عبدالمطلب نے اعلان کیا کہ اے قوم قریش تمہیں مبارک ہو کہ دشمن کا کام تمام ہو چکا ہے۔ ان کا خانہ خراب ہو چکا ہے اور خانہ کعبہ محفوظ ہو گیا ہے اب اطمینان کے ساتھ نیچے اتر آؤ۔

عبدالمطلب کا اعلان سن کر سب لوگ نیچے دوڑتے ہوئے آئے تاکہ مال غنیمت سے جتنا زیادہ سے زیادہ مل سکے حاصل کر لیں۔ اس طرح ایک یا دو دن انہوں نے مال جمع کرنے میں لگایا لیکن جب ابرہہ کے لشکریوں کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا اور یہ بدبو ناقابل برداشت ہو گئی تو پھر عبدالمطلب در کعبہ پر آکر بارگاہ الٰہی میں مصروف ہوئے اور نہایت الحاح و زاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے دعا کی۔ ان کی دعا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئی اور ایک سیلاب آیا جو ان لاشوں کو بہا کر لے گیا اور سرزمین مکہ ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد اہل مکہ کے دل میں خانہ کعبہ کا عزت و احترام اور بڑھ گیا اور اطراف و اکناف میں قریش مکہ کی ہیبت و دبدبہ بڑھ گیا کیونکہ اللہ رب العالمین نے ان کے

دفع وشر کے لئے عالم غیب سے لشکرِ جرار روانہ کر کے انہیں کیفرِ کردار کو پہنچایا اور اس انتظام و انصرام پر نبی آخر الزمان جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممنون احسان فرمایا اور کتاب ہدایت میں اس واقعہ کو اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادت اسی سال ہوئی۔ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں عام الفیل میں پیدا ہوا۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی ولادت اس واقعہ کے چھپن دن کے بعد ہوئی۔ بعض نے دنوں کی تعداد کم بھی لکھی ہے واللہ اعلم

ساتویں فصل

جناب عبدالمطلب کی شادی اور حضرت عبداللہ کی پیدائش

عالمانِ علم تاریخ و ذمہ داران فن سیرت نے لکھا ہے کہ جب جناب عبدالمطلب نے فاطمہ بنت عمرو بن عائد مخزومی سے شادی کی اس کے نتیجہ میں نور مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء صلب عبدالمطلب سے رحم فاطمہ میں منتقل ہوا اور وہ جناب عبداللہ کے حمل سے مشرف ہوئیں۔

آسمانی کتابوں کے عالم جو مسلسل اس تلاش و تجسس میں مشغول رہے تھے اور ہمیشہ ان علامتوں کی تلاش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان علامتوں کو معلوم کر لیں جو نبی آخر الزمان کی تشریف آوری اور ولادت کا اظہار کرتی ہوں اسی تلاش و تجسس میں وہ ساعت آگئی جس رات جناب عبداللہ کی ولادت ہوئی ملک شام کے مہندس و عالمان اہل کتاب نے ایک دوسرے کو متنبہ کیا کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار ام القریٰ مکہ میں تولد ہو چکے ہیں۔

ان لوگوں کے پاس وہ جبّہ تھا جس کو پہنے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جام شہادت نوش فرمایا تھا انہوں نے کتب سماوی میں دیکھا تھا کہ جس دن اس جبّہ کے خون کے دھبّے تازہ ہو جائیں وہ نبی آخر الزمان کی ولادت کا قریبی زمانہ ہوگا جب انہوں نے اس پر خون کے نشانات کو تازہ پایا تو یقین کر لیا اب نبی آخر الزمان کی ولادت کا زمانہ قریب آگیا ہے

اور اب انہوں نے یہ اسکیم بنائی کہ جناب عبداللہ کو قتل کر کے اس سلسلہ کا ہی خاتمہ کر دیں جو ان کے دین کے استیصال کا سبب ہوگا۔ اس لئے وہ بار بار ام القریٰ مکہ مکرمہ کے گرد چکر لگاتے لیکن ہر مرتبہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خائب و خاصر ہو کر واپس ہو جاتے اور جناب عبداللہ ان کے شر سے محفوظ رہتے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب عبداللہ کی تربیت عالم غیب سے اس طرح ہوتی کہ ایک دن جناب عبداللہ نے اپنے والد عبدالمطلب سے کہا کہ جب کبھی میں بطحائے مکہ اور کوہ ثبیرہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے نور چمکتا دمکتا ظاہر ہوتا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مشرق و مغرب کی طرف جاتا ہے پھر مجتمع ہو کر ابر پارہ کی شکل اختیار کر کے میرے اوپر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور یہ ابر پارہ مدور شکل اختیار کر کے آسمان کی طرف جاتا ہے اور فوراً واپس آجاتا ہے اور پھر میری پشت میں واپس آجاتا ہے۔

میں جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے" اے وہ شخص جس کی پشت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم امانت ہے آپ پر سلامتی ہو"۔

جناب عبداللہ نے اپنے والد سے کہا کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھا ہوں تو وہ سرسبز و شاداب ہو گیا ہے اور مجھ پر سلام کرتا ہے۔ عبدالمطلب نے فرمایا کہ اے جانِ پدر تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری صلب سے رحم مادر میں ایسا نطفہ منتقل ہوگا جو تمام مخلوق الٰہی کی بزرگ ترین شخصیت ہوگا اور میں نے بھی ایسے بہت سے مشاہدات کئے ہیں اور مجھے خواب میں بھی بہت سی بشارتیں دی گئی ہیں۔

جناب عبداللہ کا شعوری دور

جب جناب عبداللہ سن بلوغ کو پہنچے تو صورت و سیرت میں منفرد تھے اور قریش میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا اطراف و جوانب کے لوگ یہ تمنا کیا کرتے کہ کاش یہ ہمارے داماد ہوتے رؤساء و سلاطین عبدالمطلب سے اس سلسلہ میں متعدد بار درخواستیں کر چکے تھے کہ جناب عبداللہ کی زوجیت میں اگر ان کی بیٹی آجائے تو انتہائی بہتر ہو لیکن عبدالمطلب اس معاملہ میں شش و پنج میں مبتلا تھے

یہاں تک کہ جناب عبداللہ کی عمر باختلاف روایت پچیس سال یا تیس سال ہوگئی۔ اس عمر میں اپنے اخلاق و عادات شمائل وخصائل میں تمام قریش میں ممتاز تھے اور حسن و جمال میں یوسف ثانی کی حیثیت حاصل تھی۔ نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء ان کے بشرے سے ظاہر و باہر تھا اور اس نور کی شعاعیں دیکھ کر ہر ایک کی نگاہیں خیرہ ہوجاتی تھیں۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورتیں ان پر والہ و شیدا تھیں۔ فرط جذبات سے بے قابو ہوکر وہ سر راہ بیٹھ کر انہیں اپنی جانب راغب کرتیں۔ لیکن ایسے اوقات میں ملائکہ مہیب اشکال میں ظاہر ہوکر ان پر خشیت اور خوف الٰہی غالب کر کے ایسے افعال سے محفوظ کر دیتے۔ اور وہ مایوس و ناامید ہوجاتیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ عورتیں انسانی لباس میں آتیں اور ان کے راستہ میں کھڑی ہو کر راغب کیا کرتیں لیکن اللہ رب العالمین کے فضل اور اس کی محافظت کی وجہ سے وہ فائز المرام نہ ہوتیں۔

عبداللہ اور بت خانے

جناب عبداللہ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ بت خانہ جاتے لیکن اگر مجبوراً کسی خاص وجہ سے چلے جاتے تو بت چیخ چیخ کر کہتے کہ اے عبداللہ تمہاری پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جگمگا رہا ہے لہذا تم ہمارے قریب نہ آنا اور یہ سعادت مند فرزند بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا سبب ہوں گے کہا گیا کہ شادی شدہ عورتوں کے ایسے شغف کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے شوہروں سے منہ موڑ کر یہ تمنا کرتیں کہ آپ ایک ادنیٰ توجہ ان کی جانب مبذول فرمائیں

زبارہ ہجر منال از وصال می طلبی   ببرز خویش اگر اتصال می طلبی
غبار غیر ز لوح ضمیر پاک بشوی   اگر مشاہدہ آن جمال می طلبی

حسن و ناز کے مسند نشیں مقام جلوہ گری میں اس انداز کے ساتھ عشوہ گری کرتے کہ زاہد خشک بھی توبہ شکنی کے لئے مجبور ہو جاتے لیکن جناب عبداللہ ان پری وشوں کی طرف نظر التفات نہ فرماتے اور اپنے تقدس کے دامن کو ان کی عشوہ گری سے محفوظ رکھتے۔

گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم
گر بآب چشمۂ خورشید دامن تر کنم

جب یہود کی ایک جماعت کا جناب عبداللہ کو ختم کرنے کے ارادہ سے آنے اور غیبی لشکر سے

ان دشمنوں کے نقصان اٹھانے کا وقت قریب آیا تو ستر جنگجو یہودی آپس میں جناب عبداللہ کو ختم کرنے کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے معاہدہ کر کے اور آپس میں یہ طے کر کے کہ جب تک جناب عبداللہ کی زندگی کے چراغ کو گل نہ کریں گے اور ان کی روح کو قفس عنصری سے آزاد نہ کرا لیں گے اور ان کی حیات کو موت سے تبدیل نہ کر لیں گے واپس نہ ہوں گے۔

ان بد نہاد یہودیوں نے اپنے فاسد ارادہ کی تکمیل کے لئے اُلّو کی خاصیت کو اختیار کیا یہ بدقماش لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی جگہ چھپ کر آرام کرتے ہوئے مکہ پہنچے اور کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ جناب عبداللہ کو تنہا پا کر اپنے مقصد کو پورا کر لیں حسن اتفاق کہ ایک دن جناب عبداللہ تنہا شکار کے لئے مکہ سے باہر تشریف لائے ان بدبختوں نے موقع کو غنیمت جان کر حملہ کے لئے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں لیکن ان بدطینتوں کی بدقسمتی کہ اسی دن وہب بن عبد مناف زہری بھی شکار کے ارادہ سے نکلے اور ابھی جناب عبداللہ سے دور ہی تھے کہ انہوں نے تلواروں کی چمک اور کھنک کی آواز سنی۔ عربوں کی روائتی غیرت وحمیت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کا ایک فرد کس مپرسی کے عالم میں دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے لیکن جب انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ میرے ساتھ چند آدمی ہیں اور دشمنوں کی تعداد کافی ہے یہ عجیب کشمکش و پنج میں پڑ گئے ابھی اسی حالت میں تھے کہ دیکھا کہ آسمانی مخلوق ابلق گھوڑوں پر سوار چرخ اطلس فرش زمین پر اتری ان کی دنیاوی مخلوق سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ ان بہادر سواروں نے آتے ہی ان بدسرشت یہودیوں پر حملہ کر کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔

پشہ کہ خوں میکشد از مغز و پوست آن نہ غذا بلکہ ممانتش بدروست
خار کہ دارد بزبان نیشتر ہم بجلبیدن شکنند پیشتر

حضرت آمنہ کی جناب عبداللہ سے منگنی کی درخواست

وہب نے جب اس منظر کو دیکھا تو حیرت سے آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور عبداللہ کی قدر و منزلت

دل میں گھر کر گئی۔ اس وقت دل میں خیال کیا کہ اپنی بیٹی آمنہ کو ان کے حبالہ عقد میں دے دیا جائے تو کیا اچھا ہو۔ گھر آکر اپنی بیوی کو سارا واقعہ سنا کر انہیں جناب عبدالمطلب کی خدمت میں روانہ کیا کہ جا کر ان سے کہیں کہ میری عفت مآب اور نیک سرشت بیٹی جو اخلاق و اعمال میں بیمثال ہے اگر وہ اس کو اپنے بیٹے عبداللہ کی زوجیت کے لئے قبول کر لیں تو نہایت مناسب ہو۔ عبدالمطلب نے جناب آمنہ کی صفات اپنی بیوی ہالہ سے جو جناب امیر حمزہ کی والدہ اور حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں بہت سی پارسنی تھیں۔ علاوہ ازیں قبیلہ کی عورتیں بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی رہتی تھیں کہ جناب عبداللہ اور حضرت آمنہ کا جوڑ نہایت مناسب ہے درحقیقت جناب آمنہ اپنے دور کی نہایت عقلمند اور لائق و فائق خاتون تھیں اور ان صفات میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا لہٰذا عبدالمطلب نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ علاوہ ازیں یہ بات اس یمنی حبر (پادری) کی اطلاع کے عین مطابق تھیں جو اس نے عبدالمطلب سے سفر یمن کے موقع پر کہی تھی اور وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ عبدالمطلب یمن کے سفر پر گئے اور وہاں یہودیوں کے ایک بڑے عالم نے ان سے ملاقات کے دوران دریافت کیا تھا کہ آپ کس قبیلہ سے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ بنی ہاشم سے ہوں اور ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے عبدالمطلب سے اجازت مانگی کہ آپ اگر اجازت عطا فرمائیں تو میں آپ کے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں انہوں نے جواب دیا کہ ایک شرط کے ساتھ جسم کے دیکھنے میں کوئی اخلاقی گراوٹ نہ ہو تو دیکھ سکتے ہو۔ لہٰذا اس نے ان کی ناک کے ایک نتھنے کو اپنے ہاتھ سے کھینچا اور اسی طرح دوسرے جانب عمل کیا اور ایک روایت کے مطابق اس نے ان کے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو دیکھ کر کہا کہ ایک سے ملک و سلطنت اور دوسرے سے نبوت کا اظہار ہو رہا ہے اور یہ سعادت دو منافوں کے قران سے ظاہر ہو رہی ہے (پہلے عبدمناف بن قصی دوسرے عبدمناف بن زہرہ) پھر اس نے سوال کیا کہ تمہارے بیٹے عبداللہ کی شادی ہو گئی ہے عبدالمطلب نے کہا نہیں تب اس یہودی عالم نے کہا کہ اب تم واپس جا کر ان کی شادی بنی زہرہ میں کر دینا۔
جب عبدالمطلب مکہ آئے تو یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ وہیب بن عبدمناف

عبداللہ سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں کارکنان قضا وقدر نے یہودیوں والا قصہ اس کا سبب بنا دیا لہذا عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن قصی سے کہا اور جناب عبداللہ کے لئے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف قرشی سے خطبہ نکاح پڑھ کر ایک مجلس میں نکاح کیا۔ لیکن یہ روایت کہ عبدالمطلب نے ایک مجلس میں اپنا اور عبداللہ کا خطبہ نکاح پڑھا محل نظر ہے کیونکہ اس سے پہلی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہالہ کا نکاح جناب عبدالمطلب سے پہلے ہی ہو چکا تھا کیونکہ انہوں نے جناب عبداللہ انہوں نے جناب آمنہ کی تعریف ان کی زبان سے سنی تھی جس کا ذکر اس سے پہلی روایت میں بیان ہوا ہے لیکن دوسری روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کا نکاح ایک مجلس میں ہوئے حقیقت کا جاننے والا اللہ رب العالمین ہے۔

انتظامات نکاح اور عقد عبداللہ با جناب آمنہ

یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو نویں ذی الحجہ کی شب یا ایام قیام منیٰ میں ساتھ لے کر شعب ابی طالب آئے تاکہ اس فریضہ سے عہدہ برآ ہو جائیں راستہ میں ام قتال جو مشہور اہل کتاب عالم ورقہ بن نوفل کی بہن تھیں حسن وجمال میں یکتائے روزگار ہونے کے علاوہ علم وفضل اور آسمانی کتابوں کی عالم بھی تھی اور اپنے بھائی کی اجمالی وتفصیلی علوم میں شادی کا شرف رکھتی تھی۔ اس کو یہ علم تھا کہ جناب عبداللہ حامل نور نبوی ہیں لہذا راستہ میں جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے تمام باتیں عبداللہ کو بتا کر خود کو عبداللہ کی غلامی میں پیش کیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ نکاح کے بعد وہ سو اونٹ جو تمہارے والد نے تمہارے فدیہ کے طور پر ذبح کئے تھے ان کے بدلہ میں سو اونٹ دوں گی۔ یہ سن کر جناب عبداللہ نے فرمایا کہ اب تو میں اپنے والد کے ساتھ ایک کام سے جا رہا ہوں واپسی میں اس عقدہ کا مناسب حل پیش کر کے اس معاملہ کو طے کریں گے۔ اس کے بعد وہ شعب ابی طالب جو جمرہ وسطی کے قریب واقع ہے آ گئے۔

بساعتے کہ تفاخر کند باآن انجم   بطالعے کہ تولا کند بدان تقویم

نور محمدیؐ کی آمنہ رضؓ کو تفویض

اسی دن شعب ابی طالب میں جناب آمنہ حضرت عبداللہ کے نکاح میں آئیں اور رات میں وہیں قیام کے دوران شب زفاف میں نور محمدی صلب عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہوگیا۔ نور محمدی کے منتقل ہونے کے بعد حضرت عبداللہ کو امّ قتال اور اس کی پیش کش کا خیال آیا۔ لہٰذا وہ امِ قتال کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اسکو تجویز کی قبولیت کی خوشخبری سنائیں۔ لیکن جب امّ قتال کے گھر آئے اور امّ قتال نے حضرت عبداللہ کے چہرے کو دیکھا کہ وہ نور جو ان کی پیشانی میں درخشاں و تاباں تھا اب نظر نہیں آرہا تو دریافت کیا کہ وہ نور جو تمہاری پیشانی میں درخشاں تھا کہاں گیا تو عبداللہ نے کہا کہ رحم آمنہ میں منتقل ہوگیا۔ یہ سنکر ام قتال کو سخت صدمہ ہوا اور اس نے عبداللہ سے کہا کہ میرا اب آپ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو صرف نور محمدی کی طالب تھی چونکہ وہ آمنہ کو منتقل ہوگیا لہٰذا اب وہ ساری گفتگو جو کل ہوئی تھی بالکل بے کار ہے۔

چو من ہلاک شدم در غمت بصد زاری   تو خواہ سوئے من آ بعد ازیں و خواہ میا

فاطمہ شامیہ کا واقعہ

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ فاطمہ شامیہ کا ہے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ شام کے بادشاہوں سے ایک کی لڑکی جو حسن و جمال فضل و کمال میں یکتائے روزگار تھی اس کی تعریف میں کسی شاعر نے حسن کی عکاسی اس طرح کی ہے

برخ چو ماہ بقد سرو لب چو شکر ناب
دہان چو کوثر و دنداں در رد چو در خوش آب

یہ ماہ رخ جس طرح حسن و جمال میں بے مثال تھی اسی طرح علم و بصیرت کے میدان میں بھی منفرد تھی۔ اس کو کتب سماوی اور صحف الٰہی پر پوری دسترس حاصل تھی اور ساتھ ہی فن کتابت میں بھی پورا عبور حاصل تھا۔ اس نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت عقل و نقل حسابات کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا۔ اس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک شخص کی صلب سے نطفہ پاک جسد خاکی میں منتقل ہوگا جس کی وجہ سے

خواص وعام کو دین کی دعوت اور راہِ حق نصیب ہوگی ۔ اس شہزادی فاطمہ نامی کا تصور یہ تھا
کہ شاید رحمت پروردگار اس کے شامل حال ہوجائے اور یہ نعمت عظمیٰ اس کے حصہ میں آجائے
وہ مال و دولت لاؤ و لشکر لیکر شام سے مکہ آئی اور انتظار یار میں آنکھوں کو فرش کیا آس و امید
کی گھڑیاں گن گن کر گذاریں حتیٰ کہ ایک دن جناب عبداللہ کی پیشانی میں گوہرامید کو درخشاں و
تاباں دیکھا ۔ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ جناب عبداللہ ایک شکار گاہ سے واپسی میں
فاطمہ شامیہ کی قیام گاہ کی طرف سے گذرے اور جیسے ہی کہ فاطمہ کی نظر ان پر پڑی دل کی
تمنا اور آرزو پوری ہوتی نظر آئی انتظار کی گھڑیاں پوری ہوتی اور گوہر مقصود کا حصول آسان
ہوتا نظر آنے لگا وہ علامتیں اور نشانیاں جو کتب سابقہ اور صحف سماوی دیکھتی تھیں ۔
سب من وعن نظر آئیں تو اضطراری طور پر پردہ و گوشہ کو بالائے طاق رکھ کر باہر آئی اور جناب
عبداللہ سے درخواست کی کہ چندے اس کے مہمان بن کر میزبانی کا شرف بخشیں لہذا جناب
عبداللہ نے اس پری پیکر حور شمائل کی درخواشت کو شرف بخشا اور اس کے مکان کو اپنے قدوم
میمنت لزوم سے مشرف فرماکر اس کے گھر کو رشک بہشت بنایا ۔ شام کی شہزادی نے اس
خاطر و مدارات کے بعد اپنے قلبی تاثرات (الفاظ کے قلم سے گفتگو کے کاغذ پر تحریر کیا) کا اظہار
کیا کہ آپ مجھے یہ شرف عنایت فرمائیں اور مجھے اپنے حبالہ عقد میں لائیں ۔

جان بفدات می کنم بو کہ ازاں من شوی — مردہ تنی چو من ببیں کوش کہ جان من شوی

جناب عبداللہ نے اس کی گفتگو اور خواہش کے اظہار کے بعد فرمایا کہ یہ بہت اہم بات ہے
جس کا جواب آسانی کے ساتھ غور و خوض اور بزرگوں کے مشورہ کے بغیر نہیں دیا جاسکتا لہذا
آپ مجھے مہلت دیں کہ میں غور و خوض اور مشورہ کے بعد حتمی جواب دے سکوں ۔

یہ بات چیت کر کے اور فاطمہ شامیہ سے مہلت طلب کر کے جناب عبداللہ اپنے گھر
واپس آئے اور اسی شب جناب آمنہ کے ساتھ ہمبستری کی جس کے نتیجہ میں نور محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم رحم آمنہ میں منتقل ہوا ۔

ہزار تشنہ چو سکندر است در ظلمات
ہمیں یکے است خضر بہ کنار آبِ حیات

دوسری صبح جناب عبداللہؑ اپنے والد ماجد عبدالمطلبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاطمہ شامیہ سے ہونے والی ساری گفت گو سنائی اور والد ماجد سے اجازت لے کر فرحاں و شاداں فاطمہ شامیہ کے پاس آئے اور والد ماجد کی اجازت سے اس کو مطلع کیا لیکن جب دوران گفت گو فاطمہ نے چہرہ عبداللہؑ کو دیکھا تو اس میں وہ نور نہ پایا۔

مست آمدہ دوش تو مہمان کہ بودی | در ظلمت شب چشمۂ حیوان کہ بودی
می دوش کجا خوردی و ساغر بکہ دادی | دانم شکر در شکرستان کہ بودی
آراستہ و مست در آغوش کہ خفتے | ایں بخت کرا بود و بفرمان کہ بودی
جعدت کہ کشیدہ است لبت را کہ گزیدہ است | پیش کہ نشستے شب و درمان کہ بودی

جان دگری در تن نالان کہ رفتے
کان نمکی در دل بریان کہ بودی

القصہ بہت تفحص و استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کارکنان قضا، و قدر نے اپنا کام پورا کر لیا اور اپنے فرائض کو انجام دے دیا ہے گوہر مقصود کا اب ہاتھ آنا ممکن نہیں رہا لہٰذا فاطمہ نے عبداللہؑ سے کہا کہ جناب میں نے شادی کی خواہش نفسانی وجوہ اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے نہیں کی تھی بلکہ ایسے وصل کی خواہش صرف اس نور کے حصول کے لئے تھی جو باعث تخلیق عالم اور وجہ ظہور رب العالمین ہے۔

ہر چہ ز بیگانہ و خیل و بند | جملہ دریں راہ طفیل و بند
خطِ فلک خطبۂ ایوان اوست | گوئے زمین در خم چوگان اوست

اے عبداللہؑ میں نے دور دراز کا سفر صرف اس لئے کیا تھا کہ تمہاری پیشانی میں چمکنے والا نور میرے رحم میں منتقل ہو جائے اور اس فرزند سعادت مند کی والدہ ہونے کا شرف مجھے حاصل ہو جائے۔ اب اس غم کی تلافی ممکن نہیں میں اب نہایت رنج و افسوس کے ساتھ واپس جاؤں گی باوجودیکہ میں آپ کی قربت سے محروم رہی ہوں لیکن بارگاہ رب العالمین میں دست بدعا ہوں کہ آپ کا مستقبل تابناک ہو اور آپ کی زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے بھرپور ہو اور قدرت کاملہ آپ کو حوادث سے محفوظ رکھے۔

جو بیندۂ وصل تو بجائی مرساد بے برگ و نوایت بنوائی مرساد
ہر چند کشیدم ز تو صد گونہ بلا یارب کہ بتو ہیچ بلائی مرساد

حسرت و یاس بھرے کلمات اور دعاؤں کے ساتھ فاطمہ شامیہ مکہ سے روانہ ہوئی اور اس نے باقی تمام عمر حسرت و افسوس میں گذار دی۔

منم امروز و دلی راندہ گیتی بدونیم جائی آنست ہنوزم کہ بجان باشندیم

حضرت آمنہ کی شب زفاف میں دو سو عورتیں رشک و حسد سے مرگئیں اور بہت سی عورتیں امراض قلب میں مبتلا ہوئیں، بعض روایتوں کے مطابق یہ جمعہ کی رات تھی اور دوسری خصوصیت یہ کہ نویں ذی الحجہ (عرفہ) کی رات تھی۔ اس انتقال نطفہ کی رات ملائکہ نے جشن منایا۔ جبریل امین نے فرش زمین پر آکر بام کعبہ پر ہلالی پرچم لہرایا اور خطہ ارض کو بشارت دی کہ آج رات نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو گیا ہے تاکہ افضل الخلائق پیدا ہوں اور تمام امتوں سے بہتر و برتر شخصیت دنیا میں تشریف ارزانی فرمائے۔

اسی رات ابلیس لعین کا تخت الٹ گیا اور یہ مردود بارگاہ الٰہی میں چالیس دن بحر و بر میں مارا مارا پھرتا رہا اور فرط غم و کثرت غیض و غضب میں سیاہ و سوختہ ہو کر کوہ ابو قبیس کے دامن میں آکر رونے اور چلانے لگا۔ اس آہ و فغاں کو سن کر اس کی ساری ذریت جمع ہو کر اس گریہ و ماتم کا سبب معلوم کرنے لگی تو ابلیس نے کہا کہ اے میری ذریت تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اب ہماری ہلاکت متحقق ہو گئی، کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صلب عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گئے، یہ شخصیت اولین و آخرین کے لئے باعث شرف و عزت ہے، یہ نورانی پیکر حقانیت کی تلوار لے کر مبعوث و متولد ہوں گے بتوں کو توڑیں گے اور مشرکانہ رسموں کو ختم کریں گے، شراب اور جوئے کو حرام قرار دیں گے، ان کی وجہ سے آسمانی خبریں اب ہم کو نہ مل سکیں گی، خطہ زمین سے ظلم و ستم کو کم کرنے اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، زمین کو اپنی سجدہ گاہوں سے ایسا ہی مزین فرمائیں گے جیسے کہ آسمان میں ستارے زینت کا سبب ہیں اور کائنات ارضی پر اللہ کی توحید کا پرچم بلند کریں گے

ان کی امّت دنیا میں آنے والی تمام امتوں سے بہتر ہو گی شرک کی برائیوں کو دنیا سے دور کر کے دین کے کاموں میں خلوص پیدا کریں گے۔ ان کے متبعین اہل تقویٰ و مغفرت ہوں گے۔ اور تمام نیکیاں اور اعمال خیر ان کی طرف منسوب ہوں گے اور اللہ کا نام لئے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں اور پئیں گے۔

اچھائیوں کا حکم دے کر برائیوں سے روکیں گے۔ نیکیوں میں سبقت کریں گے غریبوں اور مسکینوں پر شفقت اور رحم فرمائیں گے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں گے اور یہی صفات جو ان میں اور ان کے متبعین میں ہوں گی ہمارے لئے مصیبت و اذیت کا سبب بنیں گی۔

یہ باتیں سنکر ابلیس کے ایک چیلے نے کہا کہ استاد فکر کی کیا بات ہے خطہ زمین پر بسنے والی قوموں کو سات حصوں (زمانوں) میں منقسم کیا گیا تھا جس میں سے چھ حصے (زمانے) گذر چکے ہیں اور گذرنے والے اوقات میں بسنے والی قومیں آنے والے لوگوں سے زیادہ مضبوط اور لمبی عمروں والے تھے ان کے ساتھ ہم نے جس طرح چاہا کیا اور ان کو جس طرح چاہا اپنی راہ پر ڈال دیا۔ ان کے ساتھ بھی ہم وہی طرزِ عمل اختیار کریں گے۔ ابلیس نے کہا لیکن آنکی امت کے ساتھ تم ایسا نہ کر سکو گے اور اس کا سبب ان ذات اقدس کا امت پر لطف و کرم ہو گا جس کے سبب وہ ہماری دست برد سے باہر ہوں گے۔

چیلے نے کہا کہ ہم ان متبعین کے دلوں میں خواہشات کو ڈال دیں گے اور بخل و تعدی کی ان کے مذاق و عادت میں شامل کر دیں گے جو ان کی ہلاکت و تباہی کا سبب ہو جائیگا۔ ابلیس کی یہ باتیں سن کر خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہنے لگا کہ ان باتوں سے میرا رنج کم ہوا ہے اور تمہاری صلاحیتیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔

یہ فقرے سالکان راہ طلب کے لئے مشعل راہ اور راہِ نجات کے حصول کے لئے بہترین لائحہ عمل ہیں اور اللہ کی توفیق شامل حال ہو تو شر شیطان سے حفظ و امان کا ذریعہ و اللہ عاصم من شرہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ جس رات نور محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ کی سپرد ہُوا اس کی تمام کاہنوں کو اطلاع ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ مشرق و مغرب کے چرند و پرند اور بحری جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی کہ وہ وقت آنے والا ہے جب کہ خطۂ زمین نورِ مصطفوی سے منور ہو جائے گا۔

قریش کے پالتو جانوروں نے آپس میں کہا کہ جناب آمنہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو گئی ہیں اور ان سے ایسی شخصیت ظہور میں آئے گی جو زمین کی امین اور اس کی ظلمت کو دور کرنے والی ہو گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام دنیا کے بُت دوسری صبح سرنگوں پائے گئے۔ ابلیس کا تخت پلٹ گیا اور دوسرے بادشاہوں کے تخت سرنگوں ہو گئے صاحب اقتدار حاکموں اور بادشاہوں کی زبانیں گفت گو سے قاصر اور گنگ ہو گئیں۔

واقعات حمل

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ دورانِ حمل مجھے ایسی کوئی دقت ثقل یا بوجھ محسوس نہ ہُوا جس طرح عورتوں کو دوران حمل ہُوا کرتا ہے حتیٰ کہ ابتدائی چھ ماہ میں مجھے یہ احساس بھی نہ ہُوا کہ میں حاملہ بھی ہوں یا نہیں، صرف اتنا احساس تھا کہ اس دوران عوارض نسوانی (ماہواری) منقطع ہو گئے تھے۔ چھ مہینہ گذرنے کے بعد خواب و بیداری کے عالم میں کسی نے مجھ سے کہا کہ اے آمنہ کیا تجھے اپنے حمل کی خبر ہے؟ میں نے کہا نہیں! تب انہوں نے بتایا کہ تم اس امت کے پیغمبر کے حمل سے ہو تب مجھے اپنے حاملہ ہونے کا علم یقین ہُوا۔

وضع حمل کے واقعات

جب وضع حمل کا وقت قریب ہُوا تو وہی غیبی بشارت دینے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو اعیذہ بالصمد الواحد من شر کل حاسد (میں ہر حاسد کے شر سے اللہ واحد صمد سے پناہ طلب کرتی ہوں)

ان کلمات کو پڑھوانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جب تمہارے یہاں ولادت ہو جائے تو اس فرزند سعید کا نام **محمد** رکھنا میں نے یہ نام رٹ کر یاد کر لیا اور اس واقعہ کو دوسری عورتوں کو سنایا اور انہیں عورتوں کے مشورہ سے دو آہنی حلقے اپنی گردن اور کانوں میں ڈال لئے لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ ہاتف غیبی آئے اور مجھ سے کہا کہ ان آہنی حلقوں کو

اتارو اور آئندہ کبھی استعمال نہ کرنا۔

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے ابتدائی ایام میں مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ ایک نور مجھ سے نکلا جس کی روشنی میں بصرہ کے محلات کو میں نے دیکھا۔

نکتہ: اس نور کی رویت کے سلسلہ میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام سے قبل ملک شام کے سفر میں بصری (بصرہ کے علاوہ ایک شہر ہے) کے مقام سے گذرے اور وہاں قیام فرمایا تھا۔

برکتِ حمل مورخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بعثت نبوی سے قبل قریش قحط بھوک اور افلاس کا شکار تھے ہر طرف خشک سالی کا دور دورہ تھا۔ جانور بھوک کے مارے کمزور و لاغر ہو گئے تھے۔ جب جناب آمنہ حمل سے سرفراز ہوئیں تو باران رحمت کا نزول ہوا قحط سالی دور ہوئی۔ گھروں کو سیراب کرنے والی نہریں رواں دواں ہوئیں۔ درخت سرسبز و شاداب ہو گئے اور مصیبت زدوں کی پریشانی دور ہوئی اور ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہوا چنانچہ اس سال کو سنة الفتح خوشی و مسرت کا سال کہا گیا اور یہ سب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی۔

نقش وجود از ہمہ بیگانہ بود   ہستی او نا بعدم خانہ بود
چون ز وجودش عدم آوازہ یافت   نسخۂ ہستی رقم تازہ یافت
سایہ رخشش کہ ز گردوں گذشت   رزق رسان در ہمہ آفاق گشت
بود جہان بر ہمہ تاریک و تنگ   تا بعدم داشت وجودش درنگ
نور وجودش بجہان نور داد
ماتمیاں را خبر سور داد

حضرت عبداللہ کی وفات حسرت آیات

جب یہ بات متحقق ہو گئی کہ جناب آمنہ حمل سے ہیں تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو ملک شام روانہ کیا تاکہ وہ سامان خورد و نوش خرید کر لائیں۔ واپسی میں جناب عبداللہ اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملنے یثرب (مدینہ طیبہ) گئے اور وہاں بیمار ہو گئے اور اس وجہ سے مدینہ طیبہ میں قیام طویل ہوا قافلہ والے چلے آئے۔ ادھر کارکنان قضاؤ قدر اپنے فریضہ کو پورا کیا اور ملک الموت نے آکر زندگی کے لمحات پورا ہونے کی اطلاع دیدی اور جناب عبداللہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور انہیں دارالنابغہ میں دفن کیا گیا۔

جب عبدالمطلب کو عبداللہ کی علالت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ایک سعادتمند بیٹے حارث کو ان کی خبرگیری کے لئے بھیجا تاکہ وہ عبداللہ کو لے کر مکہ آئے لیکن جب حارث مدینہ پہنچے تو انہیں جناب عبداللہ کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ الٹے قدم مکہ واپس آئے اور بھائی کی موت کی اطلاع دی۔ اس خبر وحشت اثر نے سارے خاندان پر حزن و ملال طاری کر دیا

از اجل نیست ہیچ کس ایمن — با ہمہ خلق مرگ کین دارد
جعد مشکیں ماہ رخساراں — بلحد با درو دفین دارد
با اجل پائیداری باید — آنکہ صد حسن آہنیں دارد

ہرکہ پیش از تو بودہ است اجل
ہمہ را در دل زمین دارد

جناب عبداللہ نے ابھی زندگی کی پچیس بہاریں دیکھیں تھیں کہ وعدہ الہی پورا ہونے کا وقت آگیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی رحم مادر ہی میں تھے لیکن مشیت الہی اس بات کی مقتضی تھی کہ دنیا کی یہ عظیم المرتبت شخصیت جب اس دنیا میں تشریف لائیں تو کوئی ان کی قدر و منزلت میں مقابل و مماثل نہ ہو۔

چوں درا گر یتیم شد بیش بود بہائی او — زاں کہ خرد فزوں نہد در یتیم را بہا

نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ

علم الانساب کے ماہرین نے بتایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ وہب کی بیٹی تھیں جو عبد مناف کے بیٹے ہیں ان کا سلسلہ نسب اس طرح عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ اس طرح حضور علیہ السلام کا نسب پدری سلسلہ میں کلاب بن مرہ سے جا ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی والدہ آمنہ کا سلسلہ نسب بھی اس طرح ایک ہی جد اعلیٰ سے جا ملتا ہے ۔ جناب آمنہ کی والدہ کا نام برہ ان کی والدہ ام حبیبہ ان کی ماں قلادہ اور قلادہ کی ماں کا نام امیمہ اور ان کی والدہ کا نام ذب اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ لیلی بنت عوف تھا۔

جناب عبد اللہ سے عدنان تک اکیس واسطوں سے حضور علیہ السلام کے جد اعلیٰ سے نسب جا ملتا ہے اور اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور تمام ارباب سیّر و تاریخ اس باب میں نسب نامہ سے متفق ہیں لیکن عدنان سے جناب سیدنا آدم علیہ السلام تک نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے نسبی سلسلوں کو کچھ کم اور بعض نے زیادہ واسطوں کا سہارا لیا ہے۔ بعض نے ناموں میں تقدیم و تاخیر کی ہے لیکن سلسلہ نسب میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اسماعیل و ابراہیم و ہود و نوح و ادریس و شیث علیہم السلام حضور علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں اور جمہور مورخین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک کے سلسلہ میں جو ترتیب بیان کی ہے وہ اس طرح ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مدر بن نذار بن سعد بن عدنان بن اد بن ادد بن تسیع بن بنت بن حمل بن قیذار بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناخور بن ارغو بن اشرع بن اشروع بن قانع بن شالخ بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح بن متوشلح بن اخنوع بن برد بن مہلائیل بن قینان بن شیث بن آدم صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین علیٰ ھذا الشجرۃ

المبارکۃ المیمونۃ النابت فی بساتین الاحسان الثابت فی حدائق العرفان فی لغت علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ اجمعین۔

بدا، وجہ من قبل نشاۃ آدمؑ — و اسماہ من قبل فی العرش نکتب
بمبعثہ کل النبیین بشرت — ولا مرسل الالہ کان یخطب
بتوریت موسیٰ نعتہ وصفاتہ — وانجیل عیسیٰؑ فی مدائح تطنب
بشیر و نذیر و مشفق منعطف — رؤف رحیم محسن لا بشرب
باوصاف الحسنیٰ تطیب قلوبنا — وتہتز شوقا والرکائب تضرب
ای برج ماہ طلعت لولاک — وی بقد سرو گلشن افلاک
شمع بطحا چراغ بیت حرم — صدر بدر جہان جہان کرم
مہ گردوں سریر انجم جیش — مشعل افروز دودمان قریش
بوالبشر خوشہ چین خرمن تو — روضہ خرم ببوی مسکن تو
در رسالت مدرس ادریسؑ — در سعادت مساعد برجیس
راکب کشتی ہدایت نوحؑ — ساکن جودی ولایت روح
خادم خوان دعوت تو خلیلؑ — مرغ باغ نبوت جبریلؑ
کشتۂ تیغ غمزۂ تو ذبیح — وز دمت روح پروریدہ مسیح
طفلی و آدمت طفیل وجود — کائنات نمی ز قلزم جود

گر یتیمی چہ غم کہ در تعظیم
بیش باشد بہائے درّ یتیم

ختم شد رکنِ اوّل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب

سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

مؤلفہ : محمد ابنِ اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (۸۵ھ — ۱۵۰ھ)

ترجمہ و مرتبہ : رفیع الدین اسحاق بن محمد ہمدانی

ترجمہ اردو : علامہ محمد اطہر نعیمی چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان

مقدمہ و نظرثانی : پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

قیمت ۔ ۵۵۰ روپے

مکتبہ نبویہ ● گنج بخش روڈ ● لاہور

روضۃ القیومیہ

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ مجددیہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے روحانی اور علمی کمالات کا مرقع ہے۔ جسے خاندان مجددیہ کے ایک فاضل مولف ابوالفیض کمال الدین محمد احسان مجددی سرہندی نے چار جلدوں میں تصنیف کیا۔ جلد اول حضرت مجدد الف ثانی۔ جلد دوم خواجہ محمد معصوم سرہندی۔ جلد سوم خواجہ محمد نقشبند سرہندی اور جلد چہارم خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہم کے احوال ومقامات پر مشتمل ہے۔ علامہ اقبال احمد فاروقی نے گراں قدر حواشی اور تعلیقات سے مزین کر دیا ہے۔ یہ کتاب سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کی مستند اور بے مثال دستاویز ہے۔ اور مغلوں کی سلطنت کے عروج وزوال کی تاریخ بھی ہے خانوادہ مجددیہ کی دینی اور روحانی خدمات کی داستان بھی۔ اور پنجاب پر سکھوں کی دہشت گردی اور نادر شاہ کی یلغار کی تاریخ خونچکاں بھی ہے۔ روضۃ القیومیہ کا اردو ترجمہ ایک طویل مدت سے نایاب تھا مگر اس کے بعض اقتباسات اور حوالے حضرت مجدد الف ثانی پر لکھی جانے والی کتابوں میں ملتے تھے اہل ذوق و شوق خصوصاً مشائخ مجددیہ اس کتاب کے حصول کے لئے کوشاں تھے الحمد اللہ یہ نادر اور نایاب کتاب سلیس اردو۔ دیدہ زیب طباعت۔ رنگین سرورق اور خوش نما جلدوں میں تیار ہو کر آپ تک پہنچ رہی ہے اس کتاب کی مقبولیت اور اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ہمارے ایک نقشبندی مجددی شیخ طریقت پانچ سو سیٹ لے کر اپنے مریدوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ کتاب ہر ایک نقشبندی مجددی دانشور کے مطالعہ میں رہنی ضروری ہے۔ پانچ سیٹ یکجا طلب کرنے والوں کو ایک سیٹ ہدیتاً پیش کیا جائے گا۔

چار جلدوں پر مکمل سیٹ کی قیمت روپے ہے محصول ڈاک بذمہ طلب گار ہو گا

تفسیرِ نبوی

مولفہ

فاضلِ اجل عارفِ کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

○ ایک بے مثال تفسیر

○ اعتقادی اور نظریاتی نشو و نما کا مرقع

○ ایک سو دس (۱۱۰) تفاسیر کا نچوڑ

○ عقائدِ باطلہ کا مسکت رد

○ شریعت و طریقت کے اسرار و رموز کا جامع ذخیرہ

○ صوفیانہ اشارات و تنقیحات کا چشمہ

آپ اِس **تفسیر** کو خود پڑھیں۔

احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

اپنے **کتب خانہ** کی زینت بنائیں۔

یہ تفسیر آپ کو بہت سی تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور